گلمسز آف دھی نظامس ڈمینینس

یعنی

تاریخ قلمرو نظام

مترجمۂ مسٹر طالب علی شمس الدین نجم اسسٹنٹ سکریٹری

انجمن اسلام بمبئی

جسمین ریاست حیدرآباد دکھن کا مکمل احوال مندرج ہی

علاوہ اسکے قریب ٦٠٠ تصویرین اور نقشے ـ لوگون ـ منظرون ـ شہرون ـ منارون ـ مسجدون ـ غارون ـ مندرون ـ قلعون ـ قبرون ـ کھنڈرون ـ محلون ـ نام مکانون اور قدرتی عجائبات و غرائبات کے موجود ہین ـ
جو خاص اس کتاب کے لئے کھنچے گئے تھے

بہ اجازت خاص و سرپرستئی سرکار حضور نظام شایع ہوئی ہے

جسمین ہر ہر چیز کا بیان درج ہی ـ مثلاً تعمیرات ـ تواریخ ـ اقوام ـ مذاہب ـ اوصاف بلاد ـ ترکیب زمین وغیرہ
معہ سوانح عمری و احوالات تصاویر امرا و دیگر اکابرین و عمایدین قلمرو حضور نظام جسے

مسٹر ـ ای ـ کلاڈ ـ کمپبل

نے

بذات خود جمع کیا

مدیر
سی ـ بی ـ بروز
اولیم ـ واٹسن اینڈ کمپنی
بمبئی و لندن

C B. BURROWS,
BOMBAY and LONDON,
C/o WILLIAM WATSON & Co.
A.D. 1899.

ترتیب دادۂ
ہسٹوریکل پبلشنگ کمپنی
فلاڈلفیا
یونائٹڈ اسٹیٹس ـ امیریکہ

دیباچه

ہم نے اس کے پیشتر ایک کتاب موسوم بہ گلمپسز آف انڈیا لکھی تھی جس میں عام طور سے تمام ہندوستان کا احوال مندرج ہے وہ ایسی عام پسند ہوی کہ جس سے مسود اوراق کو شوق پیدا ہوا کہ بہت سی دیسی ریاستیں کہ ہندوستان کی عظیم الشان سلطنت کا ایک بڑا حصہ ہیں انکا بیان جدا جدا اور مفصل لکھا جائے تو دوسری ویسی ہی کتابیں تیار ہوسکتی ہیں۔اس شوق کے پیدا ہوتے ہی ہماری توجہ ریاست حیدرآباد کی طرف مبذول ہوئی جو ہندوستان میں نمبر اول کی ریاست ہے اور اس ریاست میں جو عجیب و غریب تواریخی۔علم قدامت۔اور بیان انسانی کی دلچسپیاں ہیں انہوں نے اور بھی شوق کو بڑھا دیا تاکہ ویسی ہی ایک کتاب پبلک میں لائی جائے۔نظام گورنمنٹ کی اعانت و سرپرستی حاصل کی گئی اور تالیف شروع ہوی۔باوجود اوسکے کہ وہ بہت بڑا کام تھا۔یہ کتاب جو اب عام طور پر پبلک کے اور خاص طور پر ریاست کے باشندوں کے پیش کی گئی ہے اوسیکا نتیجہ ہے۔

اس قسم کی کتاب کے لئے جتنی معلومات کی ضرورت تھی انکے جمع کرنے میں بہت سی کتابیں جو اس ریاست کے بیان پر حاوی تھیں دیکھی گئیں۔بعض باتوں میں انمیں اختلاف پایا جاتا تھا۔لیکن اور دوسری کتابوں سے نہایت احتیاط کے ساتھہ انکا مقابلہ کرکے حتی الامکان صداقت کے ساتھہ کام لیا گیا۔گلمپسز آف دی نظامس ڈومینین (مختصر حالات ریاست نظام) مثل ایک ہردل عزیز تاریخ کے نذر ناظرین کی گئی ہے۔حضور نظام کی ریاست کے جسقدر صحیح حالات۔اس قسم کی کثیرالحجم کتاب میں داخل ہوسکتے ہیں وہ اس میں داخل ہیں۔موجودہ ریاست نظام کا بیان کچھہ تو عبارت اور کچھہ نقشوں میں درج کتاب ہے۔جو لوگ حیدرآباد سے ناواقف ہوں مولف کو امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے انکو حیدرآباد کے دلکش مقاموں کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوگا جن کا احوال اس میں مندرج ہے۔اور اس میں جو سوانح عمری لکھی ہوئی ہیں وہ بھی قابل قدر ہیں۔

ہندوستان کے عظیم الشان جزیرہ نما کے اندر حیدرآباد کی ریاست وسط میں واقع ہے۔اور اوس میں ابتک ہندوستان کے اصلی باشندوں کی اولاد باقی ہے۔اور وہ وہیں رہتے ہیں جہاں انکے آبا و اجداد پندرہ سو برس کے پیشتر رہتے تھے جیسے یونان کے جغرافیہ والوں نے بیان کیا ہے۔اور ان کے اکثر عادات و اطوار ویسے ہی ہیں جیسے عیسی علیہ السلام کے ایک ہزار برس آگے بید کے اشعار میں بیان کئے گئے ہیں۔اس کتاب میں جو نقشے ہیں وہ نہایت زحمت اور مصارف کے ساتھہ کھینچے گئے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ نہایت دلچسپ ہیں۔اُن قبیلوں کے فوٹوگراف لینے میں بڑی دقتیں واقع ہوین کیونکہ وہ جانتے نہیں تھے کہ فوٹوگراف کیا چیز ہے۔اسلئے وہ اوسکو دیکھکے سخت گھبراتے تھے لیکن بڑی مشکل سے انہیں سمجھایا گیا اور انکی تصویریں کھینچی گئیں۔علاوہ ان تصویروں کے دوسرے چہہ سو نقشے نہایت دلچسپ مقاموں کے ہیں۔کیا قدیم اور کیا جدید۔مثلاً مسجدیں۔مندر۔غار۔اصنام۔خاص مکانات اور پبلک مکانات معہ تصاویر امرائے نامور اور افسران ریاست حیدرآباد جو خاص اس کتاب میں داخل کرنے کے لئے نہایت محنت و مشقت اور بڑے مصارف سے کھینچی گئی ہیں۔تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے ویسی ہی قائم رہیں جیسے حیدرآباد کی سیاہ چٹانیں۔یا گولکنڈے کی مشہور پہاڑی قائم ہے۔اور عندالضرورت اس کی لاکھوں نقلیں لی جا سکتی ہیں۔نظام حیدرآباد کی اس تاریخ کی قیمت قدرتی طور پر انقضائے زمان کے ساتھہ بڑھتی جائیگی۔

اس کتاب کی اشاعت میں مسٹر اے کلاڈی کیمبل نے نہایت مشقت اٹھائی ہے۔علی الخصوص ابتدا میں اسکے لئے ضروری بیانات کے جمع کرنے میں انہیں بہت سی مشکلیں درپیش ہوین لیکن وہ اپنے صبر و تحمل سے انپر غالب آئے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوے۔

اصلی بیان اور تالیف اور اخیر صحت اس کتاب کی مسٹر روجر لیمنگ کے متعلق تھی اور جس آئین سے انہوں نے اپنی خدمت ادا کی ہے وہ ناظرین کے انصاف پر چھوڑا جاتا ہے۔ہندوستان کے ناموں کی املا نویسی سخت مشکل ہے اس لئے اس کتاب میں بہت سے مصنفوں سے رجوع لانا پڑا خواہ وہ نام لوگوں کے تھے یا مقاموں کے یا اشیا کے۔اور انمیں موجودہ املا نویسی کا طرز اختیار کیا گیا۔

اسکی تصویرون کا کام مسٹرس بورن اینڈ شیپرڈ کے سپرد کیا گیا تہا۔جو ہندوستان کے مصورون مین مشہور و معروف ہین۔اور علاوہ اسکے حیدرآباد کے فوٹوگرافر مسٹر پولیسک اور نیز دوسرون نے بہی اعانت دی ہے۔اور بہت سے لوگون کي تصویرین راجہ دین دیال اینڈ سنس کے لی ہوئی تصویرون پر سے لیگئی ہین۔یہ کتاب سلطنت متحدہ امیریکا کے ایک نامور چہاپ خانہ مین جسکا نام۔دی ہسٹریکل پبلشنگ کمپنی آف فلیڈلفیا ہے چہپ کے تیار ہوئی ہے۔جس عمدگي سے انہون نے اسکو چہاپا ہے وہ خود اس کتاب سے ظاہر ہو رہا ہے۔

اس کتاب کا مؤلف حضور نظام کي گورنمنٹ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کیونکہ اسنے اسکی اشاعت مین ہرایک طرحسے قابل قدر مدد دی ہے۔علي الخصوص سفارشی خطوط اور پولیس کي تعینات مین۔جسکے بغیر کچہہ نہین ہوسکتا تہا۔خاصکرکے انکی اعانت فوٹوگراف لینے مین قابل شکر گذاری ہے۔

اس کتاب کي تالیف مین مرقوم الذیل مصنفون سے بہت کچہہ مدد ملی ہے۔جسکے لئے اونکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

فرشتہ (مترجمہ اسکاٹ) سر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر۔کرنل میڈوس ٹیلر۔شمس العلما سید علی بلگرامي۔بي۔اے۔بي۔ایل۔سید حسین بلگرامی۔وِلمرٹ۔فرگیوسن۔برجس۔گریبل۔اسٹانلی لین پول۔بي۔اے۔جے۔ڈی۔یس۔سي۔بی برگس ایلیٹ اور ڈاسن۔

مندرجہ ذیل صاحبون کا بہی شکریہ ہمپر واجب ہي کہ انہون نے نہایت کار آمد اعانت کي ہے۔نواب عمادالملک سید حسین بلگرامي ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن (معلومات تعلیم کے لئے) نواب اکبر جنگ کوتوال شہر (پولیس کي تعینات اور حفاظات کے لئے) نواب فرامرز جنگ (بیدر اور ورنگل کے حالات کے لئے) نواب افسرالدولہ (فوجي معلومات کے لئے) نواب سرور جنگ (تاریخي معلومات وغیرہ کے لئے) شمس العلما سید علي بلگرامی (علم ترکیب زمین کے لئے) مسٹر نندي۔ایم۔اے۔این۔ایل۔ڈی (مذاہب اور انساني بیانات کے لئے) سرجن لفٹنٹ کرنل لاری۔میجر پرسی گف۔مسٹر فریدون جی جمشید جی سکرٹري مدارالمہام (خوش خلقی اور اعانت کے لئے) گورنمنٹ کے دوسرے سکرٹریان۔(بر محل مدد کے لئے) مسٹر جوسف کارني لِیس۔بي۔اے۔تمام قسمتون کے صوبہ دار اور اضلاع کے تعلقدار اور مسٹر طالب علی نجم معاون پیشکار انجمن اسلام بمبئی جنہون نے اس عجلت کے ساتہہ ترجمہ کیا وغیرہ وغیرہ

گلمپسز آف دی نظامس ڈومینین کي تالیف و اشاعت پر بہت سا روپیہ وقت اور محنت صرف ہوئی ہے جب جاکے یہ کتاب نذر ناظرین کي گئی۔چونکہ یہ ایک کثیرالحجم دفتر ہے اسلئے اگر اس مین کہین کوئی غلطی واقع ہوی ہو تو ناظرین سے امید ہے کہ اوسکو معاف کرینگے۔اسکا اندازہ اوسوقت کیا جا سکتا ہے کہ جب دیکہا جائیگا کہ اردو اور انگریزي دونون کو ساتہہ ہی شایع کرنیکا اہتمام کیا گیا ہے۔

سی۔بی۔بروز

فہرست مضامین

ہز ہائنس حضور نظام

لشکر حضور نظام

حضور نظام کی پولیس

میڈیکل یعنے دواخانہ

سلطنت حیدرآباد کے مختصر تاریخی حالات

اشکال طبعیہ

ترکیب زمین اور کار آمد — معدنیات

سرکار نظام کی ضمانتی ریلوے

صنعت و حرفت

مذاہب اور اقوام

شہر حیدرآباد

نواح و حوالی شہر حیدرآباد

گولکنڈہ

سکندرآباد اور د لارم

حیدرآباد کنٹنجنٹ فوج

عاشورۂ محرم

ہندوؤن کے بڑے دن

غار کے مندر

امرائے عالی مرتبت

ضلعۂ اورنگ آباد

ضلعۂ گلبرگہ

ضلعۂ بیدر

ضلعۂ ورنگل

ضلعۂ برار

متفرقات

ملحقات

اعلی حضرت حضور نظام جی-سی-ایس-آئی

اعلیحضرت آصف جاہ-مظفر الممالک-نظام الملک-
نظام الدولہ میر محبوب علی خان بہادر
فتح جنگ جی-سی-ایس-آئی
نظام حیدرآباد

اس دلچسپ ملک کے پادشاہ کے جو وہان کے حاکم ہونے کا فخر رکھتے ہین حالات ملک حیدرآباد کے متعلق لکھنا جیسا کہ مصنف کی ترجہہ کو رجوع کرنے والا ہے ویسا اور کوئی نہین-

اعلیحضرت آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب میر محبوب علی خان بہادر فتح جنگ-یہ خطابات وہی ہین جن سے ہز اکسلنسی لارڈ رپن ویسرائے ہند نے بحکم حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند ۵ فروری سنہ ۱۸۸۴ع کو اٹھارہوین برس کی عمر مین حضور نظام کو مسند نشین کرتے وقت مخاطب کیا تہا-حضور نظام اپنے مورث اعلی آصف جاہ کے خاندان کے جو سلطنت مغلیہ کے نہایت مشہور و معروف صوبہ دارون مین تہے معزز و ممتاز نائب و جانشین ہین-اور تمام ہندوستان کے دیسی فرمانروایون مین درجہ اول رکہتے ہین-حضور نظام کی نژاد تاتاریون سے ہے-اور مذہب انکا سنت الجماعت- وہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد مین ہین-اور افضل الدولہ بہادر مرحوم کے ایک لوتے فرزند-انکی ولادت سنہ ۱۸٦٦ع مین ہوی-اب انکی عمر عزیز ایکتیس برس کی ہے-جب وہ تین برس کے تہے تو انکے والد ماجد نے انتقال فرمایا اور وہ سلطنت دکہن کے مالک ہوئے-اگرچہ اسوقت برٹش ریزیڈنٹ نے انہین مسند نشین کردیا تہا لیکن تاہم ایک ریجنسی کی سخت ضرورت تہی-جس کے لئے مرحوم سر سالار جنگ اول اور امیر کبیر شمس الامرا بہادر قایم ہوئے-لیکن شمس الامرا بہادر کے انتقال کے بعد فقط سر سالارجنگ بہادر ہی جو وزیر اعظم ریاست تہے ریجنٹ مقرر رہے-

ابتدا ہی سے حضور نظام کی تعلیم نہایت غور و توجہ کے ساتھہ ہوئی-گورنمنٹ آف انڈیا نے اپنے ایک مراسلہ مین جو ۱۵ مارچ سنہ ۱۸٦۹ کو موصول ہوا تہا-حضور نظام کو ہر قسم کی تعلیم دینے کی ضرورت دکہلائی تہی تاکہ انہین اُنکے بلند رتبہ کے لایق و سزاوار کیا جائے-سر سالارجنگ کے اتفاق سے کپتان جان کلارک جو پیشتر اس کے کسی انگریزی شہزادے کی تعلیم و تربیت پر مامور تہے-مقرر ہوے اور اسکے بعد انکے بہائی کپتان کلاڈی کلارک-سی-آئی-ای-کو بہی اس خدمت کے بجا لانے مین انکا شریک کیا گیا-پہر انگریزی-عربی-فارسی-اور ہندوستانی کے اعلی تعلیم یافتہ لوگ انکے پڑہانے کے لئے نوکر رکہے گئے-اور اسکے ساتہہ سواری-شکار-کرکٹ وغیرہ کی جو مردانہ کہیل ہین انہین

پوری پوری تعلیم دیگئی-حضور نظام نے انگریزي مین معمولی استعداد اور فارسي اور اردو مین عمدہ قابلیت حاصل کي هے
-چنانچہ اردو مین انکے اشعار کاچہ کم قابل تعریف نہین-بلکہ وہ اس زبان کے شاعرون مین نمبر اول مین شمار کئے
جاتے ہین-سواری-شکار-اور نشانہ بازي مین کئي مرتبہ وہ اپنے ہمسرون سے گوے سبقت لیگئے ہین-

حضور نظام پہلے پہل دہلی کے دربار قیصری مین جو یکم جنوری سنہ ۱۸۸۷ع کو منعقد ہوا تہا پبلک طور پر
شریک ہوئے تہے-انہین ملکہ معظمہ کي طرف سے اس دربار کي دعوت دیگئي تہي-اس سفر مین سر سالارجنگ-جي
-سي-ایس-آئي معہ اکثر امرائے حیدرآباد کے انکے ہمراہ رکاب تہے-

حضور نظام کي عمر ۱٦ سولہ برس کي تہي کہ سر سالارجنگ نے معاملات ریاست مین انکي تعلیم شروع کردی-
اور صرف خاص اور نیز دوسرے صیغون کے منتظمون کو حکم دیا تہا کہ ہمیشہ انکي خدمت مین حاضر ہوکے انہین اپنے
اپنے کامون سے مفصل طور پر واقف کرین-حضور نظام نے معہ مدارالمہام و دیگر امرا‌ے دولت کے پہر اپني ریاست کے
مغربي حصہ کا دورہ کیا-اس دورہ مین سر سالارجنگ نے ریاست کے متعلق بہت سي عمدہ معلومات سے انہین مطلع کیا-
یہ معلومات مختلف عہدہ دارون کي زباني جو متفرق صیغہ جات پر مامور تہے مفصل طور پر حاصل ہوئی-

سر سالارجنگ حضور نظام کو اس حکومت کے لئے کہ جسکي عنان وہ کوئي ایک سال کے بعد اپنے ہاتہہ مین
لینے والے تہے-اسطرحسے آمادہ کررہے تہے کہ یکبارگي انکے مرگ ناگہاني نے-جو ۲۸ فیبروري سنہ ۱۸۸۳ع کو دورہ
مرقومۂ بالا کے ختم ہوتے ہي وقوع پذیر ہوی-حضور اور ریاست دونون کو اس وفادار وزیرکي خدمتون سے محروم کردیا-
اسوقت ویسرائے ہند نے ریاست مین ضروری انتظامات کے قائم کرنے کے لئے آنربل سر اسٹوارٹ بیلی کو جو سوپریم گورنمنٹ
کے کونسل کے ممبر تہے اور حیدرآباد کے سابق رزیڈنٹ وکالتاً روانہ کیا-کہ موجودہ رزیڈنٹ سے اس بارے مین مشورت
کرین-جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کامل غور و فکرکے بعد راجہ نرند. پرشاد اور نواب میر لائق علی خان بہادر جو بعد مین
سرسالار جنگ دوم ہوے جائنٹ منتظمان ریاست مقرر ہوے اور ایک کونسل آف ریجنسی جسکے صدر خود حضور نظام
اور سکرٹری نواب میر لایق علیخان بہادر اور اراکین نواب بشیرالدولہ (جو اب سر آسمان جاہ کے-سی-آئی-ای ہین) نواب
شمس الامرا-اور راجہ نرندر پرشاد تہے قائم کي گئی-

سنہ ۱۸۸۳ کے بڑے دن پر جب حضور نظام ویسراے کي ملاقات کے لئے رونق افروز کلکتہ ہوئے تو انہین اطلاع
دیگئی کہ ٦ فیبروری سنہ ۱۸۸۴ کو معہ کامل اختیارات ریاست کے آپ کو مسند نشین کیا جائیگا-چونکہ اُن دنون
مین کلکتہ مین نمایش تہی حضور نظام نے اسکا بہی ملاحظہ فرمایا-اور اس مین سے تین لاکہہ روپیہ کا اسباب خرید کیا-
اور قبل از کلکتہ سے روانہ ہونے کے پندرہ ہزار روپیہ وہان کے خیرات خانون مین تقسیم کئے-

جب حضور نظام کي مسند نشیني کي خبر ریاست حیدرآباد مین پہونچي تو وہان کے لوگون نے بڑے بڑے
جوش کے ساتہہ خوشي ظاہر کي اور کلکتہ سے واپس ہونے پر بڑے تپاک سے انکا استقبال کیا-

حضور نظام نے حیدرآباد واپس آتے وقت گلبرگہ مِل کا سنگ بنیادی رکہنے کے لئے گلبرگہ مین توقف کیا اور ڈائرکٹران
مِل کے اڈرس کے جواب مین جو انکی خدمت مین پیش کیاگیا تہا یون فرمایا-

مسٹر چیرمین-امرا-لیڈیان اور جنٹلمین-مین آپ لوگون کو یقین دلاتا ہون کہ اس مِل کے سنگِ بنیادی کے قائم
کرنے کے لئے جو چندروز پر آپ لوگون نے مجہسے دعوت دی تہی-اسکے قبول کرنے مین مجہکو نہایت مسرت حاصل
ہوئی-جب یہ مِل بنکے تیار ہوجائیگی تو اس ریاست مین یہ دو سری مِل ہوگی-کوئی دو برس کے آگے مین نے ہز اکسلنسی
سرسالار جنگ مرحوم کے ہمراہ حیدرآباد کي کاٹن مِل کا ملاحظہ کیا تہا اور اسکے متعلق نہایت دلچسپی ظاہر کي تہی-
مجہکو یہہ کہنے کي چندان ضرورت نہین کہ نواب سرسالار جنگ مرحوم کو میری ریاست مین اس قسم کے کارخانے
قائم کرنیکی نسبت کیسی خیالات تہے-کیونکہ ابہی اسکا بیان اس جلسہ کے روبرو اڈرس مین ظاہر کیا گیا ہے-اس
بارے مین میرا انسے پورا پورا اتفاق ہے-مین بہی اس ملک کے مال و دولت کو زیادہ کرنے کي نسبت عنقریب متوجہ
ہونگا-کیونکہ مین خوب جانتا ہون کہ میرے رعایا کي رفاہ و بہبود کے بڑہنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو وہ صرف یہي ہي-اسلئے
مین اس مہم مین پوری دلچسپی لونگا اور ہمیشہ اسکی طرف مایل رہونگا-آپ لوگون نے جو اس مِل کو میرے نام
سے گلبرگہ محبوب شاہي مِل کمپنی لمٹیڈ سے موسوم کرنے کي درخواست کي ہے اسکو مین نہایت خوشی سے منظور
کرتا ہون-اور صدق دل سے امید رکہتا ہون کہ اس مِل سے مالی فوائد حاصل ہونگے-اب مین اس خوش آئند خدمت کو
جو اس خوبصورت مِل کے استعمال سے متعلق ہے ادا کرنے کے لئے آگے بڑہتا ہون-اور گلبرگہ محبوب شاہی مِل کمپنی
لمٹیڈ کا سنگ بنیادی رکہتا ہون-حضور نظام نے اپنی ریاست مین اس قسم کے کارخانون کو زیادہ کرنے کے خیال سے حیدرآباد

اعلیٰ حضرت حضور نظام جی-سی-ایس-آئی

مین داخل ہونے ہی گلبرگہ ہل کے حصون کی کتاب منگوا کے بہت سے حصون پر اپنے دستخط کردئے۔

حضور نظام کے حیدرآباد مین مراجعت کرتے ہی بڑی دہوم دہام سے اداے رسم مسند نشینی کی تیاریان ہونے لگین۔ اس رسم کی ادائگی کے لئے خود لارڈ رپن آنے والے تہے۔ اسلئے علاوہ رسم مسند نشینی کے یہ موقع حیدرآباد مین قابل یادگار سمجہا گیا۔ کیونکہ ابتک کسی ویسراے کو حیدرآباد آنے کا اتفاق نہوا تہا۔ اور لارڈ رپن پہلے ہی ویسراے تہے۔ اور حضور پہلے ہی نظام تہے جو حضور ملکہ معظمہ کے وکیل کے ہاتہہ سے مسند نشین ہونے کو تہے۔ اسلئے مسند نشینی کی دہوم دہام کی تیاریونمین جہانتک ممکن تہا نظام گورنمنٹ اور کُل امرانے کوئی دقیقہ کوشش کا فروگذاشت نکیا۔

اس مسند نشینی کا مختصر حال ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔ لارڈ رپن کا قیام اس موقع پر ایک ہفتہ تک حیدرآباد مین رہا۔ اس عرصہ مین شاہی رسومات۔ شاہی جشن اور شاہی ملاقاتین عمل مین آئین۔ جنکی کیفیت۔ ہندوستان کے روزانہ اخبارون مین انکے خاص نامہ نگارون کی طرف سے شائع ہوتی تہی۔ اُن کا بیان ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

جسوقت ویسراے رونق افروز حیدرآباد ہوئے حیدرآباد کے ریلوے اسٹیشن کی آراستگی قابل دید تہی۔ لارڈ رپن کے ورود کے کوئی پندرہ منٹ آگے حضور نظام تشریف فرما ہوئے۔ اسوقت ایک سادہ سیاہ لباس اور ایک سیاہ پگڑی انکے زیب بدن تہی۔ جس مین سونیکا شہانہ زیور جو نظام کے خاندان سے مخصوص ہے لگا ہوا تہا۔ مدارالمہام نے اسٹیشن پر معہ اور امرائے ریاست کے ان کا استقبال کیا۔ اور اسیوقت پر مسٹر کارڈری برٹش رزیڈنٹ معہ فوجی سکرٹری دوسرے بہت سے یوروپینون کے وارد ہوے۔ وقت مقررہ پر ٹرین آئی جس مین ہز اکسلنسی لارڈ رپن۔ لیڈی رپن۔ معہ ایک بڑے اسٹاف کے موجود تہے۔ اور مارکوئیس آف رپن پہلے ہی ویسراے تہے جنہون نے نظام کے پاے تخت مین۔ حیدرآباد کی سر زمین پر قدم رکہا تہا۔ حضور نظام نے انکا خیر مقدم کیا۔ اور آپس مین دوسری ملاقاتین ہونے کے بعد تمام پارٹی کا فوٹو گراف لیا گیا۔ اور پہر ویسراے بولارم کی رزیڈنسی کو سدہارے اور حضور نظام اپنے محل کو۔

رزیڈنسی مین بہت سے مہمان جمع تہے جنہین اس رسم مسند نشینی کی دعوت دی گئی تہی اُن مین گورنر مدراس۔ کمانڈر انچیف ہندوستان۔ کمانڈر انچیف مدراس معہ اپنے اپنے اسٹاف کے تہے۔ اور حیدرآباد امیرون اور نیز دوسرے دیسی معزز جنٹلمینو سے بہرگیا تہا۔ جو اس جشن مین شریک ہونے کے لئے مدعو تہے۔

بمبمی کے کمانڈر انچیف ڈیوک آف کناٹ نے لکہا کہ مجہے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ مین اس رسم مسند نشینی مین حاضر نہین ہوسکتا۔

ویسراے ۲ فبروری سنہ ۱۸۸۴ روز شنبہ کو وارد حیدرآباد ہوے۔ اور پیر کی فجر کو حضور نظام نے انسے ایک تخلیہ کی ملاقات کی جو قریب ایک گہنٹے تک رہی۔ پہر دوپہر کے بعد مارکوئس آف رپن نے نظام سے باز دید کی۔ اور مغرب کو بہت بڑا لیوی کا دربار منعقد ہوا۔

صرف اسقدر کہنا کہ ۵ فیبروری سنہ ۱۸۸۴ کو شہر حیدرآباد قابل دید تہا اس شان و شوکت کے ظاہر کرنے کو کافی نہین جو اعلیحضرت میر محبوب علی خان بہادر کی تخت نشینی کے روز وقوع مین آئی تہی۔ تیس سال کا عرصہ ہوا تہا کہ باشندگان حیدرآباد نے مالک ریاست کو معہ کل اختیارات کے مسند نشین ہوتے ہوئے دیکہا تہا اسلئے طبعی طور پر وہ اس موقع کو زیادہ فروغ دینے کے خواہشمند تہے۔ انہین معلوم تہا کہ جو زمانہ اب شروع ہوا ہے وہ ممکن ہے کہ اچہے اور بُرے دونون نتائج کا پیدا کرنے والا ہو۔ اسلئے جہان تک انسے ہوسکا اس مسند نشینی کے وقت اظہار شان و شوکت مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکہا۔ اگر احیاناً یہ اُن کے خیالات نہ بہی ہون تو بہی انکی خوشی کا اندازہ کرنا جو اس جشن پر ظاہر ہوئی تہی ممکنات سے نہین ہے۔ کیونکہ لوگ بالکل بادۂ مسرت سے مست و لایعقل تہے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ۔ ہر غریب و تونگر خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو اپنے نوجوان بادشاہ کی جسپر اس عمدہ ریاست کا دارومدار تہا۔ عزت و توقیر کرنے مین متفق تہا۔ اور اس عزت و توقیر کی۔ صورتین موافق حیثیت ان کے مختلف تہین۔ لیکن عام طور پر سب کے سب ان شاہی رسومات مین جو اُس موقع پر ادا کئے گئے دل و جان سے شریک تہے۔ اگرچہ حیدرآباد یونہی معمولی ایام مین ان لوگون کے خیالات کو جو فن مصوری کے دلدادہ ہین اپنی طرف مائل کرلینے مین کچہہ کم نہین لیکن اس غیر معمولی موقع پر لوگونکے زرق برق لباس مین نکلنے نے علی الخصوص اس شہر کو تمام ہندوستان مین قابل دید بنایا تہا۔ گلی اور کوچون مین اسقدر لوگون کی کثرت تہی کہ جنہین دیکہکے وہ لوگ بہی متحیر ہوتے تہے جو مشرقی شہرون کے لوگون کو دیکہنے کے عادی ہوگئے ہین۔ علی الخصوص وہان کے لوگون کو ہتیارون کے ساتہہ دیکہنا اور بہی دلچسپی کو بڑہا دیتا تہا۔

مسند نشینی کے روز صبح کے نو بجے امراے حیدرآباد کا ایک ڈیپوٹیشن بولارم رزیڈنسی کو حضور ویسراے کے بلانے کے لئے گیا اور حضور ویسراے معہ فارن سکرٹری۔ پرائیویٹ سکرٹری فوجی سکرٹری۔ اور فارن ڈپارٹمنٹ کے کُل افسر

اور اپنے **ذاتي** اسٹاف اور حیدرآباد سب سیدیري فوج کے بریگیڈیر جنرل ـ اور حیدرآباد کنٹنجنٹ فوجکے بریگیڈیر جنرل اور انکے اسٹاف کے روانہ شہر ہوئے ـ انکے جلو مین چودہوین حُصار اور ایک توپخانہ کا رسالہ تہا ـ انکی روانگی کے وقت حیدرآباد کنٹنجنٹ کے توپخانہ سے شاہی سلامی اُتاری گئی ـ جب وہ شاہی محل پر پہونچے تو حضور نظام نے جنکے ہمراہ حیدرآباد کے رزیڈنٹ مسٹر کارڈرپ ـ میرلایق علي خان ـ راجہ نرندر پرشاد اور نواب خورشید جاہ تہے انکا استقبال کیا اور سب کے سب دربار کے دالان مین آنکر عالي قدر مراتب کرسیون پر متمکن ہوے ـ اوسوقت پربہی ایکتیس توپون کي سلامی اوتاری گئی ـ حضور نظام ویسرا ے کے داہني طرف رونق افروز تہے اور انسے کسیقدر آگے برہکے ایک اونچے چبوترے پر ایک شامیانہ کہڑا کیا گیا تہا ـ جس کے نیچے دو شاہی کرسیان رکہی ہوئي تہین ـ اور ویسرائے کے بائین طرف حضور گورنر مدراس ـ حضور کمانڈر انچیف ہندوستان ـ حضور کمانڈر انچیف مدراس اور دوسرے انگریزی افاسر اور مہمان بیٹہے ہوئے تہے ـ اور حضور نظام کے داہنی طرف رزیڈنٹ اور بائین طرف امرائے دولت اور افسران عظام عالي قدر مراتب متمکن تہے ـ جب سلامي کي اخیر توپ کي صدا موقوف ہوی تو حضور ویسرائے نے کہڑے ہوکر حضور نظام کو مخاطب کرکے مرقومۃ الذیل اسپیچ دی ـ

ای حضور نظام مین آپکو یقین دلاتا ہون کہ آج کے روز اس موقع پر حضور ملکۂ معظمہ قیصرہ ہند کي طرف سے آپ کو ریاست کے اختیارات سپرد کرنے کي خدمت بجالانے مین مجہکو کمال درجہ کي خوشی حاصل ہورہی ہے ـ چند ہفتہ کے پیشتر جب کہ آپ نے مجہسے نہایت خواہش کے ساتہہ اس رسم کے ادا کرنے کے لئے حیدرآباد آنے کي درخواست کي تہی تو مجہکو بہی آپکی درخراست کے منظور کرنے کي پوری خواہش ہوی ـ کیونکہ آپ کي درخواست سے آپکی وہ محبت وصداقت جو برٹش گررنمنٹ کے ساتہہ ہے ظاہر ہوتی تہي ـ مین یقین کرتا ہون کہ مین پہلا ہی ویسراے ہون جسے حیدرآباد آنے کا اتفاق ہوا ہے اور میرا یہان آنا صِرف اس بات کو ظاہر نہین کرتا کہ اس ریاست عظمیٰ اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان نہایت مضبوط دوستانہ روابط ہین بلکہ اس بات کو ظاہر کررہا ہے کہ حضور ملکۂ معظمہ کو آپکی خیر خواہي وخوشي دلي کا نہایت خیال ہے اور اس مین وہ پوری پوری دلچسپی لیتي ہین ـ آپکی طفولیت کے زمانۂ دراز مین آپ کي اور آپکی رعایا کي [illegible]وش نصیبی کا باعث تہا کہ ایک ایسا شخص انتظام ریاست پر مامور تہا جو ہندوستان کے منتظمون مین اعلیٰ درجہ رکہتا تہا ـ اسکی دانائی اوسکي لیاقت اور اسکی وفاداري آپ کے ساتہ بہت بڑہي ہوی تہی ـ آپکی طفولیت مین بہت سي سخت مشکلین اوسکے درپیش آئین لیکن باوجود اسکے اسنے انپر غالب ہوکے اسي کامیابی کے ساتہہ امور ریاست کو سرانجام دیا ہے کہ جسکی وجہ سے وہ آپکي اور گورنمنٹ آف انڈیا کي شکرگذاری کا پورا پورا مستحق ہے ـ سرسالار جنگ نے آپکے زمانہ طفولیت مین ریاست کے انتظام مین بہت کچہہ اصلاحین کین ـ آمدني کو بڑہایا اور جان ومال کي حفاظت کا بندوبست کیا ـ یہانتک کہ اپنے مرنے کے وقت بہی وہ اور اصلاحات کو سونچ رہے تہے ـ مجہکو امید تہی کہ جب آپ مسند نشین ہونگے تو وہ اپنے کامل تجربہ سے آپکے معین رہینگے اور سرگرمي کے ساتہہ آپکي خدمت بجا لائینگے ـ لیکن خدائتعالیٰ کو یہ بات منظور نہین تہی ـ اور ایسے وقت پر انہین دنیا سے اتہالیا جب کہ آپکو انکي مدد کي ضرورت بلکہ اشد ضرورت تہي ـ اس مسرت انگیز موقع پر انکی عدم موجودگي سخت رنج وافسوس کا باعث ہے ـ اسوقت اگرچہ وہ خود زندہ نہین ہین لیکن انکی کارروائیان باقي ہین جنہین مین امید کرتا ہون کہ آپ کے وزرا وسعت دینگے اور اُنکي توسیع کو اپنا فرض منصبی سمجہینگے ـ اب مین چند کلمے نصیحت کے آپکو دوستانہ کہتا ہون اور وہ یہ ہین کہ آپ اپني مالگذاري کو دیکہین ـ کیونکہ مالگذاري کا اچہی حالت مین نہونا ریاست کي تباہی کا باعث ہے ـ اگرچہ ہر جگہ کي یہی حالت ہے لیکن خاصکرکے ہندوستان مین جہان مالگذاری کا عمدہ انتظام نہین ہوتا ہے اور اس بے پروائي سے کام لیا جاتا ہے تو سنگین ٹکس مقرر کرنے پڑتے ہین اور پہر رفتہ رفتہ اِفلاس بڑہتا جاتا ہے اور رعایا تباہ ہوتی جاتی ہے اور اسکے بعد زیادہ سود پر قرضہ لینا پڑتا ہے اور اخیر مین دوالا نکلتا ہے ـ اسلئے مناسب کفایت شعار اور منصفانہ ٹکس لازم ہین کیونکہ وہ رعایا کي آسودگی اور دولت کي ترقی کا باعث ہین ـ مالگذاری کا عمدہ قاعدہ ہندوستان مین عمدہ گورنمنٹ کي بنیاد ہے ـ اور بغیر اسکے حاکم کو راحت و آرام نہین رہتا اور لوگ مفلس و قلاش ہوجاتے ہین ـ اسکے بعد مین امید کرتاہون کہ آپ ہمیشہ عدل و انصاف کے پابند رہینگے اور انکی پوری پوري نگراني کرینگے ـ آپکو جاننا چاہئے کہ ریاست مین جوڈیشیل افاسر ایسے ہونے چاہئے کہ جنکا دامن حال بدگماني سے بالکل پاک و صاف ہو ـ اور وہ بلا کسیکي رو و رعایت کے اپني خدمت بجا لائین ـ ایسے لوگون سے رعایا حاکم کي نسبت وفادار ہوتي ہے ـ اور ہمساے متعجب ہوتے ہین ـ حقیقت مین عدل و انصاف تاج شاہي کا ایک چمکدار جوہر ہے ـ اور مین امید کرتا ہون کہ آپ اس جوہر کو ہمیشہ تابان و درخشان رکہینگے ـ اي حضور نظام آپ کو ایک بڑا اور سخت کام درپیش ہے ـ کیونکہ آپ تقریباً ایک کڑوڑ آدمیون کے فرمانروا ہین ـ جنکی فلاح و بہبودی آج سے آپکی عقلمندی آپکی جفا کشي اور آپکی انکساري پر منحصر ہے ـ مین آپکو عاجزی کے ساتہہ کہتا ہون کہ آپ ظاہری شان و شوکت کا جو چند روزہ ہے خیال نکرین مال و دولت پر جو چوطرف سے آپکو گہیرے ہوئے ہے ـ گہمنڈ نفرمائین ـ

اور لوگونکی خوشامدی و چاپلوسی کی پروا نکریں۔ آپ کا ملک نہایت وسیع آپ کی آمدنی بہت زیادہ۔ اور آپکی رعایا کثیرالتعداد ہے۔ لیکن باوجود اسکے آپ کو چاہئے کہ ان میں کسی چیزکو آپ اپنے فخر کا باعث نہ ٹھرائیں۔ آپ ہنوز نوجوان ہیں۔ اسلئے نوجوانی کی خواہشات چوطرف سے آپ پر زور ڈالینگی۔ لیکن آپکو لازم ہے کہ انکے مغلوب نہوں۔ اور ہمیشہ ان سے محترز رہیں۔ آپ کو بہت سے عمدہ کام اور عمدہ اغراض درپیش ہیں اگر آپ دیسی رئیسوں میں ناموری پیدا کرنا چاہیں تو ضرور ہے کہ ریاست کا عمدہ انتظام اور رعایا کی آسودگی کو ہمیشہ مد نظر رکھیں۔ آپ کی رعایا کی وفاداری کو جو آپ کے گھرانے کی نسبت قابل تعریف ہے نہ صرف قائم رکھنا آپ کا کام ہے۔ بلکہ بمرور ایام اور اسکو مستحکم کرتے جائیں آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ آپکی رعایا کی حفاظت کچھہ اسلئے آپکے سپرد نہیں ہوئی ہے کہ آپ اس سے بے پروائی کریں اور اسکو اپنی مفاخرت کا ذریعہ بنائیں۔ بلکہ اسلئے سپرد ہوئی ہے کہ آپ ہمیشہ اسکا خیال رکھیں کیونکہ رعایا کی مرفہ الحالی آپکی سچی خوشی کا باعث ہوگی اور انکی آسودگی میں آپکی حفاظت رہیگی۔ آپ کے آگے کچھہ کم کام نہیں ہے اسلئے آپ کو لازم ہے کہ ایسے لہو و لعب میں آپ مشغول نہوں جو آپکے شایان شان نہیں۔ بلکہ آپ اپنے آبا و اجداد کے طریقہ پر چلیں اور انکی کارروائیوں کو اپنا دستورالعمل بنائیں اور اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ جب آپ اپنے آبا و اجداد سے متصل ہوں تو لوگ آپکی نسبت یہی کہیں۔ کہ انہوں نے نہایت عمدہ ریاست کی اور اپنی رعایا کو نہایت آسودہ حال چھوڑا۔ اس اہم کام میں جو قابل امتحان ہوگا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ملکۂ معظمہ کی گورنمنٹ آپکو پوری پوری مدد دیگی۔ کیونکہ ملکۂ معظمہ کی گورنمنٹ کا خاص منشا یہی ہے کہ اس ریاست کو اور نیز دوسری دیسی ریاستوں کو عمدہ انتظام اور اچھی آسودگی کی حالت میں دیکھے جس حد تک ہم آپکو مدد دے سکتے ہیں اسکا حاصل کرنا خود آپکے اختیار میں ہے۔ اندنوں برٹش پالسی کا خاص منشا یہی ہے کہ ہندوستان کی دیسی ریاستوں کی حفاظت کرے۔ کیونکہ ان ریاستوں کا وجود میرے نزدیک انگریزی انٹرسٹ کے لئے نہایت مفید ہے۔ آپکی گورنمنٹ بہت مضبوط اور باضابطہ آپکی آمدنی کا انتظام عمدہ آپکے ٹکس منصفانہ طور پر۔ آپکے امرا وفادار۔ اور آپکی رعایا آسودہ ہونی چاہئے۔ اے حضور نظام آج میں جس پادشاہ کی طرف سے نیابت کررہا ہوں اوسکی خاص آرزو یہی ہے۔ جو میں نے بیان کی ملکۂ معظمہ نہایت دلچسپی کے ساتھہ آپکی نگران حال رہینگی آپ انہیں ناامید نکریں۔ اب اے میرے دوست جو کام میرے لئے باقی رہا ہے وہ یہہ ہے کہ میں آپکو اس مسند پر بٹھاوں اور اپنی دلی امید کا اظہار کروں اور دعا کروں کہ خدایتعالی آپکو مبارک کرے۔ آپکا مدد گار رہے۔ آپکی حکومت کو کامیاب اور آپکی عملداری کو معزز و ممتاز فرمارے اور وہ اسطرحسے کہ آجکے وعدے تمام سچے ہوں۔ اور آپکی رعایا کی آئندہ نسلیں آپکی مسند نشینی کے دن کو آپکی ریاست کی تاریخ میں ایک بافروغ سن کا آغاز سمجھیں۔

فارن سکرٹری نے ویسرائے کی اس اسپیچ کا ترجمہ کیا اسکے بعد ویسرائے حضور نظام کو شاہی کرسی تک جو کسیقدر فاصلہ سے بلند مقام پر رکھی ہوئی تھی لیگئے اور انکے پورے خطاب سے مخاطب کرکے فرمایا کہ حضور ملکۂ معظمہ قیصرہ ہند اور انکی گورنمنٹ کی طرف سے اب میں آپ کو علی روس الاشہاد ظاہر کرتاہوں کہ آج سے آپ کو اپنی ریاست کے پورے پورے اختیارات دئے گئے۔

اسیوقت بینڈ باجے میں جو وہاں موجود تھا نیشنل اینتھم گایاگیا اور حضور نظام کے لئے حیدرآباد سکندرآباد اور بولارم میں سلامی کی ایکیس توپیں اتاری گئیں۔ حضور نظام کو ویسرائے کا بیش بہا خلعت پہنایا گیا اور مرصع تلوار کمر سے باندہی گئی اور پہر نواب میر لایق علی خان (سالار جنگ) راجہ نرندر پرشاد اور نواب خورشید جاہ کو خلعت دئے گئے۔ اسکے بعد حضور نظام اوٹھے اور ویسرائے کے اڈریس کا یوں جواب دیا۔

اے حضور ویسرائے میں آپکے حیدرآباد تشریف لانے کا بہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر آپ کبھی اس موقع پر تشریف فرما نہوتے تو مجھکو اور میرے رعایا کو سخت رنج گذرتا۔ آپ نے جو یہ عزت افزائی فرمائی اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ اس ریاست کے سچے خیر خواہ ہیں اور میرے خاص نوازش فرما۔ مجھکو حال ہی میں اسکی تصدیق ہوگئی ہے اور میں آپکی مہربانی کو کبھی نہیں بھولونگا۔ کہ آپ جو اس دور و دراز عرصہ کو طے کر کے یہاں تک تشریف لائے ہیں اسکی نسبت میں امید کرتاہوں کہ آپ میری گرمجوش شکرگذاری کو قبول فرماوینگے۔ آپکے ہاتھہ سے آجکی کارروائی کا ہونا میری آئندہ گورنمنٹ کے لئے نیک شگون ہے۔ جو دوستانہ روابط برٹش گورنمنٹ اور میرے جانشینان سابق کے درمیان رہے ہیں آج آپکی تشریف آوری سے انکا تازہ ثبوت ملتا ہے۔ آپ نے ازراہ مہربانی جو اسوقت مجھکو نصیحت کی ہے میں اسکو کمال صدق دلی سے قبول کرتاہوں اور میں آپکو یقین دلاتاہوں کہ کل امور میں جو اس ریاست کی رفاہ و بہبود سے متعلق ہیں میں آپکی اور اس گورنمنٹ کی جسکی آپ معزز افسر ہیں ہمیشہ صلاح و مشورت لیتا رہونگا جس سے میری اور میری رعایا کی بہبود متصور ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ بہت جلد حضور ملکۂ معظمہ قیصرہ ہند کی خدمت میں میری طرف سے بندگی پہونچا دینگے۔

اسکے بعد مسٹر گرانٹ ڈف — سر ڈونلڈ اسٹوارٹ — سر فریڈرک رابرٹس نے ایک کے بعد ایک آگے بڑھکے حضور نظام کو مبارکباد دی — اور پھر عطر اور پان کی تقسیم اور معمولی سلام اور رسومات کے بعد کارروائی ختم ہوی —

مسند نشینی کے روز شام کو حیدرآباد گورنمنٹ کی طرف سے شہر کے چار محل میں بڑی دہوم دہام کی ضیافت ہوی اور اس کے تمام راستون پر چکا چوند روشنی کی گئی — یہ ضیافت ایسی تہی کہ بقول اکثر مہمانون کے اوسکے پیشتر کی کُل ضیافتون کو اسنے مات کردیا تہا — لارڈ رپن نے حضور نظام کی تندرستی کا ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے ایک مختصر سی اسپیچ دی — جس مین اس شاہی ضیافت کی بڑی تعریف کی — حضور نظام نے بہی لارڈ اور لیڈی رپن کا جام صحت تجویز کرتے ہوئے اسکا مختصر جواب دیا — حضور ویسرائے نے نظام کی شاہی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انکی درازی عمر ترقی دولت اور انتظام حکومت کی دعا کی — اور فرمایا کہ مین آپ کا نہایت شکر گزار ہون کہ آپ نے میرا اور لیڈی رپن کا اس موقع پر جام صحت تجویز کیا — جیسا کہ مین نے آپکو آج صبح کو دربار مین کہاتہا کہ مجہکو اس عمدہ اور قابل یادگار موقع پر حاضر ہونے کی نہایت خوشی حاصل ہورہی ہے کیونکہ ملکۂ معظمہ کے نائبون مین مین پہلاہی شخص ہون جسکا حیدرآباد آنا ہوا ہے اور آجکی کارروائی مجہکو ہمیشہ یاد رہیگی — مین آپکو یقین دلاتاہون کہ جب تک مین اس موجودہ عہدے پر مامور ہون میری خواہش ہمیشہ یہی رہیگی کہ مین آپکو اور آپکی گورنمنٹ کو جہانتک مجہسے ہوسکے ہمیشہ مدد دیتا رہون اور مجہکو یقین ہے کہ وہ مدد رزیڈنٹ مسٹر کارڈرتہ کے ذریعہ سے آپکو پہنچتی رہیگی — مجہکو اس بات کا نہایت افسوس ہے کہ لیڈی رپن بوجہ اس خفیف حادثہ کے جو دو روز کے پیشتر انپر گذرا آج رات کو یہان نہ آسکین — اور وہ میرا رنج اس بات سے اور زیادہ ہوتا ہے کہ ایسے عمدہ نظارہ سے جسکا دیکہنا مجہے نصیب ہوا ہے — وہ محروم رہی ہین — اس کے بعد تمام مہمان برآمدے مین جمع ہوے اور قابل دید آتش بازی ملاحظہ کی پہر وایسرائے اور حضور نظام کے تشریف لیجانے کے بعد تمام مہمان رخصت ہوگئے —

مسند نشین ہوتے ہی حضور نظام نے جو پہلا کام کیا وہ یہ تہا کہ آپ نے سرکاری طور پر اپنی مسند نشینی کا اعلان دیا جس مین انکی طرز حکومت کا جو آئندہ جاری ہونے کو تہی مفصل بیان تہا اور یہہ فقرے اس مین درج تہے — میرے لئے کوئی خوشی اس سے زیادہ نہین ہوسکتی کہ مین اپنی رعایاکو آسودہ حال پر امن — صاحب دولت — طالب علم اور فائدہ رسان ریاست دیکہون اور اُسکے ساتہہ یہہ میری دلی خواہش ہے کہ مدارالمہام اور دوسرے امرائے دولت کو جو میری مدد و حفاظت پر تکیہ کئے ہوئے ہین ہمیشہ نیکی زیادہ کرنے اور برائی کے نہ کرنے مین سرگرم رہین اور لوگون کے حقوق کی بلارو و رعایت حفاظت کرین —

۵ فروری سنہ ۱۸۸۵ع کو حضور ملکۂ معظمہ نے بہ نیابت ویسرائے و وساطت رزیڈنٹ حضور نظام کو گرانڈ کمانڈر آف دی اسٹار آف انڈیا کا خطاب مرحمت فرمایا —

حضور نظام کے عہد حکومت مین ریاست کے اندر بہت سی ترقیان اور بہت سے انتظامات وقوع مین آئے — ملک کی آمدنی کے ذرایع مین ترقی ہوئی — اورنگ آباد گلبرگہ اور حیدرآباد مین روئی اور پارچہ بافی کے کارخانے اور نیز سوت — ریشم — اور شال کے کارخانہ قائم ہوئے — تیل اور آٹے کی چکیان بنین — اور چوڑی پٹری کی ریلوے کا قانون تمام ریاست مین جاری ہوا — سنگاریٹی کے کوئلہ کی کہانین جو ایلندو کے قریب ہین اس ریلوے کے ذریعہ سے ہندوستان کے بازارون سے متصل ہوین جن کا بیان اور باب مین درج ہوچکا ہے — حیدرآباد کے پرے ورنگل تک جو ریلوے تیار ہوی اسکو حضور نظام نے ۳ اپریل سنہ ۱۸۸٦ کو کشادہ فرماتے وقت مرقومہ الذیل اسپیچ دی — اسوقت متمول اور مقتدر لوگون کا بہت بڑا مجمع تہا آپ نے فرمایا کہ آج جدید ریلوے ورنگل تک کشادہ کرنے کی مجہکو کمال خوشی حاصل ہورہی ہے — یقین ہے کہ آپ لوگون نے سنا ہوگا کہ یہہ لائن نہایت ارزانی کے ساتہہ تیار ہوی ہے — کام کی عمدگی اور عجلت اور کفایت شعاری کے لئے ہم مسٹر فرنیول اور انکے ماتحت کے تجربہ کار انجینرون کے ممنون ہین — جن مین بعض جنٹلمین ہمارے خاص ملازمون مین سے بہی شریک ہین — اب مجہکو صرف یہی امید ہے کہ اوسکی آمدنی بہی ویسی ہی کامیابی کے ساتہہ ہوگی کہ جیسے اوسکی تعمیر ہوی — مین امید کرتاہون کہ مسٹر فرنیول اور انکے ماتحتی انجینیر اس کام کے لئے میرا شکریہ قبول کرینگے — اور آپ لوگ جو اس لائن کو کشادہ کرنے کے لئے سفر کی تکلیف گوارا کرکے یہان تک آئے ہین اسکے لئے مین آپکا بہی شکریہ ادا کرتا ہون —

آب پاشی کے ذرایع مین بہی کچہہ کم ترقی نہین ہوی — بڑی بڑی سرسبز زمینون مین پانی لایا گیا — جس سے ملک کے محاصل زیادہ ہوئے — اور قصباتیون کی آمدنی بڑہی —

چونکہ حضور نظام کو رعایا کی تعلیم کی طرف کمال توجہ ہے اسلئے بہت سے مدرسے قائم اور بہت سے مدرس مقرر ہوئے — جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہرسال بوجہ تعلیم کے لوگونکی حالت اصلاح پذیر ہوگئی — بڑے بڑے اور تربیت یافتہ خاندانون کے لڑکے تعلیم کو انگلنڈ بہیجے گئے — سائنس اور میڈیکل کی عمدہ تعلیمات کیطرف بہی توجہ مبذول ہوی — عورتون کی طبی تعلیم اور دائیون کی تربیت کی طرف جسکی ہندوستان کے سے ملک مین اور خاصکر کے یہان کے زنانخانون

مین کمال ضرورت ہے عمل مین آئی-ریاست مین چوطرف دواخانے گورنمنٹ کے فیاضانہ عطیہ سے قائم ہوئے-حقیقت مین رعایا کے لئے جن جن باتون کي ضرورت تہی ان تمام کو نظام گورنمنٹ نے حتي الامکان موجود کیا-اسلئے یہ آساني سے کہاجاسکتا ہے-کہ حضور نظام کي حکومت جیسے کہ ابتدا مین امید کي گئي تہی ویسی ہی بہت سی اصلاحات کي باعث ہوی اور رعایا کي حالت درست ہوگئي-

مارچ سنہ ۱۸۸۴ع مین جب کہ حضور نظام سخت بیمار ہوے تہے تو تمام رعایاے ملک مسجدون مندرون اورگرجاؤن مین صدق دل سے اُنکی تندرستی کي دعا کررہي تہی-جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاکہون آدمی خواہ وہ کسی مذہب وملت کے ہون حضور نظام کے ساتہہ کیسی محبت رکہتے ہین-

حضور نظام وقتاً فوقتاً ملکہ معظمہ اور انڈین گورنمنٹ کو اپنی دوستی اور وفاداری کا عمدہ ثبوت دیتے رہے ہین-چنانچہ سنہ ۱۸۸۵ مین انہون نے چاہا کہ مصرکي لڑائی مین فوجی اعانت دیوین-اور اسیطرح اسی سال جبکہ افغانستان پر روس کے حملہ کا خوف تہا اور دوسری ایک ویسی ہي دوستانہ درخواست کي اور علاوہ اسکے انہون نے برہما کي لڑائی مین اپنی دو رجمنٹون کو شریک ہونے کي اجازت دی-اوسکے دو سال بعد حضور نظام نے روس کے حملہ کو روکنے کے لئے شمال و مغربي سرحد کے استحکامات کے واسطے ویسرائے کو ساٹہہ لاکہہ روپیہ دینے کي درخواست کي جس سے انکا اتحاد برٹش گورنمنٹ کہ ساتہہ صاف ظاہر ہو رہاہے-اور اس درخواست کے ساتہہ انہون نے یہ بہي خواہش ظاہر کي کہ اگر کبہي روس و انگلنڈ کے درمیان جنگ چہڑ جائے تو وہ خود اپني ذات سے میدان جنگ مین آئین-ایسی صداقت آمیز درخواستین کبہي غلطي پر محمول نہین ہوسکتین ان درخواستون نے نہ صرف ہندوستان اور انگلنڈ مین لوگون کے دلون پر نظام کي دوستي کا اثر جمادیا بلکہ تمام انگریزی دنیا مین تہ دل سے اسکي تعریفین ہونے لگین-لارڈ ڈفرن نے ملکۂ معظمہ کي طرف سے گورنمنٹ آف انڈیا اور انگلش گورنمنٹ کیطرف سے اس محبت آمیز درخواست کا جو جواب دیا وہ تواریخ سے متعلق ہے-ان درخواستونکا اثر علی الخصوص ہندوستان کے دوسرے دیسي حکام پر ایسا اچہا پڑا کہ وہ ہمیشہ یادگار رہیگا-سچ تو یہ ہے کہ دوسرے دیسي حکام نے بہي حضور نظام کي اپني اپني حیثیت کے مطابق تقلید کي-

حضور نظام کي کارروائیون کي نسبت جو وقتاً فوقتاً انسے ظہور مین آئین یہان زیادہ بیان کرنے کي ضرورت نہین-کیونکہ انکي زندگاني ریاست کے امور مین جنکا بیان اُن اُن کے موقع پر کیا جائیگا بالکل مصروف و مشتغل ہے-

جب حضور نظام مسند نشین ہوے اور ریاست کے کل اختیارات اپني ہاتہہ مین لئے تو انہون نے مدارالمہامي کے لئے نوجوان سالارجنگ دوم کو منتخب فرمایا-لیکن دونون نوجوان ہمجہولیون کے سرکاری تعلقات بعد مین ویسے نرہے کہ جیسے امید کي جاتي تہي-اور تین برس کے اندرہي اندر حضور نظام نے اپنے طبعي استقلال کو کام فرماکے اپنے نوجوان وزیر کو جو انکے تجربہ کار مدارالمہام اور انکے محافظ سر سالار جنگ اعظم کے فرزند تہے علیٰحدہ کردیا-اور خود بدولت بہ اعانت ایک سکرٹری اور ایک مشیرکے دو سال تک یعنے جب تک کہ نواب سرآسمان جاہ بہادر مدارالمہام نہوئے مہمات ریاست کو سرانجام دیتے رہے-نواب سرآسمان جاہ نے پانچ سال تک خدمت مفوضہ ادا کي اور پہراس سے مستعفي ہوگئے پہر انکے چچازاد بہائي نواب سروقارالامرا بہادر اس عہدہ پر معین ہوئے-

حیدرآباد کے تمام نظام لوگون سے میل جول اکثر کم رکہتے تہے اسکا سبب صرف یہی کہ قدیم مقررہ قانون بجز خاص خاص موقعون کے انہین اپنے امرا اور رعایا سے میل جول رکہنے کا مانع ہوتا تہا-موجودہ نظام بہي کچہہ اس قاعدہ سے مستثنيٰ نہین-حالانکہ وہ اپنے پرسنل اور خانگي اسٹاف سے کسیطرح جدا نہین رہتے-اس لئے اگر حضور نظام نے اپنے ملک کے باہر دور و دراز سفر نکیا ہوتو کوئي تعجب کا مقام نہین-ہرچند سفر یوروپ پر اکثر غور و تامل کیا گیا-چنانچہ سرسالار جنگ اول اپنے مرنے کے پیشتر اس سفر کا تمام تہیہ کرچکے تہے-لیکن اُنکي بیوقت موت نے اسکو موقوف کردیا-حضور نظام کچہہ اپنے ذات سے حیدرآباد چہوڑ نے کے مخالف نہین ہین کیونکہ وہ ہرسال کئی مہینے حیدرآباد مین موجود نہین رہتے ہین-لیکن ایک مدت دراز تک جو سفر یوروپ کے لئے درکار ہے اپنی ریاست سے غیر حاضر رہنا اُنکے لئے کچہہ آسان نہین ہے-بہرحال مثل اور دیسي حکام کے حضور نظام نے بہي سفر یوروپ اور حضور ملکۂ معظمہ کي ملازمت حاصل نہین کي-

سنہ ۱۸۸۱ سے جبکہ لارڈ رپن حضور نظام کي مسند نشیني کے لئے حیدرآباد آئي تہے ویسرایونکا حیدرآباد آنا جاری ہوگیا-چنانچہ لارڈ ڈفرن-لارڈ لینسڈون لارڈ الگن اپنے اپنے زمانۂ حکومت مین وقتاً فوقتاً حیدرآباد آچکے ہین-علاوہ انکے شاہی سیاحین جن مین دیوک اور ڈچز اف کناٹ-متوفي پرنس آلبرٹ-موجودہ زار روس-اسٹریا کے پرنس فرانز فرڈینانڈ-ڈنمارک کے ولیعہد یونان کے ولیعہد اور سیام کے پرنس ڈامرنگ حضور نظام کے مہمان ہوچکے ہین-ان لوگون کي تشریف آوري کے مواقع پر حضور نظام کي طرفسے بڑی دہوم دہام کي ضیافتین اور قابل دید روشني ہوئي ہے-

ملکۂ معظمہ کي الماسی جوبلي کے موقع پر جیسي دہوم دہام حضور نظام کي ریاست مین ہوئي ویسي تمام ہندوستان مین کہین نہین ہوئي—ملکۂ معظمہ کي خدمت مین انہون نے ایک ڈیپوٹیشن بسرکردگی نواب سرآسمان جاہ بہادر اور نواب ظفرجنگ شمس الملک بہادر انگلنڈ کو روانہ کیاتہا جہان انکا استقبال نہایت عزت و احترام کے ساتہہ ہوا— موقع مذکور پر جسقدر جشن حضور نظام کي ریاست مین ہوئے اونکا مفصل حال ایک علیٰحدہ باب مین لکہا گیا ہے—

حضور نظام کي خاص آمدني بہت بڑہي ہوئي ہے—صرف خالصہ کي جاگیرات سے تقریباً ایک کرور روپیہ سالانہ حاصل ہوتا ہے—اور علاوہ اسکے ازروے قانون ریاست وہ سرکاري خزانہ سے بہي روپیہ لینے کے مستحق ہین—اس آمدني سے انکے خانگي گارڈ اور خانگي امرا اور افاسر تنخواہ پاتے ہین—ان لوگون کي تعداد اتني ہي ہے کہ جتني یوروپ کے بادشاہون کے خاص ملازمون کي ہے—حضور نظام اپني ذات سے بڑے متمول اور دولتمند ہین—انکے خزانہ کے جواہرات کو دیکہہ کے یوروپ کے شاہزادہ بہي متعجب ہوجاتے ہین اور دوسرے لوگ بہي جنہین خوش نصیبي سے انکے دیکہنے کا موقع ہاتہہ آتا ہے انسے حیرتمند ہوتے ہین—

حضور نظام کو سیرو شکار کا کمال شوق ہے اور پائے تخت کے قریب بہت سے مقامات اسکے لئے محفوظ ہین جہان ہرن اور دوسرے شکاری پرندے کثرت سے موجود ہین—وہ اکثر شیر کے شاہي شکار کے لئے موسم گرما پکہال جنگل مین بسر کرتے ہین—حضور نظام کے پاگاہ مین خاص انکے استعمال کے چارسو گہوڑے ہین جن مین اکثر ایسے ہین کہ جنکي تمام ہندوستان مین نظیر نہین مل سکتي—انہین کتون کا بہي کمال شوق ہے اور جرمني اور انگلنڈ کے عمدہ سے عمدہ شکاری کتے انکے پاس موجود ہین—

حضور نظام صاحب شان و شوکت—عالي دماغ—مدبر مستقل مزاج—نرم دل—سخي—خلیق اور خوش مزاج شاہزادے ہین اور اپنے ماتحتون کے ساتہہ نہایت دور اندیشی سے کام لیتے ہین—چند سال سے انکی اعلیٰ رتبہ کي نازک جوابد ہی نے انکے خیال کو اپني طرف متوجہ کررکہا ہے—اور بہت سے مشہور واقعات حال ہی مین ایسے گذرے ہین جن سے انکي دانائی اور ذاتی لیاقت کا عمدہ ثبوت مل چکا ہے—

اعلیٰ حضرت حضور نظام بہ عمر دہ سالگی

سر – ٹریور – چاچلی – پلاوڈن آئی – سی – ایس . کے – سی – ایس – آئی . رزیڈنٹ حیدرآباد

نواب سروقارالامرا بہادر کے-سی-آئی-اِی-وزیر اعظم

ہز اکسلنسی نواب محمد فضل الدین خان-سکندر جنگ اقبال الدوله اقتدار الملک سر وقار الامرا بہادر کی-آئی-اي مدار المہام حیدرآباد دکھن

نواب وقارالامرا بہادر مدارالمہام حیدرآباد ہجری سنہ ۱۲۷۳ مین جو مطابق سنہ ۱۸۵۸ع کے ہی تولد ہوے تھے- لہذا فی الحال انکی عمر ۴۲ سال کي ہے-

نواب موصوف مرحوم نواب وقارالامرا کے دوسرے فرزند ہین-جو سالار جنگ اول کے ساتھہ حضور نظام کے ایام کم سنی مین کوریجنٹ تھے-فلہذا سرخورشید جاه بہادر امیر کبیر کے چھوٹے بھائي اور سرآسمان جاه بہادر سابق مدارالمہام حیدرآباد کے چچا زاد بھائی ہین-نیز نواب صاحب موصوف حضور نظام سے کیا بلحاظ خون کے اور کیا بلحاظ عقد کے رشتۂ قرابت قریبہ رکھتے ہین چنانچہ انہون نے حضور نظام کي ہمشیره سے عقد کیا ہے اور وه سکندر جاه حضور نظام کے پردادا کي اولاد سے ہین-

سنہ ۱۸۷٦ع مین سروقارالامرا نے انگریزی تعلیم شروع کي اور سنہ ۱۸۸۲ مین قریب آٹھہ مہینے کے سیروسیاحت یورپ مین گذارے-اس اثنا مین چار مہینے تو انہون نے صرف انگلنڈ ہی مین گذارے جہان انکی بڑے تپاک سے آوبھگت ہوئی- ملکۂ معظمہ-پرنس آف ویلز-اور دوسرے اراکین خاندان شاہی نے بھي انہیں ساتھہ قدر و منزلت کے سرفراز فرمایا-

اس سیاحت نے انکے دل پر بڑا اثر کیا-اسکا ثبوت یہہ ہے کہ انہون نے اپنے دونون فرزندونکو آزادانہ انگریزی تعلیم دی ہے-بڑے صاحب زادے نواب سلطان الملک کي تربیت بچپن سے ایک انگریز ادیب کے سپرد کي گئي تھی-اور سنہ ۱۸۹٦ع مین انہون نے اپنی تعلیم کي تکمیل بہت بڑی سیاحت سے کي-جسمین انہون نے سوائی اسپین اور پورتوگل کے یورپ کے کل ممالک کي سیر کي-

دوسرے فرزند نواب ولي الدین ۱۰ برسکے سن مین زیرنگراني ایک انگریز جنٹلمین کے بہ اختیارات کل انگلنڈ بھیجد ئے گئے-انہون نے انکو پہلے ایک خانگی استاد کے پاس رکھا-اور بعد ازآن ایک عرصہ تک مسٹر ٹابور کے ہاتھہ پر تعلیم دیکر انہین ایٹن کالج مین داخل کرایا-جہان چار پانچ سال سے تعلیم لے رہے ہین-سال آئنده وه کیمبرج جاکر ڈگری حاصل کرینگے-

سروقارالامرا اپنے چچا زاد بھائی سابق مدارالمہام سرآسمان جاه کے زمانۂ مدارالمہامی مین کئی سال تک وزیر مالگذاری تھے-اور سنہ ۱۸۹۳ مین جبکہ وه قلمدان مدارالمہامی سے دست بردار ہوے تو سروقارالامرا انکی جا ی پر قایم کئے گئے-

نواب صاحب خاص و عام مین ہردل عزیز ہین-اور صاحبان انگریز مقیم سکندرآباد تو انسے نہایت میل جول اور محبت رکھتے ہین-اور انکي مہمانداری اور انکے ہرطرح کے سیروشکار کے شوق کي بڑی قدر کرتے ہین-نواب صاحب کے اطوار پسندیده مخصوص یہ ہین کہ سب سے ملنساری-تلطف اور سچی سخاوت-کسی نے انہین سختی سے بات کرتے ہوے کبھی نہین سنا- انہون نے اپنے سخت دشمن کي نسبت بھی کبھی ناملایم لفظ نہین کہا-وه ہمہ تن شریف ہین-انکے خیال سے انکی بات سے اور انکے کام سے شرافت ٹپکتی ہے-یہہ اوصاف ایسے ہین کہ جنکا اقبال سب کرینگے-اگرچہ بعض لوگ انکی موجوده خدمت کے لحاظ سے انہین ناپسند کرین-جانورون کا شوق نواب صاحب کو حد سے زیاده ہے-اپنے گھوڑون اور کتون کے ساتھہ جیسے کہ خوش رہتے ہین ویسے کبھی پائے نہین جاتے-اور جبکہ شکار کو جاتے ہین تو اپنے مہمانون کي مہمانداری کرتے ہوے ایسے خوش آئند اور خوش اسلوب معلوم ہوتے ہین کہ باید و شاید-وه اپنے دونون ہونہار بیٹون کے لایق باپ ہین -اور ایسا یقین معلوم ہوتا ہے کہ انکا نام نسلون مین بطور دانشمند اور خبردار وزیر اعظم کے یادگار رہیگا-

مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار حضور نظام

مہاراجہ نارائن پرشاد نارائن در بہادر کے کوئی فرزند نہ تھا۔ مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار حضور نظام انکی یک لوتی بیٹی کے فرزند ہین اور اسی لحاظ سے انکے وارث۔ پیشکار صاحب کی سوانح عمری کتاب ہذا کے اس حصہ مین پائی جائیگی جہان افسران گورنمنٹ کا احوال بیان کیا گیا ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد سنہ ۱۲۸۱ھ مین تولد ہوے تھے۔ انکے والد کا نام راجہ ہری کشن بہادر ہے۔ مہاراجہ نارائن پرشاد (منتظم اول) جبکہ حضور نظام کے ہمراہ کلکتہ تشریف لیگئے تھے تو انکی غیر حاضری مین راجہ ہری کشن کے ہاتھہ کل حیدرآباد کا انتظام تھا۔ اس انتخاب مین رزیڈنٹ صاحب بھی متفق الراے تھے۔ مہاراجہ نارائن پرشاد نے اپنے نواسے کی تعلیم و تربیت پر بہت زحمت لی تاکہ اپنی ایسی ذمہ دار اور ممتاز خدمت کے جو بطور انکے وارث کے انھین ملنے والی تھی لایق ہون۔

مہاراجہ کشن پرشاد نے اپنے نانا کے مکان پر تحصیل علوم عربی و فارسی شروع کی اور دونون زبانون مین بہت کم سنی مین عمدہ مہارت بہم پہنچائی۔ انہون نے انگریزی زبان کی تحصیل مدرسۂ عالیہ مین کی۔ انکو زبان تیلوگو۔ مراتھی۔ اور گورمکھی مین جو اس دیس کی زبانین ہین اچھا ملکہ ہے۔ عالم طفلی سے انہین شعر گوئی کا بڑا شوق تھا۔ وہ اپنی دل بہلائی کے لئے اسکا شغل رکھتے تھے۔ جس سے صاف پایا جاتا تھا کہ آئندہ پھر اپنا نام کرینگے۔ اور پھر بات حیدرآباد مین مشہور ہے کہ مہاراجہ کی ذات سے جو توقع رکھی جاتی تھی اسکو انہون نے بخوبی پورا کیا۔ انہرن نے بہت سی کتابین نظم و نثر مین لکھہ کر شایع کی ہین اور کہتے ہین کہ وہ نہایت عمدہ اور خوب ہین۔ اِن کتابون اور رسالون پر اکتفانہ فرماکر جو وقتاً فوقتاً شایع کرتے رہتے تھے۔ راجہ صاحب موصوف نے ایک اخبار نثر مین شایع کرنا شروع کیا ہے جسے دبدبۂ آصفی اور دوسرا منظوم جسے محبوب کہتے ہین۔ پھر آخرالذکر بہ سرپرستئی حضور نظام شایع ہوتا ہے۔ اس کو گاہ بگاہ خود حضور نظام بہ نفس نفیس اپنے طبع زاد اشعار سے سرفراز فرماتے رہتے ہین۔ اور اسجائے پر پھر کہنا نا مناسب نہ ہوگا کہ حضور نظام ایک بہت بڑے لایق اور سنجیدہ شاعر ہین۔ مہاراجہ خود اُن دونون مین بہت سے مضامین دیتے رہتے ہین۔ کہتے ہین کہ پھر انکا خاص دستور ہے کہ اپنے تمام اشعار پہلے حضور نظام کے پیش کرتے ہین۔ اور بعد انکی پسندگی کے چھاپنے والے کے ہاتھہ مین جاتے ہین۔ اس سے پایا جاتا ہی کہ وہ خود کو حضور نظام کے شاگرد سمجھتے ہین۔ یہی سبب ہے کہ وہ خطاب شاگرد خاص آصف جاہ سے سرفراز بھی ہوے ہین۔ ایسے خطاب کے لئے اس ملک مین ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اس مین کوئی خاص توقیر ہے۔ کیونکہ شاذ ہی ایسا خطاب کسی پادشاہ کی طرفسے رعیت کو دیا جاتا ہے۔ سنہ ۱۳۱۰ھجریہ مین راجہ کشن پرشاد کو انکی موروثی خدمت پیشکاری مرحمت ہوئی۔ اور نیز وزیر عساکر مقرر کئے گئے۔ انہین خطاب راجۂ راجایان مہاراجہ بہادر بھی عطا ہوا۔ جس سے انکے ابا و اجداد سرفراز تھے۔ حضور نظام نے انہین اس موقعہ پر چہہ دانے جواہرات کے ہدیہ کے طور پر دئیے۔ مہاراجہ کشن پرشاد کو اپنے نانا کی طرفسے تمام جاگیرین ورثہ مین ملین جنکی آمدنی سالانہ کئی لاکھہ روپیہ ہے۔ انہین خاص اپنی رعیت پر دیوانی اور فوجداری تمام حقوق اور اختیارات حاصل ہین جو حیدرآباد مین صرف معدودی چند یعنے امرائے کبیر و ذی اقتدار ہی کو حاصل ہین۔ سنہ ۱۳۰۰ھجریہ مین جبکہ نواب وقارالامرا شملہ تشریف لے گئے تھے تو مہاراجہ کشن پرشاد نے ۲۴ دن تک مدارالمہام کا کام کیا ہوا ہے۔

مہاراجہ کی شادی انکے نانا مہاراجہ نارائن پرشاد کے حین حیات ہوی تھی۔ فی الحال انکے چار فرزند ہین دو بیٹے چندا پرشاد اور محبوب پرشاد اور دو بیٹیان۔ بڑے فرزند راجہ چندا پرشاد کو جبکہ پیشکاری کی خدمت دی گئی تو انہین راجہ بہادر کا خطاب بھی دیا گیا۔ مہاراجہ چندولال کی اولاد نے انکے قدم بقدم چلکے اپنے آپکو وفاداری اور نمک حلالی سرکار نظام اور سرکار برٹانیا مین مشہور کیا ہے۔ اپنے خاندان کی روایات کے موافق مہاراجہ کشن پرشاد نے سچی وفاداری سرکار برٹانیا کی طرف دکھلائی ہے اور ساتھہ ہی اسکے اپنے پادشاہ سے ایسی محبت رکھتے ہین کہ گویا بجائے عشق کے لکھین تو نامناسب نہ ہوگا۔ اپنے پادشاہ کی دیانت و ایمانداری سے خدمت کرنا۔ ملک کی ترقی اور رعیت کی بہبودی کا ہروقت خیال رکھنا۔ پھر ہردم انکا مد نظر رہتا ہے۔

راجہ کشن پرشاد بہادر ــ پیشکار وزیر عساکر

مرحوم نواب سر آسمان جاہ بہادر کے۔سی۔آئی۔اِی۔وزیر اعظم سنہ ۱۸۸۷-۱۸۹۳ع

۲۷

هز اکسلنسی نواب رفعت جنگ بشیرالدوله عمدةالملک اعظم الامرا امیر اکبر سر آسمان جاه بهادر کی-سی-آئی-ای وزیر اعظم سنه ۱۸۸۷ع سی سنه ۱۸۹۳ع

یہہ مشہور و معروف امیر سر آسمان جاہ بہادر—کے سی—آئی—اي محمد سلطان الدین خان بشیرالملک بہادر کے فرزند اور امیر نظام الدین خان نظام ثانی دکہن کے پرپوتے ہین—وہ سنہ ۱۸۳۹ع مین پیدا ہوے تہے—انہون نے موجودہ حضور نظام کي ایک ہمشیرہ سے شادی کي تہی—جنسے انہین ایک فرزند ہے جسکي عمر قریب چہہ سال کے ہی—وہ عربي وفارسی مین مہارت کامل رکہتے ہین—اور انگریزی مین بہی ٹہیک ٹہیک دخل ہے—

سنہ ۱۸٦۹ع مین جبکہ ہزہائنس نواب افضل الدولہ بہادر کا انتقال ہوا تو—وارث تخت نابالغ ہونیکی وجہ سے امور سلطنت کا انتظام نئی شکل پر قایم کرنا نہایت ضروری تہا—گورنمنٹ حیدرآباد باتفاق رای ویسرای و گورنر جنرل ریجنسی کے ماتحت رکہی گئی جسمین مرحوم سر سالارجنگ اور شمس الامرائی ثالث ریجنٹ مقرر ہوے—سلطنت کے چار صیغون کے وزرا خاندانی امرا کے دوسرے فرزندون مین سے منتخب ہوے—انمین سب سے مخصوص عہدہ یعنے عہدۂ وزیر عدالت نواب سر آسمان جاہ بہادر کو دینے کي تجویز ہوئی—لیکن بہ سبب اسکے کہ سر آسمان جاہ حضور نظام ثاني کے پرپوتے تہے اور موجودہ حضور نظام کي ایک ہمشیرہ سے انکي شادی عنقریب مین ہونیکو تہی اسلئے سر سالار جنگ نے یہہ عہدہ انہین دینے کو کچہہ پس و پیشی کي بداین لحاظ کہ حیدرآباد کے خاندان امرائي کبار کے ایک رکن کو ایسا عہدہ دینا شاید پسند خاص وعام نہوگا لیکن جب نواب موصوف کو بتلایا گیا کہ وزیر صیغہ عدالت کا سا بڑا عہدہ کسی سر برآوردہ شخص کے ہی سپرد رہنا چاہیے—تو انہون نے اپنے تمام ذاتي خیالات کي پروانکرکے اس عہدیکو قبول فرمایا—مگر اسکے ساتہہ یہہ شرط کی کہ جو تنخواہ اس عہدے کي ہي یعنے ماہانہ پانچ ہزار روپیہ وہ نواب صاحب مصرف نہ لینگے—

سنہ ۱۸۷۵ع مین جبکہ سر سالار جنگ سفر یورپ کو تشریف لیگئے تہے—تو سر آسمان جاہ اپنے فرایض منصبي یعنے وزارت صیغہ عدالت کے سوائی وزیر اعظم اور کوریجنٹ کا کام بہی سر سالار جنگ کے بہانجے نواب مکرم الدولہ کي شمولیت کے ساتہہ چلاتے رہے—سر سالار جنگ کي غیر حاضری مین انہون نے عمدگی کے ساتہہ کام کیا اسلئے گورنمنٹ آف انڈیا نے انکا شکریہ ادا کیا—پہر سر سالار جنگ کي غیر حاضری مین وزیر اعظم کا کام بارہا چلاچکے ہین—جبکہ پرنس آف ویلیز ہندوستان کو تشریف لائے تہے تو سر آسمان جاہ اپنے چچا کے جو اندنون ناسازئي مزاج کے سبب ناتوان تہے وکیل بنکر حضور نظام کي طرفسے انکا خیر مقدم کرنیکو بمبئی تشریف لائے ہوے تہے—دہلی دربار مین بہی نواب آسمان جاہ بہادر حضور نظام کے ساتہہ گئے ہوے تہے جہان انہین ایک تمغہ یادگارئی دربار موصوف مین ملا—

سنہ ۱۸۸۳ع مین جبکہ سر سالار جنگ کا انتقال ہوگیا تو کاونسل آف ریجنسی مقرر کرنا لازم ٹہرا اور سر آسمان جاہ اسکے ایک رکن اعظم مقرر ہوے—سال مذکور کے اواخر مین جبکہ حضور نظام ویسراے کي ملاقات کرنے اور نمائش ملاحظہ فرمانیکو کلکتہ تشریف لیگئے تو پہر انہین امور سلطنت کا انتظام دیا گیا—

سنہ ۱۸۸۷ع مین نواب صاحب موصوف کو حضور نظام نے موقع گولڈن جیوبلی پر اپنے خاص ایلچی اور وکیل کے طور پر لنڈن روانہ فرمایا—سنہ ۱۸۸۷ع کے مارچ کي ۲۷ تاریخ کو نواب صاحب حیدرآباد سے اپنے مصاحبین کے ساتہہ راہی ہوے—مصاحبین مین کرنل جی—ڈبلیو کوبرن چیف سکریٹری—مسٹر دوسا بہائی نوشیروان جی پرائوٹ سکریٹری—

مسٹر سید رکن‌الدین اے--ڈي--سي--مسٹر محمد یاسین ایکسٹرا اے--ڈی--سي--کیاپٹن عبدالله بیگ اسٹاف آفیسر--ڈاکٹر اعتمادالحق اسٹاف سرجن اور دوسرے سات خدمتگار تھے--جب وہ وادي پر آئے تو سر خورشید جاہ اور اونکے فرزند ظفر جنگ ملاقات کو آئے اور نذرین پیش کین--اور بمبئي مین لیڈی رے نے انہین دعوت دی تھي کہ گورنمنٹ ہاوس مین سہ پہر کا کھانا کھاکر سر رچرڈ ٹمپل کے مجسمہ کو کھولنے کے ادائے رسم مین شریک ہون--بمبئی سے تشریف لیجانیکے پیشتر سر سالار جنگ نے انسے ملاقات کي اور پہلي تاریخ اپریل سنہ ۱۸۸۷ع کو راہي یورپ ہوئے--

نہر سویز پر گورنرنے معر اسٹاف نواب صاحب سے ملاقات کي اور قاہرہ مین سرا یولن بیارنگ جواب لارڈ کرومر ہین خدیو مصر کي طرفسے آئے اور نواب صاحب کو معہ انکے اسٹاف ہز ہائنس خدیو سے ملاقات کرائي--ہز اکسلنسي پھر قاہرہ سے روانہ ہوے اور کٹانیا--مسینا--نیپلز--روم--فلارنس--ٹریسٹ--میلان--برن--جینوا--پیارس اور دوسرے شہرون کا ملاحظہ کرتے ہوے لنڈن کو گئے--

نواب صاحب ۱۴ مي سنہ ۱۸۸۷ع کے روز وارد لنڈن ہوے--جہان سر جیرارد فٹز جرلڈ کو انکے قیام انگلنڈ تک انکے اسٹاف پر مقرر کیا گیا--ہز اکسلنسی کا خیر مقدم جہان جہان وہ تشریف لیگئے انگریز رعایانے بڑے آوبھگت کے ساتھہ کیا--ملکہ معظمہ نے بھي بڑے تپاک سے انکي خاطرداری کي--اور خاندان شاہی سے پرنس اور پرنسس آف ویلز اور ڈیوک اور ڈچس آف کناٹ اونکی خاطرداری پر ہردم متوجہہ رہے--جس عمدگي اور چالاکي سے انہون نے اپنے ذمہ‌دار فرایض منصبي کو ادا کیا وہ ابتک انگلش سوسائٹي کي یاد سے نہین بھولي گئي--اسی وقت پر انکي گذشتہ خدمتون کا تعارف کرکے انکی قدر افزائی کي گئی یعنے وہ وزیر اعظم مقرر کئے گئے--ہز رایل ہائنس پرنس آف ویلز نے اپنی ملاقات کے وقت نواب صاحب کو انکے تقرر کي مبارک باد دی اور اثنائے تقریر مین فرمایا کہ اسي سبب سے نواب صاحب کا لنڈن مین قیام زیادہ نرہیگا--جسکے جواب مین نواب صاحب نے فرمایا کہ انہین حضور نظام کے طرفسے ٹیلیگرام ملا ہے کہ جیوبلی ہوتے ہي فوراً حیدرآباد واپس آنے کا تہیہ کرین--

لنڈن سے واپس آنے کے پیشتر ملکۂ معظمہ نے اپنے دست مبارک سے انہین جیوبلي مڈل عطا فرمایا اور کہلا بھیجا کہ جیوبلي کي یادگار کے دوسرے تمغے--فوٹو وغیرہ بعد ازآن روانہ کئے جائینگے

ہز اکسلنسي نے اپنے فرض منصبي کا چارج لیا اوسي سال کے اواخر مین بجٹ یعنے نقشۂ مداخل و مخارج سال آئندہ جو حضور نظام کي خدمت مین پیش کیاگیا اسمین نہایت عمدہ اور کارآمد تبدلات مداخل و مخارج دونون مین کئے گئے تھے--صیغۂ محصولات مین بھي بڑی کارآمد ترمیمین کي گئی تھین اور ملک کے صنعت و حرفت کو ترقی دینے کے اسباب بیان کئے گئے تھے--سر آسمان جاہ نے ایک ایریگیشن بورڈ یعنے مجلس آبرساني مقرر کي--اور دس لاکھہ روپیہ اسکے لئے علاحدہ کیا گیا--اس مجلس کي محنت سے ملک کو بڑا فائدہ پہنچا--سنہ ۱۸۸۸ مین جبکہ نواب صاحب ویسرائے کي ملاقات کو کلکتہ تشریف لے گئے تھے تو ویسرائے نے انہین مبارک بادی اور جو جو کارروائیان انہون نے علم طب کو یوروپین طرز پر لاکر ترقي دینے کي کي تھین انکے لئے اپنا اطمینان ظاہر فرمایا--

ملکۂ معظمہ کي گولڈن جیوبلی کے موقع پر نواب صاحب کو خطاب کے-سی-آئی-اِی-ملا-اور مسٹر اے-پی-ہاول-سی-ایس رزیڈنٹ نے ادائگي رسم کے موقع پر کھانے کے وقت وزیر اعظم کي صحت کا جام نوش کرنے کي تجویز پیش کرتے ہوی سر آسمان جاہ کي پبلک خدمتون کي بڑی تعریف کي اور ملکۂ معظمہ نے جو خاص اعزاز انہین بخشا ہے اسکا بیان کرتے ہوے اپني تقریر حسب ذیل الفاظ مین ختم کي--"کہ ملک حیدرآباد کي خدمت في‌الحقیقت ملکۂ معظمہ کي سَلطنت ہند کي خدمت ہے--اور چونکہ اعلي سے اعلي اعزاز انکو خاص اپني سلطنت مین مل چکے ہین اسلئے اب وہ گورنمنٹ انگلیشہ کے اعلي درجہ کے اعزاز کے سلسلہ مین اپني خدمتون کے باعث منسلک ہوتے ہین--

ہز اِکسلنسی نواب سر آسمان جاہ کا جسم مضبوط اور پھرتیلا ہی--انکے چہرے سے آثار امارت اور خوش مزاجی کے نمایان ہین--انکے اطوار نہایت مہذب اور شایستہ ہین--اور جیسا عمدہ برتاو وہ اپنے ہمسرون کے ساتھہ رکھتے ہین ویساہي برتاو کل ادني و اعلي سے رکھتے ہین--وہ عمدہ شہسوار اور نشانہ باز ہین--انہین اپنے انگریز دوستون اور دوسرے نامور مہمانون کي مہمانداری کا بڑا شوق ہے--اور انکی مہمانداری ہمیشہ شاہانہ طرز کي اور بڑے میل جول کي ہوا کرتی ہے--انکے بہت سے وسیع محلات اور بیرون شہر بہت سے دلچسپ و خوشنما مکانات ہین--جو یوروپین طرز کي آراستگي سے سنوارے گئے ہین--چونکہ پائگاہ کے کمانڈر اِن چیف ہین--اسلئے انکے پاس سپاہیون کي بڑی جمعیت ہے جسمین علاوہ ارریگیولرز کے پیدل--سوار اور توپ خانہ کے لوگ ہین--وہ برٹش گورنمنٹ کے پکے دوست ہین--نواب صاحب کي سالانہ آمدني جو انکي جاگیرات سے اور پاگاہ کي زمینون سے وصول ہوتي ہی--پندرہ لاکھہ سے زیادہ ہی--انکی سخاوت بہت ہی اور اخراجات بھي بہت رکھتے ہین--کیونکہ وہ ایک بڑے سخی دل صاحب ہین--

مرحوم نواب سر سالار جنگ ثاني کے-سی-آئی-اِی-وزیر اعظم سنہ ۱۸۸۰-۱۸۸۷ع

مرحوم سر سالار جنگ اعظم جی-سی-ایس-آئی-ڈی-سی-ایل-وزیر اعظم سنہ ۱۸۵۳-۱۸۸۳ء

سالار جنگ اعظم

کوئی خطاب یا دنیاوی عزت سالارجنگ کی عظمت کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔صرف سالارجنگ اعظم کا لقب اچھی طرح سے اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ وہ اُس خاندان کے لایق وفایق اشخاص میں ایک اعلی درجہ کے مدبر ہیں جن سے انکا تعلق تھا۔اُن کا پورا خطاب یہ ہے۔ہز اکسلنسی، نواب میرتراب علی خان بہادر سرسالارجنگ شجاع الدولہ مختارالملک جی۔سی۔ایس۔آئی۔ڈی۔سی۔ایل۔انکے والد کا نام میر محمد علی خان بہادر شجاع الدولہ تھا۔میرمحمد علی منیرالملک کے بڑے بیٹے تھے۔منیرالملک نے سنہ ۱۸۰۴ء میں میرعالم سید ابوالقاسم کی دوسری بیٹی سے شادی کی تھی جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے تھے۔میرمحمد علی خان بہادر سالارجنگ شجاع الدولہ نے سید قاسم علی خان بہادر مختارالدولہ کی لڑکی سے شادی کی۔یہ امیر سید جعفر رضوی کی اولاد میں سے تھے جو نیشاپور ایران میں رہتے تھے۔انکے فرزند میر تراب علی (سالارجنگ) ۲۲ جنوری سنہ ۱۸۲۹ء کو پیدا ہوئے۔

سالارجنگ کے جد امجد میرعالم اپنے زمانہ وزارت میں وفات کرگئے اور ان کی جگہہ سالارجنگ کے دادا نواب منیرالملک کو تفویض ہوئی۔مگر سنہ ۱۸۳۲ میں ان کا انتقال ہوگیا ان کی جگہ خاندان کی نگرانی اور سرپرستی سالارجنگ کے چچا نواب سراج الملک کو سونپی گئی اور ان ہی کو نوجوان سالارجنگ کا نگران اور محافظ بنایا گیا۔سالارجنگ کی تعلیم بڑی ہوشیاری اور توجہ سے ہونے لگی اور تکمیل تعلیم میں جو ایک ایسے خاندانی امیر کے لئے شایان تھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔سالارجنگ کو فارسی اور عربی میں معقول دخل تھا اور تحریر میں بھی وہ ایک اعلی درجہ کے منشی کی لیاقت رکھتے تھے۔شمشیر بازی اور گھوڑے کی سواری میں وہ اُستاد تھے۔انگریزی زبان اپنی مادری زبان کی طرح بولتے تھے۔سالارجنگ کی پبلک زندگی سنہ ۱۸۴۷ سے شروع ہوتی ہے۔۱۹ برس کی عمر میں وہ کھمم واقع ضلع تلنگانہ میں تعلقدار مقرر کئے گئے۔کوئی آٹھہ مہینے تک تعلقداری کی اور اس عرصہ میں اس عہدے کے جز وکل سے پورے پورے واقف کار ہوکر ان پر حاوی ہوگئے۔

۲۶ مئی سنہ ۱۸۵۳ء کو سالارجنگ کے چچا کا انتقال ہوگیا اور پانچ دن کے بعد عام دربار میں رزیڈنٹ کرنیل لو کی موجودگی میں نواب ناصرالدولہ نظام الملک بہادر نے سالار جنگ کو عہدۂ مدارالمہامی پر مامور کیا۔انہوں نے جس دانائی۔ہوشیاری اور تدبیر کے ساتھہ معاملات ریاست کی ازسرنو تجدید کی ہے وہ ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار رہیگی۔

انکی ذمہ داری بہت بڑی تھی اِسوقت یعنے سنہ ۱۸۹۷ء میں حیدرآباد کی جو کچھہ تروتازگی اور سرسبزی ھے یہ سب سالارجنگ ہی کی نیک کوششوں کا نتیجہ ہے جنہوں نے حیدرآباد کو حیدرآباد بنایا تھا۔

جو لوگ کہ حیدرآباد کی قدیم حالت سے واقف تھے انمیں سے بہت تھوڑے اصلاح و انتظام امور ریاست کی تجدید کو ممکن سمجھتے تھے۔مالگذاری۔سیاست و حکمرانی اور خزانہ کی ایسی سقیم حالت تھی کہ برسوں مصیبت زدہ فوج کو تنخواہ ہی نہیں ملتی تھی۔دیسی ساہوکاروں اور نیز دوسرے لوگوں کے قرض کی رقم بہت زیادہ ہوگئی تھی۔مالگذاری کا کوئی ایسا سلسلہ باقی نہ رہا تھا کہ جس میں سے حضور نظام کے رشتہ داروں اور منصب داروں کی تنخواہیں ادا کی جاتیں۔مگر سالارجنگ کی صداقت پسندی اور وعدوں کے استحکام نے دو بڑے بڑے کارکنوںکو اون کے طرفدار بنادیا جن میں ایک عرب جمعداروں کا گروہ تھا اور دوسرا ساہوکاروں کا تھا سابق الذکر گروہ تقریباً ملک کی نصف مالگذاری پر قابض تھا اور ساہوکار اس ابتر حکمرانی کو جو سالارجنگ کے سپرد ہوئی تھی سنبھالنے کے لئے پیشگی روپیہ دیا کرتے تھے۔جس کے بغیر انتظامات نا ممکن تھے۔اس عہدۂ وزارت پر مامور ہونے کے کچھہ عرصہ بعد سالارجنگ نے حضور نظام سے انکے رشتہ داروں اور ملازموں اور صرف خاص کی فوجوں کی ماہانہ ادائیگی تنخواہ کی اجازت حاصل کرلی۔اور اسیطرح

تعلق داروں کي بحالی برطرفي—انکی تنخواہوں کي کمی و بیشی—معاملات کي تحقیق و تفتیش اور عندالضرورت نئی فوج بھرتی کرنے کا بھی انہیں اختیار حاصل تھا—اور ساتھ ہی اس کے سرکار کے ملکی اور فوجی لوگونکو نافرمانی کرنے پر سزا دینے کے بھی وہ مجاز تھے—اصلاحات امور ریاست میں جو پہلی تجویز انہوں نے کي وہ یہ تھی کہ عربونکے اقتدار کو جو تمام ریاست پر حاوی ہوگیا تھا کم کردیا جاے اور اسکے بعد فوجونکي ایک بڑی تعداد کو موقوف کرنیکي تجویز تھی کہ جنکی تنخواہوں نے ریاست کو زیربار کردیا تھا ان تجاویز پر عمل درآمد کرنے کے لیئے عام طور پر تمام تعلقداروں کو حکم بھیجا گیا کہ عربوں—روہلوں اور پٹھانوں کو اُن آن کي تنخواہیں چکا کے موقوف کردیا جائے لیکن پہلے پہل ان احکام کي بہت ہي کم تعمیل ہوئی—

عربوں کے دعاوی کے انفصال اورانکے مظالم کو جو وہ اپنے قرضداروں پر کیاکرتے تھے روکنے کی غرض سے مدارالمہام نے ایک خاص محکمہ قایم کیا—جو انکے ہي محل میں اجلاس کیاکرتا تھا—ابتدا ہي میں اس محکمہ نے ایک بہت بڑا کام کیا یعنے یہ کہ دو بڑے بڑے عرب جمعدار اسکے حکم کي تعمیل پر مستعد و آمادہ ہوگئے—ان سرداروںکے نام سے انکی قوم کے مجرموں کوفوراً گرفتار کرکے سزا دینے کي نسبت احکام نافذ ہوے اورانہیں اجازت دیگئی کہ اس حکم کی تعمیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جائے—غرض ان معاملات میں مدارالمہام کو عرب جمعدارونکی جو اپنے لوگوں پر کامل اختیارات رکھتے تھے پوری پوری مدد ملی—

مدارالمہام کي سب سے اعلیٰ تدبیر یہ تھی کہ انہوں نے عربوں اورپٹھانوں کي زمیں اور جاگیریں ضبط کرلیں جو انہیں یا توسابق مدارالمہاموں کي طرف سے اُن کے دعاوی کو پورا کرنے کے لئیے دی گئی تہیں یا دوسرے لوگوں نے رہناً وقتاً انکے پاس رہن رکھی تہیں—

عربوں کے ہاتھہ سے ریاست کي مالگذاری کو ایک لخت نکال لینے کي نسبت جو تدبیر عمل میں لائی گئی—وہ یہ تھی کہ خزانہ سے جسقدر روپیہ ممکن تھا انہیں دیاگیا اورباقی کے لئیے ساہوکارونکي ضمانت دیگئی—

ان تدابیر کو عمل میں لانے کے لئیے جب سالار جنگ نے اپنے آپکو سخت مشکلونمیں پھنسا ہوا دیکھا تو نہایت صبر اور ہمت کے ساتھہ کہ جس میں وہ ہمیشہ مشہور تھے انہیں آسان کرنے میں مصروف رہے اورآخر انکی اعلیٰ لیاقت اور انکي دانائی نے اس قسم کي تمام مشکلونپر جو ایک معمولی دماغ کے آدمی کو بالکل بے قابو کردیتي ہیں انہیں غالب کردیا اور کل مزاحمتیں دور ہوگئیں—ان اصلاحوں کے اجرامیں گورنمنٹ انڈیانے انکي مدد کي اورجب تک وہ زندہ رہے وہ انکي معاون ومددگار رہي—اس بات کے کہنے کي ضرورت ہي نہیں کہ گورنمنٹ کے وثوق کا انہوں نے کبھي بد استعمال کیاہو—وہ ہمیشہ گورنمنٹ کو اپني طرف سے رضامند رکھتے تھے—

مدارالمہام کي اصلاحي تدبیریں سنہ ۱۸۵۷ تک عمدگي کے ساتھہ چلتي رہیں—لیکن اس سال بوجہ غدر کے جو ہندوستانی سپاہیوں نے برپا کردیا تھا انمیں کسي قدر خلل واقع ہوگیا تھا—یہ غدر ایسا سخت تھاکہ انگریزی سلطنت بالکل متزلزل ہوگئي تہي—ہرطرف بغاوت ہورہي تہي اور اکثر مقامات ایک کے بعد ایک لوٹے جارہے تھے—جب تمام مغربی وشمالي ووسطي ہندوستان کہلم کہلا باغي ہوگیا تو چوطرف سے دارالریاست دکھن پر لوگوںکي نگاہیں پڑنے لگیں لیکن وہان کسي قسم کي بے ثباتي اورکسی قسم کا دغدغہ نہیں تھا—چنانچہ اسوقت گورنر بمبئی نے حیدرآباد کے برٹش رزیڈنٹ کرنل ڈیوڈسن کو تار بھیجا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ اگر نظام برگشتہ ہوجائیں تو پھر ہمارے لئے کچھہ باقي نہیں رہا اور حقیقت میں یہ بات سالار جنگ اور رزیڈنٹ سے بہتر کوئی سمجھہ نہیں سکتا تھا—سالار جنگ کي نسبت کیا خوب کہاگیا ہے کہ اسوقت پر معاملات کي حالت انکے آزمایش و امتحان کا موقع تھي جوکسي یورپین یاعیسائی کي سمجھہ میں نہیں آسکتي—عین اس نازک وقت میں ہزہائینس نواب ناصرالدولہ بہادر فرمانرواے دکن انتقال کرگئے انہوں نے انتقال کے وقت سالار جنگ سے اپنے فرزند کو بلوانے کي فرمائش کي—جب وہ نزدیک آئے تو انسے کہاکہ میں تمہیں وصیت کرتاہوں کہ تم ہمیشہ برٹش گورنمنٹ کے وفادار دوست بنے رہو—کیونکہ اس نے میرے ساتھہ ہمیشہ دوستانہ برتاو رکھا ہے—غرض انکے انتقال کے بعد اسیوقت نواب افضل الدولہ بہادر مسند نشین کئے گئے—جب رزیڈنٹ ان کي تقریب مسند نشیني سے فارغ ہوکے واپس آئے تو انہیں گورنر جنرل کا ایک تار ملا جوانکی عدم موجودگي میں وہان آیاہوا تھا—اسکا مضمون یہ تھا کہ دہلی انگریزوں کے قبضہ سے نکل گئي—یہ پڑھتے ہي رزیڈنٹ نے فوراً سالارجنگ کو بلوا کہ انہیں حقیقت حال سے اطلاع دی—سالار جنگ نے کہاکہ مجھکو پہلے سے معلوم ہوچکا ہے کیونکہ آج تین روز سے چوطرف شہر میں یہ خبر عام ہورہي ہے—غرض جب دہلی انگریزوں کے قبضہ سے نکل گئی تو ان لوگوں کو جو انگریزونکے اقتدار سے ناواقف ہیں یقین تھا کہ اب ہندوستان میں انگریزی حکومت کا خاتمہ ہوجائیگا لیکن سالارجنگ کي وفاداری میں ذرا بھر فرق نہ آیا اور انہیں یقین تھا کہ آخر میں انگریزہي کامیاب ہونگے—

حیدرآباد میں اسوقت بالکل خفگي اورکشیدگی پھیلی ہوئي تھي جسکي وجہ یہ تھي کہ چند باغیوں کو جو اورنگ آباد میں آنکر پناہ گزین ہوے تھے معلوم ہونے پر سالار جنگ نے گرفتار کرکے رزیڈنٹ کے حوالہ کردیا تھا—ان باغیوں کے ہمدرد اس

کارروائی سے بالکل آگ بگولا ہوگئے۔اور تجویز کی کہ حضور نظام سے بذریعہ ایک ڈپیوٹیشن لے انکے رہا کروانے کی درخواست کرین۔ جب اس مین کامیابی نہین ہوئی تو انہون نے نظام اور مدارالمہام دونون کو کہلا بھیجا کہ اگر تم اسوقت انگریزونکی مخالفت پر آمادہ ہوجاؤ تو بہتر ورنہ تمہین جان سے مارڈالا جائیگا۔لیکن اس دہمکی نے نہ نظام پر کچھہ اثر کیا اور نہ انکے وفادار مدارالمہام پر۔انہون نے فوراً چند معتبر عربون اور نظام کی گارڈ کے سپاہیون سے ضروری انتظامات کردئے۔چنانچہ شہر کے جتنے بڑے بڑے پھاٹک تھے اون سبھون پر عربون کا پہرا مقرر کردیا اور انہین حکم دیدیا کہ اگر کوئی شخص انگریزون کے برخلاف لوگون کو بر انگیختہ کرتا ہوا دیکھا جائے تو انکو اسوقت گولی سے ماردیا جاے اور اگر کوئی واعظ مغویانہ اور مفسدانہ وعظ کرتا ہوا پایا جائے تو فوراً گرفتار کرلیا جائے۔ان انتظامات کی نسبت حضور نظام کی فوجون کا سپہ سالار میجر جنرل ہِل غدر کے چند سال بعد یون لکہتا ہے کہ ان موثر اور اولوالعزمانہ تدابیر نے جنوبی ہندوستان کو بچالیا۔ورنہ اگر حیدرآباد کے لوگ ہمارے برخلاف اوٹھتے تو مدراس کے مسلمان بھی ضرور انکی تقلید کرتے۔چنانچہ یہ بات اسوقت رزیڈنسی کے لوگ بخوبی جانتے تھے۔انگلنڈ کے لوگون کو واقف ہونا چاہئے کہ اس اولی‌العزم شخص ہی کا باعث تہا کہ ایسے نازک وقت مین اسکے حسن انتظام اور اسکی مدبرانہ پالسی نے انگریزی حکومت کو استحکام کے ساتھہ جنوبی ہندوستان مین قایم رکہا۔ہرچند مدارالمہام نے نہایت ہوشیاری اور خبرداری کی لیکن باوجود اسکے وہ اس حملہ کو نہ روک سکے۔جو رزیڈنسی پر کیا گیا۔انہین باغیون کے ارادے پر پہلے ہی سے اطلاع ہوچکی تہی جس سے انہون نے کرنل ڈیودسن کو بہی خبردار کردیا تہا۔کرنل ڈیودسن تیار تہے۔۱۷ جولائی سنہ ۱۸۵۷ کی شام کو شہر سے مسلح پانسو پٹھان نکلے۔جنکے سرغنہ علاؤالدین اور طُرّہ باز خان تہے۔انہون نے سیدہا رزیڈنسی کا رخ کیا راستہ مین بہت سے لوگ موقع موقع پر اُنکے شریک ہوتے گئے یہان تک کہ جب یہ گروہ رزیڈنسی پر پہونچا تو کئی ہزار آدمی موجود تہے۔

رزیڈنسی کی مغربی دیوار کے مقابلہ مین بلند برآمدون کے دو مکانات تہے جن پر افغانون نے قبضہ کرلیا اور وہان سے رزیڈنسی کی سپاہ پر گولیان چلانی شروع کی اور دوسرے لوگ جو انکے ہمراہ تہے وہ نیچے سے دیوار کو چہیدنے مین مصروف ہوئے رات تک دونون طرف سے گولیان چلتی رہین اِدہر سے پٹھان اور اودہر سے برٹش آرٹیلری۔لیکن جب صبح ہوئی تو آرٹیلری نے اون دونون مکانون پر ایکدم آگ برسانا شروع کیا۔پٹھان انکے مقابلے کی تاب نہ لاسکے مکانون کو خالی کرکے رزیڈنسی پرباڑ چلاتے ہوئے بتیس مقتولین و مجروحین کو چھوڑ نکل بہاگے۔اسکے بعد انکے دونون سرغنے گرفتار کرلئے گئے جن مین سے ایک چاہتا تہا کہ قید سے نکل کے بہاگے لیکن اسیوقت گولی سے مار ڈالا گیا اور دوسرا دایم‌الحبس کرکے اندمان کو بھیجدیا گیا۔غدر کے ایام مین جو نہایت طول و طویل تہے مدارالمہام کو کئی مرتبہ جان کا خوف دلایا گیا لیکن اسکے باوجود انگریزون کے ساتھہ انکی وفاداری مین ہرگز فرق نہ آنے پایا۔کوئی گھنٹا ایسا نہین گذرتا تہا کہ جس مین ان کی زندگی خطرے مین نتھی چنانچہ بعد مین وہ خود اکثر بیان کرتے تہے کہ مجھکو اپنے قتل ہونے کا پورا پورا یقین تہا۔کیونکہ سواے چند لوگون کے جو مجھہ سے وابستہ تہے دوسرا کوئی ایسا نہین تہا کہ جس پر مین بھروسا کرسکتا اور ساتہ ہی اسکے مجھکو اس بات کا بہی یقین تہا کہ انگریزونکی طاقت ایسی زبردست ہے کہ وہ اس غدر کو بالکل فروکئے بغیر نہین رہیگی اور اسی یقین کی وجہہ سے مجھکو عین ناامیدی کی حالت مین امید بندہی ہوئی رہتی تہی۔دہلی جب دوبارہ انگریزون کے قبضہ مین آگئی تو حیدرآباد کے کشیدہ خاطر لوگون کے نزدیک ثابت ہوگیا کہ تمام انگریز مارڈالے نہین گئے جیسے کہ انہین یقین تہا۔غرض اس واقعہ سے مدارالمہام کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور عملی طور پر دکہن سے عام بغاوت کا خوف بالکل دور ہوگیا۔سواے مدارالمہام کے بہت تہوڑے لوگ جانتے تہے کہ یہ کیسا بڑا! خوف تہا جو ٹل گیا۔

سالار جنگ اور اونکے آقا کی اس وفاداری کے لئے خود سوپریم گورنمنٹ نے شکریہ ادا کیا ہے چنانچہ سنہ ۱۸۵۸ کے ابتدا مین رزیڈنٹ نے سفارش کی کہ گورنمنٹ آف انڈیا کو لازم ہے کہ حضور نظام اور انکے لایق مدارالمہام اور نیز دوسرے امراے دربار کی وفاداری کی قدر افزائی فرماے اور علاوہ اسکے ایک مرتبہ کرنل ڈیودسن نے سالار جنگ کی تعریف کرتے ہوے اپنی اسپیچ مین کہا کہ حضور نظام کے مدارالمہام نے جس استقلال اور آمادگی کے ساتھہ برٹش گورنمنٹ کو مدد دی ہے وہ حیطہ تعریف سے باہر ہے۔اس سے پیشتر ریاست دکہن کے کسی دیوان نے انگریزی گورنمنٹ سے ایسی صداقت و سرگرمی کے ساتھہ دوستانہ برتاؤ نہین کیا تہا۔کہ جیسے سالار جنگ نے کیا ہے۔اگرچہ ہمین مدد دینے کی وجہ سے مسلمان انہین مخالف شرع سمجہنے۔اِنپر طعنہ زنی کرنے اور انہین قتل کی دہمکیان دینے لگے لیکن باجود اسکے انکے وفادارانہ طریقہ مین کبہی فرق نہ آیا اور نہ ہماری فوجونکی عارضی پسپائی کی خبرون نے جو ممالک مغربی و شمالی سے پیہم چلی آرہی تہین انہین ایک لمحہ کے لئے بھی متزلزل کیا۔مین نے ایسے وقت مین جس چیز کی انسے استدعا کی انہون نے بغیر کسی غور و تامل کے نہایت مستعدی کے ساتھہ اسیوقت اسکو پورا کردیا اور گورنمنٹ نظام کے ذرایع حتی‌الامکان میرے سپرد کردئیے"

ہندوستان کے ایک اعلیٰ درجہ کے واقف کار نے اخبار ٹائیمس کو لکھا تھا "کہ انکی خدمتیں بالکل بے بہا تھیں" خود لارڈ کینڈنگ نے سنہ ۱۸۵۹ کے ابتدا میں ہز ہائینس نواب افضل الدولہ بہادر کو اپنے ہاتھہ سے ایک خط لکھا ہے جس میں سوپریم گورنمنٹ کی طرف سے حضور نظام کی اس غیر متزلزل وفاداری کا شکریہ ادا کیا ہے جو غدر کے نازک وقت میں ان سے ظاہر ہوئی — اور اسکے ساتھہ وعدہ کیا ہے کہ ان خدمات کے عوض جو سوپریم گورنمنٹ کے ساتھہ ادا کی گئیں آئندہ گورنمنٹ نظام کو کوئی پائدار صلہ مرحمت کیا جائیگا۔

سنہ ۱۸۵۹ کے فروری میں ایک جنونی نے جس نے پہلے ایک جج کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی رزیڈنٹ اور مدارالمہام دونوں پر گولی چلائی۔ لیکن حُسن اتفاق سے دونوں بچگئے۔ اور مدارالمہام کے ملازموں میں سے ایک شخص زخمی ہوا۔ پولیس نے اسیوقت اس کی خوب خبر لی اور پھر اوسکو قید کرکے ایک مہینہ تک سمجھاتے رہے کہ اس مجنونانہ کارروائی پر جس نے اوسکو آمادہ کیا ہے اس کا نام ظاہر کرے۔ لیکن اس دُہن کے پکّے نے نہیں مانا نہیں مانا اور آخر قتل کیا گیا۔

ماہ نومبر کی پانچویں تاریخ سنہ ۱۸۶۱ کو گورنمنٹ آف انڈیا نے ایام غدر کی وفاداری کے صلہ میں حضور نظام کو کوئی ایک لاکھہ روپیہ کے تحائف ارسال کئے اور اوسکے ساتھہ پچاس ۵۰ لاکھہ روپیہ کا قرضہ معاف کرکے۔ رایچور۔ نلدرگ۔ دہارا سیو کے اضلاع حضور نظام کو واپس دے دئے۔ اور اسکے ساتھہ شوراپور بھی مرحمت کردیا کہ وہانکا راجہ باغیوں کے ساتھہ شریک ہوگیا تھا۔ مدارالمہام اور دوسرے امراے ریاست کو بھی عالی قدر مراتب تحفے دئے گئے اور حضور نظام کو نائیٹ گرینڈ کمانڈر آف دی اسٹار آف انڈیا کا خطاب عطا ہوا۔

جن اصلاحات کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ وہ عربوں پٹھانوں روہیلوں اور بیقاعدہ فوجوں کے تخفیف اور ملکی انتظامات کی تجوید تھی جس نے مدارالمہام کو اس عہدے پر مامور ہونے کے بعد مصروف کر رکھا تھا۔ اور دوسرے اصلاح کہ جسکا ذکر ابتک نہیں ہوا وہ مسلمان اور ہندو بچوں کی تجارت تھی کہ جسکے انسداد کے لئے جنوری سنہ ۱۸۵۶ میں ایک اعلان دیا گیا کہ اگر آئندہ کوئی اس تجارت کا مرتکب ہو تو اسکو سخت سزا دیجائیگی۔

سنہ ۱۸۶۰ میں اضلاع دہارا سیو۔ رایچور۔ اور نلدرگ خاص مدارالمہام کے قبضہ اختیار میں رکھے گئے۔ لیکن ہز ہائینس نواب افضل الدولہ بہادر نے انہیں حسب خواہش رزیڈنٹ سپرد مدارالمہام کرنے میں کسیقدر لیت و لعل کیا۔ یہہ لیت و لعل ایک سازش کی وجہ سے تھا۔ جو مدارالمہام کی معزولی کی نسبت کی جارہی تھی۔ حضور نظام کو اسبات کا یقین دلایا گیا تھا کہ رزیڈنٹ چاہتے ہیں کہ مدارالمہام معزول کردئے جائیں۔ جب حضور نے کرنل ڈیودسن سے اس بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے اسکی ایسے سخت مخالفت کی کہ نظام بالکل متعجب ہوگئے۔ اسوقت پر کھلا کہ کسی نے حضور کی غلط فہمایش کی تھی۔ پھر اس سازش کے مرتکبوں کا سراغ لگایا گیا۔ اور حضور نظام اور مدارالمہام میں بالکل صلح ہوگئی — نظام نے سالار جنگ کو اپنی صفائی قلب کا یقین دلانے کے لئے بہت سے قیمتی تحائف مرحمت فرمائے اور اضلاع مذکور انکے سپرد کردئے تو سالار جنگ نے انکا ویسا ہی انتظام کیا جیسا انگریز کرتے تھے۔ اوسکے بعد سنہ ۱۸۶۲ میں دوسری ایک سازش اوسی قسم کی مدارالمہام کی معزولی کی نسبت کی گئی لیکن اسکو بھی روک دیا گیا۔

سنہ ۱۸۶۷ کی آغاز میں نظام نے اپنے اور مدارالمہام کے درمیان ایلچی گری کے لئے ایک ایسے شخص کو مقرر کیا تھا جو مدارالمہام کا جانی دشمن تھا اسلئے مدارالمہام نے اپنا استعفا پیش کردیا لیکن وہ استعفا منظور نہیں ہوا اور بہت جلد مصالحت ہوگئی۔ پھر حضور نظام نے ملکہ معظمہ کے طرف سے نیابتاً انہیں ستارۂ ہند کا خطاب مرحمت فرمایا اور رزیڈنٹ سر جارج یول بھی اسیوقت اسی خطاب سے مخاطب ہوے۔

سنہ ۱۸۶۹ میں مدارالمہام ایک ہوادار میں سوار ہو کے حضور نظام کے دربار کو جارہے تھے اس ہوادار کے اطراف انکے جلو میں بہت سے ملازم تھے جب وہ ہوادار نظام کے محل کے قریب ایک تنگ گلی میں پہونچا تو ایک شخص نے ازدحام میں سے ان پر پیہم پستول کے دو فیر کئے۔ پہلے فیرنے مدارالمہام کے ایک ملازم کو سخت مجروح کردیا جس سے وہ جانبر نہو سکا۔ اور دوسرے فیر کی گولی سر سالار کی پگڑی کو چہوتی ہوئی ہوادار کو توڑ کے باہر نکل گئی اور دوسرے نوکر کو زخمی کردیا۔ قاتل کو اسوقت گرفتار کرلیا گیا اگر سالار جنگ اپنی بلند حوصلگی سے مانع نہوے ہوتے تو وہیں اسکے ٹکڑے ٹکڑے کردئے گئے ہوتے۔ اس حملہ کے موقوف ہونے کے بعد وہ اطمینان کے ساتھہ حضور نظام کے دربار میں آئے اور اپنی معمولی جگہہ پر متمکن ہوئے۔ نظام کو پہلے ہی سے اس واقعہ کی خبر ہوچکی تھی انہوں نے نہایت تپاک کے ساتھہ مدارالمہام کو انکے بال بال بچنے کی مبارک باددی۔ مجرم شہر کے کوتوال کے سپرد ہوا اور مقدمہ کی تحقیقات کے بعد جو نہایت تحمل او بردباری کے ساتھہ عمل میں لائی گئی۔ اسکی گردن اڑادی گئی۔ ہرچند مدارالمہام نے چاہا کہ اسکی سزاے موت کو قید سے بدل دیا جائے لیکن حضور نظام نے نہیں مانا۔ اس واقع کے کوئی دو ہفتے بعد حضور نظام نے ایک اعلان جاری

گیا کہ سوائے سرکاری ملازمون کے کوئي شخص هتیار لیکے باہر نہ نکلے اور اسکے ساتھہ یہ بھي ظاہر کردیا گیا کہ جو لوگ مسلح سپاہیون کو اپنے ساتھہ رکھتے ہین وہ انکے چال چلن کے ذمہ دار ہین اور ملازم سپاہي اسي وقت پر مسلح ہون جب وہ اپنے آقاؤن کي جلو مین باہر نکلین۔ سالارجنگ جیسے آپ راست باز اور وفادار تھے ویسے ہي دوسرے ملازمان ریاست کو بھي کیا چاہتے تھے اگر کبھي کسیکو اسکے خلاف پاتے تھے تو فوراً اسکو روکنے اور سزا دینے مین کوتاہي نہین کرتے تھے۔ چنانچہ اسکي مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ ماہ نومبر سنہ ۱۸۶۸ مین محکمہ عدالت کے ایک اعلي عہدہ دار کو رشوت ستاني کے جرم مین دو برس قید کي سزا دیدي۔ اور دوسرے دو ججون کو جنہون نے اس سے چشم پوشي کي تھي عہدون سے برطرف کردیا۔ اور اسیطرح سے سرکاري خزانچي کو بھي جس نے امانت مین خیانت کي تھي معزول کرکے قید کردیا۔

جب نواب افضل الدولہ بہادر نظام دکہن نے سنہ ۱۸۶۹ کے ماہ فروري مین انتقال کیا تو اسوقت انکے فرزند حضور میر محبوب علي خان نامي کي عمر صرف دو برس کي تھي۔ لیکن اسیوقت وہ اپنے والد مرحوم کي جگہ پر نظام دکہن مشتہر کردئے گئے۔ لیکن اتني کم سني کي وجہ سے اِس وقت اس بات کي ضرورت پائي گئي کہ حضور نظام جب تک عمر کو پہونچین تب تک تمشیت امور ریاست کے لئے انکے قایم مقام مقرر ہونے چاہئے۔ چنانچہ اسکے مطابق سرسالارجنگ اور نواب شمس الامرا بہادر دونون منتخب ہوے اور امور ریاست انکے حکم سے چلنے لگے لیکن کبھي کبھي اہم معاملات مین رزیڈنٹ کي بھي راے لیجاتي تھي۔ مدارالمہام ایک مرتبہ ویسراے کے مہمان ہوکر کلکتہ گئے ہوئے تھے جہان تمام اقوام کلکتہ نے نہایت تپاک کے ساتھہ انکا خیر مقدم کیا تھا۔ ۵ جنوري سنہ ۱۸۷۱ کو انہین رزیڈنٹ کے ذریعہ سے کے۔ جي۔ سي۔ ایس آئي کا خطاب دیاگیا۔ اسکے دوسرے سال ماہ نومبر سنہ ۱۸۷۲ مین جبکہ لارڈ نارتھہ برک نے بمبئي مین دربار اعظم منعقد کیا تھا اس مین شریک ہونے کے لئے وہ بمبئي گئے تھے لارڈ نارتھہ بروک کا ارادہ تھا کہ بمبئي سے مراجعت کرتے وقت اورنگ آباد ایلورا کے غارون کا ملاحظہ کرین اسلئے سرسالار جنگ جشن دربار سے فارغ ہوکر ضروري انتظامات کے لئے اورنگ آباد گئے۔ اور سنہ ۱۸۷۵ مین پھر دوسرے دفعہ انہین کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا جہان سے وہ اسی سال کے جنوري مہینہ مین واپس آگئے۔

جب ماہ نومبر سنہ ۱۸۷۵ مین حضور پرنس آف ویلز ہندوستان تشریف فرما ہوے تھے تو سرسالارجنگ معہ اور امرائے حیدرآباد کے حضور نظام کي طرف سے وکالتاً ان کے خیر مقدم کے لئے بمبئی گئے تھے۔ پہلے تو تجویز تھی کہ خود حضور نظام تشریف لیجائین۔ لیکن بوجہ علالت طبع کے ڈاکٹرون نے رائے نہین دی اسلئے وہ تجویز رد ہوگئی۔ بمبئی مین حضور پرنس آف ویلز اور مدارالمہام مین تحایف وہدایا کا تبادلہ ہوا۔ پرنس آف ویلز نے اپنی طرف سے سالارجنگ کو جو تحفے دئے تھے وہ یہہ تھے۔ ایک تلوار چاندی کے قبضہ کي جس مین جواہر جڑے ہوئے تھے ایک سونے کي انگوٹھی۔ اور ایک سونے کا میڈل جسکے ایک طرف پرنس کي تصویر تھی اور دوسری طرف شترمرغ کے تین پر اور اسکے نیچے پرنس کا موٹو۔ اور تین قیمتی کتابین جن پر لال موراکو کي جلد تھی۔

جنوری سنہ ۱۸۷۶ مین اسٹار آف انڈیا کے چیاپٹر مین شریک ہونے کے لئے تیسرے مرتبہ انکا کلکتہ جانا ہوا۔ وہان سے واپس آنے کے بعد اسی مہینہ مین ایک امیر ڈیوک آف سدھرلینڈ نامی جو پرنس کے ہمراہیون مین تھے۔ حیدرآباد مین سرسالار جنگ کے مہمان ہوکر آئے اور ہنگام رخصت انہون نے سرسالارجنگ کو نہایت اصرار کے ساتھہ انگلنڈ مین اپنے مہمان ہونے کي دعوت دي انہون نے قبول کرلیا۔ اور اسی سال ماہ اپریل معہ اسٹاف کے روانۂ یوروپ ہوے۔

ہز اکسلنسی معہ اپنے خدم وحشم کے پانچوین مئی کو وارد اٹالیا ہوے اور چھٹھی کو وہان کے بادشاہ وکٹر امانیوئل سے محل کوئریندل مین درباری ملاقات کي۔ اور اوسکے بعد بادشاہ معزی الیہ نے انہین ایک تخلیہ کي ملاقات کا بھی عزاز بخشا اور نہایت تپاک کا اظہار فرمایا۔

روم کے پوپ کي بھی ملاقات سے مشرف ہوے جنہون نے اس حفاظت کے لئے جو نظام کي ریاست مین رومن کیتھولک لوگون کي کي جاتی ہے انکا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ مین امید رکھتا ہون کہ ہمیشہ وہ لوگ اسیطرحسے آپکے زیر حفاظت امن مین رہینگے۔ اس کے بعد انہون نے فلارنس اور نیز دوسرے اٹالیا کے بڑے بڑے شہرون کي سیر کي۔

مئي کي ۱۳ وین کو داخل پیرس ہوکر گرینڈ ہوٹل مین فروکش ہوئے۔ لیکن اتفاق سے اسي رات کو زینہ پر سے انکا پیر پھسل گیا۔ اور ران کي ہڈی ٹوٹ گئي اسلئے مجبوری کے ساتھہ چند روز انہین وہان توقف کرنا پڑا اور ۱۶ مئي کو جیسے پہلے انتظام ہوچکا تھا داخل انگلنڈ نہوسکے جب انہین کسیقدر صحت حاصل ہوئي تو اواخر ماہ مئی مین وہ وہان سے روانہ ہوکر پہلی جون کو داخل انگلنڈ ہوے اور فوکسٹون کے بندر پر جب انکا جہاز پہونچا تو ڈیوک آف سدھرلینڈ انکے استقبال کے لئے جہاز پر آئے چونکہ سرسالارجنگ بوجہ ران کے صدمہ کے چل نہین سکتے تھے اس لئے سولجرون نے نہین ایک کرسی پر بٹھلا کے کنارے اوتارا۔ وہان انکی خیر مقدم کے لئے بہت سے معززین جمع تھے جن مین مارکوئیس آف ٹوئیڈسڈیل بھي شریک تھے لارڈ سدھرلینڈ نے انسے اور نیز دوسرے لوگون سے انکا تعارف کروایا اوسکے بعد فوکسٹون کے میئر

نے انکے خیر مقدم کا ایک ایڈریس پڑھا—انگلنڈ میں تمام لوگوں نے بڑی گرمجوشی اور تپاک سے انکی آؤ بھگت کی چنانچہ لنڈن کا ایک مشہور اخبار بیان کرتا ہے کہ ہمارا نیا مہمان وہ شخص ہے کہ جس نے ایسے نازک وقت میں جنوبی ہندوستان کو انگلنڈ کے لئے بچائے رکھا کہ جب ہماری سلطنت وہاں متزلزل ہورہی تھی اور دہلی ہمارے قبضہ سے نکل گئی تھی—اگر جنوبی ہندوستان میں بھی غدر برپا ہوگیا ہوتا تو ممکن تھا کہ ہم جان و مال کے اصراف کے ساتھ اسکو فرو تو کرسکتے—لیکن سرسالار جنگ نے ہماری بیحساب جانوں اور بیحساب روپیہ کو تلف ہونے سے بچالیا اگر انکی بیبہا خدمتوں کی شکر گزاری کا کوئی عمدہ موقع ہوسکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ اب وہ انگلنڈ آئے ہوئے ہیں—

۲۰ جون کو حضور پرنس آف ویلز نے سرسالار جنگ کی آنر میں ایک عظیم‌الشان جشن کیا جس میں وہاں کے بڑے بڑے امرا اور بڑے بڑے مدبرین اور نیز ہندوستان کے قدیم افسر انکی ملاقات کے لئے مدعو تھے—۲۱ جون کو آکسفورڈ میں انہیں ڈی—سی—ایل کا خطاب دیا گیا—۳ جولائی کو مارکوئیس آف سالسبری انہیں ونڈسورکیسل کو اپنے ہمراہ لیگئے اور جناب ملکۂ معظمہ کی خدمت میں پیش کیا اسوقت سرسالارجنگ نے بطور فرمانبردار کے نذر پیش کی اور ملکۂ معظمہ نے ہاتھہ لگا کے بھجوا دی انہوں نے ملکۂ معظمہ کے ساتھہ ڈنر نوش کیا اور رات ونڈسورکیسل ہی میں بسر کر کے صبح کو لنڈن واپس آئے—ملکۂ معظمہ کی ڈنر پارٹی میں شہزادی بیٹرس شہزادۂ لیو پولڈ—مارکوئیس سالسبری اور انکی بیوی اور بعض دوسرے لوگ بھی شریک تھے—۵ جولائی کو ایک شاہی بال ہوا جس میں سرسالار جنگ معہ اپنے ہمراہیوں کے موجود تھے—ایسے مواقع پر دو شخص ہمیشہ انکی خدمت میں رہتے تھے ایک نظام یار جنگ اور دوسرے کپتان کلارک—

٦ جون کو لارڈ سالسبری اور انکی بیوی نے انہیں ایک ڈنر پارٹی دی اوردوسرے روز سرسالار جنگ نے حضور پرنس آف ویلز کی ضیافت کی—

اس ضیافت میں پیشتر تناول طعام کے ایک دربار مشرقی قاعدے کے مطابق منعقد ہوا جسمیں انہوں نے حضور پرنس آف ویلز کو ایک سو ایک اشرفی نذر گذرانی پرنس نے اسکو نہایت خوشی سے ہاتھ لگا کے بھجوادیا—پیشتر اسکے کہ سر سالار جنگ ڈیوک آف سدہرلنڈ کے مہمان ہوکر ٹرنتھام جائیں ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن کیطرف سے انکی تشریف آوری انگلنڈ پر ایک تہنیت نامہ دیا گیا جسمیں انکی اس حکمت عملی اور اس وفاداری کے بیان کے ساتھ جو ایام غدر میں انہوں نے برطانیہ اعظم کے ساتھ برتی تھی اونکی ادائگی خدمت مفوضہ کی نہایت تعریف کی گئی اور بیان کیا گیا کہ انکا نام بطور ایک مشہور و معروف دیسی مدارالمہام کے انکی اولاد میں ہمیشہ یادگار رہیگا—

سالارجنگ نے نہایت موزوں ومناسب الفاظ میں اسکا جواب دیا—

مینچسٹر اور لیورپول والوں نے بھی انہیں دعوت دی تھی—لیکن بوجہ علالت کے وہ انکی دعوت قبول نہ کرسکے—

ٹرنتھام ہال میں لارڈ سدہرلنڈ کے ساتھ چندروز بسر کرنے کے بعد سر سالارجنگ ڈنربون کیسل کو گئے—جو لارڈ روزبری کا اسکاچ رزیڈنس ہے—یہاں بہت سے ڈیپوٹیشن اُنکے پیش کئے گئے—

جولائی کی ۲۲ اور ۲۳ کو سر سالارجنگ نے ایک ڈنر پارٹی دی جسمیں وہاں کے مشہور ومعروف امرا مدعو تھے مثلاً تمام ڈیوک—تمام ہندوستان کے سابق ویسرائے تمام سفیران دول—اور کنٹربیری کے آرچ بشپ وغیرہ وغیرہ—

جولائی کی ۲۵ کو گلڈہال میں کورٹ آف کامن کونسل کا ایک جلسہ منعقد ہوا جسمیں ہز اکسلنسی کو شہر لنڈن کی اعزازی آزادی مرحمت کی گئی—اور ۲٦ کو مینچسٹر کارپوریشن اور مانچسٹر چیمبر آف کامرس کے ڈیپوٹیشنوں نے انکی خدمت میں حاضر ہوکر نہایت محبت آمیز تہنیت نامہ پڑھے—اور اونہوں نے بھی انہیں ویساہی جواب دیا انگلنڈ میں دومہینوں کی اقامت کے بعد وہ لنڈن سے ۳۱ جولائی کو پیرس روانہ ہوئے حقیقت میں یوروپ کا سفر انکے اور انکے ہمراہیوں کے لئے نہایت دلچسپ تھا—انہوں نے پیرس میں جتنے قابل دید مقامات تھے انکا ملاحظہ کیا اور فرانس کی دارالسلطنت کے عجائبات سے وہ بھی ویسے ہی متعجب ہوئے کہ جیسے دوسرے اجنبی لوگ ہوا کرتے ہیں—

۳ اگست کو سرسالارجنگ پیرس سے مونٹ سینس اور میلان ہوتے ہوئے برنڈیسی کو روانہ ہوئے—جہاں سے ۸ وین کو آگیرت میں سوار ہو کر ۲۴ کو داخل بمبئی ہوئے—انکا یہ سفر کل ساڑھے چار مہینوں کا تھا—

چونکہ وہ کامل طور پر تندرست نہیں ہوئے تھے اسلئے جہاز کے ملاحوں نے چیرز دیتے ہوئے انہیں ہاتوں ہاتھ کنارے پر اوتار دیا—اور اس چیرز میں آگیرت کے تمام مسافر بھی شریک تھے یہہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بمبئی کو آتے وقت اتفاقاً انکی آگیرت کا عبور ایک جنگی جہاز کے قریب سے ہوا اور جب جہازیونکی معلوم ہوا کہ اس میں سر سالارجنگ ہیں تو تمام سولجر اور سیلر بالائی حصوں اور رسیوں وغیرہ پر جمع ہوکے بڑے زورسے چلانے لگے کہ تین چیرز سالار جنگ کے لئے جو ہندوستان کا بچانے والا ہے—اور اسکے ساتھ ہوا کے ایسے نعرے بلند ہوئے جو محض انگریزوں ہی سے بلند ہوسکتے ہیں—

سر سالارجنگ ۲۵ کو حیدرآباد پہونچے۔ اور وہان کے لوگون نے بڑی دہوم دہام کے ساتھ انکا استقبال کیا ڈسمبر سنہ ۱۸۷۱ مین جبکہ دہلی مین شاہی دربار ہوا تو حضور نظام بھي وہان تشریف لیگئے تھے اور سر سالارجنگ معہ اور بہت سے امرای دکہن کے انکي خدمت مین موجود تھے —

سنہ ۱۸۸۲ کے موسم گرما مین مدارالمہام ریاست حیدرآباد مین بعض اصلاحات امور ریاست اور نیز حضور نظام کے سفر انگلنڈ کے انتظامات کي نسبت حضور ویسراے سے مشورت کرنے کے لئے چند روزکے واسطے شملہ گئے ہوئے تھے۔ یہ پہلاہی وقت تہا کہ سرسالارجنگ نے گورنمنٹ آف انڈیا کے موسم گرما کے ہیڈ کوارٹر کي سیاحت کي تھي اگرچہ وہ وہان ایک ہفتہ سے زیادہ نہین رہے لیکن اس کم مدت کي سیرو سیاحت کا انکے دل پر ایسا عمدہ اثر ہوا کہ جب لوگ انکی ملاقات کو جاتے تھے تو عندالتذکرہ وہ انہین وہان کے سفر کي ترغیب و تحریص دلانے سے چوکتے نہین تھے۔ شملہ مین ویسراے اور لیڈی رپن سے لیکے جتنے افسران ماتحت اور نیز دوسرے انگریز تھے وہ سب انکی راست بازی انکے چال چلن اور انکے عادات و اطوار سے نہایت ہی خوش تھے۔ جب وہ وہان سے روانہ ہوے تو انکے نئے دوستون کا ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا تہا۔

جنوري سنہ ۱۸۸۳ مین حضور نظام سر سالارجنگ کے ساتھ رایچور اور گلبرگہ کو جو مشہور تاریخی شہر ہین تشریف لیگئے۔ اور وہان سے اورنگ آباد ہوتے ہوئے جنوری کے اخیر مین وارد دارالریاست ہوے۔ اس مختصر دوري مین مدارالمہام نے حضور نظام کو ریاست کي آمدني اور حکمراني وغیرہ کي نسبت نہایت محنت و مشقت کے ساتھ بہت سی ضروري باتین معلوم کرائین جہان جہان وہ گئے۔ وہان کے حکام کو بلوا کے انکی زباني ان اضلاع کا حال حضور نظام کي خدمت مین بیان کروایا۔

دارالریاست کو واپس آنے کے بعد وہ نظام کے سفر یوروپ کے تہیہ مین نہایت مستعدی کے ساتھ مشغول ہوے اور ان امیرون اور ملازمون کي فہرست تیار کي جنہین ہمراہ لیجانا منظور تہا۔ اور مقرر کردیا کہ ٦ اپریل کو حضور بمبئی سے روانہ ہوکے چند ہفتہ اقلیم یورپ مین بسر کرنے کے بعد ۲۰ مئی کو انگلستان مین داخل ہونگے۔ غرض سب تیاریان ہوچکین اور صرف یہی باقی رہا کہ پی اینڈ او کمپني کا آگبوٹ ہڈاسپس نامی کرایہ سے لین اور روانہ یوروپ ہوکر حضور کو وہان کي خوب سیرو سیاحت کرائین کہ ایسے مین یکایک گھڑیال مین غلہ لگا اور تمام حیدرآباد غریق رنج و الم شدید ہوگیا۔

اس افسوسناک کیفیت کي تفصیل یہ ہے۔ کہ ۵ فروری کو نواب سرسالار جنگ اپنی حسب عادت خاصہ نوش کرکے محل مین واپس تشریف لائے تقریباً آدھی رات تک مصروف کاروبار رہکے بستر استراحت پر گئے۔ رات کے دو بجے کا عمل تہا کہ یکایک طبیعت بگڑ آی۔ اطبا حاضر ہوئے انہون نے تشخیص کرکے کہا کہ وبائے ہیضہ ہوگئی ہے۔ اوسوقت اونکی حالت کچھہ ایسی خوفناک نہین تھی اور یہی وجہ تھی کہ انکے دونو فرزند علی الصباح انہین دیکھکے چیتے کے شکار مین شریک ہونے کے لئے سرورنگر چلتے ہوگئے۔ آٹھوین تاریخ کو صبح کے نو ۹ یا دس ۱۰ بجے تھے کہ طبیعت بالکل خراب ہوگئی۔ لیکن انکا صبر و تحمل اسدرجہ بڑہا ہوا تہا کہ انہون نے اپني بیماری کي سختی کو لوگون پر ظاہر ہونے ندیا اس شب انکے ہان ایک پارٹی ہونے والی تھی۔ جب لوگون نے انکی یہ حالت دیکھکر اسکے ملتوی کرنے کي اجازت چاہی تو تہوڑی دیرتک وہ راضی نہوے اور کہا کہ اگر مین اپنے مہمانون کا استقبال نہ کرسکونگا تو کیا ہوا میرے دونون بیٹے موجود ہین۔ غرض جیسے جیسے دن بڑھتا گیا انکی نقاہت بھی بڑھتی گئی اور آواز بھی بیٹھتی گئی۔ قریب ۱۱ بجے کے جب میجر پرسي گف کو معلوم ہوا کہ سالارجنگ نے ڈاکٹر بیومنٹ کو جو رزیڈنسی کا سرجن ہے بلوانے سے انکار کیا ہے تو وہ گھبرائے اور اسکو اپنی ذمہ داری پر ساتھ لیکے دوپہرکے وقت وہان آن پہونچے۔ تبن پہر کو جب انکی علالت کي خبر تمام شہر مین عام ہوئی تو لوگون نے عیادت کے لئے آنا شروع کیا۔ تمام کمپاونڈ گاڑیون سے بھرگیا۔ پانچ ۵ بجے انکی زندگی کي امید بالکل منقطع ہوگئی اور شام کے سات پر پچیس ۲۵ منٹ کو وہ اس عالم فاني سے طرف عالم جاوداني کے انتقال کرگئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّآ اِلَیہِ رَاجِعُون۔ کمپاونڈ اور کمپاونڈ کے باہرکے لوگون کو جب یہ خبر ہوئی تو پہلے تو وہ جھوٹ سمجھے لیکن جب انکے اقربا۔ احباب اور ملازمون کے رونے کي آواز بلند ہوئی تو پھر سب کے سب رونے اور چلانے لگے۔ اور اسکے بعد بالکل سناٹا ہوگیا۔ سواے سسکیان بھرنے کے اور کوئی آواز نہین آتی تھی۔ جب انکے انتقال کي خبر شہر مین پھیلی تو کل زن و مرد ایسے زار زار رونے لگے کہ جیسے کوئي انکا قریب کا رشتہ دار مرگیا ہو۔ اور حقیقت مین انکا رونا کچھہ بیجا نہ تہا کیونکہ وہ انکے ساتھ ویسے ہی پیش آتے تھے۔

حضور نظام کو جب انکی علالت کي خبر پہونچی تو بے اختیار انکي تو آنکھون سے آنسو روان ہوگئے اور ایسے رونے لگے کہ کسی کے منائے نہین منتے تھے۔ اس شب کو شہر کا عجیب حال تہا۔ جن لوگون نے دیکھا ہے وہ بیان کرتے ہین کہ تمام شہر پر مُردني چھائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ تمام راستون پر سناٹا تہا نہ کسیکی آواز آتی تہی نہ کہین ہل چل پائی جاتی تھي کہین کہین بعض راہرو نظر آجاتے تھے۔ لیکن انکے چہرون پرا یسی یاس چھائی ہوئی تھی کہ دیکھنے سے رنج ہوتا تہا۔ غرض

وہ رات تمام اور اسکے بعد متصل کئی روز تک حیدرآباد غریق رنج و الم نظر آتا تھا۔حالانکہ اس سے پیشتر بھی اکثر ایسے واقعات ہوائے۔لیکن کبھی شہر اور باشندگان شہر کی ایسی حالت نہیں ہوئی تھی۔جو اُسوقت پر ہوئی۔مدارالمہام مرحوم تیس ۳۰ سال تک ریاست حیدرآباد کے آسمان پر مثل آفتاب کے تابان و درخشان رہے۔خدا انہیں مغفرت کرے۔اُس حادثہ کے دوسرے روز صبح کو سکندرآباد اور بولارم کی انگریزی کنٹونمنٹ سے عزاداری کی توپیں چھوٹنے لگیں۔

۹ تاریخ کی صبح کو انکی میت محل سے نکلی۔جس جس راستے پر اسکا گذر ہوتا تھا وہان ہزارہا آدمی دہاڑین مار مار کر رونے اور چلانے لگتے تھے۔مکانون کے بالاخانون اور دریچون مین عورتین کھڑی ہوئی سینہ زنی کرتی تھین۔غرض کیا ہندو کیا مسلمان اور کیا دوسرے اقوام کے لوگ۔کوئی ایسا نہیں تھا جو زار زار نروتا تھا۔خود حضور نظام بھی میت کو دیکھکے آہ و فغان کررھے تھے۔میت کے آگے ہاتھیون پر خیرات تقسیم ہوتی جاتی تھی اور ساتھہ اسقدر جم غفیر تھا کہ جب میر مومن کے دائرے مین جو انکا موروثی قبرستان ہے میت پہونچی تو اسکے پیچھے ایک میل کے فاصلہ تک لوگونکا ازدحام تھا سب لوگ پیدل تھے اور اکثر برہنہ سر۔جب ساڑھے دس ۱۰ بجے میت قبرستان پہونچی تو چدرگھاٹ سے عزاداری کی توپین چھوٹنے لگین۔میت کو قبر مین اوتارنے کے وقت پھر ازسرنو شورِ فریاد وفغان بلند ہوا اور لوگونکی حالت پھر مارے رنج والم کے متغیر ہوگئی غرض دفن کے بعد فوجون نے قبر پر تین مرتبہ سلامی دی اور سب لوگ رخصت ہوگئے۔

حقیقت مین جب سے کہ انگریزی حکومت ہندوستان مین قایم ہوئی سرسالار جنگ کا سا اعلیٰ درجہ کا مدبر اور اعلیٰ درجہ کا عقلمند ہندوستان مین کبھی پیدا نہین ہوا۔انہون نے اپنی کارروائی کے ابتدائی زمانہ مین برٹش گورنمنٹ کی ایسے نازک وقت پر جبکہ وہ بالکل معرض خطر مین پڑی ہوئی تھی نہایت عمدہ خدمتین کی تھین۔اور ساتھ ہی اسکے اونھون نے اپنے ہموطنون مین ایسا اعتبار اور ایسی ہردلعزیزی حاصل کی تھی جو انکے زمانہ مین کسی دیسی مدبر کو نصیب نہین ہوئی اونکی قایم مزاجی۔انکی حکمرانی انکا استقلال انکی دانائی اور انکی لیاقت نے کل مشکلات کو انکے سامنے سے ہٹادیا ورنہ وہ مشکلین ایسی تھین کہ ایک کم ہمت آدمی کبھی انپر غالب نہین آسکتا تھا۔انہون نے جو ترقی کی وہ انکے پیشتر حیدرآباد کے کسی مدارالمہام کو نصیب نہین ہوئی تھی۔ملکۂ معظمہ کے وہ ایک نہایت وفادار اور خیرخواہ دوست تھے اسلئے انگریز بھی انکے نام کی کتچھہ کم عزت نہین کرینگے۔وہ خوب جانتے تھے کہ دکن کی ریاست جسکے وہ مدارالمہام تھے اگر امن و امان مین رہسکتی ہے۔تو وہ انگریزی حکومت ہی کی وجہ سے رہسکتی ہے اسلئے وہ چاہتے تھے کہ اسکو کسی طرحکا نقصان نہ پہونچے۔وہ انگریزی علوم پر بخوبی حاوی تھے مغربی رسم ورواج اور مشرقی خیالات سے انہین پوری آگاہی تھی۔وہ ایک عالم شخص تھے اور اپنی حین حیات تک جیسے وہ اپنے مذہب کے پابند رہے ویسے ہی وہ اپنے وطن کے خیرخواہ رہے۔حیدرآباد چاہے اسوقت پر ذی لیاقت مدبرون پر کتناہی فخر کیون نہ کرے۔لیکن وہ نہین نہین بلکہ کل مشرقی ممالک۔ایسے شخص کے پیدا ہونے کی امید نہین رکھہ سکتے جو سرسالار جنگ اعظم پر فراست و دانائی و سیاست و حکمرانی مین گوئے سبقت لیجا سکے۔

سرسالار جنگ اعظم کے دو لڑکے اور دو لڑکیان تھین لیکن افسوس ہے کہ انکے بعد انکے دونون لڑکونکا انتقال ہوگیا۔اس انتقال کی وجہ سے اُن لوگون کو سخت صدمہ پہونچا جو اوس مدبر اعظم کے دوست تھے اور آرزومند تھے کہ اسکی اولاد دنیا مین سرسبز ہو اور اپنے باپ کی سخت محنتون کے نتیجہ سے فائدہ اٹھائے۔بہرحال اب انکے ایک پوتے آٹھہ سال کی عمر کے ہین جنکا نام میر یوسف علی ہے۔یہ سرسالار جنگ ثانی کے فرزند ہین جو اپنے باپ کے بعد سنہ ۱۸۸۴ مین حضور نظام کی مسند نشینی کے ساتھہ مدارالمہام ریاست مقرر ہوئے تھے۔

امرای اعظام

نواب سر خورشید جاہ بہادر کے-سی-آئی-اِی

THAIG JUNG SHUMS-UL-OOMRAO AMIR-I-KUBIR

SIR KHOORSHEED JAH K.C.I.E.

هز اکسلنسی ابوالخیر خان تیغ جنگ خورشید الدوله خورشید الملک خورشید الامرا شمس الدوله شمس الملک شمس الامرا امیر کبیر سر خورشید جاه بہادر کی-سی-آی-ای

هز اکسلنسي نواب سر خورشید جاه بہادر-کے-سی آئی-ای هز ہائنس مرحوم و مغفور سکندر جاه کے نواسے اور هز ہائنس مرحوم ناصرالدولہ کے بھانجے ہین-کہتے ہین کہ نواب ناصرالدولہ اپنے بھانجے سے بڑي محبت رکھتے تھے-کیونکہ عالم طفلی مین سر خورشید جاه بڑے تیز طبع اور بڑے ہونہار مشہور تھے-ابھی عمر بلوغ کو نہ پہنچے تھے کہ نواب ناصرالدولہ نے انہین تیغ جنگ اور ابوالفخر محمد فخرالدین کے خطاب مرحمت فرمائے-

جبکہ هز ہائنس افضل الدولہ موجوده حضور نظام کے والد ماجد تخت پر رونق افروز ہوے تو نوجوان تیغ جنگ نے انکا بھی دل اپني طرف گرویده کرلیا-نواب صاحب موصوف نے نوجوان شہزادے کے ایک خاص اعزاز دینے کي غرض سے اپنی سب سے بڑی اور پیاری بیٹی عقد نکاح مین دی-اور خطاب خورشید الدولہ خورشید الملک خورشید الامرا خورشید جاه انہین مرحمت فرمائی-یہہ خطابات انہین سنہ ۱۸۵۹ع مین دئے گئے-یہہ بات قابل یاد داشت ہے کہ خطاب جاه خاص حضور نظام کے خاندان کا خطاب ہے-اور خاندان شاہی کے علاوه شاذ ہی کسی کو دیا جاتا ہے-سر خورشید جاه کے آبا و اجداد مین سے کسی کو یہہ خطاب نہین ملا-اور علی الخصوص یاد رکھنے کے قابل یہہ ہی کہ یہہ بڑے سے بڑا خطاب انکے والد اور چچا کے حین حیات انہین دیا گیا تھا-لیکن اسپر موقوف نہین-نواب افضل الدولہ نے انہین نشان ماہی مراتب دیکر انکا اعزاز اور بھی بڑہا دیا-یہہ نشان ان دنون مین صرف نشان شاہی سمجھا جاتا تھا-اور ساتھہ اسکے بہت سے اختیارات رکھتا تھا-

سر خورشید جاه اپنی جوانی مین نہایت حسین جوان تھے-اور جون جون انکی عمر بڑھتی گئی یون یون انکا چہره اور تزک اور آثار بزرگی نمایان ہوتے گئی کیونکہ فی الحال بھي انکے چہرے پر بزرگی اور امارت برستی ہے-ایسا خیال کیا گیا ہے کہ نواب افضل الدولہ نے انہین خورشید جاه کا خطاب صرف خانداني لحاظ اور تیزئی طبع کے لئے نہین دیا تھا بلکہ انکے حسن خداداد کے باعث مرحمت کیا تھا-

سر خورشید جاه اپنے دادا کے لاڈلے تھے اور جو اثر اس امر نے اپنے پوتے پر ڈالا ہے اوس سے ہر طرح انکی عادات و اطوار کي درستگی ہوئی-اور نتیجہ یہہ ہوا کہ انکا طرز معاشرت بہت ساده سیدھا اور عادات و اطوار نہایت مہذب اور شایستہ ہوگئے-انہین علم کا بہت شوق پیدا ہوا کہ جو اور دولت مند اور صاحب ثروت نوجوانون مین کم پایا جاتا ہے-

باجود بے انتہا دولت اور طرح طرحکی دلکو ورغلانے اور پھانسنے والی چیزون سے گھرے ہوے ہونیکے-بالخصوص ایسے وقت پر کہ جوش جواني اور عقل کو ایک دوسرے سے کچھہ سروکار ہی نہو سر خورشید جاه کا اپني طبیعت پر قابو رکھنا اور اپنے وقت کو سنجیده اور لایق امور زندگاني مین مشغول کرنا اور تحصیل علم مین روکنا قابل تحسین و آفرین ہے-انکے مصاحب بہت تھوڑے لیکن نہایت منتخب تھے-اور اکثر وه عمر رسیده شخصون کي صحبت کو ترجیح دیتے تھے-وه ہمیشہ اپنے دادا کے ساتھہ امور انتظام مین شریک رہا کرتے تھے-اور جو عادت اسوقت مین انکی طبیعت کے اندر پڑتی ہوئی ہے اوس سے اب انہین کام کرنیمین بڑا مزا ملتا ہے-اور صبح سے شام تک کام مین مشغول رہین تو بھی انکو بالکل تکان معلوم نہین ہوتی ہے-

سر خورشید جاہ کو سیر و سیاحت کا بڑا شوق ہے اور شاید یہہ نتیجہ انکی کامل تاریخی مہارت کا ہی--انہون نے ان ایام مین سفر کئے ہوے ہین کہ جب ریلوے کا نام بھی ہندوستان مین نہ تھا-اور شاذ ہی ایسا تاریخی دلچسپی رکھنے والا مقام ہوگا کہ جو انہون نے نہ دیکھا ہو-انہون نے تمام بڑے بڑے شہر دکن ممالک متوسطہ اور گجرات کے دیکھے ہین بلکہ سرحدی مقامات مثلاً کوویٹا--سیبی اور چمن تک سفر کرچکے ہین-سفر مین انہین ایک خاص دلچسپی ہے اور اسمین کسی طرحکے خرچ اور تکلیف کو انہون نے اٹھا نہین رکھا--

چونکہ سر خورشید جاہ کو بذات خود تواریخ بینی کا بڑا شوق ہے اسلئے انہون نے ہندوستان کی ایک تاریخ اردو مین لکھی ہے--جسمین حیدرآباد کا مخصوص ذکر ہے--پہلے پہل تو یہہ کتاب صرف دوست آشناؤن مین تقسیم کرنے کے لئے طبع کرائی گئی تھی--لیکن بعد ازآن اسکا انگریزی مین ترجمہ ہوا ہی اور شاید چند روز مین علمی دنیا اس کو ملاحظہ کریگی--

حضور ملکہ معظمہ کی گولڈن جوبلی کے موقع پر یعنے سنہ ۱۸۸۷ مین سر خورشید جاہ کو نائٹ کمانڈر آف دھی موسٹ ایمیننٹ آرڈر آف دھی انڈین ایمپائر بنایا گیا جسکی سند مسٹر ہاول رزیڈنٹ حیدرآباد نے انہین عطا کی--اس سند کو دیتے ہوئے صاحب موصوف نے انہین مورخ اور سفری کہکر مخاطب کیا--کوئی مشہور انگریز مسافر حیدرآباد سے کسی نہ کسی طرح انکی مہمانداری کا حظ اٹھائے سوا ہی نہین گیا--لیکن انہون نے کبھی اپنی دولت کا نمایشی برتاو نہین کیا--کیونکہ یہہ مشہور بات ہی کہ سر خورشید جاہ فضول خرچ نہین ہین--اور بیجا اور فضول نمائش انہین پسند خاطر نہین--

بعد انتقال سرسالار جنگ اول کے جبکہ حضور نظام ہنوز عمر بلوغ کو نہ پہنچے تھے تو سر خورشید جاہ انتظام امور سلطنت مین شریک ہوے اور پیشکار متوفی مہاراجہ نرندر پرشاد رکن اول سالار جنگ ثانی رکن دوم و سکریٹری بورڈ کے ساتھہ یہہ بھی ممبر کاونسل مقرر ہوے اس عرصہ مین چاندا ریلوے کی تجویز کی انہون نے بڑے زور مین تائید کی--اور گورنمنٹ ہند نے اس مشکل معاملے مین بورڈ کی کارروائی کی بڑی تعریف کی-

حسب معمول صرف امور اہم مین کہ جب بہبودئی سلطنت مین فرق آتا ہو سر خورشید جاہ امور انتظام سلطنت مین اپنی راے دیتے تھے-سر سالار جنگ اول کی وفات پر جبکہ انکے جانشین کا معاملہ سخت مباحث مین آپڑا تھا-اور بہت سے امیدوار میدان مین قدم رکھہ چکے تھے-سر خورشمد جاہ نے بڑی گرم جوشی سے سالار جنگ ثانی کے تقرر کی نسبت اپنی راے دی تھی کہ وہی وزیر اعظم مقرر ہون-لیکن ساتھہ اسکے یہہ بھی کہا تھا کہ چونکہ ابھی سالار جنگ نوجوان ہین اسلئے امور انتظام مین پیشکار مہاراجہ نرندر پرشاد-نواب بشیرالدولہ اور نواب وقارالامرا شریک رہین- اور اس رائے پر بہت درجہ عمل کیا گیا-

سر خورشید جاہ کا خاص شغل اپنی جاگیرون کا انتظام ہی--اسمین انہین اپنے فرزند ظفر جنگ شمس الملک سے بڑی مدد ملتی رہتی ہے-جنکے لئے کہا جاتا ہے کہ وہ لایق باپ کا لایق بیٹا ہی-سر خورشید جاہ کو اپنی رعایا پر کل اختیارات حاصل ہین--اور بالکل عدالت نظام کے زیر تحکم نہین--اپنے جوڈیشیل اور دوسرے ذمہ دار افسرون کو منتخب کرنیمین وہ بہت احتیاط کرتے ہین--اور جیسا کہ پیشتر کہا گیا کہ انکی کار پردازی معمول سے بڑھکر ہے--جب اپنی جاگیرون کے انتظام سے فارغ ہوتے ہین تو خانگی امور کی طرف اپنی توجہہ مبذول کرکے بالتفصیل انہین ملاحظہ فرماتے ہین--مالی امور مین انہین بڑا درک ہے--وہ مستقل مزاج--چالاک اور کوشان ہین--لیکن ساتھہ ہی اسکے رکیک القلب اور طبیعت مین انصاف اور ترحم بڑا ہوا ہی--انکی عمر شریف ستاون سال سے تجاوز کرچکی ہے--لیکن ہنوز جوانی کی چستی و چالاکی موجود ہے--وہ مزاج کے بہت سخی ہین اور پبلک انسٹیٹیوشنون اور غربا کی حالت کو درستگی پر لانے سے بڑی دلچسپی رکھتے ہین-سنہ ۱۸۹۷ع مین جبکہ حیدرآباد مین قحط سالی پھیلی ہوئی تھی تو تیس ہزار روپیہ کی جواری منگواکر غربائے شہر اور اپنے جاگیرات کے غربا مین ہر روز تقسیم کرتے تھے--وہ بہت بڑی بڑی رقمین سخاوت کے کامون مین خرچ کرتے ہین--لیکن انکی سخاوت ہمیشہ برمرقع ہوا کرتی ہے--

سر خورشید جاہ مذہب کے بڑے پابند ہین لیکن انکے مزاج مین کسی طرح کا تعصب نہین--وہ کل بنی نوع انسان کو اپنا ہمسر جانتے ہین اور کل مذاہب کے لوگون کو یکسان گنتے ہین--چونکہ امیر ابن امیر ہین اسلئے اپنے حق تولید کو کبھی نہین بھولتے اور جہان جاتے ہین لوگ انسے بڑے ادب کے ساتھہ پیش آتے ہین--بطور یک شہزادے اور بزرگ خاندان امارت کے کہ جسکے مورث اعلی نے نواب آصف جاہ کو اپنی سلطنت دکھن مین قایم کرنیکے اندر قابل قدر اعانت و مدد کی تھی--نواب تیغ جنگ شمس الامرا امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر--کے-سی-آئی-اِی- سلطنت حیدرآباد مین ایک بہت اعلی مقام رکھتے ہین--اور اپنے علم-تجربہ اور ذاتی رعب وداب کے باعث موجودہ مسلمان امرا کا ایک عمدہ اور سچا نمونہ ہین--

نواب شہاب جنگ ـ افتخار الملک وزیر پولیس و تعمیرات عامہ

۴۴

نواب فاخرالملک بہادر وزیر صیغۂ عدالت و وزیر امور عامہ

نواب برقرار جنگ آصف یارالملک بہادر

نواب نظام یار جنگ خان خانان بہادر

نواب ظفر جنگ شمس الملک بہادر

نواب محمد رفیع الدین خان ظفر جنگ
صمصام الدوله شمس الملک بهادر
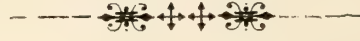
نواب ممدوح نواب سر خورشید جاه بهادر کے-سی-آئی-ای امیر کبیر پنجم کے دوسرے فرزند اور وارث جابر حقوق وخطابات خاندان شمس الامرا ہین-یہہ خاندان جس سے انهین تعلق ہے-امرائے حیدرآباد مین اول درجہ رکھتا ہے-کیونکہ نظامان دکھن کے ساتھہ قرابت قریبہ سے ملا ہوا ہے-

نواب ظفر جنگ کہ جس نام سے وہ مشهور ہین-سنہ ۱۸۶۵ ع مین تولد ہوے تھے-وہ حضور نواب افضل الدولہ مرحوم کے نواسے ہین اور حضور نظام محبوب علی خان بهادر کے بهانجے-

جسم کی خوبصورتی اور عمده ڈیل ڈول کی وجہ سے کہ جس سے مرد کا حسن ظاہر ہوتا ہے-قدرت نے انهین مالامال کردیا ہے-سر خورشید جاه نے جب اپنے پیارے بیٹے کی خوبیون اور دماغی قوت کی پختگی کو ملاحظہ فرمایا تو نهایت خوش ہوے-اور انکی امیدین پوری ہوچکین-کیونکہ نوجوان میرزاده نے عرصۂ قلیل مین فارسی اور عربی مین ایسی لیاقت بہم پہنچائی-کہ جس سے انکے استاد شفیق اور والد ماجد دونون کو خوشی حاصل ہوی-علی الخصوص انهین شعر گوئی اور تواریخ سے نهایت دلچسپی ہے-اور انکا تمام خیال نامی مصنفون کی تحریرات پر عادت ہونیکے لئے رجوع رہتا ہے-نواب ظفر جنگ کی انگریزی تعلیم حضور نواب کے ساتھہ ہی ساتھہ کپتان جان کلارک کے ماتحت شروع ہوئی-جنهین خاص اسی کام پر سرسالار جنگ اول نے مقرر کیا تھا-

حضور نظام اور نواب ظفر جنگ کی صحبت پہلے پہل سنہ ۱۸۸۵ع مین چھٹی-جبکہ نواب صاحب انگلنڈ تشریف لے گئے-وہان انهین ملکۂ معظمہ کے سکنڈ لائف گارڈس کے افسرون مین ایسی گہری دوستی اور ملاقات ہوگئی کہ افسران مذکور نے انکو قواعد نیزه بازی تلوار پھیرنا بندوق مارنا اور گھوڑے کی سواری سکھلائی-

نواب ظفر جنگ کی شاہی خاندان سے شناسائی کرائی گئی اور جناب ملکۂ معظمہ کی خدمت مین بھی باریابی ہوئی-قریب ۱۶ مہینے انگلنڈ مین ٹھہرے اور بعد ازآن بہمراہئی مسٹر اے-بی اسٹیونز سکریٹری-مسٹر-سید محمود اے-دی کان اور ایک دستہ ہندوستانی ملازمون کا لیکر یورپ کی سیر کی-اس سیاحت مین انہون نے فرانس-بلجیم-جرمنی آسٹریا-اٹالیا اور دوسرے ممالک دیکھے اور ہر ملک کے عمایدین اور سربرآورده لوگون سے ملاقاتین کین-

جب نواب موصوف یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انهین اپنے والد ماجد کے ماتحت امور سلطنت کے کام پر مقرر کیا گیا تا کہ تجربہ حاصل کرین-چند برسون مین ضروری چیزون مین عمده مہارت پیدا کرلی-اور اس بات کے لئے پورے پورے لایق ہوگئے کہ اپنے والد کی متعدد جاگیرون اور گانونکا انتظام اور بندوبست کرسکین-جب کہ نواب خورشید جاه بهادر نے یہہ دیکھا تو پائگاه فوج اور کئی ایک دیوانی صیغونکا بندوبست اور انتظام انکے حوالے کردیا-

نواب ظفر جنگ سنہ ۱۸۸۷ع مین پھر انگلنڈ تشریف لے گئے-اس وقت حضور نظام نے ملکۂ معظمہ کی جیوبلی کے موقع پر انهین اپنا نائب بناکر بھیجا-ملکۂ معظمہ کی تمام لیویون مین نواب موصوف شریک تھے-اور ملکہ نے نهایت عزت سے انکا استقبال کیا-وقت مراجعت ہزرایل ہائنس ڈیوک آف کناٹ انکے ہم سفر تھے-جنسے اثنائے سفر مین گہری دوستی ہوگئی تھی-

بمبئی مین آکر دونون اسی ٹرین مین سوار ہوکر پونا تشریف لے گئے جو ڈیوک ممدوح کا منزل مقصود تھا-پونا ریلوے اسٹیشن پر نواب ظفر جنگ کے اور ڈیوک کے درمیان تا دیر گفتگو رہی اور پھر بڑی گرم جوشی کے ساتھہ آپس مین رخصت ہو نواب حیدرآباد روانہ ہوے-

سنہ ۱۸۸۷ع مین ملکۂ معظمہ نے نواب صاحب کو ایک تمغہ اور سنہ ۱۸۹۷ع مین ایک کلاسپ عطا کیا-پہلا گولڈن جیوبلی کی اور دوسرا ڈائمنڈ جیوبلی کی یادگار مین-نواب ظفر جنگ بھی اپنے والد ماجد کی طرح سفر کرنے اور تاریخی دلچسپی رکھنے والی جگہون کو دیکھنے کا بڑا شوق رکھتے ہین-اور ہر کام کو نهایت عمدگی کے ساتھہ کرتے ہین-لیکن باوجود اسکے ریا-اور خود بینی کو بالکل کام نهین فرمایا-انمین شہزادگی کی خصوصیت ہے وه یہہ کہ انصاف کے ساتھہ رحم دلی-

نواب نامور جنگ سلطان الملک بہادر

نواب عسکر جنگ مشیرالملک بہادر

نواب عسکر جنگ آفتاب الدولہ
مشیر الملک بہادر

خاندان نواب مشیر الملک ایک مشہور اور قدیم خاندان ہی۔اس خاندان کے بانی سید محمد علی خان رضوی اولاد پیغمبر سے تھے۔ایک وقت مین وہ شہر تبریز ملک فارس مین وزیر اعظم تھے۔انکے دو فرزند تھے سید مظفر علی خان رضوی اور سید طاہر علی خان رضوی۔عادل شاہی پادشاہون کے زمانیمین بیجاپور گئے جہان وہ وزیر اعظم ہوے۔انہون نے نواب اسد علی خان بہادر کی دختر فاطمہ بیگم سے شادی کی جسسے انہین دو فرزند ہوے بڑے سید مظفر علی خان معروف بہ ولی صاحب ایک ولی تھے۔وہ سادگی اور معصومیت مجسم تھے اور فی الحقیقت انکا لقب انکے لایق تھا بلکہ اسم بامسمی تھے۔چھوٹے فرزند سید محمد علی خان عرف سید محمد خان نقد تھے۔نقد کا لقب انہین اسلئے دیا گیا تھا کہ اپنے خدمتگارون کو تنخواہ ماہانہ دینے کے عوض پندرہ پندرہ دن سے دیا کرتے تھے۔انہون نے ام البتول عرف خیر النسا ہمشیرۂ قلعدار بیگن پلی سے شادی کی اور یہی باعث ہوا کہ قلعہ بیگن پلی وراثت خاندان مین داخل ہوگیا۔یہہ قلعہ انکو پادشاہ مغلیہ نے دیا تھا اور ابتک وہ خاندان سید محمد علی خان کے قبضہ تصرف مین ہے۔انکے دو فرزند ہوے۔نواب سید حسین علی خان اور نواب میر اسد علی خان۔پہلے فرزند داخل ملازمت ٹیپو سلطان ہوے اور وہان عہدۂ بخشی گری افواج پر پہنچے۔ٹیپو سلطان نے نواب صاحب کے اعلی خاندان اور عمدہ خدمات کے لئے بلند اور معزز خدمتین انہین انکی حین حیات تک دیا کین۔انکے انتقال سے ٹیپو سلطان کو اتنا صدمہ پہنچا کہ انہون نے انکے چھوٹے بھائی میر اسد علی خان کو لکھہ بھیجا کہ اگر انکے خاندان مین کوئی شخص ہو تو اسے روانہ کرین تاکہ انکی خدمت اسے دیجائے لیکن میر اسد علی خان نے اس درخواست پر عمل درآمد کرنا مناسب نہ جانا۔عہد حکومت آصف جاہ ثانی مین جبکہ نواب غلام سعید خان ارسطو جاہ وزیر اعظم تھے تو میر اسد علی اپنے تین بھتیجے غلام علی خان منصور الدولہ۔احمد علی خان اور مصطفی علی خان شاہ یار الملک کو ہمراہ لیکر حیدرآباد گئے جہان انہین پادشاہ سے باریابی ہوی۔اور ایک رسالہ کا کمان اور خطاب مظفر الملک حاصل کیا۔عرصۂ قلیل مین انہون نے اپنے آپکو پونا کے آرو پنڈت رہان والے کے مقابلہ مین لڑائی کے اندر مشہور کیا۔حضور نظام نے نواب مظفر الملک کو سغتاش اور آفتاب گیری دونون مرحمت فرمائے۔جو ابتک انکی اولاد مین نسلاً بعد نسلاً چلے آتے ہین۔ان عمدہ اور قابل تعریف خدمتون کا نتیجہ یہہ ہوا کہ انہین باون لاکھہ روپیہ سالانہ کی جاگیرین مرحمت ہوین۔ان جاگیرون مین تعلقہ الچپور۔آوسا۔آرکی۔ناندور اور چیتاپور شامل تھے۔ان مین سے تعلقہ چیتاپور و ناندور ابتک اس خاندان کے قبضہ مین ہین۔

نواب مصطفی علی خان بہادر شاہ یار الملک مظفر الملک کے بھتیجے نے مالی میان صاحب عرف سیف الملک بن ارسطو جاہ کی دختر سے شادی کی۔اس موقع پر جو نسبت کہ خاندان ارسطو جاہ و خاندان حضور نظام کے درمیان ہے اسکا بیان بیجا نہوگا۔ارسطو جاہ کے ایک فرزند سیف الملک اور دو دخترین تھین۔بڑی لڑکی کی شادی سکندر جاہ شاہ دکہن سے ہوئی تھی۔اور چھوٹی لڑکی نواب شاہ یار الملک کو دی گئی تھی۔اسطرح پادشاہ اور شاہ یار الملک دونو ہم زلف ہوے۔چھوٹی بہن کے دو فرزند ہوے نواب رونق علی خان شاہ یار الملک اور نواب عباس علی خان۔نواب رونق علی خان کے جدی جدی بیبیون سے دو فرزند اور ایک دختر ہوی۔بڑے کا نام نواب میر مہدی علی خان شمشیر جنگ اور چھوٹے کا نام نواب میر حسین علی خان امداد جنگ تھا۔نواب عباس علی خان کی شادی دریادگیر کے نواب مرشد قلی خان کی دختر مہر النسا بیگم سے ہوی۔یہہ نواب میر مصطفی علی خان بہادر عسکر جنگ آفتاب الدولہ مشیر الملک کی والدۂ ماجدہ تھین۔انکے والد نواب میر عباس علی خان کا انتقال اٹھائیس برس کی عمر مین ہوا۔اسوقت نواب مشیر الملک صرف دو یا تین مہینے کے تھے۔نواب مشیر الملک کے ایک ہی فرزند ہے نواب میر جعفر علی خان بہادر جنکی عمر فی الحال آٹھہ برس کی ہے۔

نواب شهنواز خان شجاع الملک بهادر

۳ن

انتظام سلطنت

ضابطہ

حضور نظام کی گورنمنٹ کا موجودہ انتظام سنہ ۱۸۹۳ سے آغاز ہوتا ہے۔سنہ مذکور میں اعلیحضرت نے ایک قانونچہ کے ذریعہ سے اپنی رعایا کو انتظام حکومت کی بہت سی تبدیلیوں سے اطلاع دی تھی انمیں سے ایک جو نہایت عمدہ اور ضروری تھی وہ کونسل آف اسٹیٹ کی موقوفی تھی۔یہ کونسل ایک ایسا جلسہ تھا جس میں ایکزیکیوٹو اور لجسلیٹو دونوں کارروائیاں ہوتی تھیں۔لیکن اسکا اجتماع شاذ ونادر ہی ہوا کرتا تھا۔اس لئے اسکی جگہ پر دو جدا جدا کونسل مقرر کئے گئے جنمیں ایک کیابنٹ کونسل ہے اور دوسرا لجسلیٹو کونسل۔کیابنٹ کونسل کارگذاریوں کے لئے اور لجسلیٹو کونسل وضع قوانین کے لئے۔ کیابنٹ کونسل میں مدارالمہام پیشکار اور معین المہامان ریاست ہیں۔اس کونسل میں انتظام کارگذاری و حکمرانی کے ضروری مسائل اور وہ امور جن میں مدارالمہام اور دوسرے ڈپارٹمنٹوں کے اعالی افسروں کے درمیان اختلاف ہوتا ہے وہ واسطے تصفیہ کے اس میں پیش ہوتے ہیں۔اور لجسلیٹو کونسل میں سرکاری عہدے دار اور غیر عہدے دار دونوں شامل ہیں۔اسکے پریسیڈنٹ مدارالمہام ہیں۔اور انکی عدم موجودگی میں وہ عہدے دار کہ جسکے ڈپارٹمنٹ کا مسئلہ اسوقت بحث کے لئے پیش ہو پریسیڈنٹ ہوتا ہے۔حیدرآباد کی تاریخ میں یہ پہلا ہی وقت ہے کہ غیر سرکاری ممبروں کو کونسل میں رائے دینے کی اجازت ملی ہے جس سے تمام رعایا نہایت خوش ہے۔

بالفعل اسی جدید انتظام کے مطابق ریاست حیدرآباد میں کارروائی ہورہی ہے۔کونسل میں جو چھہ غیر سرکاری ممبر داخل ہیں۔انمیں دو جاگیردار۔دو پہلے درجہ کے وکیل۔ اور دو تاجر ہیں۔جاگیرداروں اور وکیلونکو انہیں کے طبقہ کے لوگوں نے منتخب کیا ہے۔لیکن تاجروں کو مدارالمہام نے۔

عام تجویز کے مطابق جو اصل میں شایع ہوئی ایک وزیر محکمہ مال کا ہونا لازم تھا لیکن بعد میں یہ تجویز بدل دیگئی۔اور مالگذاری کے انسپکٹر جنرل کے عہدے کو موقوف کرکے اسکے لئے ایک جدا محکمہ قایم کیا گیا جسکو روینیو بورڈ کہتے ہیں۔اس محکمہ میں دو عہدے دار مقرر ہوئے۔

اور اسیطرحسے پولٹیکل سکریٹری کا دفتربھی برخاست کیا گیا اور اب کل چھہ سکریٹری ہیں۔فینانشیل اور روینیو (مالگذاری) پبلک ورکس (محکمہ تعمیرات) ملیٹری (فوجی) پرائیویٹ سکریٹری۔دفتر ملکی۔اور جوڈیشیل۔پولیس۔اور جنرل یہ تینوں آخرالذکر محکموں کا ایک سکریٹری ہے۔

دوسری جو تبدیلیاں واقع ہوئیں وہ یا تو جدید انتظامات کے متعلق تھیں یا بعد میں سونچی گئیں۔چیف انجنیر کا دفتر سکریٹریٹ سے علیحدہ کرکے اسپر ایک افسر بنام سکریٹری پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ مقرر کیا گیا۔اور ریلوے اور معادن بھی اسکے تفویض کئے گئے۔جوڈیشیل پولیس اور جنرل سکریٹری کے ساتھہ ایک قانونی صلاح کار مقرر ہوا۔آبکاری اسٹامپ اور رجسٹریشن کے انسپکٹر جنرل اور نیز کاشتکاری اور تجارت کے ڈائرکٹر کا عہدہ برخاست کیا گیا۔اور عارضی طور پر کامپٹرولر جنرل آف اکاؤنٹنس مقرر ہوا۔

مدارالمہام۔کیبینیٹ کونسل۔پیشکار۔ اور معین المہاموں کے اختیارات کی نسبت قوانین شایع ہوئے۔

مدارالمہام اور دوسرے سکٹریان ڈپارٹمنٹ میں جو کام تقسیم ہیں انکی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

مدارالمہام کے ذمہ مالگذاری۔اسٹامپ۔ٹکسال۔ڈاک خانہ۔باقاعدہ افواج اور پائگاہ کی نگرانی ہے۔

پیشکار کے ذمہ بیقاعدہ اور امپیریل سروس فوجیں ہیں۔

وزیر محکمہ عدالت اور پبلک معاملات کے متعلق عدالتیں۔ جیلخانے۔رجسٹریشن۔میڈیکل (طبی) اور مذہبی انسٹیٹیوشنوں اور کورٹ آف وارڈ کا انتظام ہے۔

پولیس کے سکریٹری کے متعلق پولیس کا۔اور محکمہ تعمیرات کے سکریٹری کے متعلق پبلک ورکس اور ریلوے ومعادن۔محکمہ صفائی اور حفظان صحت کا انتظام ہے۔

طرز حکمرانی

محصول اراضی۔روینیو بورڈ میں تین ممبر ہیں۔جو مدارالمہام کے ماتحت تمام محصولات کے صیغوں پر اختیارات رکھتے ہیں۔

انتظام کارگذاری کے لئے ملک کو چار صوبوں اور پندرہ اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے جنکے ماتحت ایک عملداری ہے۔ ہر ایک صوبہ میں ایک صوبہ دار رہتا ہے جو برٹش انڈیا کے کمشنر کے برابر ہے۔اور اوس صوبہ کا ہر ایک صیغہ کم وبیش اسکے

زیرحکومت هے—ہرایک ضلع مین ایک تعلقدار اول مقرر هے جو برٹش انڈیا کے کلکٹر یاڈیپوٹي کمشنر کے برابر هے—اِن عہدہ دارون کے ماتحت اونکے مددگار ہین جنہین دوم و سوم تعلقدار کہتے ہین—ہرایک تعلقہ یاضلع مین ایک تحصیلدار هے—اور علاقہ کي پانچ پانچ پٹیون مین ایک ایک نائب تحصیلدار—محکمۂ مال کي قوت اسطرحپر هے—۴ صوبہ دار—۱۵ اول تعلقدار—ایک عملدار—۲۴ دوم تعلقدار—۳۸ سیوم تعلقدار—۱۰۳ تحصیلدار—اور ۵ نائب تحصیلدار—

محکمۂ بندوبست و پیمایش پر ایک کمشنر هے—جسکے ماتحت ۴ مہتمم ۱۷ مددگار مہتمم—اور ۱۷ معین مددگار ہین—

محکمۂ انعام پر ایک کمشنر اور اسکے ماتحت دو ڈیپوٹي کمشنر ہین—

محکمۂ جنگلات ایک محافظ کے زیرانتظام هے جسکو کنزرویٹر کہتے ہین—اور اسکے چار مددگار ہین—

محکمۂ پرمٹ یعنے کڑوڑ گیری مین ایک کمشنر اورچار ڈیپوٹي کمشنر ہین—

محکمۂ مالگذاری مین ایک کامپٹرولر جنرل اور ایک اکونٹنٹ جنرل ہے—اکونٹنٹ جنرل کے متعلق اس محکمہ کي تمام کارگذاري ہے—

عدالتي صیغہ ہائیکورٹ کے زیرحکم هے جس مین ایک چیف جج اورپانچ ماتحت جج ہین—

ضلع کي پولیس اور جیلخانون پر ایک انسپکٹر جنرل معین هے—

شہرکي پولیس ایک کمشنر کے ماتحت ہے جسکو کوتوال شہر کہتے ہین—

محکمۂ تعلیمات مین ایک ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن اوراسکے ماتحت پانچ انسپکٹر ہین—جنمین سے ایک ہیڈ کوارٹر یعنے صدر مین رہتا هے اورچار—چار صوبون مین—

محکمۂ اسٹامپ و ٹکسال پر ایک ناظر یا سوپرنٹنڈنٹ مقرر هے—

محکمۂ پوسٹ ایک پوسٹ ماسٹر جنرل کے زیر انتظام هے—

محکمۂ طبّي یعنے میڈیکل ڈپارٹمنٹ معہ اوسکي کل شاخون کے—ریزیڈنسي سرجن کے متعلق هے—

محکمۂ تعمیراتکي دو شاخین ہین—ایک عام تعمیرات کي—اور دوسری آب پاشي کي—اور ہر ایک پر ایک ایک چیف انجنیر مقرر هے—

ریلوے اورمعادن پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ کے سکرٹري کے تفویض ہین—لیکن اسکے متعلق جواہم معاملات ہوتے ہین انہین مدارالمہام ریلوے اور معادن کي اسٹینڈنگ کمیٹي کے پیش کرتے ہین جس مین حسب ذیل ممبر داخل ہین—

محکمہ مال کا اعالی ممبر (صدرنشین) جوڈیشل—پولیس—اور جنرل ڈپارٹمنٹ کا سکرٹری—چیف انجنیر و آڈیٹر محکمہ تعمیرات—

حضور نظام کي گورنمنٹ کے اصول عملی طورپر بالکل ہندوستان کي برٹش گورنمنٹ سے مشابہت رکھتے ہین—اونکی آمدني اور اخراجات کا انتظام نہایت صاف اور دانشمندانہ مسلسل طریقہ پر هے—اور ہرایک محکمہ مین حسب مذکورۂ بالا ایک ایک عہدہ دار مقرر هے جو دارالریاست مین رہتا هے—حیدرآباد کي سی ایک وسیع اور مختلف آبادی کي ریاست کے انتظامات ایسے پیچیدہ ہین کہ جب تک انہین مفصل بیان نکیا جائے تب تک انکا سمجھ مین آنا مشکل هے—اس لئے ہم اسکی تقسیم اور اسکے انتظامات کو عقلی طورپر بیان کیا چاہتے ہین—اس ملک کي وسعت—۸۲۶۹۸ مربع میل هے—اور اسکے تین بڑے بڑے حصے ہین—(۱) خالصہ (۲) صرف خاص (۳) جاگیرات—خالصہ وہ زمین هے کہ جسکی آمدني بلاخط راست گورنمنٹ کو وصول ہوتی هے—اور وہ گورنمنٹ ہی کے زیرحکومت هے—صرف خاص وہ زمین هے جو خاص حضور نظام سے تعلق رکھتی هے—اور اسکی آمدني انکے صرف مین آتی هے—اور جاگیرات وہ زمینین ہین جو لوگونکو دیگئی ہین—اسکی چار قسمین ہین ایک وہ جو موروثی ہین—اور پشت در پشت چلی آتی ہین—دوسری وہ جو لوگون کو انکی پرورش کے لئے دیگئی ہین—اور تیسری وہ جو اُمیرون کو انکے متعلق سرکاري فوجونکے اخراجات کے لئے دیگئی ہین—اور چوتھی وہ جو ریاست پر احسانات کرنے کے عوض لوگون کو بخشی گئی ہین—

یہ ریاست جن صوبون اور اضلاع مین منقسم هے اسکا نقشہ معہ تعداد صوبون تعلقون اور قصبون کے ذیل مین دیا گیا هے—جس مین صرف خاص کي زمین بھی شامل هے—

صوبے	اضلاع	وسعت	تعلقے	قصبات
اورنگ آباد	اورنگ آباد	۵۸۶۳ مربع میل	۸	۱۸۶۳
	بیر	۴۱۳۰ ,,	۶	۹۱۱
	پربھني	۴۶۴۹ ,,	۶	۱۳۰۲
	ناندر	۳۳۳۷ ,,	۷	۱۱۱۵
گلبرگہ	گلبرگہ	۳۹۹۸ مربع میل	۷	۱۰۵۰
	رائیچور	۳۶۶۱ ,,	۶	۹۷۳
	لنگ سگر	۴۹۰۷ ,,	۶	۱۱۰۳
	نلدرگ	۲۴۷۵ ,,	۳	۵۳۹

صوبے	اضلاع	وسعت	تعلقے	قصبات
بیدر	بیدر	۳۸۶۵ وربع میل	۶	۸۳۰
	اندور	۴۸۲۲ ,,	۱۰	۱۲۴۸
	میدک	۲۹۹۸ ,,	۶	۵۴۶
	الگندل	۷۰۹۵ ,,	۹	۱۶۹۰
	سرپور تانڈور	۵۰۲۹ ,,	۳	۱۸۳۳
ورنگل	ورنگل	۹۷۲۷ مربع میل	۱۰	۱۷۲۰
	نلگنڈہ	۴۱۱۸ ,,	۵	۱۰۱۴
	محبوب نگر	۶۴۴۴ ,,	۱۰	۱۳۸۰

انتظام اراضي-ریاست کي آمدني کے چہہ ۶ طریقے ہین- (۱) محصول اراضی رعیت واڑي (۲) سربستہ (۳) پیش کش (۴) میوؤنکے درخت (۵) چرائی (۶) متفرق-

مساحت و بندوبست-انتظام کے سہولیت کے لئے مساحت کے چار حصے ہین-یعنے حیدرآباد-اندور-میدک-اور ورنگل-اِن سبہون مین اکثر کہیتون کي پیمایش ترتیب اور اصلاح کي ضرورت واقع ہواکرتي ھے-

انعام-محکمہ انعام مین ایک کمشنر مقرر ھے جو صدر مین رہتا ھے-اور اسکے ماتحت ہرایک صوبہ مین ایک ایک ڈپوٹي کمشنر مقرر ھے-انعام کے مقدمات کي تحقیقات تیس سال کے پیشتر شروع ہوئی تہي-اور یہ کام اضلاع کے تحصیلدارون کے سپرد ہوا تہا-لیکن اب اسکے لئے ایک باقاعدہ محکمہ مقرر ہوا ھے-

آبکاري-(ضلع کي آبکاري) سوائے حیدرآباد-سکندرآباد-اور بولارم کے برتش کنٹو منٹ کے-اضلاع کي آبکاری کا نیلام ہوتا ھے-اور اقرار نامونکے مطابق جنکی مدت تین سال سے دس سال تک ہوتي ھے اِجارا دیا جاتا ھے-آبکاری کي آمدني کے ذرایع-دیسي-شراب-تاڑي-اور مہووا کے پہول ہین-دیسی شراب بنانے کا وہی قدیم طریقہ جاري ھے-جو اب متروک ھے-اوسکے بنانے کا اجارہ نیلام مین تہوڑے سے یا بہت سے اضلاع کو ایک ساتہہ دیا جاتا ھے-نہ گورنمنٹ کي طرف سے اوسکی مقدار معین ھے-اور نہ اسکے کہینچنے پر کسی قسم کا انحصار ھے-لیکن وہان گورنمنٹ کے افسر-دکانون اور بھٹیون کي تعداد معین کرتے ہین-

شہر کي آبکاري-شہر کي آبکاری کا ضلع شہر کے چارون طرف چہہ چہہ میل کي وسعت مین ھے-لیکن سکندرآباد اور بولارم کے انگریزی کنٹونمنٹ انسے علٰحدہ ہین-چند روز ہوئے ان دونون کنٹونمنٹ کے اطراف دو میل کي وسعت شہر کے حدود سے خارج ہوکر کنٹونمنٹ مین شامل ہوگئی-شہر پناہ کي دیوار کے اندر کسی قسم کي شراب یا تاڑي کے دوکان کي اجازت نہین ھے-لیکن شہر کے نواح مین بہت سی دکانین اور بھٹیان ہین-سکندرآباد اور بولارم کنٹونمنٹ کي آبکاری کا انتظام نظام گورنمنٹ کے زیر حکومت ہے-شراب کي بھٹیون کا اجارہ دیاجاتا ہے-جس سے دکاندارونکو دیسي شرابین فروخت کے لئے ملتی

ہین-اور وہ انہین کم سے کم مقرری قیمت پر بیچنے کے لئے مجبور کئے جاتے ہین-

افیم-حضور نظام کے ملک مین استعمال کے لئے کل افیم مالوے سے آتی ہے جس پر سینکڑا دس ۱۰ ٹکے محصول لیاجاتا ہے-سنہ ۱۳۰۳ فصلی (سنہ ۱۸۹۴) مین جو اخیر سرکاری رپورٹ شایع ہوی تہي اس سے ظاہر ہوا تہا کہ ۲۹۳ صندوق اندور سے یہان آئے-آنمین سے ہرایک صندوق مین ۱۷ سیر افیم تہی-یہ در آمد بہ نسبت سالہاے گذشتہ کے بہت کم تہی-کیونکہ یہان پہلے سے افیم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود تہا-سنہ ۱۸۹۴ مین شاہی افیم کي کمیشن کا ارادہ تہا کہ حیدرآباد کو بہي جائے-لیکن پہر وہ ارادہ فسخ ہوگیا اور حیدرآباد سے کمیشن مذکور مین شہادت دینے کے لئے ایک ڈپوٹیشن بمبئي آیا تہا-

جنگلات-سرکاری جنگلات کا انتظام ۲۷ سال سے ایک خاص محکمہ کے ماتحت تہا اور اس محکمہ کي حکومت صرف نو قسم کے جہاڑون پر جہان جہان وہ گورنمنٹ کي اراضی پر واقع ہین محدود تہی-اور دوسری قسم کا جہاڑ لوکل مالگذاری کے افسرون کے سپرد تہے-اس ریاست مین کہین ایندہن کي حفاظت نہین کي جاتی-اِلّا دہارور کے-جوواڑے اور حیدرآباد لائن کے درمیان واقع ہے-البتہ وہان کچہہ تہوڑا سا ایندہن محفوظ رہتا ہے-

چُنگی-یا کڑوڑگیری-حیدرآباد مین تمام مال درآمد و برآمد پر اسکی قیمت کے مطابق سینکڑا پانچ ٹکے محصول چنگي لیاجاتا ہے-خواہ وہ خود حضور نظام کے ملک کا ہو یا باہر کا-یہ پانچ ٹکے اس عہد نامہ کے مطابق ہین جو گورنمنٹ نظام اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہوا تہا-کبہی اس سے زیادہ محصول نہین لیا جاتا-لیکن چاندی اس سے مستثنٰي ہے-اسمین اسکی قیمت کے مطابق کمی وبیشی ہوتی رہتی ھے-چنانچہ ایک مرتبہ اسکا محصول سینکڑہ دس روپیہ ہوگیا تہا-لیکن پہر پانچ کردیا گیا-نظام گورنمنٹ نے اس کي کمی و بیشي اپنے اختیار مین رکہی ہے-اناج اور نیز دوسري چہوٹی چہوٹي چیزین جو شہر مین آتی ہین وہ محصول سے مستثنٰي ہین-اور اسیطرحسے بہت سے امرا-منصب دار اور افسران گورنمنٹ محصول چنگی سے مستثنٰي ہین-اور علاوہ اسکے جو کچہہ اسباب برٹش کنٹونمنٹ کي فوج کے لئے آتاہے اسپر بہي محصول نہین لیا جاتا-محکمہ پرمٹ مین کل ۵۱۱۹ آدمي ہین-جن مین کمشنر-۴ ڈپوٹي کمشنر-۹ سوپرنٹنڈنٹ-۱۱ سردار داروغہ ۲۴ امین-۴۸ داروغے-۳۰۰۵ سپاہی-اور دوسرے محرر و متصدی ہین-

حفاظت جاگیرات-سابق مین جاگیرات کي حفاظت حضور نظام کے خاص اختیار مین تہی-لیکن بعد مین وہ وزیر محکمہ عدالت کے سپرد کردی گئی جسکے ماتحت ایک سوپرنٹنڈنٹ کورٹ آف وارڈز ھے-جو اسکا انتظام کرتا

ہے—اور اسکا ہیڈ کوارٹر حیدرآباد میں ہے— سر سالارجنگ مرحوم کي جاگیرات اس انتظام میں شامل نہیں—بلکہ وہ خاص حضور نظام کے زیرنگراني ہیں—اور اسپر ریاست کا ایک اول تعلقدار مقرر ہے—کورٹ آف وارڈس کے زیر انتظام ۳۰ جاگیرات ہیں—جنمیں سے سولہ کي آمدني سالانہ پانچ پانچ ہزار روپیہ سے کچھ زیادہ ہے—اورباقي کے چودہ کي اُس سے کم—اُن جاگیرونمیں جو اضلاع میں واقع ہیں معمولي طورپر تعلقدار ہیں لیکن بعضوں میں انکے خاص منتظم ہیں—جو بلاخط راست کورٹ آف وارڈز کے سوپرنٹنڈنٹ کے ماتحت ہیں—انہیں تعلق داروں سے کوئي سروکار نہیں—ان جاگیرونسے جو آمدني ہوتي ہے—وہ پہلے ضلع کے خزانہ میں امانت رکھي جاتي ہے—اور بعد اسکے معمولی اخراجات منہا ہونے کے حیدرآباد کے خزانہ کو روانہ کردی جاتي ہے—

کونسل واضع آئین وقوانین

ایک مدت سے حضور نظام کی گورنمنٹ کا خیال ایک باقاعدہ قانون سازی کي طرف رجوع تھا—چنانچہ سرسالار جنگ اول مختلف صیغوں کي اصلاحات کے وقت اُسکي ضرورت کے قائل ہوگئے تھے—کہ کارروائي کے انتظام کے لئے ریاست میں مختصر عملي قوانین کا ہونا لازمي ہے—اس لئے انہوں نے چاہا تھا کہ مجموعہ تعزیرات ہند ومجموعۂ ضوابط فوجداری کے مطابق جو برٹش انڈیا میں مروج ہے ریاست حیدرآباد کے لئے بھي قوانین تیارکریں—اوراس بارے میں بہت سي کوشش کي گئی—لیکن کامیابي کی صورت نظر نہ آئی—چنانچہ سنہ ۱۸۷۰ منتخب مسلمان وکیلوں کی ایک کمیٹی اس قسم کے قوانین وضوابط تیار کرنے کے لئے مقرر ہوی—لیکن اس نے برٹش مجموعۂ ضوابط فوجداري کا فارسی میں جواسوقت سرکاری زبان تھی کسیقدر ترجمہ کرکے چھوڑ دیا—پھر سنہ ۱۸۷۵ میں شمالي ہندوستان سے ایک مسلمان وکیل اس کام کے لئے بلوایا گیا جس نے ایک—یا دو—چھوٹے چھوٹے سے قوانین تیار کئے لیکن مجموعۂ تعزیرات کے تیار کرنے میں وہ بھي ناکام رہا—اس لئے بعد میں دوسرے چار مسلمان جو سرکاری عہدیدار تھے اوسکے ساتھہ شریک کئے گئے—تو انہوں نے بہت سے قوانین اور گشتیان مدعي ومدعي علیہ کے ذاتي قوانین کے متعلق تیارکیں—جو اسوقت تک جاری ہیں—لیکن وہ بھی ویسا مجموعہ تیار نکرسکے—اس لئے انگلنڈ کے تعلیم یافتہ وکیلونکي طرف توجہ مبذول ہوئی—مسٹر ٹریزر اور مسٹر محمود مقرر ہوئے—لیکن چونکہ یہ دونوں وہان کي لوکل حالتوں—اور ضرورتوں سے بالکل ناواقف تھے اسلئے اونکے تقرر سے کوئي فائدہ مترتب نہوا—حضور نظام کي مسند نشینی کے بعد پھر اس بارے میں کوششیں کي گئیں اور کونسل آف اسٹیٹ کو جس میں بڑے بڑے امراے ریاست معہ حضور نظام کے شریک تھے بدل کے بہت جلد لجسلیٹو کونسل بنا دیا گیا—اور اسکے غور وفکر کے لئے قوانین کے مسودے تیار کرنے کو ججوں کي ایک کمیٹي قائم ہوئي—جس نے ملک کے لئے ایسے ضوابط و قوانین تیار کئے کہ جنکي اشد ضرورت تھي—اور انکی ترویج کے لئے حضور نظام اور کونسل آف اسٹیٹ دونوں کي منظوري لیگئي—پھر قوانین ابتک جاري ہیں—دوسرا اہم اور بڑا کام جو کونسل آف اسٹیٹ نے کیا وہ حد بندي کے قانون کي تیاري تھي—جو چند سال بعد قانونچۂ محبوبیہ کے نام سے جاری کیا گیا—اور اسیطرحسے روہیلوں کے اخراج کے لئے ایک خاص قانون کی ترتیب عمل میں آئي—جس سے ملک کو بہت فائدہ پہونچا—ورنہ روہیلوں سے لوگونکو سخت تکلیف پہونچتي تھي—

میونسپال اور لوکل محصولات کے جمع کرنے کي نسبت بھي قوانین پاس ہوکر عمل میں لائے گئے—چونکہ ججوں کي کمیٹی کو اسقدر فرصت نہیں ملتي تھي کہ وہ علاوہ اپنے فرایض منصبي کے اس کام کو بھی انجام دے سکیں—اس لئے سر آسمان جاہ کي مدارالمہامي میں کونسل آف اسٹیٹ موقوف ہوگئی—

سنہ ۱۸۹۰ میں ایک قانوني کمیشن مقرر ہوئي—جسکے پریسیڈنٹ ہائیکورٹ کے ایک ماتحت جج مولوی اقبال علي نامي تھے—اور ممبر نواب فتح نواز جنگ بہادر—اور اسکے تنخواہ دار سکرٹري سید محمد علي نامي—اور ایک خاص محکمہ اس کمیشن کے متعلق کیا گیا—اور پریسیڈنٹ کو حکم ہوا کہ حضور نظام کے ملک میں دورہ کر کے اپني نگراني کي ایک یاد داشت اس کمیشن میں پیش کریں—اور کمیشن کو ہدایت ہوئي کہ تمام ضروری قوانین کے مسودے تیار کرے—تا کہ انکا ایک مجموعہ بنایا جائے اور نیز ان مسوّدوں کے ساتھہ ان قوانین کي تشریح کي رپورٹیں بھي موجود ہوں—جو بالفعل مروج ہیں—اور ان رپورٹوں میں موجودہ قوانین کے نقصانات کا بیان اور انکے رفع کرنے کے عمدہ طریقے دکھلائے جائیں—اور ہائیکورٹ کے خیال میں اگر کوئي عمدہ قوانین ہوں تو انسے کمیشن کو اطلاعدی جائے—اور نیز نئے قوانین یا موجودہ قوانین میں اگر کسي ترمیم کي ضرورت ہو تو وہ بھي بتلائي جائے اور علاوہ اسکے دوسرے عہدہ داروں کو بھي حکم ہوا کہ موجودہ قوانین میں ضروری اصلاحوں کي نسبت جو انکي راے ہو اس سے کمیشن کو آگاہ کریں—اس حکم کي تعمیل میں بعض رائیں زیردست افسروں کي کمیشن کو بھیجي گئیں اور ان پر وقتاً فوقتاً غور کیا گیا—کمیشن مذکورکے پریسیڈنٹ کو انکی معمولي خدمات نے دورہ کي مہلت نہیں دي—اس لئے قرار دیا گیا کہ اسکا سکرٹري ضروری قوانین کے مسودے تیار کرکے کمیشن میں پیش کرے—لیکن سید محمد علی نے اس کارروائي کو شروع کرنے کے بعد بہت جلد استعفا دیدیا—اور انکي جگہ پر

شہر کے عدالت دیواني لے جج راے حکم چند-ایم-اے اوس کمیشن کے ممبر اور سکرٹري مقرر ہوئے-

تعزیرات ضوابط فوجداری پروبیٹ ایکٹ-اور حدبندي کے قوانین کي ترمیمات کے مکمل مسودے تیار کئے گئے-کورٹ فیس کا ایکٹ-بنایا گیا-اور جن مقدمات مین گورنمنت مدعي ہو انکے قوانین بھي تیار ہوئے-اور علاوہ اسکے دوسرے قوانین مین بھي کم و بیش ترقي ہوئي-

لیکن ان مسودون پر غور کرنے کے لئے قانونی کمیشن کا اجلاس نہوا-اس لئے حضور نظام کو خیال ہوا کہ اس کارروائي کو با قاعدہ طور پر جاري کرنے کے لئے ایک لجسلیٹو کونسل مقرر کي جائے-چنانچہ ۲۲ جنوري سنہ ۱۸۹۳ کو سرکاري قانونچہ کا دوسرا حصہ جس مین حضور نظام کا فرمان بہ نسبت انعقاد لجسلیٹو کونسل کے درج تہا شائع ہوا- اوس قانونچہ مین-مرقوم الذیل عہدہ دارون کو شراکت کا حکم تہا (۱) چیف جسٹس (۲) ہائیکورٹ کا ایک چہوٹا جج (۳) مالگذاري کا انسپکٹر جنرل (۴) ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن (۵) پولیس کا انسپکٹر جنرل اور (٦) محکمۂ مال کا سکرٹري-

کونسل کي کارروائي کے لئے قانونچہ مین جو قوانین مندرج تہے وہ حسب ذیل پاس ہوگئے-

ہر ایک صیغہ کے لئے قوانین تیار کئے جائین مندرجہ تجویز کے مطابق-

ہر ایک صیغہ کا افسر اپنے صیغہ کے لئے قوانین تیار کرکے جوڈیشیل سکرٹری کے پاس روانہ کریگا-اور جوڈیشیل سکرٹري کو لازم ہوگا کہ انپر غور و تامل کرکے انہین گورنمنت گزٹ مین شایع کرے-اور ریاست کے تمام افسرون کو نوٹس دیوے-اور اُنسے عام لوگون کو مطلع کرے کہ وہ انکے متعلق اپني راے لکہکے لجسلیٹو کونسل مین انکے پیش ہونے کي مقررہ تاریخ سے پہلے اسکے دفتر مین بہیجدین-علاوہ اسکے جوڈیشیل سکرٹری تمام موصولہ رایون کا ایک مجموعہ تیار کریگا اور اپنے مددگارون کو حکم دیگا کہ انپر کامل غور و فکر کرنے کے بعد معہ نقل قوانین کے انہین لجسلیٹو کونسل مین پیش کرین اور اگر انمین کچہ تبدیلیان منظور ہون تو جوڈیشیل سکرٹری انکے اخیر فیصلہ کي تاریخ مقرر کر کے پبلک کو اطلاع دیگا-

اس کارروائي کے لئے ایک کونسل مقرر ہوئي جسکا نام لجسلیٹو کونسل ہوگا-اوس مین مرقومتہ الذیل اراکین ہونگے-اور وہ مہینہ مین دو مرتبہ اجلاس کریگا-اس کونسل کا سکریٹری لجسلیٹو شاخ مین جوڈیشیل سکرٹری کا مددگار ہوگا-اور جس ڈپارٹمنٹ کے لئے قوانین تیار ہون اس ڈپارٹمنٹ کا سکرٹری اسوقت اُن قوانین کو تیار کرنے کے لئے کونسل کا ایک ایکس افیشیو ممبر ہوگا-اور اِس کا پریسیڈنٹ اس اجلاس مین وہ معین المہام

ہوگا کہ جسکے ڈپارتمنٹ کے متعلق قوانین تیار کئے جاتے ہون-اس کونسل کي کارروائي مدارالمہام کي منظوری کے ساتہہ ہمارے سکرٹری کے پاس ہماری اجازت حاصل کرنے کے لئے بہیجي جائیگي-اور پہر وہ قوانین سرکاری گزٹ مین شائع ہونگے-اور انکي ایک ایک نقل اس ڈپارٹمنٹ کے کہ جسکے لئے وہ قوانین تیار ہون ہر ایک افسر کو بہیجی جائیگي اور انکي عام فروخت کي اجازت دیجائیگي-

اسطرحسے جو لجسلیٹو کونسل مقرر ہوئي اسکا اجلاس صرف تین مرتبہ نواب فخرالملک بہادر کے جو جوڈیشیل سکرٹری ہین زیر صدارت ہوا-لیکن اسمین کوئی کارروائی نہین ہوئي-اسوجہ سے اسکي کارروائي کے لئے تفصیلي قوانین کي ضرورت درپیش ہوئي-ہائیکورٹ کے ماتحت ججون نے اون قوانین کے مسودے کو تیار کرکے کونسل مین پیش کیا-چونکہ انمین بعض باتین حضور نظام کے احکام کے مطابق نہین تہین اس لئے کونسل نے انہین حضور نظام کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا-

موجودہ مدارالمہام کے تقرر کے بعد حضور نظام کو پہر خیال ہوا کہ اپنی رعایا کي بہتري کے لئے ایسے قوانین تیار کئے جائین کہ جن سے بلا لحاظ مذہب و ملت کے ہر شخص کي نسبت خواہ وہ اعلاي ہو یا ادناي بغیر تعصب و طرفداری کے عدل و انصاف عمل مین لایا جائے-اور یہ خیال یہان تک پختہ ہوا کہ مدارالمہام کے مشورے سے ایک اعلان تیار ہوکر شائع ہوا-جسکے روسے ایک بالکل جدید پایہ پر لجسلیٹو کونسل کي بنیاد قایم ہوئي اور اسکي ترتیب یون قرار پائي-مدارالمہام اسکے پریسیڈنٹ-اور جس ڈپارتمنٹ کے متعلق قوانین پیش ہون اوسکے معین المہام وائس پریسیڈنٹ-تین اِکس افیشیو ممبر-اور چہہ غیر سرکاری ممبر-جنہین مدارالمہام نے منتخب کیا ہو-

یہ جدید انتظام اس لئے زیادہ قابل تعریف ہے کہ اس مین پہلے پہل ان لوگون کے وکیلون کو اس مین شریک ہوکے رائے دینے کا حق حاصل ہوا جنکے لئے وہ تیار کئے جائین-اگرچہ یہ حق بالکل محدود تہا لیکن عملي طور پر اس سے زیادہ نہین ہوسکتا تہا-

جاگیر دارون اور زمینداروں کو ایک طبقہ مین داخل کرکے انہین اپنے مین سے دو ممبرون کے انتخاب کي اجازت دیگئي-اور ہائیکورٹ کے وکیلون کو اپنے دو ممبرون کے انتخاب کي-اور باقي غیر سرکاری ممبرونمین جو دورہے انہین مدارالمہام نے منتخب کیا-

جاگیر دارون اور زمیندارونکي طرف سے پہلے پہل نواب علي یاورالدولہ اور میر ناصرحسین خان منتخب ہوے-ہائیکورٹ کے وکیلون نے مولوی محمد زمان خان اور میر قمرالدین کو انتخاب کیا-

او ر مدارالمہام نے سیٹہہ بھگونداس کو تاجرون مین سے اور خان بہادرشیخ حسام الدین کو پبلک کي طرف سے نامزد

فرمایا۔ گونسل مین چیف جسٹس کي اعانت کے لئے مرقوم الذیل چھہ عہدہ دار مقرر کئے گئے۔(۱) نواب اعظم یار جنگ بہادر فینانشیل سکرٹری۔(۲) شمس العلما سید علي بلگرامي۔بي۔اے۔ایل۔ایل۔بي سکرٹری محکمہ تعمیرات (۳) اے۔جے۔ڈنلاپ۔رونیو بورڈ کے ممبر اعلي۔(۴) مولوی نظام الدین حسن خان ماتحت جج ہائیکورٹ۔(۵) راے حکم چند۔ایم۔اے۔شہر کے محکمہ دیواني کے چیف جج۔

یہ کونسل پہلے مرتبہ ٦ مئي سنہ ۱۸۹۴ع کو مدارالمہام کے زیر صدارت منعقد ہوئي جنہون نے اپنے افتتاحي اڈریس مین ممبران کونسل کو سرکار کي طرف سے مرحمت کي ہوئی عزت پر زور دیکے کہا کہ آپلوگونکو وضع قوانین کا اختیار دیا گیا ہے اور یقین ہے کہ آپ اپنا پورا پورا خیال اس اہم اور ضروری کام کي طرف رجوع کرینگے اور مین جہان تک مجھہ سے ہوسکے آپ صاحبون کو اعانت دینے مین کوتاہی نہین کرونگا۔

عدل گستري

حضور نظام کي ریاست مین جن اصول پر عدالتی انتظامات مبنی ہین انکي تفصیل یہ ہے۔

دارالریاست مین علاوہ ہائیکورٹ کے چار محکمہ ہین (۱) محکمہ دار القضا (۲) شہر کا دیوانی محکمہ (۳) شہر کا فوجداری محکمہ (۴) الرفع بلدہ ۔ ہائیکورٹ مین ایک چیف جسٹس ہے اور پانچ ماتحت جج اور علاوہ انکے ایک مفتي۔اور تین محکمہ عدالت مین۔ پہلا اوریجنل بنچ۔دوسرا ڈویژنل بنچ۔اور تیسرا فل بنچ۔ اوریجنل بنچ مین اُن دیواني اور فوجداری کے مقدمات کي سماعت اور فیصلہ ہوتا ھے جوشہر کے دیواني اور فوجداری حکومت کے باہر ہون۔اس بنچ کا تمام کام ایک ہائیکورٹ کے ماتحت جج کے متعلق ھے۔اور مرافعہ کا کام چیف جسٹس دوسرے جج اور مفتي کے متعلق۔اور ڈویژنل بنچ اُن مقدمات کا فیصلہ کرتا ھے جو اوریجنل جوریس ڈکشن مین واسطے بحالی کے پیش ہوتے ہین اور مرافعہ کا فیصلہ دیواني مقدمات مین تین ہزار روپیہ تک آخری ھے۔فُل بنچ کو اُن دیواني مقدمات کے سماعت کا اختیار ھے جو تین ہزار روپیہ سے زیادہ ہون۔اوراون فوجداري مقدمات کو جنکي نسبت ڈویژنل بنچ مین اختلاف راے ہو۔اور نیز وہ مقدمات جو گورنمنٹ کي طرف سے واسطے تحقیقات کے روانہ کئے گئے ہون اور دارالقضا مین علي الخصوص مسلمانون کے نکاح۔طلاق میراث اور نسبتین وغیرہ کے مقدمات رجوع ہوتے ہین۔ اُس مین ایک ناظم اور ایک مددگار ھے۔

شہرکي دیواني عدالت کے ناظم کو پانچہزار روپیہ تک کے مقدمات فیصلہ کرنے کا اختیار ھے۔اور اوسکے ہرایک مددگار کوایک ہزار تک کے۔ جومقدمات پانسوسے زیادہ نہین ہوتے انکی نسبت ناظم کو اختیار ھے کہ برخلاف اپنے مددگارونکے فیصلہ کے انکی اپیل کي سماعت کرے۔دو اسسٹنٹ کے علاوہ اور اتاچي بھی ہین۔جنہین ایک سو سے دو سو تک کے مقدمات کي سماعت کا اختیار ھے۔

الرفع بلدہ یا نواحي محکمہ کو شہر کے دیواني محکمون کے باہر کے مقدمات پر حکومت حاصل ھے۔اوروہ تمام قسم کے مقدمات کا فیصلہ کرتا ھے۔

شہر کے فوجداری محکمہ مین ناظم کو فرسٹ کلاس میجسٹریٹ کے اختیارات حاصل ہین۔اور اوسکے پہلے مددگارکوبھي ویسے ہی اختیارات۔لیکن دوسرے مددگارون کو دوسرے اور تیسرے درجہ کے اختیارات۔علاوہ انکے بعض اعزازی میجسٹریٹ بھي ہین۔جو اس محکمہ کے متعلق اکثر تیسرے درجہ کے اختیارات کا استعمال کرتے ہین۔

اضلاع مین جوڈیشیل محکمہ کو دگنے اختیارات حاصل ہین۔لیکن اورنگ آباد (مغربي حصہ) گلبرگہ اور بیدر کے علاقہ مین مالگذاری کے ناظم دیواني اختیارات نہین رکھتے کیونکہ انکے لئے علیٰحدہ محکمے ہین۔ایک صوبہ مین مالگذاري کے افسرونکو دیواني اورفوجداری دونون اختیارات حاصل ہین ۔اور یہ دونون محکمے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہین۔

متفرق محکمون کي کارروائی کي نسبت یہ امر قابل اطمینان ھے کہ چند سال سے فوجداری کے مقدمات مین بہت کچھہ تخفیف ہوگئي ھے۔اور خاصکر کے اُن مقدمات مین جو فیصدی پچہتر شخصی اورمالي حملون کي نسبت ہواکرتے تھے بہت کمي ہوئی ھے۔

اس ریاست مین بوجہ معاملات داد وستد کے جو اکثر دائن و مدیون کے درمیان ہوتے رہتے ہین دیواني عدالت کے لئے نہایت وسعت ھے۔اور یہ عدالتین قرض لینے والے کو اس کي تباہی کے راستے سے خلاص نہین کرسکتین جنمین وہ مفید ضمانت دیکر قرض کي بلا مین گرفتار ہوتا ھے۔یہي سبب ھے کہ دیواني عدالتون مین زیادہ کام رہتا ھے۔اور ججون کو زیادہ محنت ہوتي ھے۔

ہندوستان کے اور ملکونکی طرف سے غریب کسان جو اپنی ضرورت کے وقت ساہوکارونکے محتاج ہوتے ہین انکی تعداد زیادہ ہوتي ھے اکثر فیصدی ۵۰ مقدمہ انہین کے ہوتے ہین۔

تعلیمات

جاگیرات اور خاص اراضي کو خارج کر کے ۵۸۰۷۳ مربع میل کي وسعت مین جس مین ۱۴۰۷٦ شہر اور قصبات ہین ۸۲۱۷۱۲۷ کي آبادی ھے (عورت اور مرد تقریباً نصفا نصف ہین) گورنمنٹ ہرسال انکی تعلیمات پرکوئی ٦ لاکھہ روپیہ صرف کرتي ھے۔مدرسون کي کل تعداد ۷۵۳ ھے اور لڑکون کي ۵۲۹۰۱ اس امرکے دکھلانے کے لئے کہ اس ڈپارٹمنٹ نے حال مین کیسي عمدہ ترقی کي ھے یہ بیان کرنا لازم ھے کہ حضور نظام کي

مسند نشینی کے وقت تعلیمات کا خرچ کوئی سوا لاکھہ روپیہ تھا۔ لیکن آج سے پانچ برس پیشتر وہ ساڑھے پانچ لاکھہ تک بڑھگیا۔ اُسوقت اسکولون کي تعداد فقط ٥٤٥ تھي اور شاگردون کي ٣٩١٩٧۔ ان اسکولون مین آخری رپورٹ کے مطابق جو اُسوقت شائع ہوئی۔ دو آرٹ کالج۔ یعنے مدارس صناعي تھے۔ ایک حیدر آباد مین اور دوسرا اورنگ آباد مین۔ ایک دارالعلوم یا مشرقي کالج۔ ١٥ ہائی اسکول۔ ٤٧ میڈل اسکول۔ ٦٨٢ ابتدائی اسکول۔ اور ٦ خاص اسکول۔ علاوہ انکے ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ کے ماتحت اوسکے قبول کئے ہوے جو اسکول تھے انکي تعداد یہ ہے۔ پرائیویت غیر مرتب مدارس ١٥٩٧ جن مین ٤١٥٩ لڑکے تھے۔ اور کل تعداد مدرسون اور لڑکون کي ٢٣٥٠ ۔ اور ٨٧٠٦٠ تھي۔ جسکي اوسط بحساب آبادی شہرون اور قصبون کے ٧٫٠٦ فیصدی تھی۔ جو زیر تعلیم تھي۔ مذکورہ بالا تعداد مین ٦٨ لڑکیون کے مدرسہ بھی داخل تھے۔ جن مین ٣٩٣٠ لڑکیان تھین۔ دارالریاست مین ایک زنانہ مدرسہ ہے۔ جسکی حاضری عمدہ ہے۔ اس قسم کے دوسرے مدارس مین ایک تلنگی نارمل اسکول ایک اینگلو ورناکیولر ہائی اسکول ٦ میڈل اسکول۔ اور ٥٩ ابتدائي مدارس ہین۔

ان مدارس مین بہ نسبت ہندؤنکے مسلمانونکے لڑکے بہت زیادہ ہین۔ کیونکہ ہندؤنکا اوسط بحساب کل آبادی کے فیصدی ٨٩٫٤٢ ہے۔ اور مسلمانون کا فقط فیصدی ٩٫٧ اوسط ہے لیکن باوجود اسکے مدت مذکورہ بہ ١٨٢٧٩ لڑکے۔ اور ٢١٦٣ لڑکیان تعلیم پذیر تھین۔ اور ہندؤنکے ٢٧٠١٦ لڑکے۔ اور ٩٤٧ لڑکیان۔ برٹش انڈیا مین مسلمان لڑکون کا اوسط فیصدی ٤٫٥ ہے۔ سواے پنجاب کے کہ جہان ٣٤٫٩ ہے۔ اور حضور نظام کے ملک کا اوسط ٤٤ جو نہایت قابل اطمینان ہے۔ محکمہ تعلیمات مین کبھی مسلمانون کي طرفداری نہین کي جاتی بلکہ ہندؤن پر زیادہ توجہ رہتي ہے۔ کیونکہ وہ بہ نسبت مسلمانون کے بہت زیادہ ہین۔ اوپر جو تعداد دکھلائی گئي ہے اس مین گورنمنٹ کیطرفسے کچہ مسلمانون کو فوقیت نہین دیگئی۔

اُس سال ١٧ طالب العلم ریاست کے تین حصون سے بی۔ اے کے امتحان مین داخل ہوے۔ جن مین ١٤ کامیابي کے ساتہ پاس ہوئے۔ ایف۔ اے کے لئے ٢٠۔ اور مٹریکیولیشن کے لئے ٨٧ گئے تھے جنمین سے ٥ اور ٣٠ پاس ہوے۔ اور منشی۔ مولوی۔ مولوی عالم۔ منشي افضل۔ اور منشی عالم کے لئے جو پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات ہین یہان سے ٣٦ طالب علم گئے تھے۔ جنمین سے ١٧ پاس ہوے۔ انمین سے ایک نے منشی افضل کي ڈگری حاصل کي۔ تین نے مولوی عالم کي۔ چار نے منشی عالم کي۔ سات نے منشی کي۔ اور دو نے مولوی کي۔

سنہ ١٨٩١ مین لوکل میڈل اسکول کا امتحان منعقد ہوا اوسکے دوسرے برس ٢٠٥٠ لڑکے اسمین داخل ہوے جن مین سے ٦٧٢ پاس ہوئے۔ ڈسمبر سنہ ١٨٩٤ء مین اس امتحان مین ٦٢٣ رجستری ہوئے۔ جنمین سے ٥٠٩ داخل امتحان۔ اور ١٦٣ پاس ہوے اور ان پاس شدہ امیدوارون مین پہلے درجہ مین ٨ لڑکیان تھین۔ اور دوسرے درجہ مین ایک۔

سرکاری اور اعانتی مدارس مین سالانہ فیس کي آمدني ٩٩٨٥٦ روپیہ ہے اور سالانہ خرچ تقریباً چھہ لاکھہ جیسے اوپر بیان کیا گیا۔ یہان زبانون کي ایسی سخت مشکلات ہین کہ اور کسی ریاست مین نہین۔ اوسکی وجہ یہ ہے کہ یہان کي دیسی زبانین چار ہین۔ علاوہ کلاسکل اور دوسری زبانون کے جنکی تعلیم کے لئے ایک خاص اسٹاف مقرر ہے۔

مخصوص مدرسون مین جو گورنمنٹ کے متعلق ہین حیدر آباد نارمل اسکول ہے جسمین ٢٢٢ طلبا ہین۔ ورنگل انجینرنگ اسکول مین ٢١ طالب علم۔ اورنگ آباد اور ورنگل کے صناعي اسکولون مین ١٦٩ لڑکے۔ ورنگل کے مدرسے مین امتحان مٹریکیولیشن کي بھی تعلیم دیجاتی ہے۔ جو سر جمشید جی جی جی بھائی کے اسکول آف آرٹس کے متعلق بمبئي مین ہوتا ہے۔

ورنگل مین ایک یتیم خانہ ہے۔ جس کے اخراجات گورنمنٹ کے ذمہ ہین۔ اور جس مین ابتدا مین ١٢٥ یتیم بچے تھے۔ لیکن سنہ ١٢٩٧ فصلي مین (سنہ ١٨٨١) جب اسکی رپورٹ شائع ہوی ٧٠ کي تعداد ہوگئی تھی۔ جنمین ٢٩ لڑکے اور ٤١ لڑکیان تھین۔ چونکہ یتیم خانہ محکمۂ تعلیمات کے متعلق نہین ہے۔ اس لئے انسپکٹر اوسکی سرکاري رپورٹ نہین کرتا۔

یونیورسٹی کي تعلیم تین کالجون مین دیجاتی ہے۔ نظام کالج۔ اورنگ آباد کالج درجۂ دوم اور دارالعلوم۔ نظام کا کالج پہلے درجہ کا ہے جہان یونیورسٹی کے لوگونکا ایک عمدہ اسٹاف تعلیم دیتا ہے۔ جن مین مسٹر ای۔ اے سبٹن پرنسپال ہین۔ اس کالج کے متعلق مدرسہ عالیہ ہے۔ جو ایک ہای اسکول ہے اور اسکے ساتھہ چھوٹے بچون کے لئے کنڈرگارٹن کا قاعدہ بھی جاری ہے۔ اگرچہ کالج سب لوگون کے لئے کشادہ ہے لیکن سواے امیرون اور معززون کے بچون کے اسمین دوسرا کوئی داخل نہین ہوتا۔ یہ کالج اُنہین اصول پر چلایا جارہا ہے جیسے انگریزی پبلک اسکول۔ اِنمین اُنکی جسماني اور اخلاقی تعلیم کا بھی برابر لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اِس اسکول کي کامیابی متوفي مسٹر ہڈسن ایم۔ اے کي جو کالج کے پرنسپال تھے محنت لیاقت اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ جنہون نے اُسکو ایک ابتدائی حالت سے اس درجہ تک پہونچادیا۔ اِس کالج مین بورڈرون سے ٤٥ روپیہ ماہانہ لئے جاتے ہین۔ اور ڈے بورڈرون سے ٢٥ روپیہ۔ سواے ہندوؤن کے دوسرے غیر بورڈر ڈے اسکالرونکی ہمت توڑی جاتی ہے۔ سنہ ١٣٠٥ فصلی (سنہ ١٨٩٦) مین اس کالج مین ٥٥ طلبا تھے۔ اور اسکے سابق کے سال مین ٤٢۔ اور مدرسہ عالیہ مین ١٧٤ طلبا تعلیم پذیر ہین۔ اوسکے پیشتر سنہ ١٣٠٤ فصلی مین ١٣٦ تھے۔

اورنگ آباد کے کالج میں مدراس یونیورسٹی کے ایف-اے -تک کی تعلیم دیجاتی ہے جسمیں پہلے دفعہ پانچ میں سے دو پاس ہوئے-

ہائی اسکول کل ۱۵ ہیں-۱۱ حیدرآباد میں-اور۴ اضلاع میں -اُنمیں سے پانچ کو گورنمنٹ کیطرفسے اعانت دیجاتی ہے اور دو بلا اعانتی ہیں-اور دوسرے مدارس تمام بخط راست ایجو کیشنل ڈپارٹمنٹ کے ماتحت ہیں-

دارالعلوم ایک مشرقی کالج ہے جسکے ساتھہ ایک بہت بڑا مدرسہ متعلق ہے-یہ دارالعلوم مشرقی علوم میں ڈگریان حاصل کرنے کے لئے پنجاب یونیورسٹی سے تعلق رکھتا ہے سال مذکور میں ۵۵ طلبا اس کالج میں تھے-اور ۵۱۷ مدرسہ میں-

حیدرآباد کے نارمل اسکول کی کارروائی بہی برسہ ترقی اور قابل اطمینان ہے-انجینرنگ اسکول چونکہ حال ہی میں قایم ہوا ہے اسلئے اسکی کارروائی بتلائی نہیں جاسکتی- یہان دو صناعی مدرسے جو بطرر آزمایش کے قائم کئے گئے تھے باوجود سخت مشکلون کے بڑی کامیابی کے ساتھہ چل رہے ہیں-انکی تعداد سرجمشید جی کے اسکول آف آرٹس کے امتحان میں سال بسال قابل اطمینان ہی نہیں بلکہ اونکی کارروائی نہایت عمدہ ہے-اِن مدرسون میں بازارونسے بہتر چیزین تیار ہوتی ہین-وہانکے طلبا مدرسہ چھوڑتےہی کام پر لگجاتے ہین غرض ان مدارس مین-طلبا کی تعداد برسہ ترقی ہے-اگر اُنمیں اسکالرشپین مقرر کیجائین تو بہت جلد لڑکون کی تعداد موجودہ استادون کے ماتحت اس حد تک پہنچ جائیگی جو مقرر کی ہوئی ہے-

اِن مدارس کی دیکھہ بھال کے لئے پہلے درجہ کے تین انسپکٹر اور دوسرے درجہ کے دو انسپکٹر اور اٹھارہ اسکول ماسٹر ہین-جنپر ۷۱۳۹٦ روپیہ صرف ہوتا ہے- اور موجودہ نگرانی کی ایجنسی اسقدر زیادہ ہے کہ اگر موجودہ مدرسون سے چار گنے زیادہ بھی ہون تو وہ نگرانی کرسکتے ہین-

سنہ ۱۸۹۱ کی مردم شماری کی تفصیل

اس ریاست کی دوسری مردم شماری ۲٦ فروری سنہ ۱۸۹۱ کو برٹش انڈیا کی مردم شماری کے ساتھہ ہوئی تھی یہان کی آبادی ۱۱۵۳۷۰۴۰ تھی-جس مین ۵۸۷۳۱۲۹ مرد تھے-اور ۵٦٦۳۹۱۱ عورتین-دیوانی ملک مین ۸۱۷۸۹۵۲ آدمی تھے-اور صرف خاص اور جاگیرون مین ۲۲۵۱۴۹۸-

سنہ ۱۸۸۱ مین یہانکی مردم شماری ۹۸۴۵۵۹۴ تھی- جس سے سنہ ۱۸۹۱ کی مردم شماری مین ۱٦۹۱۴۴٦ کی آبادی زیادہ ہوگئی-یعنے ۸۷۰۹۹۲-مرد اور ۸۲۰۴۵۴ عورتین-اس ترقی کا فیصدی اوسط ۱۷٫۸ ہے-چھہ اضلاع مین معمولی ترقی تھی-یعنے محبوب نگر مین ۲۳٫۱۸ سے لیکر لِنگ سوگر مین ۲۸٫۹۷ تک-یہہ اضلاع وہی تھے جہان سنہ ۷۸-۱۸۷٦ مین زیادہ قحط سالی ہوئی تھی-اس ترقی کا سبب وہان لوگونکی بتدریج مراجعت تھی-جو بعد رفع قحط کے وقوع مین آئی تھی- سنہ ۱۸۹۱ کی مردم شماری کی تفصیل یہ ہے-

ہندو	۱۰۳۱۵۲۴۹
مسلمان	۱۱۳۸٦٦٦
عیسائی	۲۰۴۲۹
سکھ	۴٦۳۷
پارسی	۱۰۵۸
جین	۲۷۸۴۵
گونڈ	۲۸٦٦۰
بھیل	۴۷۰
یہودی	۲٦۱

ہندؤنکی آبادی بہت زیادہ ہے-بحساب فیصدی ۸۹٫۴۲ کے-اوسکے بعد مسلمان ہین جو بحساب فی صدی ۹٫۷ کے ہین-یہانے تین مذاہب کو شہرون اور قصبون مین دیکھتے ہوے معلوم ہوتا ہے کہ شہرون اور قصبون مین ہندو فقط ٦٫۷ فیصدی رہتے ہین-اور مسلمان فیصدی ۳۱٫۳-اور عیسائی فیصدی ۷٦٫۵ اطراف مین رہتے-اس سے ہندؤنکی دیہاتی آبادی معلوم ہوگئی-

عیسائی لوگونکی آبادی ۲۰۴۲۹ ہے-انمین سے اہل یوروپ ۵۲٦۱ ہین-یوریشین-۲۵۰۷-اور دیسی عیسائی ۱۲٦٦۱- ازروئے مذہب رومن کیتھولک فیصدی ۵۰٫۳ ہین-بحساب تمام عیسائی آبادی کے جو قریب قریب چرچ آف انگلنڈ کے پیرون کے بعد ہے-جنکا اوسط ۳۱٫۹ ہے-

مرقومۃ الذیل فہرست پیشہ ورونکی نہایت دلچسپ ہے-اونکی چوبیس قسمین ہین-اور ہرایک کی تعداد جدا جدا ہے اور اِن سبھون کو ملاکر ریاست کی پائے تخت کی آبادی برابر ہوتی ہے-انتظام حکومت کا فیصدی اوسط بہت زیادہ ہے اور علیٰ ہذا ذاتی اورخانگی خدمتگارون کا-اس سے پایا جاتا ہے کہ بہ نسبت اورپریسیڈنسیون اوردوسرے انگریزی شہرون کے یہان کا ڈفنس چار حصے زیادہ ہے-اوسکی وجہ یہ ہے کہ اس مین برٹش اور حیدرآباد دونون کی فوجین شامل ہین-زراعت کا اوسط کسیقدر کم ہے-دوسری بات قابل دید یہ ہے کہ ۲۲ وین قسم مین عام محنت مزدوری ہے-

جس مین دارالریاست کا اوسط انگریزی ہندوستان کے شہرون سے کم ہے۔ لیکن باوجود اسکے یہ بات قابل اطمینان ہے کہ آزاد اور خود مختار آبادی ہر ایک جگہ سے یہان زیادہ ہے۔

ترتیب	تعداد	فیصدی اوسط — ممالک نظام	فیصدی اوسط — دارالریاست
١ انتظام حکومت	٤١١١٠	٤٫٦٩	١٤٫١٢
٢ ڈفنس	٦٣٢٩٩	٠٫٥٥	٩٫٧٥
٣ ریاستکی دوسری خدمات	٣٤٠٩	٠٫٠٤	٠٫٨٦
٤ چارہ وغیرہ	٢٨٠ ٩٠٦	٢٫٤٦	٠٫٢٥
٥ زراعت	٥١٧٨٣٢٩	٤٤٫٨٨	٢٫٣٥
٦ ذاتی اور خانگی خدمات	٦٥١٦٢٩	٥٫٦٠	٢٤٫٨٧
٧ خوراک وغیرہ .	٦٥٧ ٧١	٥٫٧٠	٧٫٢٧
٨ روشنی اور ایندھن وغیرہ	٩٢ ٨٩	٠٫٨٠	١٫٠٨
٩ تعمیر	٦٠٨٥٩	٠٫٥٣	١٫١٣
١٠ دونی اور گاڑیان ...	٣٥٤٩	٠٫٠٣	٠٫١٢
١١ ریمنٹری	٢٢٢٦٠	٠٫٢٨	٩٫٠٥
١٢ پارچہ بافی اور لباس ..	٧٢٤٠٣٨	٦٫٢٨	٣٫٤١
١٣ فلزات وغیرہ ...	١٧٢٢٠٥	١٫٤٩	٢٫١٦
١٤ مٹی اور کانچ کے برتن .	٩٢٩٨١	٠٫٨١	٠٫٣٧
١٥ چوب و بید	١٦٣٥٤٥	٠٫٤٢	١٫١٣
١٦ چری ہوتی اور رنگ وغیرہ	١٩٧١٧	٠٫١٧	٠٫١٤
١٧ چمڑے	١٥٧٦٧٤	١٫٣٧	٠٫٩٢
١٨ تجارت	١٧٦٢٢٩	١٫٥٣	٤٫٧٨
١٩ جلاوطنی وغیرہ	٨٢٧٩٠	٠٫٧٢	٢٫٥٤
٢٠ پیشہ وغیرہ	١٣ ٩٠٥	١٫١٩	٣٫٩٣
٢١ کھیل وغیرہ	١١٦٣٩	٠٫١٠	٠٫١٤
٢٢ عام محنت مزدوری ...	١٤٦٤٠٢٧	١٢٫٧٩	٨٫٧٣
٢٣ غیر مقرر امور وغیرہ ...	٤٤١٢٨٠	٣٫٨٢	١٫٢٥
٢٤ آزاد و خود مختار ...	٣٢٢٦٠٠	٢٫٨٠	٧٫٤٨
میزان ...	١ ١٥ ٧٠٤٠	١٠٠٫٠٠	١٠٠٫٠٠

یہ قابل یادداشت ہے ہندوستان کے کسی حصہ کی مردم شماری کے متعلق سنہ ١٧٥٣ مین انگلستان کی پارلیمنٹ مین مخالفت کی گئی تھی۔ اس بنیاد پر کہ مردم شماری ایک ناپاک چیز ہے۔ اور اسی وجہ سے موجودہ صدی کے آغاز تک اسپر عملدرآمد نہین ہوا تھا۔

نواب عماد جنگ بہادر

نواب عماد جنگ بہادر حیدرآباد کے ایک شریف خاندانی ہین—جنکی ولادت اور تعلیم و تربیت حیدرآباد ہی مین ہوئی تھی—اگرچہ تعلیم نے انکی کم سنی کے زمانہ مین شہر حیدرآباد کے اندر وہ ترقی نہین کی تھی—جو بعد مین ہوئی لیکن نواب صاحب کو تعلیم عالم طفلی سے نہایت احتیاط کے ساتھہ دی گئی تھی—لہذا جو ملکہ اور مہارت کہ انہون نے فارسی اور عربی مین کیا بہ نسبت زباندانی کے اور کیا بہ نسبت علمیت کے بہم پہنچائی تھی وہ عمدہ اور کامل تھی—انہون نے انگریزی مین بھی قابل قدر حیثیت اچھا دہک پیدا کیا ہے—سترہ برس کی عمر مین وہ فارغ التحصیل ہوکر حیدرآباد کی سلطنت مین ملازم ہوے اور عرصۂ قلیل مین اپنی قابلیت کے سبب مدارالمہام سرسالار جنگ اول کے منظور نظر ہوے—انہون نے انہین صیغۂ دیوانی کے معاون پیشکار مقرر فرمایا—جہان انہون نے دو سال کام کیا—اس خدمت پر اُنہین بالکلیہ زیر نظر سرسالار جنگ کام کرنا پڑتا تھا—اور وہ انکی کارگزاری سے اتنے خوش ہوے کہ شہر مین عدالت دیوانی کے ایک جج کی جائے پر ترقی دی—اس زمانے مین اس عدالت کا بہت سا کام معطل پڑا ہوا تھا—لیکن انہون نے اس کام کو اپنی طبعی چالاکی اور تیزی سے بہت جلد انجام کو پہنچایا—اس زمانے مین یہہ مولوی محمد صدیق کے نام سے مشہور تھے—اس کارگذاری کے لئے خاص سرکیولر کے ذریعہ مدارالمہام نے انکے لئے اپنی تشفی ظاہر فرمائی—بعد ازآن انہین چیف سِوِل کورٹ مین جج کے عوضی کی جائے دی گئی—اس مین بھی بہت سا کام اور بہت سے مقدمے معطل پڑے ہوے تھے جنکا فیصلہ بہت تھوڑے عرصہ مین کردیا—ان عمدہ اور قابل تعریف خدمتون کے عوض سالار جنگ نے سنہ ۱۸۷۱-۷۲ مین محکمۂ عالیہ مین جو انہین دنون مترتب ہوا تھا—ایک جج کی جائے دی—اس خدمت پر وہ نو سال رہے—اور سنہ ۱۸۷۹ع مین جبکہ چیف جسٹس سید فداحسین صاحب کا انتقال ہوا تو اس جائے پر مولوی محمد صدیق صاحب کو عوضی مقرر فرمایا—تقریباً ساڑھے تین برس اس خدمت پر کام کیا جسکے بعد سنہ ۱۸۸۳-۸۴ مین انکو جوڈیشل سکریٹری بنایا گیا—اس خدمت پر بہ احسن وجوہ سات برس کام کیا جسکے بعد انہین مدارالمہامئی سرآسمان جاہ مین بہ ترقئی تنخواہ چیف جسٹس کی خدمت پر قائم کیا گیا—محکمۂ عالیہ مین قریب تین برس صدارت کرنیکے بعد پہر انکی تبدیلی جوڈیشل سکریٹریٹ مین جسکو اسوقت مین ہوم سکریٹریٹ کہا کرتے تھے—ہوئی—اس صیغہ کے ماتحت علاوہ جوڈیشل ڈپارٹمنٹ کے اور کئی ایک صیغے تھے—اسپر سے صاف پایا جاتا ہے کہ نواب عماد جنگ کی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ جوڈیشل ڈپارٹمنٹ مین گذرا ہوا ہے—اور یہہ لازمی بات ہے کہ انہون نے اس کام مین بہت بڑا تجربہ حاصل کیا ہوگا—

انکی خدمت کے عرصۂ دراز مین انہون نے عوام الناس پر اپنا استقلال اپنی جفاکشی—اور اپنی منصف مزاجی کو ثابت کر دکھایا ہے—انکا انصاف موزون اور واجبی ہوا کرتا تھا—انکی خوش اخلاقی اور خوش کلامی نے حیدرآباد کے افسرون مین انہین ہردل عزیز کر رکھا ہے—گذشتہ نو دس مہینے سے انکی خدمتون کی تبدیلی اور ہی طرف ہوئی ہے—چنانچہ وہ حضور نظام کے خاص فرمان سے فائنانشیل سکریٹری کا کام کرتے ہین—اس کام مین بھی انہون نے وہی چالاکی اور تیزفہمی سے کام لیا ہوا ہے جو انکی ذات مین پڑی ہوئی ہے—

نواب عماد جنگ بہادر

مولوي محمد عزيز ميرزا صاحب بی-اے

شاید حضور نظام کے ملازمون مین ایسے تہوڑے ہی افسر ہین کہ جنکے لئے بالصام کوئي میروث فیرات (فتحمندی کا جہنڈا جسنے چہینا ہے اسیکے وہ لایق ہے) کے الفاظ ٹہیک اور مناسب طورپر استعمال کئے جاسکتے ہین جیسے مولوی محمد عزیز میرزا صاحب کے لئے—یہہ صاحب ایک ذمہ دار صیغہٴ سکریٹاریٹ کے افسر ہین—

ابتدائے ملازمت مین یہہ صاحب اپنے سرپرست نواب مشتاق حسین صاحب وقارالملک بہادر سے جدا کئے گئے— تاہم انہون نے اپنی لیاقت ذاتی سے اپني جائے درجہٴ اول مین کرلی ہے — مولوی عزیز صاحب ایک قدیم ترکمان خاندان سے ہین—انکے اباواجداد شاہي طائفہٴ چغتائي سے ہین—انکے مورث اعلی جمال بیگ پہلے پہل ہندوستان مین آئے—اسوقت سلطنت مغلیہ زوال پذیر ہوچکی تہی—یہہ صاحب یہان آکر نظام الملک اول کي ملازمت مین بطور جمعدار کے نوکر ہوے—اور بعد ازآن میرزا واجف—شہزادۂ ایران کے ساتہہ ہوگئے—جسنے مراٹہون سے کئی ایک لڑائیان لڑین—انکے دادا کمپني بہادر کي ملازمت مین رسالدار تہے— انہون نے ابتدا مین—ٹہگي اور راہزني کے نابود کرنے مین شہرت حاصل کي—انکے باپ میرزا وزیر بیگ مدت مدید تک بہاسوکے نواب ممتازالدولہ سر محمد فیض علی خان کے مہتمم و منتظم تہے—

مولوی محمد عزیز میرزا سنہ ۱۸٦٤ع کے مي مہینے مین تولد ہوے تہے—علیگڈہ کالج کے پہلے طلبا مین—یہہ صاحب تہے — آغاز طالب العلمی مین انہون نے اپنی مستقل مزاجي کے آثار بتلانے شروع کئے تہے — اور سیڈنس یونین کلب کے سکریٹری کے طور پر جو آکسفرد اور کیمبرج کي کلبون سے مطابقت رکہتی ہے انہون نے تقریر اور طرز بیان مین بہت کامل لیاقت حاصل کي—اور اپنے وقت کے طلبا مین یہہ مسلم لیڈر رہے—ابہی یہہ گراجویٹ بہی نہ ہوے تہے کہ سنہ ۱۸۸۷ع مین ہنگام جیوبلئي ملکہٴ معظمہ کمیٹی منتظمین کے صدر مقرر کئے گئے—اسی سال انہون نے امتحان بی-اے مین کامیابي حاصل کي اور علم انگریزی اور تاریخ داني مین انعام حاصل کئے—یہہ پہلے ہي مسلمان تہے جنہون نے ممالک مغربی وشمالی مین دو اعزاز ایکہی وقت مین حاصل کئے—

مولوي عزیز میرزا صاحب کا پہلے منشا تہا کہ وکالت کا امتحان دین—لیکن بعد امتحان بی-اے کے انہین حیدرآباد جانیکا اتفاق ہوا—اندنون نواب سر آسمان جاہ بہادر مدارالمہام تہے اور نواب مشتاق حسین خان بہادر سکریٹرئي مالگذاری ومحصولات انکے خاص مشاور اسی تلاش مین تہے کہ اگر کوئی لایق انگریزی خوان شخص ملے تو اپنا معاون بنالین—انہون نے ترغیب دیکر مولوی صاحب موصوف کو اپنے پاس اس خدمت پر رکہہ لیا—جس کو وہ چار برس تک بجالائے—ہوم سکریٹاریٹ کے جسے اب جوڈیشیل سکریٹاریٹ کہتے ہین — سنہ ۱۸۹۱ع مین نئے انتظام ہونیپر یہہ صاحب سکنڈ اسسٹنٹ سکریٹری مقرر ہوے—ارکار مفوضہ مین مستعدی اور چالاکي بتلانیسے وہ علاوہ اُس خدمت مقررہ کے مرقوم الذیل کمیٹیون کے رکن اور سکریٹری بنائے گئے—(۱) پوسٹل ریفارمس—(۲) جاگیر دارون مین کمپلسری ایجوکیشن (۳) تقرر ممر محاسبات—(٤) حد بندی اختیارات امرائے پاگاہ—(۵) فارسي چہاپنے کے لئے عمدہ ٹائپ جاری کرنا—(٦) انتخاب کتب درسیہ—

سنہ ۱۸۹۳ع مین جب مجلس واضع قوانین وجود مین آئي تو مولوی صاحب کو اسکا سکریٹری مقرر کیا—جس خدمت کو انہون نے گیارہ مہینے تک انجام دیا—جسکے بعد وہ خدمت جو دیشیل سکریٹاریٹ سے علاحدہ کرکے مسٹر ہرمزجی بوشہر وانجی وکیل گورنمنٹ کے لیگل ایڈوائزر کے ماتحت کردئے گئي—سنہ ۱۸۹۵ع مین وہ جوڈیشیل دپارٹمنٹ کے فرسٹ آسسٹنٹ سکریٹری مقرر ہوے — اوراواخر سنہ ۱۸۹٦ مین کورٹ آف وارڈز کے سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے گئے— اسکے نسبت ایک نہایت دلچسپ سانحہ کا ذکر یہان کیا جاتا ہے—اس خدمت کي تنخواہ ماہانہ چارسو روپیہ ہے جسے لینے سے انہون نے انکار کیا اسوجہ سے کہ انہون نے خیال کیا کہ یتامي کا پیسا لینا خلاف اصول اسلام ہے — یہہ خدمت وہ ابتک مفت بجالاتے ہین—انہون نے طب یوناني کو ترقی دینے کے لئے جو مجلس قایم ہوی ہے اسکے سکریٹری کا کام بہي کیا ہے— سنہ ۱۸۹٦ع کے سپٹمبر مہینے مین جبکہ مولوی علي حسن کي جائے پر نواب عماد جنگ فائنانشیل سکریٹری مقرر ہوے—تو مولوی عزیز میرزا کو جوڈیشیل — پولیس اور جنرل دپارٹمنٹ کے آفیشیٹنگ سکریٹری کي جائے دی گئي—

مولوي محمد عزیز میرزا صاحب بی-اے

شمس العلماء سید علی بلگرامی

شمس العلماء سید علی بلگرامی ایک مشہور علامہ اور زباندان جنٹلمین ہین اور اعلیٰ حضرت نظام الملک کی خدمت مین ملازم - انکے آبا و اجداد شہر واسط سے آئے تھے جو عراق عرب مین بغداد و بصرہ کے درمیان واقع ہے - وائسرائے کے دربار مین انکے دادا پادشاہ اودہ کیطرف سے قائم مقام تھے - اور بعدالحاق اودہ انکے والد اور چچا دونون انگریزونکی نوکریمین اعلیٰ اور معتبر عہدے پر پہونچے - انکے چچا آنربل سید عظیم الدین صاحب عالیجناب ولیم نیتدگ کے ماتحت ملازم تھے - اور ایام غدر مین آرہ ہاؤس کے بہادرانہ بچاؤ مین شریک ہوکر کنور سنگہہ کے مقابل انہون نے جنگ کی تھی - سندہ مین وہ پولیٹکل ایجنٹ تھے اور بعد ازان بنگال کی لیجسلیٹیو کونسل کے ممبر ہوئے - انکی ان مختلف بیش بہا خدمتون کے عوض انہین کمپیانین شپ آف دی اسٹار آف انڈیا (مشیر ہند) کا نہایت جلیل القدر خطاب عطا کیا گیا - سید علی کے والد سید زین الدین خان بہادر بنگالہ مین خدمت مقتدا فصر کو بہت عمدگی کے ساتھہ بجالائے - یہ دونون صاحب ایشیا مین بہت بڑے نامی گرامی فاضل تھے اور اپنے لوگون مین زبان انگریزی کے بڑے عالم مشہور تھے - سید علی موصوف سنہ ١٨٥١ع مین پیدا ہوے - خورد سالی مین اپنے دوسرے مشہور ہم قومون کی طرح علم فارسی و عربی کی تحصیل کی - اور پندرہ برس کے بعد علم انگریزی پر توجہ کی اور ایسی نمایان ترقی کی کہ آٹہہ ہی برس مین بی - اے کا امتحان پاس کیا - انہون نے لکھنؤ کے کینڈنگ کالج مین تعلیم پائی - اگرچہ وہ پٹنہ کالج سے گراجوایٹ ہوئے اور پٹنہ کالج ہی سے سنہ ١٨٩١ مین قانون کے گراجوایٹ ہوئے - اسمین انکا درجہ سب سے بڑھکر تھا اور سونے کا ایک تمغہ انعام مین یونیورسٹی (دارالعلوم) سے دیا گیا یہ عزت پیشتر کسی مسلمان کو نہ ملی تھی - بی - اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد روڑکی کے تھامسن سول انجنیرنگ کالج مین داخل ہوئے - چند سال تک انہون نے اس علم مین کچھہ ترقی نہین کی مگر اس اثنا مین سرسالار جنگ اعظم کا خیال انکی طرف متوجہ ہوا جو ہمیشہ قابل اور لایق لوگون کی تلاش مین رہتے تھے - کہ انہین اعلیٰ حضرت نظام کی خدمت مین رکہین - سرسالار جنگ نے اس لایق نوجوان کو ایک اسکالرشپ (وظیفہ) عطا کیا اور جب انگلستان کو تشریف لےگئے - تو انہین بہی اپنے ہمراہ لیگئے - مسٹر سید علی رایل اسکول آف مائینس - (شاہی مدرسہ معادن) مین داخل ہوئے اور مشہور و معروف علما مثلاً ہکس لے - جوڈ - ٹینڈال - گٹہری وغیرہ سے تعلیم پائی - سنہ ١٨٧٣ مین انہون نے اس مدرسہ کی اسوشی ایٹ شپ کا امتحان نہایت ہی عزت کے ساتھہ پاس کیا اور جیالوجی (علم ترکیب زمین) مین مرکیسن کا تمغہ حاصل کیا - اور ممالک مشرقی کے بہت سے ہشیار لوگون کے مانند انہین بہی بنی آدم اور انکے عادات کا علم حاصل کرنیکا شوق پیدا ہوا - اس لیئے وہ تمام اپنا وقت جو پڑہنے سے بچ رہتا تھا - یوروپ کی سیاحی مین گذار تے تھے اور فرانس و جرمنی کے علوم والسنہ سیکھتے تھے - اس بات کے بیان کرنیکی ضرورت نہین کہ مسٹر سید علی کا سا تجربہ کار - لایق - اور ہر فن کا ماہر شاخص حضور سرکار نظام کی خدمت مین کیسا کچھہ مشہور ہے - انکا تعلق مختلف اوقات صیغہ مالگذاری و مجسٹریٹی سے رہا ہے - اور علاوہ اسکے ڈایریکٹر آف پبلک انسٹرکشن - ہوم سیکریٹری - اور انسپکٹر جنرل آف مایننس - کے معزز عہدون پر مامور ہوئے ہین - فی الحال وہ پبلک ورکس کے سکرٹری کے عہدے پر ہین (جنمین ریل اور معادن دونون شامل ہین) - اسکا بیان کرنا بالکل بے فائدہ ہے کہ سید علی

شمس العلما سید علی بلگرامی -- بی - اے - ایل -- ایل -- بی

نے جو علوم انگلستان اور دوسرے مقامون مین حاصل کئے ہین انسے ریاست حیدرآباد کو کسقدر فائدہ پہونچا ہے۔اگر مسٹر سید علی کے لیاقت اور قابلیت کا شخص اپنا وقت علوم کي طرف صرف کرے تو کوئي تعجب کا مقام نہین۔انہون نے بہت سی کتابین تصنیف کي ہین۔ جنمین کلیلہ و دمنہ کا مانوگرام " فارسی و سنسکرت کي متداولہ کتابین ہین۔عربی مین ایک رسالہ شائع کیاہے اور زبان سنسکرت مین ایک نظم لکھي ہے اور ایک بید کي صرف نحو تیار کي ہے اور اتروا وید کا ترجمہ جرمنی کے فاضلون کے طرز پر کیاہے۔انکی تازہ تصنیفات سے ڈاکٹر گستاولے بانز کي۔لاسیو یلیزیشیون دیز عارابی (عربونکی تہذیب) کا ترجمہ ہے۔یہ کثیرالہجم کتاب بہت ہي قابل قدر ہے جسمین ۷۰۰ صفحے ہین اور اسمین سو ۱۰۰ صفحون پر نہایت عمدہ تصویرین ہین۔یہ اپنے قسم کا پہلاہي ترجمہ ہے۔سنسکرت مین انکی لیاقت کیلئے اتنا کہنا کافي ہے کہ وہ مدراس یونیورسٹی کے مسلسل ۳ برس تک سنسکرت کے ممتحن منتخب کئے گئے تھے۔ اور خصوصاً۔ ایم۔ اے۔ کے امتحان مین بیدون اور بید لٹریچر کے ممتحن تھے۔مسٹر سید علي لنڈن کے جیالوجکل سوسایٹی اور انگلستان اور ائرلنڈ کے رایل ایشیا تک سوسایٹی اور شمالی انگلستان کي معدنی میکانیکل انجیرس انسٹیٹیوٹ اور نیز دوسرے سایئنٹیفک انسٹیٹیوٹ کے فیلوہین۔جن لوگون کو شمس العلما کے لفظي معنے معلوم نہین انکے لئے ہم بیان کرتے ہین کہ شمس العلما کے معنے۔ عالمون کے آفتاب کے ہین۔یہ خطاب مسٹر سید علی کو گورنمنٹ ہند کیطرف سے سنہ ۱۸۹۱ مین عطا ہوا ہے۔

میجر پرسي گف

میجر پرسی بلوم فیلڈ پیاٹن گف کا ریاست حیدرآباد سے منصبي تعلق بہ نسبت دوسرے ملٹری افسرون کے حضور سرکار نظام کي ملازمت مین بہت ہی قدیم ہے۔فی الحال میجر پرسی گف ملٹری دیپارٹمنٹ کے سکرٹری کے عہدہ پر مامور ہین۔اس دیپارٹمنٹ مین اررریگولر ٹروپس (جسمین تقریباً بیس ہزار آدمي شامل ہین۔) وایمپریل سرویس ٹروپس و ریگیولر ٹروپس اور گولکنڈا بریگید شامل ہین۔ یہ سب ٹروپس مہاراجہ کشن پرشاد بہادر وزیر ملٹری دیپارٹمنٹ کے ماتحت ہین۔میجر پرسی گف کا پہلا تعلق ملٹری سے حسب ذیل تھا۔میجر پرسی گف برٹش ملازمت مین ۲۰ اکٹوبر سنہ ۱۸۵۳ کو سیکنڈ مدراس لینسرز مین بطور علم بردار رسالہ داخل ہوئے۔ اور معزز ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت ۲۳ مئی سنہ ۱۸۵۴ کو لفٹنٹ کے عہدہ پر پہنچے۔اور ۱۰ جنوری سنہ ۱۸۶۲ مین انکا نام کپسٹنس کي فہرست مین درج کیا گیا۔ انکا تعلق حضور سرکار نظام کي ریاست سے پہلے پہل جالنا مین شروع ہوا جہان سیکنڈ مدراس لینسرس (جو اسوقت سیکنڈ مدراس لایت کیاویلری کہلاتی تھی) مقیم تھی۔انہون نے اپنے لشکر کي ایک ٹکری سے پندرپور پر جو جنوبي ممالک مرہٹہ مین ہے بلوہ فرو کرنے مین مدد کي سنہ ۱۸۵۷ و ۱۸۵۸ مین میجر (اسوقت لفٹنٹ) گف اُن تین افسرون مین سے ایک افسر تھے جنکے ماتحت مایسور سلیدار ہارس کي تین پلٹنین ایام غدر مین مستعار دی گئی تھین۔یہہ پلٹنین کرنول کي کوچ کرتی ہوئی فوج کا ایک حصہ تھین۔جو بیلاری سے راجہ شوراپور کے جگائے ہوئے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے بھیجي گئی تھي۔اور دوسرے دو افسر لفٹینٹ جو اب جنرل سر رچڑد استورٹ ہین جنکے ماتحت حیدرآباد سب سي ڈري فورس تھي۔اور دوسرے کیپٹن نیوبری جو افسر اعلیٰ تھے۔ کیاپٹن نیوبری شوراپور مین مارے گئے۔ لفٹنٹ اسٹوورٹ نے بہت ہي دلیری سے مقابلہ کیا مگر سخت زخمی ہوئے۔

میجر پرسي گف

کیپٹن نیوبری کے انتقال کے بعد لفٹنٹ گف جنکی عمر اسوقت صرف ۲۳ برس کی تھی تمام مائسور اِرریگیولر ٹروپس کے اعلیٰ افسر ہوئے — اور جبتک کہ جنگ سے میسور واپس آئے تب تک اسی عہدے پر رہے — مگر شوراپور کہ محاصرہ کرنے کے بعد لفٹنٹ گف جنوبی ممالک مرہٹہ مین مختلف اور نہایت ضروری خدمتون کو انجام دینے کے لئے بالتخصیص مقرر کئے گئے — بعد ازآن وہ بلارنی فیلڈ فورس مین جو مایسور ہارس کے زیر کمان تھی خدمت بجالائے اور اسی لشکر کے ساتھہ اسوقت کے رزیڈنٹ کرنل ڈیودسن کی درخواست سے انہون نے روہلا قوم پر جو حیدرآباد مین تھی جنگ کی — اور روہلا لوگون کے تظلم و تعدی سے ملک کو صاف کرنے کے لئے جو مدد انہون نے کی اسکو ڈیوڈسن صاحب بہت ہی مانتے ہین — اور لفٹنٹ جنرل سر ہیارک گرانٹ کمانڈر ان چیف و لفٹنٹ کرنل جے — ئی — ہیوز جنکے ماتحت کرنول میوبل کالم تھا — دونون گف کی عمدہ خدمتون کی داد دیتے ہین — غدر کے پیچھے میجر گف سر — ایم — کبن کی ماتحتی مین مایسور کے راجہ کے دربار مین چند سال پولٹیکل خدمت بجالانے کے بعد وہ مایسور کے ایک صوبہ کے ڈپوٹی کمشنر مقرر ہوئے — بعد میجر گف برٹش ملازمت سے نکلکر سنہ ۱۸۷۷ مین حضور سرکار نظام کی ملازمت مین میجر براودنٹ کے بعد ملٹری سیکریٹری کے عہدہ پر مامور ہوئے — اور مسٹر آلیفنٹ کے جانے کے بعد نواب سر سالارجنگ اعظم نے ملٹری سیکریٹری کے علاوہ میجر گف کو اپنا پرائویٹ سیکریٹری مقرر کیا اور یہ دونون عہدے سالارجنگ کے انتقال تک بہت خوبی کے ساتھہ بجالائے اور ان کے بعد دونون متفرق انتظامات مین بھی ویسی ہی خدمت کی دوسرے وزیر اعظم نواب سر سالارجنگ ثانی نے میجر گف کے خدمات مین اضافہ کرکے اررینگیولر ٹروپس و میڈیکل ڈیپارٹمنٹ (مطب) کا چارج بھی انہین کو دیا اور اسطورسے ان کی خدمت کیسی مفید تھی — اور کیسی اسکی قدر کی جاتی ہے اسکو تمام لوگون پر ثابت کردیا —

اے — جے — ڈنلاپ صاحب

مسٹر اے — جے — ڈنلاپ صیغۂ مالگذاری کے رکن اول —

حضور نظام کی مالگذاری کے صیغہ پر کامل اختیارات رکھنے والے فی الحقیقت برار کمیشن کے ڈپوٹی کمشنر اول ہین — انکی خدمت گورنمنٹ حیدرآباد کو مستعار دی گئی ہے — چنانچہ وہ فی الحال فارن سروس پر ہین — حیدرآباد گورنمنٹ مین انکی ملازمت سنہ ۱۸۸۳ع مین شروع ہوئی — اسوقت انہین نواب وقارالامرا بہادر کے املاک کا چارج دیا گیا — جواب مدارالمہام ہین — لیکن انکی پہلی ملازمت برار مین سنہ ۱۸۶۹ کے می مہینے سے شروع ہوتی جبکہ انہین ممالک متوسطہ اور برار کے کاٹن (روئی کے) کمیشنر کے معاون کی جائی دی گئی تھی — سنہ ۱۸۷۰ع مین وہ برار کمیشن پر مقرر ہوئے — ۵ اپریل سے ۲۸ آگسٹ سنہ ۱۸۷۶ تک انہون نے حیدرآباد کے سکنڈ اسسٹنٹ رزیڈنٹ متعلق برار کا کام انجام دیا — اور ۲۵ اکٹوبر سنہ ۱۸۷۷ع سے ۲ آگسٹ سنہ ۱۸۷۸ تک رزیڈنٹ حیدرآباد کے سکریٹری برار کا کام کیا — اور پھر وہانسے اپنی مستقل جائے یعنے کہام گام کے اسمال کاز کورٹ کی ججی پر مستقل ہوے — سنہ ۱۸۸۳ع مین جیسا اوپر بیان ہوچکا مسٹر ڈنلاپ حیدرآباد کو گئے — اور دو برس کے بعد ریونو اور سٹلمنٹ کمیشنر کے انسپکٹر جنرل مقرر ہوئے — سنہ ۱۸۹۳ع مین مجلس مالگذاری قایم کی گئی جسمین مسٹر ڈنلاپ رکن اول مقرر ہوئے — اس عہدے پر اور دوسرے پبلک عہدون پر جو وہ وقتاً فوقتاً بجالائے ہین — انہون نے دونون گورنمنٹون کی عمدہ اور قابل قدر خدمتین کی ہین — سٹلمنٹ انعام — آب رسانی اور دوسرے صیغۂ مالگذاری حیدرآباد کے کامون مین انہون نے عمدہ کارروائی کرنیکی نسبت شہرت حاصل کی ہے جسکی قدر اور جسکا اثر ملک و رعایا کی بہبودی سے تعلق رکھتا ہے انکے بعد ضرور قایم رہیگا —

اے — جے — ڈنلاپ

فريدونجي جمشيدجي ايسكواير

مسٹر فريدونجي جمشيدجي مدارالمهام کے افيشيل پرائوٹ سکریٹری هين ـ چاهے مسٹر فريدونجي سے خانگي ملاقات هو يا پبلک انکي فرديت ملاقات کرنيوالے کے دل پر پهر چاهے وه يورو پين هو يا ديسي اثر کرهي جاتي هے ـ کيونکه انکي گفتگو مين کچهه ايسي هي خصوصيت هے که دلکو راغب کئے بغير نهين رهتي ـ مسٹر فريدونجي متوفي مسٹر جمشيدجي کے بڑے فرزند هين جو خود بهي ملازم حضور نظام تهے ـ اور اس لحاظ سے رعايائے نظام هي مين انکا شمار هے ـ وه في الحال اٹهتاليس برس کي عمر کے هين ـ انکي پيدايش ماه سپٹمبر سنه ۱۸۴۹ ع مين ضلع اورنگ آباد مين هوئي تهي ـ اکتيس سال سے پيهم سرکار نظام مين ملازم هين ـ اور پانچ منتظمونکے ماتحت خدمت کي هے ـ اور تين مدارالمهام کے آفيشيل پرائوٹ سکریٹری ره چکے هين ـ پهر ايک ايسي بات هے که جس سے اوسط درجه کي لياقت سے انهين کچهه بڑهکر قابليت هو پهر ظاهر هوتا هے ـ جب رونيو سروے اور سٹلمنٹ ورک اورنگ آباد مين قايم کيا گيا ـ تو اس کام کے لئے انهين مخصوص منتخب کيا ـ اس کام کو انهون نے بمبئي سروے سسٹم پر جاري کيا ـ اور اوسکو اول سے اخير تک نه صرف اورنگ آباد ضلع مين بلکه اضلاع متصل بيد و پربهاني مين جو قريب پندره هزار مربع ميل کے هے نهايت عمدگي سے انجام ديا ـ پهر نيا سٹلمنٹ بهت کامياب هوا ـ بنجر زمينين ليگئين اور محصول مين بهت ترقي هوي ـ اس معاملے مين مسٹر فريدونجي نے نو سال تک بڑا خيال ديا گورنمنٹ نے انکي بڑي قدرشناسي کي اور سرسالار جنگ اول نے انهين ايک سونے کي گهڑي اور زنجير انکي خدمتون کي قدرشناسي مين عنايت فرمائين ـ سنه ۱۸۸۳ ع مين مسٹر فريدونجي تعلقدار اول اورنگ آباد مقرر هوے ـ ليکن دوسرے هي سال جنرل گلاسفرڈ افسر صيغه سروے و سٹلمنٹ خدمت سے علحده هوے تو مسٹر فريدونجي کو بسبب انکي مهارت کے سروے و سٹلمنٹ کمشنر کا عهده ديا گيا جسکے سبب انهين شهر حيدرآباد مين آنا پڑا ـ تهوڑے هي عرصه مين ـ يعني صرف تين هي مهينون مين سرسالار جنگ دوم کے آفيشيل پرائوٹ سکریٹري مقرر هوے ـ پهر معزز عهده تين سال تک انکے تحويل مين رها بعد ازآن سر آسمان جاه نے بهي بسبب انکي لياقت کے انهين اسي عهدے پر برقرار رکها ـ جنکے ماتحت انهون نے سات سال کام کيا حتي که انهون نے سنه ۱۸۹۳ ع مين اپنا استعفا پيش کيا ـ انکے بعد وه موجوده مدارالمهام سروقارالامرا کے بهي پرائوٹ سکریٹری هوئے ـ مسٹر فريدونجي کي خدمت بطور سکریٹری کے کل سکریٹريون سے مدت دراز کي هے اور ميجر گاٹ کے سوا صيغه سکریٹريٹ مين انسے کوئی قديم تر ملازم نهين هے ـ مسٹر فريدونجي کے ايک هي ايک فرزند هے جو برٹش ملازمت مين برار کے اندر بطور ڈپٹي کمشنر کے مقرر هے ـ انکي زوجه انتقال کرچکي هين ـ

فريد نجي جمشيدجي اسكواير

مسٹر فريدونجي بڑی علمی مهارت رکهتے هين ـ هندوستان کے جدا جدا نامی اخبارون مين مضامين روانه کرنيکے سوا انهون نے کئي ايک دلچسپ کتابين لکهی هين ـ اور خصوصاً ضلع اورنگ آباد کے کاشتکارون کي سوشيل اور اِکانامک حالت کا احوال لکها هے جسکي انگريزی اخبارون نے بڑی تعريف کي هے ـ اور اس کتاب مين بهی باب اورنگ آباد مين اسکا بيان آيا هوا هے ـ مسٹر فريدونجی رايل ايشياٹک سوسائٹی اور کابڈن کلب کے ايک رکن بهی هين ـ

رای مُرلی دھر

رائے مرلی دھر رونیو بورڈ کے ایک ممبر ہین—وہ متوفی راے منولال کے فرزند ہین جو نہر گنگا پر ایگزیکیوٹو انجنیر تھے—لیکن سنہ ۱۸۷۲ ع مین انکی خدمت سرکار حضور نظام کو دیگئی—منولال کی خدمتین ایام غدر مین سرکار ہند نے اتنی پسند کین کہ انہین ممالک مغربی و شمالی کے بلند شہر مین کتنے ایک گانون بطور بخشش کے عنایت کئے جنکا محصول رای مرلی دھر کو وراثتاً ملتا رہتاہی—سنہ ۱۸۷۵ع مین رای مرلی دھر ملازمت حضور نظام مین کلکتہ یونیورسیٹی کے امتحان ایف—اے مین کامیاب ہونیکے بعد بطور اتاچی کے داخل ہوے اور دوسرے ہی سال تیسرے درجہ کے تعلقدار مقرر ہوے اور سنہ ۱۸۷۸ع مین تعلقدار درجہ دویم ہوگئے سنہ ۱۸۸۲ مین وہ رنیو بورڈ کے اسسٹنٹ سکریٹری مقرر ہوے اور سنہ ۱۸۸۳ع مین تعلقدار اول — پھر انہین خاص انعام کمیشن پر کام کرنیکے لئے مقرر کیا گیا—لیکن سنہ ۱۸۸۶ع مین انکی تبدیلی ضلعہ اورنگ آباد مین بطور تعلقدار اول کے ہوی پھر وہ صوبیدار اورنگ آباد مقرر ہوے اور وہان سے وہ بیدر روانہ کئے گئے—وہان سے وہ موجودہ عہدے پر آئے ہوے ہین—

راے مُرلی دھر

——✤✤✤——

نواب مقتدر جنگ بہادر

نواب مقتدر جنگ مرحوم نواب عظیم جنگ بہادر کے پوتے اور مرحوم عظیم الملک میر جملہ کے پر پوتے ہین—میر جملہ سنہ ۱۲۰۱ ہجریہ مین اورنگ آباد کے صوبیدار تھے—انکے ماتحت پچیس ہزار با قاعدہ اور پچیس ہزار بے قاعدہ فوج تھی—نواب صاحب موصوف نواب آصف جاہ بہادر کے ہمراہ دہلی سے دکھن تشریف لائے—دہلی سے مراجعت کرنے کے پیشتر انکے زیر کمان بارہ ہزار سوار تھے—نواب میر مظفر علی خان بہادر رفعت الملک انکے بھتیجے تھے—نواب مقتدر جنگ بہادر نے کئی مقامون پر بطور تعلقدار کے کام کیا ہوا ہے—انہون نے ایک سال تک رونیو کمشنر کے عہدے پر بھی کام کیا ہوا ہے—اور فی الحال وہ رونیو بورڈ کے ایک رکن ہین—

نواب مقتدر جنگ بہادر

مولوي احمد حسين ايم-اے-بي-ايل

مولوي احمد حسين ايم-اے-بي-ايل حضور نظام کے اسسٹنٹ سکريٹري ہين-وه سنہ ۱۸۶۳ع کے اگست مہينے مين ۱۱ تاريخ کو پيدا ہوئے تہے-انہون نے مدراس يونيورسٹي کے کرسچين کالج مين تعليم پائي تہي اور سنہ ۱۸۸۲ع سے سنہ ۱۸۸۶ تک گورنر اسکالرشپ انہين ملتي رہي-سنہ ۱۸۸۶ع مين وه امتحان بي-اے مين کامياب ہوئے-سنہ ۱۸۸۹ع مين بي-ايل اور سنہ ۱۸۹۰ مين ايم-اے ہوے-وه اسی سال شمال آرکٹ مين ڈپٹي کلکٹر اور مياجسٹريٹ مقرر ہوے-اور سنہ ۱۸۹۱ع مين آنڈنا پورتي مين-سنہ ۱۸۹۲ع مين انہون نے استعفا پيش کيا-اور دوسرے ہی سال ملازمت نظام مين ايسے معزز عہدے پر قايم کئے گئے-جہان اب ہين-

مولوی احمد حسین ایم اے بی ایل
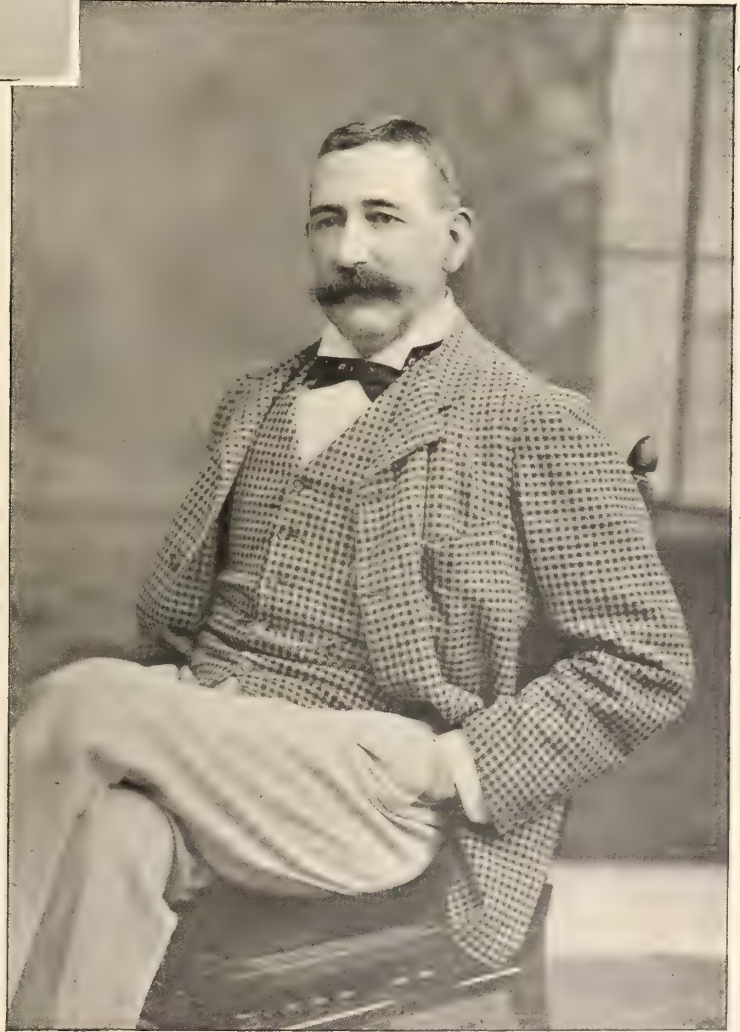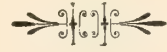
راجۂ راجمان مہاراجہ نوازونت راجہ مرلي منوہر بہادر آصف جاہی

اس راجہ کے آبا و اجداد شاہجہان آباد کے رہنے والے تہے اور انکا سلسلہ راجہ رگوناتہہ سے ملتا ہے-جو ايک بڑے ذی رتبہ امير اور ايک تعلقہ کے صوبہ دار اور نيز حيدرآباد کے وزير اعظم تہے-مرلی منوہر سنہ ۱۸۶۰ مين پيدا ہوے-بارہ برس کے سن مين اودہر کی دريا بادراج کے خاندان کي ايک لڑکي سے اُنکي شادی ہوی-انکے والد کے انتقال کے بعد وه بتحريک سرسالار جنگ اعظم مدرسہ عاليہ مين داخل ہوے اور مدرسہ کي تعليمات سے فارغ ہونيکے بعد انکي توجہ قانون داني کي طرف مبذول ہوي-سرسالار جنگ نے مجموعۂ تعزيرات ہند کے مطالعہ کي انہين مشورت دي-اور اسکے لئے وه اضلاع کو بہيجے گئے اور وہان صيغۂ مالگذاری کے ہرايک عہدے مين يعنے تحصيل سے ليکر اوپر جتنے عہدے ہين اُن سبہون مين پورا پورا تجربہ حاصل کيا-

حضور نظام کي گورنمنٹ مين جو راجہ کو پہلا کام ديا گيا وه مالگذاری کي سررشتہ داری کا تہا-جسکے بعد انہين مالگذاري اور جوڈيشيل محکمون کي

سرجن لفٹننٹ کرنل اي-لاری ايم-بی

کونسلری کے عہدے پر ترقی دی گئی - اسی سال وہ پرائویٹ سکرٹری کے عہدے پر مامور ہوے - جب کہ حضور نظام مسند نشین ہوے اس موقع پر انہین راجاؤن اور مہمانون کے استقبال اور دربار کے انتظام کی ذمہ دار خدمت دی -

جبکہ ریاست کے اخراجات کی اصلاح اور پبلک قرضہ کی تحقیقات کے لئے کمیشن مقرر ہوے تو راجہ کو ان دونون کا ممبر مقرر کیا گیا - اور سنہ ۱۳۰۴ھ مین وہ ریاست کے اکونٹنٹ جنرل ہوے -

سنہ ۱۲۹۱ع مین مرلی منوہر راجہ بہادر آصف جاہی اور راجہ راجمان کے خطاب سے معزز و ممتاز ہوئے - سنہ ۱۲۹۷ کے اوائل مین انہون نے انگریزی اور فارسی کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ اپنے خاص اخراجات سے کشادہ کیا -

سنہ ۱۳۱۴ مین راجہ موصوف نے ملکہ معظمہ کی الماسی جوبیلی کی یادگار مین بہت سی اسکالرشپین مقرر کین - اسی سال انہون نے ایک مشہور سبہا قایم کی جو انکی کمیونیٹی کو بیحد فائدہ پہنچا رہی ہے - انہون نے اپنے خاص مکان مین ایک دہرم ونت کلب بہی کہولا - جہان قوم کایستہہ کے لڑکے علمی مضامین پر مباحثہ کرتے رہتے ہین - انہون نے حال مین دو اسکیم حضور نظام کے پیش کئے ہین - ایک لنگرخانہ کی نسبت اور دوسرا پبلک مدارس کی نسبت - گورنمنٹ نے ان دونون اسکیمون کو نہایت پسند کیا ہے - راجہ ہندو کلب کے پریسیڈنٹ ہین اور سوشیل مورل اور علمی مضامین پر بہت سی اسپیچین اور لکچر دئے ہین -

راجہ مرلی منوہر بہادر

سی - ای - کرالی اسکوائر

مسٹر چارلس ایڈورڈ کرالی اعلیحضرت سرکار نظام کے کامپٹرولر جنرل ہین - انہون نے مارلبرو کالج مین تعلیم پائی ہے - بائیس برس کے سن مین وہ ہندوستان آئے اور فروری سنہ ۱۸۷۴ مین گورنمنٹ ہند کے صیغہ مالگذاری مین ملازم ہوئے - اسوقت سے انہون نے ہندوستان کے قریباً تمام صوبون مین جنمین برما بہی شامل ہے - خدمتین ادا کی ہین سرکار نظام نے گورنمنٹ ہند سے درخواست کی کہ ایک قابل اور لایق شخص حیدرآباد مین ملازمت کیلئے بہیجا جائے تو گورنمنٹ ہند نے ماہ اگست سنہ ۱۸۹۲ مین انہین روانہ کیا - گورنمنٹ نظام نے انہین کامپٹرولر جنرل کا عہدہ عطا کیا اسوقت سے انہون نے اس شاخ مین جسکے وہ ذمہ دار ہین بہت سی اصلاحین کین -

سی - ای - کرالی ایسکوایر

نواب عمادالملک بہادر

یہہ صاحب دو بڑے اور ذمہ دار عہدون یعنے دائرکٹر سررشتہ تعلیم و پرائوٹ سکریٹری حضور نظام پر قایم ہین۔ جس خاندان سے انہین تعلق ہے وہ پہلے پہل سنہ ۴ ۲ ۶ ھ مین ہندوستان مین آیا۔ اور ملک اودہ کے ضلعہ ہردوئی مین مقیم ہوا۔ اور وہان کے راجہ کو نکال دیا۔

نواب صاحب موصوف کے دادا پہلے ہی رکن خاندان مذکور تھے کہ جنھون نے سرکار برطانیا کي ملازمت اختیار کي۔ وہ اکثر کلکتہ مین مقیم رہے جہان انکے تمام فرزند تولد ہوے۔ انکی حیات کے اواخر مین انکے ضلعہ کي دیسی گورنمنٹ نے انہین اپنا وکیل کرکے گورنر جنرل کے پاس بھیجا۔ پہر انہین ایام مین کہ جب میر عالم کو حضور نظام نے اپنا وکیل بناکر بھیجا تھا۔

نواب صاحب موصوف کے والد ماجد اور چچا دونون نے مدرسہ کالج آف اوریندل لرنگ مین تعلیم پائی تھی۔ جسکي بنا کلکتہ مین وارن ہیسٹنگس نے قایم کي تھی۔ پہر گویا پہلے ہی ہندوستان کے مسلمان تھے کہ جنھون نے با قاعدہ اسکول مین انگریزی تعلیم پائی۔ لیکن اسکے پیشتر وہ مشرقی علوم مین اچھا درک بہم پہنچا چکے تھے۔ جب انہون نے کالج چھوڑدیا تو انکے چچا کو لارڈ ولیم بنٹنگ نے اپنا اے۔ ڈی۔ سی اور اورئنٹل انٹرپریٹر بنایا۔ بعد ازآن سندھی امیرون کے دربار مین بطور پولیٹکل ایجنٹ کے روانہ کیا۔ کیونکہ اُن دِنون مین وہ انگریزون کو اپنے ملک مین داخل ہونے نہ دیتے تھے۔ دریائی سندھ کي جہاز راني کي نگراني بھی انکے تحویل مین تھی۔ انہین پھر ملک بہار مین ڈپٹی کلکٹر اور سٹلمنٹ آفیسر مقرر کیا۔ اس کام پر وہ اپنے حین حیات تک رہے۔ وہ دیسی سی۔ ایس۔ آئی کے پہلے گروہ مین تھے۔ چوبیس پرگنون مین جبتک کہ وہ خدمت پر تھے دو مرتبہ بنگال کاؤنسل کے ممبر مقرر ہوے۔ وہ مشہور آرا گیاریسن کے ایک ہیرو تھے اور انکا مکان اور تمام املاک بلوائیون نے لوٹ لیا تھا۔

نواب صاحب موصوف کے والد ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی میاجسٹریٹ انکے چچا کي ملازمت کے کئی سال پیچھے (سنہ ۱۸۴۰ ع) مین مقرر ہوے۔ اور بنگال اور بہار کے جدے جدے اضلاع مین بڑی عمدگی سے سنہ ۱۸۷۵ ع تک خدمت بجالاتے رہے۔ جسکے بعد وہ خانہ نشین ہوے۔

نواب عمادالملک سنہ ۱۸۴۴ ع مین قصبۂ گیا مین پیدا ہوے تھے۔ قریب چودہ یا پندرہ سال کي عمر تک انکی عربی اور فارسی تعلیم خانگی طور پر ہوئی۔ بعد ازآن انہین اسکول مین روانہ کیا گیا۔ اول تو بھاگلپور پھر پٹنہ اور آخر مین کلکتہ۔ وہ سنہ ۱۸۶۱ ع مین پریزیڈنسی سے میاٹریکیولیشن مین کامیاب ہوے۔ اور سنہ ۱۸۶۶ ع مین اول درجہ مین بڑي ڈگری کے ساتھہ گراجوایٹ ہوے۔ اگرچہ انکے والد نے انہین اپنے صیغۂ ایکزیکیوٹو مین لینا چاہا لیکن انہون نے اپنی پسند گی سررشتۂ تعلیم کے لئے ظاہر کي۔ اور لکھنو کالج مین عربی پروفیسر مقرر کئے گئے۔ کیونکہ اسمین انہین بہت سے موقع اپنی تعلیم جاری رکھنے اور استعداد بڑہانیکے ملنا ممکن تھا۔ سنہ ۱۸۷۲ ع مین جبکہ سرسالار جنگ اعظم لکھنؤ تشریف لائے ہوے تھے۔ تو جنرل بارونے نواب موصوف کي اسسے ملاقات کرائی۔ اور دیر تک گفتگو رہنے کے بعد نتیجہ یہہ ہوا کہ سرسالار جنگ نے انکو حیدرآباد مین ایک عہدے کي ترغیب دی اور انہین فرمایا کہ میرے حیدرآباد لوٹنے کے بعد تم وہان آو۔ سرسالار جنگ نے حیدرآباد واپس آنے پر پھر انہین طلب کیا۔ لیکن سنہ ۱۸۷۳ ع کے ماہ جون تک انکا وہان جانا نہوسکا۔ جب یہان پہنچے تو اوس وزیر اعظم کي ملازمت مین پرسنل اسسٹنٹ کے طور پر سنہ ۱۸۷۶ ع تک رہے کہ جب وہ سفر انگلنڈ سے واپس آئے۔ پھر انہین اپنا پرائوٹ سکریٹری اور سکریٹری صیغۂ متفرقات مقرر کیا کہ جسمین سررشتۂ تعلیم اور اور دوسری چھوٹی چھوٹی شاخین ہین۔ اس عہدے پر وہ حضور نظام کي تخت نشینی تک قایم رہے۔ پھر انہین حضور نظام نے اپنا پرائوٹ سکریٹری مقرر فرمایا۔ اور ساتھہ ہی اسکے انکو خطاب علی یار خان بہادر موتمن جنگ حضور نے عنایت فرمایا۔ چند سال کے بعد خطاب عمادالدولہ اور پھر عمادالملک کے خطابون سے حضور نظام نے انہین سرفراز فرمایا۔ اور موجودہ عہدۂ معزز بھی عنایت کیا کہ جسکو اپنے علم اپنی ذاتی لیاقت اور اعلیٰ درجہ کي عقلمندی سے انہون نے زینت دی ہے۔

نواب عمادالملک بہادر

نواب اکبر جنگ بہادر - سی - ایس - آئی

کوتوال شہر نواب اکبر جنگ کی سوانح عمری ایک عجیب سرگذشتوں کا بیان ہے - سنہ ۱۸۴۰ع مین شہر اورنگ آباد مین انکا تولد ہوا - اور سنہ ۱۸۵۷ع مین غدر کے وقت صرف ۱۷ برس کی عمر مین انہون نے اپنی ملازمت سرکار برطانیا کو دی - اور ممالک متوسطہ کی تمام لڑائیون مین موجود تھے - اور تین وقت زخمی بھی ہوئے - جب غدر بڈھا دیا گیا تو تانتیا توپی کے ساتھہ لڑائی ہوئی اسمین پھر شریک تھے - لیکن سنہ ۱۸۶۰ع مین وہ اپنی خدمت سے مستعفی ہوے تاکہ سفر مصر - و روم و فارس و عرب کرین - سنہ ۱۸۶۸ع مین پھر وہ تھوڑے وقت کے لئے گورنمنٹ کے ملازم ہوے - اور لارڈ نیپیر کے اسٹاف پر انٹلیجنس برانچ مین ملک حبش کو گئے - لارڈ نیپیر نے مگدالا کی جنوب مین جو سفارت گئی تھی کہ شاہ تھیودور کو فرار ہونے سے روکے اسمین انہین روانہ کیا - جبکہ شاہ تھیو دور مارا گیا اور جنگ اختتام کو پہنچی تو جنرل نے انکی عمدہ اور قابل قدر خدمتون کے لئے انکا شکریہ ادا کیا - اور خطاب سی - ایس - آئی عطا کرکے اور بھی انکی قدر شناسی کی - دو سال کے بعد پھر وہ برٹش ملازمت مین سر ڈگلاس فارسیتھہ کی سفارت یارقند مین بطور آنرری نیٹیو سکریٹیری کے اورنگ آباد کی صوبیداری کو چھوڑ کر داخل ہوئے - انکی خدمتون کے لئے پھر سرکار برطانیا نے انکا شکریہ ادا کیا - جبکہ دکھن کو لوٹ آئے - تو حیدرآباد کے شہر کوتوال مقرر ہوے - حیدرآباد کے افسرون مین درجۂ کوتوالی بڑا درجہ ہے - اس عہدے پر نواب اکبر جنگ نے انکے اگلے کارنمایان سے جو توقع کی جاتی تھی ویسا ہی اپنے آپ کو مشہور کیا ہے - اور سلطنت اور رعایا کی رعایت ہردم انکے مد نظر ہے - شہر حیدرآباد کے باہر والے لوگ تھوڑے ہی ہین جو کوتوال شہر کے مشکل اور نازک عہدے کی ذمہ داری کا اندازہ کرسکتے ہونگے - اور شہر بھی ایسا جہان مختلف قومین بستی ہون - ہندوستان مین یہہ عہدہ اپنی نظیر نہین رکھتا - علاوہ ان مشکل فرائض منصبی کے نواب اکبر جنگ کے متعلق اور کئی ایک عہدے ہین کہ جنمین انکی خدمتین قابل قدر سمجھی گئی ہین - حضور نظام کے ممالک مین قوم روہیلا کے زور کو نرم کرنے اور انہین قابو مین لانیکے لئے جو مجلس قرار پائی تھی اسکے یہہ صدر مقرر ہوئے تھے - اس مجلس مین کئی ایک قوانین جاری کئے گئے - وہ قوانین معہ ترمیمات کے گورنمنٹ نے منظور کئے اور تا حال انپر عملدر آمد ہوتا ہی -

وہ چدرگھات اور شہر کے میونسپال بورڈ کے ممبر بنائے گئے - اور انکی کارروائی کے لئے قوانین بنانیکو جو کمیٹی مقرر ہوئی تھی اسمین انہون نے قیمتی اور قابل قدر مدد دی تھی -

یونانی حکمت کو رواج دینے کے لئے جو مجلس قرار پائی تھی اسمین وہ ممبر ہوئے تھے - اور جاگیردارون کی طرفسے لیجسلیٹو کاونسل مین رکن بنائے گئے بعد ازآن اس مجمع کے آفیشیل ممبر مقرر ہوئے - انکے عہد مین جو قوانین بنائے گئے وہ جاری کئے گئے - اور نواب صاحب نے ان قوانین کی اور اور قوانین کی تعمیل کرانے مین بڑی تیز فہمی اور عقلمندی کا برتاو کیا - یہہ بہت مشکل امر تھا لیکن انہون نے باجود سخت مخالفت کے انپر تعمیل کی اور بازی لیگئے - انکی دستی تعمیمی نے اور کارہاے مفوضہ پر دلدہی نے حضور نظام کے دل مین انکی جائے کی ہے اور مدار المہام اور سلطنت کے مختلف افسر انکی تعریف مین رطب اللسان ہین -

نواب اکبر جنگ بہادر سی - ایس - آئی

آرتھر کرامپیان ہاکن ایسکوایر سی - آئی - ای

یہہ افسر حضور نظام کی پولیس اضلاع کے انسپکٹر جنرل ہین - انکا تولد آسٹریلیا مین ہوا اور انکی تعلیم انگلنڈ مین - مسٹر ہاکن پہلے پہل سنہ ۱۸۷۷ع مین وارد ہندوستان ہوے - سال آئندہ یعنے سنہ ۱۸۷۸ع مین

گورنمنٹ کے ملازم ہوے۔ انکی عمر اسوقت انیس سال کی تھی۔ انہیں ممالک متوسطہ کی پولیس مین جاے دی گئی پھر گورنمنٹ آف انڈیا کے ماتحت فارن ڈپارٹمنٹ مین انکی تبدیلی ہوی اور انہیں بندیل کھنڈ کے ڈاکئون کو فرو کرنے کی خاص خدمت پر منتخب کیا گیا۔ انہون نے مشہور ڈاکئون کا کہ جنہون نے کئی ایک دیسی ریاستون کو خوف زدہ کررکھا تھا سراغ لگاکر اور انہین گرفتار کرکے اپنے انتخاب کی دانائی کو ثابت کر دکھلایا۔ سنہ ۱۸۹۴ع مین تھگی اور ڈکوئٹی ڈپارٹمنٹ مین انکی تبدیلی ہوئی۔ وہ نوگنج اندور اور ممالک متوسطہ مین خدمت پر رہے پھر شملہ گئے۔ سنہ ۱۸۹۵ع مین پروکلیمیشن ڈے کو انہین ملکہ معظمہ نے خطاب سی۔ آئی۔ ای عطا فرمایا۔ اسی سال کے نومبر مہینے مین انکی تبدیلی حیدرآباد کو ہوئی۔ اور ایک سال کے بعد حضور نظام کی درخواست سے سلطنت حیدرآباد کی ملازمت مین داخل ہوے اور انسپکٹر جنرل پولیس اضلاع کی خدمت انہین دی گئی۔ انکے قیام کے بعد عرصہ قلیل مین جوجو عمدہ اور کار آمد درستگی اس صیغہ مین ہوئی ہے اس سے انکی لیاقت۔ شوق۔ اور کارپردازی کی قابلیت ظاہر ہو رہی ہے۔

اے۔سی ہینکن ایسکوایر سی۔ آئی۔ ئی

جے۔ بی بوکانن ایسکوایر

مسٹر جے۔ بی۔ بوکانن اے۔ ایم۔ آئی۔ سی۔ ای۔ ایم۔ آر۔ اے ایس سلطنت حیدرآباد کہ صیغہ تعمیرات کے آفیشئیٹنگ چیف انجنیر ہین۔ انہین سلطنت حیدرآباد مین مدت دراز کا تجربہ ہے۔ کیونکہ انہون نے اپنی اپرنٹس شپ اس صیغہ کے کم درجون مین گذاری ہے۔ سنہ ۱۸۸۱ع مین اپنی اپرنٹس شپ کا زمانہ پورا کرتے ہی انہین سالار جنگ اعظم نے اسسٹنٹ انجنیر کے درجہ پر ترقی دی۔ سنہ ۱۸۸۷ع مین انکی خدمت چدرگھاٹ میونسپالٹی کو حضور نظام کے سکریٹری کرنل مارشل نے باتفاق راے مسٹر کارڈیری سی۔ ایس۔ آئی۔ رزیڈنٹ حیدرآباد مستعار دی۔ تاکہ سلطنت کے اس صیغہ کو ازسرنو ترتیب دین۔ سنہ ۱۸۹۴ع مین صیغہ تعمیرات مین بطور سوپرنٹنڈنگ انجنیر کے پھر انکی تبدیلی ہوئی۔ اور سنہ ۱۸۹۷ع مین انہین موجودہ عہدہ پر ترقی دی گئی۔ مسٹر بوکانن انسٹیٹیوٹ آف سول انجنیرس کے ایک ایسوشئیٹ ممبر اور رایل ایشیاٹک سوسائٹی کے بھی ممبر ہین۔

جے۔ بی۔ بوکانن ایسکوایر

ہیو-گاف ایسکوایر

مسٹر ہیو گاف سینیر اور فرسٹ اسسٹنٹ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس و جیل ہین-وہ میجر پرسی گاف سرکار حضور نظام کے ملیٹری سکریٹری کے فرزند اور جنرل سر چالس اور جنرل سر ہیو گاف کے بھتیجے ہین-یہہ دونون جنرل کے سی-بی اور وی-سی ہین-وہ متوفی لارڈ گاف چلیانوالا سے بھی قرابت رکہتے ہین-مسٹر گاف حضور نظام کے پرسنل اسٹاف پر سنہ ۱۸۸۲ مین ملازم ہوے-جنسے انہین ہرروز میل جول کا سابقہ رہا-سنہ ۱۸۸۴ مین جبکہ حضور نظام تاخت نشین ہوئے تو مسٹر گاف کو صیغۂ پولیس اضلاع مین-انسپکٹر جنرل کرنل لڈلو کے پرسنل اسسٹنٹ کي جاے دي گئی-اوس انسپکٹر جنرل کے ماتحت مسٹر گاف نے بہت سی کارآمد درستگیون کو ملاحظہ کیا تہا-گورنمنٹ اور کرنل لڈلو ماضي انسپکٹر جنرل نے انکی خدمتون کا اظہار تعریف کے ساتہہ کیا ہے-مسٹر گاف موجودہ انسپکٹر جنرل کے بھی معتمد ہین-

ہیو-گاف اسکوایر

مولوي نظام الدين حسن خان بی-اے-بی-ایل

مولوي نظام الدين حسن خان ممالک مغربی و شمالی کے ایک وکیل ہین-حیدرآباد اسائنڈ ڈسٹرکٹس مین مولوي صاحب موصوف نے بطور ڈپٹی کمشنر کے کام کیا ہے-اور في الحال سلطنت نظام کے ہائی کورٹ کے ایک پیوني جج ہین-وہ مولوی محمد حسن خان کے بڑے فرزند ہین اور انکی پیدائش سنہ ۱۸۵۳ع مین ہوئی تہی-انکی فارسی اور عربی تعلیم انکے والد کے ہاتہہ پر ہوئی اور ابتدائي تعلمم انگریزی مختلف مدرسون مین-انہون نے سنہ ۱۸۷۰ع مین بریلی کالج سے میاٹریکیولیشن مین کامیابی حاصل کي-سنہ ۱۸۷۷ع مین انہون نے کلکتہ یونیورسیٹی سے بیاچلر آف آرٹس کي ڈگری حاصل کي-اور سنہ ۱۸۸۱ع مین اسی یونیورسیٹی سے بیاچلر آف لا ہوے-ماہ جولائی سنہ ۱۸۸۱ع مین گورنمنٹ سروس مین داخل ہوے اور حیدرآباد اسائنڈ ڈسٹرکٹس مین تہرڈ کلاس آفیشیٹنگ اسسٹنٹ کمیشنر مقرر کئے گئے-اسی سال کے اگست کي پہلی تاریخ کو انہین امراوتی سے اکولہ روانہ کیا گیا اور تہرڈ گریڈ سیول جج اور سیکنڈ کلاس میاجسٹریٹ کے اختیارات عطا کئے گئے-

مولوی نظام الدين حسن خان بی-اے-بی-ایل

بخشی رگوناتھہ پرشاد بی-اے

یہہ صاحب جو حضور نظام کے ہائی کورٹ کے جج ہین سنہ ۱۸۵۲ع مین تولد ہوے تھے- انکی تعلیم ساتوین سال مین شروع ہوئی-اور تیرہ سال کی عمر مین انہون نے فارسی-ہندسہ-اور میاتھمیاٹکس مین عمدہ مہارت حاصل کرلی-پھر انہون نے انگریزی پڑھنا شروع کیا-انہون نے بی-اے کی ڈگری سنہ ۱۸۷۷ع مین کلکتہ یونیورسٹی سے حاصل کی-سنہ ۱۸۷۹ع کے اپریل مہینے مین وہ سرکار نظام کی ملازمت مین داخل ہوے-اور انہین رونیو سکریٹری کے پرسنل اسسٹنٹ کی جائی دیگئی-وہ رفتہ رفتہ پولٹیکل اور فینانشیل سکریٹری کی آفس کے رجسٹرار کے عہدے پر ترقی کرگئے-اور اسکے ایک سال بعد سرسالار جنگ دوم نے انکو اسسٹنٹ فینانشیل سکریٹری کا عہدہ مرحمت کیا- سنہ ۱۸۸۷ع کے ماہ جولائی مین سر آسمان جاہ نے انکی خدمتون کے صلہ مین انکی تنخواہ مین مخصوص اضافہ کیا-ماہ جنوری سنہ ۱۸۹۰ع مین انہین نلدرگ کا ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ اور کلکٹر مقرر کیا گیا-جہان انہون نے تین سال تک خدمت کی اور تشفی دیتے رہے-پھر انہین اسی عہدے پر ضلعہ لنگساگر مین روانہ کیا گیا جہان سنہ ۱۸۹۳ع کے جولائی سے سنہ ۱۸۹۵ع کے مارچ تک رہے-سنہ ۱۸۹۵ع کے جنوری مہینے مین سروقارالامرا موجودہ مدارالمہام نے مختلف مقامون پر مسٹر رگوناتھہ پرشاد نے جو جو خدمتین ادا کی تھین-انپر اپنی تشفی ظاہر فرمائی-نواب صاحب موصوف نے اپنی قدردانی کے ثبوت مین مسٹر رگوناتھہ پرشاد کے فرزند سیام سندر لال کو بطور اتاچی کے ایک سو روپیہ کا وظیفہ مقرر کردیا-اور انپر اپنا اطمینان زیادہ تر ظاہر کرنے کی غرض سے انہین اسپیشیل کمشنر کا مشکل کام سپرد کیا کہ اپنے فرایض منصبی کے سوا راجہ شوراپور کی قرضداری کے بابمین تفتیش کرین-مسٹر رگوناتھہ پرشاد نے ابھی اپنے نئے عہدے کا ذمہ لیا تھا کہ انکی پھر قدر افزائی ہوئی اور وہ ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوے-بطور ہائی کورٹ جج کے بارہا مختلف اور ذمہ دار کامونکے لئے انہین منتخب کیا گیا ہے-ہای کورٹ مین داخل ہونیکے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ثابت علی کمیشن کے صدر مقرر ہوے اور اس پیچیدہ معاملہ مین انکی لیاقت تحمل-اور کوشش فراوان کے لئے سرکار نے انکا شکریہ ادا کیا-علاوہ اپنے فرض منصبی کے بخشی رگوناتھہ پرشاد ڈت کمیشن کے ممبر اور سکریٹری قرار دئے گئے-اور انکے لئے گورنمنٹ کے اطمینان اور تشفی کا یہہ دوسرا ثبوت ہے-

بخشی رگوناتھہ پرشاد بی-اے

سنہ ۱۸۸۱ع کے اکتوبر مہینے مین انہون نے لوئر اسٹانڈرڈ کے امتحان مین کامیابی حاصل کی-اور تھوڑے وقت تک تھرڈ کلاس اسسٹنٹ کمشنر مقرر کئے گئے-کیونکہ دسوین فروری سنہ ۱۸۸۲ع کو لا-رونیو-اور ورناکیولر مین ہائر اسٹانڈرڈ کے امتحان مین کامیابی حاصل کرچکے تھے-سنہ ۱۸۸۲ع کے سپٹمبر کی گیارھوین تاریخ کو انہین اس جائے پر بحال کردیا گیا-اٹھائیسوین مارچ سنہ ۱۸۸۳ع مین وہ کھام گانون کے اسمال کازکورٹ مین جج مقرر کئے گئے-اور سنہ ۱۸۹۲ع کے می مہینے سے بحکم گورنمنٹ آف انڈیا وہ ہائی کورٹ کے جج کا کام کررہے ہین-اور سنہ ۱۸۹۳ع کی پہلی جنوری سے فرسٹ کلاس اسسٹنٹ کمشنر کی گریڈ پر ترقی کرچکے ہین-بیسوین نومبر سنہ ۱۸۹۵ع کو وہ اسپیشیل اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوے-اور گیارھوین ڈسمبر سنہ ۱۸۹۶ع سے تھرڈ کلاس ڈپوٹی کمشنر قرار دئے گئے-

نواب عماد نواز جنگ بہادر

حسن بن عبداللہ نواب عماد نواز جنگ بہادر

سلطنت حیدرآباد کے کسٹم کے کمیشنر ہین۔وہ قریشی اور اولاد حضرت جعفر طیار سے ہین۔نواب صاحب کي سرکاری خدمت سنہ ۱۸٦۵ع سے شروع ہوتي ہے۔اسوقت باوجود نوجوان ہونیکے وہ ضلعۂ نلدروگ کے پولیس انسپکٹر مقرر ہوے تھے۔سرسالار جنگ اول نے انکو ضلعۂ محبوب نگر کا کلکٹر مقرر کیا۔بعد ازان انہین پولیس ڈپارٹمنٹ مین پھر وزیر ضیغۂ پولیس کے سکریٹری کے طور پر مقرر کیا۔اسکے بعد پھر انکي تبدیلي رونیو ڈپارٹمنٹ مین ضلعۂ بیر مین عہدۂ کلکٹری پر ہوئي۔لیکن سنہ ۱۸۸۴ع مین وہ اکاؤنٹنٹ جنرل قرار دئے گئے۔انکي تنخواہ یک ہزار روپیہ سے انیس سو روپیہ تک بڑھادي گئي۔اور علاوہ اپني خدمتون کے وہ شہر کے باغات عامہ پر نگراني رکھتے ہین۔انکو بارہ سو عرب سوارون پر سرداري بھي دی گئي تھي۔سنہ ۱۸۸۷ع مین سٹلمنٹ اور سروے کمیشنر بنائے گئے۔اور پھر اسی سال آبکاري اور اوپیم کے کمیشنر اور انسپکٹر جنرل آف رجسٹریشن۔اور اسٹامپ ہوے۔اس عرصہ مین انہون نے دنیا کا سفر بھي کیا۔اور اپنے دورے مین انہون نے جزایر ملایا۔چین۔جاپان امیریکا اور یوروپ کي سیر کي۔جسکے بعد وہ حج بیت اللہ شریف کو گئے

نواب عماد نواز جنگ بہادر

فریڈرک گارڈن ایسکوایر

فریڈرک گارڈن حیدرآباد کے سنٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۸۷۹ع مین سنگاریني کول فیلڈز پر پہلے مقرر تھے۔انہون نے ہي پہلے پہل کوئلے کي کانون مین کام کیا اور دوسرے ٹن کوئلہ مدراس لیگئے اور کوئلہ کو چنچایا۔دو دفعہ انہون نے صیغۂ تعمیرات کے محاسب کا کام کیا ہے۔سنہ ۱۸۸۱ع سپرنٹنڈنٹ جیل مقرر ہوے۔مسٹر گارڈن کو انکي لیاقت اور سرکار کے معتمد ہونیکي بہت سي سندین مل چکي ہین۔انمین سے بعض تو آفیشیل رپورٹون مین درج ہین۔سنہ ۱۸۸٦ع کے فروری مہینے مین مدارالمہام سرسالار جنگ ثانی نے مسٹر گارڈن کو ایک عمدہ سونیکي گھڑی مرحمت فرمائي اس خدمت کے صلہ مین کہ جو انہون نے چنچل گوڈا جیل سے قیدیون کو بھاگنے سے روکنے کے بابمین بروقت اداکي تھي۔علاوہ سوپرنٹنڈنٹ جیل کي خدمت کے مسٹر گارڈن مطبع گورنمنٹ جریدہ کے بھي سوپرنٹنڈنٹ ہین۔

فریڈرک گارڈن ایسکوایر

مین وہ اپنی جائے پر مستقل کئے گئے۔مزید برآن سنہ ۱۸۸۱ع مین عرب جمعدار مرحوم حسن بن محسن مقدم جنگ کے خانگی اور جاگیرتي امور مین سوپرینٹنڈنٹ مقرر ہوے۔سنہ ۱۸۸۳ع وہ سکھر کمیٹی کے ممبر اور سنہ ۱۸۸۴ع مین انہین سرکاري خزانہ کا چارج دیا گیا۔سنہ ۱۸۸۵ع مین وہ راجہ کند سوامي کے املاک کے ترسٹی مقرر ہوے۔اور چند روز راجہ رائے رایان بہادر کے وسیع املاک کا انتظام بہی انہین سونپا گیا تہا۔سنہ ۱۸۸۸ع مین جبکہ سر آسمان جاہ بہادر مدارالمہام تہے۔انہین ضلع نلگندہ مین تعلقدار اول بنایا گیا۔سنہ ۱۸۹۴ع مین انہین پہر سرکاري خزانہ کے سوپرینٹنڈنٹ کي جائے دي گئی۔جہان وہ ابتک ہین۔راجہ صاحب چدر گہاٹ میونسپالٹی کے بہی ایک ممبر ہین۔انہین منصب و جاگیر بہی عطا ہوئی ہے۔اور چونکہ ابہی کمسن یعنے صرف ۳۹ سالہ ہین۔اسلئے امید کي جاتي ہے کہ عمر دراز تک وہ اپنی کارروائیون سے فیض پہنچاتے رہینگے۔سنہ ۱۸۸۵ع مین حضور نظام نے انہین راجہ کا خطاب دیا تہا۔

راجہ شري نواس راو بہادر

علي بن عبدالله
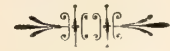
راجہ شري نواس راو بہادر

راجہ شري نواس راو بہادر دکہن کے ایک قدیم امیري خاندان سے ہین۔انکے باپ کرشناجي نایک مرحوم نظام ناصرالدولہ بہادر کے زمانے مین ایک ذمہ دار عہدے پر مقرر تہے۔یہ صاحب اس زمانے کے معتمد افسرون مین سے ایک تہے۔کہ جنکے روابط امرا و عمایدین مین بہت کچہہ بڑہے ہوے تہے۔

راجہ شري نواس راو نے یکے بعد دیگرے پانچ مدارالمہام کے ماتحت کام کیا ہوا ہے۔پہلے پہل وہ سنہ ۱۸۷۷ع مین فوج کے آفیشئٹنگ نائب سکریٹری کے طورپر داخل ملازمت سرکار نظام ہوے۔اسوقت انکے بہائی بہگوینددرہ راو فوجی سکریٹری تہے۔سنہ ۱۸۷۸ع

نواب اقبال یار جنگ بہادر

یہ صاحب سید قصرالدین حسین مرحوم معروف بعزیز پادشاہ کے فرزند ہین۔ انکا خاندانی مکان اورنگ آباد مین ہے۔ اس خاندان کی فضیلت مشہور ہے اور حیدرآباد کے تمام نظام اسکی بڑی عزت و توقیر کرتے تھے۔ چنانچہ ایک نظام نے اس خاندان کے ایک ممبر کو نوکھمدار محل جو اورنگ آباد مین شاہی محل کے قریب ہے رہنے کے لئے مرحمت کیا تھا۔ اقبال یار جنگ کے ایک بزرگ جو بالکل متقی و پرہیزگار تھے ایک روز عبادت کررہے تھے کہ اورنگ زیب گھوڑے پر سوار ہوکے اودہر سے نکلا۔ اسکے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اسوقت اورنگ زیب نے اپنے مصاحبون سے کہا کہ مجھکو یقین ہے کہ اس قرب و جوار مین کوئی مقدس بزرگ ہین انکی تلاش کرو۔ مصاحبون نے انہین ڈھونڈھہ نکالا۔ چونکہ وہ بوجہ صائم الدہری و پرہیزگاری دائمی کے ایسے ضعیف و لاغر ہوگئے تھے کہ چل نہین سکتے تھے اس لئے شہنشاہ کے اطبا کو انکے معالجہ کا حکم دیا گیا۔ اور پھر انہین اپنے پاس انہا منگوایا۔ غرض بہت جلد انکا انتقال ہوگیا۔ انکی قبر پر ایک بڑا روضہ اور روضہ کے قریب انکی یادگار مین ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔ انکے انتقال کے بعد شہنشاہ نے انکے فرزندون کو جاگیرات مرحمت فرمائین — جو ابتک نواب موصوف کے قبضہ مین ہین۔

نواب کو عربی اور فارسی مین اچھا دخل ہے — اور انگریزی کی بڑی خواہش لیکن انکے والد کی ممانعت کی وجہ سے جبکے وہ بچے تھے اس زبان کو حاصل نہ کرسکے۔ اگرچہ وہ اب اس مین کسیقدر نوشت و خواند کرسکتے ہین۔ وہ ایک صلح کل۔ نرم دل اور امن پسند صاحب ہین اور ہمیشہ محتاجون اور غریبون کی مدد کیا کرتے ہین۔ نواب شمس الامرا امیر کبیر نے جو سروقارالامرا بہادر کے والد تھے۔ انکی تعلیم کے لئے انہین مقرر کیا تھا۔ وہ ایک مدت تک اس عہدے پر مامور رہے۔ اس لئے سروقارالامرا انکا کمال ادب و احترام کرتے ہین اسکے بعد جب شمس الامرا بہادر حضور نظام کے کوریجنٹ ہوئے تو انہین حضور نظام کی معلمی پر مقرر کردیا۔ حضور نظام اُنسے نہایت خوش ہوئے اور انہین اپنا مورد الطاف کیا۔ ایک موقع پر جب حضور نظام مشغول عطائے خطابات تھے اقبال یار جنگ نے ان سے عرض کی کہ مجھپر اگر آپ کی فقط نوازش و مہربانی ہمیشہ مبذول رہے تو کافی ہے۔ اس سے حضور نظام کو انکی اطاعت و فرمانبرداری کا پورا پورا یقین ہوگیا۔ اور انہین اپنے اور برٹش رزیڈنٹ کے درمیان وکیل مقرر کیا۔ چونکہ وہ انگریزی مین پوری لیاقت نہین رکھتے تھے اسلئے اس خدمت کی عہدہ برآئی انسے نہوسکی — پھر وہ نظام کے صرف خاص کے خزانچی اور صرف خاص بورڈ کے ممبر مقرر ہوئے اور رفتہ رفتہ وہ وہان کے اکاونٹنٹ ہوگئے۔ انہون نے اپنی خدمات مفوضہ سے حضور نظام اور انکی گورنمنٹ دونون کو مطمئن کردیا۔ بوجہ انکی لیاقت اور مستعدی کے حضور نظام نے سر آسمان جاہ بہادر سے جو اسوقت مدارالمہام تھے انہین کوئی ذمہ دار عہدہ دینے کی سفارش کی۔ مدارالمہام نے انہین کمیشن انعام کا عوضی کمشنر مقرر کیا۔ جب سروقارالامرا مدارالمہام ہوئے تو انہین اس عہدے پر مستقل کردیا۔ اسی عہدے کو انہون نے فاس اطمینان گورنمنٹ ادا کیا۔ اور انکی مختلف خدمات کے صلہ مین جو نہایت لیاقت و ایمانداری کے ساتھہ بجا لائی گئین۔ مدارالمہام نے انہین جاگیر مرحمت فرمائی۔ کئی سال تک نواب اقبال یار جنگ ریاست نظام مین میونسپل بورڈ کے پریسیڈنٹ رہ چکے ہین۔ اور بعض اوقات پر اسکے ممبر کے طور پر بھی کارروائی کی ہے۔ چونکہ وہ حضور نظام کے اوستاد اور خاص ملازم ہین اسلئے حضور نے ولیعہد میر عثمان علی خان کی تعلیم و تربیت کے لئے انہین مقرر فرمایا ہے جس سے انکی قابلیت اور حضور کا اسپر اعتماد ظاہر ہورہا ہے—

نواب اقبال یار جنگ بہادر

مولوي سيد علی حسن

مولوی سید علی حسن سٹلمنٹ ڈپارٹمنٹ کے کمیشنر شہر اٹاوہ کے باشندے ہین-وہ سنہ ۱۸۵۸ ع مین پیدا ہوے تہے-لہذا فی الحال انکی عمر چالیس برس کي ہے-انہون نے سنہ ۱۸۷۶ ع مین کلکتہ یونیورسیٹی کے میاٹریکیولیشن امتحان مین کامیابی حاصل کي - اور سنہ ۱۸۷۷ ع مین ماہانہ ڈیڑہ سو روپیہ کي تنخواہ پر سٹلمنٹ ڈپارٹمنٹ کے اندر بطور اتاچي کے داخل ملازمت سرکار نظام ہوے - سنہ ۱۸۷۸ ع مین وہ ضلعہ اورنگ آباد کے تیسرے درجہ کے تعلقدار ۳۰۰ روپیہ کي تنخواہ پر مقرر ہوے - تین سال کے بعد یعنی سنہ ۱۸۸۱ ع مین وہ دوسرے درجہ کے تعلقدار معین ہوے اور ضلعہ نلدروگ مین انکی تبدیلی ۴۰۰ روپیہ کي تنخواہ پر ہوی - دوسرے سال سنہ ۱۸۸۲ ع مین وہ ریونیو سروے ڈپارٹمنٹ مین مبدل ہوے اور ضلعہ اورنگ آباد کے سروے ڈپارٹمنٹ مین ۶۰۰ روپیہ کي تنخواہ پر سوپرنٹنڈنٹ مقرر ہوے-جسمین دو سال کے بعد ڈیڑہ سو روپیہ کا اضافہ ہوا-سنہ ۱۸۸۵ ع مین ۹۰۰ روپیہ کي تنخواہ پر پہلے درجہ کے تعلقدار بنائی گئے اور ریونیو ڈپارٹمنٹ مین انکی تبدیلی ہوی-سنہ ۱۸۸۷ ع مین وہ آفیشیٹنگ سروے اور سٹلمنٹ کمیشنر مقرر ہوے-یہہ وہ خدمت تہی کہ جسمین انہون نے پہلے اچہی مہارت بہم پہنچائی ہوئی تہی-اس خدمت پر انہین ماہانہ ۱۲۰۰ روپیہ کي تنخواہ ملنے لگی-دوسرے سال وہ ایکٹنگ ریونیو سکریٹری مقرر ہوے-اور اسکے دوسرے سال یعنی سنہ ۱۸۸۹ ع مین انہین پہلے درجہ کے تعلقدار بناکر اضلاع کي خدمت پر بہیجا گیا-سنہ ۱۸۹۴ ع مین وہ سروے اور سٹلمنٹ کمشنر کے عہدے پر قائم کئے گئے کہ جو خالی ہوا تہا-اس عہدے کي تنخواہ ماہانہ ۱۵۰۰ روپیہ ہے-سنہ ۱۸۹۵ ع مین وہ آفیشیٹنگ فائنانشیل سکریٹری مقرر کئے گئے-جہان انہین ماہانہ دو ہزار روپیہ کي تنخواہ ہوي - اسی سال مین نواب اعظم یار جنگ بہادر کو جو نواب محسن الملک بہادر کے مستعفی ہونیکے بعد فائنانشیل سکریٹری مقرر ہوے تہے-بہ سبب ناسازی مزاج کے رخصت طلب کرنا پڑا تہا-یہہ صاحب اپنی رخصت ہی کے ایام مین انتقال کرگئے-لہذا مسٹر سید علی حسن ہی سنہ ۱۸۹۷ ع تک انکے عوض مین کارروائی کرتے رہے-پہر انہین کمشنر کے طور پر سٹلمنٹ ڈپارٹمنٹ مین بہیجا گیا-اس بیس سال کے عرصہ قلیل مین جو کچہہ مولوی سید علی حسن نے کارگذاریان کرکے دکہلائین وہ اور کوئی شخص معمولی لیاقت کا ہرگز نہین کرسکتا - انکا موجودہ عہدہ بڑی ذمہ داری کا عہدہ ہے-لیکن جس شخص کي ایسی ایسی عمدہ کارگذاریان ہون اسے پورے اطمینان کے ساتہہ کوئی بہی ذمہ دار عہدہ دیسکتے ہین-جسمین انکی ناموری اور سلطنت کا فائدہ متصور ہے-

مولوی سید علی حسن

سی - لاڈر ایسکوایر

مسٹر سی - لاڈر سلطنت حیدرآباد کے پوسٹ ماسٹر جنرل اِمپیریل سول سرونٹ ہین - سنہ ۱۸۹۷ع مین انکي خدمت سرکار نظام کو سرکار برطانیا نے مستعار دي تهی - وہ پہلے پہل اِمپیریل پوسٹل سروس مین سنہ ۱۸۷۲ع مین داخل ہوے اور ہندوستان کے مختلف مقامون پر جدا جدا عہدون پر خدمت کرچکے ہین - سنہ ۱۸۷۸-۸۱ع مین جنگ افغانستان کے وقت پر سدهرن افغانستان فیلد فورس کے خطوط لیجانا انکي تحویل مین تها - اور بغاوکي جنگ مین حاضر تهے کہ جسکے باعث انہین افغان مڈل ملا - مسٹر لاڈر کي خدمت سرکار نظام کو اسلئے مستعار دی گئي ہے کہ سلطنت کي پوسٹل سروس مین اصلاحین عمل مین لاوین -

چارلس لاڈر ایسکوایر

اي - اے - سیڈن اسکوائر بی - اے

مسٹر اِی - اے - سیڈن بی - اے جو اعلیٰ اور ذمہ دار عہدۂ پرنسپال نظام کالج پر قایم ہین وہ پہلے پہل جبکہ انگلنڈ مین تهے تو مدرسۂ عالیہ کے ہیڈ ماسٹر کے طور پر مقرر ہوکر سنہ ۱۸۸۲ع مین حیدرآباد آئے - لیکن جبکہ نظام کالج قایم ہوا تو مسٹر ہدسن - ایم - اے - کے ماتحت وائس پرنسپال ہوے - ور انکے انتقال کے بعد پرنسپال - مسٹر سیڈن کوئینس کالج آکسفرڈ کے ایک اِکز ہیبیشنر تهے اور کلاسیکل موڈریشنس اور فائنل اسکول آف جورسپروڈنس مین انہون نے اعزاز کے ساتهہ کامیابی حاصل کي تهی -

مسٹر سیڈن نے اپنے آپکو مسٹر ہڈسن کا لایق جانشین ثابت کر دکہایا ہے - اور جو کام مسٹر ہڈسن نے شروع کیا تہا وہ بڑی لیاقت اور ناموری سے چلا رہے ہین -

ای - اے - سیڈن ایسکوایر بی - اے

فلپ ہنري اسٹرج ایسکوائر ایم — اے

مسٹر فلپ ہنري اسٹرج نظام کالج کے وائس پرنسپال ہین—یہہ صاحب اس عہدے پر سنہ ۱۸۹۰ع سے کیمبرج کے امتحان ایم—اے مین کامیابی حاصل کرکے قایم ہوے—انہون نے سنہ ۱۸۸٦ع مین اسی کالج سے امتحان بی—اے—مین کامیابی حاصل کی اور ہسٹوریکل ٹریپوس مین نمبر اول رکہا—چار سال کے بعد جیسا کہ ذکر کیا گیا—انہون نے ایم—اے—کے امتحان مین کامیابی حاصل کي—مسٹر اسٹرج مدراس یونیورسیٹی کے فیلو بهی ہین—

مسٹر سیڈن—مسٹر اسٹرج اور دوسرے معلمون کے ماتحت اگر نظام کالج اتنی بڑي شہرت حاصل کرنے مین کامیاب ہو تو کوئی مشکل امر نہین هے—دوسرے بابمین اس کالج کا پورا ذکر آیا ہوا هے—لیکن جو جو فواید وہانکے طالب علمون کو کہ جنہین خوش قسمتی سے وہانکی تعلیم لینے کا موقع ملا هے—حاصل ہین—وہ ہندوستان بہر مین باعث فخر سمجہے جاتے ہین—یہہ ایک ایسی بات هے کہ وہان کے معلمون کي لیاقت اور قابلیت کا نمونہ دے رہی هے—

پی—ایچ—اسٹرج ایم—اے
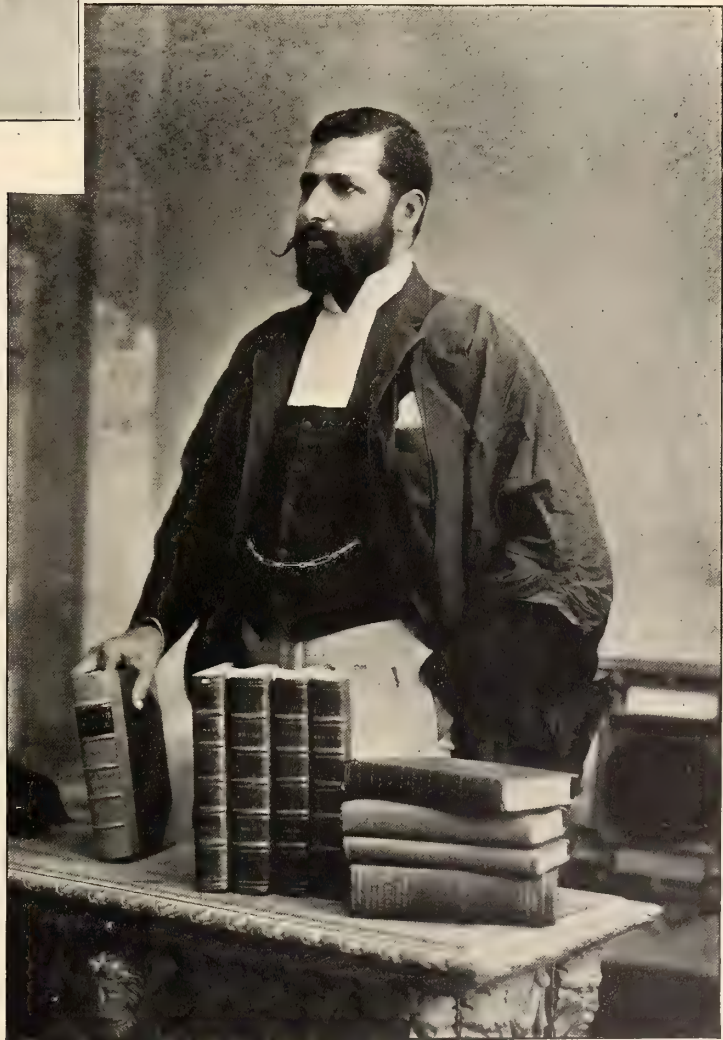
محمد حمید اللہ خان افضل العلما سربلند جنگ مولوي محمد سمیع اللہ خان بہادر سی—ایم—جي—کے فرزند ہین—۱۷ مارچ سنہ ۱۸٦۴ع کے سال مین شہر آگرہ مین انکا تولد ہوا تہا—انکی تعلیم محامڈن اینگلو اوریینٹل کالج علیگڈہ مین ہوئ—اور خانگي طور پر انہین مشرس رین—اینڈ گرنی—بیزواٹر—لنڈن والون نے تربیت کیا—سنہ ۱۸۸۲ع مین لنکنس ان لنڈ اور کرائسٹ کالج کیمبرج مین داخل ہوے—سنہ ۱۸۸٦ع مین انہین بیارسٹر بنایا گیا—اور ہندوستان مین وہ وکالت کرتے رہے—سنہ ۱۸۹۵ع مین وہ حضور نظام کے ہائي کورٹ کے ایک پیرني جج مقرر کئے گئے—

محمد حمید اللہ

جارج نندی اسکائر ایم — اے — ایل — ایل — ڈی

جارج نندي اسکائر ایم — اے — ایل — ایل — ڈي

ڈبلن ٹری نی ٹی کالج

مسٹر جارج نندی — ایم — اے — کینٹب — ایل — ایل — ڈی حضور سرکار نظام کی ریاست مین رجسٹریشن و اسٹامپ کے انسپکٹر جنرل ہین — صاحب موصوف سنہ ۱۸۵۶ مین ممالک مغربی و شمالی کے شہر فتحپور مین تولد ہوئے تھے — اور مرحوم ریوریںڈ گوپی ناتھہ نندی جو امیریکن پریسبیٹرین مشن کے ایک مشنری تھے — انکے سب سے چھوٹے فرزند ہین — مسٹر نندی نے لکھنو اور کلکتہ کے لامارٹی نیری کالج مین تعلیم پائی اور کلکتہ یونیورسٹی سے انٹرنس امتحان پاس کرکے سنہ ۱۸۷۶ع مین قانون کے امتحان کے لئے لنڈن جاکر آکسفرڈ یونیورسٹی مین داخل ہوئے — بعد حضور سرکار نظام سے سرسالارجنگ اول کے عہد مین انہین ایک اسکالرشپ دی گئی جس سے انہین نیاچرل سائنس کے سیکھنے مین مدد ملی — مسٹر نندی کیامبریج یونیورسٹی مین گئے اور سڈنی سسکس کالج مین داخل ہوئے اور انہین وہان سے کچھہ وظیفہ بھی ملا — انہون نے سوائے اخیر بی — اے کے امتحان نیاچرل سائینس ٹری پاس کے سوا تمام امتحانات کامیابی کے ساتھہ پاس کئے — لیکن چونکہ سرکار نظام کو حیدرآباد کے کالج مین سنہ ۱۸۸۰ کے پورا ہونے تک انکی ضرورت ہوئی اسلئے وہ اخیر امتحان ٹری پاس نہ دے سکے — کیونکہ یہ امتحان ڈسمبر مین ہوتا ہے — مگر جو ٹرم کہ انہون نے اکسفورڈ مین رکھی تھی اس سے جون مہینہ مین آرڈینری ڈیگری کے امتحان دینے کے لئے گئے اور حیدرآباد لوٹے تو وہان کی کالج مین نیز میڈکل اسکول (مدرسہ طبی) مین نیاچرل سائنس کے پروفسر مقرر ہوئے — دوبارہ ریاست کے خرچ سے وہ قانون کی کوشش جاری رکھنے کے لئے لنڈن گئے اور ٹری نیٹی کالج ڈبلن مین داخل ہوئے — یہان انہون نے کامیابی کے ساتھہ ایل — ایل — بی — و ایل — ایل — ڈی کے امتحان پاس کئے اور سنہ ۱۸۸۴ مین جب وہ واپس آئے تو سرکار نظام کی طرف سے — عدالتی — و مالگذاری و سیاسی کام مین برٹش گورنمنٹ کے ماتحت تجربہ حاصل کرنے کے لئے برار بھیجے گئے — اور انریری اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے — اور کامیابی کے ساتھہ اعلی درجون کے دیپارٹمینٹل امتحانات پاس کئے — اور امراوتی — اکولا — اور کامگاؤن کے اسسٹنٹ کمشنر مقرر ہوئے — اور انہین تمام سول و کرمنل اختیارات سپرد کئے گئے — اور نیز امراوتی کی زراعتی زمین کے سوپرینٹنڈنٹ مقرر ہوئے — اخیر مین وہ کھام گاؤن کے اسمال کاز کورٹ کے منصب ججی پر مقرر ہوئے — انکا اختیار ۵۰۰ سو روپیہ تک اور سول ججی کا ۵۰۰۰ پانچ ہزار روپیہ تک ہے — اور نیز وہ فرسٹ کلاس مجسٹریٹ تھے — سنہ ۱۸۸۷ مین برار سے وہ بلائے گئے — اور حضور سرکار نظام کے حکم سے پہلے درجہ کے تعلقدار مقرر کئے گئے — وہ مشرقی حد مین ڈپیوٹی انعام کمشنر کے طور کارروائی کرنے کے لئے بھیجے گئے — اور پھر مغربی حد مین — اور جب وہان بھی انعام کا کام تمام ہوا تو وہ شمالی حصہ مین بھیجے گئے — اور سنہ ۱۸۹۶ مین وہ رجسٹریشن و اسٹامپس کے انسپکٹر جنرل مقرر ہوئے جس عہدہ کو وہ اب تک بہت ہی حسن و خوبی کے ساتھہ اور حضور سرکار نظام کی خوشنودی حاصل کرتے ہوئے بجا لاتے ہین —

مسٹر ڈبلیو۔ایف۔بسکو

مسٹر ڈبیلو۔فریزر بسکو نیوٹن ان ورنس شائر کے متوفی مسٹر ٹی۔بی۔بسکو کے چھوٹے فرزند ہین اور بنگال سِول سروس سے متعلق۔مسٹر بسکو حضور نظام کے ریاست مین محافظ جنگلات ہین۔اس عہدے پر وہ سنہ ۱۸۸۵ مین مسٹر بیالن ٹائین کي علاحدگی کے بعد مامور ہوئے۔جنگلات کي نگہباني ہرسال گورنمنٹ کے خیال کو اپنی طرف متوجہ رکھتی تھی۔لیکن متوفی مسٹر بیالن ٹاین اور مسٹر بسکو کي بیش بہا صلاحون اور کوششون سے بالفعل اس مین بہت کچھہ ترقی ہوگئی ہے۔

مسٹر۔ڈبلیو۔ایف۔بسکو

مسٹر ولیم جوسف پرنڈرگاسٹ

مسٹر ولیم جوسف پرنڈرگاسٹ۔بی۔ ڈی۔ایچ۔ طلائی تمغا بردار۔ایم۔آر۔اے۔ایس وغیرہ نظام کالج کے ہاوس ماسٹر ہائی سکول کي ایک شاخ کے ہیڈ ماسٹر اور مدرسہ عالیہ کے اسسٹنٹ ماسٹر ہین۔ انکی زباندانی کي لیاقت کچھہ معمولی طور کي نہین ہے۔انہون نے عربی و فارسی و اردو مین ہائی پروفیشنسی کا امتحان پاس کیا ہے۔اور فارسی مین ڈگری آف آنر کا طلائي تمغہ لیا ہے اور مع ذلک کمال مہارت کے بارے مین وائسرائے کا ڈپلوما بھی حاصل کیا ہے۔ سنہ ۱۸۹۱ع مین مسٹر پرنڈرگاسٹ سے درخواست کي گئی کہ فوجی زندگاني سے دست بردار ہوکے مملکت حیدرآباد کے سررشتہ تعلیم مین منصب ہاؤس ماسٹر نظام کالج اور ہیڈ ماسٹر شاخ ہائی سکول کو قبول کرین۔ بعد چند روزون کے وہ ماسوا ہاؤس ماسٹر نظام کالج کے مدرسہ عالیہ کے اول اسسٹنٹ معین ہوئے۔سنہ ۱۸۹۶ مین گریٹ بریٹن اور آئرلانڈ کي رایل ایشیاٹک سوسائٹی نے اس علامہ السنہ شرقی کو بوجہ انکي لیاقت کے رایل ایشیاٹک سوسائٹی کا ممبر مقرر کیا۔

مصلح الدین سعدي ایسکوائر بی۔اے

جج مقرر ہوے۔ لیکن سنہ ۱۸۹۴ع میں ورنگل کے اسسٹنٹ جوڈیشیل کمیشنر کے عہدے پر انکی ترقی ہوئی۔سنہ ۱۸۹۵ع میں وہ حیدرآباد اور اضلاع حیدرآباد کے دیوانی کورٹ کے چیف جج مقرر ہوے۔اس عہدے کی کارروائی در اطمینان سرکار وہ بڑی عمدگی سے بجالاتے ہیں۔
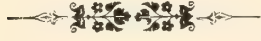
کیاپٹن والٹر ۔ ڈی ۔ بورڈمن

کیاپٹن والٹر ۔ ڈی ۔ بورڈمن شہر اور حوالی حیدرآباد کے اسسٹنٹ کمشنر ہیں۔وہ ایک قدیم انگلو انڈین خاندان کے رکن ہیں جو ۸۰ برس سے شہر حیدرآباد میں مقیم ہے۔موجودہ صدی کی ابتدا میں کیاپٹن بورڈمن کے دادا میجر جنرل ای ۔ بورڈمن مقام سکندرآباد کے فوجی افسر تھے۔

کیاپٹن والٹر بورڈمن کی ابتدائی تعلیم سینٹ جیارجیس گرامر اسکول میں ہوئی۔

سنہ ۱۸۷۰ء میں وہ کیاڈٹ مقرر کئے گئے اور انہیں حکم ہوا کہ انجینیرنگ کالج میں داخل ہوکر توپخانہ کا کام سیکھیں۔سنہ ۱۸۷۲ میں تیسری پیدل فوج میں انکو سوپر نیومرری لفٹنٹ کا کمیشن دیا گیا۔اور اسی سال کے اواخر میں وہ قایم کردئیے گئے اور پہلی لائٹ انفنٹری میں انہیں جاے دی گئی۔تین سال کے بعد اسی رجمنٹ کے ایڈجوٹنٹ بنائے گئے۔

سنہ ۱۸۷۷ میں تھرڈ کاربینیرس اور سنہ ۱۶۷۹ میں آفریکن کیاولری گارڈ میں انکی تبدیلی ہوئی۔سنہ ۱۸۸۰ میں آفریکن کیاولری گارڈز کے کمانڈر دوم مقرر ہوئے۔دیسی لوگوں کے راہ و رسم اور انکے عادات و اطوار کی انہیں پوری پوری مہارت ہے اور اسی سبب سے چار سال کے بعد نواب اکبر جنگ بہادر کوتوال شہر نے انہیں افغان پولیس کارپس کو ترتیب دینے اور کمانڈ کرنیکے کے لئے منتخب کیا۔اور نواب صاحب موصوف ہی کی سفارش سے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد علاوہ افغان پولیس کی کمانڈ کے وہ انکے پرسنل اسسٹنٹ مقرر ہوے۔

کیاپٹن والٹر ڈی بورڈمن

مصلح الدین سعدی ایسکوائر ۔ بی ۔ اے

شیخ مصلح الدین محمد سعدی بی۔اے۔ (کنٹاب) حیدرآباد سیٹی کورٹ کے چیف جج حافظ عبداللہ صاحب کے فرزند ہیں۔وہ سنہ ۱۸۶۹ع میں تولد ہوے تھے۔پہلے پہل انکی تعلیم حیدرآباد کے نظام کالج میں ہوئی۔اور بعد ازآں یونیورسٹی کالج لنڈن اور ترینٹی ہال کیمبرج میں ہوئی۔وہ سنہ ۱۸۸۹ء میں کیمبرج میں گراجوایٹ ہوے۔اور سنہ ۱۸۹۰ع میں مڈل ٹمپل میں بارسٹر بنائے گئے۔دوسرے ہی سال وہ بمبئی ہای کورٹ کے بارسٹروں میں منسلک ہوے۔اور سنہ ۱۸۹۲ع تک انہوں نے وہاں وکالت کی۔سنہ ۱۸۹۳ء میں وہ ناندیر ضلع کے ڈسٹرکٹ

کیاپٹن فارل ایم - آر - سی - وی - ایس

کیاپٹن جرالڈ ہنری فارل ماہ نومبر سنہ ۱۸۷۳ع مین داخل ملازمت حضور نظام ہوے - سنہ ۱۸۸۰ع تک وہ رگیولر ٹروپس کے لفٹنٹ کے طور پر خدمت کرتے رہے - سنہ ۱۸۸۲ع مین کیاپٹن فارل رضا پر مصر گئیے - اور وہان لارڈ ولزلی کے اسٹاف پر والنٹیر کے مانند کام کرتے رہے - اگرچہ جنگ تل الکبیر مین موجود تھے - لیکن وہ اُن خوش قسمت لوگونمین نہ تھے کہ جنھین جنگ مین شریک ہونیکا موقع ملا تھا - سنہ ۱۸۸۷ع مین انہون نے طب حیوانات کي تعلیم شروع کي اور ساڑھے تین سال کي فرلو رضا لیکر رایل ویٹیریٹری کالج - لنڈن مین داخل ہوے - ہر ہر امتحان مین اپنے درجہ کے طالب علمون مین انکا نمبر اول ہی رہا - سنہ ۱۸۹۰ع مین انہین ویٹیریٹری سرجن کا تمغہ ملا -

کیاپٹن فارل سنہ ۱۸۹۰ع مین پاسٹیور انسٹیٹیوٹ پیارس کي تعلیم لینے لگے - اور سنہ ۱۸۹۱ع مین انہون نے اس مشہور فرنچ حکیم کي خیالي اور تعمیلی ترکیبون پر پوری مہارت حاصل کرنا جاری رکھا -

سنہ ۱۸۹۵ع مین گورنمنٹ نے ایک ویٹیریٹری ڈپارٹمنٹ قایم کیا اور اسی وقت سے کیاپٹن فارل پرنسپل ویٹیریٹری آفسر کے عہدے پر قایم ہین -

کیاپٹن فارل ایم - آر - سی - وي - ایس

فریدرک شافٹر ایسکوایر

مسٹر فریدرک شافٹر انسپکٹر مدارس سنہ ۱۸۶۹ع مین ملازمت سرکار نظام کے اندر سی اے کالج کے اسسٹنٹ ماسٹر کے طور پر داخل ہوے - سنہ ۱۸۷۱ مین مسٹر شافٹر کو چدر گھاٹ مین ایک انگلو ورنا کیولر اسکول قایم کرنیکے لئے مقرر کیا گیا - اور وہ وہان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوے - یہہ پہلا ہی سرکاری مدرسہ تھا کہ جسمین فیس لینے مین آئي - سنہ ۱۸۷۸ع مین اس مدرسہ سے پہلا طالب العلم امتحان میاٹریکیولیشن مین کامیاب ہوا - اسکے پیشتر کسی سرکاری مدرسہ سے کسی نے یونیورسیٹی کے لئے کبھي کوشش نہین کي تھي -

سنہ ۱۸۸۶ع مین مسٹر شافٹر مدرسون کے فرسٹ گریڈ انسپکٹر مقرر ہوے - جس خدمت پر وہ اب تک ملازم ہین -

فریدرک شافٹر ایسکوایر

ہنري کوٹ کوني صاحب بي-اے

مسٹر کوٹ کوني صاحب نظام کالج میں لاٹن اور انگریزیکے پروفیسر ہیں - جب مسٹر کوني حیدرآباد آئے تو انہون نے حضور نظام کي باقاعدہ فوج کے نوآموزون کو تعلیم دینے کے لئے فوجی معلّم کا عہدہ قبول کرلیا-اور انکا درجہ فوج میں دوسرا ہوا-نظام کالج کے پرنسپل اور یوروپین اسکول کے انسپکٹر مسٹر ہڈسن ایم-اے نے انکی عمدہ کار روائیون اور اجراے قوانین کي بڑی تعریف کي-سنہ ۱۸۸۴ع میں جب رزیڈنٹ نے سنٹ جارج اسکول کے امورات کا قابل اطمینان انتظام کردیا تو مسٹر کوني وہانکے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے-

اگرچہ مسٹر کوني کو حیدرآباد کے باہر سے اچھی اچھی نوکریون کے قبول کرنے کي درخواست کي گئی لیکن انہون نے یہین رہنا پسند کیا اسلئے کہ ریاست حیدرآباد میں انہیں-سر شتہ تعلیم میں کسی عہدہ پر مقرر کیا جائیگا-مسٹر ہڈسن کے انتقال کے بعد سنہ ۱۸۹۵ع میں جب نظام کالج کا از سرنو انتظام ہوا تو مسٹر کوني اسکے پروفیسر بنائے گئے اور حضور نظام کي ریاست میں عموماً اور سنٹ جارج گرامر اسکول میں خصوصاً انہون نے جو خدمتیں کین انکے صلہ میں حضور نظام کي گورنمنٹ کي طرف سے انہین پنشن دینے کا اعلان دیا گیا-

ہنري کوٹ کوني صاحب بي-اے

مِس ایڈتھہ بورڈ من - ایم-ڈی

مِس ایڈتھہ بورڈ من متوفی کپتان جے-بورڈ من کے باکون میں سب سے چھوٹی ہین-اور شہر حیدرآباد کي پہلی ہی بی بی ہے کہ جسنے علم طِب اور جراحی میں یوروپین ڈگری حاصل کي ہے-

مِس بورڈ من نے علم طِب میں شہر کے مدرسۂ طبیہ میں داخل ہوکر سرجن لفٹننٹ کرنل اِی-لاری کے ماتحت سنہ ۱۸۸۶ع میں تعلیم لینی شروع کي-اور سرکار کي طرفسے بذریعہ اسکالرشپ کے انگلنڈ بھیجي گئیں-انہون نے لنڈن کے زنانہ مدرسۂ طبیہ میں تعلیم لی اور لنڈن میں سند حاصل کي-اور سنہ ۱۸۹۰ع میں شہر برسلس میں جاکر ایم-ڈی-کي ڈگری بڑی نامورری کے ساتہہ لی-سنہ ۱۸۹۰ع میں وہ ہندوستان کي طرف لوٹین اور سرکار نظام کي مڈیکل سروس میں ملازم ہوئین-

مِس ایڈتھہ بورڈمن ایم ڈي

میجر نواب افسرالدولہ بہادر سی-ائی-اِی

میجر نواب افسر جنگ سی۔ آئی۔ ئی

میجر نواب میرزا محمد علی بیگ خان بہادر افسر جنگ افسرالدولہ۔ سی۔ آئی۔ ئی۔ جیسے کہ انکي تصویر سے ظاہر ہورہا ہے۔ایک مستعد اور جوانمرد سپاہی ہین۔حضور نظام کي تمام باقاعدہ فوجون کے جن میں خاص باڈی گارڈ اور حیدرآباد امپیریل سروس تروپ بہي شامل ہے کمانڈر اور حضور نظام کے ایڈیکامپ ہین۔وہ حقیقت مین ایسے عہدے پر مامور ہین کہ جسکے وہ بخوبی شایان ہین۔وہ سنہ ۱۸۵۲ مین اورنگ آباد مین پیدا ہوئے۔انکے والد میرزا ولایت علی بیگ حیدرآباد کنٹنجنٹ کي تیسری کیولری کے رسالدار تھے اور غدر مین جبکہ وہ سر ہوروز کے آرڈرلی افسر تھے تو انہون نے بہت سے کارہائے نمایان کئے جنکے صلہ مین انہین آرڈر آف میرٹ اور ایک عزت کي تلوار انعام مین دی گئي۔پندرہ برس کي عمر مین میرزا محمد علی بیگ اورنگ آباد مین اپنے والد کے رجمنٹ مین داخل ہوے اور عرصہ قلیل مین رسالدار ہوگئے۔جب سنہ ۱۸۷۷ مین دہلي کا شاہی دربار ہوا تو حیدرآباد کنٹنجنٹ کے جنرل کمانڈر نے انہین حضور نظام کے ہمراہی فوجکی افسری کے لئے منتخب کیا۔اوسکے تین برس کے بعد جب سر سالار جنگ روضہ کو گئے تو انہین اپنے ہمراہی سو سوارون کي کیولری کا افسر بنایا۔نواب موصوف بہت عمدہ شہسوار ہین۔اسلئے مدبر اعظم یعنے سر سالار جنگ نے انہین حضور نظام کے کہ جنکی عمر اسوقت چودہ برس کي تہی۔اسٹاف مین داخل کردیا۔ اور جنرل رائٹ نے جو حیدرآباد کنٹنجنٹ کے کمانڈر تھے اس ذمہ دار عہدے کے لئے انکی سفارش کي تہی۔اس عرصہ مین افغانستان کي لڑائی شروع ہوئی اور محمد علی بیگ نے جو اپنے رجمنٹ کے ہمراہ اس لڑائی مین شریک ہونے کے بدل خواہان تھے درخواست کي کہ جب تک انکی رجمنٹ لڑائی سے واپس نہ پھرے یہ عہدہ ملتوی رکہا جائے۔لڑائی کے بعد ماہ جون سنہ ۱۸۸۱ مین وہ حیدرآباد واپس آئے اور حضور نظام کے اسٹاف مین داخل ہوئے۔اورنگ آباد سے رخصت ہونے کے پیشتر اونکے ہمسر افسرون اور انکی رجمنٹ کے سپاہیون نے جن مین برٹش افسر بہی شریک تھے ازراہ محبت و قدر شناسی انہین ایک چاندی کا پیالہ ہدیہ دیا جو انکے راحت منزل کے آراستہ ملاقاتی کمرے مین ایک میزپر دہرا ہوا ہے۔

حضور نظام نے اپنی مسند نشینی کے بعد جب میرزا محمد علی بیگ کي اولوالعزمی اور مستعدی کا خوب امتحان کیا تو انہین نواب افسر جنگ بہادر کا خطاب مرحمت فرماکر اپنا ایڈیکامپ مقرر کیا۔اور علاوہ اسکے گولکنڈہ لانسرز کو انکے زیر حکم کردیا۔

میجر افسر جنگ نے کرنل مارشل کي چند روزہ غیر حاضری مین جو حضور نظام کے مشیر تھے اور شملہ گئے ہوئے تھے انکی عوضی کي ہے۔

سنہ ۱۸۸۸ مین جبکہ سرمارٹمر ڈیورنڈ سفارت کابل پر گئے تھے تو نواب افسر جنگ بہی انکے ہمراہ تھے لیکن جب وہ پشاور پہونچے تو معلوم ہوا کہ سفارت موقوف ہوگئی اسلئے وہ شملہ چلے گئے۔چونکہ اسوقت کالے پہاڑ کي مہم کي تیاری ہورہی تہی انہون نے اس مین شریک ہونے کي درخواست کي۔اور جنرل لارڈ رابرٹس نے جو انکی چستی و چالاکي کے قائل تھے انہین مذکور مہم کے افسر جنرل میکوئن کے آرڈرلی افسر مقرر کیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس مہم کے متعلق ڈسپیچون مین انکا ذکر خیر کیا گیا اور وہ اپنی حسن خدمات کي وجہ سے گورنمنٹ آف انڈیا کے شکریہ کے مستحق ہوئے۔اور انہین کالے پہاڑ کي مہم کا میڈل بہی مرحمت ہوا۔

سنہ ۱۸۸۹ مین جب ڈیوک آف کناٹ حیدرآباد تشریف لیگئے تو نواب کو انکے پرسنل اسٹاف مین مقرر کیا گیا۔

سنہ ۱۸۹۳ مین جبکہ حیدرآباد امپیریل سروس فوج مرتب ہورہی تہی تو حضور نظام نے انہین اسکی افسری پر معین فرمایا اور سنہ ۱۸۹۴ مین نواب افسرالدولہ کے خطاب سے ممتاز اور سنہ ۱۸۹۵ مین حضور ولیعہد کا رسالہ حبش انکے چارج مین دیا گیا۔

ماہ اپریل سنہ ۱۸۹۷ مین گورنمنٹ آف انڈیا نے الماسی جوبلی مین جو انگلنڈ مین منعقد ہونے کو تہی حیدرآباد امپیریل سروس فوج کي وکالت کے لئے انہین منتخب کیا تہا۔لیکن بوجہ انکی شاہی محل کي ذمہ دار خدمتون کے حضور نظام نے انہین اجازت نہین دی۔الماسی جوبیلی کے یادگار موقع پر حضور نظام کي فوجون کي بڑی قواعد انہون نے حیدرآباد مین ایسی عمدہ کي کہ اوسکے پیشتر کبھی نہین ہوئی تہی۔اسکے صلہ مین انہین سی۔آئی۔ئي کا خطاب برٹش گورنمنٹ کي طرف سے مرحمت ہوا۔جب حیدرآباد مین اس خطاب کي خبر ہوئی تو انکے بے حساب دوستون کي طرف سے مبارکباد کي بوچھار ہونے لگی۔اسکے بعد حضور نظام نے انہین کرنل نیول کي جگہ پر اپنے باقاعدہ فوجونکا کمانڈ دیا۔اس موقع پر بہی انہین اسقدر مبارکبادین دي گئین جنکا کاچھہ حساب نہین۔

نواب ایک مشہور شکاري ہین اور تمام ہندوستان مین نمبر اول کے شہسوارون مین شمار کئے جاتے ہین۔جب وہ گھوڑے پر سوار ہوکے شکار کھیلتے مین تو طبیعت انکے دیکھنے سے سیر نہین ہوتی وہ اپنی ذات سے نہایت خلیق۔بامروت اور ملنسار جنٹلمین ہین۔

فوج نظام

حضور نظام چونکہ اول شاہزادۂ ہند ہین اسلئے وہ اپنی شان کے مطابق بنسبت اور شاہزادگان ہند کے بہت زیادہ فوج رکھتے ہین۔ انکی فوج دو قسم کی ہے ایک با قاعدہ اور دوسری بے قاعدہ۔ اور ما سوا انکے پائگاہ کی فوج بہی ہے جو خود حضور نظام اور ان کے اقربا کے زیر حکم ہے۔ پہلی فیبروری سنہ ۱۸۹۷ کو حضور نظام کا ایک فرمان جو بعض تبدلاتِ امور ریاست کی نسبت جاری ہوا تہا اوس کے مطابق تمام جنگی فوج کی افسری راجہ کشن پرشاد بہادر کو دی گئی۔ اور وہ وزیر صیغہ جنگی مقرر ہوئے۔ بعد ازان ایک حصہ با قاعدہ فوج کا انکے حکم سے نکال کے وزیر اعظم کے زیر حکم کیا گیا۔ وزیر صیغہ جنگی اپنے محکمہ کا انتظام بمعاونت ایک ملٹری سکرٹری ایک جائنٹ سکرٹری۔ اور ایک اسسٹنٹ سکرٹری کے کرتے ہین۔

با قاعدہ فوجین

با قاعدہ فوجونمین حیدرآباد کی امپیریل سروس کی فوجین۔ با قاعدہ فوجین۔ گولکنڈہ بریگیڈ۔ جمعیت نظام محبوب یا میسرام پلٹن شامل ہے۔ تمام با قاعدہ فوجین اسلئے با قاعدہ کہلاتی ہین کہ انہین جنگی قواعد اور طرز جدید کے حربی فنون سکہلائے گئے ہین اور نیز وردیان دیگئین ہین۔ لیکن باوجود اسکے ایسا نہین سمجہنا چاہئے کہ وہ ویسی ہی مکمل ہین جیسا کہ ایک پوری با قاعدہ فوج ہونی چاہئے۔ واقعی یہ فوجین حیدرآباد امپیریل سروس فوج سے جو کسی وقت پر بہی انگریزی پلٹنون کے ساتہہ دوش بدوش آمادہ جنگ ہوسکتی ہین۔ کبہی مقابلہ نہین کرسکتین۔

حیدرآباد کی امپیریل سروس فوجین۔ جس شخص کو

افسران ہز ہائنسیز ریگولر ٹروپس

موجودہ امورات ہند سے کچھہ بہی واقفیت ہے اسے یاد ہوگا کہ سنہ ١٨٨٦ میں جبکہ ہندوستانپر روسی حملہ کا خوف تہا تو حضور نظام نے سرحدي استحکامات کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا کو ٦٠ لاکہہ روپیہ دینے کي تجویز پیش کي تہي اور انکي دیکہا دیکہی اور دیسی حاکموں نے بہی انکی تقلید کي تہی–لیکن گورنمنٹ آف انڈیانے بڑے غور و تامل کے بعد یہ بات ٹہرائی کہ ہند کے شہزادوں سے سرحدی حفاظت کے لئے زر نقد لینے کے عوض انہیں یہ اجازت دیجائے کہ وہ ایسی مستعد اور باقاعدہ فوج تیار کریں.کہ وہ غنیم کے حملہ کے وقت انگریزی پلٹنوں کے دوش بدوش میدان جنگ میں آسکیں–دیسي حکام ہند کي امپیریل سروس فوجیں اسی تجویز کا نتیجہ ہیں–اور حیدرآباد کي امپیریل سروس فوج حضور نظام کے ساٹھہ لاکہہ روپئے کے عطیہ سے مرتب ہوئی ہے–اس فوج میں دو سواروںکے رسالے ہیں جنکو فرسٹ لانسر اور سیکنڈ لانسر کہتے ہیں–ہر رسالہ میں چار سو جوان ہیں جنکے سپہ سالار نواب افسرالدولہ بہادر سي–آئي–اي; اے–ڈی–سی ہیں جنرل باقاعدہ موجونپر بہی افسر ہیں–

یہ رجمنٹیں سلحداری طریقہ پر رکہی گئیں ہیں یعنے انکے گہوڑے سرکاري نہیں بلکہ پرائیویٹ اشخاص کے ہیں رجمنٹونکی ترتیب کے وقت تمام گہوڑے ان سلحداروں کے پائے گئے–جو اس رجمنٹ سے تعلق نہیں رکہتے تہے–اس وقت سے خوداسپہ کا قاعدہ جاری کرنے کي کوشش کي گئي اور اس میں کامیابي ہوی یعنے گہوڑے خود سواروں کي ملکیت سے ہوں–اس طریقہ کے جاري ہونے سے اس فوج کي قوت زیادہ ہوگئی کیونکہ ہرسوارکو یہ خیال رہتا ہے کہ اپنے گہوڑیکو اچہي حالت میں رکہے اور سوار اور گہوڑے میں ایک دوسریکی اچہی پہچانت ہوگئی ہے–اگرچہ ایسا مقرر ہوا تہا کہ دو رجمنٹیں امپیریل سروس فوج کي اور زیادہ کي جائیں مگر سرکار انگریزنے اس لحاظ سے منع کیا کہ اس سے دولت نظام کا فوجي خرچ جو آگے ہي سے زیادہ ہے اور بڑہہ نجائے اسلئے حضور نظام نے حکم دیا کہ یہ رجمنٹیں موجودہ چار لانسر رجمنٹونمیں سے دودو سو سوار اور گہوڑے الگ کرکے بنائی جائیں–موجودہ خرچ حیدرآباد کے امپیریل سروس فوج کا سالانہ ٤٦٩٥٠٠ روپئے ہے. یہ خرچ پورا پورا

افسران و سپاہیان ہز ہائنسز آفریکن گارڈز

اور رجمنٹونمین تخفیف کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ تلوار اور بہالیکے علاوہ امپیریل سروس فوج کے پاس ہنری مارٹینی قرابینین بہی ہین جو ساز و سامان کے ساتھہ انگریزی سلح خانہ سے دیجاتي ہین۔ افسرون کے پاس طپنچے بہی ہین۔ نقشہ ذیل سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ افسرون کے اور سپاہیون کے لباس اور ساز وسامان کا حال کوچ کے وقت کیسا ہوتا ہے انکے زین اور چرمي ساز ویراق طرز جدید کے ہین اور ہمیشہ عمدہ حالت مین رکہے جاتے ہین۔ حیدرآباد کي امپیریل سروس فوج مین بہرتی ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس جوان کو جو داخل ہونا چاہے لازم ہے کہ حضور نظام کے ملک مین پیدا ہوا ہو ارر خاص ان کي رعیت ہو جیسا کہ اس قاعدے کو گورنمنٹ آف انڈیا نے تمام امپیریل سروس فوجون کے لئے مخصوص کردیا ہے یعنے جس ریاست کي یہ فوج ہو اوسی ریاست کي رعایا اس مین داخل ہو۔ اس فوج کے گہوڑے اکثر عربي ہین جو عام طور پر بمبئی مین فی راس چار سو روپئے پر خریدے جاتے ہین اور انکی پیمایش چودہ فیٹ اور دو انچہ یا زیادہ ہوتي ہے۔ نیزہ بازی۔ نشانہ بازی۔ اِشارون سے بات کرنا اور نیز دوسرے ضروری سپاہگری کے فنون ان لوگون کو انگریزی اسکولون مین سکہلائے جاتے ہین تاکہ وہ انمین ماہر ہون۔ اسلئے یہ فوجین ہر طرحسے میدان جنگ مین جانیکے قابل ہین۔ سنہ ١٨٩٧ع کے اخیر مین جبکہ انگریزی فوجین بسرداری جنرل لاکہارٹ سرحدی قومون کي گوش مالي کے لئے جو باغی ہوگئی تہین۔ تیار ہوچکین تو حضور نظام نے اپني امپیریل سروس فوج کو بہی سرحد پر بہیجنے کي گورنمنٹ سے درخواست کی۔ لیکن انگریزي فوجون کے تیار ہوجانے سے

یہ درخواست منظور نہ ہوئی۔ حیدرآباد کي امپیریل سروس فوج مین آٹہہ سو سولہ ٨١٦ جوان ہر درجہ کے ہین جن پر سالانہ ١٨١٠٥٦ روپیہ صرف ہوتا ہے۔ ایک فوج بار برداری کی امپیریل سروس فوج کے ساتھہ ملائی گئی ہے جس مین قریباً تین سو جفاکش ٹٹو اور خچر ہین اور امید ہے کہ یہ تعداد جلد چار سو تک پہنچ جائیگی۔ عمدہ قسم کے زین انکے استعمال کے لئے خریدے گئے ہین۔ یہہ تجویز کي گئي ہے کہ صلح کے زمانہ مین بار برداریکے جانور ریاست کے گاڑی خانہ مین سرکاری بار برداری کے کامون مین اکثر استعمال کئے جائین۔ سنہ ١٨٥٧ع مین جب غدر ہوا تہا تو حیدرآباد بالکل غیر محفوظ تہا۔ ہان اس مین شک نہین کہ پائی تخت کے قریب حیدرآباد کي معاوني فوج تہی جو ابتدا مین اسلئے قائم ہوئی تہي کہ "حضور نظام اور ان کے وارثون اور جانشینون کي نسلاً بعد از نسلٍ ذاتی حفاظت کرے اور تمام باغیون اور مفسدان ریاست کو گوشمالی دے۔ لیکن کسی غیر ضروري کام مین اسکی مدد نہ لیجائے" مگر ایک مدت ہوی کہ اس فوج نے ریاستي فسادونمین دخل دینا چہوڑدیا تہا جو غیر ضروری خیال کئے جاتے تہے۔ اور اسوقت حیدرآباد کنٹنجنٹ فوج بہی قریب تہی۔ لیکن عہد نامہ کے شرائط کے مطابق وہ صرف اسوقت بر کار آمد ہوسکتي تہی جب انگریزون اور نظام کے دشمن کے ساتھہ مقابلہ ہو لیکن باوجود اسکے جب غدر شروع ہوا تو بعض رجمنٹین حیدرآباد کنٹنجنٹ کي باوائیون کے مقابلہ مین روانہ کیگئین۔ سرسالارجنگ وزیر اعظم نے جو ریاست نظام مین فتنہ و فساد کے انسداد کے از حد خواہشمند تہے جب دیکہا کہ حیدرآباد سے شہر مین

سپاہی اور توپخانہ۔ ہز ہائنیس ریگولر ٹروپس

جہان تمام رعایا مسلح ہے
بغیر ایک مکمل فوج کے امن
و امان کا قایم رکھنا ناممکن
ہے اور خاصکر کے اس زمانہ
مین کہ فوجی افسر اور نیز
بیقاعدہ فوجکے سپاہیون پر
بھروسا نہین ہوسکتا ہے تو
ایک نئی فوج کا مرتب
کرنا ضروری خیال کیا تاکہ
اس سے ریاست مین امن
رہے ـ فتنہ و فساد کو فرو
کرے ـ اور اگر باغی ریاست
انگریزیسے وہان آجائے تو
اسے گرفتار کرلے ـ کیونکہ وہ
اس سے بہ نسبت رعایائے
نظام کے زیادہ مخالف تھے
ـ اس فوج کے مرتب کرنے کا
کام راجہ ونڈپرتی کو سونپا
گیا تھا جو سنہ ۱۸۵۸ مین
تھوڑے سے حبشی اور دکھنی
سوار اور دو توپون کے ساتھہ
کے جو انکے ماتحت تھے
میدان جنگ مین نکلے تھے
ـ اس مجموعی فوج کا نام
نظامی میدانی فوج رکھا گیا
تھا ـ یہ فوج موجودہ باقاعدہ
فوج کی اصل تھی ـ سنہ
۱۸۵۹ مین اس مین اضافہ کیا
گیا اور سبھون کو دارالریاست
کے قریب رکھا گیا تاکہ
ضرورت کے وقت کارآمد ہون ـ
سنہ ۱۸۶۲ مین یہ فوج اور
نواب نظام یار جنگ کا رسالہ
میجر راک کے زیر حکم کردیا
گیا ـ سنہ ۱۸۶۸ مین میجر
راک سپہ سالار مقرر کئے گئے
اور انکی ماتحتی فوج نظام
کی باقاعدہ فوج کہلائی گئی ـ
سنہ ۱۸۶۴ مین تیسری پیدل
رجمنٹ بھی اس فوج مین
شریک کی گئی اور ہر ایک
پیدل رجمنٹ مین سات
سو جوان علاوہ انگریزی
افسرون کے مقرر کئے گئے ـ

نیزہ بازان ہز ہائنسز ریگیولر ٹروپس

سنہ ۱۸۷۵ میں تیسری لانسر اور سنہ ۱۸۸۷ میں چوتھی اور چھٹی رجمنٹیں بھی اس میں شامل کی گئیں۔غرض اسوقت کی باقاعدہ فوج میں ایک سدھیون کا رسالہ دو توپخانے پہلی دوسری اور تیسری لانسرس۔پہلی دوسری تیسری چوتھی اور چھٹی پیدل رجمنٹیں تھیں۔

سدھیون کا حفاظتی رسالہ۔راجہ ونڈپرتی کے پاس کچھہ سدھی غلام زادے تھے جنکو انہوں نے جنگی قواعد کی تعلیم دی تھی اور بعد میں انکا رسالہ بنایا گیا۔جسنے سنہ ۱۸۵۸ میں راجہ کی مرتب کی ہوی فوجوں کے ساتھہ شریک ہوکے معرکہ آرائی کی تھی۔جب یہ رسالہ حیدرآباد کو واپس آیا تو اوسکو حضور نظام کے جلوکا کام دیا گیا اور اب یہ حضور نظام کا سدھیون کا باڈی گارڈ کا رسالہ ہے جب سالار جنگ مرحوم حضور نظام کی طرف سے انکے وکیل کے طور پر پرنس آف ویلز کے استقبال کو گئے تھے تو یہ رسالہ انکے ساتھہ تھا اور نیز دہلی کے شاہی دربار میں یہ رسالہ حضور نظام کے ہمراہ دہلی کو گیا تھا۔ان دونون موقعون پر اسکی بڑی تعریف ہوئی اور حقیقت میں وہ اسکے شایان تھی۔کیونکہ اسکے سپاہی اور اسکے گھوڑے اور اسکی خوبصورت وردی میں اوسکی چستی وچالاکی قابل دید ہے۔اس رجمنٹ کو اب سدھیون کا باڈی گارڈ کہتے ہیں۔اس رسالہ میں نئے جوانون کو بھرتی کرنے کے لئے بڑی دقت پیش ہوتی ہے کیونکہ حیدرآباد میں خاص سدھی لوگ بہت کم ہیں۔وہ لوگ جو اس میں ملازم ہیں وہ ان سدھیون کی اولاد ہیں جو اس ملک میں پیدا ہوئے تھے۔اس رجمنٹ میں تین سو جوان ہیں اور انکا سالانہ خرچ ۱۰۳۸۶۶ روپئے ہے توپخانہ۔ماہ جولائی سنہ ۱۸۶۱ میں دو توپین معہ چھکڑون اور اٹھارہ بیل اور بارہ آدمیون کے ایک انگریز افسر کے ماتحت کی گئی تھین اور اسی سال اس میں ایک دوسری توپ اور گیارہ آدمی زیادہ کئے گئے یہ توپخانہ کی رجمنٹ ہوگئی۔اوسکے بعد سنہ ۱۸۶۴ میں دو توپین اور چالیس آدمی راجا ونڈپرتی کی میدانی فوج سے لیکے اس میں داخل کئے گئے اور پھر سنہ ۱۸۶۵ میں دو اور قسم کی توپین اور سات معمولی توپین سکندرآباد کے سلاح خانہ سے ملین اسطرحسے دو بیاٹریان بنائی گئیں جس میں چھہ چھہ توپین ہیں۔ماہ اگست سنہ ۱۸۶۴ میں دو اٹھارہ پاونڈ والی توپین خرید کی گئین اور کوشش کی گئی کہ ہاتھیون کی بیاٹری بنائی جائے۔مگر وہ توپین بے کار نکلین اسلئے وہ ارادہ فسخ ہوگیا۔سنہ ۱۸۶۶ میں بعض بیلون کے عوض گھوڑے رکھے گئے اور نمبر پہلی گھوڑونکی بیاٹری وجود میں آئی۔سنہ ۱۸۷۲ میں دوسری ویسی ہی بیاٹری قائم ہوی۔فی الحال دو بیاٹری ہین جن میں چار چار توپین ہین اور دو سو اٹھائیس جوان۔انکا سالانہ خرچ ۷۴۳۱۶ روپئے ہے۔

نیزہ باز رجمنٹ سنہ ۱۸۹۳ میں امپیریل سروس فوج کے مرتب ہونے سے پہلے باقاعدہ فوج میں تین نیزہ باز

افواج پیدل کے سپاہی۔ہز ہائنسز ریگولر ٹروپس

رجمنٹیں تہین۔ جو اول و دویم و سویم حیدرآباد لانسرز کہلاتی تہین۔ نواب نظام یارجنگ کا رسالہ جو سنہ ۱۸۶۲ مین میجر راک کے ماتحت کیا گیا پہلے حیدرآباد لانسرز کے نام سے مشہور تہا۔ پہر اس مین دوسری ونڈہرتی لانسرز سے سپاہیون اور گہوڑونکو بہرتی کرکے اسکی فوت بڑہا کرتین سو جوانونکی کردیگئی۔ ان دکہنی سوارون کی۔ جو راجہ ونڈہرتی کی میدانی فوج مین نوکر تہے دوسری ونڈہرتی لانسرز رجمنٹ بنائی گئی۔ جب یہ فوج میجر رک کے ماتحت کیگئی تہی تو اس مین دوسو چودہ جوان اور چوبیس باجیوالے تہے۔ اسمین بعد ازان بے قاعدہ فوجکے سپاہی داخل اور نئے سپاہی بہرتی کئے گئے یہانتک کہ سنہ ۱۸۶۶ مین تین سو پچیس جوان اس رجمنٹ مین ہوگئے۔ اسکے بعد سنہ ۱۸۷۱ مین جب اس رجمنٹ مین فقط تین سو جوانون کے رکہنے کا انتظام کیا گیا تو باقی کے جوان حیدرآباد فرسٹ لانسرز مین بہیجے گئے۔ اور اوسکے باجے والے سنہ ۱۸۶۸ مین سیدہیون کی باڈی گارڈ مین داخل کئے گئے۔ راجہ شیورام کے رسالہ سے تیسری حیدرآباد لانسرز بنائی گئی اور اسکا نام تیسری کاربینیرز ہوا۔ جب سنہ ۱۸۷۵ مین اس رجمنٹ کا نام تیسری لانسرز رجمنٹ رکہا گیا تو اس مین تین انگریز افسر دوسو ترسٹہہ جوان اور بیس باجیوالے تہے۔ تہوڑے عرصے کے بعد سنہ ۱۸۷۵ مین اس رجمنٹ

افسران ایمپریل سروس ٹروپس

نیزہ بازان – فیلڈ ہاسپیٹل آئی – ایس – ٹی

کو بہالے دئیے گئے اور اسکے باجے والے سواروںکي فوج مین بہیجے گئے۔ حیدرآباد کي امپیریل سروس فوج بننے کے پیشتر ان لانسرز رجمنٹونمین في رجمنٹ تین سو چہہ جوان تہے مگر اس امپیریل سروس فوجکے تیار کرنیکے لئے جب دوسو آدمي ہر ایک رجمنٹ سے لئے گئے تو انمین فقط اتنے ہي آدمي رہگئے کہ جنسے ایک کامل رجمنٹ ہوسکے تب اسکا نام باقاعدہ فوجکی لانسرز رجمنٹ ہوا۔ سنہ ۱۸۹۷ مین سرکاری حکم سے وہ تہرڈ لانسرز ہوگئي —

پیدل رجمنٹین۔ پیدل رجمنٹین کچہہ تو بے قاعدہ فوجکی جماعتون سے اور کچہہ نئی رنگروٹون سے بنائی گئین۔ ذیل کے نقشے سے ان رجمنٹون کي پوری پوری کیفیت معلوم ہوگی۔ انکا لباس اور انکا ساز و سامان قریباً ایک دوسرے کے مشابہ ہے۔ انکے پاس ابتک قدیم وضع کي توڑیدار بندوقین ہین۔ پہلے فقط پانچ ہی رجمنٹین تہین۔ پہلی دوسری تیسری چوتہی اور چہٹی اور ہرایک مین سات سو ۷۰۰ جوان تہے۔ پانچوین رجمنٹ اسمین شمار نہین کي گئی کیونکہ وہ سالار جنگ کے خاندان کے متعلق ہے اور اسپر اسی خاندانی جاگیرات کے منتظم فرمانروا ہین۔ سنہ ۱۸۹۷ مین پہلی رجمنٹ توڑدي گئی اور چہٹی رجمنٹ کا نام پہلی رکہدیا گیا اسلئے اب پیدل رجمنٹین چار ہین یعنی پہلی دوسری تیسری اور چوتہی۔

گولکنڈا بریگیڈ۔ اسمین ایک سوارونکی رجمنٹ۔ ایک پیدل رجمنٹ۔ اور ایک توپخانہ ہے۔

گولکنڈیکا نیزہ دار رسالہ۔ قاسم علی کا دوسو ۲۰۰ سوارونکا رسالہ جو پہلے سرسالار جنگ نے ایک سو جوانونکا اسلئے بنایا تہا کہ وہ معزز اور نامور مہمانون کي جلو مین رہے۔ سنہ ۱۸۸۴ مین گولکنڈا لانسرز کردیا گیا۔ بعد ازان اسمین نواب دلاور نواز جنگ اور نیز دوسرے امیرونکے بیقاعدہ سوار بہرتی کئے گئے۔ بعد ازان سنہ ۱۸۹۳ مین دوسو ۲۰۰ جوان اور ان کے لایق افسر حیدرآباد کے امپیریل سروس فوج مین بہیجے گئے اور ایک سو جوان کم کردئے گئے تاکہ اسکی قوت اور اسکا خرچ دوسری رجمنٹون کے مطابق کردیا جائے۔ سلئے اب اسی رجمنٹ مین تین سو ایک ۳۰۱ جوان ہین جس مین عہدہ دار بہی شامل ہین۔ فقط اس رجمنٹ کا سالانہ خرچ ۷۸۸۲۴ روپئے ہے اس رجمنٹ کا ساز و یراق بہت عمدہ ہے اور یہ رجمنٹ فنون سپاہگیری مین سبھون پر فوق ہونے کا اعزاز رکہتی ہے۔ سنہ ۱۸۹۳ مین حضور نظام نے اس رجمنٹ کو نظام کي خاص گولکنڈا لانسرز کے نام سے ممتاز فرمایا۔

گولکنڈا انفنٹری۔ اس رجمنٹ کو بیقاعدہ فوجمین راجہ بہولانانہہ کي رجمنٹ کہتے ہین مگر یہ رجمنٹ سنہ ۱۸۸۴ مین گولکنڈا انفنٹری ہوگئی۔ اور اسیوقت اسکو قواعد سکہلائی گئی اور اسکا ساز و یراق درست کیا گیا۔ اب

افسران گولکنڈہ بریگیڈ

سپاہی اور بیانڈ باجا۔ہز ہائنس نظام کے خاص گولکنڈہ نیزہ بازان ؛

انمیں چہر سو بندوقیں ہیں ۔ ۶۹۵ جوان ہر عہدے کے ہیں اور اسکا سالانہ خرچ ۱۲۸۰۳۱ روپئے ہے ۔ دوسری رجمنٹوں کی طرحسے گولکنڈا انفنٹری کے پاس بہی توڑیدار بندوقین ہیں ۔

گولکنڈا بیاٹری ۔ جسے جہنسی توپخانہ کہتے تہے وہ سنہ ۱۸۸۴ میں گولکنڈا بریگیڈ کو منتقل کیا گیا ۔ اسمیں چہہ توپیں اور ایک سو بیس جوان ہیں اور اسکا سالانہ خرچ ۲۰۷۷۲ روپئے ہے

نظام حیدرآباد رجمنٹ ۔ یہ قدیم میسرام رجمنٹ تہی ۔ جسکو حال ہی میں نظام رجمنٹ کے نام سے موسوم کیا گیا ۔ اسمیں دو پیدل پلٹنیں ہیں ایک کشن گیری میں اور دوسری میسرام میں رہتی ہے ۔ اس رجمنٹ میں تمام عرب ہیں جنہیں اچہی طرح قواعد سکہلائی گئی ہے ۔ اسکی بڑی خدمت یہ ہے کہ حضور نظام کے محلونکی حفاظت کرے ۔ وردی اس رجمنٹ کی نہایت خوبصورت ہے اور جب یہ رجمنٹ پریڈ پر پوری وردی پہنے آتی ہے تو سبہونکا خیال اسکی طرف رجوع ہوجاتا ہے ۔ اس رجمنٹ میں ۱۰۸۹ جوان ہیں اور انکا سالانہ خرچ ۲۶۴۴۵۶ روپئے ہے ۔ بیقاعدہ فوج کے ذکر کرنے کے آگے اس امرکا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد کی امپیریل سروس فوجکے طیار ہونیکی وجہ سے دو رجمنٹیں باقاعدہ فوجکی اور دو گولکنڈا لانسرز کی جوان بہی کم کردئیے گئے ۔

بالفعل حضور نظام کی باقاعدہ فوجیں حسب ذیل ہیں ۔

فرد تعداد و خرچ

فوج	جوانوں کی تعداد	سالانہ خرچ روپئے	آنے
صدف	۶	۱۲۸۰۴	۰
توپخانہ کی باقاعدہ فوج نمبر ۱ بیاٹری	۱۰۱	۳۰۰۹۲	۰
نمبر ۲ بیاٹری	۱۱۱	۲۸۰۲۰	۰
توپخانہ گولکنڈا بریگیڈ ...	۱۲۰	۲۰۷۷۲	۰
فرسٹ لانسرز حیدرآباد امپیریل سروس فوج	۳۰۸	۹۰۰۲۸	۰
سیکنڈ لانسرز .. ,, ,,	۴۰۸	۹۰۵۲۸	۰
سپہیونکا رسالہ حفاظت باقاعدہ فوج ..	۲۰۲	۱۰۳۸۶۶	۰
تیسری لانسرز باقاعدہ فوج	۳۰۱	۷۵۷۸۰	۰
نظام کی خاص گولکنڈا لانسرز ...	۳۰۱	۷۹۸۲۴	۰
فرسٹ رجمنٹ انفنٹری باقاعدہ فوج ...	۶۹۹	۱۲۷۱۴۷	۰
سیکنڈ ,, ,, ,, ...	۶۹۹	۱۲۷۱۰۷	۰
تہرڈ ,, ,, ,, ...	۶۹۹	۱۲۷۱۴۷	۰
فورتھ ,, ,, ,, ...	۶۹۹	۱۲۷۱۴۷	۰
میسرام پیدل رجمنٹ	۱۰۸۹	۲۶۴۴۵۶	۰
گولکنڈا	۶۰۵	۱۲۸۲۳۱	۰
حضور نظام کی بیانڈ باقاعدہ فوج ...	۵۷	۱۶۷۰۷	۰
سوارونکی بیانڈ باقاعدہ فوج	۵۷	۱۴۷۹۹	۰
گولکنڈیکی بیانڈ	۲۵	۶۷۲۰	۰
جمع کل ...	۶۷۹۸	۱۴۷۴۹۱۷	۰

گولکنڈہ بیانڈ باجا

سپاہی۔ گولکنڈہ توپخانہ و پیدل افواج

شتر سواران و بائسیکل بوئز

افسران و سپاہیان—ہز ہائنس نظامس ہاوس ہولڈ ٹروپس

بیقاعدہ فوج

بیقاعدہ فوج - بیقاعدہ فوج پہلے نظام آصف جاہ نے ممالک دکن کو فتح کرنے اور ملکی انتظام کرنے کے لئے مرتب کی تہی - اس فوج میں بہت سے بڑھے لوگ ہیں جو اس بات کا فخر کرتے ہیں کہ ہمارے آبا و اجداد نے حضور نظام کو اس مستقل ریاست کے قائم کرنے میں بڑی مدد دی تہی - اس فوج میں عرب - روہیلے - افغان - سکھ - راجپوت - حبشی - بلوچ - ترک - اور دیسی سپاہی وغیرہ کے لوگ ہیں - اس فوجکی تعداد وقتاً فوقتاً جانشینان حضور نظام بڑہاتے گئے - حیدرآباد کنٹنجنٹ فوج جو آٹھ ہزار جوانوں کی سنہ ۱۸۵۳ کے عہد نامہ کے مطابق طیار ہوئی وہ اسی فوجسے بنائی تہی اور نیز اسی فوجسے باقاعدہ فوج گولکنڈا بریگیڈ اور نظام محبوب رجمنٹ تیار ہوئی - اس بیقاعدہ فوجکی موجودہ تعداد ۱۹۳۳۰ جوانونکی ہے اسی فوج کے ۱۰۸۲ سکہوں کو محکمہ پولیس میں منتقل کردیا گیا - علاوہ اسکے اس فوجکے متعلق چہیالیس ہاتہی چوبیس اونٹ سات توپیں اور ستہتر پالکیاں ہیں - بیقاعدہ فوجکے سالانہ مصارف ۴۰۵۰۰۰۰ روپئے ہیں - اس فوجکے کل امور کا انتظام ایک خاص محکمہ کے متعلق ہے جسکو نظم الجمعیت کہتے ہیں اور اس محکمہ کے افسر کو ناظم صاحب کہتے ہیں - بیقاعدہ فوج صرف جلو اور گشت کے کام میں آتی ہے اکثر حضور نظام اور بڑے بڑے امرا کے محلوں پر اسکا پہرا ہوتا ہے اور وسطی اور ضلعی خزانونکی نگہبانی کرتی ہے - مبلغ کے کواغذات کو ایک جای سے دوسری جای بحفاظت پہنچاتی ہے - ڈاکوؤں اور

عرب کیولری کا افسر

سواران عرب

سپاہیان — ہز ہائنس نظامس ہارس ہولڈ ٹروپس

سپاہیان مسرام رجمنٹ

سپاہیان و افسران - ار ریگیولر ٹروپس

شاہی پالکی

سپاہیان — اِرریگیولر ٹروپس

رہزنون کے روک اور تلاش مین پولیس کي مدد کرتي هے اور اسیطرحکے اور کام بهي اسکے متعلق ہين - شاديون مين اور دوسری مذهبي سواريون مين جاه و حشم بڑہانے ہين بهي انکی خدمت اکثر لي جاتي هے - اکثر یہ فوج شہر مین رهتي هے مگر اس مين سے کوئی ۵۴۰۲ جوان بیرونی اضلاع مين منقسم ہين - یہ بیقاعده فوج اپنے نام کے مطابق ایک وردی رکہنے کي کوشش نہین کرتي - اکثر انمين سے خانگي پوشاک پہنتے ہين - اور جو لوگ انمين سے وردی پہننے کا اراده کرتے ہين وه بهي اپنے حسب دلخواه لباس پہنتے ہين - وه قواعد اور فنون سپاہگری سے کچهہ بہره نہین رکہتے - اس فوجکے لئے ۲۳۴۹۸ اقسام کے ہتیار سلاح خانہ مین رکہے ہوئے ہين اور ایک چهوٹا سا کارخانہ هے جسمین اسکے لئے چهوٹے سے ہتیار تیار ہوتے ہين اور جہان ضرورت ترمیم مستعمل ہتیارونکے کي جاتي هے - حضور نظام کي تمام فوجون کي تعداد یہ هے -
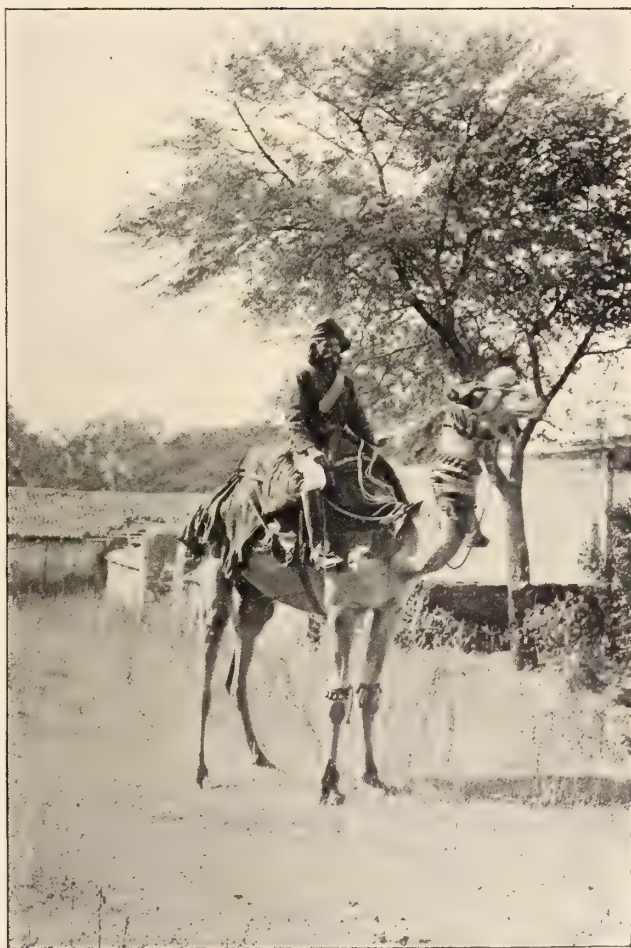
با قاعده فوج	۶۷۹۸
بیقاعده فوج	۱۹۳۰
سکہونکی ،،	۱۰۸۰
میزان ...	۲۷۲۰۸

کل سالانہ خرچ ان تمام فوجونکا ۷۲۰۰۰۰۰ روپیئے هے - یہ خیال نہین کرنا چاهئے کہ جتني فوج ذکر کي گئی اتني هي حضور نظام کي واجب یافت فوجین ہين - علاوه انکے جنکا بیان کیا گیا هے ہر ہر امیر کے ماتحت ایک جنگي فوج هے جسکے اخراجات کے لئے یا تو اسکو کوئی جاگیر دیگئي هے یا کوی اعزازی منصب عنایت کیا گیا هے جسکے لحاظ سے اُن امیرونکو ایک خاص فوج رکہني پڑتي هے تاکہ سرکار نظام کو عند الضرورت مدد دین - پوری تعداد ان تعینا تي فوجونکي دینا مشکل هے مگر بالجملہ ایسا خیال کیا جاتا هے کہ تخمیناً سرکاری فوجکے مساوی هے -

بے قاعده فوج - نیزه دارون کے نمونے

سپاہیان - عرب ٹروپس

ہز ہائینس نظام کی پولیس

سرکار نظام کی پولیس کے دو صیغے ہیں - ایک شہر و حوالی شہر کی پولیس کا اور دوسری ضلع کی پولیس کا - سنہ ۱۸۸۴ع کی اول اپریل تک اسکی تین شاخیں تہیں - یعنی شہر کی پولیس - اور حوالی شہر کی پولیس - یہہ دونوں جدا جدا تہیں اور دو خود مختار افسروں کے ماتحت - لیکن جب سے نواب افسر جنگ بہادر سی - ایس - آئی عہدہ کوتوالی پر مامور ہوئے ہیں پہر دونوں شاخیں ملا دی گئیں - اور انکا کُل اختیار انہیں دیا گیا - کیونکہ انہوں نے اسی شرط سے عہدۂ مذکور کو قبول کیا تہا اور نیز یہہ بہی شرط کی تہی کہ وہ صرف حضور نظام اور مدارالمہام کے جوابدہ رہینگے - ملک کی تمام پولیس کا

کاروبار کوتوال صاحب کے سپرد ہے - اور ضلع کی پولیس ایک یوروپین افسر سے متعلق ہے - شہر اور حوالی شہر کی پولیس ایک ساتہہ ہونے کے پیشتر اسکا انتظام اسطرح سے تہا - شہر کے چار حصے تہے اور ہر ایک حصے پر ایک صدر امین یا چیف انسپکٹر مقرر تہا - ہر ایک حصے کے تین ضلع تہے ہر ایک ضلع ایک امین یا انسپکٹر کے ماتحت تہا - اور پہر سب کوتوال کے زیر حکم - حوالی شہر کی پولیس کے دو حصے تہے - ہر ایک - ایک مہتمم یا سوپرینٹنڈنٹ کے ماتحت اور اسکے ماتحت د امین تہے - اور پہر تمام ایک صدر مہتمم یا سوپرینٹنڈنٹ کے زیر حکم - ان فوجوں کی قوت حسب ذیل تہی - شہر

سوار پولیس

کوتوال شہر و افسران پولیس

سکھہ پولیس

کي پولیس مین ۱۷ افسر ۱۲۹۷ کنسٹبل مختلف درجون
کے-۲۷ سوار اور ۹۷ عرب- حوالی شہر کي پولیس مین ۲۳
افسر-۱۵۰۷ کنسٹبل-۲۲ سوار اور ۳۱ عرب-جب یہہ دونون
فوجین از سرنو مرتب ہوکر سنہ ۱۸۸۴ع مین ایک ساتھہ
کردی گئین-تو حسب ذیل تبدلات عمل مین لائے گئے-کوتوال کے
دو معاون مقرر کئے گئے-اور حوالي شہر کي فوج کے مہتمم کي
جائے موقوف کردی گئي-اور اسکے عوض ایک منتظم مقرر ہؤا
جو کوتوال کے ماتحت ہے اور انکے اسٹاف مین داخل-مہتمم
مثل سابق اپنے اپنے ضلع کے ذمہدار رہے-لیکن کوتوال کي
ماتحتي مین-اسی سال کے نومبر مہینے مین ایک ایرگیولر

روہیلا پولیس

شہر دي پرليس

سواروں کي پلٹن کوتوال کے زير حکم ديگئی۔جسکے ايک حصہ ميں سے لشکری پولس ترتيب ديگئی۔اس فوج ميں نغان اور سکہہ بھرتي کئے گئے۔اور اسکا ام شہر کي پوليس کي افغان فوج رکھا گيا۔اور اس فوج پر ايک يوروپين افسر مقرر کيا گيا۔اس فوج کي پانچ کمپنيان ہيں۔اور ہر ايک کمپنی ميں ايک ايک صوبيدار اور دودو جمعدار مقرر ہيں۔اس فوجکی پوری قوت ۳۰۲ سپاہيوں کي ہے۔سنہ ۱۸۸٦ع کے نومبر مہينے ميں ايک اور تبديلی ہوئی۔ضلع کے دونوں مہتمموں کي جگہہ موقوف کرکے دو سرکردگان کو وہان مقرر کيا گيا جو کوتوال کے اسٹاف کے متعلق ہيں۔ضلع کے حصہ

عرب پولس۔ناچ

مثل شہر کے چیف انسپکٹرون کي ذمہ داری مین رکھے گئے۔ منتظم کي خدمت بہی مرقوف کردی گئی اور اسکے عوض ایک مددگار مقرر کیا گیا۔اسي سال ایک خفیہ پولیس مرتب کرکے ایک سوپرینٹنڈنٹ کے ماتحت دیگئي جسکي معاونت کیلئے اور انسپکٹر مقرر ہوئے شہر اور حوالی شہر کي تمام فوج آٹھہ حصون مین منقسم ہوئي۔اور ہر ایک حصہ چیف انسپکٹر کے ماتحت ۔اُن آٹھہ حصون کو پہر تین تین حصون مین تقسیم کرکے ایک ایک انسپکٹر اسپر معین کیا گیا۔ابتک یہی

انتظام ہے اور اسکی تفصیل حسب ذیل ھے استاف۔ایک کوتوال دو معاون ایک خاص ذاتي اور دوسرا لشکریہ جو شہر کي افغان فوج پر افسر ھے اور دو سوپرینٹنڈنٹ شہر اور حوالي شہر۔ ۲۴ افسر ۲۵۰۳ کنسٹبل جدا جدا درجہ کے ۴۹ سوار اور ۱۲۸ عرب۔افغان شہری فوج۔ ۱۸ افسر ۲۷۷ عہدےدار اور سپاہي۔ خفیہ پولیس۔کل ۳۳ آدمی جنمین دو افسر ہین۔

موجودہ کوتوال کے زمانہ حکومت مین کیا بہ نسبت لباس کے اور کیا بہ نسبت قواعد اور کاربردازی کے بہت

جلاد

کچہہ ترقی ہوی ھے۔ پولیس کے قوانین اور طرز کار گذاری کي عمدہ معلومات اور نیز جوش بڑھانے کي غرض سے تعلیمي کلاس کشادہ کئے گئے ہین۔جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ بہت سے افسرون نے امتحان دیکر کامیابی حاصل کي۔پولیس کي کارگذاری کي سالانہ رپورٹین بہی طبع ہوا کرتي ہین۔

شہر اور حوالی شہر کي فوج کا سالانہ خرچ تخمیناً پانچ لاکہہ روپیہ ھے۔مذکور بالتون مین سے اکثر باتمین ضلع کي پولیس فوج سے بہی تعلق رکھتی ہین۔اس فوج کا سالانہ خرچ تقریباً سولہ لاکہہ روپیہ ھے۔دیواني حکومت مین فی ساتھہ مربع میل یا تقریباً ایک ہزار باشندون پر ایک پولیس کے سپاھی اوسط آتا ھے اور صرف خاص کي آبادی مین قریب ۶۱۵ پر۔کل پولیس فوج قریب ۱۲۰۰۰ کے ھے۔

صیغہ صحت

صیغۂ صحت حضور سرکار نظام کا ریسیڈنسی سرجن کے زیر حکم ہي جو غالباً انگریزی فوجکے سرجن لفٹننٹ کرنل ہین۔دو میونسپالٹي کے ہیلتھ آفیسر ہین اور ہرایک انمین سے چدر گہات اور شہر کے نگراني کے لئے ہے۔افسر اول باقاعدہ فوج کا بہي معالج ہے۔شفاخانے اس ضلع کے زیر نگرانئی انسپکٹر ہین۔دارالسلطنت مین پانچ شفاخانے مریضون کے لئے اور پانچ دواخانے تقسیم دواکے لئے مقرر ہین۔ہر ضلع کے صدر مقام مین اور بڑے بڑے تعلقون مین بہي دواخانے معین ہین۔جنکی کل تعداد ٦٧ ہے۔علاوہ اس کے ۱۹ فوجي شفاخانے ہین جنکے شمول سے انکی تعداد ٨٦ ہے۔افضل گنج کے دارالشفا کے متعلق ایک زنانہ شفاخانہ بہی جاري کردیا گیا ہے جو ڈاکٹر ڈورا فیلوز کے زیر نگراني ہے اور یہ شفاخانہ اتنا ہردلعزیز ہے کہ اس مین مریضون کي کثرت سے گنجایش نہین ہوسکتی۔میڈیکل ڈپارٹمنٹ کے ڈائرکٹر نے رپورت کي ہے کہ اکثر ایک روز مین کئی عورتین سخت بیماریون مین مبتلا یہان آتی ہین۔مگر انکے لئے جای استراحت نہونیکی وجہ سے انہین یہان رکہا نہین جاتا۔في الواقع علاج کا کام اتنا زیادہ ہے کہ گوشہ کي عورتون کے لئے ایک بڑا شفاخانہ اور ایک کامل جماعت ڈاکٹرون اور دائیون کی جو ہمیشہ بالکل مشغول رہین ضروری ہے۔ایک طِبي مدرسہ ہے۔جسمین قابل پروفیسرون کا اسٹاف ہے اور اس کے پرنسپال ریسیڈنسی سرجن ہین۔اس مدرسہ مین طلبا حضور نظام کي ملازمت کے لئے حکیمی کا امتحان اور برار مین ملازم ہونے کے لئے ہاسپٹل اسسٹنٹ کا امتحان دیتے ہین۔مدراس کے میڈیکل کالج بورڈ نے حکیمی امتحان کے لئے ایک خاص بندوبست کیا ہے اور اسکا اسٹینڈرڈ وہي رکہا ہے جو مدراس یونیورسٹی کے ایل۔ایم اینڈ ایس کا ہے۔مدرسۂ طِبیہ کے متعلق ایک کتب خانہ اور ایک عجائب خانہ مقرر ہے۔

ٹیکا نکالنے کا خاص محکمہ مہتمم محکمۂ صحت کے زیر نگراني ہے۔ضلع کے دواخانون کا جو ناظر ہے وہ وہان کے ٹیکا نکالنے کے محکمون کا بہی ناظر ہے اور اسکے ماتحت چار ڈپٹی انسپکٹر ہین۔ہر ایک ایک صوبہ کے لئے معین ہے۔کُل یکسو ساٹھہ ٹیکا نکالنے والے ہین۔حضور نظام کي ریاست مین کوئی خاص پاگل خانہ نہین ہے۔مگر حیدرآباد کے وسطی جیل خانہ مین بعض مکانات ایسے ہین جنمین دیوانے ہی رہتے ہین اور ناظر جیلخانہ انکی حفاظت کرتا ہے۔

اس محکمہ کي ایک سال کي کارروائی کا اندازہ اور کہان کہان تک اس کي شاخین پہیلی ہوئي ہین اسکا پورا پورا تخمینہ نقشۂ ذیل سے بڑھکر کسي اور صورت مین نہین ہوسکتا۔یہ نقشہ دائرکٹر کے گذشتہ رپورت سے لیا گیا ہے۔جو سنہ ۱۸۹۳ کا ہے اور جس مین ہر ضلع کے دوا خانونکی تعداد اور ریاست نظام کے کُل دوا خانون اور شفاخانونکی کارروائي کا بیان ہے۔

مقام	دوا خانون کي تعداد	تعداد مریضون کي		جراحي کام	
		خارجي	داخلي	بڑے	چھوٹے
شفاخانے جو شہر مین اور بیرو نجات مین ہین					
شفاخانہ افضل گنج	۱	۴۷۱۵۰	۱۵۳۳	۳۱۳	۱۴۶۴
ملکي دواخانہ	۱	۳۷٦۲۷۷	...	...	۳۳۰
علي آباد کا دواخانہ	۱	۳٦۳٦۳	...	..	۲۹۸
ضلع کا شفاخانہ	۱	۱۲۴۵۸	۲۹۹	..	۲٦۹
اتوار چوک کا دواخانہ ..	۱	۱۱۵۲۰	...		۸۹
کروان ,, ...	۱	۹۷۰۷	..	۲	۲۱۱
وسطي پولیس کا شفاخانہ ...	۱	۸۱۹۱	۲۷۵	۳	٦۷
چینچپل گدم کا شفاخانہ ..	۱	۳۸۰۴		۲۳	۱۸٦
گولکنڈا کا ,, ..	۱	۳٦۷۰	...	۳	۷۳
سرور نگر کا دواخانہ	۱	٦۴۲۴	...	۱	۳۴
کل	۱۰	۵۱۱۵٦۵	۲۲۷۷	۳۴۵	۳۰۲۱
ضلع کے دوا خانے					
اورنگ آباد	۵	۴۰۹۹٦	۲۹۵	۱۵٦	۲۱۲۸
بر	۳	۲۰۰۰۸	۹۴	۵۰	۱۰۷۴
پربہنی	۴	۲۲۳۱۳	۱۱۴	۲۰۵	۸۴۲
نا ندر	۲	۱۰۹۱۷	٦۸	٦	۲۱۰
گلبرگہ	۵	۲۴۱۵۹	۱٦۲	۱۰۹	۱۰۸۹
رائچور	۵	۲۴۸۴۸	۱۴۵	۱۷۲	۹۲۷
لنگسوگر	۳	۱۷۷۴٦	۱۰٦	۷۱	٦۷۱
نلدرگ	۴	۲۰۴۲۸	۹۸	۵	۳۷۲
بِدر	۴	۲۵۱۸۸۱	۱۹۲	۱۷۵	۲۹۲۵
اندور	۵	۲۵۷۳۰	۱٦۲	۲۲	۱۸۹٦
میدک	۴	۱۹۳۹۸	۱۷۷	۹۵	۴۳۵
یلگندل	۵	۲۱۴۴۰	۱۱۸	۴۵	۴۷۳
سرپور تندور	۲	٦۷۰۴	۴۵	۱۳	۱۱۴
ورنگل	۵	[illegible]	۲۱۴	۱۹۵	۹۳۳
نلدنگا	۳	[illegible]	۹۷	۳۰	۳۴۴
محبوب نگر	۷	۲۴۱۳۵	۲۰۹	۲۳	۹۳۰
اتوني بلدہ	۱	۴۰۲۵	۵۸	۳۰	۸۳

جب تک ان تحقیقات کا ذکر نہ کیا جائے جو ڈاکٹر سرجن لیفٹننٹ کرنل اِي لارى ایم-بي اور بعض اس محکمہ کے حکیمون نے استعمالِ کلور فارم کے بڑے الجھے ہوے اور مشہور سوال کے بارہ مین کي تھي-حضور نظام کے محکمہ صحت کے یہ اشارات کامل نہونگے-ڈاکٹر لاری آج کئی سال سے اس بات کے ثابت کرنیکی کوشش کررھے تھے کہ کلور فارم کا دل پر کچھہ اثر نہین ہوتا-بلکہ پھیپڑے پر ہوتا ھے اور سنہ ۱۸۹۴ مین وہ کئی حکیمون کے ساتھ حضور نظام کي گورنمنٹ کیطرف سے انگلنڈ کو حیدرآباد کے طریقۂ استعمال کلور فارم کو ثابت کرنے کے لئے گئے تھے-اس سفر کي کیفیت اور اس جماعت وکلا کي کامیابي کا احوال اُس رپورٹ مین اچھی طرح سے ھے جس مین سنہ ۱۸۹۴ کي میڈیکل رپورٹ بھی داخل ھے "ہمارے اس سفر ولایت مین کلورفارم کے متعلق مشہور مجالس طِبیہ سے چار مباحثہ ہوے-پہلا مباحثہ لنڈن میڈیکل سوسائٹی ہاسپٹل مین جسکے مہتمم ڈاکٹر لیف تھے اور صدر لنڈن ہاسپٹل کے مسٹر ڈین-چونکہ لنڈن ہاسپٹل مین تمام چیزین موجود ہین اس لئے اس مباحثہ مین بڑی کامیابي ہوی-دوسری بحث کا اتفاق رائل میڈیکل اور چیررجیکل سوسائٹي مین ہوا لیکن اس مباحثہ مین ڈاکٹر گیاسکیل کي غلط راے کي وجہ سے کامیابي نہوی-تیسري بحث کا اتفاق مقام شیفیلڈ مین ہوا اور اس مین اس شہر کے میڈیکل اور چیررجیکل سوسائٹی کے بہت لوگ جمع تھے-اس مجلس کا انتظام میرے دوست ڈاکٹر جاکسن کلیور مرحوم نے کیا تھا جنکے گذرنے کا مجکو سخت رنج ھے-اور اس مجلس مین شیفیلڈ کے حکیمون اور جرّاحون نے بطور وکلا حضور نظام کے ہمارا بڑی گرم جوشی اور تپاک سے جو خیر مقدم کیا وہ قابل یادگار ھے-اور اس کے ساتھہ اس مجلس کے پریسیڈنٹ کي تقریر بھي ضرور یاد رہیگی-بحث کو ختم کرتے ہوئے پریسیڈنٹ نے فرمایا کہ جو کچھہ آپ کلورفارم کے بابت کہتے ہین اسکی سچائي کا مجھے یقین ہوتا ھے لیکن تاہم اِیتھر کے استعمال کو جاری رکھنا مناسب سمجھتا ہون کیونکہ جو لوگ لنڈنکے مدارس سے آنکے یہان معاونون کا کام کرتے ہین انھین انیستھیک کا احوال کچھہ معلوم نہین ھے-اور چونکہ ان دونون چیزونمین ایتھر کم قوت ھے اس لئے ان لوگون کے ہاتھہ سے ایتھر کا استعمال زیادہ مفید ھے-غرض ہم انگلنڈ ہي مین تھے کہ ڈاکٹر فیریرنے مسٹر وکڑہارسلے سے ہماری ملاقات کروائي-یہ وہي صاحب ہین کہ جنہون نے اس باتکو دریافت کیا ھے کہ دماغ پر گولی لگنے سے جو موت ہوتي ہي وہ بالکل اس موت کے مشابہ ھے جو کلور فارم کے اثر سے فقط دم رکنے کي وجہ سے ہوتي ھے-نہ اِسکو اِسفکسیا کا کچھہ اثر ہوتا ھے اور نہ کارڈیاک سنکوپ کا-پروفیسر ہارسلی کي مہرباني اور ان کا خُلق ہرگز فراموش نہین ہوسکتا انہون نے ہمین اپنے کام کے نتیجہ سے آگاہ کرنے کے لئے کہ انکے تجربون پر کیونکہ عمل کیا جا سکتا ھے نہایت زحمت کرکے انمین سے ایک ہمارے روبرو پیش کیا اور وہ بھی ایسے وقت پر کہ وہ کامون مین بالکل مشغول تھے-اس تجربہ سے یہ بات صاف ظاہر ہوتي کہ وہ موت جو کلور فارم کے زہریلي اثر سے ہوتي ھے اسمین اور اس موت مین جو بھیجے پر گولی کے زخم لگنے سے ہوتي ھے کوئي فرق نہین اور اس سے مباحثہ کلور فارم کا طي ہوتا ھے-

اس بات مین ابتک کسي نے اعتراض کي جراءت نہین کي اور اسکي وجہ یہی ھے کہ ایسا اعتراض کرنا ممکن نہین"-

ریاست حیدرآباد کا تاریخی خاکہ

شہر حیدرآباد کی تاریخ سنہ ۱۶۸۷ع سے یعنے جب سے کہ اوسکی ابتدا ہوئی بالکل گولکنڈے کے ساتھہ مطابقت رکھتی ہے۔اوسکا بانی قطب شاہ محمد قلی تہا جسکی سلطنت سنہ ۱۵۸۰ مین شروع ہوئی۔اور یہ قطب شاہ سلطنت گولکنڈے کے بانی سلطان قلی قطب شاہ کی پانچوین پشت مین تہا۔محمد قلی مذکورنے جب حید آباد کا شہر بنایا تو پہلے پہل اوس کا نام اپنی ایک پیاری بیوی کے نام پر بہاگ نگر یعنے بختاور شہر رکہا۔لیکن اوسکے انتقال کے بعد اوسکا نام "شہر حیدر" یا حیدرآباد کردیا گیا۔

گولکنڈے مین پانی کی حالت اچہی نہین ہونے کی وجہ سے اوسکے عوض حیدرآباد مین پائے تخت مقرر کیا گیا۔محمد قلی قطب شاہ نے علاوہ چار مینار کے جو مشہور و معروف عمارت ہے بہت سی پبلک عمارتین بنوائین۔اگرچہ اس بادشاہ کے زمانہ مین قطب شاہی سلطنت اپنی سمت الراس کو پہونچ گئی تہی۔لیکن تاہم اسکی کارروائیون کو یہان بیان کرنے کی چندان ضرورت نہین۔کیونکہ گولکنڈے کے بیان مین اسکا مفصل حال آچکا ہے۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جو سنہ ۱۷۰۷ مین واقع ہوا تخت نشینی کیلئے اسکے دونون بیٹون مین جہگڑا شروع ہوا۔اور یہ جہگڑا بڑھتے بڑھتے جنگ تک نوبت پہونچ گئی۔فتحمند لڑکے نے تخت سلطنت پر جلوس کرکے اپنا لقب بہادر شاہ رکہا۔لیکن اوسکے بہائی شہزادہ کام بخش نے اوسکو شہنشاہ ماننے سے انکار کیا۔پہلے سفارتانہ طور پر بہت کچہہ اوسکی فہمایش کی گئی لیکن جب اوسنے نہ مانا تو مجبور ہوکے بہادر شاہ نے میدان جنگ آراستہ کیا اور اسکو شکست دی۔اس لڑائی مین کام بخش کے سخت چوٹین آئی تہین جن سے وہ جان بر نہوسکا۔بہادر شاہ نے ذوالفقار خان کو جو اس بکھیڑے مین اسکا طرفدار اور خیرخواہ ملازم تہا دکہن کی صوبہ داری پر مقرر کیا اور ایک پٹہان افسر داؤد خان کو جس نے اورنگ زیب کے زمانہ مین اپنے کارہائے نمایان کی وجہ سے بہت کچہہ ناموری حاصل کی تہی اپنا وزیر بنایا۔شہزادۂ کام بخش کے انہزام و انتقال کے وقت سے خود بادشاہ کے انتقال تک جو سنہ ۱۷۱۲ مین واقع ہوا دکہن کے کل معاملات صلح آمیز تہے۔اسکے بعد اوسکا دوسرا بیٹا عظیم الشان نامی لشکر اور امرا کی مدد سے تخت پر سوار ہوا لیکن جب اوسکے بڑے بہائی کو یہ خبر ہوئی تو فوراً اس پر فوج کشی کی اور دونون مین ایک سخت لڑائی ہوئی جس مین عظیم الشان مارا گیا اور تخت وتاج جہاندار شاہ کے قبضہ مین آیا۔جہاندار شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی ایک سرے سے تمام شہزادون کو قتل کرنا شروع کیا۔اِلّا کام بخش کے لڑکے فرخ سیر کے۔کہ وہ اسکے ہاتہہ نہ آیا۔دونون مین ۲۰ ڈسمبر سنہ ۱۷۱۲ کو آگرے کے قریب جنگ ہوئی جس مین جہاندار شاہ کی شکست ہوئی۔اور فرخ سیر فتحیابی کے ساتہہ شہنشاہ ہند ہوا۔اوسکے بعد اسنے اپنے تمام مصاحبون اور ملازمون کو جو حالت شہزادگی مین اوسکے طرفدار تہے جاگیرات و انعامات وخطابات عطا کئے۔اِن مین ایک مقتدر اورمدبر امیر تہا چِن خلیچ خان نامی۔اوسکو نظام الملک آصف جاہ کا خطاب ملا۔ذوالفقار خان جو بہادر شاہ کا مقرر کیا ہوا صوبہ دار دکہن تہا۔مار ڈالا گیا۔اور اوسکی جگہہ سید حسین علی خان نامی کو دیگئی۔اوس سے جو ایک بہت بڑا لایق اور مدبر امیر تہا بادشاہ کو رشک پیدا ہوا اور چاہا کہ اوسکو معزول کردیوے اسلئے داؤد خان سے جو ذوالفقار کا ملازم اور رفیق تہا کہا کہ اگر تو سید حسین علی کو شکست دیوے تو دکہن کی صوبہ داری تجہکو دی جائیگی۔وہ تو اس بات کو چاہتا ہی تہا کیونکہ اوسکو اپنے صاحب کا انتقام لینا منظور تہا۔خوش ہوکے برہان پور جو ممالک متوسط مین ایک بڑا شہر ہے آیا اور وہان فوج جمع کرکے اپنے آپ کو دکہن کا صوبہ دار مشہور کیا۔جب یہہ خبر سید حسین علی کو پہونچی تو اسپہ فوج کشی کی۔اور دونون کے درمیان سنہ ۱۷۱٦ مین ایک سخت لڑائی ہوئی۔اُس لڑائی مین داؤد خان مارا گیا۔اسکے تین برس بعد سید حسین علی اور اس کا بہائی سید عبداللہ خان نے اپنی متحدہ فوجون سے فرخ سیر پر لشکر کشی کی۔اور دہلی تک بڑھتے ہوئے چلے گئے۔جب وہان پہونچے تو چاہا کہ بادشاہ کو اپنے مطالبون کے منظوری پر مجبور کرین۔لیکن بادشاہ نے قبول نہین کیا۔یہ دونون اپنی فوجون کے ساتہہ قلعہ اور شاہی محل مین گہسگئے اور بادشاہ کو قتل کرکے اسکی جگہہ پر ایک شہزادے رفیع الدولہ نامی کو ہندوستان کے تخت سلطنت پر بٹہایا۔لیکن چند مہینون کے بعد وہ انتقال کرگیا۔اور محمد شاہ اوسکا جائے نشین ہوا۔یہ بادشاہ سلاطین دہلی مین اخیر تہا۔جسکو پوری پوری آزادی اور خود مختاری حاصل تہی۔اوسنے اپنے مددگارون آصف جاہ اور سعادت خان کے ہاتہہ سے جو آپس مین ایک دوسرے کے رقیب تہے دونون سیدون کو مروا ڈالا۔سعادت خان وہی امیر ہے جو شاہان اودہ کے خاندان کا بانی ہوا ہے۔
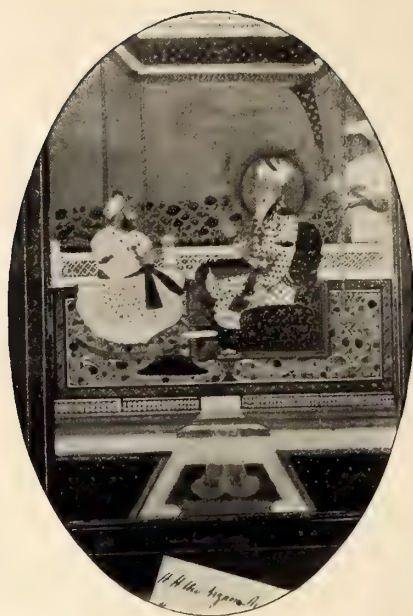
نظامان متوفی

اسوقت بادشاہ کي طاقت بالکل تیزی کے ساتھہ تنزل کررہي تہی۔جب آصف جاہ سنہ ۱۷۲۲ کي جنوری مین دہلی کوگئے اوروزیر ہوئے۔تو دیکہا کہ بادشاہ اور اہل دربار بالکل عیش وعشرت مین مصروف ہین۔نہ انتظام سلطنت کا کچہہ خیال ہے اور نہ معاملات ملکی کي کچہہ پروا۔ ہرچند اونہون نے اصلاح امور کي کوشش کي لیکن جب کسي طرح سے کارگر نہوئی تو وہ چاہتے تہے کہ وزارت سے مستعفی ہوجائین۔ایسے مین گجرات کے حاکم نے سرکشی اختیار کی اور بادشاہ نے اوسکی سرکوبي کے لئے انہین کو منتخب کیا چونکہ وہ موقع کے منتظر رہتے تہے اس حکم کو غنیمت سمجہہ کے ایک جرار فوجکے ساتہہ روانۂ گجرات ہوئے اور وہان حاکم مذکور کو منہزم کرکے اس زرخیز ضلع کي فتحیابی کے ساتہہ چند ہی روز مین پہر دہلی واپس آئے اسوقت ملک مین اور بہی بد انتظامی پہیلی ہوئی تہی۔ اسلئے انہین وہان رہنا گوارا نہوا اورچاہاکہ دکہن مین سکونت اختیار کرین۔جب یہ ارادہ مصمم ہوگیا تو خدمت وزارت سے مستعفی ہوکر روانہ دکہن ہوگئے لیکن اسوقت اُنکے چال چلن سے ظاہر ہو رہا تہا کہ وہ خود مختار ہوا چاہتے ہین اگرچہ بادشاہ نے انہین اعلي سے اعلي نظام الملک وآصف جاہ کا خطاب مرحمت فرمایا تہا لیکن باوجود اسکے انسے اسکا دل صاف نتہا اورچاہتاتہا کہ بہرطور انہین مضرت پہونچائے۔اسلئے انکے جانے کے بعد مخفی طورپر حیدرآباد کے گورنر کو حکم بہیجا کہ نواب نظام الملک آصف جاہ کو صوبہ داری دکہن سے معزول کرکے انکي جگہ پر آپ صوبہ دار بن جائے اس کا نام مبارز خان تہا۔اوس نے اس حکم کي تعمیل کے لئے ایک جرار فوج جمع کي۔لیکن آصف جاہ باوجود اس بات کے تاڑجانے کے کئی روز تک زمانہ سازی کرتے اور اسکو ٹالتے رہے لیکن اخیر مین جب مجبور ہوے تو مبارز خان سے مقابلہ کیا اور ایک سخت لڑائی کے بعد جو ماہ اکتوبر سنہ ۱۷۲۴ مین واقع ہوئی اسپر پوری پوری فتحمندی حاصل کي۔مبارز خان اس لڑائی مین مارا گیا۔آصف جاہ نے تہنیت کے ساتہ اس کا سر بادشاہ کو ہدیتاً روانہ کرکے کہلا بہیجا کہ لیجئے باغي ماراگیا۔اسکے بعد وہ خود بادشاہ سے قطع تعلق کرکے ایک آزاد اور خود مختار ریاست کے باني ہوئے۔اور حیدرآباد کو اپنا دارالریاست مقرر کیا۔اسوقت حضور نظام جو فرمانروائے دکہن ہین انہین کي اولاد مین ہین۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جو سنہ ۱۷۰۷ مین واقع ہوا مغلی سلطنت کي طاقت بوجہ خانگی فتنہ و فساد کے گہٹتی جاتی تہی اورمرہٹے زورپکڑتے جاتے تہے اس لئے آصف جاہ کو اپنی خود مختاری کے قایم کرنے مین کوئی مشکل درپیش نہین ہوئی۔جسقدر صوبے دکہن مین انکے ہاتہہ چڑہتے گئے وہ انہین اپنی ریاست مین شامل کرکے انکے انتظامات مین مصروف تہے۔جہان ممکن تہا وہان مرہٹون کے زبردستی روپیہ وصول کرنے کے طریقہ کو بحال رکہا۔اور جہان ممکن نہین تہا وہان اور انتظام کئے غرض ہرطرح سے اپنی حکومت کو ترقی دینے اور ریاست کو فائدہ پہونچانے مین مصروف رہے۔کوئی چوبیس برس کي ریاست کے بعد وہ سنہ ۱۷۴۸ مین انتقال کرگئے۔انکے انتقال کے وقت وہ نہایت استحکام و استقلال کے ساتہ بالکل خود مختار ہوگئے تہے۔اسوقت جسقدر ملک نظام کے قبضہ مین موجود ہے وہ کم وبیش انکے قلمرو مین داخل تہا۔

انکے انتقال کے بعد سنہ ۱۷۴۹ مین اورنگ آباد کے اضلاع مین سخت قحط پڑا اور وہ قحط ویسا ہی تہا جیسا سنہ ۱۷۱۳ مین دکہن مین چوطرف پہیلا ہوا تہا۔

نظام الملک آصف جاہ کے انتقال کے بعد مسند نشینی کے لئے سخت بکہیڑا شروع ہوگیا۔اسکی وجہ یہ ہوئي کہ انکے دوسرے فرزند ناظر جنگ اپنے باپ کے انتقال کے وقت انکے پاس موجود تہے فوراً فوج کي مدد سے خزانہ پر قبضہ کرلیا۔لیکن مظفر جنگ جو آصف جاہ کے نواسے تہے اور ازروئے وصیت مسند نشینی کے مستحق ناظر جنگ کے مقابلہ پر آمادہ ہوگئے۔اسوقت جنوبی ہندوستان مین یورپ کي دو رقیب طاقتون یعنے انگریز اور فرنچ مین عظمت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے جہگڑا شروع ہوگیا تہا۔انگریزون نے ناظر جنگ کو مدد دی اور فرنچ نے مظفر جنگ کو۔ لیکن دونون کے لشکر گاہون مین بکہیڑے ہونے کي وجہ سے فرانسیسي فوج تہوڑے ہی عرصہ کے بعد میدان جنگ سے ہٹ گئی۔اور مظفر جنگ مغلوب ہو کے ناظر جنگ کي قید مین پہنس گئے لیکن سنہ ۱۷۵۰ مین ناظر جنگ کو خود انہین کے ملازمون نے ارکاٹ مین مار ڈالا اور انکی جائے پر مظفر جنگ صوبہ دار دکہن مقرر ہوئے۔لیکن انکے نصیب مین نہین تہا۔کہ بہت روز تک اس صوبہ داری کا لطف اوٹہائین۔ کیونکہ انمین اتنی طاقت نہین تہي کہ حکمراني کرسکین اسلئے انہون نے مجبوری کے ساتہ فرانسیسی فوج کے ایک دستہ کو روپیہ دیکے اپنی مدد کے لئے بلوایا اور اوسکے کمانڈر موسیوڈوپلی کو کل اختیارات ریاست سپرد کردئے۔وہ جو چاہتا تہا کرسکتا تہا۔انکی اس کارروائی سے ان پٹہانون کو سخت مایوسی ہوئي جوانہین مسند نشین کرنے مین سعی و کوشش کر رہے تہے اور جنکی انہون نے کچہہ قدر و منزلت نہین کي۔نہ انہون نے خلعت و انعام لیا اور نہ انکی کسیطرح سے مدد کي۔بلکہ آپسمین سازش کرکے سنہ ۱۷۵۱ مین انہین مار ڈالا۔

انکی قتل کے بعد فرانسیسیون نے ناظر جنگ کے بہائی کو دکہن کي مسند نشینی کے لئے منتخب کیا۔اور مظفر جنگ کے لڑکے سے جو بہت کم سن تہا چشم پوشی کرگئے۔ ایسے مین آصف جاہ مرحوم کے بڑے فرزند غازی الدین ظاہر ہوے۔اور از روے وصیت اپنے باپ کي ناظر جنگ کے عوض اپنا استحقاق پیش کیا۔آپس مین جہگڑا شروع ہوا اس جہگڑے مین یکایک غازی الدین کو زہر دیکے مار

ڈالا گیا۔کہتے ہین کہ یہ کارروائی صلابت جنگ کی مان نے کی تہی۔لیکن فرنچ اس کارروائی سے تغافل کرگئے۔مراٹہے غازی الدین کے مددگار تہے وہ انکی طرف سے لڑنے جہگڑنے لگے لیکن انہین کچہہ دے دلا کے سمجہا دیا گیا۔

صلابت جنگ کو فرنچ نے مدد دی اس وجہ سے ریاست مین انکا اقتدار بہت بڑھگیا۔

اس اثنا مین چونکہ کلایو کو جنوبی ہندوستان مین فتحمندی حاصل ہوئی تہی اور فرنچ ناکام ہوے تہے اسلئے وہ صلابت جنگ کو آفات و مصائب مین گرفتار چہوڑکے حیدرآباد سے چلتے ہوگئے۔کہتے ہین کہ انہین رخصت کرتے وقت صلابت جنگ آنکہون مین آنسو بہر لائے کیونکہ اسوقت وہ اپنے بہائی نظام علیخان سے کہ جنہین خلاف مصلحت فرنچ کے انہون نے مختار بنا رکہا تہا سخت خایف تہے اور انکا خوف کچہہ بیجا نہین تہا کیونکہ فرنچ کے رخصت ہوتے ہی نظام علی خان نے سنہ ۱۷٦۱ مین ریاست سے انہین بے دخل اور قید کرکے آپ مسند نشین ہوگئے۔ہرچند صلابت جنگ نے چاہا کہ قید سے نکل بہاگین لیکن ممکن نہوا اور آخر سنہ ۱۷٦۳ مین قتل کردئیے گئے۔تیرہ برس کے عرصہ قلیل مین اسطرحسے دکہن کے تین فرمانروا ہر ایک مدعیٔ مسند ہولناک موت سے مارا گیا۔

نظام علی خان نے جو انگریزون سے اقرار کیا تہا کہ اگر مین مسند نشین ہون تو فرنچ کو اپنے خدمت سے خارج کرکے انسے بالکل قطع تعلق کرونگا۔جب مسند نشین ہوے تو انہون نے بہت سی زیادتیان کین۔اپنے بہائی صلابت جنگ کو جان سے مار ڈالا اور سنہ ۱۷٦۵ مین کرناٹک پر حملہ کر بیٹھے۔اگر اسوقت انگریزی ایک زبردست فوج انکے مانع و مزاحم نہوتی تو انہون نے تمام ملک غارت کردیا ہوتا۔لیکن انگریز لوگ باوجود ان زیادتیون کے انکی دوستی کے خواہان تہے کیونکہ وہ چاہتے تہے کہ انکی رضامندی سے ساحل کرومنڈل پر جو زمین سترہ ہزار میل مربع شمالی سرکار کے نام سے مشہور اور مدراس پریسیڈنسی مین واقع ہے اسپر قابض و متصرف رہین۔

سنہ ۱۷٦٦ع مین ایک عہد نامہ ہوا۔جسکا مطلب یہ تہا کہ اگر نظام کو ضرورت ہو تو انگریز انہین فوج سے مدد دین اور اگر فوج کی ضرورت نہو تو نقد نو لاکہہ روپیہ پیش کرین۔اور نظام انہین شمالی سرکار کا ملک مرحمت فرمائین اور اپنی فوجون سے انکی اعانت کرین۔غرض اسی عہد نامہ کے روسے میسور کےحیدر علی کے مقابلہ مین نظام نے اپنی کمکی فوج روانہ کی تہی۔اسکے بعد سنہ ۱۷٦۸ مین ایک دوسرا عہد نامہ ہوا۔اسمین یہ شرطین تہین۔کہ کرناٹک پر قبضہ کرنے کے لئے نظام انگریزون کو مدد دین اور اس مدد کے عوض انگریز انہین سالانہ سات لاکہہ روپیہ اور شمالی سرکار کی محافظت کے لئے سالانہ دو لاکہہ روپیہ دیا کرین۔سنہ ۱۷۷۲ مین جبکہ نظام علی خان مراٹہون سے مشغول جنگ ہوئے تو انگریزون سے مدد چاہی لیکن انہون نے نہین دی۔کیونکہ انکے اور مراٹہون کے درمیان بہی ایک عہد نامہ ہوچکا تہا۔اسلئے نظام نے مجبوراً اپنا کسی قدر ملک مراٹہون کو دیکے انکے ساتہہ صلح کرلی۔اگرچہ یہ ملک بعد مین انہین واپس ملگیا۔لیکن انگریزون کے اس انکار نے نظام کو ایسا بر انگیختہ کردیا کہ انہون نے درخواست کی کہ انگریزی دو پلٹنین جو انکے پاے تخت مین مقیم تہین واپس بلا لی جائین۔اور انکے عوض انہون نے آپ ایک فوج تیار کی جسپر فرنچ افسرون کو نوکر رکہا۔لیکن جب سنہ ۱۷۹۸ مین تیسرا عہد نامہ ہوا تو وہ اسکے روسے خارج کردئیے گئے۔اور اس اخیر عہد نامہ کے مطابق انگریزون نے ایک مددگار فوج چہہ ہزار کی اور ایک توپخانہ نظام کی خدمت مین رکہا جسکا خرچ دو لاکہہ اکتالیس ہزار سات سو اور دس پاونڈ نظام نے اپنے ذمہ لیا۔

ٹیپو سلطان کی انتقال اور سرہنگ پٹن کے فتح کے بعد سنہ ۱۷۹۹ مین ایک چوتہا عہد نامہ ہوا۔اس عہد نامہ کے روسے بہت سا ملک نظام کو دیدیا گیا۔اسکے بعد پہر ۱۲ اکٹوبر سنہ ۸۰۰ ع مین نظام اور انگریزون کے درمیان ایک چہٹہا اور دائمی عہد نامہ ہوگیا جس سے پیشتر کے تمام عہد نامے منسوخ ہوگئے۔اس عہد نامہ کے مطابق جسکے روسے نظام نے ٦۰۰۰ پیدل اور ۹۰۰۰ سوار انگریزون کے حوالہ کئے اور آپ بہی انکے ساتہہ شریک جنگ ہونے کی شرط منظور کرلی۔ اس فوج کا نام کنٹنجنٹ فوج ہے۔انگریزی کمکی فوج مین ۸۰۰۰ باقاعدہ پیدل اور ۱۰۰۰۰ باقاعدہ سوار معہ ایک پورے توپ خانہ کے اور اضافہ کئے گئے۔جنکے اخراجات کے لئے نظام کو وہ تمام ملک واپس دینا پڑا جو انہین سرہنگ پٹن کے سنہ ۱۷۹۲ کے اور میسور کے سنہ ۱۷۹۹ کے عہد نامون کے مطابق دیا گیا تہا۔اس ملک کو انگریزی مین "سیڈڈ ڈسٹرکٹ" یعنے مرحمت کئے ہوئے اضلاع کہتے ہین۔سنہ ۱۸۰۲ مین نظام کے ساتہ ایک تجارتی عہد نامہ ہوا۔جسکے روسے انگریزی تمام مال جوملک نظام مین داخل ہوتا ہے محصول چنگی سے مستثنی کردیا گیا۔لیکن اسکے عوض سینکڑا پانچ ٹکے اس اسباب پر مقرر ہوئے جو ایک دوسرے کے ملک مین آتا جاتا ہے لیکن اناج کے لئے اور انتظام ہوا۔

سنہ ۱۸۰۳ مین مراٹہون نے نظام کے ولیعہد سکندر جاہ کو مسند نشینی سے روکنے کے لئے نظام کے ملک پر حملہ کرنا چاہا اسوقت نظام سخت بیمار تہے۔لیکن انگریزون اورنظام کی متحدہ فوجون نے مراٹہون سے آسانی اورار گانو مین دو بڑی بڑی لڑائیان کین اورانہین ایسا منہزم کیا کہ ہمیشہ کے لئے وہ نظام کے ملک پر چڑہائی کرنا بہول گئے۔

حیدرآباد مین نواب نظام علی خان نے ٦ آگسٹ سنہ ۱۸۰۳ کو انتقال کیا اور انکی جگہہ پر انکے فرزند اور ولیعہد نواب سکندر جاہ کہ جس کے نام سے سکندرآباد موسوم ہے مسند نشین ہوے۔انکے عہد ریاست مین ہولکرنے چاہا کہ

انگریزون کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج کے ساتہہ حیدرآباد آوے۔اورنظام کو اپنے ساتھہ شریک کرے لیکن نظام کي وفاداري مین جو انگریزرن کے ساتہہ تہی فرق نہین آیا انہون نے سخت خفگی کے ساتہہ اپنے خاص دستخط سے ہولکرکو لکہا کہ مین ہرگز تمہارے اِس اتحاد کو منظور نہین کرتا اور نہ تمہاري تجویز کو پسند کرتا ہون۔ اسوقت راجہ چندولال پیش کار ریاست مقرر تہے۔

نواب سکندر جاہ سنہ ١٨٢٩ مین حیدرآباد مین وفات کرگئے اور انکی جگہہ پر انکے بڑے فرزند نواب ناصرالدولہ مسند نشین ہوے۔انکے زمانہ مین سنہ ١٨٣٨ مین برٹش اورنظام گورنمنٹ کے برخلاف ایک سازش ہوئي۔وہ یہ کہ مرحوم سکندر جاہ کے بہائی مبارزالدولہ اور نیز دوسرے لوگ ہندوستانکے جنوبی مسلمانونمین انگریزون کے برخلاف جوش پہیلا نے لگے۔جب یہ بات ظاہر ہوئي تو مبارزالدولہ کو گولکنڈیکے قلعہ مین قید کردیا گیا۔جہان وہ بعد مین انتقال کرگئے۔

سنہ ١٨٤٣ مین راجہ چندولال عہدۂ وزارت سے مستعفی ہوگئے۔سنہ ١٨٤٧ کے محرم مین شہر مین ایک سخت بلوا اٹہا اور اسی سال مدارالمہام نواب سراج الملک کو بہی مار ڈالنے کي دہمکی دیگئی لیکن وہ رزیڈنٹ کي کوششون اور محنتون سے بچگئے۔اور پہر سنہ ١٨٥٢ مین انپر گولی چلائی گئی جس سے انکا گال زخمي ہوگیا۔لیکن اسکے دوسرے سال یعنے سنہ ١٨٥٣ مین جب وہ انتقال کرگئے تو نواب سالار جنگ انکی جگہہ پر مدارالمہام مقرر ہوئے۔ اسی سال ایک جدید عہد نامہ ہوا جسکے روسے حیدرآباد کنٹنجنٹ فوجون کے اخراجات اورنیزاس سودکي ادائگی کے لئے جو برٹش گورنمنٹ کے قرضہ پر چڑھگیا تہا کوئی سالانہ پچاس لاکہہ روپیہ کي آمدني کے اضلاع انگریزون کے حوالہ کئے گئے جنکے نام یہ ہین۔برار۔پین گہات اور انکے سرحدي اضلاع شوراپور اور رایچور دوابہ۔اور نیز اس عہدنامہ کے مطابق کنٹنجنٹ مین پانچہزار پیدل دو ہزار سوار اورچار توپخانے مقرر ہوئے۔

نواب ناصرالدولہ نے ١٦ مئی سنہ ١٨٥٧ کو٦٦ برس کي عمر مین وفات پائی یہ ایک ہردلعزیز فرمان روا تہے اور امور مذہبي کے نہایت پابند۔انکي بعد انکے بڑے فرزند نواب افضل الدولہ بہادر انکے جاے نشین ہوئے ۔ انکي مسند نیشینی کا زمانہ بہت ہي نازک تہا۔کیونکہ اس سال غدر کي وجہ سے تمام ہندوستان تہ و بالا ہورہا تہا۔حیدرآباد مین اسکا جو اثرہوا وہ نواب سالار جنگ اعظم کي سوانح عمری کے بابمین بیان کیا گیاھے۔ماہ اکتوبرکي پانچوین تاریخ سنہ ١٨٦١ کو برٹش گورنمنٹ کیطرف سے اس امداد کے عوض جو غدرمین اسکو دیگئی تہي دس ہزار پاونڈ کے قیمتي تحائف حضور نظام کے پیش کئے گئے۔اور اسی سال ایک اور عہد نامہ ہوا جسکے روسے پچاس لاکہہ روپیہ کا قرضہ نظام کو معاف کردیا گیا ۔ اور شوراپور اور رایچور دوابہ انہین واپس دیا گیا۔حضور نظام نے اسکے تبادلہ مین ایک چہوٹی سی زمین دریائے گوداوری کے بائین کنارے پر انگریزون کو دی اور انگریزی اسباب پر جو دریائے مذکور پر سے لیجایا جاتا ہے سینکڑا پانچ ٹکے محصول معاف کردیا۔نواب افضل الدولہ بہادر جمعہ کے روز ٢٦ فروری سنہ ١٨٦٩ کو تینتالیس برس کي عمر مین فوت ہوگئے۔انکی قبر مکہ مسجد مین ہے۔انکے بعد انکے معصوم فرزند نواب میر محبوب علی خان بہادر کو ڈہائی برس کي عمر مین نواب سر سالار جنگ بہادر اور نواب شمس الامرا بہادر نے مسند نشین کردیا۔بیان کیا جاتا ہے کہ چونکہ نواب افضل الدولہ بہادر کے تین فرزند انکے سامنے انتقال کرچکے تہے اسلئے بد نظری کے خوف سے نواب افضل الدولہ بہادر نے اپنے معصوم فرزند کو بہی آنکہہ بہر کے نہین دیکہا تہا۔

مارچ کي چہٹھی تاریخ سنہ ١٨٦٦ کو انگریزی رزیڈنٹ جب ادائے رسم مسند نشینی کے لئے شہنشاہی محل مین آئے تو اسوقت معصوم نظام اپنی ایک دایہ کے گود مین تہے۔ رزیڈنٹ انکا ہاتہہ پکڑ کے مسند تک لیگئے۔اور انہین اسپر بٹھلایا۔ان کي کم سنی کي وجہ سے نواب سر سالارجنگ اور نواب شمس الامرا دونون وکیل ریاست مقرر ہوئے۔

ہرہائینس میر محبوب علی خان فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک بہادر جو اسوقت رونق افروز ریاست دکہن ہین سنہ ١٨٦٦ مین تولد اور سنہ ١٨٦٩ مین مسند نشین ہوئے۔لیکن زمام حکومت اپنی عمر کو پہونچہنے کے بعد ٥ فروری سنہ ١٨٨٤ کو ہاتہہ مین لی وہ ایک نہایت عقلمند تہذیب اور تعلیم یافتہ فرمان روا ہین ہندوستان کے دیسی حکام مین انکا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور وہ انگریزونکے ایک نہایت وفادار دوست ہین۔انکی مفصل سوانح عمری اس کتاب کے آغاز مین دیگئی ہے۔

حیدرآباد کے نظامون کي فہرست حسب ذیل ہے

اسماء	سال تخت نشيني
نواب میر قمرالدین نظام الملک آصف جاہ بہادر	١٧١٢
نواب میر احمد خان ناظرجنگ بہادر	١٧٤٨
نواب ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ بہادر	١٧٥٠
نواب صلابت جنگ بہادر	١٧٥١
نواب نظام علی خان آصف جاہ بہادر ثاني ...	١٧٦١
نواب سکندر جاہ بہادر	١٨٠٣
نواب میر فرخندہ علی خان ناصرالدولہ بہادر ...	١٨٢٩
نواب افضل الدولہ بہادر	١٨٥٧
نواب میر محبوب علیخان فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک بہادر	١٨٦٩

حیدرآباد کے رزیڈنٹونکا بیان

نظام حیدرآباد کے دربار میں پہلے رزیڈنٹ مسٹر ہالنڈ تھے جو ١٦ اپریل سنہ ١٧٧٩ میں وارد حیدرآباد ہوئے۔ وہ اسلئے آئے ہوے تھے کہ گنٹور کی سرکار جو نظام کے چھوٹے بھائی نواب بسالت کی جاگیر میں تھی۔اور انکی درخواست سے مدراس گورنمنٹ نے اسکی کفالت کی تھی۔ اسکی نگرانی کریں لیکن نظام علی خان نے مجوزہ انتظام کو منظور نہیں کیا۔اور مسٹر ہالنڈ چند روز رہکے حیدرآباد سے چلتے ہوگئے۔اس وقت سے رزیڈنٹوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نام		سال تقرر
مسٹر ہالنڈ		١٧٧٩
مسٹر جی گرانٹ		١٧٨٠
مسٹر آر-جانس		١٧٨٤
کپتن کناوے		١٧٨٨
کپتن-جے-اے کرک پٹرک		١٧٩٧
کپتن ڈبلیو-اے کرک پیٹرک		١٧٩٨
مسٹر ایچ رسل	ستمبر ١	١٨٠٥
کپتن ٹی سیڈن ہام	جنوری ٣	١٨٠٦
لفٹننٹ ٹی رسل	مئی ٢٠	١٨١٠
مسٹر ایچ رسل	اپریل ١٧	١٨١١
مسٹر سی-ٹی مٹکاف	دسمبر	١٨٢٠
کپتن ایچ-ایس بارنٹ	اگست ٤	١٨٢٥
مسٹر ڈبلیو-بی مارٹن	ستمبر ٢٩	١٨٢٥
مسٹر ای-سی ریون شا	اگست ٧	١٨٠
کرنل جے اسٹوورٹ	نومبر ٦	١٨٣٠
میجر جی کیمپرن	جنوری ١٢	١٨٣٨
بریگیڈیر ویب جے-سی-بی	جون ١٦	١٨٣٨
میجر جی ٹامکنس	جولائی ٨	١٨٣٨
کرنل جی ایس فریزر	دسمبر ١	١٨٣٨
میجر سی ڈیوڈسن	دسمبر ١١	١٨٥٢
کرنل لو-سی-بی	مارچ ٧	١٨٥٣
میجر سی ڈیوڈسن	ستمبر ٥	١٨٥٣
مسٹر-جی-اے بشبی	دسمبر ١	١٨٥٣
کپتن اے آرتھارنہل	دسمبر ٣١	١٨٥٦
کرنل سی ڈیوڈسن	اپریل ١٦	١٨٥٧
میجر اے آرتھارنہل	اگست ٣	١٨٦٢
سرجی-یو یول سی-بی-کے-سی-ایس-آئی	جنوری ٣١	١٨٦٣
سر رچرڈ ٹمپل-کے-سی-ایس-آئی	اپریل ١٤	١٨٦٧
مسٹر جے-جی کارڈری	جنوری ٥	١٨٦٨
آنربل اے-اے-رابرٹس	مارچ ٢٨	١٨٦٨
مسٹر-جے-جی-کارڈری	مئی ١٤	١٨٦٨
مسٹر سی-بی-سانڈرس	جون ١٠	١٨٦٨
کرنل-بی-ایس-لمسڈن	جولائی ١٦	١٨٧٢
مسٹر سی-بی-سانڈرس	اکتوبر ١٦	١٨٧٢
کرنل سر رچرڈ میڈ-کے-سی-ایس-آئی-سی-آئی-ای	دسمبر ٥	١٨٧٥
سر ایس-سی-بیلی-کے-سی ایس-آئی	مارچ ٢٤	١٨٨١
میجر جی ایچ ٹریور	جون ١	١٨٨٢
مسٹر ڈبلیو بی جونس-سی-ایس	جون ٣٠	١٨٨٢
مسٹر جے-جی کارڈری	اپریل ٢١	١٨٨٣
سر اوسنٹ جان کے-سی-ایس-آئی	اپریل ١٠	١٨٨٤
کرنل-ای-سی-راس-سی-ایس-آئی	اپریل ١٢	١٨٨٦
مسٹر جے-جی کارڈری	اکتوبر ١٤	١٨٨٦
میجر ڈی رابرٹس (عوضی)	نومبر ١	١٨٨٧
مسٹر اے-پی-ہوول	مارچ ١٤	١٨٨٨
سرڈنفر پیٹرک کے-سی-ایس-آئی	اگست ٦	١٨٨٩
مسٹر جے-ئی-سی-چاچلی پلاوڈن سی-ایس-آئی عوضی	نومبر ١٢	١٨٩١
مستقل	مارچ ٥	١٨٩٣

وزرائے اعظم حیدرآباد

ذیل میں ریاست حیدرآباد کے مدارالمہاموں کی تفصیل درج کی جاتی ہے جو سنہ ١٧٥٠ سے آج تک ہوتے آیے ہیں راجہ رگوناتھہ داس ١٧٥٠ سے ١٧٥٢ تک-ریاست مذکور کے یہ پہلے دیوان تھے جنہیں نواب مظفر جنگ نے اپنے زمانہ ریاست میں باستصواب فرینچ مقرر کیا تھا-نواب مظفر جنگ کے بعد جب نواب صلابت جنگ مسند نشین ہوئے تو زیادہ عرصہ گذرنے نہ پایا تھا کہ راجہ موصوف کو بعض سپاہیوں نے برابر تنخواہ نہیں ملنے کی وجہ سے غدر کرکے مار ڈالا-

سید لشکر خان ١٧٥٢ سے ١٧٥٥ تک-یہ ایک ذی لیاقت امیر تھے اور حکمرانی وکارگذاری میں پوری پوری مہارت رکھتے تھے-انہوں نے ہی اپنی دانائی اور دور اندیشی سے موسیو بوسی اور اسکی سپاہ کو حیدرآباد سے نکلوادیا تھا اسوقت نظام اورنگ آباد میں تھے-بوسی سیدھا انکے پاس چلا گیا اور انسے مستحکم وعدہ کیا کہ میں ہمیشہ سید لشکر خان کا معاون و مددگار رہونگا-لیکن سید موصوف سنہ ١٧٥٥ میں وزارت سے برطرف کردئیے گئے-شاہ نواز خان سنہ ١٧٥٥ سے ١٧٥٨ تک-انہیں بوسی نے مقرر کیا تھا جب وہ دیوان ہوئے تو اسی سال دوسرے مرتبہ بوسی کو شہر سے نکلوادیا-لیکن بوسی پھر شہر میں گھس آیا اور ایک مقام پر قبضہ کرلیا-جب اس سے صلح ہوگئی تو پھر عزت و توقیر لے ساتھہ کل

اختیارات اسکے سپرد کئے گئے۔شاہ نواز خان اسوقت تک عہدۂ دیوانی سے علاحدہ نہوے کہ جب تک نظام کو اپنی سازشوں سے ریاست سے بیدخل نکردیا اسکے بعد وہ بہاگ کے دولت آباد کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔جہان وہ اس ہنگامہ میں مار ڈالے گئے۔جو بوسی کے دیوان کے قتل کی وجہ سے سنہ ۱۷۵۸ میں برپا ہوا تھا۔بسالت جنگ ۱۷۵۸ سے ۱۷۶۰ تک۔بوسی کی روانگی کے بعد نواب صلابت جنگ اور انکے بہائی نظام علی خان کی نااتفاقی کی وجہ سے معاملات ریاست میں بالکل بد انتظامی پھیلی ہوئی تھی۔آخر سنہ ۱۷۶۱ میں جبکہ نظام علی خان نے صلابت جنگ کو قید کرکے مسند ریاست پر جلوس کیا تو اسیوقت انہیں دیوانی سے معزول کردیا۔

راجہ پرتاب ونت ۱۷۶۱ سے ۱۷۶۳ تک۔یہ دیوان سنہ ۱۷۶۳ میں پوناکے تاخت و تاراج میں موجود تھے اور اسی سال گوداوری کے کنارے پر مراٹھوں اورنظام کی فوجوں میں جو جنگ ہوئی اس میں وہ مارے گئے۔رکن الدولہ ۱۷۶۵ سے ۱۷۷۵ تک۔سید لشکر خان کو جو سنہ ۱۷۵۵ میں عہدہ وزارت سے برطرف کئے گئے تھے پھر از سرنو خطاب مذکور دیکر عہدۂ دیوانی پر مامور کیا گیا۔انکے اختیارات ریاست میں بہت ہی بڑھے ہوے تھے اور تمام لوگ انسے محبت رکھتے تھے لیکن سنہ ۱۷۷۵ میں انہیں قتل کردیا گیا۔انکے قتل کے بعد تین سال تک وقارالدولہ اور صمصام الملک دونوں اس عہدے کو چلاتے رہے کیونکہ رکن الدولہ کے ذی اقتدار اورمختارِ کُل ہوجانے کی وجہ سے نظام کو یہ بات گوارا نہوئی کہ کسی ایک شخص کو مدارالمہام مقرر کرکے کل اختیارات اسکے سپرد کریں لیکن بعد میں انکی یہ راے بدل گئی اور وقارالدولہ کو دیوان بنا دیا۔

عظیم الامرا ارسطوجاہ سنہ ۱۸۰۴ تک دیوان رہے لیکن یہ معلوم نہوا کہ کس سال انہیں مقرر کیا گیا یہ پیشتر اسکے کہ دیوان مقرر ہوں اورنگ آباد میں قلعدار تھے۔جب رکن الدولہ قتل ہوے تو نظام نے انہیں حیدرآباد بلواکر پہلے مددگار دیوان مقرر کیا۔اور پھر مستقل دیوان بنا دیا۔سنہ ۱۷۹۱ میں جب نواب سکندر جاہ بہادر لارڈ کارن والس کے ہمرکاب حیدرآباد کنٹنجنٹ کے ساتھ ٹیپو سلطان کے مقابلہ پر گئے تو وہ بھی انکے ہمراہ تھے کھرولاکی لڑائی کے دو مہینے بعد سنہ ۱۷۹۵ کے مارچ مہینہ میں عظیم الامرا اس عہد نامہ کی شرایط کی تکمیل تک جو مراٹھوں اور نظام کے درمیان ہوا تھا کفالت کے طور پر پونا روانہ کئے گئے۔اور دو برس کے بعد یعنے سنہ ۱۷۹۷ میں پونا سے واپس آنکر اپنے زمانہ انتقال تک جو انکے آقا نواب نظام علی خان کے فوت کے آٹھہ مہینے بعد سنہ ۱۸۰۴ میں واقع ہوا عہدۂ دیوانی پر مامور رہے۔نواب مرحوم سے انہیں نہایت محبت تھی۔

میر عالم ۱۸۰۴ سے ۱۸۰۸ تک۔یہ ایک نہایت نامور اور بڑے مدبر امیر تھے۔اور عظیم الامرا کی عدم موجودگی میں جبکہ دوسال تک وہ پونا میں بطور کفیل کے اقامت گزین تھے تو یہ انکی نیابت پر مامور تھے اور انکے انتقال کے بعد مستقل دیوان ہوگئے۔میر عالم سر سالار جنگ اول کے نانا تھے اور نہایت خوبصورت اورخوش اخلاق امیر۔انگریزون کے ساتھہ انہیں کمال درجہ کا اتحاد تھا۔انہوں نے شہر کے جنوب ومغرب میں ایک چشمہ بنایا تھا جو میر عالم کے تالاب سے مشہور ومعروف ہے وہ اپنے زمانۂ انتقال تک جو سنہ ۱۸۰۸ میں واقع ہوا عہدہ دیوانی پر مامور رہے انہیں برٹش گورنمنٹ کی طرف سے ماہوار دو ہزار روپیہ پنشن مقرر تھی۔

منیرالملک ۱۸۰۹ سے ۱۸۳۱ تک۔یہ میرعالم کے داماد تھے اور سر سالار جنگ اول کے والد انکے زمانہ وزارت میں کل اختیارات انکے مددگار راجہ چندولال کے سپرد تھے جو انکے انتقال کے بعد مستقل طورپر دیوان مقرر ہوگئے۔منیرالملک فقط نام کے دیوان تھے راجہ چندولال ۱۸۳۲ سے ۱۸۴۳ تک۔اگرچہ یہ مستقل طورپر نواب منیرالملک کے بعد دیوان مقرر ہوئے لیکن حقیقت میں انہیں سنہ ۱۸۰۹ سے جبکہ وہ نائب دیوان مقرر ہوئے تھے انکے زمانہ استعفا یعنے سنہ ۱۸۴۳ تک دیوان سمجھا جاتاھے غرض اس حساب سے وہ پورے چونتیس ۳۴ سال تک کامل اختیارات کے ساتھہ دیوانی کرتے رہے وہ پہلے محکمہ چنگی میں ایک ملازم تھے اور پھر اپنی لیاقت و دانائی سے بڑھتے بڑھتے اس عہدے تک پہونچ گئے۔جب سنہ ۱۸۰۴ میں میرعالم دیوان مقرر ہوے تو انہیں اپنا مشیر خاص بنایا۔اسکے بعد وہ سنہ ۱۸۰۶ میں پیشکاری کے عہدے پر مامور ہوے۔یہ عہدہ اس وقت سے آج تک انہیں کے خاندان میں چلا آتاھے اور اب انہیں کی اولاد میں ہز اکسلنسی راے رایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر پیشکار ریاست ہیں۔میرعالم کے انتقال کے بعد جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔سنہ ۱۸۰۸ میں راجہ چندولال عملی طورپر دیوان ہوگئے۔حقیقت میں وہ ایک نہایت ذی علم ذی فراست اورتیز فہم امیر تھے اور امور ریاست میں پوری پوری مہارت رکھتے تھے محنت و مشقت سے کبھی تھکتے نہیں تھے۔ہر ایک قسم کے کام کی انہیں لیاقت حاصل تھی۔انگریزون کے ساتھہ کمال اتحاد تھا۔غرض وہ سنہ ۱۸۴۳ میں عہدۂ دیوانی سے مستعفی ہوگئے۔

راجہ رام بخش ۱۸۴۳ سے ۱۸۴۶ تک۔یہ راجہ چندولال کے بھتیجے تھے انہیں عہدۂ پیشکاری دیا گیا اور نواب سراج الملک کو وکیل مقرر کیا گیا۔

نواب سراج الملک ۱۸۴۶ سے ۱۸۴۸ تک۔جسوقت انہوں نے اپنے عہدیکا چارج لیا۔امور ریاست کی حالت بالکل ابتر تھی۔انہوں نے اسکی اصلاح ودرستگی کی کوشش کی لیکن وہ کوشش نظام کے پاس مشکور نہیں ہوئی اور انہیں مستعفی ہونے پر مجبور کیا۔

امجد الملک نومبر ۱۸۴۸ سے ڈسمبر سنہ ۱۸۴۸ تک
نواب شمس الامرا ڈسمبر ۱۸۴۸ سے مئی سنہ ۱۸۴۹ تک

راجہ رام بخش—سپتمبر ۱۸۴۹ سے اپریل سنہ ۱۸۵۱ تک
گنیش راو—اپریل سنہ ۱۸۵۱ سے جون سنہ ۱۸۵۱ تک

نواب سراج الملک سنہ ۱۸۵۱ سے سنہ ۱۸۵۳ تگ یہ دیوان اپنے اس عہد وزارت مین جو دوسری مرتبہ انہین دیاگیا تہا بالکل مالی مشکلات مین پھنسے ہوے تہے—راجہ چندولال کے زمانہ استعفا سے سرسالار جنگ اول کے تقرر تک جودس ۱۰ برس کا عرصہ گذرا—اسمین اسقدر مالی اور نیز دوسری مشکلات واقع ہوین کہ شاید ہندوستان کي کسی دیسی ریاست مین نہوی ہون—جنکی مفصل کیفیت سرسالار جنگ اعظم کے حالات مین بیان کي جائیگی—سراج الدولہ کے انتقال کے چند ہی روز پیشتر کنٹنجنٹ فوجون کے مصارف کے لئے برار اور دوسرے اضلاع سپرد گورنمنٹ آف انڈیا کرنے کا عہدنامہ ہوگیا—نواب سراج الدولہ ایک اچھے مدبر تھے اور ایشیائی علوم مین پوری مہارت رکھتے تھے—۲۶ مئی سنہ ۱۸۵۳ کو انکا انتقال ہوگیا—

سرسالار جنگ اعظم—جی—سی—ایس—آئی—سنہ ۱۸۵۳ سے سنہ ۱۸۸۳ تک—تیس برس تک اس لایق اور مدبر وزیر نے ریاست حیدرآباد پر حکمراني کي وہ اپنے چچا کے بعد سنہ ۱۸۵۳ کے ماہ مئی کے اخیر مین اس عہدے پر آئی اور ۹ فروری سنہ ۱۸۸۳ تک قایم رہے—

کونسل آف ریجنسی—فروری سنہ ۱۸۸۳ سے اکتوبر ۱۸۸۳ تک—

سرسالار جنگ دوم—کے سی—آئی—ای—سرسالار جنگ اول کے فرزند تہے اور سنہ ۱۸۸۳ مین اپنے باپ کي جگہہ پر دیوان مقرر کئے گئے—لیکن سنہ ۱۸۸۷ مین انہون نے استعفا دیدیا—

سرآسمان جاہ بہادر—کے—سی—آئی—ای—۱۸۸۷ سے سنہ ۱۸۹۴ تک—انہون نے ۳۰ جولائی سنہ ۱۸۸۷ کو اس عہدیکا چارج لیا—اور سنہ ۱۸۹۴ مین مستعفی ہوگئے—سروقارالامرا بہادر—کے—سی آئی—ای سنہ ۱۸۹۴ سے مقرر ہوے ہین—پہلے یہ عوضی دیوان مقرر تہے اور پھر ایک برس کے بعد مستقل کئے گئے—انکي سوانح عمری ایک علاحدہ باب مین مندرج ہے—جیسے سرسالار جنگ اول سرسالارجنگ دوم اور سرآسمان جاہ بہادر کي—

راجہ چندولال—مدارالمہام سنہ ۱۸۴۳-۱۸۳۲ع

تیغ جنگ بانئي خاندان شمس‌الامرا

اشکال طبعیه

هز ہائنس نظام کا ملک جنوبی ہندوستان مین دکن کي اونچي ہموار زمین پر واقع ہے-یہہ ملک علاوہ ملک امانئی حیدرآباد کے قریب ۸۳۰۰۰ مربع میل وسع ہے- یہہ شمال مین خاندیس اور ملک امانی سے جنوب مین دریاے تنگبدرا اور کشنا سے مشرق مین دریاے وارشا اور گوداوری سے اور مغرب مین-ضلع دھاروار- کلدگی- شولہ پور اور احمد نگر سے محدود ہے - دکن کي اونچی ہموار زمین کي بلندی کا اوسط سطح سمندر سے ۱۲۵۰ فیٹ ہے-اور اسیقدر بلندی سطح زمین سے یہان کے ان ٹیلون کي ہے جو سب سے زیادہ اونچے ہین- ملک حیدرآباد دو بڑے بڑے اور تقریباً برابر حصون مین شمال و مغرب کي مینار نما چٹانون اور جنوب و مشرق سے کنکر اور چونے کے پتھرون کي سر زمین سے تقسیم کیا گیا ہے - جیسے یہہ ملک گوداوری اور منجیرا کے دریاؤن سے مرانٹہون کو جنوب کے تلنگون اور کنڑیون سے جدا کرتا ہے ویساہی کنکر اور چونے کي زمین کو پتھرون کے ملک سے اور اسیطرح سے چانول اور چشمون کي سر زمین کو گیہون اور روئی کے ملک سے جدا کرتا ہے-

مخصوص پانی کا بہاؤ شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کي طرف ہے - اس جانب کو ملک کا ڈھالوان اورنگ آباد کے قریب دو ہزار فیٹ سے لیکر رایچور کے قریب ۱۲۰۰ فیٹ اور کرنول کے قریب ۹۰۰ فیٹ تک ہوجاتا ہے-چھوٹے چھوٹے چشمون کے لئے پانی کے منابع کا سلسلہ بہی خاص خاص دریاؤن کي وادیون کو علحدہ کرتے ہوے اس سمت کو جاری ہے-

پہاڑیون کے خاص خاص سلسلے حسب ذیل ہین—

سلسلۂ بالاگہاٹ مشرق سے مغرب کي طرف ناندیر کے تعلقۂ بلالی سے ضلع بیر کے آشتی تعلقۂ تک چلا گیا ہے- اس سلسلہ مین سے دو سو میل ملک حیدرآباد مین واقع ہین-اسکا عرض تین میل سے چہہ میل تک ہے اور بالاگہاٹ کا سلسلہ جو ضلع بیر کے تعلقۂ آشتی سے تعلقۂ دھاراسیو اور نلدرگ ہوتا ہوا گلبرگہ تک پہنچتا ہے- منجیرہ - سینا - اور کاگنا دریاؤن کے درمیان واقع ہے- جنوب مین مخصوص سلسلۂ کوہ نلگندۂ کے تعلقۂ دیول پلی سے ضلع محبوب نگر تک گیا ہوا ہے-اور وہان سے پہر جنوب کي طرف مڑتا ہے-اس سلسلہ کا طول قریب ۱۳۰ میل ہے- شمال مین کوہ سیاہدری کا سلسلہ مشرق سے شمال و مغرب کي طرف جاتا ہے-یہہ سلسلہ ضلع اندور کے تعلقۂ نرمل سے شروع ہوتا ہے اور ضلع پربہانی سے ہوکر آجنٹا کو پہنچتا ہے-جہان اسکا نام آجنٹا گہاٹ رکہا گیا ہے اور وہانسے اور مغرب کي طرف سرکار انگریزی کے ضلع خاندیس تک چلاگیا ہے-ملک حیدرآباد مین اس سلسلہ کا طول ۲۵۰ میل ہے جسمین ۱۰۰ میل آجنٹا کے نام سے مشہور ہے-دوسرا سلسلہ ضلع اورنگ آباد کے دولت آباد شہر سے مشرق کي جانب جالنا کي طرف جاتا ہے اور وہان سے ملک امانی ضلع برار تک جسکا طول ۱۲۰ میل ہے-اور ایک سلسلہ دریائے گوداوری اور منجیرہ کے درمیان سے ہوتا ہوا بیر-درور-مومن آباد- اودگیر اور کیولاس جاتا ہے-

ملک مین دس ٹیلے ہین جو اطراف کے ملک سے پانسو فیٹ بلند ہین-لیکن انکی بلندی کا اوسط ۳۰۰ فیٹ ہے- بدقسمتی سے ملک بہر مین ایسا کوئی ٹیلہ نہین ہے جو گورنمنٹ حیدرآباد باشندگان ملک کے لئے موسم گرما مین مناسب مقام تفریح ہوسکے—

ملک حیدرآباد مین مخصوص بڑے دریا شمال مین گوداوری اور جنوب مین کرشنا اور تنگ بہدرا ہے-

گوداوری کو ہندو بہت متبرک سمجہتے ہین - ملک کي آب و ہوا سال مین زیادہ مدت تک معتدل اور خوشگوار رہتی ہے - کیونکہ وہان نہ زیادہ گرمی ہے اور نہ زیادہ سردی بارش موسم گرما کے برسات پر جو جنوب و مغرب کا برشکال لاتا ہے موقوف ہے لیکن ملک کے مشرق اور جنوب کے حصونمین موسم خریف کي بارش ہوا کرتی ہے جبکہ وہی سیلاب مشرقی کنارے پر گرتے ہین-ملک حیدرآباد خاص زمینی مقام کے باعث قطب نما کے تقریباً مقابل مقامون سے ابخرات آلودہ سیلون سے موثر ہے اور اگرچہ سال کے بونے حصہ مین یہ حالت رہتی ہے گرما کي بارش بہ سبب کثرت اور افراط کے سرما کي بارش سے زیادہ تر کارآمد و مفید ہے - ایسا بہی خیال کیا جاسکتا ہے کہ کنارے سے جسقدر فاصلہ ہوتا ہے اسیقدر بارش بہی کم و زیاد ہوتی رہتی ہے-لیکن مغربی گہاٹ پر سے اترتے ہوئے جو حصص ان پہاڑیون سے لگے ہوئے ہین انمین بہت کم بارش ہوتی ہے اور اسکے پرے بتدریج زیادہ ہوتی ہے مگر اس زیادتی کي بہی حد ہے اور جون جون ملک بڑے بڑے دریاؤن کي وادیون مین پہیلتا جاتا ہے یون یون اوپر کي سیلین مڑ مڑ کر کنارۂ مشرقی کا رخ کرتی ہین اور برشکال شروع ہوتا ہے لہذا گرمی کي بارش اگرچہ ملک بہر مین ایکسان نہین ہوتی لیکن بالکل عام ہوا کرتی ہے-تمام ملک کي بارش کا اوسط ۳۴ چونتیس انچہ ہے—

بیان ترکیب زمین و کارآمد معدنیات

شمالی ہندوستان کے اشکال ترکیب زمین دکھن سے ایسے متضاد واقع ہوے ہین کہ انکو جدا جدا اقسام مین منقسم کرنیکے لئے تمام ملک کے بموجب ذیل حصے کئے گئے ہین۔

اول ۔ اکسٹراپینن سولر ایریا یعنے جزیرہ نماے وسیع کہ جسمین وہ تمام ملک جو مغرب۔ شمال اور مشرق دریاے سندہ و گنگا کے میدان کے واقع ہی۔ اور

دوسرا ۔ پینن سولر ایریا ۔ یعنے ملک ہند کا وہ مثلث حصہ جو سلسلۂ کوہ وندھیا کي جنوب مین واقع ہی۔[1]

ان دوحصونکي تاریخ ترکیب زمین بالکل متضاد ہی[2] زمان پیلیوزواک یعنے قدیم ترین زمان ترکیب زمین کے اواخر سے دکھن سطح زمین خشک ہے۔ اور کنارے کي زمین تواس زمانیسے قریب قریب اسی حال پر ہے۔ اور اکسٹراپینن سیولر ایریا یعنے شمال ہندوستان ہمیشہ سے بہاو کے سبب مٹی وغیرہ کے جمنے کي جاے ہوگئی ہے جو واقعہ میسوزواک زمان تک یعنے دوسرے زمان ترکیب زمین تک چلا آیا ہے۔ اتمام پیلیوزواک زمان سے اس جزیرہ نما پر بہت کچھہ

---

[1] سرسری طور پر اکسٹراپینن سیولر ایریا ضلع پنجاب اور احاطۂ بنگال معہ سندہ و برہما ہے۔ اور پینن سیولر ایریا مین احاطۂ بمبئی و مدراس و ممالک متوسط ہین۔

[2] معآدہاے ارضی کے لحاظ سے ترکیب زمین کے چار بڑے بڑے حصے کئے گئے ہین۔ ایزواک یعنے قدیم سے قدیم چٹانین جنمین کسی طرحکے نشان روئیدگی نہین پائی جاتے۔ پیلیوزواک جسمین قدیم آثار روئیدگی و نمو پاے جاتے ہین۔ میسوزواک جسمین متوسط اور جدید آثار روئیدگی و حیات پائے جاتے ہین۔ اور آخری سینوزواک یا جسمین بہتر اور جدیدتر اشکال ذی روح کیا بلحاظ نباتات کے اور کیا بلحاظ حیوانات کے پائے جاتے ہین۔

عجیب نظارۂ چٹان ۔ حیدرآباد

دباو نہین پڑا۔ لیکن شمال ہندوستان کي سطح ٹرشیری زمان یعنے تیسرے زمان سے بہت کچھہ دبی ہے۔ اور بہت کچھہ تہ و بالا ہوئی ہے۔ جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ بڑے بڑے ناہموار پہاڑون کے سلسلے بن گئے۔ جیسے کہ ہمالیہ اور دوسری پنجاب اور بلوچستان کي پہاڑیان۔

یہی سبب ہے شمالی ہندوستان مین پہاڑونکے سلسلے مخصوص مقامون پر ایسے اٹھے ہوے اور بلند ہین کہ گھاٹیان نہایت عمیق اور سیدہی سرل اور دریا بڑے جوش سے بہنے والے ہین۔ برعکس اسکے دکھن کے پہاڑ بڑی بڑی مسطح زمینون کا بقایا ہے کہ جسمین سے وادیان گویا کھدی ہوی ہین۔

تمام جزیرہ نما جسکا حضور نظام کي مملکت، ایک حصہ ہے۔ ایک بہت بڑا اور وسیع مسطح میدان ہی۔ جسکی حد بندی پیلیوزواِک زمانے کے آخر مین ہوگئی تھی۔ اور بعد ازآن ہوا کے زور اور تاثیرات سے اور سمندر کے کنارے پر سمندر سے مٹ مٹاکر بلند بلند مقامات آشکارا اور ظاہر ہوے جیسے کہ نیلگری۔ پلنی۔ اور شیوراے جو اطراف کے حصص کے مٹ جانیسے صرف بلند و مرتفع میدان سے رہگئے ہین۔

سلطنت حیدرآباد مین جو ترکیب جزیرہ نمائی بیان کي گئی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

متا مارفک سیریز یعنے سلسلۂ تبدل شدہ

ٹرانزیشن سیریز یعنے سلسلۂ تبدل پذیر

اولڈر پیلیوزواِک یعنے قدیم تر پیلیوزواِک (کداپا اور وندھیا) سلسلۂ گندوانا

دکھن ٹراپ معہ انٹراپین (دکھن کی نیلگون یا خاکی رنگ کي چٹانین)

لیٹرائٹ ڈیپازٹس۔ یعنے سرخ پھتر کے طبقے اور

ایلوویل دیپازٹس۔ یعنے پاني کے بہاو سے جمی ہوی مٹی کے طبقے

متا مارفک سیریز یعنے سلسلۂ تبدل شدہ

دکھن کے نیسوز یعنے چمکدار پتھر ہندوستان مین قدیم سے قدیم بناوٹ کے ہین۔ سارے جزیرہ نما مین جدید ساختون کو ملائین تو بھی یہہ پتھر بہت بڑی سطح پر واقع ہے۔ اور اِن ساختون کي بِنا وہی پتھر ہے۔ اِن چٹانون مین سچے نس یعنے چمکدار پتھر گرانائٹ یعنے سخت پتھر اور شیزٹوز یعنے قدرتی طور پر شگاف پذیر پتھر جو مختلف ترکیب اور ظاہراً دو یا زیادہ سلسلونکے۔ کہ جو ایک دوسرے سے نہ صرف پتھر ہونیکی خاصیت مین بلکہ قدامت مین بھی بالکل مختلف ہین موجود ہین۔ لیکن سچا گرانائٹ سواے ریشون کے اور جاے پر نہین پایا جانا اور وہ بھی بہت کم مقدار مین پایا جاتا ہے۔ اِن مین قدیم ترین جسے بنڈیل کھنڈ نس کہتے ہین وہ زیادہ ثقیل ہے۔ اسمین فلزات بہت کم اور نباتات کا تو نام و نشان نہین۔ اِس قدیم تر نیس کے بالائی طبق سِنگبھم اور بیلاری مین واقع ہین اور ممکن ہے کہ اور حصص مین بھی پاے جائین۔ اِس لئے یہہ مان لیا گیا ہے کہ یہی سچا سلسلہ چٹان کا ہے۔ نیا نیس جو بہت کرکے سارے ہندوستان پر پھیلا ہوا ہے۔ اور جسمین روئیدگی زیادہ پختگی پر پائی جاتی ہے۔ شسٹ یعنے تہ بر تہ جمے ہوے پتھر کے ساتھہ ملا ہوا پایا جاتا ہے۔ اسکی بہت سی اقسام بھی ہین اور متعدد معدنیات لاحقہ بھی اسمین پاے جاتے ہین۔

یہہ نیس چھہ معدنیات سے مرکب ہے۔ (۱) کوارٹز یعنے شش پہلو شفاف پیلا۔ خاکستری۔ جامنی یا ہرے رنگ کا پتھر (۲) مائکا۔ یعنے ابرک (۳) ہارن بلنڈ (۴) کلورائٹ (۵) سرخ اور تھوکلیز فیلسپار اور (٦) سفید پلیگولاسٹک فیلسپار۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نیس مین اِن چھہ دھاتون مین سے صرف دوہی رہتی ہین۔ اور بعض وقت سب کي سب۔ فیلسپار کا ہمیشہ اِن چٹانون مین بڑا مقدار رہا کرتا ہے اور سفید قسم

کا فیلسپار ہوا کي تاثیرات سے کیولین یعنے ایک قسم کي مٹی بن جاتا ھے-

حسب قانون اسکی تہ بہت ہی کم رہتی ھے- اور بڑے غور سے دیکھا جاے تو معلوم ہوتی ہے- کیونکہ پتھر کا ظاہري دکھاو گرانائٹ کا ہوتا ہے-

نیس کے چٹانون مین گرانائٹ نیس بہت عام ہے- شسٹ کي اقسام کبھی کبھی واقع ہوتی ہین جیسے کہ ہارنبلنڈ- (جو قریب قریب ڈایورٹ کے مانند سیاہ اور نہایت باریک دانے دار ہوتا ھے)- ٹلکوز- کلورِٹک- ہارنبلنڈک -کوارٹزوز یا زیادہ مٹی والا شسٹ-

بیزواڑہ مین جو نظام کي ضمانتی ریلوے کا جنوبی و مشرقی ٹرمینس ھے- ایک نئي شکل کا نیس پایا گیا ھے- وہ شمال و مشرق کي جانب پرگنہ گوداورے کے پہاڑی حصون کے مشرق کو رخ کئے ہوے کنارے کنارے ضلعۂ وزاگاپٹم تک چلاگیا ھے- یہہ چٹان جدیدتر اصل کي کہی جاتی ہے- یہان کا فیلسپار مرکیسن چٹان کي شکل لیتا ھے- اس چٹان مین بہت سا یاقوت دستیاب ہوتا ھے- کہین کہین گرافائٹ کے طبقات نے اسکو گرافائٹ شسٹ سے مبدل کردیا ھے-

قلمرو حیدرآباد مین نیس چٹانین بہت ہین- انکے مشرقی اور جنوبی حدود دریائی گوداورے اور کرشنا سے نشان یافتہ ہین- شمال مین ضلعۂ سیربور تاندور مین عدل آباد تک چلے گئے ہین اور مغرب مین سرسری طور پر ایک خط اندور ہوکر نرمل سے تاندور تک نظام ریلوے پر کہمناچنے سے اور وہان سے یادگیرہ ہوکر کرشنا تک کہینچنے سے اسکي حدبندی ہوسکتی ھے-

حیدرآباد کے ہارنبلنڈک گرانائٹ نیس پر تاثیرات ہوا سے ایک عجیب طرحکا تبدل واقع ہوتا ہی- جو نا تجربہ کار آنکھونکو برف کي تاثیرات کا نظارہ بتلاتا ھے- عظیم الشان گول اور چکنے پشتے ایک دوسرے کے اوپر واقع ہین اور بعض اوقات تو مجموعے کے مجموعے ہوتے ہین کہ جس سے نو وارد متحیر ہوجاتا ہے- مگر چٹانون کي خاصیت سے تھوڑیسی مہارت بہی فوراً بتلا دیتی ھے کہ یہہ نظارہ بالکلیہ ہوا کي تاثیرات کا ہے- گرانائٹ نیس مین حرارت کي تاثیر سے سیدھا اوپرسے نیچے کي طرف شگاف پڑجاتے ہین- پہر سیدھے شگاف ہر ہر تہ کو پہنچ جاتے ہین اور پہر اسے سیدھے متقاطع شگاف دیتے ہین اور نتیجہ یہہ ہوتا ھے کہ چٹان کے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر ایک پر ایک رہجاتے ہین- بارش اور ہوا پہر اپنا کام شروع کرتی ھے- اُن ٹکڑون کے کونے گول ہوتے چلے جاتے ہین- اطراف کے ٹکڑے گرجاتے ہین اور آخر مین ایسا ہوتا ہے کہ بڑے بڑے گول چٹانون کے ٹکڑے کبھی ایک پر کبھی ایک سے زیادہ پر جمکر رہجاتے ہین جو کسی زمانے مین ایک ہی چٹان کا ٹکڑا تہا- ایسی چٹانین حیدرآباد سے لنگم پلی جاتے ہوے ریلوے لائن پر بہت سی نظر آتی ہین- اس قسم کي ایک نہایت عجیب چٹان ۱۰۷ اور ۱۰۸ میل کے درمیان واقع ہوتی ھے-

اس تمام سطح پر جا بجا ڈایورٹک چٹانون کے پشتے پڑے ہوے ہین جو بہت کرکے اوسط درجہ کے کُہردرے پن کي بناوٹ رکہتے ہین- انمین کے اکثر ۵۰ سے ۶۰ فیٹ دلدار ہوتے ہین اور کبھی کبھی اطراف کي کل زمین سے بلند ہوتے ہین- چٹان نیس سے زیادہ سخت ہونیکے سبب سے یہہ پشتے صاف علاحدہ معلوم ہوتے ہین- وہ سطح پر بہت کچہہ گھس گھسا جاتے ہین- اور نیس سے انکا میل جول آساني سے دریافت نہین ہوسکتا- یہہ پشتے نہایت قدیم ہین- اور شاید اُس زمانیکے ہین جو کداپا زمان کہلاتا ہے اور جسمین آتش فشان پہاڑ بہوت نکلے تھے-

مادہائی ارضی کا کوئی وجود نہونیکے باعث ہندوستان کي ترکیبات کو یوروپ کي ترکیبات سے مقابلہ کرکے کوئی ٹھیک زمانہ قایم کرنا ممکن نہین ھے- مگر چونکہ یہہ چٹانین اس ملک مین قدیم ترین شمار کي گئی ہین اسلئے میٹامارفک سیریز کو انگلنڈ کے ایزواک چٹانون سے مطابقت دیسکتے ہین-

ٹرانزیشن سیریز یا سلسلۂ تبدل پذیر

یہہ نام متعدد چٹاني سلسلون کو دیا گیاہی جو ہندوستان کے نیس اور قدیم ترین مآدہائی ارضی رکھنے ولے طبقون کے درمیان واقع ہین- بالکل عدم مآدہائی ارضی کے سبب ان چٹانون کے سلسلون کے وجود کا زمانہ یا یوروپین سلسلون کے ساتھہ مناسبت ٹھیک طورپر بتلانا ناممکن ھے-

میٹامورفک سیریز کے مطابق یہہ چٹانین بہی قدیم اور جدید گروہ مین تقسیم کی گئی ہین- قدیم چٹانین گوالیار کی چٹانین ہین- اور جدید کداپا کی چٹانین ہین- یہہ چٹانین بہی اولڈر پیلیوزواک کے ساتھہ قسمت کی گئی ہین- اور ٹرانزیشن کا نام صرف گوالیار کو دیا گیا ہی-

ٹرانزیشن سیریز کی چٹانین حیدرآباد مین دہاروار کی چٹانین- یا جنوبی ہندوستان کی زرخیز چٹانین ہین-

دہاروار کی چٹانین جنکی پہلے پہل ٹھیک تفتیش کی گئی اور ہندوستان کے جیولوجیکل سروے کے مسٹر بروس فوٹ نے جنکا نام رکہا انمین ہارنبلنڈک- کلورٹک اور آرگیلیڈک شسٹ سمائے ہوے ہین- کہ جنکے ساتھہ کم و بیش ہیماٹٹک کوارٹ زائٹ- اور بہت سی ہمعصر چٹانون کے طبقے واقع ہین-

وہ اکثر لمبے لمبے برآمدہ طبقون کے پٹے بن گئے ہین جو نہایت مضطرب ہوکر نیس کی شکل مین آگئے ہین- انمین کے تین پٹے جو بہت دور دور تک چلے گئے ہین اُنہین مسٹر فوٹ نے پہچان

کہ دھارروار شیموگا دمبل چکنا یا کہان ہالی اور پیدار ہگاری پٹے ایسے نام دئے ہین – تین دوسرے صاف پہچانے ہوے پٹے حضور نظام کے قلمرو مین رایچور دوآب کے ضلع مین واقع ہین – جنہین مسکی ہوبمن ہالی اور ساگر کے نام دئے ہوے ہین – حیدرآباد دکہن کمپنی کی بودینی توپالدردی اور وندالی کی کانین مسکی پٹے کے شمالی آدھے حصہ مین واقع ہین

مسٹر فوٹ کا خیال ہے کہ موجودہ دھارروار چٹانین یک بہت وسیع سلسلہ کا بقایا ہے جو کسی وقت مین سارے ہندوستان پر پھیلا ہواتھا اور جسکا جماو آتش فشانی تیزی کے زمانون سے تبدل پذیر ہوگیا ہے – اور اسی زمانے مین ہمعصر چٹانون کی بقارتہ ہوتی چلی – بعد ازآن اسپر بہت بڑا بھاری دباو پڑنے سے مضطرب ہوا اور چوڑا ہوکر پھر وہ تاثیرات آب و ہوا کے زیر عمل آتا گیا – اِن مضطرب اور کاواک شدہ دھارروار طبقون پر کداپا اور کلادگی کے سلسلے جمتے گئے – کداپا طبقون مین لال چمکدار زبرجد کے کنکرون کا واقع ہونا جو دھارروار کے سرخ زبرجدی طبقون سے اخذ شدہ ہین اس بات کو پایۂ ثبوت پر پہنچا تاہی – اسطرح جبکہ دھارروار سلسلہ لوئر ٹرانزیشن سیریز سے تعلق رکھتا ہے تو کداپا اور کالادگی کے سلسلے اپر ٹرانزیشن سیریز سے تعلق رکھتے ہین ایسا کہا جا سکتا ہے –

دھارروار سلسلہ نہایت کارآمد ہی اس لحاظ سے کہ اسمین تمام زرخیز سنگ کے طبقات واقع ہین جو جنوبی ہندوستان مین کچھہ بھی وقعت رکھتے ہین – اگرچہ ملک میسور کے بیرونی طبقے زیادہ بمدہ نظر آتے ہین تاہم سبھون مین سونا تو دستیاب ہوسکتا ہے – اس پتھر کے طبقون کے لئے نہایت قدیم زمانے مین کانین کھودی گئی تھین – اور کام کیا ہوا ہو ایسے پرانے پرانے نشان دودو سو فٹ عمق مین تمام ملک کے اندر پائے جاتے ہین اور دہات کے ریشون کی عمدگی کی بہت اچھی علامتین بتلاتے ہین –

اِن پرانے کارگاہون کے نزدیک گروہ کے گروہ بڑے اور چھوٹے ہاونون اور کھرلون کے چٹانون کے اندر پائے جاتے ہین کہ جنمین اگلے زمانے کے کان کن کچی دہات کو کوٹا کرتے تھے – ایسی ہاونین تو پال دودی مین بہت سی پائی جاتی ہین – وندالی مین بڑے بڑے رکابی نماگر ہے ٹرابوید چٹانون مین موجود ہین کہ جنمین بڑے بڑے گول گرانائٹ پتھر کے دستون سے کچی دہات کا چورا بنایا جاتا تھا – یہہ دستے قریب ایک ایک ٹن یعنے سوا دو ہزار رطل کا وزن رکھتے ہین – یہہ دستے بہت دور و دراز سے لائے گئے ہونگے – اور انکے اتنے بہت ثقل کے سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھونسے مستعمل نہین ہوتے ہونگے لیکن کسی قسم کی ایسی جر ثقیل کی ترکیب رکھی ہوگی کہ آسانی سے حرکت کرسکین –

وندالی کے ایک گڑھے مین جسے مغربی شیافٹ کہتے ہین ایک انسان کی کھوپری سطح زمین سے دوسو دس فٹ کے عمق مین پائی گئی تھی – یہہ کھوپری جو ظاہراً کسی ادھیر آدمی کی کھوپری ہے – چھوٹی اور تنگ ہے – اور قدیم الایام کے انسانون کی بہت سی خصوصیتین بتلاتی ہے – اسکی پوری پوری تحقیقات کا ابھی انتظار ہے –

دھارروار کا سلسلہ گرانائٹوئڈ نیس پر نا موافق طور پر واقع ہے – اور جہان جہان اتصال معلوم ہوتا ہے – گرانائٹوئڈ نیس کی سطح نا ہموار اور مقعر پائی جاتی ہے – دھارروار سلسلے کے متوسط اور مغربی پٹون کے شمالی حصے پہلے پہل نا موافق طور پر کداپا سے اور بعدازآن دکہن ٹراپ سے پوشیدہ ہین –

اسپر سے معلوم ہوتا ہے کہ دھارروار کا سلسلہ ایک جدا ہی سلسلہ ہے اور جس سلسلے سے یہہ مشابہت رکھتا ہے وہ صرف گوالیار چٹانین ہین – اس جائے پر بھی ایسے سرخ پتھر کے طبقے ہین اور ویسے ہی ہمعصر ڈایرٹک ٹراپ واقع ہین –

اولڈر پیلیوزوایک (کداپا اور وندھیا)

پہلے پہل کداپا سلسلے کو اپر ٹرانزیشن سیریز کے ساتھہ تفریق کیا تھا لیکن جیسے کہ ڈاکٹر کنگ نے طاس پرانتہ گوداوری اور پائن گنگا کی سیپیون کا امتحان کیا ہے (جو اسوقت تک لوئر وندھیا سیریز کے ساتھہ تفریق کیا گیا تھا) اور جیسے انہون نے کہا کہ جنوبی ہندوستان کے کداپا سلسلے سے مطابقت رکھتا ہے – اسکی تفریق مین تبدل کیا گیا اور سارے کداپا سلسلے کو لوئر وندھیا یا اولڈر پیلیوزوایک کے ساتھہ تفریق کیا – یہہ طبقے بیشک پارمین طبقون سے زیادہ قدیم ہین – اور بعض قدیم تر گروہ تو پریکیمبرین کے طبقون سے قدیم ہین – لیکن بالکل مادۂ ارضی کی عدم موجودگی مین کسی طرحکا سچا تناسب قایم کرنہین سکتے ہین –

ہندوستان مین سلسلۂ کداپا کی کل سطح تیرہ ہزار پانسو مربع میل ہے – اور اسکی ترکیب بموجب ذیل کے تفریق کی گئی ہے –

فرقۂ کرشنا ۲۰۰۰ فٹ ...	...	کوارٹزائٹس سلیٹس کوارٹزائٹس
فرقۂ نلا ملائی ۳۴۰۰ فٹ ...	...	سلیٹس کوارٹزائٹس
فرقۂ چینئیر ۱۰۵۰۰ فٹ ...	...	سلیٹس کوارٹزائٹس
فرقۂ پاپگنی ۴۵۰۰ فٹ ...	...	سلیٹس کوارٹزائٹس

یہہ فرقے کم و بیش تہ و بالا پڑے ہوے ہین—اور ہر ہریک دوسرے پر واقع ہوکر اصل نیس پر پڑے ہوے ہین—طاس کے مغربی کنارے پر جو طبقے ہین ہموار اور نسبتاً غیر مضطرب طورپر نیس کے اوپر واقع ہین—لیکن مشرقی کنارے پر اسکی حد مضطرب اور ناقص طاسون کي ہے—

سلسلۂ کداپا کے ہر ہر گروہ مین کوارٹزایٹ اسکی تہ مین پایا جاتا ہے—اور اسکے اوپر آرگیلیشیس ڈیپازٹس جسکی سیپین اور سلیٹین بنتی ہین اور لایم سٹون کے طبقات پائے جاتے ہین—

شمال کرشنا مین کئی ایک بیرونی طبقے نہایت مضطرب کوارٹزائٹس اور لایم سٹون کے پاے جاتے ہین—مسٹرفوٹ نے انمین سے پانچ کا بیان کیاہی جو انکا تعارف کداپا سیریز کے ساتھہ کرتے ہین—اور بہی شمال مین جرسنگ خانے پہلے پکہال سیریز کے نام سے بیان کئے گئے ہین اور جو گوداوری کي وادی تک پہیلے ہوے ہین وہ اب اسی ترکیب کے ہون ایسا معلوم ہوا ہی—

پکہال سنگ خانے حسب ذیل منقسم ہین—

۱	کوارٹزائٹس جنمین کچہہ سلیٹ ہے ...	۷۰۰ فٹ
۲	سیلیشیس لایم سٹون	۱۵۰ فٹ
۳	مٹی کے سلیٹس اور کوارٹزائٹس ...	۵۰۰ فٹ
۴	سفید اور گندم گون سیلیشیس لائیم سٹون ...	۳۰۰ فٹ
۵	ایک سلیٹ کا بنا جسمین دادار شگاف	
	کوارٹزائٹس سانداسٹون کے ہین ...	۳۶۰۰ فٹ

پکہال کے طبقات شمال و مغرب کی طرف مانرد دریاتک بڑھے ہوے ہین—لیکن اس خطے مین چٹانین کم پتہرائی ہوئی ہین—سیپیان نہایت باریک دانےدارہین اور لایم سٹون کم ہی—مانر وادی کي سیپیان بناوٹ مین نہایت باریک کبھی ہری اور کبھی جامنی رنگ کی پتلے پتلے کالکیریس ڈورون کے حلقے کے ساتھہ ہوا کرتی ہین—

ملک حیدرآباد کے شمال ومغرب مین لایم سٹون اور سیپیون کا سلسلہ جو پائین گنگا رود خانے کے نام سے مشہورہی اسکی ڈاکٹرکنگ نے مانر وادی کے پکہال سنگ خانون سے تعبیر کي ہی— لایم سٹون کبھی پھیکے اور کبھی گہرے سفید اور کبھی گندمی رنگ کے اور شاذونادر لال رنگ کے ہوتے ہین—وہ اچھے حصے ہوے اور بعض بعض وقت انمین سرخ لکیر کی پرتین ہوتي ہین—انکے اوپر مہین دانہ دار مٹي کی سیپون کی پرتین ہوتی ہین جو اکثر کچھہ سرخی لئے رہتی ہین—یہہ سیپین تالچیر سنگ خانون کی سیپون کے مانند اکثر پتلی چھوٹی گل نما ہو جاتی ہین—اگرچہ یہہ سنگ خانے اپنی ترکیب اور نامضطرب حالت سے خلقی اجزا کي محافظت کے واسطے نہایت موزون ہین تاہم کوئی مادہای ارضی ہنوز انمین پاے نہین جاتے—

پائین گنگا خانے اکثر ٹہیک نیس پرواقع ہون ایسا پاے گئے ہین—جسمین پکہال کا اخیرتحتی گول تہکے والا خانہ غایب ہے—

سلسلۂ کرنول جو بہت کرکے بالکل طاس کداپا مین واقع ہی وہ قلمرو حیدرآباد مین پاختگی کو نہین پہنچتا ہی—اس سلسلے کی خاص دلچسپی بیگن پلی کے ہیرون کے کارگاہون مین ہی—یہہ چٹان سانڈسٹون کي ۱۰ سے ۲۰ فٹ دل والی ہی اور اگرچہ اکثر سطح کرنول کی کارگاہین سطح بالائی کے پتھرون مین ہین—لیکن بیگن پلی مین وہ اس نیچے کے سانڈسٹون مین لیجا نیمین آئی ہین—ہوکل گڑھے ۱۵ فٹ گہرے اس سانڈسٹون مین بنا ے جاتے ہین—اور چھوٹے چھوٹے برآمدے ہیرے کے پرت تک لیجائے جاتے ہین جو پرت ظاہراً بالکل تہ مین ہوتی ہی—چٹان اگرچہ سطح پر سخت رہتی ہی—تاہم نیچے نرم ہوتی جاتی ہی—اور آسانی سے کام ہوسکتا ہے—بہت سے ہیرون کی پوری پاختگی سے ڈاکٹر کنگ یہہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ سانڈسٹون قدرتی ہوتے ہین—لیکن قالب کی خاصیت سے اور علاوہ اسکے ہیرے کی نہایت سختی کے لحاظ سے اسکی اصل گِھس نے والی ہو یہہ ممکن ہے—

سلسلۂ کرنول سے بہت قریب کی نسبت رکھنے والی اور سنگ کی خاصیت سے انکے ساتھہ مشابہت رکھنے والی چٹانین سلسلۂ بھیما کی چٹانین ہین—بھیما کی چٹانین کہلانے کا سبب یہہ ہی کہ اس نام کا دریا ان چٹانون کی بیرونی سطح کے بالکل بیچ مین سے بہتا ہی—بھیما چٹانون کي شمال ومغربی سرحد پر دکھن ٹراپ مستور ہے—اور درمیان انکے شمال و مشرقی سرحد کے سومیل کے فاصلے تک ٹہیک نیس پر واقع ہی—وہ کوٹا پلی سے جی-آئی-پی-ریلوے تک درمیان گلبرگہ اورشاہ آباد کے اور پھر وہان سے پروت آباد تک اور وہانسے بل کہا کے جنوب مین لونی سے تالکوٹ تک پہیلتا ہوا چلا گیا ہے—

سلسلۂ بھیما خصوصاً لایم سٹون سے مرکب ہے-اگرچہ کوارٹزائٹس کے خانے اوپر کے حصے مین اور سانڈسٹون اور مدور پشتے تحتی حصے مین ہی—مگر یہہ صرف وہین ہین—بعض طبقات مین یہہ سلسلہ بالکل لایم سٹون ہی کا بنا ہوا ہے—لایم سٹون نہایت باریک دانےدار پتھر ہین جنکی بناوٹ قریب قریب لتہوگرافک پتھر کي سی ہے—سفیدی مائل پتھر زیادہ تر ہے—لیکن گلابی اور گندمی بہی اکثر پاے جاتے ہین—یہہ چٹان پژمردہ خانون مین واقع ہوتی ہے اور عمارت کے کام مین اور علی الخصوص فرش بندی کے لئے بہت کام مین لی جاتی ہے—پھیکی قسم کا پتھر زیادہ پسند کیا جاتا ہے باوجودیکہ سفید خاکستری زیادہ ٹکاو ہے—یہہ پتھر اس لایق ہے کہ اسپر اچھی چمک آسکتی ہے اور کبھی کبھی ماربل کے عوض مین میزون کے لئے استعمال کیا جاتا ہے—

اپرونڈہین قلمرو نظام مین نہین ہین—

گُندوانہ سیریز یا سلسلۂ گُندوانا

گندوانہ نام جو ملک کہ دریائے نربدا کي جنوب مین واقع ہے اسکے قدیم نام پر سے ماخوذ ہے۔اسے ممالک گونده کہتے تہے اور اب وه ممالک متوسطہ کے قسمتہاے جبل پور و ناگپور و چہتیس گڑه مین شامل کئے گئے ہین۔

جیسا کہ پیشتر کہا گیا کہ اگرچہ ہندوستان کي ترکیبات سنگ کو ٹہیک طور پر یوروپ کي ترکیبات سے مناسبت دینا غیرممکن ھے۔تاہم عام طور پر ایسا اقبال کیا گیا ھے کہ سب سے نیچے کے گندوانہ سنگ خانے بالاتر پیلیوزویک زمانے کے متعلق کے ہین۔بالاتر وندھین جو اسکے بعد کا ماتحت سلسلہ ھے کبہی گندوانہ سلسلے کے ساتھہ جوڑ کہاتا ہوا نہین معلوم ہوتا۔کیونکہ جن جن سطح پر وه دونون ظاہر ہوتے ہین سو بالکل جدا ہین۔لیکن ایک موقع پر یعنے جہلملي فیلاڈ مین پیبل پتھر جمے ہوے وندھین خاصیت کے سانڈسٹون جو قریب قریب کوارٹزائٹس کے ہین گندوانہ سنگ خانون کے اوپر کي تہ مین پائے جاتے ہین۔

ناگپور کي جنوب مین گوداوری پر سیرونچا کے نیچے اور مہاندي کي وادي مین قریب سمبل پور کے گندوانہ سلسلے کے زیاده تر نچلے خانے ایسا مانا گیا ھے کہ بارہا مضطرب طور پر ان خانون کے اوپر واقع ہین جو کڈاپا یا لوئرِوندھین سیریز سے تعلق رکھتے ہین۔لیکن عموماً گندوانہ سلسلے ٹہیک میٹامارفک چٹانون پر واقع ہوتی گئی ہون ایسا پایا جاتا ھے۔

بہ نسبت گندوانہ سلسلے کے زیاده اوپر کے سلسلون کے تناسب کے یہہ بات معلوم ہوتی ھے کہ وه شاذ و نادرہی زیاده اونچے پرت سے دھنکا ہوا پایا جاتا ہے۔سوائے اسکے کہ جہان جہان دکہن ٹراپ اور اسکے ساتھہ ملے ہوے انٹرٹراپین خانے گندوانہ سیریز کے جدے جدے حصون پر مضطرب طور پر جمے ہوے ہین۔لیکن بعض بعض مقام پر چاک یعنے سفیدے کے زمانے کے پرت اپرگندوانہ سیریز پرپاے گئے ہین۔

سلسلۂ گندوانہ مین جو ہندوستان کے جزیره نما کا پہلاہی مادۂ ارضی کا سلسلہ ھے خاص کرکے سانڈسٹون اور سیپیان سماے ہوے ہین اور ماسوا اُن خانون کے جو مشرق کنارے پرکہلے ہوے ہین وه بالکل میٹھے پاني مین ممکن ھے کہ دریا سے جمتے چلے گئے ہون۔ جو مادۂ ارضی کہ پایا جاتا ہی اسمین ذي روح کے نشان بہت ہی شاذو نادر ہین اور تہوڑیسے جو پائے گئے ہین سو ادني تہ قسم ورٹیبرا یعنے صلب کي ہدی رکھنے والے جانورون سے ہین ۔ مثلاً حشرات الارض ۔ ایمفیبین یعنے خشکی و تری دونون مین گذارا کرنیوالے جانور اور مچھلیان۔ گندوانہ مآدۂ ارض کا بڑا مقدار۔روئید گی ھے اور ایسے کئی ایک طبقون کي علامات موجود ہین۔

سلسلۂ گندوانہ بے شک میٹھے پاني کي بناوٹ ھے۔اور ایک ہی ایک سوال ھے سو یہی کہ میٹھے پاني کے رود خانے ایا تالاب کی یا بہتے ہوے پانی کی اصل کے ہین۔ایک طرف چٹانون کی درشتی۔سانڈسٹون کا پھیلاو اور جابجا گول پشتون کے پٹون کا واقع ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہی کہ طبقے جھیلون کے عوض طاس دریا مین جمتے چلے گئے ہین۔اور بغیر ہڈي والے جانورون کي ناموجودگی جو جھیلون کي جماوٹ مین ایسی عمدگی سے معلوم کی گئی ہی اس بات کو پایۂ ثبوت کو پہنچاتی ہی۔بہ نسبت تہوڑیسی مچھلی اور حشرات الارض کے اجزا کے اور [1] ایسٹھیریا کے جو ایک خاص مادۂ ارضی بہت سے قسمت ہاے جزئی کا ہی ایسا کہا جاسکتا ھے کہ یہہ جھیلون اور دریا دونون مین رہتے ہون۔یہی حال روئیدگی کے اجزا کا ہی سوا اسکے کہ جھیلون اور تالابون کی تہ مین کوئلہ کے طبقون کا بننا غیر ممکن ہی۔یہہ بہت کچھہ ممکنات سے ہی کہ کوئلہ کی اصل ڈبرے جنگلون مین سے ہوئی جیسے کہ اکثر دریا کے کنارون پر واقع ہوا کرتے ہین۔ " طبقے کي طبعی خاصیتین۔درشت اور باریک خانون کا بارہا بدلنا۔اور بہاو کی باریک تہ سیپیون پر اکثر علامتین اور ترچھا بہلے جانا جو درشت تہ سانڈسٹون مین بہاو کے جمنے سے پایا جاتا ہی اور جبکہ درشت سانڈسٹون اسکے اوپر جمتا جاتا ہي تب خانے کے اوپر کے حصے کا جیسے کہ کوئلہ کا ڈورا ہي جابجا گھسا ہوا اور کہلا ہوا ہونا حقیقتین ہین۔کہ یہہ تمام باتین اِن خانون کی اصل تالابون سے ہو اِس گمان کے خلاف ہین بلکہ برعکس اسکے اس خیال کو زیاده زور کي تقویت دیتا ہی کہ یہہ جماو دریا کي وادیون مین بنے ہین۔اسلئے سب باتون پر نگاه کرتے ہوے موجوده شہادت یہہ بتلاتی ہی۔کہ گندوانہ سلسلہ کسی بڑے دریا کی وادي مین یا دریا کی وادیون کے سلسلے مین جو موجوده انڈوگیانجیٹک میدانون سے بہت مشابہت رکھتا ہو۔جماتہا۔

سلسلۂ گندوانہ کي مٹی بہت ہی ہلکی قسم کي مٹی ھے۔ جو کھیتی کرنیکے قابل نہین اور یہی سبب ھے کہ ملک کے بڑے بڑے میدان جہان یہہ چٹانین واقع ہین بنجر ویرانے سے پڑے ہوے ہین یا سانڈسٹون کے اجزا جدا ہو بڑے بڑے ریت اور بالو کے میدان بن کر اِن چٹانون کو بالکل نیچے پوشیده کردیتے ہین۔

گندواناس کی بالاتر اور پائین تہ سلسلون مین تقسیم ہوسکتی ہی۔یہہ تفاوت بنگالے مین صاف تہ نمایان ھے۔نہ صرف اِن دونون حِصص کے طبقات کي جماوٹ مین لیکن انکے مادہائے ارضی مین بھی اور بلکہ جہان جہان قسم روئید گی یکسان ہوتی ہي تو جینیرا ہمیشہ جدا گانہ ہوتا ہی۔لیکن جنوبی ریوا مین سات پورا کے اندر یہہ تفاوت ایسا صاف نہین پایا جاتا۔

---

[1] ایسٹھیریا چھوٹے سخت چھلکا رکھنے والے جانورون کی قسم ہی جو مخصوص میٹھے پانی مین پائے جاتے ہین۔مگر کتنی ایک قسمین کھارے پانی مین بھی پائی گئی ہین۔ایسٹھیریا کا مآدۂ ارضی وقت کے لحاظ سے دیونین سے ٹوشیری زمانے تک کا ہی۔

لوئر گندوانہ سیریز یا پائین تر سلسلۂ گندوانہ

سلسلۂ گندوانہ کے پائین ترین رکن کو تالچیر اسی نام کے ایک چھوٹے ضلعے پر سے کہا گیا ہے جو آریسہ کے محلون کا ایک ماتحتی محل ہے۔تالچیر باریک کیچ والی سیپیون کے اور باریک دانہ دار نرم لایم سٹون کے بنے ہوے ہین اور گندوانا س کے ہریک وسیع جماو مین قریب ہمیشہ موجود رہتے ہین۔یہہ سیپیان ہرا لئے ہوے خاکستہ یا زیتونی رنگ کي ہوتی ہین اور بعض وقت سلیٹی۔انکی بناوٹ نہایت باریک اور انپر آڑے تیڑھے بیشمار جوڑ رہتے ہین جن سے انکے باریک کرنیدار ٹکڑے ٹوٹکر بنجاتے ہین۔

مخصوص تالچیر سانڈسٹون نرم ہوتا ہے۔باریک دانہ دار اور بناوٹ مین یکسان جسمین اکثر کوارٹز اور نا شکستہ گلابی فیلسپار ہوتا ہے۔رنگ مین وہ پھیکے ہرا لئے ہوے خاکي رنگ یا گندمی رنگ یا پھیکا گلابی رنگ کا ہوتا ہے۔تالچیر مین بہت سی چٹانون کي بناوٹ کے برخلاف باریک دانہ دار خانے یعنے سیپیان ہمیشہ سب سے نیچے رہتی ہین انپر سانڈسٹون پڑا ہوا ہوتا ہے۔اور موٹے دانے والے باریک دانے والون کے اوپر پڑے ہوے ہوتے ہین۔

تالچیرز مین تین جدی جدی خاصیتین ہین۔پہلے تو سیپیون مین اور باریک سانڈسٹون مین اکثر گروہ کے تحت کي طرف مگر بارہا تحت کے کئی ایک سوت کے اوپر گول اور مدور پیبل پتھر اور پشتے واقع ہوتے ہین جو قد مین بہت جدا جدا ہوتے ہین یعنے پاو انچ کے ٹکڑون سے لیکر بڑے بڑے پندرہ فٹ قطر والے ہوا کرتے ہین۔چونکہ یہہ پشتے باریک سے باریک تلچھٹ مین دبے ہوے پاے جاتے ہین اسلئے ایسا خیال کیا گیا ہے کہ وہ جوش والے بہاو سے مدور ہوگئے ہین۔لیکن برف کي تاثیر سے اپنے اخیر مقام پر ڈھرے گئے ہین۔اس بولڈر بڈ مین اسلئے ہمین تیرتے ہوے برف کا وجود گندوانہ زمانہ مین خط اعتدال کي شمال مین سولہ درجہ کے قریب پایا جاتا ہے۔دوسرا۔تالچیر کي باریک سیپیان آتش فشان چٹان سے زبردست شباہت رکھتي ہین۔اور سانڈسٹون بھی کتنے ایک درجہ ٹوٹے ہوے بیاسولٹ کے مانند رنگ و روپ مین اور طرز تاثیر ہوا مین ہے۔یہہ شباہت اتنی بہت ہے کہ کئی ایک دیکھنے اور امتحان کرنے والون نے تالچیر خانون کي تفریق ٹراپین کے ساتھہ کي ہے۔تیسرا۔تالچیر مین ایک عجیب قوت شکستگی کو روکنے کي ہے۔اور یہي سبب ہے کہ جن جن مقامون مین وہ آبی بہاو کي چماوٹ سے پوشیدہ نہین ہین وہ بالکل ویران بنجر پڑے ہوے ہین۔کیونکہ وہ خود شکستہ ہوکر مٹی نہین بنتے۔اسطرح کوئلہ کے فیلڈز کي کنارونپر جہان تالچیر اکثر کھلے رہتے ہین کوئی شخص میلون شکستہ ہرا رنگ لئے ہوے خاکي سیپیون پر چلا جاے تو اسے کسی طرح کي روئیدگی نہ ملیگی۔

جو مادہائی ارضی تالچیرس مین پائے جاتے ہین وہ بہت تھوڑیسے ہین۔ذیج روح کے اجزا مین صرف شش پاے کیڑون کے پر اور کچھہ حلقے دار کیڑون کے نشان پاے گئے ہین۔روئیدگی کے اجزا [1] تین فرنس یعنے جھاڑیون کي اور ایک پودہ نیگیرا تھیومپسس [2] جسلوپی نام کے پودے سے مشابہت رکھنے والا لیکن جو ہنوز صاف طور پر پہچانا نہین گیا ہوا ہے اسکی بنی ہوی ہین۔یہہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہہ مادہائی ارضی صرف بلند تر خانون مین واقع ہین۔اور باریک سیپیان جو اس عمدگی سے روئیدگی کي علامات محفوظ رکھنے کے لایق ہین انمین کسیطرح کي اور گیانک میاتر نہین ہے۔

سطح راجمحل مین تالچیر کا زیادہ سے زیادہ دل جہان وہ پورے طور کي پختگی پر ہین ۸۰۰ فٹ سے زیادہ نہین۔

چونکہ پہلے پہل گندوانہ سلسلے کي تحقیقات بنگال و ممالک متوسطہ مین ہوئی تھی۔اسلئے جدی جدي سطح پر خانون کي مناسبت کچھہ کچھہ جدا ہے۔لیکن سارے ہندوستان کي سطح کہ جس سے ہمکو تعلق ہے اسکے خانے تالچیر کے اوپر چڑھاو کے نظام مین براکرز اور کامٹھیز ہین۔

براکرز کا نام اسی نام کے دریا سے پڑا ہوا ہے جو رانیگنج کول فیلڈ کے مغربی حصے پر واقع ہے۔یہہ بھی مانند تالچیر کے بہت وسعت کے ساتھہ پختہ ہوے ہین۔انمین قسم قسم کے سانڈسٹون۔سیپیان اور کوئلے ہین۔سانڈسٹون اکثر دو شست اور فیلسپار والے شکل مین بہت گنجاور ہین اور شکستہ فیلسپار سے پھیکے یا سفید رنگ کے ہین۔دوسری خاصیت یہہ ہے کہ براکرز چٹان چھوٹے اور بہت مدور سفید کوارٹز پیبل پتھر کا طبقہ ہے۔جسکا قالب اکثر سفید سانڈسٹون کا ہوتا ہے۔

اگرچہ سفید فیلسپاتھک قسم براکرز کا خاص سانڈسٹون ہے اور بنگال اور چندا اور گوداوری وادی کي سی دور و دراز اور جداگانہ سطحون پر واقع ہی لیکن گندمی۔سرخ۔زرد اور دوسرے رنگ بھی پاے جاتے ہین۔براکرز کے کوئلے جدا جدا کوئلے کے کانون سے بہت علاحدہ ہین۔مگر وہ سب ایک خاص طور پر بیلے ہوے ہونیکا دکھاو رکھنے مین مطابقت رکھتے ہین جسکا سبب یہہ ہی کہ یکے بعد دیگرے چمکیلے اور دھندلے رنگ کے کوئلون کے پرت واقع ہوے ہین۔سب سے عمدہ کوئلے وہی ہین جنمین

---

[1] یہہ فرنس گنگا موپٹیرس سائکلیوٹیرایڈز۔گنگا موپٹیرس آگسٹي فولیا اور ایک قسم کي گلاسوپٹیرس ہے۔

[2] نیگرا تھی کاردونیفرس روئیدگي کی ایک تبدل پذیر قسم ہے جو درمیان سائکادز اور کونیفرز کے واقع ہے۔اس روئیدگی مین ایسے درخت ہوتے تھے جنکی بلندي ۲۰ سے ۳۰ فٹ ہوا کرتی تھی۔انکا عموماً دکھاو قریب قریب امکروپائن کاسا تھا۔

چمکدار طبقے زیادہ ہوتے ہین—اگرچہ بہت سی سطح زمین کا براکرز کوئلہ عمدہ ایندھن دیتا ہی تاہم وہ معمولی انگریزی کوئلے سے بہت ہلکی قسم کا کوئلہ ہے—

بعض بعض مقام پر براکرز تالچیر کے بالکل موافقت مین واقع ہوتي ہین—اور دونون سلسلے ایک دوسرے مین ملجاتے ہین—لیکن ایک مقام پر یعنی رامگڑہ کول فیلڈ مین تالچیر کے علطیدہ تکڑے اوپر پڑے ہوے براکرز مین پائے جاتے ہین جس سے یہہ ثابت ہوتا ہی کہ تحت کے خانے تاثیر آب سے دوسری جماوٹون کے پیشتر ڈھوے گئے تھے—لیکن بہت سے مقام مین براکرز نیچے پڑے ہوے تالچیر کو لپیٹ لیتا ہی اور ٹھیک میٹامورفک چٹانون کے اوپر ٹھہرتا ہی—براکرز کا زیادہ سے زیادہ دَل ۳۳۰۰ فیٹ سے زیادہ بڑھتا نہین ہے—اور یہہ زیادتئی مقدار درشتگی صرف جھیریا فیلڈ مین پائی جاتی ہے—ان براکرز خانون کا معمولی دَل ۲۰۰۰ فیٹ سے زیادہ نہین ہے—

براکرز سطح دکھن کے سچے کوئلہ کے کھتے ہین اور اس بات کو یادرکھنا دلچسپی رکھتا ہے کہ اس سطح مین اقلاً جماوٹین—جو زمانے کے لحاظ سے یورپ کے کاربونیفرس چٹانون سے مطابقت رکھتی ہین—کوئلہ رکھنے والی نہین ہین بلکہ اس ملک کے کوئلے کے کھتے بلحاظ طبقات کي بندش کے اُس زمانے سے مطابقت رکھتے ہین جیسے پرمیوٹرایاسک ایج کہین—لیکن سطح ہندوستان مین کوئلے مختلف جدیدتر جماوٹون مین پائے جاتے ہین—

براکرز مین فوسِلز یعنے مادہاے ارضی عام طورپر نہین پاے جاتے لیکن جہان کہین ہین تو وہ اکثر مرکب ہین گلوسوپٹیریس یا ورٹیبراریا سے جو ایک مشکوک قسم کي روئیدگی ہے جو ممکن ہے کہ اِکویسٹاشیا یعنے سمندر کے دودہ پلانیوالے جانورون کے فرقے سے تعلق رکھتے ہون—

گوداوری وادی مین براکرز کے اوپر پڑے ہوے خانے کامٹھی کے نام سے بیان کئے گئے ہین—یہہ نام ناگپور کي شمال و مشرق مین بارہ میل کے فاصلہ پر جو مشہور میلیٹری اسٹیشن ہے اسپر سے دیا گیا ہے—

خاص کامٹھی جو ناگپور کے قریب مین تیار ہوتے ہین انمین کونگلومیریٹ گرِٹ سانڈسٹون سیپیان اور مٹی ہوا کرتی ہی—لیکن اور مقامون مین انمین نرم اور مشبک سانڈ سٹون گندمی یاسفید رنگ کا ہوتا ہی جسمین بعض وقت کونگلو میراٹک لیکن اکثر سخت آہنی پُرزے رکھنے والے پتے اور تھوڑیسی سیپیان ہوتی ہین- سطح رانی گنج اور ڈاموڈا مین جوخانے کامٹھی سے مطابقت رکھنے والے ہین انمین جو فوسل پلانٹ پائے جاتے ہین انکے اندر تھوڑاسا انکا اصل کاربن رہتا ہی لیکن کامٹھی کے فوسِل پلانٹ مین اسکے نشان بالکل نہین پاے جاتے—اور یہہ ایک تفاوت ہے جو قابل یادرکھنے کے ہے-کامٹھی دل مین بہت ہوتے ہین یعنے پانچ ہزار سے چھہ ہزار فِٹ تک—

کامٹھی مین فوسل پلانٹس یعنے مادہائے ارضی بہت ہین—اکویسٹاشیا کي دو جنسین یعنے فائلوتھیکا انڈیکا اور ورٹیبراریا انڈیکا سات قسم کے گلوسوپٹیرس دو قسم کے ماکروتیما پیٹرس اور نیگیرا تھیماپسس ہسلوپي معہ دوسرے کتنے ایک کے پائے جاتے ہین—

لوئر گندوانہ چٹانون کي تینون تقسیمین یعنے تالچیرز—براکرز اور کامٹھی قلمرو حیدرآباد مین اچھی طرح پختگي پاتی ہین اور اسکے قیمتی کول فیلڈز اسکو دیتی ہین—وہ یکسان وادئی وردھا سے لیکر تھوڑے ہی میل کے فاصلہ پر قریب ایلورا کے مشرقي کنارے کی ڈیلٹا اِک جماوٹون تک پھیلے ہوے ہین—

اس سطح کے اندر تالچیرز اگرچہ جہان تہان مخصوص بولڈر بڈ دکھلاتے ہین تاہم کم پختگی کو پہنچتے ہین—براکرز بھی—کہ وہی حیدرآباد مین کوئلہ رکھنے والے خانے ہین صرف تھوڑا ہی دل پکڑتے ہین—برخلاف اسکے کامٹھی بالائی سطح مین بہت وسیع ہین اور دُل بھی انکا بڑا رہتا ہی—اسطور سے جبکہ تالچیرز ۲۰۰ فٹ دلدار ہین تو براکرز ۳۰۰ فٹ اور کامٹھی ۴۵۰۰ فٹ ہین—جنوب سے شمال کو بڑھتے ہوے براکرز کے کوئلہ رکھنے والے خانے ملک حیدرآباد مین مرقومہ الذیل مقامون مین پاے جاتے ہین—کننی گیری—بادورام یادامرچرلا-سنگاریني-علي پلي-کامرام-ہنڈیلا-چونور—تانڈور—اکساپور—انترگاؤنون اور ساستی—اِن کول فیلڈز کا ذکر اکونامک منرلز یا کار آمد معدنیات کے بیان مین ہوگا—

لوئر گندوانہ چٹانون کی اس وسیع سطح مین مآدہائی ارضی کی یافت بہت کم ہی—اور جو کچھہ کہ پاے جاتے ہین وہ کامٹھی سطح کے متعلق ہین—

دکھن کے اپر گندوانہ خانے وہ ہین جنہین کوٹا مالیری گروہ کہتے ہین—انکا نام دوگانون پر سے پڑاہوا ہی جو آج مدت دراز سے علماے ترکیب زمین ہند کو بہ سبب مچھلی کے دانت اور فوسِل فش کی دریافت ہونیسے معلوم ہین—کوٹا دریائے وین گنگا یا پران ہتہ کے بائین کنارے پر اسکے اور دریاے گوداوری کے سنگم سے آٹھہ میل پر اور مالیری سیرونچا کی شمال ومغرب مین بتیس میل کے فاصلے پرواقع ہی—

اِن خانون مین چمکدار سرخ رنگ کی مٹی نرم پھیکے رنگ کے اور کُھلی بُناوٹ کے سانڈسٹون مین ملی ہوی ہے—اور نیچے پڑے ہوے کامٹھی کے طبقون کے ساتھہ بے ترکیبی سے پڑے ہوے ہین—سرخ مٹی مین جو فوسِل پائے جاتے ہین

انمین خصوصاً سنگین شده گوبر پایا جاتا ہی لیکن تین ذات کے لیراٹودس (سخت چھلکا رکھنے والے کیڑون کی ایک قسم) اور دوقسم کے رینگنے والے کیڑے بھی پائے جاتے ہین- کوٹا مالیری خانے کچھہ تو ممالک متوسطہ کے سیرونچا ضلع مین اور کچھہ تو قریب آئے ہوے ملک حیدرآباد مین واقع ہین-

دکھن تراپ اور انٹر ٹراپین

جزیرہ نما یعنے دکھن کی سرحد مین دکھن تراپ سطح کی وسعت مین صرف میڈا مورفک سیریز سے بڑھکر ہین- رہ وند ھیڈنس یا گندواناس کے مانند دلدار نہین ہین لیکن انکی عجیب ہمواری نے قدیم تر چٹانون کو پوشیدہ کررکھا ہے- دنیا بھر مین وہ مدفون شدہ تراپ کے نہایت عظیم الشان پشتے ہین- انکا سیدھا سرل دل ۴۰۰۰ سے ۶۰۰۰ فٹ کا ہے -اور دو لاکھہ مربع میل کي سطح پر واقع ہین- جو ممکن ہے کہ اصل مین بہت زیادہ ہو-

دکھن تراپ مین خصوصاً بسالٹک لاوا یعنے سیاہ پتھر کا رس جو آتش فشان پہاڑ سے بہر نکلتا ہے اسکے بہاو ہین جو اکثر مقام مین دولیرائٹ کي شکل لیتا ہی- لیکن بناوٹ مین مختلف قسمین واقع ہوتی ہین- بعض نہایت چسپیدہ اور یکسان ہوتے ہین اور بعضی کہردرے بلورین جنمین اولیواین (زردی لئے ہوے ہری دہات) ہوتے ہین- اور ایک قسم مین تو اقلاً بڑے نلیدار چمکیلے فیلسپار کے بلورین ریزے ہوتے ہین جنکا رنگ یا سفید یا ہرا رہتا ہی- قسم قسم کے ہلکے معدنیات جو تراپ کي جماوٹ کے بعد چمکدار ہوگئے ہین وہ کثرت سے پاے جاتے ہین- نہ صرف نوڈیولز یعنے مدور شدہ پشتون مین جو چٹانون مین جابجا منقسم ہین- بلکہ تمام گڑہون اور کہاڑیون مین پرت جماے ہوے پاے جاتے ہین- انمین خصوصاً کوارٹز یا بلورین قسم کا یا تویشم یا بلڈسٹون (ایک قسم کے لوہے کي کچی دہات) یا زبرجد وغیرہ اور اِسٹل بائٹ- پرنہائٹ- ایپوفیلائٹ اور چونے کي شکل مین زیولائٹ ہوتے ہین- ہری دہات گلوکیونائٹ بہت عام ہے-

دکھن تراپ کے بہاو شاید بغیر آتش فشان پہاڑون کے کونے دار اوبہارون کے شگافون اور سوراخون سے واقع ہوے ہین- کیونکہ ایسے اوبہارون کے بتدریج پھیلتے ہوے خانون کا پتا نہین لگتا- جو جو شہادتین کہ اسوقت بہم پہنچ سکتی ہین انسے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ بہاو بالاتر کریٹیشیس یا پائن تر یوسین زمانے مین واقع ہوے ہونگے- کریٹیشیس وہ زمانہ ہے کہ جسمین سفیدے کے طبقات جمے اور یوسین ٹرشیری زمانے کے حصون کا پہلا زمانہ ہے-

از روئے ترکیب زمین تراپ ملک کو جو اس سے دھنکا ہوا ہے ایک عجیب شکل مین لا رکھتا ہے- ہم بڑے بڑے ناہموار چڑہاو اُوتار کے میدان پاتے ہین جو ایک دوسرے سے ہموار چوٹی والی پہاڑیون کے سبب جدا کئے گئے ہین- اور اِن پہاڑیون کي اطراف گویا چبوترون سے نشان یافتہ ہین جو سخت اور نرم بسالٹک لاوا کے طبقون کي غیر معتدل تاثیرات ہوا سے بنے ہوے ہین- بسالٹ کي شکستگی سے جو مٹی پیدا ہوتی ہے وہ عمدہ کالی مٹی ہے جسے روئی کي کالی مٹی کہتے ہین- جسمین نمي زیادہ رہسکتی ہے اور نیس کي مٹی کے مقدار کا پاني بھی نہین دینا پڑتا-

اِن سنگابہ بہاوکے ساتھہ کیچ کے طبقے جو اکثر فوسیلیفرس ہوتے ہین کئی ایک مقامون پر بہیل سیل ہوگئے ہوے پاے گئے ہین- انہین انٹرٹراپین کہتے ہین اور یہہ دکھن سیریز مین دو بالکل جدے حصون مین واقع ہوتے ہین- پہلے تو بنیاد کے پاس اور دوسرے تراپ کے بلند ترین حصہ مین- ثاني الذکر صرف جزیرۂ بمبئی کے کنارے کے قریب اور بالکل ہمسایہ مین واقع ہوتے ہوے معلوم ہوے ہین-

انٹرٹراپین طبقون کي عام ترین شکل سیاہی مائل مضبوط چٹان ہے- گویا ایک قسم کا کسوٹی کا پتھر- یہہ چٹان اصل مین سِلٹ تہا- اور بعدازآن پگھلے ہوے انبار کے بہاوسے سخت ہوگیا ہے- اِنٹرٹراپین طبقون کي دوسری قسمین سیاہ یا پھیکے خاکي رنگ کے لایم سٹون کي ہین جو اکثر مٹی والی اور کثیف رہتی ہین-

انٹرٹراپین نہایت فوسیلیفرس یعنے مادہائی ارضی رکھنے والے ہین اور انمین کثرت سے میٹھے پاني اور زمین کے جانور اور روئیدگیان پائی جاتی ہین- بغیر ہڈي کے جانور بہت ہین اور بعض مقامون پر چقماقی طبقون مین نہایت خوبی سے محفوظ ہین- عام ترین اشکال فائسا اور لمنیا ہین اور یونیو اگرچہ کسی مقام پر کثرت سے ہین لیکن بمقابلہ کمیاب ہین- پالودینا ولواٹا اور میلانیا بھی کسی طرح کم نہین- جیسے کہ بغیر ہڈي والے جانور ہین ویسے ہی اینٹو موسٹراکس کرسٹیشین سائپرس بھی عام ہین- دوسرے فوسل بھی جو کہ پائے جاتے ہین شکستگی کي حالت مین ہوا کرتے ہین جنہین پہچاننا مشکل ہے- صرف ایک ہی قسم کي روئیدگی کارا ذات کي بیان کي گئی ہے- یہہ بغیر پھول والے پودے ہین کہ جنکے تنے جوڑ والے ہین- تمام بغیر ہڈي کے اور سخت چھلکا رکھنے والے جانور میٹھے پاني کے ہین اور کہارے پاني کے جانور سواے راجا مندري کے قریب آے ہوے خانون کے اور کہین نہین ملتے-

دکھن تراپ کا بہت بڑا مقدار ملک حیدرآباد مین ہے جہان قریب قریب نصف سطح پر واقع ہین اور ملک کے شمالی و مغربی حصص کو روکے ہوے ہین- انکی شمالی سرحد قرب و جوار ایلاباد مین واقع ہے- جو سیرپور ٹانڈور کي عملداري مین ہے- اور جنوبی سرحد پر برار سے لیکر

آجنٹا تک ہے جہان سے اسکی مغربی حد کا سُراغ اورنگ آباد۔
بیڑ اور نلدروگ تک لگایا جاسکتا ہے۔مشرق و جنوب
مین سطح ٹراپ نا ندر سے کولاس ہوکر بیدر تک چلی گئی
ہے اور پھر اُلٹ کر ولال سے گلبرگہ کو اور وہانسے ساگر کو
جاتی ہے۔ایک چھوٹی سی وسعت کا انٹرٹراپین خانہ
جسمین اسکے خاص میٹھے پاني کے فائسا اور لمنیا ہین
سو وادی جنکشن سے اٹھاسی میل کے فاصلہ پر شنکرپلی کے
قریب واقع ہے۔

لیٹیرائٹ یا سرخ پتھر

آتش فشاني کے اتمام نے جزیرہ نمائے ہند کو ایک بہت
وسیع بسالٹک میدان بنا دیا جسمین سے بعدازآن ہوا اور
پاني کي تاثیرات سے پہاڑیان اور وادیان کھد گئین۔پاني کے
بہاو سے جو جماوتین ہوتی گئین انکے سوا ٹراپ پر جو ایک
ہی ایک جماوت واقع ہوی سو لیٹیرائٹ یا سرخ سنگ کي
ہی جو اپنی طبعی شکل مین ایک مشبک مٹی والی
چٹان ہی ۔ اسکے پشتے مین بے طور پیروکسائڈ آف آیرن
در آیا ہوا ہے۔اور جسکا دَل ۴۰ سے ۲۰۰ فٹ تک پہنچتا
ہی۔لیٹیرائٹ کي کھلی ہوئی سطح نہایت ناہموار ہی۔اسکا
سبب یہہ ہی کہ اوپر کا نرم حصہ دھویا گیایا ہی۔اور جہان
تہان نلیان اور گڑھے واقع ہین۔

اسمین لوہا یا صاف ہائڈریٹید پیروکسائڈ یعنے لِمونائٹ
جو کچھہ تو نمناک حالت مین اور کچھہ تو خشک
حالت مین موجود ہے۔یہہ لیمونائٹ بیروني بھوری چمک
دیکر چٹان کو سیپی کا اور گول اوبھرا ہوا دکھاو دیتا ہی۔
یہہ نیس کے دہاتی فضلے سے زبردست مشابہت رکھتا ہی۔
جدا جدا مقام پر لیٹیرائٹ مین لوہے کا مقدار جدا جدا
ہی۔مگر عمدہ سے عمدہ قسم کے لیٹیرائٹ مین سو مین
چھیالیس حصے پیروکسائڈ آف آیرن رہتا ہی۔ہندوستان کے
کئی ایک حصون مین لیٹرائٹ لوہے کي کچی دہات کے
طور پر کھود نکالتے ہین۔

ترکیب لیٹیرائٹ دوشکلونمین منقسم ہی۔سطح بالا و سطح
پائین۔سطح بالا کا لیٹیرائٹ مخصوص دکھن پلاتو مین ہے
جو بلند سے بلند سلسلون پر مستر ہے اور بلند سے بلند ٹراپ
خانون پر گویا ٹوپی بنائے ہوے ہی۔وہ مہابلیشور مین ۴۷۰۰
فٹ کي بلندی پر واقع ہی۔اور پہاڑیون کي چوٹیون پر ۲۰۰۰
سے ۳۵۰۰ فٹ پر واقع ہے۔بعض ایسی ٹوپیان بہت وسیع
ہین۔ملک حیدرآباد کے اندر بیدر مین جو خانہ ہے وہ
کہتے ہین کہ ۲۸ میل لنبا اور ۲۲ میل چوڑا ہي اور کلیان مین
جو بیدر سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے وہ اور بھی وسیع ہی۔

سطح پائین کے لیٹیرائٹ دونون کنارون کے بڑے بڑے
میدانون پر واقع ہین۔بر عکس سطح بالا کے لیٹیرائٹ کے
اسمین بالو کے دانے اور کنکر قالب آہن مین مدفون ہین اور بتدریج
نا معلوم طور پر ریت والی مٹی اور کنکر مین مل جاتے ہین
جسمین بہت ہی تھوڑا حصہ لوہے کا رہتا ہی اور مشکل سے
ہم انکو لیٹیرائٹ کا نام دیسکتے ہین۔

بالائی سطح کے لیٹیرائٹ مستر فوٹ کے قیاس سے جدی
جدی شکل کي چٹانون کے تبدلِ مقام کا نتیجہ ہی۔
خصوصاً بسالٹ کا جو صرف تبدیلئی ہوا سے وقوع پذیر ہوتا ہي۔
اور بے شک کتنے ایک مقام مین یہي حال نظر آتا ہی جہان
لیٹیرائٹ ٹھیک بسالٹ پر واقع ہوتا ہی اور دونون چٹانین
ایک دوسرے کے اندر سے گذر گئی ہوی معلوم ہوتی ہین۔
لیکن یہہ ہرجگہہ نہین ہی۔اور تمام موجودہ شہادت جو
دستیاب ہوسکتی ہے ثابت کرتی ہی کہ بعض بعض وقت پر
لیٹیرائٹ بسالٹ کا ہوا کي تاثیر سے بدلنے کا نتیجہ ہی۔
لیکن ہمیشہ یہہ بات نہین۔لیٹیرائٹ مین شکستگی کو روکنے
کي ایک عجیب قوت ہے اور جہان کہین پہاڑی پر اسکا
غلاف یا ستر ہوتا ہی تو نچلا حصہ پھر جمی ہوی ڈیبرس سے
دھنکا ہوا ہوتا ہی۔اسکی تفہیم اسطور سے ہوسکتی ہی کہ نمناک
پیروکسائڈ کي بہت بڑی چکني چپکنے والی خاصیت ہے
جس سے جیسے ہی شکستگی ہوتی ہی کہ شکستہ اجزا فوراً
پھر جم جاتے ہین اور اصل چٹان ہوجاتی ہی۔

دکھن ٹراپ کے مطابق بالائی سطح لیٹیرائٹ بھی ملک
حیدآباد مین بہت پائی جاتی ہی۔علاوہ بیدر کے یہہ چٹان
وقارآباد مین بھی بہت پائی جاتی ہی۔اور اننت گیری کي
پہاڑیان بھی اس سے مستور ہین۔وقارآباد مین اسکا دَل ۵۰ سے
۱۰۰ فٹ کا ہوتا ہی۔اور وہان کے کنوؤن کے پاني مین آہنی مزا
اور مقوی خاصیت پیدا کرتی ہے۔

لیٹیرائٹ کے وجود کا زمانہ ابھی تک قایم نہین کیا گیا۔
فيالحقیقت اسکی مختلف بلندیون کے وقوع کے لحاظ سے اور
اسکے نیچے آئے ہوے خانون کے ٹھیک ٹھیک مقام کے تبدل
کا نتیجہ نکالنے سے ایسا ممکن معلوم ہوتا ہی کہ وہ جدے
جدے زمانیمین اخیر زمانے تک بنتا گیا ہی۔

ایلووِیل ڈیپازٹس یا سیلاب سے مٹی کي جماوتین

برخلاف نربدا اور تاپتی کے دریائے گوداوری کے سیلاب کي
جماوتین جدا جدا طاسون مین واقع نہین ہین۔دریا کا
عام انداز چھوٹا ہونیکے باعث وہ ایک بہت وسیع اور
چوڑا ایلوویل میدان ہو گیا ہے۔جہان جہان کہ وہ نرم تر
خانون پر سے گذر کر سخت چٹانون کے درمیان سے سیدھے
سرل ڈھالوانون کو کاٹکر جاتی ہے۔لیکن پائٹن کے قرب و
جوار مین تمام بالائی حصے پر یہہ دریا ایک بہت وسیع
ایلوویل سطح بناتا ہے۔جسمین سنگریز ہائی یشم مدور شدہ

ر نسالٹ کے ٹکڑے ہواکرتے ہین—سیلیکا بنے ہوے لکڑے مختلف قد و قامت کے پائی گئے ہین بلکہ شیر خوار حیوانون کي ہڈیان—جو ہاتھی کي یا چرندون کي یا جگالی کرنے والے جانورون کي قسم کے جانورون کي سمجھی گئی ہین—تھوڑے عرصہ کے پیشتر پائي گئی تھین—منگی اور پائڈن کے قریب کے سنگریزون سے جو فوسل ہڈیون کے لئے مخصوص مقام ہے—مسٹر وین نے ایک یشم کا کالا پایا جو صاف انسان کي ساخت کا تھا—یہہ جزیرہ نما کے پلیسٹوسین گراول بڈز مین انسان کے سراغ کي دوسری دلیل ہے—پلیسٹوسین ٹرشیری زمانے کا اخیر اور انسان کي پیدایش کے پیشتر کا زمانہ ہے—ہنگولي کے قریب ایک مقام ہے جہان کہتے ہین کہ فوسل ہڈیان کثرت سے پائی گئی تھین لیکن افسوس ہے کہ انکی حفاظت نہ کي گئی—

دریائے کرشنا کے سنگریزے گوداوری کے سنگریزون کے مطابق ہین—وہان ایلوویل مٹی—ریت—سنگریزے اور چونے کے پرتون کے میدان ہین—لیکن کوئی بھی زیادہ وسعت نہین رکھتا—اس دریا اور اسکے معاونین کے موجودہ رود خانون کے اوپر ۶۰ سے ۸۰ فیٹ تک گراول کے طبقے پائے گئے ہین—

کرشنا کے ایلوویل دیپازٹس مین کچھہ بھی وقعت رکھتے ہین سو الماس کے سنگریزے ہین جو مُنیر کے سنگم کے قریب دریا کے بائین کنارے پر پڑے ہوے ہین—اِن جماوٹون مین ریتلی پٹریون کے طبقے ہین—یہہ پٹریان مخصرص کوارٹزائٹ سے مرکب ہین اور انمین سے الماس نکالے جاتے ہین—دریا سے اوپر بہت بڑے لیول یعنے بہت اونچی سطح تک گراول پڑے ہوے ہین اور وہ روئی کي کالی مٹی سے دھنکے ہوے ہین—

مٹی خصوصاً وہی ہے جو اوپر پڑی ہوئی چٹانون کي شکستگي سے وقوع پذیر ہوتی ہے—جسمین قسم قسم کي ریتلی مٹی—سرخ یا سفید دلدل اور کچی دہات کا تلچھٹ ملا ہوا رہتا ہے—یہہ ریگر یا تلچھٹ سیاہ یا گندمی مٹی والی زمین ہے—جسمین اکثر مختلف حصص چونے کے ملے ہوے رہتے ہین—وہ بھیگی حالت مین دلدار اور چکنی رہتی ہے—لیکن جب سوکھتی ہے تو ہلکی اور بُھسکي ہوتی ہے اور اسپر شگاف پڑ جاتے ہین—وہ دیرتک نمي کو روکے رہتي ہے اور عموماً ٹراپ روک کے ساتھہ شامل کي جاتی ہے کیونکہ اسکی اصل اسیکی شکستگی سے ہے—

کار آمد معدنیات

قلمرو نظام کا بہت بڑا حصہ چمکدار چٹانون سے دھنکا ہوا ہے اسلئے اقسام کے معدنیات بعض بہت اور بعض کم مقدار مین دستیاب ہوتے ہین—

قدیم زمانیمین سوائے الماس—سونا—لوہا اور عمارت کے پتھرون کے کسی اور دہات کي طرف خیال رجوع ہوا ہو ایسا نہین پایا جاتا—کرشنا کے ایلووئیل دپازٹس مین سے الماس پرتیال کے قریب کھود نکالے جاتے تھے جسکا ابھی ذکر کیا—اور دوسرے نومقام معلوم تھے جہان سے الماس دھونیسے پائے جاتے تھے—کرنول کي کانین بھی اُس زمانہ مین شاہان گولکنڈہ کے قبضۂ تصرف مین تھین اور انہین کانون کے سبب سے یہہ ملک دنیا بھر کي تواریخ مین مشہور ہوا—فرنچ جوہری اور سیاح ٹماورنیر نے—جو سنہ ۱۶۵۰ ع مین یہہ کانین دیکھنے گیا تھا—نی—کولور مین ساٹھہ ہزار مزدورون کو کام کرتے ہوے دیکھا—اسکا بیان یہہ ہے کہ وہان بہت بڑے بڑے ہیرے دستیاب ہوتے تھے—

پرتیال مین الماس رکھنے والا طبقہ دس یا بارہ انچ سے لیکر اٹھارہ انچ تک ہے اور اسکو روئی کي سیاہ چودہ سے اٹھارہ فیٹ کے دَل والی مٹی دھانکے ہوے ہے—حیدرآباد دکھن کمپنی جسنے موجودہ الات سے اس کام کو ازسرنو کرنا شروع کیا بہت کچھہ کامیاب نہوئی—ستر ہزار پاونڈ کے مخارج کے بعد چار ہزار چھوٹے چھوٹے الماس کے ریزے پائے گئے جنکی کل قیمت سات سو پاونڈ ہوئی—ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اگلے زمانیمین یہہ مفید معدني زمین کھودي گئی ہے اور اب جو رہا ہے وہ صرف مٹی کے دھیلے ہی دھیلے ہین—

عمدہ سے عمدہ قسم کي لوہے کي کچي دہات جسمین مخصوص سرخ اور مقناطیسی دہات ہوتی ہی سو ملک کے بہت سے وسیع حصون مین واقع ہی—بہت ہی قدیم زمانے سے ملک نظام کا لوہا یلغارب—نرمل—جکتیال—ورنگل—اور دوسرے مقامون مین کام مین لایا جاتا تھا—جس کا دھلا ہوا فولاد نہایت عمدہ قسم کا بناکر دوردراز مغربی ملکونمین روانہ کیا جاتا تھا—یہہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ناپختہ دہات جس سے مشہور دمشقی تلوار بنائی جاتي تھی وہ ملک نظام کے ایک غیر معروف کانون سے لائی جاتی تھی—علاوہ مقناطیسی کچی دہات کے ایک ٹیٹا نیفرس نام کي کچی دہات ضلعۂ ورنگل کے نلون سے پائی جاتی ہی—زرد اور سرخ آہن رکھنے والی مٹی بھی پائي جاتی ہی—اور ایک اور قسم کي کچی دہات بھی جو ٹراپ اور لٹیرائٹ کے سنگم کے پاس میدک اور الگندل سرکارس مین پائی گئی تھی بہت سی کھود نکالی تھی—عمدہ نرمل فولاد کي ساخت مین جو دہات مستعمل ہے وہ مقناطیسی ریت اور امٹرائٹ سے ملی ہوئی ایک مٹی والی کچي دہات کا بھیل ہے اور مقدار مین ۳ سے ۲ حصے تک رہتی ہے—

اگرچہ حیدرآباد دکھن کمپنی کو سرخ اور مقناطیسی کچی دہاتون کے نہایت وسیع طبقون کي سنگاریني اور کوئلے کي کانون کے قرب و جوار مین ملنے کي امید ہے—لیکن ہنوز انکے کھود نکالنے کي کوئی کوشش نہین کي گئی—متوفی سردار دلیر جنگ نے نہایت واضح اور مکلف یادداشت اِن طبقون

کو کھود نکالنے کے واسطے تیار کی تھی جسکے لئے ایک لاکھہ پچاس ہزار پاؤنڈ کا سرمایہ مقرر کیا تھا۔ لیکن اس تجویز کا کوئی نتیجہ نہین نکلا۔ اسمین کچھہ شک نہین کہ سنگارینی سے لوہے کی کانون کے لئے آئندہ بہت کچھہ امیدین کی جاتی ہین۔ کیونکہ نہ صرف وہ کوئلے کی کانون کے قریب ہین بلکہ یلانڈو کے ہمسایہ مین چونے کے پتھرون کے بڑے بڑے جمے ہوے طبقے موجود ہین۔ اسلئے اسکی تمام ضرورت چیزین پاس ہی پاس ہین اور اسکو ایک عمدہ اور سودمند روزگار بنانے کے لئے فقط سعی و کوشش کی ضرورت ہے۔

گرانیٹوئڈ نیس۔ بسالٹ اور شاہ آباد کا پتھر قدیم زمانے سے مذہبی اور دنیاوی امور کی عمارتون کے لئے بہت کچھہ کام مین لایا جاتا تھا۔ اور اسکا واضح ثبوت شکستہ دیولون۔ مسجدون اور مقبرون سے کہ جو ملک بھر مین پھیلے ہوے ہین۔ بخوبی مل سکتا ہے۔ گولکنڈہ مین قبرون کے اوپر کا پتھر پالش کئے ہوے بسالٹ کا ہے۔ اور ویسے ہی ہنم کونڈا کے ہزارستونی دیول کے ستونونکا پتھر ہے۔ جو پتھر مکہ مسجد مین کام آیا ہے۔ سو عمدہ صاف کئے ہوے نیس کا ہے۔ اور یہی ناصاف کردہ پتھر قلعہ گولکنڈہ کی دیوارون کے لئے کام مین لیا گیا ہے۔

پہلی کارآمد معدنی تلاش جو فی زماننا سنہ ۱۸۷۲ء مین ہندوستان کے جیولوجیکل سروے کے ڈاکٹر کنگ نے کی سو سنگارینی کوئلون کے طبقون کی تھی۔ پھر حضور نظام کے صیغہ تعمیرات کے افسرون نے مسلسل کئی ایک سوراخ کئے۔ اِن طبقون کی وسعت کا ثبوت ہوا۔ اور کتنے ایک مقدار اِن کوئلون کے نکال کر مدراس مین زیر تجربہ لائے گئے۔

لیکن ٹھیک طور پر اِن طبقون کے کھودنے کا کام سنہ ۱۸۸۷ع تک نہین کیا گیا۔ اس سال مین حیدرآباد دکھن مائننگ کمپنی نے کہ جسنے لنڈن کے ایک سنڈیکیٹ سے اس ملک مین کانین کھودنے کے حقوق ایک سال پیشتر حاصل کئے تھے۔ کام شروع کیا۔ اس سنڈیکیٹ کو علاوہ حقوق کان کنی چار سال کے عرصہ تک ملک بھر مین حق تلاش معدنیات دیا۔ بعد اسکے حق تلاش گورنمنٹ کی طرف آگیا اور اسمین کچھہ شک نہین کہ باقاعدہ تلاش ملک مین بزریعہ قابل اور اچھے مستعد کارگذارون کے شروع کی جاے تو اسکا نتیجہ یہہ ہو کہ کارآمد اور قیمتی معدنیات پائے جائین۔ کیونکہ یہان کے لوگون کی آبا و اجداد سے چلی آئی ہوین باتین صاف بتلاتی ہین کہ اگلے وقتونمین یہان ہیرے اور سونے دونو کی کانون پر بڑی تیزی سے کام کیا جاتا تھا۔

فی الحال تو صرف سنگارینی کوئلے کا معدن ہے کہ جس مین فائدے کے ساتھہ کام ہوتا ہے۔

یہہ کوئلے کا طبقہ وادئی گوداورئ مین جو بڑے کوئلون کے خانے جمے ہوے ہین انمین کا ایک اوپری طبقہ ہے۔ وہ عرض بلد ′۳۰ ′۳۰ °۱۷ شمال مین اور ″۲۰ ′۰ °۸۰ طول بلد مشرق مین واقع ہے۔ چھبیس مربع میل کی سطح رکھتا ہے اور لوئر گندوانہ کے تمام اجزا اسمین موجود ہین۔ براکرز کے سنگ خانے جنمین کوئلے کی ڈوریان آئی ہوئی ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم تر چٹانون کے طاسون مین آگرے ہین اور اسطرح کامٹھی کی جماوٹ کے پیشتر کھل جانیسے محفوظ رہے۔

ظاہراً کامٹھی طبقون پر بعد جمنے کے گھلاوٹ کا اثر بہت پڑا ہے کیونکہ سوائی ایک ۵۰۰ فیٹ بلندی والی پہاڑی کے جو طبقے کے شمال و مغرب کے کنارے پر واقع ہین۔ کہین بھی انکا دَل ۱۰۰ فٹ سے زیادہ نہین۔ اور نہ انمین کسی قسم کے کوئی فوسل پائے جاتے ہین۔

براکرز جنکا دَل ۳۰۰ سے ۶۰۰ فٹ کا ہی وہ بالکلیہ اور بے اِتصال طورپر کامٹھیون سے ڈھکے ہوے ہین۔ اور ایک ہی ایک طبقہ کوئلے کا ہے جو دریا کے چٹانی رود خانہ کے پورٹ ہول مین واقع ہی۔ براکرز کی وسعت بارہ مربع میل کی ہی۔ جنمین سے نو میل کوئلہ رکھتے ہین۔

ٹالچیرز جو اچھی طرح پختگی کو پہنچے ہوے ہین فیلڈ کے شمال و مشرقی کنارے پر نکل آئی ہوے ہین۔ وہ چمکدار وِنڈھین پر واقع ہین اور جنوب و مغرب کی طرف براکرز اور کامٹھی مین غلطان ہوگئے ہین۔ انمین انکا مخصوص بولڈربڈ آیا ہوا ہی۔ جسپر تاثیر برف کے اثار نمودار ہین۔

یہہ شگاف براکرز خانون کی روانی پر چلے گئے ہین۔ اور جو بڑے سے بڑا ٹوٹکر گرا ہوا ٹکڑا پایا گیا ہی سو ۱۰۰ فٹ کا ہی۔ لیکن وہ بہت دورتک پھیلے ہوی نہین ہین۔ اور جہان زیادہ سے زیادہ تزلزل ہوا ہی وہان سے بہت نزدیک مین گاوُدم ہوکر رہ گئے ہین۔

سنگارینی فیلڈ مین چار بالکل جدا طبقے کوئلے کے پائے گئے ہین۔ وہ حسب ذیل یکے بعدے دیگرے درجہ بدرجہ ہین۔

(۱) موٹا دلدار طبقہ جسکا دَل ۳۰ سے ۵۰ فٹ تک کا ہی جسمین متواتر کاربن کے شِبل والے کوئلے کے پرت ہین۔ یہہ کوئلہ خاصیت مین اوسط درجہ کا اچھا ہے۔ اور خوب جلتا ہی جسکا اندازہ حسب ذیل اجزا کی جانچ سے معلوم ہوسکیگا۔

قایم کاربن	...	...	...	۵۲—۵
بخاری یا حرارتی مادہ		...	...	۳۴—۵
راکھہ	...	...	...	۱۳—۵

(۲) دوسرا طبقہ نمبر اول سے ۱۰۰ فٹ نیچے واقع ہی۔ کوئلہ سیپی صفت ہی اور بے کار سمجھکر چھوڑ دیا گیا ہی۔

(۳) تیسرا طبقہ نمبر دوم سے قریب ۳۵ فٹ نیاچے ہی۔ ور دل اسکا ۲ سے ۹ فٹ کا ہی۔ لیکن وہ سخت سیپی صفت کوئلہ ہے۔ اسمین سیکڑا ۳۰ حصے خاک ہے۔ لہذا وہ کوئی قدر نہین رکہتا۔

(۴) چوتہا کنگ کا طبقہ کہلاتا ہی۔ یہہ نام ہندوستان کے جیولوجیکل سروے کے ڈائرکٹر ڈاکٹر کنگ کے نام سے دیا گیا ہی۔ جنہون نے اسکو دھوند نکالا تہا۔ اس طبقے مین بہت قیمتی نصف نفتالو والا سخت سٹیم کول ہے۔ اور یہہ کوئلہ اوپر کے طبقے سے بہت سا کہودکر نکالا جاتا ہي۔ یہہ طبقہ دل مین ۳ سے ۷ فٹ ہے۔ اس کوئلے کا مساوی الحجم ۱-۳۴ ہے۔ اور بموجب ذیل کے اسمین اجزا ہین۔

قام کاربن	...	...	۵۸
بخاری یا حرارتي مادہ	...	...	۳۲
راکہہ	...	...	۱۰

کنگ طبقے کا کوئلہ اچہا زغال نہین دیتا ہي لیکن ایک گاس یعنے بخار دیتا ہی جسکي روشني اچہی قوت والي ہوتی ہی۔ وہ ایک پاونڈ کوئلے مین ۷ پاؤنڈ پانی کو بخار بناکر اڑا دیتا ہی۔ اور اسطرح خفیف سا یعنے قریب ۱۰ سے ۱۲ في سیکڑا عمدہ بنگالی کوئلے سے کم درجہ کا ہی۔ لیکن واروا کوئلے سے تو بہتر ہی ہے۔

في الحال کنگ طبقہ کو کہودنے کا کام کا مٹی کے درمیان سے اوپری طبقے مین اسے ۵ درجہ تک مڑتے ہوئے گلیون سے عمل مین لایا جاتا ہی۔ ہر ایک انکلاین یعنے مڑنے کي جاے کے آخر مین ہوا کے لئے کوئلے تک ایک کہانکہہ قایم کیا گیا ہی۔

کنگ سیم یعنے طبقے کي سطح بالائی ۹ مربع میل کي ہی۔ اور اوسط دل ۵ فٹ کا لیا جاوے تو اسمین ۴۷۵۲۰۰۰۰ ٹن کوئلہ ہونا چاہئے اور اگر سالانہ چار لاکہہ ٹن کہود نکالا جائی تو بہی یہہ ایک سو بیس برس تک کفایت کریگا۔

سنگارینی کوئلے پر اصل مین رایلٹی یعنے حق گورنمنٹ ایک ٹن پر آٹہہ آنے سے ایک روپیہ تک مقرر کي گئی تہی۔ لیکن کمپنی کے اور گورنمنٹ کے درمیان تکرار واقع ہونیسے لارڈ ہرشل کي ثالثی پر یہہ مقدمہ رجوع کیاگیا۔ جنہون نے اپنے فیصلے مین یہہ قرار دیا کہ حق رایلٹی سلائڈنگ اسکیل یعنے اوترتے ہوے میزان پر ہو جو کہود کالنے کے خرچ کے جو دو روپیہ گیارہ آنے گیارہ پائی ہے اور بیاچنے کي قیمت کے درمیان موقوف رکہی جاے۔ اور زیادہ سے زیادہ رایلٹی ایک ٹن پر ایک حالی سکہ سے بڑھکر نہو۔ سنہ ۱۸۹۶ع مین حق رایلٹی کي رقم حالی سکہ مین ایک لاکہہ پچیس ہزار روپیہ ہوئی۔

سنگارینی کوئلے کي کان سے کوئلہ کا نکاس حسب ذیل ہوا ہے۔

سنہ ۱۸۸۷	...	...	۳،۲۵۹
سنہ ۱۸۸۸	...	...	۱۳،۳۸۲
سنہ ۱۸۸۹	...	..	۵۹ ٦۴٦
سنہ ۱۸۹۰	...	...	۱۲۵ ۴۸٦
سنہ ۱۸۹۱	...	...	۱۴۴,٦٦۸
سنہ ۱۸۹۲	...	...	۱۴۹,٦۰۱
سنہ ۱۸۹۳	...	...	۱۵۷ ۴۲۱
سنہ ۸۹۴	...	...	۲۴۰ ۵۲۵
سنہ ۱۸۹۵	...	...	۲۹۲ ۹۱۵

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرسال اسمین برابر ترقی ہے۔ فی الحال ہرروز گیارہ سو سے بارہ سو ٹن تک کہود نکالا جاتا ہے۔

ملک حیدرآباد مین دوسرے مقامون کے کوئلے جہان انکی کانین معلوم ہوی ہین زیر تجربہ نہین لائے گئے ہین۔ اور جن طبقون کي ہمین ٹہیک ٹہیک خبر ملی ہے وہ صرف مادورام اور کامارام کے طبقے ہین۔

مادورام فیلڈ بہدرا چیلم کے نیاچے دریائے گوداوری کے رود خانے مین واقع ہے۔ اور کاچہہ تو ممالک محروسئہ برٹش مین اور کاچہہ تو ممالک محروسئہ نظام مین واقع ہے۔ مسٹر ڈبلیو۔ ٹی۔ بلانفرد جنہون نے اس فیلڈ پر اپنا رپورٹ سنہ ۱۸۷۱ع مین کیا تہا۔ وہ برٹش جانب کے کوئلے کا شمار پاچیس ہزار ٹن کا کرتے ہین۔ جسمین سے صرف نصف ہی مل سکتا ہے۔ سنہ ۱۸۷۴ع مین کئی ایک سوراخ ممالک نظام کي جانب کو رائے گودیم گانون سے تین میل کے سطح مین اور دریائے گوداوري کي جنوب مین پانچ میل کي سطح مین کئے گئے۔ جہان تین طبقے حسب ذیل پائے گئے۔ (۱) یک فٹ کا طبقہ سطح سے ۲۴۷ فٹ نیاچے (۲) ایک چار فٹ دل والا طبقہ ۲۷۲ فٹ نیاچے اور (۳) چہہ فٹ دل والا طبقہ سطح سے ۳۱۴ فٹ نیاچے۔

کامرام کا نام دو چہوٹے فیلڈز کو دیا گیا ہے۔ جو ورنگل کے شمال و مشرق مین ۴۰ میل کے فاصلے پر کامرام نام کے گاون کے پاس واقع ہین۔ ان مین سے بڑا قریب چہہ میل لنبا اور ایک میل چوڑا ہے اور اسمین گندوانہ سیریز کے تینون طبقے یعنے ٹالچیرز۔ براکرز اور کامٹہیز موجود ہین۔ وہان دو طبقے نو اور چہہ فٹ کے یکے بعد دیگرے موجود ہین۔ اور انمین جو کوئلہ کام آسکے اسکا مقدار ۱۱۳۲۵٦ ٹن کا شمار کیا گیا ہے۔ یہہ کوئلہ معمولی وردھا فیلڈز کے کوئلے کے برابر ہے۔ چہوٹا فیلڈ جو قریب آدہے مربع میل کي سطح مین ہے۔ وہ کاچہہ وقعت نہین رکہتا۔ کامرام فیلڈ عمدہ مقام پر نہین واقع ہے کہ نکالکر کام مین لایا جاوے کیونکہ وہان ہمسایہ مین کوئی ریلوے نہین ہے اور باہر لیجانا ممکن نہین ہوتا۔

سونا

ٹرانزیشن سیریز کے بیان کرنیمین ممالک محروسۂ نظام مین دھاروار چٹانون کے تین پٹون یا پرتون کا وقوع بتلایا گیا ہے یعنے موسکی دومنہال۔اور ساگر بیانڈز اور انکا مختصر حال مسلسل طور پر اب بیان کیا جاتا ہے۔

موسکی بیانڈ۔جسکا اسی نام کے ایک بڑے گانون پر سے نام دیا گیا ہے۔شکل مین بہت بانکا ٹیڑہا ہے۔اسکا جنوبی سرا دریائی تنگ بھدرا کے شمال و مغرب مین تین میل پر واقع ہے۔اور اسکا شمالی سرا دریائی کرشنا کي جنوب مین قریب چار میل پر واقع ہوا ہے۔اس طبقے کا نصف حصہ شمال کي جانب جبکہ بالکل پہاڑیون والا ہے تو نصف جنوب کي طرفکا نہایت مسطح ہے اور صرف دوہی دو پہاڑیان رکھتا ہے۔سب سے زیادہ زبردست چٹان سیاہ شسٹوز ہارنبلنڈک ٹرافوئیڈ ہے جو اس مقام پر ہمعصر اور غیر مبدل ٹراپ کے اندر یا صحیح ہارنبلنڈک شسٹ مین جیسا موقع بنا گذر گیا ہے۔

یہی طبقہ ہے کہ جسپر حیدرآباد دکہن کمپنی نے بڑي تیزی کے ساتھہ تلاشین کي ہوئي ہین۔اور وندالی کي کارپردازی نے اس، ڈیڑھہ سال کے عرصہ مین ایک بالکل جدا معاون کمپنی کھڑی کردی ہے۔وندالی کے پشتہ مین جو قریب ایک ہزار ایکر کے وسعت رکھتا ہے۔کوارٹز ٹھیک مقدار مین موجود ہے۔اوسط یافت ایک ٹن مین تین اونس کي ہے اگرچہ بعض بعض وقت کچی دہات کے ایسے نمونے بہی پائے گئے ہین جنمین سے في ٹن بیس اونس تک پایا گیا ہے۔وندالی مین جو پس پا کرنیوالی شي ہے وہ تنگئی آب ہے۔لیکن ابہی ایک مصنوعی تالاب بناکر اسکی تنگی رفع کي ہے۔جسمین سے اتنا پانی مل سکیگا کہ تمام ضرب کرنیکی مشینری چل سکیگی۔

بومنہال پٹا دریائے کرشنا کے بائین کنارے کے نزدیک سے شوراپور کي مغرب مین شمال و مغربی رخ کئے ہوئے قریب بیس میل تک پہیلا ہوا ہے اور پہر بڑی روئی کي زمین کے پہیلاو کے نیچے جو دریائے کرشنا و بہیما کے درمیان واقع ہے غایب ہوگیا ہے۔برمنہال گاؤن جو اس پٹے کے جنوبي کنارے پر واقع ہي سو کرنل میدوز ٹیلر کا پیارا مقام مشہور هي جبکہ وہ راجۂ شوراپور کے ساتھہ رسیڈنٹ تھے۔پہاڑی کي چوٹي پر انکا مکان ابتک موجود ہے۔

برمنہال بیانڈ قریب تین میل کے چوڑا ہے اور جس شسٹ سے وہ مرکب ہے سو خصوصاً ہارنبلنڈک ہے۔حیدرآباد دکہن کمپنی نے یہان متعدد قدیم کارگاہین پائی ہین اور سب طرح سے پایا جاتا ہے کہ اس پٹے مین سونا بہت اچھے مقدار مین ہوگا۔

ساگربیانڈ دھاروار چٹان کا ایک چہوٹا سا بالائی طبقہ ہے اور ساگر اور شوراپور کے درمیان واقع ہی۔وہ ظاہر ہے کہ کچھہ بہت وقعت نہین رکھتا۔

ممالک محروسۂ حیدرآباد مین زرخیز چٹانون کي کل سطح جو تاحال حسب ثبوت جیولوجیکل سروے آف انڈیا اور کمپنی کے کام کرنیکے مقامون کي سطح ۱۲۳۸ مربع میل ہے۔بڑی لیت و لعل کي معاملہ سازی کے بعد سنہ ۱۸۹۴ع کے ڈسمبر مہینے مین حیدرآباد دکہن کمپنی کو اس سطح زمین کے لئے لیز یعنے قرارنامہ دیا گیا۔اور ساتھہ ہی اسکے اس رقبہ کے اطراف آٹھہ میل کي کنارپر تلاش کرنیکے لئے دس سال کي مدت کا عہد نامہ دیا گیا ہے۔اِن تمام باتون پر خیال کرتے ہوے پایا جاتا ہی کہ کمپنی کو سونا بہت کچھہ ملے۔اور اسمین کچھہ شک نہین کہ جب برابر تلاش کا کام شروع ہوکر وسعت پکڑتا جائیگا اور نئے نئے پشتے تحقیق ہوتے جائینگے تو زیادہ سرمایہ لایا جائیگا اور رفتہ رفتہ تمام رایچور دوآب انگریزی سرمایہ کے ذریعہ سے اور انگریزی مہم سے حضور نظام کے ممالک کا ایک نہایت زرخیز حصہ بن جائیگا۔

دوسرے معدنیات

دوسری ایک ہی ایک دہات ہے کہ جسکے لئے حیدرآباد دکہن کمپنی نے تلاش کي ہوئی ہے۔یعنی مائکا یعنے ابرک ہے۔اسکے کئی ایک طبقے ضلعۂ ورنگل کے کہمامیت تعلقے مین واقع ہین۔لیکن جو نمونے تاحال پائے گئے ہین سو بہت رنگین اور داغدار ہین اور کوئی تجارتی وقعت نہین رکھتے۔

کورند کے عمدہ نمونے اور یاقوت کے بڑے مقدار پلداچا تعلقے مین پاے گئے ہین۔لیکن انکو ٹھیک اور باقاعدہ طور پر کہودا نہین گیا۔ایلگنڈل ضلعے کے حسن آباد تعلقے مین گرانائٹ کا ایک چہوٹا سا طبقہ معلوم ہوا ہي۔چونا اور کنکر تو سارے ملک بہر مین عام ہین۔

جیسا کہ پیشتر کہا گیا۔ملک کي پوری اور باقاعدہ جیولوجیکل تحقیقات مین بہت کچھہ باقی رہا ہوا ہے۔اور جو جو خبرین کہ دستیاب ہوی ہین انسے پایا جاتا ہے کہ ایسی تحقیقات سے بے شک بہت سے معدنیات ظاہر مین لائینگی۔کہ جنکا سان و گمان نہین۔

نظام کی ضمانتی اسٹیٹ ریلوی

حضور نظام کي ضمانتی اسٹیٹ ریلوے واڑی جنکشن سے شروع ہوتی ہے جو قلمرو نظام مین بمبئی سے ۳۷٦ میل پر جی-آئی-پی ریلوے لائن سے ملا ہوا ہے واقع ہے اور واڑی سے بزواڑے تک جو ایسٹ کوسٹ ریلوے کا ٹرمنس ہے ۳۳۸ میل کا فاصلہ ہے-جہان اخیر کے بائیس میل انگریزی ملک مین داخل ہین-في الحال تین پریسیڈنسی کے شہرونمین صرف ایک بمبئی ہی ایسا شہر ہے جو بخط راست ریلوے کے ذریعہ سے حیدرآباد سے ملا ہوا ہے-کلکتہ اور مدراس کو اس دارالریاست سے کسیقدر چکر کھا کے جانا پڑتا ہے- واڑی سے ۲٦١ میل پر ڈورناکل جنکشن سے ایک سولہ میل کي شاخ نکلی ہوئی ہے جو ایلنڈو کو جانے سے پہلے سنگارینی کے قصبہ مین سے جہان ریاست حیدرآباد کي مشہور کوئیلہ کي کانین ہین ہوکر گذرتی ہے-اور وہان ریلوے کا اسٹیشن بھی ہے-اس لائن کي پٹریان چوڑی ہین جیسی جی-آئی-پی-ایسٹ انڈیا اور مدراس ریلوے لائنون کي- اس ریلوے کا پہلا حصہ جو واڑی سے سکندرآباد کو جاتا ہے ١٢٠ میل ہے - اس مین تریملکھیڑی کي ایک چھوٹی سی شاخ ہے جو فقط وہان کي مقیم فوجون کے لئے استعمال کي جاتی ہے-یہ شاخ حیدرآباد پر سے گذرتی ہے یہ حصہ ۸ اکتوبر سنہ ١۸۷۴ع کو مکمل ہوکر آمد و رفت کے لئے کشادہ کیا گیا-پہلے پہل مدارالمہام نواب سرسالارجنگ بہادر اول اور امیر کبیر شمس الامرا بہادر جو کوریجنٹ تھے معہ چند معززون کے ایک اسپشل ٹرین مین حیدرآباد سے سوار ہوکر تریملکھیڑی کو گئے ہوئے تھے-اسوقت نہایت درجہ کي خوشی اور زور زور کے جشن ہو رہے تھے - رات کو چدرگھاٹ باغ عامہ مین ایک شاہی جشن منعقد ہوا تھا-روشنی کا ٹھاٹ قابل دید تھا-ریلوے کا یہہ حصہ سوائے چند بڑے بڑے شہرون کے-بالکل جنگلون اور بیابانون مین سے ہوکر جنمین خاصکرکے ٹانڈو اور وفارآباد کے ویرانے ہین گیا ہوا ہے-تجربہ

حیدرآباد ریلوے اسٹیشن

سکندر آباد ریلوے : سٹیشن

سے پایا جاتا ہے کہ ریلوے نے لوگون مین سفر کي خواہش بڑہادی ہے۔اور نظام کي ریلوے نے تو بہت ہی زیادہ۔ دوسرا حصہ جو سکندرآباد سے ورنگل تک ۸۷ میل کا ہے ۳ اپریل سنہ ۱۸۸٦ع کو کشادہ کیا گیا اسیکی افتتاح کے وقت حضور نظام معہ اپنے اسٹاف اور مدارالمہام مرحوم سرسالارجنگ دوم اور دوسرے حیدرآباد و سکندرآباد کے بہت سے معزز مہمانون کے ایک اسپیشل ٹرین مین قاضی پیٹھہ کو گئے جو ورنگل سے چہہ میل کے فاصلہ پر ہے اور چاندا ریلوے کا مجوزہ جنکشن۔یہان مہمانون کے لئے ایک مکلف حاضری موجود تھی اسکے دو دن بعد چدرگہات کے باغ عامہ مین ایک شاہی جشنِ افتتاح ہوا۔تمام باغ اور نیز سیاہ چٹانون کي روشنی زایدالوصف تھی۔تیسرا حصہ ورنگل سے ڈورناکل اور یلانڈو تک ہے جہان کوئیلہ کي کہانین ہین۔یہ حصہ فیبروری سنہ ۱۸۸۸ع مین کشادہ ہوا اور چوتھا مزید حصہ یہان سے بزواڑی تک گیا ہوا ہے جو ۱۰ فیبروری سنہ ۱۸۸۹ع کو مفتوح ہوا۔

مرحوم سرسالارجنگ اول نے تجویز کي تھی کہ حیدرآباد کو بذریعہ ریلوے لائنون کے تین پریسیڈنسی کے بڑے بڑے شہرون سے ملا دیا جائے۔پس اسلئے حیدرآباد سے جتنی لائنین تیار ہوی ہین اور آئندہ ہونگی وہ انہین کي ممنون و مشکور ہین۔ قدیم لائین کي تعمیر برٹش افسرون کے زیرنگرانی ہوئی تھی جس پر ریاست حیدرآباد نے ۱٫۲۳٫۰۰۰۰۰ روپیہ صرف کیا تھا فی میل ۱۰۵۰۰۰ کے حساب سے۔پہلے چند سال تک اس لائن کي آمدني قابل اطمینان نہین تھی اس لئے خزانہ پر زیادہ بار ہوا کیونکہ اسکے لئے جو سرمایہ قائم کیا گیا تھا اسکا سود خزانہ سے دینا پڑا لیکن رفتہ رفتہ اسکی آمدني بڑہ ی گئی چنانچہ بیس برس کے عرصہ مین یعنے سنہ ۱۸۷۴ سے سنہ ۱۸۹۴ع تک آٹھہ ہزار روپیہ سے ۳٦۰,۰۰۰ تک ہوگئی اور سنہ ۹۴ سے اسکے سرمایہ پر سیکڑا تین روپیہ سود کا اوسط آتا ہے۔موجودہ کمپنی نے ایک عہد نامہ کے مطابق جو اسکے اور حضور نظام کي گورنمنٹ کے مابین ہوا تھا۔ جنوری سنہ ۱۸۸۵ع کو ۲٫۱۸٫۰۰۰۰۰ روپیہ پر یہ لائن خرید کرلی۔اس کمپنی کا سرمایہ ۴۵۰۰۰۰۰ پاونڈ ہے۔ اس مبلغ پر بیس برس تک سیکڑا پانچ ٹکے سود دینے کی حضور نظام کي گورنمنٹ نے ضمانت کي ہے۔پانچ ٹکون مین سے جو قرضہ کے سرمایہ پر سود کے دیئے جاتے ہین ایک ٹکا احتیاطاً محفوظ رکہا جاتا ہے۔تاکہ اس سے آئندہ قرض گہٹایا جائے یا بالکل ادا کردیا جائی۔گورنمنٹ ضمانتی سود ادا کرتی ہے اور کمپنی ریلوے کي آمدنی کو بوضع اخراجات کے گورنمنٹ کے سپرد کرتی ہے ان دونون مین جو فرق آتا ہے وہ گورنمنٹ کا قرض ہے کمپنی کے اوپر جو ضمانت کے اختتام مدت کے بعد گورنمنٹ کو ادا کیا جائیگا۔کمپنی نے بزواڑے اور چاندا ریلوے کي توسیع کا کام اپنے ذمہ لیا ہے۔جو ۳۷۰ میل ہے سکندرآباد سے بزواڑے تک فی میل

٦٠،٠٠٠ روپیہ صرف ہوے اور یہ صرف تخمینہ سے اور نیز اس خرچ سے جو قدیم لائن پر ہوا بہت کم تہا۔اوسکی وجہ یہ کہ اسباب اور مزدوری ارزان ملی اور اسٹیشنون کي تعمیر کفایت شعاری سے کي گئی

ابتدا مین ارادہ تہا کہ گلبرگہ کا قدیم تاریخی شہر جو کسی زمانہ مین سلطنت بہمنیہ کا پائے تخت تہا نظام اسٹیٹ ریلوے کا ٹرمنس بنایا جاے لیکن چند وجوہات کے باعث انگریزی افسرون نے ہنگام تعمیرِ لائن گورنمنٹ کے ارادے کي تعمیل نہین کي اور بدنصیبی سے راستہ بدل دیا۔ بڑے بڑے آباد شہر اور مزروعہ اضلاع دور ہوگئے۔کمپنی اس لائن پر نہایت کفایت شعاری سے کام لیتی ہے۔ سنہ ١٨٨٥ سے سنہ ١٨٩٥ع تک معمولی تعمیرات کے سالانہ اخراجات کا اوسط تمام آمدني مین سے في صدی ٥٠$\frac{9}{10}$ تہا اس لائن پر۔واڑی سے بزواڑے تک کوئی مکلف و مکمل اسٹیشن نہین ہے۔لیکن دس مین سے نو اپنے خاص تاریخی حالات رکہتے ہین ۔ اور انمین ابتک زمانۂ گذشتہ کے جاہ و جلال کے بقیہ موجود ہین۔واڑی چہوڑنے کے بعد پہلا اسٹیشن چیتاپور کا آتا ہے جو تمام لائن پر سب سے زیادہ خوبصورت اور چونے کے پتھر سے بنا ہوا ہے۔جو اس اضلاع مین افراط سے ہوتا ہے۔ ٹانڈور کا اسٹیشن صرف ایک ہی ہے جہان واڑی اور سکندرآباد کے درمیان رفرشمنٹ روم ہے اس مین کوئی عمارتی خوبصورتی نہین لیکن مضبوط بہت ہے۔یہان ایک لوہے کا پُل ہے دریاے کاگنا پر بنا ہوا۔نہایت خوبصورت اور بہت مضبوط۔اس مین پندرہ کمانین ہین في کمان ٦٠ فیٹ چوڑی۔اس لائن پر اس سے بڑا اور بہتر کوئی پُل نہین اس مقام پر یہ بات بہی قابل الذکر ہے کہ کمپنی کا ارادہ ہے کہ تمام قدیم پُلون کو توڑ کے انکی جگہ پر لوہے کے جدید پُل تعمیر کرے ۔ لینگم پلی سے روانہ ہونیکے بعد حسین ساگر جنکشن تک جو مقام روانگی سے ١١١½ میل کا فاصلہ ہے تمام سڑک بالکل جنگلون۔ویرانون اور چٹانون مین سے ہوکر گذري ہے۔یہ چٹانین ایک عجیب دہنگ کي ہین جو دیکہنے سے تعلق رکہتی ہین۔خاصکر کے ملک کا یہ حصہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیلاب بُرد ہوگیا ہے۔ صرف ٹیلے اور پہاڑیان باقی رہگئی ہین۔اس جنکشن پر دو شاخین ہین ایک حیدرآباد کو جاتی ہے اور دوسری سکندرآباد کنٹونمنٹ کو۔یہ دونون شاخین ایک لوپ لائن سے ملی ہوئی ہین جو مثلث شکل کي ہے۔عندالضرورت آگ گاڑی سیدہا واڑی سے سکندرآباد جاسکتی ہے۔لیکن دوسرے ایام مین پہلے حیدرآباد کو اور پھر سکندرآباد کو۔

حیدرآباد کا اسٹیشن مشرقی وضع کا ایک عظیم الشان اور رعب دار مکان ہے لیکن اسکی وسیع لوہے کي چھت مغربی طرز کي ہے یہ جگہ ہر طرحسے اسٹیشن کے لئے ناموزون ہے کیونکہ ایک تو تجارتی مرکز سے دور ہے اور دوسرا شہر سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر۔حیدرآباد ٹرمنس ہونے کي وجہ سے آگ گاڑی وہان سے حسین ساگر جنکشن کو واپس آتی ہے اور حسین ساگر کے تالاب کے شمال و مغربی کنارے سے ہوتی ہوی داخل سکندرآباد ہوتی ہے جو واڑی سے ١٢١ میل کے فاصلہ پر ہے۔سکندرآباد کے اسٹیشن کی عمارت ایک مستحکم و پائدار ہے۔لیکن وہان مسافرون کو ویسی راحت و آسایش نہین ملتی کہ جیسی اس قسم کي عمدہ فرودگاہ مین ملنے کي امید ہوتی ہے۔اس اسٹیشن کے بر آمدے مین چار بلند ستون ہین تمام پتھر کے بنے ہوے اور اسکے سامنے ایک خوشنما باغیچہ ہے کمپنی کي ملکیت۔چونکہ سکندرآباد ریلوے کا ہیڈکوارٹر ہے اس لئے کُل کارروائی کے دفاتر وہین ہین۔اور ریلوے کے ایجنٹ و منیجر مسٹر پنڈابری اور نیز دوسرے تمام بڑے بڑے افسر وہین پر۔کنٹونمنٹ مین رہتے ہین۔انجن اور گاڑیون کي ساخت کا کارخانہ پہلے سکندرآباد مین تہا لیکن اب وہان سے لالہ گوڑے کو منتقل ہوگیا ہے جو ایک صحت بخش مقام ہے اور بلندی پر واقع۔ریلوے کمپني نے اسکو ایک چھوٹا سا سرگرم شہر بنادیا ہے ۔ ریلوے کے تمام ملازمین وہین رہتے ہین اور انکی ضرورت کے کُل سامان وہان موجود ہین۔ لیکن ریلوے ہسپتال اور ریلوے لیبریری سکندرآباد مین ہے۔ سکندرآباد کے بعد جو دوسرا عمدہ اسٹیشن آتا ہے وہ قاضی پیٹھہ کا ہے جو چاندا ریلوے کا مجوزہ جنکشن ہے لیکن اب تک اس لائن کي تعمیر شروع نہین ہوئی۔دوسرے قابل ذکر اسٹیشن ورنگل ڈورناکل کھمامیٹ۔ کونڈاپلی اور بزواڑے کے ہین۔کونڈاپلی مین کھلونے عمدہ عمدہ بنتے ہین۔

قلمرو نظام کي کثیر پیداوار کي نکاسی کے لئے اور ریلوے لائنون کي وسعت کي ضرورت ہے۔اور یہ ضرورت حیدرآباد گوداوری لائن کي تعمیر سے جو غالباً اس صدی کے ختم ہونے کے پیشتر مکمل ہوجائیگی کسیقدر رفع ہوگی ۔اِس سے وہان کي رعایا کو جو کچھہ فائدہ پہونچیگا وہ ثابت کردیگا۔کہ پہلا طریقہ جو مال و اسباب کے لیجانے کا تہا وہ کبھی اس موجودہ طریقہ کا مقابلہ نہین کرسکتا۔یہ لائن چوڑی پٹری کي ہوگی اور اسکا فاصلہ ٣٧٩ میل ہوگا۔وہ منماڑ سے جو جی۔آئی۔پی ریلوے کي جبل پور لائن ہے۔اورنگ آباد۔ جالنا ۔ پربھنی۔اور ناندو ہوتی ہوئی سکندرآباد کو جائیگی۔ حضور نظام کي ضمانتي ریلوے اس لائن کي تعمیر کررہی ہے اور اسکے اخراجات کا تخمینہ چار کروڑ روپیہ ہے۔

صناعی اور کاریگری

اگرچہ ریاست حیدرآباد مین مثل تمام ہندوستان کے یوروپ کے مصنوعی کپڑے اور دوسرے اسباب استعمال خانگی وغیرہ کي ہرسال خواہش بڑھتی جاتی ہے لیکن باوجود اسکے ابتک یہان کي قدیم تجارت اور دیسی مصنوعات ویسی ہی تیار ہوتی ہین جیسے پہلے ہوتی تہین لیکن فرق اتنا ہے کہ اب اُس کثرت و افراط سے نہین

کچا لوہا۔جو ریاست کے وسطی اور مشرقی حصہ مین افراط سے ہوتا ہے اکثر شہرون مین پگہلایا جاتا ہے۔اسکے نکالنے کے لئے زمین مین گڑھے کہودے جاتے ہین ہ بعض مقامات مین نالون کي تہامین سے نکلتا ہے ۔ لیکن ریتلے ملکون مین اوسکے گول ٹکڑے اقسام کي جسامت کے سطحہ کے اوپرہی پائے جاتے ہین۔انکے لئے گڑھے کہودنے کي ضرورت نہین ہوتی لوہے کو پسکے پگہلاتے ہین لیکن جب اسکے ٹکڑے زیادہ سخت ہوتے ہین اور توٹتے نہین تو انہین پہلے جلاتے ہین اور پھر پیستے ہین انکے پگہلانے کي بھٹیان بالکل بےڈول ہین—

ہندوستان کا فولاد کسی زمانہ مین بہت مشہور تہا اور یوروپ کے اقسام کے ہتیار یہان آنے کے پیشتر اسی سے طرح طرح کے مہلک جانستان ہتیار بنتے تہے۔اکثر مقامات پر اب بہی انکی ساخت کچہہ موقوف نہین ہوئی مثلاً کناسامُدرام مین جو آورنگ آباد کےناندر کے اضلاع مین نِرمل کے قریب واقع ہے نہایت عمدہ لوہے سے جو وہان نکلتا ہے فولاد تیار ہوتا ہے۔یہ لوہا نہایت دمدار اور چمڑا ہوتا ہے ۔ جو نہ صرف تمام انگلنڈ کے لوہے سے بلکہ سوئیڈن کے لوہے سے بہی بہتر اور فایق خیال کیا جاتا ہے ۔ کناسامُدرام سے چوطرف فولاد بھیجا جاتا ہے لیکن زیادہ کرکے ایراني کاریگر اسکو بخط راست بہٹیون سے خرید کرتے ہین۔اسکے ایک سوداگرنے کئی سال پیشر ڈاکٹر وایسی سے جو مشہور عالم ترتیب اراضی گذرا ہے کہا تہا کہ ایران مین اکثر آزمایش کي گئي کہ لوہے سے ویساہی فولاد بناوے جیسے کناسامدرام مین بنتا ہے لیکن نہوسکا—

بِدري برتن نہایت خوبصورت ہوتے ہین اگرچہ انکی تجارت اب ویسی نہین ہے جیسے پہلے تہی اور اب بہت کم اٹہتے ہین۔یہی وجہ ہے کہ اونکے کاریگر بہت غریب ہین جب تک انسے خاص فرمایش نہین کي جاتی وہ تیار نہین کرتے۔بدري برتن مرکب دہاتون سے بنتے ہین۔چونکہ وہ بوجہ اقسام کے بیل بوٹون اور عمدہ گُلکاری کے بہت ہی خوبصورت ہوتے ہین اس لئے انکي قدر و قیمت بہی زیادہ ہوتی ہے۔اِنکا پہلا رنگ کالا ہوتا ہے لیکن اصل مین وہ جست کا رنگ ہے۔انمین تانبا سولہ اونس سیسا چار اونس اور تین دو اونس ہوتا ہے۔ان سبہون کو مخلوط کرکے پگہلاتے ہین اور اُس آمیزش کے ہر تین اونس پر سولہ اونس جست شریک کیا جاتا ہے۔اور کالا رنگ لانے کے واسطے اس آمیزش کو سال ایمونیاک شورے او معمولی نمک کي گلاوت مین جس مین نیلا توتا اور موم داخل ہوتا ہے ڈبویا جاتا ہے تاکہ اسکا کُشتہ نہوجائے پہر اس مذاب یعنے عرق کو ایک پختہ متی کے سانچے مین ڈہالکے برتن بناتے ہین۔اور پہر انپر اقسام کے سونے اور چاندی کے بیل بوٹے نہایت خوبصورت نکالتے ہین۔بدري برتنون مین گلدان چلمچیان۔آفتابے۔حقے۔اکالدان۔پیالے۔تشتریان۔چہوٹے صندوق اور پات وغیرہ ہوتے ہین انکا نام بِدري ہونے کي وجہ یہ ہے کہ زیادہ کرکے وہ خاص بِدر مین تیار ہوتے ہین حالانکہ انکے تیار ہونیکے اور مقامات بہی ہین۔

تلوارون کے عمدہ آبدار پہل جگدیوپور مین جو کہامن کے ضلع مین واقع ہے تیار ہوتے ہین۔لیکن ادني قسم کي پہل حیدرآباد۔گُدوال۔دنپرتی۔کولاپور اور نیز ریاست کے دوسرے مقامون مین بنتے ہین۔یہ پہل خمدار اور سیدہے دونون قسم کے ہوتے ہین۔عمدہ پہلون کو ہاتہی دانت اور فولاد کے قبضے ہوتے ہین جن پر سونا اور چاندي جڑي ہوئی ہوتی ہے۔توپ۔بندوق اور تپنچے ریاست کے اکثر مقامون مین ابتک تیار ہوتے ہین۔لیکن انکي ساخت عمدہ نہین ہوتی۔حیدرآباد کے امرا شکار وغیرہ کے لئے جن بندوقون اور رایفلون کا استعمال کرتے ہین وہ دیسی ساخت کي نہین بلکہ انگریزي ساخت کي اور نہایت عمدہ ہوتی ہین حضور نظام کي باقاعدہ فوج کے پاس بہی انگریزي بندوقین ہی ہین۔ جو انگلنڈ سے مدگوائی گئی ہین—

بچہوے اور چاقوگُدوال اور جگدیوپور اور نیز حیدرآباد کے قریب بعض قصبون مین بنتے ہین اور انکي شکلین اور لمبائی اون قومون کي عادت کے مطابق ہوتی ہے کہ جنکے لئے وہ تیار ہوتے ہین۔مثلاً عربون کے ہتیارون مین سوائے انکي بندوق باروت گولی اور تلوار کے ایک جمیا ہوتا ہے ۷ انچہ لمبا اور دوسے چار انچہ چوڑا اور گاؤدم اور سکین یعنے چاقو ہوتا ہے خمدار پہل کا ۷ یا ۸ انچہ لمبا۔اور پٹہانون کے لئے دسپنا بنتا ہے آگ کانٹے اور دوسري چیزین اٹھانے کا۔اور روہیلون کے لئے پیش

قبض ایک فوت لمبی اور کٹاري—سکھون کے لئے ایک مخصوص شکل کے ہتیار جو انکي پگڑیون مین بندھے رہتے ہین حیدرآباد مین بنتے ہین—

حیدرآباد مین گینڈے کے چمڑے اور نیز دوسرے پکاے ہوے چمڑے کي ڈہال بنتی ھے جو بعض دیسی فرقون اور علی الخصوص روہیلون کے پاس ہرتی ھے اور حیدرآباد—گدوال—ورنگل اور نیز دوسرے مقامون مین سونے اور چاندي کے پرتلے تیار ہوتے ہین جو دارالریاست مین اکثر غیر فوجی لوگ باندہتے ہین ان پرتلون مین اکثر جواہر جڑھے ہوے ہوتے ہین—اورنگ آباد اور نیز دوسرے شہرون مین نیزے اور بہالے تیار ہوتے ہین—

ورنگل مین قالین اور دُہسے کثرت سے تیار ہوتے ہین—قالین کي تین قسمین ہین—ریشم—روئی—اور اون—ان کا نقشہ ایران کے قالینون کا سا ہوتا ھے—ریشمی قالین زیادہ قیمتی ہوتی ہین—سنہ ۱۸۵۱ع کي انگریزي نمایش گاہ مین جو قالین عمدہ سے عمدہ رکھے گئے وہ ورنگل کے ریشمی قالین تھے—جنکی قیمت ایک مربع گز کي ایک سو پاؤنڈ تھی اِسوقت ورنگل سے اقسام کے قالین اور دہسے کثرت سے یورپ کو جاتے ہین—حیدرآباد اور گلبرگہ کے جیلخانہ مین بھی روئی کے قالین اور دُہسے تیار ہوتے ہین—

حیدرآباد—اورنگ آباد—پائٹن اور گُدوال وغیرہ مین مشروع اور ریشمی کپڑا بہت اچھا بنتا ھے—جنکے بیگمات لہنگے پہنتي ہین—چکن اور کارچوبي کپڑا خاصکر کے اورنگ آباد اور پائٹن مین تیار ہوتا ھے—کارچوبی کام مین ایک چھوٹے سے رنگین جانور کے پر استعمال کئے جاتے ہین جو خاندیس وغیرہ سے آتے ہین—دوسري قسم کا کارچوب پھولون اور پتون سے تیار ہوتا ھے—زیرنگی کے پرون کو سونے اور چاندي کے بادلے کے ساتھہ—پیتل کے "ستارون" مین ٹانکتے ہین—ٹوپیان اور مخمل کے جوتے ویسے ہی زربفت کے ہوتے ہین—اورنگ آباد مین کمخواب اور پائٹن مین زربفت بنتا ھے—ورنگل—نارائن پیٹھہ—مٹواڑا—اور حسین پرتی مین—ساڑھیان اوڑھنیان اورلسر اور دوسرے ریشمی کپڑے تیار ہوتے ہین—دیسیون مین ریشم کے کیڑون کي پرورش کا ایک عجیب قاعدہ ھے یعنے یہ کہ اون کیڑون کے گھرون پر وہ سواے اوس شخص کے کہ وہ جسکے سپرد ہین دوسریکی پرچھائین تک پڑنے نہین دیتے—کچا ریشم وہان سے دوسرے اضلاع کو کثرت سے جاتا ھے—سونے اور چاندي کے تار ریاست کي دستکاریون مین سے ہین—اور علاوہ اسکے ایک قسم کي موٹی تیل اور دوسرے اقسام کے رنگ جنگلی جہاڑون سے تیار ہوتے ہین—شورا اکثر مقامون مین ہوتا ھے—اور کاغذپورے مین جو دولت آباد کے قریب ایک گانون ھے اقسام کے کاغذ تیار ہوتے ہین لیکن اب آہستہ آہستہ انگریزي کاغذ انکي جگہہ پر مروج ہونے لگا ھے—گنّا تمام ملک مین عام طور پر ہوتا ھے جسکا شیرہ اقسام کے کامون مین آتا ھے اور اسکي صاف کي ہوئی شکر بازارون مین فروخت ہوتی ھے—موٹا نمک ریاست کے اکثر مقامات مین پایا جاتا ھے جسکو کم و بیش تبخیر و جوش سے صاف کرتے ہین—رایچور مین اقسام کے مٹی کے نہایت خوبصورت برتن جنکي مٹی چمکدار اور رنگین ہوتی ھے—بنتے ہین—گھر کے استعمال کے لئے ہانڈیان وغیرہ اچھی تیار ہوتی ہین—لاک کے زیورات جن پر جست کي قلعی ہوتی ھے—بڑے بڑے شہرون اور قصبون مین بہت کثرت سے ہوتے ہین—لیکن کانچ اور لاک کي چوڑیان اب اس کثرت سے نہین ہوتین جیسے پہلے ہوتی تھین—کیونکہ باہر سے جو مال آتا ھے وہ اس سے بہت بہتر ہوتا ھے—

چوطرف اس ریاست کے قصاب مین—ناریل—رائی—ایرنڈي—تل اور السی وغیرہ کا تیل کثرت سے نکالا جاتا ھے—اور اسکے نکالنے کي نہایت آسان ترکیب ھے—صندل—خس—لیمون اور روشن گھانس کا عطر بھی بہت اچھا تیار ہوتا ھے—

شراب کي ساخت علی العموم یہان کے لوگون کا پیشہ ھے جیسا پیشتر کے باب مین بیان ہوچکا ھے—رم—ارک اور دوسري شرابین عمدہ ہوتی ہین—لیکن مہووا کے پھولون کي شراب کي کثرت ھے—

بوت—جوتے اور دوسرا چمڑي کا اسباب تمام ریاست مین عام طور پر اچھا تیار ہوتا ھے اور یہان کے لوگ کتابونکي جلد کے لئے عمدہ چمڑا تیار کرتے ہین—اور پانی کے مشک بھی اچھے ہوتے ہین—

مذاهب

هندستان مین کسي هندو اورکسي مسلمان کي ایسي ریاست نهین جهان حیدرآباد کي سی مختلف مذاهب کي رعایت کي جاتی هو–پهر ایک ایسی رعایت هے کہ جس سے نہ صرف یوروپ کي مختلف سلطنتین سبق حاصل کرین بلکہ حقیقت مین وہ اس سے بهی بہت بڑهکے هے–کیونکہ حضور نظام کي گورنمنٹ کي طرف سے جو قابل تعریف مدد تمام مذهبون کي اشاعت کے لئے دیجاتي ہے وہ اسبات کي ضمانت کرتی ہے کہ انکي ریاست مین رعایا کے مذهب مین چاہے وہ کیسا ہی ہو کسی قسم کي دست اندازی نہ کیجائیگی–مختلف مذاهب کي اعانت کے لئے یا تو جاگیرات–انعامات اور اراضي ہمیشہ کے لئے دیدی گئي ہین–یا سالانہ روپیہ دیا جا رہا ہے–اس ریاست مین کل بیس هزار نواسی گاؤن هین–انمین کوئی ایسا نہین کہ جسمین ایک یا ایک سے زیادہ مندر خاص خاص دیوتاؤن کے موجود نہون–اور ان مندرون کے اخراجات اور محافظت کے لئے یا تو زمینین دیگئی ہین یا روپیہ دیا جاتا هے–اور اگر کسی قصبہ مین مسلمان هین تو انکی مسجد اور درگاہ وغیرہ کے لئے بهی ویسے ہی انعامات مقرر ہین–اور علاوہ اسکے عیسائی مذہب کے لوگ بهی کیا پروٹسٹنٹ اور کیا رومن کیتهولک جو اس ریاست سے کوئی تعلق نہین رکهتے انجیل کي اشاعت کے لئے اپني مختلف مشنون مین سالانہ چندہ کي اعانت پاتے ہین–اور علاوہ اسکے تعلیمات کے لئے بهي انهین عطات دئے جاتے هین–

سنہ ۱۸۹۱ع مین جبکہ اخیر مردم شماری ہوئی تهي اس سے ظاہر ہوتا هے کہ اس ریاست مین حسب ذیل مختلف مذاهب کے لوگ آباد هین–

هندو ۱۰۳۱۵۲۴۹–مسلمان ۱۱۳۸۶۶۶–گونڈ ۲۸۶۶۰–جین دهرم کے لوگ ۲۷۸۴۵–عیسائي ۲۰۴۲۹–سکهہ ۴۶۳۷ بهیل ۱۰۵۸ وغیرہ وغیرہ–

یهان کے پهاڑی لوگ جس مذهب کي پیروی کرتے هین وہ بالکل ایک ابتدائی شکل مین هے–یہہ لوگ آریا قوم سے متمیز ہونے کے لئے اپنے تئین اصلی باشندے کہلاتے هین–انکی نسبت کہا جاتا هے کہ جب ہندوستان مین آریا لوگون کي آمد شروع ہوئی اور ایک کے بعد ایک انکے گروہ یہان داخل ہونے لگے تو یہہ لوگ همالیہ کے پہاڑون سے نکل کے دکن مین چلے آئے اور یہان کے پہاڑون مین پناہ گزین ہوئے–انکے بہت سے قبائل ہین–مثلاً–کورکس–گونڈ–بهیل–کویاس یا کایس اور یارکلور وغیرہ وغیرہ–اور نیچر مین جو چیز انہین اچهی معلوم ہوتي هے وہ اسکی پرستش کیا کرتے ہین–لیکن انمین سے جن لوگون کا میل جول میدان اور شہر کے لوگون سے اور خاص کر نیچ قوم کے ہندؤن سے ہوتا هے–تو وہ رفتہ رفتہ انہین کا مذہب انہین کے دیوتا اور انهین کے طریقہ پرستش کو اختیار کرلیتے ہین–اور پهر بهومک کو جو انکا پیشرو مذہب ہوتا هے خدمت سے خارج کرکے اسکی جگہہ پر ہندو برہمن کو مقرر کرتے ہین جو ضروري مذہبی رسومات کو ادا کرتا ہے–

ان قبائل مین کورکس نہایت قدیم قبیلہ ہے–اس قبیلہ کے لوگون کي تعداد بہ نسبت دوسرون کے بہت ہی کم ہے–وہ دراصل کولیرین ہین اور همالیہ کي شمال و مشرق سے یہان آئے ہوئے ہین–یہ لوگ بهی مثل گونڈ لوگون کے جنگلون اور بیابانون مین بالکل الگ مقامات پر بودوباش کرتے ہین–اور اپنی آبا و اجداد کے طرح چاند اور سورج کي پرستش کیا کرتے ہین–سورج کو پوجنے کے وقت اسکی طرف منہہ کرکے ہاتهہ سے اسکو دکهلاتے ہین–اور علاوہ اسکے وہ جهاڑون کو بهی پوجتے ہین اور علی الخصوص ساگوان کے جهاڑ کي نہایت عزت و توقیر کرتے ہین–اور قبر پر اوسی کا تختہ لگاتے ہین–دنیا کی پیدایش کي نسبت اونکا اعتقاد نہایت ہی دلچسپ ہے–جو ذیل مین درج کیا جاتا ہے–وہ کہتے کہ پہلے پہل دیوتاؤن نے لال مٹی سے انسان کو پیدا کرنے کا آپس مین مشورہ کیا–اس مشورے کے بعد بهیم دیوتا نے ایک سفید چیونٹي کو کہلا بهیجا کہ تهوڑی سی لال مٹی دیدے کیونکہ اسوقت لال مٹي کہین پائی نہین جاتی تهي–سفید چیونٹی نے انکار کیا اور کہا کہ مین نہین دینے کي–بهیم نے اسکي تشفي کي اور کہلایا کہ انسان کچهہ همیشہ زندہ نہین رہنے کے–اور جب وہ مرینگے تو اُنہین زمین ہی مین گاڑا جائیگا–اور پهر وہ مٹي مین مٹی ہوجائینگے–اور اپنے اس قول کي تصدیق کے لئے بهیم نے سورج اور چاند کو بلوا کے اونکی ضمانت دلوائی–جب چیونٹی کو پورا پورا اطمینان حاصل ہوا تو اوسنے لال مٹی دي اور اس مٹی سے دیوتاؤن نے پتلے بنائے اور انہین سوکهنے کے لئے دهوپ مین رکها–اسوقت زمین پرجهاڑون کي کثرت نہین تهی–اور جو کچهہ جهاڑ تهے وہ حقیقت مین دیو تهے–ان دیوؤن نے جب اون پتلیون کو دیکها آنکر اونکی صورت بگاڑدی اور بهیم کو اپنے سے خفا کیا–بهیم نے اسی وقت

ایک کتا پیدا کیا اور اسکو پتلون کي رکھوالی دی۔جب جھاڑ کے دیو پتلون کے قریب آئے تو کتا بھونکنے لگا۔اور بھیم نے ان دیؤن کو پکڑکرسر نیاچے اور ٹانگین اوپر کردین۔ جیسے وہ اب نظر آرہے ہین۔اسکے بعد وہ مٹی کے پتلے سوکھے اور انسان بنے جو اب کورکس کہلاتے ہین۔پھر دیوتاؤن اور انسانون دونون کو بھوکھہ لگی۔تب بھیم نے ایک کائے بھیجی اور کوا اوڑ کے سمندر پر گیا اور ایک مدت کے بعد جب اوسکے بال و پر پاني مین بھیگ گئے تو پتھرون کي زمین پر کودتا ہوا آیا یہان تک کہ اوسکے پیر زخمی ہوگئے۔راستے مین ایک مانگ کے مکان کے سامنے اسکو ایک کٹکی کا دانہ (قسم اناج) ملا۔وہ اسکو اٹھاکر بھیم کے پاس لایا۔بھیم نے اس مانگ کو بلواکر اس سے اناج خریدنا چاہا۔لیکن اوسنے بیاچنے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تم سب کو بھوک لگی ہے تو آؤ مین کھانا کھلواتا ہون۔لیکن اناج بیاچونگا نہین۔پھر سنکے سب مانگ کے پاس آئے اور اسکے ہاتھہ سے کھانا کھایا۔الاکوا کے۔کہ اوسنے نہین۔کھایا۔پھر بھیم نے جتنے مرد تھے اُتني ہی عورتین پیدا کین اور انکے ازدواج سے کورکس کي قوم بڑہي۔اور بہت سے قبیلہ ہوگئے ۔انمین اتفاقاً ایک قبیلہ کے سردار کو حرص پیدا ہوي اور چاہا کہ کورکسون سے بعوض ہر روز ایک کُٹکی کے دانہ کے ایک پیمانہ بھر کے لیوے اسپر بھیم کو غصہ آیا اسکو بیل بناکر کہا کہ مین تیرا گوشت کھانے کے لئے مہار اور تیری ہڈیان کھانے کے لئے چیونٹیان اور تیرا چمڑا استعمال کرنے کے لئے چماڑ پیدا کرون گا۔اسکے بعد اسنے بیلون کي رکھلوالی کے لئے کاچڑے سے دو گُولنین پیدا کین غرض خلقت عالم کي نسبت کورکسون کا مذکورۂ بالا اعتقاد ہے۔انکا بڑا دیوتا مہادیو ہے جسکی وہ پرستش کرتے ہین۔اور حسب اعتقاد اونکے وہی عام طور پر ہمیشہ انکی تندرستي وغیرہ کا نگہبان رہتا ہے۔اسکے بعد بھاگدیو کا مرتبہ ہے۔جو اِنہین جنگلی درندون اور خاص کرکے شیرون سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ اسپر بھینٹ چڑہاتے رہتے ہین تاکہ قصبہ کو تکلیف ندیوے اور اسکا مندر جنگل مین بناتے ہین۔انکا تیسرا دیوتا باپا دیو ہے۔اسکی پرستش ہمیشہ گانون کي سرحد پر ہوا کرتی ہے۔اور چوتھا ماتوا دیو ہے جسکی جگہ قصبہ کے سردار کے مکان کے سامنے ہوتي ہے۔اور علاوہ ان بڑے بڑے دیوتاون کے یہہ لوگ دوسرے چھوٹے چھوٹے دیوتاؤن اور اپنے بزرگون کیا مرد کیا عورتونکی بھي پرستش کیا کرتے ہین۔انمین جو عجیب وغریب رسم ہے وہ "پھولاچکنی" ہے جسمین وہ انکی ارواح کو ثواب پہونچانے کے لئے انکا فاتحہ وغیرہ کرتے ہین اس فاتحہ مین مُردون کا ایک قریب رشتہ دار خواہ وہ اسکا فرزند ہو یا اور کوئی۔ایک پاني کا چُقر ڈہونڈہ نکالتا ہے۔جسمین کینکڑے کا سوراخ ہو اور پھروہ رسم اسطرح سے وہان ادا کي جاتی ہے۔یعنے ایک چھوٹے سے ٹوکرے مین۔پانچ ٹکڑے بانس کے۔پانچ پانون کینکڑے کے۔سات پتے پہاڑی گھانس کے ایک ذرا سا ٹکڑا ہلدی کا۔اور پانچ دانے چانول کے رکھکے اوس چُقر کے پاس لیجاتے ہین۔اور جو شخص اس چُقر مین اترنا چاہتا ہے وہ خوب شراب پیکے بدمست ہوتا ہے۔اور پھر ٹوکرا لیکے کینکڑے کا سوراخ تلاش کرتا ہے۔اور جب سوراخ مل جاتا ہے تو وہ ٹوکرا اسمین گھسیڑ دیتا ہے۔اور یون مُردے کي روح کو ثواب پہونچاتا ہے۔اسکے بعد اسکے ہمراہی خوب ناچتے ہین اور شراب نوشی کے بعد یہہ رسم ختم ہوتی ہے۔بھومک یعنے ان لوگون کے پیشوایان مذہب کي نسبت ان کا اعتقاد ہے کہ وہ بیماریون سے محفوظ رکھتے ہین اور انہین درست کرتے ہین۔اُنکی طاقت یہانتک بڑھي ہوئی ہوتی ہے کہ شیرون کو سال بھر تک گانو مین آنے نہین دیتے۔اسکے لئے وہ گانون کے اطراف کیلین ٹھونکتے ہین اور ایک بھینسے کي قرباني دیتے ہین۔علاوہ بھومک کے اگر کوئی کورکس خواہ وہ عورت ہو یا مرد اگر چاہے توعلم کے جھاڑ سے اس جادو کو حاصل کرسکتا ہے۔اسکا طریقہ یہہ ہے کہ پہلے وہ اپنے گانو کے بزرگون اور عقلمندون سے مشورہ کرتا ہے۔اور پھر ایک وقت مقررہ پر نہا دہو کے جو شاید برسون مین اتفاق ہوتا ہو جنگل مین جاتا ہے۔اور وہان تین دن اور تین رات تک چوطرف گھومتا پھرتا ہے۔اور اپنے دانتون سے جھاڑ کے پتون کو چباتا ہے اور یہ اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کہ جھاڑون پر جو کثرت سے زہریلے سانپ رہتے ہین اُنسے اسکو کوئی خوف وخطر نہین۔اور ساتھہ اوسکے یہ اوسکا پورا اعتقاد ہوتا ہے کہ اگر مین ہاتھہ سے پتا توڑون تو یقیناً اسیوقت مرجاؤن۔اور جب وہ وحشی درندون اور زہریلے سانپون کو دیکھتا ہے تو کمال جرات و ہمت کے ساتھہ علم کے جھاڑ پر چڑہہ جاتا ہے جسکا ڈہونڈ نکالنا اسکي تمام عمر کي سحر کے لئے کفایت کرتا ہے۔اسکے بعد وہ گانو کو واپس آنکر پھر نہاتا ہے۔اور ایک بکرا قرباني دیتا ہے اسکي یہ سحر کي طاقت تمام عمر تک یعنے جب تک کہ ایک دانت بھی اسکے منہ مین باقی رہے قایم رہتي ہے۔

اصلی باشندون مین جو سب سے زیادہ تعداد مین ہین وہ گونڈ ہین۔انکی تاریخ یہہ ہے کہ یہ لوگ پہلے ہمالیہ پر ڈوالیگری کے پہاڑ کے پاس رہتے تھے۔چونکہ وہ ایک غلیظ قوم تھی اور اُنکے جسم سے بالکل بدبو آیا کرتی تھی اسلئے اونکے دیوتا مہادیو کو یہہ بات گوارا نہوی کہ انہین بہشت کے اسقدر نزدیک رکھے۔وہ جانتا تھا کہ اِنہین شکار کا بہت شوق ہے اسلئے اسنے اپنے بدن کے ایک حصہ کو گلہری کے قالب مین بدل دیا اور وہ گلہری میدانون کي طرف دوڑنے لگی۔گونڈون نے جب اسکو دیکھا تو مرد عورت اور بچے سب اوسکے پیاچھے دوڑنے لگے دوڑتے دوڑتے جب وہ ایک غار کے نزدیک پہونچے تو مہادیو نے اُن سب کو اسمین بند کرکے ایک بڑاسا پتھر اوس غار کے منہہ پر رکھدیا تاکہ وہ اس مین سے باہر نکل نسکین۔اور ایک دیو کو پہرے پر بٹھلا دیا

—چونکہ مہادیو اُنکی دوڑ دیکھہ نے مین بالکل محو تہا—اسلئے بعض گونڈون پر جر پیاچہے رہگئے تہے اسکی نظر نہ پڑتے—اور وہ قید ہونے سے بچ گئے—یہہ چار آدمی تہے اور چارون حقیقی بہائی—ان لوگون نے دوڑنا چہوڑکے سفر اختیار کر لیا تہا—گہومتے گہومتے یہہ کاچی کوپا جوہارگری تک جو سرخ پہاڑیون مین ایک لوہے کی وادی ہے چلے آئے—وہان انکی ایک دیو سے مڈ بہیڑ ہوی—اُسنے پہلے ارادہ کیا کہ اِنہین کہا جائے—لیکن پہر اُسکے دلمین رحم آگیا تو فسخ عزیمت کرکے ان پاکیزہ مسافرون کے ساتہہ کہ جنکے جسم سے خوشبو کی مہک چلی آتی تہی اپنی بیٹیون کی شادی کردی اُس ازدواج سے دوسرے گونڈ پیدا ہوئے جو اسوقت موجود ہین—ان لوگون کے بہت سے رسم و رواج ہندون کے ساتہہ ملے ہوے ہین—پہلے یہہ لوگ مہادیو کو مانتے تہے اور پہر اسکی جگہہ پر براپین دیوتا کو ماننے لگے—اسکا مندر مکانون مین یا کہیتون مین بناتے ہین—اسکے بعد گہن شام دیو ہے—اوسکا مندر گانو کے باہر ہے—اس مین ایک بانس کا ٹکرا زمین مین گڑا ہوا ہوتا ہے—جسکے سرے پر ایک لال یا پیلا کپڑا بندہا ہوا رہتا ہے—اور ایک پتہر کا ٹکڑا شنگرف مین رنگا ہوا وہان رکہدیا جاتا ہے—اس مندر مین نومبر کے مہینے مین تمام گانو والے پوجا کے لئے جمع ہوتے ہین—ایک سور یا دوسرا کوئی جانور اور تہوڑی سی شراب بہینٹ چڑہائی جاتی ہے—اس پوجا کی اثنا مین انکا دیوتا کسی کے جسم مین آتا ہے تو وہ شخص اِدہر سے اودہر اور اودہر سے اِدہر لڑکہڑانے لگتا ہے—اور اسی وجد کی حالت مین جنگل کی طرف چل دیتا ہے—وہ شخص تمام گانو والون کے گناہ کا عوض خیال کیا جاتا ہے—جب اسکا حال اترتا ہے اور اسکے ہوش حواس درست ہوتے ہین تو چند گانو والے اسکو پہاچہا لاتے ہین—گونڈ لوگ علاوہ مذکورہ بالا دیوتاون کے دوسرے دیوتاون کی بہی پرستش کرتے ہین جنکے نام یہہ ہین—بہاگدیو—باپا دیو—اور متوا دیو—اور اِن لوگون مین بزرگون کی پرستش کی رسم بہی جاری ہے—اور ارواح خبیثہ کو کفارہ بہی دیا جاتا ہے اور وہ اسطرح سے کہ ایک بانس پر کپڑا باندہکے اسکو جہونپڑون کے قریب پتہرونمین گاڑتے ہین اور اسپر شیطان کا نزول ہوتا ہے ان لوگون کی عادت ہے کہ ہر ایک تیوہار مین اچہی اچہی چیزون مین پہلے اسکا حصہ نکالکر الگ رکہدیا جاتا ہے—اِنکے ہان جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ولادت کے پانچوین روز نام رکہنے کی رسم بڑی دہوم دہام سے ادا کی جاتی ہے—تمام لوگ جمع ہوتے ہین اور بچے کا سر مُنڈواکے اسکا نام رکہتے ہین—پہر جوار کی روٹی اور شراب سبکو پلائی جاتی ہے—اور عورتین بچہ کے دادا اور پردادا کی تعریف مین گیت گاتے ہین—انکے ہان شادی کی رسومات مین ہندو دہرم کے میل جول سے بہت سی تبدیلیان ہوگئی ہین—اگر ممکن ہو تو پہلے ایک جوشی سے کوئی مبارک روز دریافت کیا جاتا ہے—اور پہر اُس روز برہمن آنکر رسم شادی ادا کرتا ہے—لیکن اکثر کرکے گوپال بابا یا کوئی موروثی بہومک اس رسم

کی ادائگی پر مامور ہوتا ہے—پہلے انمین یہہ رسم جاری تہی کہ دلہن کو پیشتر اسکے کہ وہ گانو مین داخل ہو زبردستی پکڑ لیا کرتے تہے—اور پہر دولہا اور دلہن والون مین لڑائی ہوتی تہی—لیکن اب وہ بات جاتی رہی اب صلح وآشتی کے ساتہہ شادی ہوا کرتی ہے—دلہن کا باپ دلہن کے جہیز مین چار روپیہ ایک ساڑی بیس سیر جوار—تین مُرغیان اور شراب کے لئے دو روپیہ نقد دیتا ہے—اسکے بعد ایک مصنوعی گرفتاری اور ایک مصنوعی لڑائی ہوتی ہے—اور پہر طرفین کے لوگ معہ دولہا دولہن کے ایک گہوڑے پر جاتے ہین—وہان دولہا اپنی انگلی مین سے ایک لوہے کی انگوٹہی نکال کے دولہن کی انگلی مین پنہاتا ہے—اور پہر سات بار ایک کہم کے اطراف چکر لگاتا ہے—اسکے بعد موافق حکم اُنکے پیغمبر لنگو کے ایک پیالہ شراب سے بہرا ہوا دولہا کے نزدیک اور دوسرا پیالہ نصف شراب کا دولہن کے نزدیک رکہا جاتا ہے—انکے ہان علی العموم یہہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شادی مین یا غمی مین یا گانو کے کسی مجلس شوریٰ مین بلایا جاتا ہے تو پہلے وہ یہہ سوال کرتا ہے کہ وہان شراب کسقدر ہوگی—غرض شادی کے بعد دولہن چند روز تک دولہا کے پاس رہتی ہے اور پہر اپنے میکہ کو چلی جاتی ہے جہان سے وہ اکہاجی کے تیوہار تک جو ہرسال برسات کی موسم مین ہوتا ہے واپس نہین آتی—گونڈون نے مُردہ جلانے کی رسم ہندؤن سے سیکہی ہے—ورنہ اُنمین قاعدہ تہا کہ مُردے کو اسکا سر شمال کی طرف کرکے زمین مین دفن کیا کرتے تہے—دفن کے بعد سب لوگ مُردے کے مکان پر جاتے ہین—وہان ایک عورت انہین کلی کرنے اور ہاتہہ پاؤن دہونے کے لئے پانی لاکر دیتی ہے—اس سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنے اپنے گہرون کو جاتے ہین اور وہان سے فی کس ایک ایک چپاتی اور تہوڑی سی شراب لیکے پہر وہان آتا ہے اور مُردے کے قرابت دار بہی اپنی اپنی چپاتیان اور شراب لیکر اُنکے ساتہہ شریک ہوتے ہین اور پہر سب ملکر ایک ہی برتن مین کہاتے ہین—لیکن کہانے کے آگے ہر ایک شخص اپنی چپاتی اور شراب مین سے تہوڑا سا نکال کے مٹی کے برتن مین مُردے کے لئے الگ کردیتا ہے—جب کہانا کہاچکتے ہین تو ان برتنون کو لیکے سب لوگ مُردے کی قبر پر جاتے ہین—اور اسپر انہین رکہدیتے ہین—اگر مرنے والا تمباکو یا افیم کا عادی ہوتا ہے تو یہہ دونون چیزین بہی اُنکے ساتہہ شامل کی جاتی ہین—ورنہ صرف چپاتی اور شراب—لیکن شیر خوار بچون کے لئے دودہ ضرور ہوتا ہے—اس موقع پر مجہکو تمباکو کی نسبت ایک قصہ یاد آگیا اور وہ یہہ کہ مسٹر شیفرڈ نے جو شمالی حصہ کے مدارس کے انسپکٹر تہے مجہسے بیان کیا کہ ایک مرتبہ جب وہ دورے پر تہے تو انکا سپاہی دو گونڈون کو بطور تماشے کے اُنکے پاس لایا—اسوقت مسٹر شیفرڈ شطب یعنی پائیپ پی رہے تہے—اور وہ دونو گونڈ اُنکے سامنے کہڑے اس پائیپ کو تعجب کی نگاہون سے گہور رہے تہے—مسٹر

شیفرڈ نے جب انکا استعجاب دیکھا تو تھیلی مین سے تھوڑا سا تمباکو نکالکے اپنے سپاهي کو دیا کہ انہین دیوے۔ سپاهي نے اپنے قریب کے گونڈ کے حوالہ کیا۔ اوسنے اسمین سے اپنا حصہ لیکے باقی کا اپنے ساتھی کو دینا چاہا تو وہ خوف زدہ ہوکے ایک دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور پھر اپنا میلا کچیلا کپڑا پھیلا کے اسکو لے لیا۔ جب اس سے اس عجیب و غریب حرکت کي وجہ دریافت کی گئی تو کہا۔ کہ مین ایسی چیز سے اپنے جسم کو ناپاک نہین کرنا چاہتا جو میرے ساتھی نے اس شخص کے ہاتھہ سے لی ہے جسنے صاحب کو چھوا ہے۔ کیونکہ صاحب سے زیادہ تمام دنیا مین کوئي ناپاک نہین۔ یہہ سنکے مسٹر شیفرڈ بہت خوش ہوئے۔ لیکن وہ سپاہی جو قوم کا چھتری تھا اور درجہ مین برہمنون سے دوسرا بالکل خفا ہوگیا۔ کہ ایک نامہذب شخص جو سڑا گوشت کھانے والا ہو مجھکو ناپاک سمجھے اور میری چھوئی ہوئی چیز سے یون پرہیز کرے۔ اگر اسوقت کبھی وہ میرا اشارا پاتا تو اسکا کچومر ہی نکالڈالتا۔

گویاس یا کائیس لوگ گونڈون کے ساتھہ بالکل مشابہت رکھتے ہین۔ اگرچہ اونکے عقائد اور اُنکے رسم و رواج مین بہت فرق ہے۔ اونکا اعتقاد ہے کہ وہ بھیم یا بھیماور دیوتا کے اولاد مین ہین۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز بھیم اپنے بھائي دھرما راجہ کے ساتھہ انکي جلاوطنی مین شریک ہوا۔ جنگل مین شکار کھیلتے کھیلتے اُسنے ایک جنگلي خوبصورت عورت دیکھی جو انسان کي صورت مین تھی لیکن انسان نہین تھي۔ وہ اسکا عاشق ہوگیا اور اسکے ساتھہ شادی کي۔ ان دونون کے ازدواج سے گویاس پیدا ہوے۔ وہ ایک خدا کو مانتے ہین۔ جو عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور جنت دوزخ کے بھی قائل ہین۔ انکا اعتقاد ہے کہ جنت ایک بڑا اور مضبوط قلعہ ہے۔ جسمین اسقدر چانول بھرے ہوے ہین کہ باوجود تمام لوگون کو جو اسمین داخل ہوتے ہین تقسیم کرنے کے کبھی پورے نہین ہوتے۔ اور جہنم ایک تیرہ و تار مکان ہے جہان ایک لوہے کي گائے ہمیشہ ان لوگون کا گوشت کھاتی اور انہین تکلیف دیتی رہتی ہے۔ جو وہان بھیجے جاتے ہین۔ گویاس مثل دوسرے قبیلون کے ضعیف الاعتقادی مین کچھہ کم نہین۔ وہ بھي اون ارواح خبیثہ کو مانتے ہین جو پہاڑون مین رہتے ہین اور علاوہ اسکے شہرون سے محفوظ رہنے کے لئے وہ ان دیوتاؤن کو بھینٹ دیتے رہتے ہین جو اُنکے نزدیک خدا سے کم درجہ کے ہین انکے ہان شادی کي رسم بہت سیدھی سادی ہے۔ یعنے یہ کہ دولھا دولہن اپني پیشاني پر ایک مثلث نشان کرکے زانو پر بیٹھتے ہین۔ اور اونکے سرون پر پاني ڈالا جاتا ہے۔ اور اُنکی شادی ہوچکتي ہے۔

بھیل لوگ جو اس ریاست مین رہتے ہین وہ خاص کرکے اورنگ آباد کے اضلاع مین آباد ہین۔ یہ ایک ایسی سخت قوم ہے کہ انکی عورتین تک بھي لڑائی مین شریک ہوا کرتي ہین۔ مغلون اور مراٹھون کو جو انہین باغی سمجھکر انکا قلع وقمع کرتے رہتے تھے سخت تکلیف دیتے رہے۔ اور اُنسے کبھی دبے نہین۔ لیکن برٹش گورنمنٹ اور نظام گورنمنٹ نے انکے ساتھہ صلح آمیز پالیسی اختار کر رکھی ہے۔ اسلئے وہ بھیل منسائي کے ساتھہ کسانون کي طرح کشت کاری مین مصروف رہا کرتے ہین۔ انکا اعتقاد ہے کہ وہ مہادیو کے ایک فرزند کي اولاد ہین جسنے ایک انسان عورت سے شادی کي تھي۔ یہ عورت بوجہ اسکے کہ اُوسنے اپنے باپ کا بیل مارڈالا تھا۔ جنگلون مین جلاوطن کردی گئی تھی۔ ہنمنتھہ نایک جو ایک مشہور بھیلون کا سردار تھا۔ مغلون کے ساتھہ ایک لڑائي مین مارا گیا۔ اسکي قبر بونا کے پاس ہے۔ جسپر ایک مندر بنا ہوا ہے۔ اسکو ہنمنتھہ نایک کي باڑی کہتے ہین۔ بھیل لوگ اکثر اسکی زیارت کو آتے ہین۔ اس مندر مین جو کچھہ لکڑی کا فرنیچر رکھا ہوا ہے۔ وہ اسکے پرستش کرنے والون کي طرف سے دیا گیا ہے۔ انکا اعتقاد ہے کہ اعضائے ماؤف کے چنگا کرنے مین ہنمنتھہ کو پوری قدرت حاصل ہے۔ بھیلون مین بچپنے کي شادی کا رواج نہین۔ انمین جو لوگ کہ ابتک قدیم عقاید کے ہین جب کبھی شادی ہوتی ہے تو انکا سردار یا اسکا قائم مقام۔ یا مذہبی کمیٹی اس رسم کو ادا کرتی ہے۔ لیکن جن لوگون نے ہندوؤن کا مذہب اختیار کرلیا ہے وہ ہمیشہ برہمن کو بلایا کرتے ہین۔ جب کوئی بھیل مرجاتا ہے تو اسکے دفن کے بعد اسکی روح کے آسمان پر چڑھنے کے لئے اسکے مکان کي ایک طرف رسیون کي ایک سیڑھی لٹکا دی جاتي ہے

یہان کے اصلي باشندون کا اور ایک فرقہ ہے جسکو یارکلور کہتے ہین۔ یہ لوگ ریاست کے مشرقی حصہ مین آباد ہین۔ اور خانہ بدوش نٹون کي طرح چوطرف گھوما کرتے ہین۔ اور اِنکے جھونپڑے تاڑکے پتون کے ہوتے ہین۔ وہ سور یا اور کوئی شکاری جانور کا سڑا ہوا گوشت کھایا کرتے ہین۔ اگرچہ لوگ بوجہ غلاظت کے اُنسے متنفر رہتے ہین۔ لیکن بیماری کي حالت مین ضرور اُنسے رجوع لاتے ہین۔ جب یارکلور عورت آتی ہے تو ایک جادو کي چھڑی نکالتی ہے۔ جسکا ایک سرا وہ اپنے ہاتھہ مین رکھتی ہے اور دوسرا سرا بیمار کے ہاتھہ مین دیکر کچھہ بڑبڑانے لگتی ہے۔ اور بیماری کے انجام کي پیشین گوئی کرکے کہتی ہے کہ تو فلانے مندر مین جا اور وہان قربانی دے۔ علاوہ اسکے یہہ لوگ طبابت کا بھی دعویٰ رکھتے ہین۔ انکے پاس تھیلیون مین جڑی بوٹی ہوتی ہے جسکو وہ کہتی ہین کہ سانپ کے کاٹے ہوے کا علاج ہے انکا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اس جادو کي جڑی کے زور سے جو انکے پاس ہوتی ہے مکانات کے اندروني اسباب کا حال باہر ہی سے معلوم ہوجاتا ہے۔ لیکن وہ اور ذرایع سے احوال دریافت کرکے بڑی بڑی چوریان کرتی ہین۔ اسلئے لوگ ہمیشہ اُنسے خوف ناک رہتے ہین۔ شادی کي رسم کی ادائگی کے لئے اُنکے بزرگون مین سے ایک شخص منتخب کیا جاتا ہے۔ جو ایک چوکي پر بیٹھکے کچھہ بڑبڑاتا ہوا دولھا اور دولہن کے سرون پر چانول پھینکتا ہے۔ اسکے بعد ایک سور مارتے ہین اور اسکا گوشت پکاکر کھاتے ہین۔ پھر تمام مہمان ناچنے کودنے اور ناچا

بنجارے

بجانے کے بعد شراب پیکے رخصت ہوتے ہین اور شادی ختم ہوتی ہے۔ جب انکے ہان کوئی مرتا ہے تو ایک لنگیت (مذہبی عالم) آنکر رسم تعزیت ادا کرتا ہے۔ کیونکہ وہان بر برھمن کا گذر نہین ہوسکتا۔

رسوماتِ ہندو کو ہمیشہ دو لحاظ سے دیکھنا چاہئیے ایک مذہبی اور دوسرا سوشِیل۔ مذہبی رسوم قدرتی قوتون کي بیدي

پوردیسي

پرستش اور ہندوستان کي اصلی قومونکی ظالمانہ باطل پرستی پر مشتمل ہین اور اصلاحِ بدنی کي ساخت اخلاق اس مین اپنا اثر ڈالے ہوے۔ انکی سوشیل حالت برہمنی انتظام کا نتیجہ ہے جو قومونکی نسبت کیا گیا ہے۔ ہندو مذہب کو صاف صاف سمجھنے کیلئے ہمکو آرین کو دیکھنا چاہئیے جو پہلے پہل ہندوستان مین آنکر آباد ہوے۔ یہ لوگ اسی گروہ مین سے تھے کہ جس مین سے بعضے یونان مین گئے بعضے روم مین اور بعضے اندلس مین اور بعد اسکے انگلستان مین۔ آرین لفظ دیو (درخشاني) دلالت کرتا ہے کہ یوروپ اور ہندوستان کے قدیمی مذاہب ایکہی تھے۔ بہت سے بیدی دیوتا یونانی

مجمع بنجاریان

روہیلہ

سب مخلوقات پر غالب ہے" جب وہ اور جنوب کي طرف بڑھے اور گنگا ندی کے کنارے بسے تو انہین معلوم ہوا کہ نہ اب اگنی کو بلانے کي چندان ضرورت ہے اور نہ انکی زندگی کے لئے اندرا کي کوئي حاجت بلکہ موسم برشکال کے سبب پاني افراط سے ہے پہر برہمنی تعلیمات کے اثر سے انکے خیالات مین وسعت ہونے لگی—اور برہما خالق اور وشنو محافظ اور شیوا برباد کرنے والا مانا گیا—اور یہ ایک ہی قوۃ الہیہ سے ظہور مین آئے—ان تینون دیوتاؤن کي علیحدہ علیحدہ اور اکٹھا پرستش کي جاتی ہے گویا یہی انکی تثلیث ہے—اور بیدی دیوتاؤن کي جگہ یہی پرستش کیواسطے مقرر ہوئے ہین—
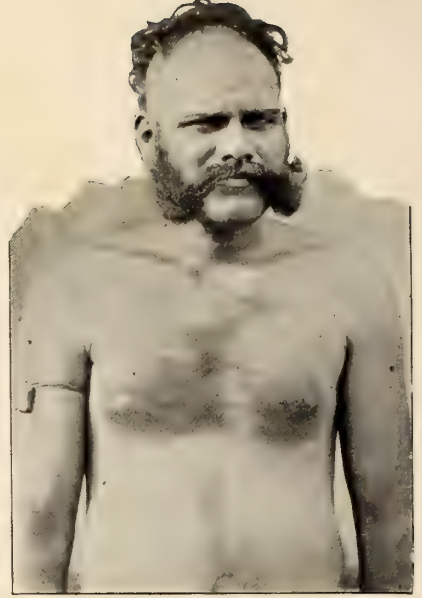
بہجن یعنی پاک گیت چار کتابون مین مرقوم ہین جنکا نام بید ہین اور جو الہامي خیال کیجاتي ہین—ہر ایک بید کے ساتھہ عبارت مین اسکي شرح لکھي ہوئي ہے جسے برہمنا کہتے ہین اور جس مین خاص طور پر قربانیان اور گروؤنکے فرائض بیان کئے گئے ہین—بید اور برہمنا ہندونکي مقدس کتابین ہین—جب آرین وندھیا چل پہاڑیون کي وادي اور گنگا و جمنا کے درمیاني ملکون مین پہونچے تو انکے سوشیل انتظامات مین ایک بڑا تبدل واقع ہوا—بید کے اعتقادات کے مطابق برہمني فرقہ وجود مین آیا اور اسکي ترقي کے ساتھہ ذاتون کا رواج بہي قائم ہوا—آرین قوم نے جب پہلے پہل پنجاب کي نہرون پر سکونت اختیار کي تو کنبہ کا سردار اپنے خاندان کیواسطے کشتکاری کرتا اور لڑتا اور اپنے خاص دیوتا کیواسطے قرباني نذر کرتا—بعد ازان جب ایک ملک سے دوسرے ملک مین نقل وحرکت کرنے وقت یا لڑائی کے وقت جب تمام فرقے ساتھہ لائے جاتے انمین جو بزرگ ہوا وہ اُن سبھون کے لئے قرباني کرتا—پہر تو رفتہ رفتہ پہنچین جو وقتاً فوقتاً بنائے
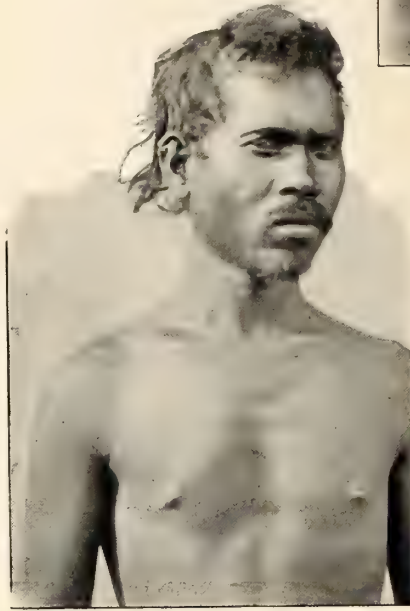
کُیکري

بہیل

بیدر

دکھني عرب

اور لاطیني کے بہی دیوتا تہے—بید یعنی غزلیات حقاني اسوقت مین بنائے گئے جب ان آرینون نے ہندوستان کیطرف کوچ کیا—کہتے ہین کہ ان غزلیات کي تصنیف تین ہزار برس قبل پیدایش حضرت عیسي کے شروع ہوئی ہے—اور اُن سے ہمین معلوم ہوتا ہے کہ آرین لوگون کے معبود حسب ذیل تہے—دیاوش یعنی فلک اعلي—ورن یعنی آسمان محیط—اِنڈرا یعنی بخار آب—اگنی یعنی آتشی دیوتا—آفتاب ہوا—اور نذر کا درخت—سوم کہ جسمین سے کُہولتا ہوا رس نکالا جاتا ہے—الغرض تینتیس ۳۳ دیوتا ہین—گیارہ آسمان پر اور گیارہ زمین پر—اور گیارہ ہوا مین—ان دیوتاؤن کي تعریف مین جو غزلیات ہین انمین یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب کسی ایک دیوتا کا ذکر آتا ہے تو اسوقت کیلئے وہی سب سے اعلي اور افضل گنا جاتا ہے—اگرچہ وہ لوگ بہت سے دیوتاؤن کي پرستش کیا کرتے تہے—لیکن باوجود اس کے خداے واحد کا تصور جو تمام قوت و حسن وتقدس کا مدار ہے ان غزلون کے مصنفون کے دھیان مین پہلے ہی سے تہا—جبتک آرین دیار باردہ کے قریب رہے تبتک اگنی یعنی آتشی دیوتا سب سے افضل مانا جاتا تہا—اور اسکی ثنا مین غزلین لکھی گئین جب انہون نے نصف چرواہی زندگی کو چہوڑ کر پنجاب مین کسانون کے طور پر سکونت اختیار کي—اور ندیون کي قدر و ضرورت کو سمجہے—تو اندرا کي تعریف مین غزلین بنائین—"اے اندرا نہ کوئي دیوتا تجہکو پہونچ سکتا ہے اور نہ کوئی آدمی—تو قوت مین

گئے تھے اتنے زیادہ اور قربانیکے رسوم ایسے پیچیدہ ہوگئے کہ بعض بعض آریا لوگ جنکی یادداشت اچھی تھی ان بھجنوں کے حافظ ہوئے۔ اور پھر پادشاہ یا سردار نے بڑی خوشی سے قربانیوں کا بجالانا ان کے حوالے کردیا۔ یہ ہوشیار لوگ رفتہ رفتہ دوسروں سے جواب تک کشتکار اور سپاہی اور اپنے گھروں میں پیشوا تھے کنارہ کشی کرکے اپنی ایک علاحدہ جماعت بنانے لگے۔ ریگ بید میں جو چاروں بیدوں سے قدیم ہے نہ صرف خداکی تعریف کے بھجن ہیں۔ بلکہ اس میں ان لوگوں کے چال چلن اور رسم ورواج کے اشارے بھی ہیں اور اسکے ساتھہ فتحمند آریوں اور مغلوب اصلی قوموں کا ذکر ہے۔ اور پہلی قوم کو دوسری قوم سے پہچاننے کے لئے لفظ ورن مستعمل ہے جو اسوقت سے ذات پر دلالت کرنیکے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ریگ بید کی تاریخ ایک ہزار چارسو برس قبل تولدِ عیسی تک پہنچتی ہے۔ اس مدت کے بعد بید کے بھجن گانے والوں برہمنا کی شرح کرنے والوں اور بڑی بڑی قربانیوں کو شاہی درباروں میں بجالانے والوں نے اپنے کام کو موروثی پیشہ بنالیا۔ اور برہمنوں کے نام سے موسوم ہوگئے اسکے بعد برہمنوں نے جو دوسرا کام کیا وہ یہ تھا کہ اپنے اطراف ذاتکا ایک جادوئی دائرہ کھینچ لیا۔ پیشتر اسکے جیسے کہ آرین اپنے تئیں اصلی قوموں سے بہتر جانتے تھے اسیطرحسے اب برہمن اپنے تئیں ان سے بڑھکر سمجھنے لگے۔ سینکڑوں برس گذر گئے لیکن برہمن نہایت استحکام کے ساتھہ اپنی وقعت کو سنبھالے رہے۔ برہمنوں کا دیکھا دیکھی پادشاہوں اور سپاہیوں نے بھی تقریباً ایک ہزار سال قبل میلاد حضرت عیسی کے اپنے بھائیوں سے جو کشتکاری میں یا اور کسی پیشہ میں مصروف رہے جدائی اختیار کی۔ اور چھتری کا لفظ جو بید میں دیوتاؤں کیواسطے مستعمل تھا اور جسکے معنی زور آورکے ہوتے ہیں۔ سپاہیوں نے اپنے لئے مخصوص کرلیا۔ باقی ماندہ آرین ویشیاس کے نام سے موسوم ہوئے اور اصلی قوموں کو شُدر کہا گیا۔ ان چار بڑے حصوں میں سے چھوٹے چھوٹے حصے نکلنے لگے۔ چنانچہ اِسوقت تین ہزار ذاتوں سے کم نہیں۔ ذاتوں کی زیادتی کے کئی سبب ہوئے۔ مثلاً جیوں جیوں ہر ایک قبیلہ بڑھکر قوم ہوتا گیا یوں یوں ہر ایک قوم اوروں سے علاحدہ ہوکر اپنے آپ میں تقسیم پذیر ہوئی اور پھر شمال والے اپنے تئیں جنوب والوں سے جدا سمجھنے لگے حالانکہ دونوں ایک ہی قوم کے تھے اور غالباً بہت سے فرقوں کا وجود اسیطرح سے ہوا اور اسیطرح سے ہر ایک پیشہ ایک جدا ذات کا باعث ہوا۔ مثلاً ایک ہی پیشہ کے لوگ اگر جدا جدا قبیلے سے ہوتے یا ملک کے مختلف مقاموں پر رہتے تو اپنے تئیں جدا جدا ذات کا سمجھتے۔

پہلے برہمنوں کا اور اسکے بعد سپاہیوں کا اپنے آرین بھائیوں سے جو کشتکاری یا اور پیشونمیں مشغول تھے علاحدہ ہوجانا باقی ماندہ قوم وشیاس کے لئے بڑی رنجش خاطر اور فروتنی کا باعث ہوا۔ اور اصلی قومیں تو غلاموںکے برابر ہوگئی تھیں۔ یہانتک کہ انہیں مذہبی رسومات میں شامل ہونے سے منع کردیا گیا۔ رفتہ رفتہ ذاتی آئین کی حد بندیاں ایسی ناگوار ہوگئیں کہ جب گوتم ملقب بہ بُدہ یعنی روشنضمیر بلا لحاظ مذہب وملت کے سبھونکو وعظ سنانے لگا اور کہنے لگا کہ سب لوگ نجات پاسکتے ہیں تو تمام لوگ اسکے وعظ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اسنے اپنی کارروائی کو شروع کرنے کے لئے پہلا اعتراض برہمنوں پر کیا جو دوبارہ ولادت یافتہ تھے۔ اور دوسرے لوگوں کے ساتھہ میل جول کرنے سے بالکل محترز رہتے تھے۔ خداوند اعلی اور آریا لوگوں کے درمیان اپنے تئیں باعثِ نجات و شفاعت سمجھتے تھے اور علانیہ کہتے تھے کہ اصلی قوم کو کبھی اس سے بہتر زندگی کی امید نہیں ہوسکتی۔ بُدہ کا کہنا یہہ تھا کہ توسل و وساطت کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ قربانیوں کے دینے کی ضرورت ہے جو مذہبی قاعدے کے مطابق برہمن لوگ دیا کرتے ہیں۔ اسکے مسئلہ کرمہ کے مطابق ہرشخص کی زندگی اسکے اعمال پر موقوف ہے بدی کی سزا ملیگی اور نیکی کی جزا آدمی کی حال کی زندگی گذشتہ پر موقوف ہے اور آئندہ کی زندگی حال پر۔ آخرکار جب انسان تمام برائیوں سے بالکل پاک وصاف ہوجائیگا تو اسکی روح پھر اس بدن میں نہ آئیگی بلکہ نِروان میں جو مقام آرام ابدی ہے مستحل ہوگی۔ یہہ عظیم الشان رفارمر تقریباً چھہ سو برس قبل میلاد حضرت عیسی کے کابِلا رستو میں پیدا ہوا تھا کہ جو بھِیلہ گاؤں کے نام سے مشہور ہے اور فیض آباد کے مشرقی جنوب میں پچیس ۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع۔ وہ قوم کا چھتری تھا اور سودھنا بادشاہ کا پیلا وستو کا لڑکا۔ بچپن ہی سے اس کو تحصیل علم فلسفی کا شوق تھا اور جب انتیس برس کا ہوا تو انسان کی زندگی کی خرابیوں سے وہ ایسا متاثر ہوگیا کہ اپنے باپ کی مملکت کو چھوڑ کر مگدہ راجہ مسمی بہ بمبیسارا کے دارالسلطنت راجگیری کو چلا گیا۔ یہان ایک بہت بڑا رام پتر رودرک نامی فلسفی کا استاد تھا۔ جسکا وہ شاگرد ہوا۔ سنسکرت میں پوری پوری مہارت اور اعلی علمیت حاصل کرکے جنگل میں نرنجن ندی کے پاس جاکر اقامت گزین ہوگیا۔ اور وہان چھہ برس تک فقیرانہ زندگانی کی۔ اسکے ہمراہ اسکے پانچ ہموطن تھے جو اسکی خدمت کرتے تھے۔ فقیرانہ زندگی بسر کرنے کے اثنا میں اسے معلوم ہوا کہ اسطرح سے وہ انسان کی زندگی کی خرابیوں کو دور نہیں کرسکتا۔ بلکہ وہ اسیوقت پر دور ہوسکتی ہیں جب اپنے تئیں شہوات نفسانی سے باز رکھکے دوسروں کے ساتھہ نیکی کیجائے۔ جب اسکو اس بات کا پورا یقین ہوگیا تو وہ اپنے مسائل کو ظاہر کرنے کے لئے بنارس چلا گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اسکے پانچوں ہمراہیوں کے ساتھہ کوئی ساٹھہ آدمی اسکے پیرو ہوگئے اور بودھہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت

کیلئے انمیں سے دو دو ہر ایک طرف بھیج دئے گئے۔ بھیم باسارا کے راجہ نے اسکو بلوایا جب وہ دربار میں حاضر ہوا تو پادشاہ اور اسکی بہت سی رعایا اسکی پیرو ہوگئی۔ وہان سے کسولا کے راجہ نے اسکو بلایا۔ اور اسکے مسائل سنکے اسنے بھی معہ اپنے تابعین کے اسکا دین قبول کرلیا۔ اسکے بعد اسکے باپ نے پیغام بھیجا۔ جب بدھہ وطن کو واپس آیا تو سینکڑون اسکے مرید ہوگئے یہین اسکی خالہ اور اسکی سوتیلی مان مہا پراجپتی گرتمی اسکا مذہب قبول کرکے اس خانقاہ مین عزلت گزین ہوگئے جو اس نے عورتون کے لئے بنائی تھی۔ جہان کہین اسکا گذر ہوا وہان اپنے شاگردون کے لئے ایک ایک خانقاہ بنوائی جس مین وہ رہتے تھے اور انکی کفالت وہان کے ان متمول لوگون کے سپرد تھی جو اسکے مرید ہوئے تھے۔ اسکے مریدون کا قاعدہ تھا کہ سال مین نو مہینے اس نئے دین کی اشاعت کا وعظ کرتے۔ اور باقی کے بارش کے تین مہینے اس خانقاہون یا وہارون مین آرام لیتے۔ ایلورا کے غار بدھ کے زمانمین خانقاہ کے طور پر مستعمل تھے۔ جب کوئی شخص اسکے اندر کھڑے رہکر ان خیالات کی عظمت اور اس اعتقاد کی مضبوطی اور اس صبر و استقلال پر کہ جس نے ان سنگتراشونکو زمین اور پہاڑون مین اپنے مذہب کیلئے ایسی پختہ اور دایمی یادگار کھودنے پر آمادہ کیا خیال کرتا ھے تو اسکو حیرت ہوتی ہے۔ گوتم یا بدہ اسی ۸۰ برس کی عمر مین پانچسو تینتالیس سال قبل از میلاد حضرت عیسیٰ کے فنا کرگیا اوس کی اخیر وصیت اپنے ایک روتے ہوے شاگرد کو یہہ تھی۔ "اپنی نجات کیلئے نہایت سرگرمی سے کوشش کرو اور مشقت اٹھاؤ" اس کے مرنے کے بعد اسکے پانسو شاگردون نے پٹنا کے نزدیک ایک غار مین ایک مجلس منعقد کی۔ تاکہ اسکے مواعظ و نصائح کو جمع کرین اسکے بعد دوسری ایک مجلس اسکے سات سو شاگردون کی چارسو تینتالیس سال قبل از میلاد حضرت عیسیٰ منعقد ہوئی۔ اور پھر ایک تیسری مجلس دوسو چوالیس سال قبل از سن مسیح کے پٹنا مین مگدہ یا بہار کے راجہ اسوکا نے کی اور اسی نے بہت سے فرمان جاری کئے چنانچہ پہاڑون اور ستونون پر کھدی ہوی عبارتون سے (جو خصوصاً اس ملک مین واقع ہین) صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسنے تمام لوگون کو بودھہ مذہب مین لانے کیلئے کس جوش و سرگرمی سے کوشش کی تھی۔ اسنے بودھہ کی مقدس کتابونکو جمع کرکے انکا ایک موثق ترجمہ مگدھی زبان مین شائع کرایا۔ اس نے اپنی مملکت مین چوطرف خانقاہین بنوائین کہ جن سے اِس ملک کا نام وہار یا بہار ہوگیا جسکے معنے خانقاہ کے ہوتے ہین۔ چوتھی اور اخیر مجلس تقریباً سنہ ۴۰ عیسوی مین راجہ کنشکا نے منعقد کی۔ اور اس نے بھی بودھہ کی مقدس کتابون پر نظر ثانی کرکے اپنے اہتمام سے اسکا جو ترجمہ شایع کرایا وہ تبت تاتار اور چین مین اسیطرح سے رائج ہوا۔ جیسا کہ اسوک کا ترجمہ ہندوستان کے جنوب مین سیلون تک۔

ان دونون بادشاہونکی توجہ و اہتمام سے بودھہ مذہب کی اشاعت ہوی اور بہت سے ملکون مین یہ ریاستی مذہب ہوگیا۔ علی الخصوص جنوبی ہندوستان مین۔ الغرض سنہ ۶۰۰ عیسوی تک اس مذہب نے بغیر کسی مزاحمت کے نمایان ترقی کی حتیٰ کہ اس مذہب کے پیرو جوگیون اور جوگنون کے لئے خانقاہ تعمیر کرانے اور مرنے کے بعد انکے مقبرے بنوانے اور علم حکمت فقہ و قانون و طب سکھانے کے لئے مدرسے قائم کرنے مین متمول اور مقتدر لوگ۔ ایک دوسرے پر سبقت لیجانیکی۔ کوشش کرتے تھے۔ جوگیان اور جوگنین جو ابتدا مین صرف بارش کے موسم کی وجہ سے اپنے مذہب کا وعظ کہنے جانہین سکتی تھین اور ان خانقاہون مین رہتی تھین جیسا آگے کہا گیا۔ وہ برس کے بارہون مہینے نہایت عیش و عشرت کے ساتھہ اپنی زندگی بسر کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ اس مذہب مین جیسے جیسے آہستگی کے ساتھہ بد اخلاقی داخل ہوکے اس خلق حسن کی مضبوط بنا کو کہ جسکو بودھہ نے قائم کیا تھا منہدم کرنے لگی تو یہ خانقاہین پولٹیکل سازشونکا منبع ہوگئین اور آخرکار جب خانقاہون کے اناسر اوقاف کے ذریعہ سے مال و دولت جمع کرنے لگے تو خانقاہون کے راحت و آرام نے بہت سے بھیکہ منگونکو جو مذہب کی ذرابھی پروا نہین کرتے تھے اپنی طرف کھینچنا شروع کردیا۔ غرض اسطرح سے جس چیز نے ہندوستان مین بودھہ مذہب کو مستحکم و رائج کیا تھا وہی اسکے ضعف و زوال کا باعث ہوئی۔ علاوہ برایں برہمنی مذہب نے جو اس سے مغلوب نہین ہوا تھا۔ بلکہ اسکے ساتھہ دوش بدوش چل رہا تھا اب اپنے اس حریف کا ایسا پیچھا کیا کہ آخر اسے ہندوستان سے نکال چھوڑا۔ بودھہ مذہب نے اپنے وطن مین نہین بلکہ باہر یعنے ایشیا کے شمالی اور مشرقی ملکون مین جاکے ایسا اپنا قدم جمایا کہ آج اسکے پیرون کی تعداد پچاس کڑوڑ سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ یا یون کہین کہ دنیا مین فیصدی چالیس آدمی اسکے پیرو ہین۔ بودھہ مذہب آریا اور غیر آریا لوگون کے درمیان رابطۂ وصل تھا۔ پہلے اسکے ذکر ہوچکا کہ برہمنون نے غیر آریین لوگون کو مذہبی رسومات سے خارج کردیا تھا۔ اور بودھہ مذہب نے سیتھین لوگون کے گروہون کو بھی جنہون نے ۱۲۰ سنہ عیسوی کے قبل اور نیز سنہ ۴۰۰ عیسوی مین ہندوستان پر حملہ کیا تھا اپنے مین داخل کرلیا تھا۔ اس لئے جب ازسرنو برہمنی مذہب کو عروج ہوا تو وہ متفرق آریا لوگون اور اعلیٰ قومون اور سیتھیا والون مین داخل ہوکے انکا وارث بن بیٹھا۔ برہمنی مذہب نے اسوقت تک وہی خیراتی امور اور وہی عام طور پر برادری کا طریقہ اختیار کرلیا تھا جو بودھہ نے سکھلایا تھا۔ مدارس۔ ہسپتال۔ اور خانقاہین جو کہ بودھہ مذہب نے قائم کئے تھے برہمنون نے انہین جاری رکھا۔ بودھہ کے بعد برہمنون مین اکثر رفارمر ہوے اور انہون نے اسی مین بہت سی اصلاحین کین چنانچہ ان مین سے ایک یہ تھی

کہ وہ مثل سابق کے بلاشرکت غیری نہین تھا۔اور اس نے ایک مشخص خدا کے وجود کو کہ جسکا بودھہ منکر تھا بہت عروج دیا۔نوین صدی مین پہلا رفارمر کماریلا ہوگیا ہے۔ لیکن اسکا کام اسکے چیلے شنکر اچاریہ نے بڑی کامیابی سے انجام دیا۔

شنکر اچاریہ اور اسکے پیروون نے شیوا کی عبادت کو بہت ہی ترویج دی۔شیوا ایک ایسا دیوتا تھا جو آرین اور غیر آرین قومون مین مختلف نامون سے موجود تھا۔آریا لوگون مین اسکا ایک نام پشوپتی تھا یعنی جانورون کا حاکم۔اور گایون کا محافظ اور دوسرا۔مرتیونجایا یعنی دافع موت۔اور دوسری قوم یعنی غیر آریا مین اسکا نام رودرا یعنی گرجنے والا یا طوفانی دیوتا۔اور اگھورا یعنی مہیب اور اگرا یعنی خونخوار اور کپالامالن یعنی کھوپڑیون کے ہار سے مزین۔ شنکر اچاریہ نے فیلسوفی دماغ والے برہمنون کے پاس تو شیوا کو اسطرح پر عرض کیا کہ وہ ایسا دیوتا ہے کہ ظاہری قربانی کی کچھہ اسکو حاجت نہین۔اسکی عبادت غور و تامل اور خموشی سے ہونی چاہئے۔اور جہلاء وارازل کو کہ جنہین سواے زندگانی کی برائیون کے اور کچھہ نہین سوجھتا یون ظاہر کیا کہ شیوا ایسا دیوتا ہے کہ اس سے ہمیشہ ڈرنا اور اُسے راضی رکھنا چاہئے۔فقط وہ اپنے مختلف صفات ہی نہین رکھتا بلکہ عورت اور مرد کی شکلین بھی رکھتا ہے۔ عورت کی شکل مین اسکا نام دیبی ہے جسے اسکی عورت کہتے ہین اور جو آرین قوم مین اوما دیوی کے نام سے مشہور ہے جو پہاڑ کی خوبصورت لڑکی ہے اور دوسرا نام اسکا گوری ہے۔چمکدار اور سنہری رنگ کی بھوانی یعنی مصدر و جود۔ اور جگت ماتا یعنی دنیا کی مان۔غیر آریا قومون مین اسکو کالی یعنی سیاہ اور بھیروی یعنی خوفناک اور رکتادنتی یعنی خونخوار کہتے ہین۔شیوا اس مملکت مین عام طور سے پوجا جاتا ہے اور اسکے پوجنے والون کے تیرہ فرقے ہین۔اگر کوئی برہمن فرقۂ سمرتہ کا ہے تو وہ شیوا کی بندگی مراقبہ مین کرتا ہے اور اسکے تصورات عالی مین غرق ہوجاتا ہے۔جب ہیضہ یا سیتلا یا اور کوئی بیماری گاؤن مین یا شہر مین پھیلتی ہے تو اکثر گروہ کے گروہ مندر یا معبد کو جانورون کی قربانی دینے کے لئے جاتے ہین تاکہ کالی دیوی یا درگا راضی ہوجائے۔ایک زمانے مین آدمی بھینٹ چڑھاے جاتے تھے لیکن اب ایسی قربانی ممنوع ہوگئی۔ایلورا کے غاری مندرون مین جو ہندو زمانیکے ہین۔شیوا کی بڑی بڑی مورتین عورت اور مرد کی شکل مین دکھلائی دیتی ہین۔وہان کیلاس کے مندر مین دیوتاے مثلث کی قد آدم تراشی ہوی مورت ہے جن مین سے ایک پیدا کرنے والے کی۔دوسری حفاظت کرنے والے کی اور تیسری ہلاک کرنے والے کی۔شیوا کی بندگی ہر عالم و جاہل اور ہر اعلی و ادنی کرتا ہے۔لیکن لوگون کا ایک بڑا گروہ تھا جس مین تجار و پیشہور تھے انہین نہ مثل اول الذکر لوگون کے فیلسوفی کا میلان تھا اور نہ وہ ایسے جاہل و غریب تھے۔کہ شیوا کو دیوتاے قہار مانکر اسکے خوف سے اسکی عبادت کرین۔اس لئے صلح پسند نرالا۔اور عیاش خدا انکی طبیعت و مزاج سے موافقت رکھتا تھا۔انکو تو وشنو زیادہ پسند خاطر ہوا جو خدائے مثلث کا دوسرا جزء تھا اور بعدی زمانہمین آفتابی دیوتا کے طور پر پوجا جاتا تھا اور جس نے ساتوان اوتار رام کا اور آٹھوان اوتار کرشنا کا لیا تھا۔رامایین مین رام کے عجیب و غریب افعال کا ذکر ہے۔ اور مہابھارت جس کا ہیرو کرشنا ہے ظاہر کرتی ہے کہ کسطرح سے وشنو کے ان دونون اوتارون نے جاہ و جلال کے ساتھہ اس زمانیکے افسانیمین عروج پایا۔گیارہوین صدی عیسوی مین اس دیوتا کے متعلق جتنی تحریرات تھین ان سبھون کو ایک کتاب مین جمع کرکے اسکا نام وشنو پرانہ رکھا گیا۔بارہوین صدی مین تقریباً سنہ ۱۱۵۰ع مین پہلے رفارمر رام نجو نے اس عبادت کو دوسری قومون کے لئے بھی وسعت دی لیکن پندرہوین صدی تک پانچوین رفارمر رامانند نامی نے ہر ادنی و اعلی کو اس مین شریک کرنا شروع کیا اسکی ترقی ہوئی۔رامانند بودھہ کے مسائل کو جو عام برادری سے متعلق تھے بیان کرتا تھا۔اور وشنو کی پرستش کو ہر دلعزیز بناتا تھا۔مثل شیوا کے مقتدیون کے وشنو کے پیرو بھی کئی فرقون مین منقسم ہین۔اور اس ریاست کی ہندو رعایا بہر حال ان دو دیوتاؤنکی پرستش کرتی ہے۔ہر جگہ پر برہما کہ جو خالق ہے بہت کم پوجنے والے ہین۔اس لئے بعدی اعتقادات اور اصلی قومونکی باطل پرستی اور بودھہ کے عالمگیر مسائل جو برادری سے متعلق ہین باہم مخلوط ہوکے انکا نتیجہ شیوا اور وشنو کی پرستش ہوی۔ان دیوتاؤن کی پرستش کرنے کو ہم مذہب ہندو کہتے ہین۔جیسا کہ برہمنی تثلیث کے ان دو دیوتاؤن کی پرستش ہندو مذہب کے مختلف اصول کے پیوند کا باعث ہوی اسیطرح سے قومونکا سوشیل انتظام بھی اس مذہب کے پیروؤن کو باہم اکھٹا رکھنے کا باعث ہوا۔

جین مذہب بودھہ مذہب کی ایک شاخ سمجھا جاتا ہے۔اس ریاست مین۔اس فرقے کے ۲۷۸۴۵ آدمی ہین۔جین مذہب کی بنا ایک چھتری امیر مہاویرا نامی نے ڈالی۔وہ بھی مثل بودھہ کے پہلے فقیر بنا اور بعد ازان ایسے مسائل کی تعلیم دینے لگا جن پر غالباً بودھہ مذہب کی بنا تھی لیکن تہذیب اخلاق مین وہ مسائل بودھہ سے بھی زیادہ سخت تھے۔محض اس لحاظ سے کہ کسی جاندار کو ضرر نہ پہونچے اور مکھی یا اور کوئی پتنگا ان کے کھانے مین نہ آئے۔بارش کے ایام مین اندھیرا ہونے کے بعد وہ کوئی چیز کھاتے نہین۔پانی کو تین مرتبہ چھانکر پیتے ہین۔جین کے دو فرقے ہین اور انہون نے کئی شوالے تعمیر کئے ہین۔

شہر حیدرآباد

حیدرآباد جو ہزہائنس حضور نظام کی دارالریاست ہے سطح سمندر سے کوئی ۱۷۰۰ فیٹ کی بلندی پر موسی ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے اور از روئے جغرافیہ اوسکا ارض بلد شمال مین ۱۷—۲۱—۴۵ درجہ ہے اور طول بلد مشرق مین ۸۷—۳۰ اور ۱۰ درجہ ہی۔ یہہ بھی بیان کرنا لازم ہے کہ وہ ریل کے راستہ سے ۳۸۹ میل مدراس سے شمال و مغرب مین ۴۴۹ میل بمبئی سے جنوب و مشرق مین اور ۹۶۲ میل کلکتہ سے جنوب و مغرب مین واقع ہے۔اوس کا دائرہ تقریباً چھہ میل ہے۔ اور اسکے اطراف ایک دیوار ہی جسکے کونون پر برج بنے ہوئے ہین۔اس دیوار کی تعمیر مبارزخان نے جو اخیر سلطنت مغلیہ کا صوبہ دار تھا شروع کی تھی۔اور نظام اول نے حیدرآباد کو اپنا دارالریاست مقرر کرنے کے بعد اسکی تکمیل کی۔اسکے تیرہ پھاٹک ہین جنکے نام یہ ہین۔۱ چدرگھات۔۲ افضل گنج۔۳ دہلی ۴ چمپا۔۵ چارمحل۔۶ پُرانا پل۔۷ دودھنی۔۸ علی آباد۔ ۹ چولی پور۔۱۰ غازی بند۔۱۱ میرجملہ۔۱۲ یاقوت پور اور ۱۳ داند پور۔اس شہر کی سڑکین سیدہی مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کو گئی ہوی ہین۔اس شہر کی آبادی اخیر مردم شماری مین جو سنہ ۱۸۹۱ کو ہوی تھی ۱۸۱۰۰۰ تھی اور چدرگھات۔رزیڈنسی بازار۔سکندرآباد اور بولارم کو شامل کرکے ۴۱۵۰۰۰ کی آبادی تھی۔

شہر کا بڑا پھاٹک افضل دروازہ ہے جس مین افضل پُل پر سے جو موسی ندی پر سے اندرون شہر تک گیا ہوا ہے داخل ہوا جاتا ہے۔اس موسی ندی کا پاٹ ہے تو بہت بڑا لیکن سال کے ایک بڑے حصہ مین ایک نہر جسکی وسعت $\frac{1}{8}$ میل کی ہوتی ہے اس مین روان رہتی ہے۔اور باقی کے خشک حصہ مین ککڑی۔اور تربزے وغیرہ بوئے جاتے ہین۔اور اس نہر مین سے چھوٹے چھوٹے نالے چانول کے کھیتون کو گئے ہوئے ہین۔جو اوسکے اطراف کی زمین مین لگے ہین اور اس چھوٹی سی نہر پر گرمی کے موسم مین دیسی دہوبی قدیم طور پر پتھرون پر چھانت چھانت کے کپڑے دہوتے ہین۔اونکے نزدیک اونٹ اپنی گردن لمبی کرکے وہی غلیظ پانی پیتے ہین اور ہاتھی سونڈھون سے اوسکو اوچھالتے ہین اور بھینسے جو بہ نسبت اور مواشی کے صفائی کا کم خیال رکھتے ہین اسی کیچڑ مین لوٹتے رہتے ہین۔

افضل پُل۔حیدرآباد

چار مینار

بہر حال سال میں ایک سے زیادہ وقت موسم برسات میں اس میں بہیا آتی ہے اور وہ اس زور و شور کے ساتھہ کہ شہر پناہ کی دیوار کے بعض حصہ ٹوٹ کر بہجاتے ہیں اور شہر کے وہ مقامات جو اسکے قریب واقع ہیں پانی میں ڈوب جاتے ہیں- سنہ ۱۷۴۸ میں جب بہیا آئی تہی تو پانی اسقدر بلند ہوگیا تہا کہ جان و مال کا بہت سا نقصان ہوا- اسطرح سے دوسرے مرتبہ سنہ ۱۷۷۱ کے سیلاب میں کہا جاتا ہے کہ دو ہزار آدمی تلف ہوگئے-

پُل پر سے بائیں طرف کو سالارجنگ کا قدیم خاندانی محل نظر آتا ہے- اور اوسکے جنوب میں افضل دروازہ ہے- یہہ دروازہ حال ہی میں مرحوم سرسالارجنگ نے نارمن گوتہک وضع کا بنوایا تہا- اس پل کے قریب دیوار میں ایک پتہر پر یہہ عبارت کندہ ہے- "یہہ پُل سنہ ۱۸۸۰ع میں ہزہائنس نواب افضل الدولہ نظام الملک آصف جاہ بہادر والی ریاست حیدرآباد کے حکم سے

دہلی دروازہ

افضل دروازہ- حیدرآباد

چنپا دروازہ۔ حیدرآباد

پرانے پل کا دروازہ۔ حیدرآباد

غلہ بازار

نواب سالارجنگ شجاع الدولہ مختارالملک بہادر کي ایام وزارت مین جبکہ کرنل کتبرٹ ڈیوڈسن سی-ای انگریزی رزیڈنٹ اور جے-ڈبلیو-مبارت-ارکیٹکٹ تھے بنکے تیار ہوا"-اس پھاٹک کے بائین طرف اور برج کے نیچے ایک ستي کا پشتہ ہے جہان سے قدیم الایام مین ہندو عورتین آگ مین کودا کرتی تھین-قدیم دلی دروازہ افضل دروازے کے داہنی طرف کسیقدر فاصلہ پر واقع ہے-

افضل دروازہ سے شہر مین ہائی کورٹ تک ایک چوڑی سڑک ہے اسکے بعد وہان سے وہ تنگ ہوکر وسط شہر مین چار مینار تک گئي ہوئی ہے-اس سڑک کے بائین طرف افضل پھاٹک کے نزدیک منظر گنج ہے-جس مین یک بڑی اناج کي منڈی ہے-اسی منڈی مین سنہ ۱۸۹٦ کے نومبر مہینہ مین ایام قحط سالی مین ایک سخت ہنگامہ برپا ہوا تھا-جو کوتوال شہر اور اسکے افسرون کے حسن

شہراہ کا دروازہ-حیدرآباد

عاشورخانہ — حیدرآباد

گٹی پشتہ — حیدرآباد

شمالی دروازہ — محل سالار جنگ

انتظام سے فرو کردیا گیا۔

پل سے کوئی ایک سو گز کے فاصلہ پر سیدھی طرف ایک بڑی کمان ہے۔ جسکے قریب سنہ ۱۵۹۴ مین قلی قطب شاہ کا بنایا ہوا ایک عاشور خانہ ہے۔ جہان سے اب محرم مین علم کي سواری نکلا کرتی ہے۔ کمان سے ذرا آگے بڑھ کے سڑک کے داہنی طرف نظام کا ہائي کورٹ ہے جو سنہ ۱۸۸۵ مین تعمیر ہوا اور اس ہائی کورٹ کے مقابلہ مین سڑک کي بائین طرف ایک بڑی لال عمارت ہے جسکے سامنے کے حصہ پر سفیدی لگي ہوئی ہے۔ اس عمارت کے شمال مین ایک وسیع صحن ہے۔ یہ عمارت سالار جنگ اعظم کا مشہور تاریخی محل ہے۔ اسکے صحن کے ساتھہ لگے ہوئے دو بڑے بڑے پتھر کے دروازے ہین۔ کمپاونڈ سے محل مین جانے کا ایک چھوٹا سا راستہ ہے جو دوسرے ایک اندروني کمپاونڈ سے ملا ہوا ہے۔ اس دوسرے کمپاونڈ مین ایک پتھر کا حوض ہے جس مین سنگ مرمر کي مورتین بني ہوئي ہین۔ اس کمپاونڈ کے مغربی رخ پر ایک چھوٹا سا کمرا ہے جہان سرسالارجنگ اول بچپن مین پڑھا کرتے تھے۔ اور اس سے ملا ہوا آئینہ خانہ ہے۔ جو نہایت خوبصورت اور قابل دید ہے۔ اس آئینہ خانہ کي چھت اور اسکے کھم تمام اقسام کے رنگین اور ایرانی نہج کے آئینون سے ڈھکے ہوئے ہین۔ اور تمام دیوارون مین فرش سے لگا کے چھت تک بڑے بڑے آئینے لگے ہوئے ہین۔ صحن کے شمالی طرف بھی ایک اسی قسم کا کمرہ ہے۔ لیکن آراستگی مین اس سے کسیقدر کم۔ اس مین جو سرخ مخمل کي بہت سی ملمع کرسیان ہین وہ کسی زمانہ مین انگلنڈ کے بادشاہ جارج چہارم کے دربار مین تھین۔ اس کمپاونڈ کے مغرب مین ایک کتب خانہ ہے جو اقسام کي کتابون سے بھرا ہوا ہے۔ آئینہ خانہ کے پاس مغربی رخ پر ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جسکو چیني خانہ کہتے ہین۔ یہ کمرہ نہایت ہی دلچسپ اور نہایت ہی تعجب انگیز ہے۔ اسمین چینی کے قدیم بیحساب اور قیمتی برتن۔ مثلاً رکابیان۔ تشتریان۔ پیالے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسی خوش وضعی سے چنے ہوئے ہین کہ دیوارین نظر نہین آتین۔ اس بے نظیر کمرے مین سنگ مرمر کي ایک عورت کي نہایت ہی خوبصورت مورت ہے جو سنہ ۱۸۷۶ مین بنزوني نے بنائی ہے اور اسکو عمدہ لباس پہنایا گیا ہے۔ سرسالارجنگ اول جب یوروپ گئے تھے تو اٹالیا مین اسکو خرید کیا تھا۔ چیني خانہ سے آگے بڑھکے مغرب مین خزانہ ہے۔ اور خزانہ سے ملا ہوا دیوان خانہ پھر دیوان خانہ ایشائی طرز پر آراستہ کیا ہوا ہے۔ پھر محل تمام مردانہ ہے اور زنانہ محل جہان لیڈی سرسالارجنگ تشریف رکھتی ہین اسکے مغرب مین ہے۔ ان محلون کے صحن مین نہایت خوشنما باغات ہین۔ کہ جن کے دیکھنے سے طبیعت شگفتہ ہوجاتی ہے۔

آئینہ خانہ کے اوپر یعنے پہلے منزلہ پر ایک کمرہ ہے جس مین بعض نہایت قابل دید صنعتین اور نہایت عجیب و غریب تصریرین ہین۔ ان تصریرون مین ملکہ معظمہ۔

آئنہ خانہ – محل سالار جنگ

چینی خانہ – محل سالار جنگ

سالارجنگ بارہ دری

راحیل مستور—محل سالار جنگ

پرنس اور پرنسس آف ویلز—ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ کي تصویرین انکی خاص دستخط کے ساتھہ ہین—جو سرسالارجنگ کو ذاتی طور پر ہدیہ دیگئی تھی—اس کمرے مین دوکتابین ہین—ایک ملکہ معظمہ کي مشہور کتاب کہ جسکا نام "اور لائیف ان دی ہائی لینڈس" ہے اور جس پر ان کے خاص دستخط سے لکھا ہوا ہے کہ یہہ کتاب ونڈسور کیسل مین ۲۹ جون سنہ ۱۸۷٦ کو سر سالار جنگ کو ہدیہ دیگئی—اور دوسری کتاب ملکہ معظمہ کي شوہر پرنس آلبرٹ کي سوانح عمری ہے—اسپر بھی ملکہ معظمہ کي خاص تحریر ہے اور علاوہ اسکے دوسری بہت سی چیزین جو سفر انگلنڈ مین انھین ہدیہ ملی تھین متفرق میزون پر دھری ہوئی ہین اس کمرے کي ایک دیوار پر سر سالارجنگ کي روغنی تصویر لٹک رہی ہے اور نیز اس مشہور و معروف مدبر کي بہت سی خاص چیزین اس مین

موجود ہین—اس منزل پر ایک خوابگاہ کا کمرا ہے جس مین صاف اور ستھرا—لیکن قیمتی اسباب دھرا ہوا ہے یہ ایک نہایت خوشنما کمرا ہے جو حضور نظام کے لئے تیار کیاگیا تھا اسی منزل پر ایک اور کمرا ہے جو برآمدے مین بنا ہوا ہے اسمین پرنس آف ویلز کي نصف قامت کي مورت ہے—ان تمام آرایشی چیزون پر بوجہ اسکے کہ وہ بہت کم استعمال کئے جاتے ہین غلاف چڑھے ہوئے ہین—اس محل مین ایک بلیارڈ روم بھی ہے—جس مین بلیارڈ کي میز اور اسکے متعلق کل سامان بہت عمدہ اور قیمتی ہے غرض ملاقاتی کمرا اور کھانے کے تمام کمرے دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین علاوہ تاریخی حالات کے جو نہایت دلچسپ ہین یون بھی یہ محل قابل دید ہے اور اسمین کئی گھنٹے تفریح کے ساتھہ صرف ہوتے ہین—اس محل کے پر فضا اور وسیع باغمین ایک خوش نما اور آراستہ بنگلہ ہے جہان سر سالارجنگ دوم مدارالمہام ریاست اپنے یوروپین احباب کي ضیافت کیا کرتے تھے—اس بنگلے کے اور اسباب مین—نظام حال کي ایک روغنی تصویر ہے جو سنہ ۱۸۸۴ مین انکی مسند نشینی کے وقت تیار کرائی گئی تھی اور علاوہ اسکے اور بہت سے شہزادون کي بھی تصویرین ہین اس محل کے مقابلہ مین یعنے سڑک کے دوسری طرف نظام کا ایک قدیم شاہی محل ہے جو ایک پل سے اس محل کے ساتھہ ملادیا گیا ہے یہ پل سڑک کے اوپر بنا ہوا ہے اسکو بارہ دری کہتے ہین جیسے اور شاہی محلات کو—اور یہ ایک قدیم زمانہ کي تین منزلہ اور پختہ عمارت ہے اسکے کمرونمین چھوٹے چھوٹے سے کٹھرے اور پیش دالان ہین اور جنکے اطراف برآمدے—اور ان برآمدون مین بھی دوسرے چھوٹے سے پیش دالان ہین جن مین دریچے لگے ہوئے ہین اوسکے بائین باغ مین ایک پتھر کا خوشنما حوض ہے اور اوسکے سامنے ایک چبوترہ جو ندی تک گیا ہوا ہے اور اس چبوترے کے اخیر مین بھی ویسا ہی لیکن اس سے بہت بڑا ایک حوض ہے جو سوکھا پڑا ہوا ہے اوسکے بائین طرف ایک چہل قدمی کي چھوٹی سی سڑک ہے جو بالکل انگور کي بیلون سے ڈھکی ہوئی ہے—اس باغ کے اخیر مین ندی کے رخ پر بہت سے چھوٹے سے کمرے بنے ہوئے ہین جن مین سے ایک مین بلیارڈ روم تھا

نظارۂ شہر پناہ — دریا کي طرف سے

مہمان خانہ — محل سالار جنگ

اور دوسرے مین مدارالمہام کي خاص آفس جہان وہ موسم گرما مین بیٹھا کرتے تھے۔

مغرب کیطرف جو راستہ شاہی محل کو جاتا ہے اسکے اخیر مین ایک وسیع عمارت ہے نظام اول کي بنائی ہوئی۔جسکو پراني حویلی کہتے ہین اس حویلی کے اطراف بہت سی زمین ہے اور چارون طرف بلند دیوار۔حضور نظام کبھی کبھی یہان کیبنٹ کونسل منعقد کیا کرتے ہین۔اور اسکے صحن مین اکثر بڑے بڑے اسپورٹ ہوا کرتے ہین اسی سڑک کے بائین طرف شاہی محل سے ذرا آگے بڑھکے ایک درالشفا ہے جسکو سنہ ١٥٩٥ مین گولکنڈے کے بادشاہ محمد قلی نے بیمارون اور مسافرون کے لئے بنوایا تھا۔ یہ عمارت تمام پتھر کي ہے اور چوکوني جس کے بیچ مین بڑا صحن ہے اور چارون طرف کمرے۔اوسوقت یہ ہسپتال تھی اور بہت سے اطبا اس مین ملازم تھے۔لیکن اب وہان حضور نظام کي بیقاعدہ فوجونکا ایک دستہ رہتا ہے اسکے قریب ایک خوبصورت چھوٹی سی مسجد اوسی بادشاہ کي بنائی ہوئی ہے۔

بڑی سڑک پر مراجعت کرنے کے بعد ہائیکورٹ کو داہنی طرف چھوڑ کے ایک لمبی قطار پست مکانون کي چلی گئی ہے جس مین جنرل پوسٹ آفس ہے اور اسکے پرے چار کمان ہین یہ چار کمانین محمد قلی شاہ نے سنہ ١٥٩٥ مین بنوائی تھین۔اور بعد مین انہین حضور نظام افضل الدولہ نے چالیس ٤٠ سال کے پیشتر مرمت کروایا تھا یہ چار کمانین چار راستون پر بنے ہوئے ہین جو گلزار حوض سے نکلتے ہین شمالی رُخ کي کمان کا نام مچھلی کمان ہے۔جو ایک رفیع الشان لقب ہے۔گلزار حوض تمام پتھر کا بنا ہوا ہے اور ان چارون کمانون کے بیچمین واقع۔مذکور چار راستے یہین سے شروع ہوتے ہین ابتدا مین اس حوض کے اطراف ایک وسیع باغ تھا جس مین محمد قلی اپنی فوجونکا معائنہ کرتے تھے۔حال مین اس حوض کو مرمت کرکے اسمین محکمہ آبرساني سے عمدہ پاني لایا گیا ہے۔اسکے بیچ مین ایک لوہے کا منقش کھم ہے جس پر ایک چراغ اور ایک فوارہ نصب ہے۔

اس سے کسیقدر فاصلہ پر چار مینار ہین۔(دیکھو ابتدائی باب کو) تمام حیدرآباد مین یہی ایک عمارت ہے جو تعجب انگیز ہے اسکی شکل مستطیل ہے اور تعمیر تمام سنگین جسکے نیچے چارون چھت پر چار کمانین ہین اور کمانون کے اوپر دو کمرے جہان زمانۂ قدیم مین پہلے مدرستہ العلوم تھا۔اسکا ہرایک پہلو سو فیٹ کا ہے اور کمان کا وسط زمین سے پچاس فیٹ اونچا اور اسکے چارون مینار جو چارون کونون پر ہین ١٨٤ فیٹ بلند ہین۔کسیکو مینارون پر چڑھنے کا حکم نہین کیونکہ اندر سے حضور نظام کے شاہی محل کا جو انکے قریب ہے اندروني حصہ نظر آتا ہے یہ چار مینار محمد قلی شاہ نے سنہ ١٥٩١ مین بنوائے

گلزار حوض

ہے-لیکن حال مین کوئی بیس سال کے آگے انکی کامل مرمت کي گئی ہے جس سے وہ بالکل جدید معلوم ہوتے ہین اوس مین ہمیشہ روہیلا پولیس کا ایک مضبوط پہرا رہتا ہے-جب کوئی ذی اقتدار امیر وہان سے گذرتا ہے وہ اوسکو بندوقون کي سلامی دیتے ہین-عاشورہ محرم مین اسکی شمالی کمان مین ایک سبز پنجہ لٹکایا جاتا ہے-موسیو تھیوینات ایک فرانسیسی سیاح جو سنہ ١٦٦٧ مین حیدرآباد آیا ہوا تھا-اس عمارت کي نسبت یون بیان کرتا ہے-کہ یہ ایک مربع عمارت ہے جسکو چار مینار کہتے ہین اور جسکا ہر ایک پہلو ١٠ دس فیدم (ایک فیدم کے چھہ فیٹ ہوتے ہین) چوڑا ہے اور سات فیدم اونچا-اسکے چارون طرف چار کمانین ہین چار یا پانچ فیدم اونچی اور چار فیدم چوڑی اور ہر ایک کمان کے سامنے اسیقدر چوڑی ایک ایک سڑک بنی ہوئي ہے اوس مین دو کٹھرے ہین جو ایک کے اوپر ایک ہین-اور ان پر ایک چھت ہے جسکے کنارون پر سنگین پیش دالان بنے ہوئے ہین-اور اسکے ہر ایک کونے پر ایک ایک مینار دس دس فیدم اونچا ہے-اور ہر مینار کے اطراف چار چار کٹھرے ہین جنکے باہر کیطرف چھوٹي چھوٹي سي کمانین ہین یہ تمام عمارت گل بوٹون سے منقش ہے-اسکے بیچ مین ایک بڑا گنبد ہے-جسکے اندر بھي پتھر کي چھوٹی چھوٹی سی کمانین ہین جن مین سے باہر کي کٹھرے مین جایا جاتا ہے اور دیوارون مین بہت سے دروازے ہین-اس گنبد کے نیچے کوئی سات یا آٹھہ فیٹ اونچے زینہ دار چبوترے پر ایک بڑا سبز چونے کي بني ہوئی ہے-اس عمارت کے کٹھرون مین سے پانی اوپر کو چڑھتا ہے اور وہان سے شاہی محل کو جاتا ہے-جہان سب سے اونچے کمرون مین پہونچتا ہے شہر مین کوئي ایسی خوش نما عمارت نہین جیسے یہ چار مینار ہین لیکن اسکے اطراف جو بد ڈول تختہ کي چھپر پوش میوے کي دوکانین ہین اونسے اسکی خوبصورتی مین فرق آرہا ہے"-

چار مینار کے قریب بڑی سڑک کے بائین طرف ایک چھوٹا سا راستہ جمعہ مسجد کو جاتا ہے-یہ مسجد سلطان محمد قلی نے سنہ ١٥٩٨ مین بنوائی تھی-حیدرآباد مین اس سے قدیم کوئي مسجد نہین-اسکے صحن مین قدیم ترکي حمام کے کھنڈر ہین-یہ مسجد متوسط ہے نہ بہت بڑی ہے اور نہ بہت چھوٹی اور نہ اس مین فن تعمیر کي کوئی ایسی صنعت ہے-

چار مینار کے پرے جو سڑک جنوب کو جاتی ہے اسکے داہنے طرف عظیم الشان مکہ مسجد ہے-یہ مسجد مکہ معظمہ کي مسجد کا نمونہ ہے اسلئے اسکو مکہ مسجد کہتے ہین-اسکي لمبائي ٢٢٥ فیٹ چوڑائی ١٨٠ فیٹ اور بلندي ٧٥ فیٹ ہے اور اسکی چھت کے نیچے تین قطارین پندرہ پندرہ کمانون کي ہین-اور ہر ایک قطار کے اخیر مین دو بڑے بڑے مینار ہین جن مین کنگندار کٹھرے ہین اور ان کٹھرون اور چھت پر کوئی ایک سو فیٹ اونچا ایک بڑا گنبد ہے اور اس مسجد مین جو کھم ہین انمین ہر ایک ایک ہی پتھر کا تراشا ہوا ہے اور بہت بلند اوسکے ایک طرف جو گوشہ کھرنجے کا فرش ہے-تمام جنوبي ہندوستان مین اس سے کوئی مسجد بڑی نہین اس مین کوئی دس ١٠ ہزار آدمي سما سکتے

چار مینار

جمعہ مسجد — حیدرآباد

مکہ مسجد — حیدرآباد
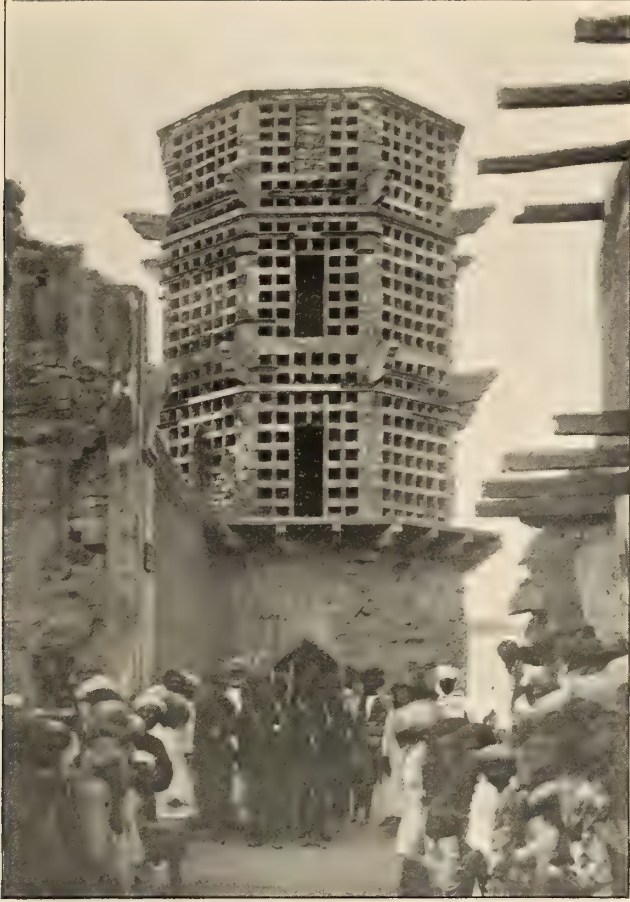
ہین—اس مسجد کی تعمیر عبداللہ قطب شاہ نے سنہ ۱٦٦۰ مین شروع کي تہی لیکن وہ بنکر تیار ہونے نہ پائی تہی کہ انکا انتقال ہوگیا انکے بعد انکے جائے نشین ابوالحسن اوسکی تعمیر مین مصروف ہوئے لیکن وہ بہی اسکے ختم ہونے کے پیشتر اورنگ زیب کي قید مین پہنسگئے پہر اورنگ زیب کے حکم سے سنہ ۱٦٨٧ مین وہ اختتام کو پہونچی—اوس مسجد کے صحن کے بائین طرف نظام علیخان اور ان کے تمام جائے نشینون کي قبرین ہین اور انکے قریب گذشتہ نظامون کے رشتہ دار بہی مدفون ہین—اس مسجد کے صحن کے درمیان ایک حوض ہے جس کے نزدیک جلادار پتہر کي دو سلیان ہین ان سلیونکی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے کسی مندر مین تہین ٹیاورنیر نامی ایک سیاح جوہری کا تاجر تہا اس مسجد کي کیفیت یون بیان کرتا ہے—کوئی پچاس سال پیشتر انہون نے شہر مین ایک بڑی مسجد بنانی شروع کي جو کبہی بنکر تیار ہوگئی ہوتی تو تمام ہندوستان کي مسجدون مین نہایت خوبصورت خیال کي جاتی—اسکے پتہر اتنے بڑے بڑے ہین کہ جنہین دیکہکے تعجب ہوتا ہے اور خاصکرکے وہ پتہر جس مین قبلہ بنا ہوا ہے اور جسکے اوسطرف وہ نماز پڑہا کرتے ہین—ایک ایسی بڑی چٹان ہے کہ جسکو اسکی جگہ سے کاٹنے کے لئے صبح

شاہی کبوتر خانہ

مالوالا کا محل

حضور نظام کا چو محلہ

پانچ محلہ ــ حیدر آباد

چوک — حیدرآباد

شام پانچ یا چھہ سو آدمی لگے ہوے تھے اور پھر ایک پہیہ دار انجن پر رکھکے اسکو مسجد مین لایا گیا۔ اکثر لوگون نے مجھہ سے کہا کہ چودہ سو بیل اوس انجن کو کھینچتے تھے۔ صحن مین جہان اکثر لوگون کا ازدحام رہتا ہے۔ ایک بڑے تختے کا دروازہ ہے جس پر معمولی زنجیرین لگی ہوئی ہین۔ مسلمانون کی عیدون پر یہان کوئی آٹھہ یا دس ہزار آدمی جمع ہوتے ہین اور یہ ازدحام قابل دید ہوتا ہے۔ حضور نظام کا شاہی ایوان جسکو پنج محل کہتے ہین اسکے صحن سے ملا ہوا ہے جسکی کیفیت اور کسی مقام پر لکھی گئی ہے۔

راستے کے داہنی طرف اور چار مینار کے مشرق مین راجہ راجہان راجہ مرلی منوہر بہادر اکاونٹنٹ جنرل کا محل ہے۔ یہ ایک خوبصورت عمارت ہے جس مین دو کمپاونڈ ہین۔ اندر کے کمپاونڈ مین جہان تاڑ کے جہاڑ وغیرہ ہین ایک خوبصورت سنگین فوارہ ہے یہ خوشنما کمپاونڈ ہمیشہ سرد رہتا ہے اس محل کے رخ پر منقش تختہ کی کمانین ہین اسکے نیچے جو نقشہ دیا گیا ہے اس مین مہاراجہ انکے بھائی۔ انکا خاندان۔ انکے ملازم اور انکے پہرے والونکی تصویرین ہین جو درباری کمرے کی سیڑھیون پر جمع ہین۔

چار مینار کے مغرب مین جو راستہ چوک کو جاتا ہے اوسکے داہنی طرف کبوتر خانہ کے کونے پر شاہی کبوتر خانے کے کھنڈرات ہین۔

اس کے پرے دائین طرف ایک چھوٹا سا راستہ ہے جو حضور نظام کے خاص محل کو جاتا ہے اس محل کا نام چار محل ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ اوس مین چار محل ہین یہ حقیقت مین چوکون کا ایک سلسلہ ہے جسکے دونون طرف خوبصورت عمارتین ہین جن کے اطراف ایک بہت اونچی سی دیوار ہے اس دیوار کے اندر کا احاطہ غالباً تمام شہر کے پانچوین حصہ سے کم نہوگا اسکا پھاٹک بائین طرف گلی کے ناکہ پر ہے جس سے ملا ہوا ایک دوسرا چوک ہے۔ اس چوک مین ملاقاتی لوگ گاڑیون گھوڑون اور ہاتھیونسے اوتر پڑتے ہین۔ اس چوک کے سیدھی طرف ایک صحن ہے اور اسکے بیچمین ایک باغ اور اس باغ مین ایک سنگ مرمر کا حوض معہ فوارہ کے جو ہمیشہ چھوٹتا رہتا ہے۔ اس باغ کے اطراف بھی خوبصورت عمارتین بنی ہوئی ہین جو تہران کے شاہی محل کا نمونہ ہین اور عام تعمیر مین انسے عاری۔ شمال مین ایک محل ہے جس مین ایک

بڑا دالان ہے جہان حضور نظام دربار منعقد فرمایا کرتے ہین اور جس مین امیرون کو باریابی حاصل ہوتی ہے۔ جب ویسراے حیدرآباد کو آتے ہین تو اسی دالان مین ملاقات ہوا کرتی ہے۔ داہنی طرف کے مکانات مین دفاتر ہین اور دفاتر کے پیچھے طویلہ اور بگھی خانہ اوس سے پرے اسی داہنی طرف شاہی باورچیخانہ ہے اور چوک کے جنوب مین ایک بہت بڑی عمارت ہے جسکے زینے نہایت وسیع ہین۔ اس عمارت مین خاص حضور نظام کے دفاتر ہین جہان وہ امور ریاست کو ملاحظہ کیا کرتے ہین۔ اس عمارت مین مدارالمہام اور نیز دوسرے امیرون سے ملاقات ہوتی ہی یہ محل خوب آراستہ ہے اور اسکی آراستگی مین زرد رنگ سب پر غالب ہے۔ کیونکہ حیدرآباد مین یہ رنگ شاہی علامت ہے۔ صناعیونکا نقص جو اکثر روساے ہند کے محلون مین پایا جاتا ہے یہان بالکل مفقود ہے اور ہر چیز مکمل۔

سیڑھیون کے سامنے اس عمارت کے برآمدے مین ایسے بڑے بڑے بلوری جھاڑ لگے ہوے ہین کہ جن سے انسان متحیر ہوجاتاہے انمین اکثر وہ جھاڑ ہین جو ٹیپو سلطان کی جنگ کے بعد بطور فتح کے نشان کے سنہ ۱۷۹۹ مین لائے گئے تھے۔ جب کسی شاہی جشن کے موقع پر یہ باغ آراستہ کیا جاتاہے تو وہ اس عمارت پرسے ایک پرستان کا نمونہ معلوم ہوتاہے۔ سنگ ریزون کی سڑکین جو چہل قدمی کے لئے بنی ہوئی ہین انمین ایران۔ کابل۔ ورنگل اور یوروپ کے اقسام کے خوشنما قالین بچھے ہوتے ہین اور حوک مین جہان دوسرے محلون کی نیچی سیڑھیان بنی ہوئی ہین کوئی جھاڑ وغیرہ

صحاء کا منظر

سلح بازار

خانہ باغ — شہر مین سر آسمان جاہ کا محل

نہین بلکہ اسکے عوض اقسام کے عمدہ عمدہ پودون کی کونڈیان دہری ہوئی ہین جنکے دیکھنے سے طبیعت پرفرحت آجاتی ہے۔ علی الخصوص رات کے وقت جب یہان بجلی۔ چینائی فانوس فیری لمپ اور دیسی چراغون کی روشنی ہوتی ہے تو یہ محل ایک شعلۂ نور ہوجاتا ہے اور الف لیلا کے جادو بھرے ہوے باغات کا خیال آجاتا ہے۔ اس محل مین حضور نظام کے سات ہزار ملازم ہین۔

چار محل کے جنوب مین اس سے ملا ہوا ایک اور محل ہے جسکو پنچ محل کہتے ہین۔ اس محل کا دروازہ اس سڑک پر پڑتا ہے جو چار مینار سے جنوب کی طرف مکہ مسجد کو جاتی ہے اس محل کے سامنے کی بلندی حمد آباد

استقبال کا کمرہ — سر آسمان جاہ کا محل شہر مین

سرخورشید جاہ کي رسالہ گارڈ

کے قدیم وضع کي هے اور اسکے کماني دریاچے راستہ پر نکلے ہوے ہین ان دریاچون کي چوکہٹین شفاف چونے کي ہین اور علاوہ ان دریاچون کے ایک اور لمبی قطار دوسرے دریاچون کي بہی هے جن پر زرد رنگ کے چلمنین پڑی ہوئی ہین۔ان چلمنون مین سے باہر کي کیفیت برابر نظر آتی هے اور اندر کا حال کچہہ دکہائی نہین دیتا حضور نظام انہین دریاچون مین سے لنگر کا تماشا دیکہتے ہین جس مین باقاعدہ اور بے قاعدہ فوجون کي کوئی تیس ہزار کي جمعیت انکے سامنے سے گذرتی هے۔خاصکر کے یہ جلوس حیدرآباد مین قابل دید ہوتا هے جسکا بیان لنگر کے باب مین لکہا جاچکاهے۔

اُس کوچہ کے اسطرف جو حضور نظام کے محل کو جاتاهے چوک هے جہان کپڑے کي دکانون کي قطارهے اور یہ قطار ایک کماندار عمارت هے اور ساتہ اسکے ہتیارونکا بازاربہی هے جہان ہرقسم کے ہتیار جن مین بعض بہت قدیم بہی ہین فروخت ہوتے ہین اس بازارکے مقابلہ مین ایک پرفضا باغ هے جس مین ایک اونچا گہڑی گہر۔حوض اورفوارہ وغیرہ ہین۔ یہ پارچہ فروشی کا بازار اوراسکے قریب کا باغ سرسالار جنگ مرحوم کا تیارکیا ہواهے۔اس چوک کے شمال مین خواجہ عبداللہ خان کي بنائی ہوئی ایک خوبصورت مسجد هے جس سے چوک کي رونق بہت زیادہ ہوگئی هے۔

شہرمین چوطرف بہت سی مسجدین ہین ان مین سے ایک جو نظام کے قدیم محل کے نزدیک ہسپتال اورکاروانسرا کے مقابلہ مین واقع هے وہ سنہ ١٦٠٠ مین قطب شاہ محمد قلی کي بنائی ہوئی هے۔اوردوسری چہوٹي چہوٹی مسجدین بہت پیاچہے کي بنی ہوئی ہین جنکا نقشہ افضل گنج کي مسجد کا سا هے۔

چوک کے مغرب مین ہز اکسلنسی نواب سر آسمان جاہ بہادر کا محل هے جسکا قدیم مشرقی وضع کا حصہ انکے آبا و اجداد کے زمانہ کا بناہواهے یہ محل شہر کي بہت قدیم عمارتون مین سے هے۔اس محل مین ایک خاص باغ هے جو یوروپین طرز کا هے اور خوب آراستہ۔نواب محتشم الیہ نے کوئي بیس برس ہوے کہ اس کو تیار کیا تہا۔محل کے اسی حصہ پر سے نواب موصوف کے یوروپین احباب لنگر کے جلوس کا تماشا دیکہا کرتے ہین۔جب تک یہ باغ تیار نہین ہوا تہا تو نواب صاحب اکثر ضیافتین جہان نما کے باغمین کیا کرتے تہے۔یہ باغ اپنی وسعت اپنی مشرقی آراستگی اور نیز بہت سی دلچسپ چیزون کے لئے مشہور و معروف هے۔

چوک کے مغرب مین کوئی پاؤ میل کے فاصلہ پر ہزاکسلنسی نواب سر خورشید جاہ بہادر کا عالیشان محل هے جسکو بارہ دری کہتے ہین۔یہ شمس الامرا کا خاندانی محل هے۔سر خورشید جاہ بہادر کے دادانے خود آپ اس مکان کا نقشہ

سر خورشید جاہ کی بارادری - اور تاکستان - حیدرآباد

تیار کرکے اس صدي کے ابتدائی چالیس سال میں اوسکا سنگ بنیاد دي رکھا تھا۔ لیکن یہ مکان کوئی نو فیٹ بلند ہونے نہ پایا تھا کہ وہ انتقال کرگئے۔ انکے بعد انکے فرزند یعنی سر خورشید جاہ بہادر کے والد نے اسکي تکمیل کي اور انکے فوت ہونے کے بعد سر خورشید جاہ نے اس میں دو مرتبہ اضافہ فرمایا۔ اکثر جشن اور ضیافتیں ہمیشہ اسي محل میں ہوا کرتی ہیں۔ اس مکانکی ترتیب نہایت عمدہ ہے اور علم تعمیر کے لحاظ سے حیدرآباد کي تمام شاہی عمارتون پر یہ فوقیت رکھتا ہے اسکی آراستگی اور اس کي تعجب انگیز چیزین قابل دید ہین اس مین قدیم ہتھیارون کا ایک ذخیرہ بھی ہے جس مین نواب تیغ جنگ بہادر کي تلوار اور زرہ ہے جو اس خاندان کے مورث اعلي ہین۔ انکا قد کوئی ساڑھے چھہ فیٹ سے زیادہ تھا یہان انکی تصویر لگي ہوئی ہے وہ بڑے قد آور جوان تھے اور بڑے بڑے گھوڑون پر چڑھا کرتے تھے۔ انکا فولادی خود ایک عجیب قسم کا ہے۔ جس مین ناک کي محافظت کے لئے ایک سیخ بنی ہوئی ہے اس کا وزن بیس رتل کا ہے۔ اس خود سے معمولی آدمیون کا منھہ اور سر ڈھک جاتا ہے انکی زرہ کے اندر کڑیان ہین اور باہر سلاخین ہین اسکا وزن کوئی ستر ۷۰ سے اسی ۸۰ رتل ہے انکی تلوار چار فٹ اور آٹھہ انچہ لمبی اور چار انچہ چوڑی ہے جسکا قبضہ فولاد کا ہے اور وہ اتنا لمبا ہے کہ جس سے کہنی کي اچھی محافظت ہوتی ہے۔ اس تلوار کا وزن اٹھارہ رتل ہے لیکن اسکا دستہ نسبتاً چھوٹا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیغ جنگ کے ہاتھہ باوجود اس قد و قامت اور اس تنومندی کے کسیقدر چھوٹے تھے وہ نظام اول کے رفیق تھے اور سنہ ۱۷۸٦ میں فوت ہوگئے نواب صاحب حال کے ہان بہت

سے شتر مرغ ہین جو سواری کے لئے سدھائے گئے ہین۔ یہ جانور اسقدر جلد جاتے ہین کہ بعض وقت انکا سنبھالنا مشکل ہو پڑتا ہے۔ اس محل کے اطراف ایک وسیع صحن ہے جس مین باغات اور انگور کے ٹٹیان ہین۔ قدیم محل جسکے اطراف ایک اونچی سی دیوار ہے داہنی طرف کو واقع ہے۔ اور اس مین بھي قدیم مکانات اور خوب صورت باغات ہین لیکن غیرونکو وہان جانے کی اجازت نہین اس محل کے متعلق جو نہایت دلچسپ کیفیت ہے وہ یہ ہے کہ اس مین اُن بے نظیر سپاہ عورتون کي اولاد ہے۔ جنھین ظفر پلٹن کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ نواب تیغ جنگ بہادر کے ایام سے جو شمس الامرا کے خاندان کے بانی تھے۔ ایک عورتون کي پلٹن چلی آتی ہے لیکن اسوقت اس پلٹن مین صرف چالیس ۴۰ عورتین باقی رہگئی ہین۔ اسمین پہلے ہمیشہ ہندو عورتین بھرتی کي جاتی تھین۔ انکي خدمتین بمقابلہ اُن سپاہ عورتونکی جو قدیم الایام مین دوسرے ممالک مین گذری ہین۔ اور جو باقاعدہ جنگون مین ناموری حاصل کیا کرتي تھین بالکل جدا اور بہت آسان ہین۔ یہ پلٹن حیدرآباد مین زنانہ محلون کي پاسبانی کیا کرتی ہے اور شادیون اور نیز دوسرے رسومات مین شریک ہوتی ہے۔ اس رجمنٹ کا ایک بینڈ باجا بھی ہے جو ہفتہ وار بجا کرتا ہے اسکا ایک کمانڈر ہے جو ہمیشہ انکی قواعد لیا کرتا ہے۔ اس زنانہ پلٹن کا لباس معمولی رجمنٹ سے بہت مشابہ ہے اور بندوقین بھی اسی طرح کي۔ یہ پلٹن صرف قواعد کے وقت یا شادیون یا اور رسومات یا شاہي جشنون مین اپنی وردی پہنتی ہے اس پلٹن کے دیکھنے مین اسوقت کا لطف ہوتا ہے جب کوئی یوروپین اُسے دیکھنے کا موقع پاتا ہے۔ اس پلٹن کو دیسی لوگ

سر خورشید جاہ کي زنانہ گارڈ

سر وقارالامرا کا محل۔ حیدرآباد

سر وقارالامرا کا پرانا محل

راجہ چندولال کا محل

گہردون کہا کرتے ہین جو گارڈ کا بگڑا ہوا لفظ ہے - ایک مورخ برک نامی اپنی تاریخ دکہن کے ۲۰۹ صفحہ مین یون لکہتا ہے کہ نظام علی کے پاس سپاہ عورتون کی دو پلٹنین تہین اور ہر ایک پلٹن مین ایک ہزار عورتین اسکا نام ظفر پلٹن تہا - یعنے فتحمند فوج - ان پلٹنون کی عورتین جنہین گہردون (منتخب گارڈ) کہا جاتا تہا انگریزی قدیم سپاہیون کی فوجی وردی پہنتی تہین لیکن قواعد کے الفاظ انہین فرنچ زبان مین سکہلائے جاتے تہے - وہ شاہی محل کے اندر پہرا دیتی تہین اور نظام کے زنانہ کے ساتہہ رہتی تہین ان پلٹنون کی افسر بہی عورتین ہی تہین اور مرسیو لینگل بیان کرتے ہین کہ شہر مین بہادر عورتون کی فوج کا پہرا رہتا تہا - اور اسی طرح سے دوسرا ایک مورخ بہی اس پلٹن کی نسبت نہایت دلچسپ بیان کرتاہے کہ چند روز پیشتر - ایک اٹلی کی رقاصہ عورت روزگار کی تلاش مین حیدر آباد آئی - اور نظام کی مورد عنایات ہوئی جنہون نے رفتہ رفتہ اسکو ایک فوجی خطاب دیکر اس پلٹن کی افسری پر مقرر کردیا اگرچہ وہ ناچ مین بہت بڑا کمال رکہتی تہی لیکن جب فوج کی افسر ہوئی تو اس ڈہنگ سے اپنے سولجرون کو قواعد مین آراستہ کیا کہ نظام نے متعجب اور خوش ہوکر اسکو انعام مین ایک ہاتہی مرحمت فرمایا -

وہ عورت ایک مدت تک امیرانہ زندگی کرتی رہی - اسکے بعد ایک اور شخص یوروپ کے کسی ملک کا فلارنڈائین نامی نوکری کی تلاش مین وارد حیدرآباد ہوا - یہ بہی فن رقاصی مین بڑا کمال رکہتا تہا نظام نے چاہا کہ اس مرد اور اس کرنل عورت کو بہتر طرز پر نچرائین لیکن اس عورت نے منظور

دریچۂ بارہ دری

نہین کیا اور عرض کي کہ میرا فوجی عہدہ جو ایک اعلی
درجہ کا ہی مجھکو اس محقر حرکت کي اجازت نہین دیتا
جس زمانہ مین کہ مین یہان آئی تہی اور حضور مجہپر
مہربان ہوے تہے تو مین نے ایک مرتبہ حضور کو اپنا ناچ
دکہلایا ہے اور اب مین ناچ نہین سکتی – لیکن نظام نے نہین
مانا اور مصر ہوے آخر یہ بحث یہان تک بڑہی کہ وہ
اپنی نوکری سے مستعفی ہوکر پونا چلي گئي –

نواب سرخورشید جاہ بہادر کي مہربانی سے اس حیدرآباد
کي تاریخ مین درج کرنے کے لئے ان سپاہ عورتون کی عکسی
تصویرین لیگئی ہین جو ہمیشہ کے لئے اس دفتر مین یادگار رہینگی –

شمس الامرا بہادر کے محل کے پرے جنوب مین مدارالمہام
موجودہ ہز اکسلنسی نواب سروقارالامرا بہادر کا محل ہے
جسکا قدیم اور تعجب انگیز حصہ ایک مدت ہوئی کہ
شمس الامرا بہادر کے خاندان نے جسکے وہ ایک ممبر ہین
تعمیر کیا تہا – لیکن حال مین راستہ کے طرف اس مین چند
کمرے بنائے گئے ہین جہان یوروپین مہمانون کي ضیافتین
کي جاتی ہین – انہین کمرون مین سے مدارالمہام اور انکے
احباب لنگر کا جلوس معائنہ کرتے ہین –

شہر کے جنوبي ومغربي دروازے کے پرے راجہ چندولال بہادر
کا محل ہے جو سنہ ۱۸۴۳ مین اپنے عہدہ مدارالمہامی
سے مستعفی ہوگئے تہے – یہ محل تمام تختے کا بنا ہوا ہے اور
اسکي وضع وہی ہے جو سالار جنگ کي بارہدری کي ہے اس

خدمتگار

ایک بیگم کا خاص کمرہ

محل کے اطراف ایک باغ ہے جسمین میٹھے پانی کا ایک بڑا حوض ہے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ کسی زمانہ مین یہ ایک نہایت شاندار عمارت تھی لیکن اب روبانہدام ہے۔

یہان کے امرا کے محل جو حال مین تعمیر ہوے ہین نہایت وسیع ہین اور سبھون کی وضع قریب ایک ہی ہے سبھون مین عام طور پر بڑے بڑے کمپاونڈ ہین اور اطراف اونچی اونچی دیوارین جہان کمپاونڈ مین قدم رکھا کہ ان محلون کی صناعی نظر آگئی انکی ڈیوڑیان اور انکے بر آمدے قابل دید ہین ان تمام محلون پر سپاہیون کا پہرا ہے جو قابل تصویر لباس پہنے ہوے ہین۔ اطراف کے باغیچے اور انکی اندرونی آراستگی انسان کو متحیر کردیتی ہے حوض اور فوارون سے طبیعت خوش ہوجاتی ہے ان عمارتون مین اکثر مربع ہین اور باغیچون مین پانی کے حوض۔ ان محلون مین پبلک کارروائی کے کمرے جدا۔ درباری ملاقات کے کمرے جدا۔ جشن ضیافتون کے کمرے جدا۔ اور زنانخانے جدا ہین۔ زنان خانون پر عورتون کا پہرا رہتا ہے اور انکی ملازم تمام عورتین ہوتی ہین ان عورتون کی تین قسمین ہین ایک لونڈیان جنکے متعلق پکانے اور بچون کے سنبھالنے کا کام ہوتا ہے۔ دوسری عام مامائین جو ماہانہ تنخواہ پر نوکر ہوتی ہین اور تیسری خاندانی ملازم جو انہین محلون مین پیدا ہوتی ہین اور کبھی انہین چھوڑ کر نہین جاتین یہ بھی گویا داخل خاندان سمجھی جاتی ہین۔ انکے متعلق بیگمات کے توشک

لونڈیان

خدمتگاران

خانون کا اہتمام ہوتا ہے یہ ہمیشہ کہانے اور پانی کی حفاظت کرتی رہتی ہین تاکہ انمین کہین زہر وغیرہ نہ ملا دیا جاے -کیونکہ حیدرآباد مین زہر خورانی عام طور پر مروج ہے - یہ خاندانی مامائین جب کوئی مہمان آتا ہے تو اچہا لباس پہنکر اپنی بیبیون کی خدمت مین حاضر رہتی ہین - ہمنے ذیل مین بیگم کے کمرے کا ایک نقشہ دیا ہے جس مین انکے تمام زیورات مثلاً چوڑیان - بازوبند - خلخال - مالے - اور گوشوارے وغیرہ وغیرہ دکہلاے گئے ہین یہ زیورات نہایت قیمتی ہین اور علاوہ انکے خوشنما عطردان پانی کے مقفل کوزے چاندی کے پاندان - پانی کے کٹورے اور خوبصورت اُگالدان وغیرہ بہی ہین - انکا لباس نہایت قیمتی اور زرق برق ہوتا ہے - غرض جب کوئی انکی ملاقات کو آتا ہے تو ان عمدہ چیزون کو دیکہکے متعجب ہو جاتا ہے -

حیدرآباد مین سب سے زیادہ جو قابل دید چیز ہے وہ وہان کے اقسام کے لوگون کا ہجوم ہے جو راستون پر نظر آتا ہے - ہندوستان مین کوئی شہر ایسا نہین جہان ایسی مختلف قومین اور مختلف لوگ نظر آتے ہون مثلاً عرب - سیدہی - روہیلے - پٹھان - مراٹھے - ترکی - سکھہ - عجمی - بخاری پارسی - مدراسی - بنگالی - اور یوروپ کی مختلف قومین وغیرہ وغیرہ - عرب پست قد کشادہ سینہ خوبصورت قابل دید ہوتے ہین - اونکی چال سپاہیانہ اور فوجی ہوتی ہے - جو اس قوم سے مخصوص ہے - یہ معاملات دکہن مین آج تین سو برس سے بہت ہی مداخلت رکہتے ہین انکی بندوقین انکے آبا و اجداد کے قدیم طرز کی لمبی لمبی ہین اور جب وہ باہر نکلتے ہین تو بالکل مسلح ہوتے ہین - تلوار - پستول - خنجر وغیرہ اونکے کمربند مین بندھے ہوے رہتے ہین - حقیقت مین حیدرآباد کے راستے تمام دنیا کے لوگون کا مجمع ہین - باوجود اس اختلاف کے کہ انکا مذہب جدا اُنکی زبان جدا اور انکا چال چلن جدا ہے وہ آپس مین ایسے ملے جُلے ہوے ہین کہ گویا ایک ہی نیشن نظر آتے ہین - پہلے جو گلیون مین غل غپاڑا رہتا تہا وہ اب بالکل مفقود ہے راستہ مین کوئی ایسا آدمی نہین نظر آتا کہ جسکے پاس کوئی نہ کوئی ہتیار مثل - بندوق یا پستول یا تلوار یا خنجر وغیرہ کے نہو - حالانکہ انکا استعمال بہت کم کیا جاتا ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ جب سر سالار جنگ اول پر دوسرے مرتبہ حملہ ہوا تہا اعلان دیا گیا تہا کہ سواے امیرون کے سپاہ کے اور وہ بہی جب انکے جلو مین باہر نکلین دوسرا کوئی شخص ہتیار نہ باندھے اور امیرون کو بہی لازم ہوگا کہ وہ اپنے مسلح سپاہیون کے ذمہ دار ہون پیشتر اسکے علی العموم انگریزون کا شہر مین پہرنا مضر سمجہا جاتا تہا - لیکن اب کوئی خوف و خطر کی جگہ نہین - اس بارے مین گورنمنٹ اور کوتوال شہر کا انتظام قابل شکر گذاری ہے - موجودہ کوتوال نے پولیس کے قوانین بالکل درست کردئے ہین - ہرروز دوپہر کے بعد کوئی چار بجے سے راستون مین ہل چل شروع ہوتی ہے - اور مختلف لوگون کے ہجوم نظر آتے ہین اور مختلف زبانین سنی جاتی ہین جس سے دیکہنے والون کو سخت تعجب گذرتا ہے - جیسے اقوام مختلف ہین ویسا ہی انکا لباس بہی مختلف ہے لیکن اس لباس مین سب سے زیادہ تعجب انگیز انکی پگڑیان ہوتی ہین - ان پگڑیون کی غالباً اتنی ہی قسمین ہین کہ جتنی تمام دنیا مین پائی جاسکتی ہین - قوس قزح مین جتنے رنگ ہین اتنے ہی رنگونکی پگڑیان یہان دکہلائی دیتی ہین - اگر کوئی مصور اس ہجوم کی تصویر لینا چاہے تو ان رنگون کی وجہ سے وہ پریشان ہوگا بہر بہوونکی رنگین تنگ پگڑیون کے بیچ مین ایک مخروطی نوک ہوتی ہے - اور اسکے برخلاف انکی بہائی مراٹہون کی ڈہیلی پگڑیان اور اقسام کی قدیم مشرقی پگڑیان ترکی ٹوپیان اور زرین ٹوپیان مختلف طرز مختلف رنگ اور مختلف شکلون کی جیسے حیدرآباد مین ہوتی ہین ہندوستان کے اور کسی شہر مین نہین ہوتین - یہان عام طور پر جس پگڑی کا رواج ہے وہ سرکاری پگڑی ہے - جسکو منصب داری پگڑی کہتے ہین یہ ایک عجیب وضع کی بالکل کہنچی ہوئی سر کی برابر اور اقسام کے رنگ کی ہوتی ہے - یہان کی عام عورتون کا لباس سفید - زرد اور سرخ ہوتا ہے - گلے - ہاتھہ - اور پانون مین سونے چاندی پیتل اور کانچ کی چیزین موافق انکی حیثیت کے ہوتی ہین - مارواڑی عورتون کے لہنگے نہایت گہیردار اور وزنی ہوتے ہین - یہان تک کہ بعض مرتبہ سو سو گز کا گہیر ہوتا ہے اور انپر کناری ٹکی ہوتی ہے - انکے دامنون کی شکل پنکہون کی سی ہوتی ہے وہ چولی پہنتی ہین اور لمبی اوڑھنی اوڑھتی ہین جو نیچے تک لٹکتی رہتی ہے اور انہین نقاب کا بہی کام دیتی ہے انکی ایشیائی بادامی شکل کی چمکتی ہوئی آنکہین - جو نقاب مین سے نظر آتی رہتی ہین - اور انکی نتہہ جو آفتاب کی شعاع پڑنے سے چمکنے لگتی ہے انکا خوشنما قد و قامت انکے پاؤن کے چہلے اور پازیب جو چلنے مین آواز کرتے ہین - نہایت خوبصورت اور قابل دید ہوتے ہین - بنجارنین حیدرآباد کی خاص قومون مین داخل ہین - انکی شکل نٹنیون کی سی ہوتی ہے اور وہ چہوٹے چہوٹے بیلون کے گلون کے ساتھہ جن پر اناج لدا ہوا ہوتا ہے مختلف اضلاع سے شہر مین آتی ہین - یہ عورتین بڑہی اور جوان ہوتی ہین انکے بدن مین اقسام کے دامندار لہنگے ہوتے ہین - جنپر آئینہ کے بڑے اور چہوٹے ٹکڑے مختلف رنگ کے دہاگون کے ساتھہ ٹکے ہوے رہتے ہین - انکے سر کے بال سیپ اور سکون سے آراستہ انکے ہاتھہ پاؤن اور ڈنڑون مین چاندی اور دوسرے دہات کے زیورات انکے کانون مین اور ناکون مین نتہہ اور بالیان اور گلون مین رنگین منکون کے مالے ہوتے ہین - چونکہ ایک مدت سے یہ لوگ دکہن مین آباد اور ہمیشہ جنگلون مین پہرتے رہتے ہین اسلئے انکی زبان مین ایک خصوصیت پیدا ہوگئی ہے - شہر مین ہروقت مسلمان عورتین پیدل نکلتی ہین کہ جنکا جسم تمام سفید برقع سے ڈہکا ہوا رہتا ہے - صرف دونون کالی اور سرمگین آنکہین نظر آتی ہین ایک مسلح سپاہی

حیدرآباد کا پٹھان

حیدرآباد کے عرب

ہندو عورت حیدرآباد

ناچنے والی رنڈیان - حیدرآباد

انکی خدمت مین ہوتا ہے۔ہندو ننگا لنگوٹ باندھے ہوے تمام سیاہ جسم پر بھبوت رمائے ہوئے اور گلے مین منکون کا مالا ڈالے ہوئے ازدہام خلایق مین نظر آتے ہین اور جب وہ اپنی جٹون کو ہولناک بنا کے رام رام پکارتے ہین تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے رام کی خدائی مین کوئی بحث و تکرار کر رہا ہے۔ازدحام کے لوگ انکا ادب اور خوف کرتے ہین کیونکہ انہین دعوی ہے کہ وہ یورپینون اور دیسیون دونون کو برابر مضرت پہنچا سکتے ہین ان فقیرون کی طاقت کے بہت سے افسانے ہین جن مین سے ایک ذیل مین درج کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیچ قوم کے لوگون کا انسے ڈرنا کچھہ بیجا نہین۔ایک مرتبہ ایک رجمنٹ کے تین افسر یعنے کپتان لفٹنٹ اور ڈاکٹر نے چاہا کہ ندی کے کنارے ایک بنگلہ بنائین اوسکے لئے انہون نے ایک جہاڑ کے نزدیک جگہ پسند کی کہ جسکے نیچے ایک ہندو فقیر اپنا مندر بنائے ہر رات پوجا پات کیا کرتا تھا۔جب اس فقیر کو ان افسرون کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو ان سے عاجزانہ طور پر کہا کہ آپ یہ جگہ نہ لین کیونکہ اس پر ایک مندر بنا ہوا ہے اور اسکے نیچے ایک مقدس گوشائین کی قبر ہے۔افسرون نے اسکا مضحکہ اڑایا اور اوس مندر کے پتھرون کو اکھڑ کے اپنے بنگلے کی دیوارین کھڑا کرنی شروع کین۔اس فقیر نے ان کی اس حرکت سے غضب ناک ہو کے ان تینون کے حق مین بد دعا کی اور کہا کہ انمین سے ایک کو بھی اپنے بچھونے مرنا نصیب نہوگا اس کی بھی انہون نے کچھہ پروا نہین کی اور جب وہ بنگلہ بنکے تیار ہوا تو تعجب کا مقام ہے کہ اسکی پیشن گوئی پوری ہوئی اور وہ اسطرح سے۔کہ کپتان پولو کھیلتے کھیلتے گھوڑے سے گر کے مر گیا اور اسکے چند مہینہ بعد لفٹنٹ کو شکار کو جانیکا اتفاق ہوا وہان اسکا کام تمام ہوگیا۔لیکن ڈاکٹر چند سال تک زندہ رہا۔اور اخیر مین جب وہ کشتی مین بیٹھکر کہین جارہا تھا تو کشتی ٹوٹ گئی اور وہ غرق ہوگیا کہتے ہین کہ اس روز دریا مین بیوقت ایسا سیلاب آیا کہ تمام کنارے ڈوب گئے اور وہ بنگلہ ٹوٹکر بہگیا۔اس قصہ مین کوئی بناوٹ نہین بالکل سچ ہے غرض ایسے بہت سے قصے ہین جو ان فقیرون کی نسبت مشہور و معروف ہین۔

حیدرآباد بھیکھہ مانگنے والون کے لئے گویا ایک جنت ہے۔انمین بعض فقیر ایسے ہین جو بھیک کے ٹکڑون سے دولتمند ہوگئے ہین۔حیدرآباد مین کوئی مقام ایسا نہین جہان انکی کثرت نہو۔راستون پر وہ موجود پلون پر وہ موجود۔انکے ہاتھہ مین پنکھا ہوتا ہے۔راہ چلتون پر پنکھا جھلتے ہوے انسے بھیکھہ مانگا کرتے ہین۔جب کسی یوروپین کو دیکھتے ہین تو خیرات کے لئے اسکو سخت تنگ کرتے ہین۔سواے روپیہ کے اس سے کچھہ نہین لیتے۔تانبے کے پیسون کو مارے غصہ کے گاڑی مین پھینک دیتے ہین۔ہندوستان مین ایک مدت سے فقیرون کا دور دورہ ہے۔چنانچہ گولکنڈے کا محمد قلی قطب شاہ جسنے سنہ ۱۵۸۰ سے سنہ ۱۶۲۸ تک سلطنت کی ہے۔ہر سال چوبیس ہزار پاؤنڈ فقیرون کو خیرات دیا کرتا تھا۔حال کے امیرون نے بھی اپنی خیرات کے لئے روز مقرر کر رکھا ہے اور اوس روز سینکڑون فقیرونکا ازدحام لگتا ہے۔بہت سے غریب و محتاج لنگڑے لولے اور اپاہج جنکا حال فاقون سے برا اور جنکے بدنون پر دھجیان ہوتی ہین اطراف ہندوستان سے حیدرآباد چلے آتے ہین کیونکہ یہان کے امرا کی سخاوت چوطرف مشہور و معروف ہے۔وہ کسیکے مذہب و ملت کا خیال نہین کرتے سبہون کو برابر خیرات دیتے رہتے ہین۔عطائی لوگ راستون پر بیٹھکے رہتے ہین جن کے ساتھہ اقسام کی چھو منتر کی چیزین جیسے بلی اور چوھے کی دمین اور باگھہ کے دانت۔لومڑی کے سر۔مور کے پر۔وغیرہ ہوتے ہین۔ان چیزون کو وہ دوا کے طور پر فروخت کرتے ہین اور علاوہ اسکے انکے پاس چھو منتر کئے ہوئے پھولون کے ہار بھی ہوتے ہین جنہین عورتین خرید کرتی ہین تاکہ اسکی برکت سے انکے اولاد کے نصیب اچھے ہون۔

حیدرآباد کے راستون پر اکثر زور زور سے ہٹو بچو کی آواز آتی رہتی ہے۔اور سئیس عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوئے جس مین سنہری اور روپہلی لیس ٹکی ہوئی ہوتی ہے۔بھیڑ کو چیرتے پھاڑتے چلے جاتے ہین اور انکے پیچھے بگھیان ہوتی ہین جن مین امرا آرام کے ساتھہ بیٹھے ہوئے رہتے ہین اور انمین کبھی کبھی کوئی خوشبودار حقہ پیتا رہتا ہے اور انکے پیچھے ملازم خوبصورت وردی پہنے اور ہتیار لگائے عربی گھوڑون پر سوار ہوتے ہین۔حیدرآباد مین اکثر گاڑیان بیش قیمت موجودہ فیشن کی ہین اور انکے ساتھہ قدیم وضع کی بیل گاڑیون کی بھی کثرت ہے جنہین رتھہ کہتے ہین۔ان رتھون مین اطراف سوراخ دار پردے پڑے ہوئے ہوتے ہین وہان کی دیسی عورتین اکثر انہین مین بیٹھا کرتی ہین۔ایک رتھہ مین کوئی تین چار عورتین اور اتنے ہی بچے ہوتے ہین۔

اور سوراخون سے جھانکا کرتے ہین۔ان رتھون کے بیل ہمیشہ سفید ہوتے ہین۔اور علاوہ اسکے دوسرے چھوٹے چھوٹے رتھہ بھی ہوتے ہین جو خاص بچون کے لئے بنتے ہین۔انکے بیل بھی ویسے ہی چھوٹے اور خوبصورت ہوتے ہین۔ان رتھون مین گھنٹیان بندھی ہوئی ہوتی ہین۔جن سے چلنے کے وقت ٹھناٹھن کی آواز آتی ہے۔قدیم زمانہ مین جب بڑی بڑی لڑائیان ہوا کرتی تھین تو ان رتھون کے چھت اوتار کے انہین جنگی گاڑیان بنادیا جاتا تھا۔اور سپاہی انمین بیٹھکے دشمن پر تیر چلایا کرتے تھے۔

عام گاڑی جو حیدرآباد مین مروج ہے اسکا نام جھٹکا ہے۔اسکی شکل ایک تختے کے صندوق کی سی ہے اور دو پہئے لگے ہوئے ہین۔اور اسکے پیچھے ایک دروازہ ہے اور دونون طرف دریچے جو اترنے اور چڑھنے رہتے ہین۔چھوٹے چھوٹے تیزرو شہری ٹٹو انمین جوتے جاتے ہین۔

یہان کے راستون پر ہاتھیون کی بھی آمد و رفت رہتی ہے

سوسالارجنگ اول و دوم کی قبرین

جب وہ آہستہ آہستہ آتے ہین تو انکے لئے آپ سے راستہ ہو جاتا ہے۔انکی عادت ہے کہ جب ازدحام ہوتا ہے تو وہ اپنی سونڈہون سے لوگون کو ہٹاتے ہوئے بالکل آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہین۔کسیکو تکلیف نہین پہونچاتے۔حیدرآباد مین بہ نسبت اور دیسی ریاستون کے ہاتھیونکی کثرت زیادہ ہے۔کیونکہ علاوہ حضور نظام اور گورنمنٹ کے ہاتھیونکے ہر ایک امیر کے ہان ایک ایک دو دو ہاتھی ہین اور بعضون کے یہان بہت سے۔اونٹون کا بھی بہت رواج ہے۔جب اونپر زین پوش ڈالا جاتا ہے تو وہ نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہین۔اور علی الخصوص گلمونمین انکی رعب دار چال بہت پیاری معلوم ہوتی ہے۔

سالار جنگ اعظم نے حیدرآباد کو جو کچھہ فائدہ پہونچایا ہے وہ محتاج بیان نہین۔اسلئے مناسب ہے کہ انکی یادگار مین کوئی ایسی مفید چیز مثل محکمہ آبرسانی وغیرہ کے قایم کی جائے کہ جس سے تمام باشندگان شہر کو خواہ وہ امیر ہو یا فقیر۔اعلی ہو یا ادنی فائدہ پہونچے۔یہان خاصکر کے میر عالم کے تالاب سے پانی لایا جاتا ہے اسکے لئے دس انچہ قطر کے نل لگائے گئے ہین۔اور ایک نل ہے ۲۲ انچہ کا جس مین سے "فلٹربڈ" کو پانی جاتا ہے۔اور فلٹربڈ موجودہ سائن ٹیفک اصول کے مطابق تیار کیا گیا ہی اور اس فلٹربڈ سے پانی صاف ہو کے ایک حوض مین آتا ہے جو راجہ چندولال کی بارہ‌دری کی مغرب مین بنا ہوا ہے۔اور وہان سے تمام شہر مین۔ان نلون کی طولانی سنتیس میل کی ہے۔اور قطر تین انچہ سے چوبیس انچہ تک۔ان مین سے ہر ایک باشندۂ شہر کو ہر روز پندرہ گیلن پانی کا اوسط پہونچ سکتا ہے۔آبرسانی کے لحاظ سے حیدرآباد انگریزی شہرون سے کچھہ کم نہین۔میر جملہ کے دروازے کے پاس پتھر کے مشرقی حصہ مین جہان میر جملہ کا تالاب بھی ہے میر مومن کا قبرستان ہے جسکو دائرۂ میر مومن کہتے ہین۔اور جہان سر سالار جنگ اعظم مدفون ہین۔یہہ میر مومن ایک مشہور شیعہ بزرگوار تھے جو دو سو تیس برس قبل عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ مین کربلائے معلے سے حیدرآباد آئے تھے۔انکے پاس جو وہان کی پاک مٹی تھی اس سے انہون نے یہ قبرستان شیعون کے لئے بنا کر وقف کیا تھا۔انکی قبر اس قبرستان کے پھاٹک کے اندر کسیقدر فاصلہ پر واقع ہے۔جس پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔قبر کے پہلو مین انکے وہ صاحب بھی مدفون ہین جنہین وہ

ہمیشہ پڑھا کرتے تھے-اس قبر کے ہرے چوطرف بہت
سی قبرین ہین جنمین سے بعضون پر فارسی اور عربي عبارت
کي لوحين ہين-اور بعضون پر کچھہ نہين-اسوقت سنی اور
شیعہ دونون وہان مدفون ہوتے ہين-اس قبرستان مين ایک
طرف سرسالارجنگ کا خانداني قبرستان ہے جو اس سے الگ
ہے-اس کے اطراف دیوار کھنچی ہوئی ھے-اور اس دیوارمين
ایک چھوٹا سا دروازہ لگا ہوا ھے-اسکے اندر ایک چھوٹی سی
مسجد اور چھوٹا سا چوک بھی ھے-اسمین ایک اونچا
چبوترا ھے جس پر اون کے خاندان کي قبرین ہين-انکی
قبر سیدھے کونے پر انکے دادا کے پہلو مين ھے-جہان رات دن
حفاظ قرآن پڑھا کرتے ہين-اور لوگون کو زیارت کرواتے ہين-
اس قبر کے نزدیک ایک پلندہ لٹک رہا ھے-اس مين شفاعت
کي بہت سی عرضیان بندہی ہوئی ہين جنہين اکثر لوگ
یہان لایا کرتے ہين-سرسالارجنگ نے اپنے انتقال کے چند
روز پیشتر جبکہ وہ اس قبرستان پرسے عبور کررہے تھے تو
اپنے فرزند کو اسکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ حقیقت مين
ہمارے خاندان کے آسایش کي جگہ یہي ھے اور سوائے
اسکے دوسری جگہ پر ہماری بود و باش عاریتاً ھے انکے بازو
سراج الملک اور منیرالملک کي قبرین ہين-اور علاوہ اسکے
انکے اور رشتہ دار بھی اس چبوترے پر مدفون ہين-جن مين
سے اکثر پر لوحين نہين-اس چبوترے کے اوپر بڑے بڑے
سایہ دار درخت ہين جنکی وجہ سے اسپر دہوپ نہین
پڑنے پاتی-سالارجنگ کے نانا میرعالم کي قبر اس احاطہ
کے باہر ہے-غرض حیدرآباد کے اطراف وجوانب مين بہت
سی خوشنما اور دلچسپ سیرگاہین ہين-جس کا ذکر اس
باب مين موجود ہے-اور وہان کے راستے بھي بہت صاف
رہتے ہين-اور انکے دونو طرف سایہ دار درخت لگے ہوئے-اور
یہی سبب ہے کہ وہان کا دورہ بڑا لطف انگیز ہوا کرتا ہے-

حیدرآبادی فقیر

حیدرآباد کے وئید

مدارئي حيدراباد

رزیڈنسی

حوالی شہر حیدرآباد

چادرگہات جبسے اسوقت پر موجود ہے حیدرآباد کے حوالي شہر کا ایک بڑا حصہ ہے جو افضل گنج کے شمال و مشرق مین واقع ہے اور جسکي زمین بہت وسیع ہے اصل مین اسکا نام چدرگہات تہا جسکي وجہہ تسمیہ یہہ معلوم ہوتي ہے کہ ایک پُشتہ کوئي بارہ قدم اونچا شہر کے پہاٹک کے باہر دریاے موسي کے آرپار واقع تہا اور اس پُشتہ پر سے پاني کي چادر گرتي تہي اسلئے اسکا نام چادرگہات ہوگیا اس چدرگہات مین بہت سے مشہور مکانات واقع ہین جیسے رزیڈنسي – بنگال بنک – کلب پوسٹ آفس سنٹ جارج کا گرجا گہر قدیم و جدید قبرستان رومن کیتہولک کي گرجا اور پبلک تعمیرات کے دفاتر وغیرہ اور سوائے اسکے حضور نظام کے بہت سے عیسائي ملازم بہي یہان بودوباش کرتے ہین حوالي شہر کا یہہ ایک جدید حصہ ہے اور ہر سال وسعت پکڑتا جاتا ہے اسکي میونسپالٹي بہي شہر سے جدا ہے اور یہان راستے اور پبلک رفاہ کي خوب نگراني رہتي ہے

رزیڈنسي – یہہ ایک عمدہ عمارت ہے جس مین انگریزي رزیڈنٹ متعینہ دربار حضور نظام رہتے ہین یہہ عمارت صرف خوبصورت ہي نہین بلکہ فن تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ ہے – اس مقام پر کسي زمانے مین نواب نظام علي خان بہادر کے مصاحب کا ایک قصباتي محل تہا جسمین سنہ ۱۷۸۸ع مین انگریزي تیسرے رزیڈنٹ سرجان کنوے نامي کا استقبال کیا گیا تہا یہہ محل اسوقت بالکل چہوٹا تہا لیکن سنہ ۱۸۰۳ع مین یعنے نظام علیخان کے انتقال کے چند روز پیشتر جبکہ نواب ارسطو جاہ وزیر اعظم اورکرنل کرک پیٹرِک حیدرآباد کے رزیڈنٹ تہے اِس محل کي از سرِ نو تعمیر شروع ہوئي اور پانچ برس یعنے سنہ ۱۸۰۸ع مین وہ ختم ہوئي اس مدت دراز کي وجہہ یہہ تہي کہ وقتاً فوقتاً اس مین موانعات پیش آتي رہے اس رزیڈنسي کا نقشہ ایک شاہي انجینیر مسٹر بي – رسل نامي نے تیار کیا تہا اور پہر اسکي زیر نگراني ہندوستان کے معمارون نے اسکي تعمیر کي – یہہ رزیڈنسي شہر حیدرآباد کے شمال مین ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسکے اطراف ایک دیوار کہینچي ہوئي ہے اور اسکے پہاٹک خوب صورت بُرجیان بني ہوئي – یہہ دیوار سنہ ۱۸۹۲ع مین بہت عجلت کے ساتہہ منڈي پور کے فساد کے بعد تیار ہوئي اس رزیڈنسي کا بڑا پہاٹک شمال کے طرف واقع ہے جو دریا اور شہر دونون مقامون سے صاف نظر آتا ہے اسکي سیڑھیان سنگ مرمر کي ہین جنکي تعداد بائیس ہے سب سے نیچے کي سیڑھي کوئي ساتہہ قدم لمبي ہے اسکے دونون طرف دو بڑے بڑے شیرببر کي مورتین بني ہوئي ہین جنکا چہرہ عورتونکا سا ہے یہہ سیڑھیان ایک عظیم الشان پیش گاہ کي طرف گئي ہوئي ہین جسکي لمبائي ٦۰ فیٹ اور چوڑائي ۲٦ فیٹ کي ہے اس پیش گاہ کے سامنے کورنتہہ کي وضع کے کوئي پچاس قدم اونچے چہہ ستون ہین جنکي سفیدي اور براقي سے آنکہین چوندہیا جاتي ہین اسکے روبرو کي مثلث محراب کي تین کونون پر تین تصریرین ہین اور اسکے درمیان مین ایسٹ انڈیا کمپني کے زرہ بکتر کا اُٹہا ہوا نقشہ اس پیش گاہ کي چہت اور کارنس پر عمدہ نقش و نگار ہے اسکي زمین پر جو نہایت شفاف چونے کي بني ہوئي ہے سفید و سیاہ سنگ مرمر کا دہوکا ہوتا ہے اس عمارت کا ملاقاتي کمرا جس مین سیڑھیون پر چڑھکے جایا جاتا ہے

رزیڈنسي کا دروازہ

بہت سي کمانون پر بنا ہوا هي–پیش گاہ کے دونون طرف یعنے دہنے اور بائین دو بڑے بڑے کمرے ہین–جنکي لنبائي ۳۳ فیٹ کي هے–بائین کمرے مین لیبرري هے–اور دہنے کمرے مین خوابگاہ–اس پیشگاہ مین تین بڑے دروازے ہین–جسمین سے دربار کے کمرے مین جایا جاتا هے–اس دربار کے کمرے کے اطراف ۳۲ ستونون پر ایک گیلري بني ہوئي هے یہان تمام فرنیچر کالي لکڑي کا هے مثلاً کرسیان–کوچ جہاز آئینے وغیرہ یہہ اسباب کسي زمانے مین انگلستان کے ولیعہد کا تہا لیکن جارج چہارم نے اسکو ایسٹ انڈیا کمپني کے ہاتہہ فروخت کردیا تہا اس کمرے مین راجہ چندولال کي ایک تصویر هے جو قابل دیکہنے کے هے یہہ شخص حیدرآباد کا ایک نامور وزیر ہوگیا هے اس تصویر مین اسکي پگڑي اور لباس سب سفید هے اس عظیم الشان کمرے کے دونون طرف زینے بنے ہوئے ہین جن پر سے دربار کے کمرے کے اوپر کے طبقہ کو جایا جاتا هے اس طبقے کے اوپر جتنے کمرے ہین وہ ہمیشہ معزز مہمانون کے لئے محفوظ رہتے ہین اسکا ضیافتي دالان اور ملاقات اور خوابگاہ کے کمرے تمام مرصع ہین اس عمارت کے شیشہ آلات پر اسقدر روپیہ صرف کیا گیا هے جو قریب الفہم نہین ہوسکتا قدیم الایام مین جب کسي موقع پر یہان روشني ہوتي تہي تو ایک ہزار پاونڈ سے کم صرف نہین ہوتا تہا اسکے کمپاونڈ مین ایک مکان تہا جسکا نام رنگ محل تہا کرنل کرک پیٹرک نے اپني رزیڈنسي کے زمانے مین اسکو بنوایا تہا اسکي وجہہ یہہ تہي کہ انہون نے ایک مسلمان لیڈي سے شادي کي تہي جسکي سہیلیان اس مکان مین آیا جایا کرتي تہین غرض چند سال ہوئے کہ یہہ مکان منہدم کردیا

کي ایک لمبي قطار چلي گئي هے جس مین چہاپہ خانہ وغیرہ موجود ہین جنوب مین جو ستونون کي قطار هے اسکے بیچ مین سے خزانہ کو راستہ گیا ہوا هے اسکي مغربي طرف ٹیلگراف آفس هے اور بڑي سڑک کے طرف ایک پہاٹک هے رزیڈنسي کے احاطہ مین ریکیٹ ٹینیس اور کروکے وغیرہ کہیلنے کي جگہہ هے اور اسکے بازو ایک قبرستان هے جو ہمیشہ مقفل رہتا هے اس قبرستان مین علاوہ دوسرون کے مرقومۃ الذیل لوگ بہي مدفون ہین یعنے لفٹننٹ کرنل سدرلینڈ فوجي سکرٹري اور رزیڈنٹ جنہون نے ۲۷ فروري سنہ ۱۸۴۸ء مین انتقال کیا جارج الکزنڈر رسلے رزیدنٹ دربار حیدرآباد جو ۳۰ ڈسمبر کو سنہ ۱۸۳٦ء کو بولارم مین فوت ہوگئے فرانسس سیڈن ہام رزیڈنٹ جو ۲۳ اکٹوبر سنہ ۱۸۰۷ء مین گذر گئے سر ولیم رمبولڈ بارونیٹ جنہون نے ۲۴ اگست سنہ ۱۸۲۳ء کو انتقال کیا–سر آرتہر آسٹن رابرٹس رزیڈنٹ جنکا ۱۰ مئي سنہ ۱۸٦۸ء کو انتقال ہوا اور علاوہ انکے مسٹر ہیسٹنگس پامر جو مسٹر ولیم پامر کے چہوٹے بہائي تہے وہ بہي یہین مدفون ہین رزیڈنسي کے اطراف ایک بازار هے جسکي وسعت تقریباً ایک مربع میل کے هے اس بازار کے کل دیواني اور فوجداري مقدمات کا انفصال رزیڈنٹ کے متعلق هے اس بازار مین بڑے بڑے سوداگر ہین جنکي تجارت تمام ہندوستان مین پہیلي ہوئي هے

بنگال بنک–کي حیدرآباد کي شاخ پہلے ایک بدصورت مکان مین تہي لیکن وہ وہان سے سنہ ۱۸۹۴ء مین موجود مکان پر جو پبلک راستہ کے سیدھي طرف واقع هے اور رزیڈنسي سے ریلوے اسٹیشن کو جاتا هے منتقل کي

بنگال بنک

گیا رزیڈنسي کے معزز مہمانون کي آمد و رفت کا راستہ ایک باغ مین سے ہوکر گذرا هے جو نہایت آراستہ هے اور علاوہ اسکے دوسرا بہي ایک باغ هے جس مین رزیڈنسي کا ایک چہوٹا سا نقشہ بنا ہوا هے اسکے وسیع کمپاونڈ مین اول و دویم اسسٹنٹ رزیڈنٹون کے اقامت کے کمرے ہین لیکن فوجي سکرٹري اور رزیڈنٹ کي باڈي گارڈ کا کمانڈر کمپاونڈ کے باہر کے بنگلون مین رہتا هے اول اسسٹنٹ رزیڈنٹ کے بنگلے کے مقابلہ مین رزیڈنسي کے تمام محکمہ جات ہین اور جنوب مین آفسون

گئي یہہ ایک لمبا دو منزلہ کا مکان هے اور تمام سنگ مرمر اور لوهے کا بنا ہوا اسکو آتش زدگي کا بالکل خوف نہین اسکي تعمیر پر تخمیناً دولاکہہ روپیہ صرف ہوا اس بنک کا کارخانہ بہت بڑا هے اور اسپر ایک یوروپین منیجر مقرر هے جسکے ماتحت دو یوروپین ہین رزیڈنسي کا خزانہ بہي اسي بنک کے سپرد هے اور یہہ بنک علاوہ اپنے معمولي کامون کے حضور نظام کي گورنمنٹ سے بہي بہت بڑا لین دین رکہتي هے

بادشاہی کوٹھی

حیدرآباد کلب— یہہ کلب بنگال بنک سے کوئی آدھے میل کے فاصلہ پر بڑی سڑک پر واقع ہے پہلے پہل اسکو حیدرآباد کے یوروپین باشندون نے انجنیر کلب کے نام سے قائیم کیا تھا لیکن بعد مین اسکا نام بدلکے یوروپین کی قید اٹھا دی گئی اور عام طور پر سبھونکو اسکی ممبری کا موقع دیا گیا اب یہہ کلب حیدرآباد کلب کے نام سے مشہور ہے اس مین علاوہ رزیڈنٹ کے دوسرے یوروپین لوگ اور حیدرآباد کے اکثر عمائدین شریک ہین اسکے متعلق ایک کشتیون کا کلب اور ایک لان ٹینس کا کلب وغیرہ بہی ہے

بادشاہی کوٹھی

— بستن جی کوٹھی کے جنوب مین گورنمنٹ کا ڈاکخانہ واقع ہے اور مغرب مین بستن جی روڈ— اس راستہ پر حضور نظام کا ایک محل ہے جسکو بادشاہی کوٹھی کہتے ہین یہہ ایک آراستہ مکان ہے جسکے متعلق ایک وسیع احاطہ اوسکی اونچی اور خوشنما سلاخون سے محصور ہے یہہ مکان حضور نظام کے دیسی معزز مہمانونکی فرودگاہ کے لئے مقرر ہے

قبرستان— یہہ عیسائیون کا قبرستان ہے جس کے چوطرف سایہ دار اور گھنے درخت لگے ہوئے ہین اسکے دو حصے ہین ایک پروٹسٹنٹ کا اور دوسرا رومن کیتھولک کا اور اسکے قریب ایک گرجاگہر ہے جو سر جارج یول رزیڈنٹ حیدرآباد کے زمانہ مین تعمیر ہوا تھا یہان کے دیسی عیسائی جو چرچ آف انگلنڈ کے پیرو تہے اسکا استعمال کیا کرتے تہے اس گرجا گہر کے متعلق ایک اسکول بہی ہے اس بادشاہی کوٹھی کے شمال مین ایک بلند مقام پر حضور نظام کے ملیٹری سکرٹری میجر گاف کا بنگلہ ہے جہان سے سکندرآباد اور اطراف و جوانب کا عمدہ منظر دکہلائی دیتا ہے

میجر گاف کا بنگلہ

نظام کالج

نظام کالج ـ میجر گاف کے مکان کے پاس مغرب کی طرف ایک بڑے کمپاونڈ میں ایک عالیشان مکان ہے جو رمبولڈ کی کوٹھی کے نام سے مشہور ہے یہہ رمبولڈ وہی شخص ہین جو مسٹرس پامر اینڈ کمپنی کے نامور ساجھی تھے اور انکی ہوی لارڈ ہیسٹنگس کی زیر حمایت پرورش پائی ہوی تھی جس زمانے مین وہ زندہ تھے انکی دعوتین تمام رزیڈنسی مین مشہور و معروف تھین کسیکی دعوت انکی برابری نہین کرسکتی تھی سر ولیم رمبولڈ سنہ ۱۸۳۳ع مین گذرگئے اب انکی کوٹھی مین نظام کالج ہے جسکا بیان دوسرے کسیے مقام پر آیا ہوا ہے کالج کے احاطہ مین ایک وسیع میدان ہے جہان امرا کے لڑکے کریکٹ ـ فوٹ بال ـ وغیرہ کھیلا کرتے ہین

معلمان و متعلمان نظام کالج

سکھہ ڈریئے
سکھہ گرو

سکھہ گرو
بنجارن

ماسٹران و بورڈران ـ نظام کالج

مدرسۂ عالیہ ـ نظام کالج

سنت جارج کا گرجا گھر—یہہ عمارت چدرگہات مین ایک نمود کي جگہہ پر واقع هے جس مین ۵۰۰ سو آدمي بیٹھہ سکتے ہین اسکي تعمیر سنہ ۱۸٦۵ع مین جبکہ سر جارج یول انگریزي رزیدنت تھے شروع ہوئي تھي چونکہ اسوقت تک رزیڈنسي مین کوئي پبلک پرستش گاہ نہین تھي اسلئے یہان کے سرکاري ملازمین نے اسکي تعمیر کے لئے چندہ کشادہ کیاتہا اور اس چندے مین چرچ آف انگلنڈ کے پیرو بھي شامل ہوگئے سبہون نے اپني ایک ایک مہینے کي تنخواہ اسکے چندے مین دي اس گرجا کي تعمیر سنہ ۱۸٦۷ع مین ختم ہوئي اب اسکي سالانہ آمدني اس سرمایہ مین سے ہوتي هے جو رزیڈنت کے ہاتھہ مین هے اور علاوہ اسکے حضور نظام کي گورنمنٹ سے اسکو مدد ملتي هے

پامر کي قبر—سنت جارج گرجا سے لگاہوا ایک قبرستان هے جس مین چدرگہات کے قدیم باشندون کي بہت سي قبرین ہین لیکن انمین قابل ذکر مسٹر ولیم پامر کي قبر هے جو اپنے زمانے مین شاہ پامر کے نام مشہور و معروف تھے انہین نے یہان ایک بڑي بنک قائیم کي تھي جوانکے نام سے موسوم هے مسٹر پامر نے سنہ ۱۸۱۴ع مین حیدرآباد مین سکونت اختیار کي اور اسکے چند روز بعد جبکہ پنڈاریون سے جنگ ہورہي تھي تو محض اس لحاظ سے کہ ہندوستان مین امن قائیم رهے انہون نے حضور نظام کي گورنمنٹ کو کنٹنمنٹ کي فوجون کے اخراجات سے سبکدوش کرنے کے لئے دو سال تک ماہوار ڈہائي لاکھہ روپیہ سیکڑا اٹھارہ ٹکے سود سے زمین کي محاصل کي کفالت پر دینے کي درخواست کي تھي اس زمانے مین وزیر اعظم راجہ چندولال تھے اور گورنر جنرل مارکوئیس آف هیسٹنگس ان دونون کي رضامندي اور منظوري بھي ہوچکي تھي غرض پنڈاریون کي لڑائي کے ختم ہونے پر گورنر جنرل نے فوجي اعانت کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا کي طرف سے حضور نظام کا شکریہ ادا کیاتہا اسکے تین سال بعد سرولیم رمبولڈ مسٹر پامر کے شریک ہوئے چونکہ وہ گورنر جنرل کے قریب کے رشتہ دار تھے اسلئے مسٹر پامر کي تجارتي کوٹھي کو زیادہ تقویت حاصل ہوئي چنانچہ سنہ ۱۸۲۰ع مین انکي کوٹھي نے راجہ چندولال کو ساٹھہ لاکھہ روپیہ قرض دیا تہا غرض اسکے چھبیس برس بعد یعنے سنہ ۱۸۴٦ع مین راجہ چندولال نے مسٹر پامر کو جو حصہ دارون مین اسوقت زندہ تھے حیدرآباد کي عملداري کے لئے ایک یاد داشت اصلاحات کي تیار کرنے کو کہا اسکي وجہہ یہہ تھي کہ مسٹر پامر اسوقت کي حکومت کے تمام نشیب و فراز اور پیچیدگیون سے بخوبي واقف تھے چنانچہ انکي یاد داشت اسکا پورا پورا ثبوت دیتي تھي غرض جیسے وہ فن صرافي مین بیمثل و عدیل تھے ویسے هي مدبري مین بھي لاثاني تھے اخیر مین جب وقت خراب آیا تو انکا اقبال ادبار سے مبدل ہوگیا دولت و ثروت تمام جاتي رہي لیکن انکا نام ہمیشہ حیدرآباد کے ساتھہ یادگار رہیگا مسٹر پامر کي قبر پر مرقومہ الذیل عبارت کندہ هے "اس قبر مین مسٹر پامر کي لاش مدفون هي جس نے ۲۰ نومبر سنہ ۱۸٦۷ع کو ستاسي برس کي عمر مین انتقال کیا—وہ حیدرآباد مین نہایت عزت و شہرت کے ساتھہ کوئي ستر برس تک رہے انکي یاد داشت کے لئے کسي کتبہ کي ضرورت نہین لیکن انکي پیاري بیوي کي محبت نے جو اسوقت زندہ هي اسے اس کتبہ کے لکھوانے پر آمادہ کیا اسکي عمر کے آخیر بیس سال اقسام کي تکلیفات اور مشکلات مین بسر ہوئے اسوقت انہین اپني بیوي کا بہت بڑا سہارا تہا وہ اپني خاص آمدني کو اُنکي راحت و آرام کے لئے صرف کرتي تھي اور اُنکے پوتون کو جو اسکي اولاد سے نہین تھے مثل اپنے خاص بچون کے چاہتي تھي چنانچہ انکي تعلیم پر بہت سا روپیہ صرف کردیا خدائي غفورالرحیم کي ہمیشہ اسپر اسکے پوتون پر اور ہم سبہون پر مہرباني رهے"

سنت جارج کا گرجا گھر

سنٹ جارج گرامر اسکول

سنٹ جارج گرامر اسکول۔ ریاست نظام مین یہي ایک اسکول ہے جہان یوروپین طلبا کي تعلیم ہوتي ہے۔ یہہ اسکول سنہ ۱۸۳۴ع مین گورنمنٹ آف انڈیا اور نظام گورنمنٹ دونونکي سرپرستي مین قایم ہوا تہا پہلے یہہ اور مکان مین تہا لیکن سنہ ۱۸۴۲ع مین یہہ دوسري جائے پر منتقل ہوا جو اسوقت چدرگہاٹ مین سنٹ جارج کے پادري کا گہر ہے۔ یہہ گہر وزیر ریاست دکہن کے چندے سے تعمیر ہوا ہے سنہ ۱۸۶۰ع مین اس اسکول کے دو حصے کردیئے گئے ایک لڑکونکا دوسرا لڑکیونکا ابتدا مین اسکا نام حیدرآباد رزیڈنسي اسکول تہا لیکن پہر اس نام کو بدل کر چدرگہاٹ پروٹسٹنٹ اسکول رکہا گیا سنہ ۱۸۷۵ع مین جبکہ چدرگہاٹ مین رزیڈنٹ چیپلین مقرر ہوا تو اس اسکول کا انتظام چرچ کے متعلق ہوگیا۔ اوسوقت لڑکون کے اسکول کا نام سنٹ جارج گرامر اسکول رکہا گیا اور لڑکیون کے مدرسۂ کا نام سنٹ جارج گرل سیمنري۔ یہہ دونون مدرسے سنہ ۱۸۸۵ع مین بنگال کے مجموعہ ضوابط یوروپین کے ماتحت ہوگئے لیکن پہر سنہ ۱۸۹۱ع مین یہہ دونون ایک هي نام سے موسوم کئے گئے یعنے سنٹ جارج گرامر اسکول۔ لیکن لڑکے اور لڑکیون کے مدرسون کي کارروائي جداگانہ ہے۔ یہہ دونون مدرسۂ سنہ ۱۸۸۵ع سے جبکہ انکا انتظام جدید ہوا تہا نہایت کامیابي کے ساتہہ چل رہے ہین یہہ کامیابي اسکے منیجنگ کمیٹي کے حسن انتظام کا نتیجہ ہے جس مین پانچ آدمي چرچ آف انگلنڈ کے ممبرون مین سے داخل ہین اور ہر سال مدرسے کے معینونکے ووٹ یعنے بارے باري سے انتخاب کئے جاتے ہین۔ اس اسکول مین لڑکون کے لئے انگریزي کے چہہ ماسٹر ہین اور اردو کا ایک منشي اور ورزش سکہلانے والے دو شخص اور لڑکیون کے لئے چہہ استانیان ایک سینا سکہلانے والي ایک باجہ سکہلانے والي اور ایک گانا سکہلانے والي مقرر ہے۔ لڑکون کے مدرسہ کے متعلق ایک جم خانہ ہے اور لڑکیونکے مدرسہ سے متصل ایک کیلس تہینک ہال جس مین کل ضروري اسباب موجود ہے ہر ایک اسکول مین زیادہ تعلیم یافتہ طلبہ کے لئے ایک کتب خانہ بهي ہے۔ ماہواري خرچ لڑکون کے اسکول کا ۹۴۰ روپیہ ہے اور لڑکیون کے اسکول کا ۷۰۰ روپیہ جس مین برٹش انڈیا کي طرف سے ماہوار ۴۲۰ کا عطیہ ملتا ہے اور نظام گورنمنٹ کي طرف سے ماہوار ۲۲۰ کا۔ دونون مدرسون کے تعلیمي خرچ کا اوسط ماہوار ۱۱۰۰ روپیہ ہے اس اسکول مین غیر یوروپین لڑکے بهي بلحساب کل میزان طلبا کے فیصدي پاچیس تگ لئے جاتے ہین اس مدرسے مین سنہ ۱۸۹۶ع کے اخیر مین ۹۸ لڑکے اور ۱۱۶ لڑکیان تہین

سینٹ جارج گرامر اسکول

سینٹ جارج لڑکیون کا مدرسہ

ریمنڈ کا کارخانۂ بندوق سازي — یہہ کارخانہ رومن کیتھولک گرجا کے قریب سکندرآباد کے راستے پر واقع هے اور یہہ ان مین سے ایک عمارت هے جو مسٹر ریمنڈ کي بنائی ہوئي ہین۔ میرعالم کے تالاب اور بنگلور کے راستہ پر ڈہالنے کے بہت سے منہدم کارخانہ نظر آتے ہین مالکم اپني تاریخ ہند مین بیان کرتا هے کہ سنہ ۱۷۹۸ع مین ان کارخانون مین نہایت عمدہ اور کارآمد توپین اور بندوقین تیار ہوتی ہین

ریمنڈ کا کارخانہ

باغ عامہ — حضور نظام کا باغ چادر گھاٹ مین ایک نہایت وسیع خطۂ زمین پر واقع هے اور بہت خوش وضع بنا ہوا اسکي حفاظت کے لئے ایک یوروپین سوپرنٹنڈنٹ مقرر هے جسکے ماتحت بہت سے دیسي باغبان نوکر ہین ان باغبانون مین زیادہ تر تعداد عورتون کي هے یہہ باغ ان لوگونکے لئے ایک نعمت عظمی سمجھا جاتا هے جو باہر کے گرد و غبار آلود سڑکون سے یہان آتے ہین — برسات کے موسم مین اسکی فضا قابل دید ہوتي هے چہرطرف سبزه هي سبزه نظر آتا هے تمام دکہن مین یہہ باغ اپنا نظیر و عدیل نہین رکہتا اسکے بانی مرحوم سر سالار جنگ اول تھے جنہون نے بہت سے ایسے پبلک مقامات بنوائے ہین اس باغکے اطراف ایک مضبوط دیوار کھینچي ہوئي هے اور اسکے دروازے دیوار سے دو قدم اونچے نامن طرز کے ہین — لیکن اسکي کمانین اسلامي طرز کو ظاہر کر رہي ہین اس باغ مین علاوہ بہت سے عجیب وغریب درختونکے ایک چڑیا خانہ اور ایک جانور خانہ بھي هے جس مین بہت سے پرندے اور چرندے درندے موجود ہین سڑئي اسکے

باغ عامہ

فتح میدان

ایک لان ٹینس بنی ہوئی ہے اس باغمین حضور نظام کی گیریسن اور رسالہ باجا ہفتہ مین دو بار بجا کرتا ہے اس مین اچھی اچھی سڑکین اور نشست گاہین ہین جو ہمیشہ صاف رکھی جاتی ہین باغکے بیچمین ایک لوھے کا گنبد دار خیمہ ہی جس مین ہندوستان کے قدیم دستکاری کے اقسام کے نمونے موجود ہین اور اس خیمے کے دونون طرف دو چھوٹے سے تالاب بنے ہوئے ہین جس مین کنول اور سوسن کے پھول اور مچھلیان کثرت سے نظر آرہی ہین اس باغکی بھاجی ترکاری پھول وغیرہ شہر مین فروخت ہوتے ہین جس سے اچھی آمدنی ہوتی ہے —

فتح میدان — باغ عامہ کے بڑے پھاٹک کے مقابل یہہ میدان واقع ہے — یہہ نام اسکو اورنگ زیب کے سپہ سالار نے دیا تھا جنہون نے سلطان ابوالحسن کی فوج کو یہان شکست دی تھی پیشتر یہہ میدان نا ہموار تھا لیکن اب اسکو ہموار کر کے حضور نظام کے لئے پولو کی جگہہ بنائی گئی ہے اس میدان کے شمال مین ایک سیاہ چٹان ہے جسکو نوبت کہتے ہین اسکی وجہ یہہ ہے کہ قدیم زمانے مین جبکہ شہنشاہ دہلی کی طرف سرکاری مراسلات آیا کرتے تھے تو وہ اسی مقام پر حوالہ نظام کئے جاتے تھے اس وقت اس چٹان پر نوبت بجتی تھی — یہہ چٹان اطراف و جوانب کی زمین سے ۳۰۰ فیت بلند ہے اور اسکے روبرو سے ایک اچھا منظر دکھلائی دیتا ہے مثلاً باغ عامہ حوالی شہر اور چادر گہات قریب سے — اور شہر — فلک نما — حسین ساگر کا تالاب سکندرآباد اور ترملکھیڑی کے ناہموار ٹیلے دور سے نظر آرہے ہین ان آخرالذکر ٹیلون کے اوسطرف انگریزی فوجون کے بارکس بنے ہوئے ہین یہان سے آگے بڑھکے بہت دور بولارم کا فوجی اسٹیشن ہے جہان حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ہیڈ کوارٹر ہے اور موسم گرما مین رزیڈنٹ کے رہنے کا مکان — اسکے مشرق مین پانچ میل پر مولاعلی کا مشہور پہاڑ ہے جس پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے اس چٹان پر سے اترتے وقت شمال مین حسین ساگر کا تالاب ملتا ہے

عام باغ کی دہلیز

حسین ساگر کا تالاب

حسین ساگر کا تالاب — یہہ تالاب کوئي گیارہ میل کے گردے میں واقع ھے حیدرآباد کے قریب اس سے بڑا کوئي تالاب نہیں یہہ تالاب اور اسکے قریب کے چشمے حیدرآباد اور سکندرآباد کي آب و ہوا پر بہت اچھا اثر رکھتے ہیں یہان کے دیسي لوگ بوجہ اسکي وسعت اور عظمت کے اسکو تالاب کہنا پسند نہیں کرتے بلکہ اسکو جہیل کہتے ہیں جو

لوگ کہ قدرتي خوشنمائیون کے عاشق ہیں وہ اسکے اطراف و جوانب کے منظر کو نہایت دلچسپي سے دیکھتے ہیں کیونکہ اسکے شمال و مغرب کا سبز ترچھا ڈہلاؤ جو مخمل کو شرماتا ھے اور اسکے جنوب و مغرب کي چراگاہین جو اونچي چٹانون پر واقع ہیں آنکھونکو تراوت بخشنے والي ہین اوسکے قریب ایک وادي ھے جو دور تک

حسین ساگر بند

خوشنما گلابي رنگ کے تملون مین چلي گئي ہین اور اسکي جنوب مین ایک سنگ مرمر کي پہاڑي قابل دیکہنے کے ہے اور علاوہ اسکے شہر کے سنہري مینار جو دور سے نظر آرہے ہین وہ اسکے حسن کو اور دوبالا کر رہے ہین اسکے کنارے جو ایک سیدھي سڑک دو میل تک گئي ہوئي ہے سکندرآباد کنٹونمنٹ کو حیدرآباد سے ملحق کرتي ہے کیا یوروپین اور کیا دیسي اکثر اسي سڑک پر شام کو ہوا خوري کے لئے آتے ہین انکي گاڑیان انکے گہوڑے انکي بائسکل اور انکا شاندار لباس قابل دیکہنے کے ہوتا ہے اس تالاب کي سرد ہوا تمام ماندگي اور خستگي کو دور کرتي ہے اس تالاب کا پشتہ ابراہیم قطب شاہ نے دو لاکہہ چون ہزار چہہ سو چہتیس (۲۵۴۶۳۶) روپیہ کے صرف سے بنوایا تہا لیکن حال مین نظام کے پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ نے اسکي قدیم شکل و صورت کو بدل کے اسکو نہایت خوب صورت اور دلچسپ کردیا ہي اس پشتہ پر ہر روز رات کو خوب روشني ہوا کرتي ہي اور جو مسافر راتکو حیدرآباد مین وارد ہوتے ہین اسکي خوشنمائي کو دیکہکے متحیر ہو جاتے ہین اسکے مشرقي کنارے کي سڑک کے پہلو مین جو نہایت مصفا اور آراستہ ہي گہوڑ نکي سواري کا راستہ ہي جو حال ہي مین تیار ہوا ہي اس جدید راستے نے اور اسکي رونق کو بڑہا دیا۔ اس تالاب مین پاني کے لئے موسي ندي سے ایک نہر لائي گئي ہي جسکي طولاني چہہ میل کي ہي اور بہ نسبت حیدرآباد کے زیادہ بلندي پر ہے اس تالاب مین سیر کرنے کي بہت سي اقسام کي کشتیان رکہي گئین ہین اسکے مشرقي پشتہ کے نیچے کي زمین کو پاني سے سینچکر قابل زراعت بنایا گیا ہے وہان دہوبیون کو بالکل کپڑے دہونے کا حکم نہین حیدرآباد اِسپِننگ مِل یعنے حیدرآباد کا پارچہ بافي کا کارخانہ اور حیدرآباد فلور اینڈ آئل مِل یعنے حیدرآباد کے تیل اور آٹے کا کارخانہ اور برف سازي کا کارخانہ اسي پشتہ کے نیچے ہین اور علاوہ اسکے رہنے کے مکانات بہي ہین جس سے یہان ایک چہوٹا سا گانؤن آباد ہو گیا ہي اسي گانؤنکي تراوت خنکي فضا اور اسکے سایہ دار درخت نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہین حیدرآباد چدرگہاٹ اور رزیڈنسي کو پاني نلون کے ذریعہ سے اسي تالاب سے گیا ہوا ہي اسکے حوض گورنمنٹ ورک شاپ کے نزدیک بنے ہوئے ہین اس پشتہ مین دو بڑے بڑے پاني کے پہاٹک ہین جنکے اوپر نہایت عمدہ سیر گاہ ہي مرقومۃ الذیل داستان اسکے پشتہ کي تعمیر کي نسبت ایک کتاب کے تتمہ مین جسکا نام "ہمارا وفادار دوست" ہي یون لکہي گئي ہي اس تالاب کے بہر نے سے جب حضور عالي کو مایوسي حاصل ہوئي تو انہون نے اپنے دربار کے ایک امیر کو کہ جسکا نام خواجہ نیکنام خان تہا حکم دیا کہ موسي ندي سے حسین ساگر کے تالاب تک ایک نہر کہودي جائے اور اسکے ذریعہ سے ندي کا پاني تالاب مین لایا جائے نیکنام خان نے حکم کي تعمیل کي اور اپنے خاص خرچ سے مذکور ندي کا پاني حسین ساگر کے تالاب مین لایا جب اسکو اس مین کامیابي حاصل ہوتي تو اسنے چاہا کہ اس نہر کو اور کشادہ کر کے اس کام کو مکمل کردے لیکن موت نے اسکو مہلت ندي ایک روز حضور عالي سیر کے لئے حسین ساگر کے تالاب پر تشریف فرما ہوئے اور وہان کے لوگون سے دریافت کیا کہ اس تالاب کا نام کیا ہے انہون نے کہا کہ اسکو حسین صاحب چیرو کہتے ہین یہہ سنکر حضور خفا ہوئے کہ کیون میرے نام سے یہہ موسوم نہین کیا گیا اسلئے ایک دوسرا اپنے نام کا تالاب کہدوانے کے ارادے سے وہان سے سیدہا ابراہیم پٹن کو گئے اور اسکے لئے زمین پر نشان وغیرہ بنائے اس پشتہ کي مغرب مین کوئي ایک میل کے فاصلہ پر اور سکندرآباد کي سڑک کے درمیان نشیبي راستہ پر ایک قدیم بڑي مسجد ہي جو پشتہ کے ساتہہ ہي تعمیر ہوئي تہي لیکن اب وہ خراب حالت مین ویران پڑي ہوئي ہے اسکا ایک مینار جو پشتہ پر سے نظر آرہا ہي ایک طرفکو ویساہي خوفناک طرحسے جہکا ہوا ہي جیسا کہ پیزا کا مشہور مینار ـ لیکن تعجب یہہ ہي کہ اسکو آج ساٹہہ برس سے زیادہ ہوا اور ابتک ویساہي ہے اس تالاب کے قریب ایک نیا مقام ہے جسکو ہوز ٹاؤن کہتے ہین یہہ جگہہ نہایت صحت بخش ہے اور یہان مکانون کا کرایہ بہي کچہہ زیادہ نہین اس تالاب کے مغرب مین حسین ساگر نظام ریلوے کے جنکشن پر دو شاخین ہوتي ہین جنمین سے ایک حیدرآباد کو جاتي ہے اور دوسري سکندرآباد کو یہہ دونون شاخین لوپ لائن سے ملکر ایک مثلث کي شکل پیدا کرتي ہین اسکي وجہ سے آگے گاڑي عندالضرورت سیدہا واڑي سے سکندرآباد کو جاسکتي ہي لیکن اسوقت علي العموم تمام گاڑیان پہلے حیدرآباد کو جاتي ہین غرض اس تالاب کے جنوبي کنارے پر حضور نظام کا سیف آباد کا محل ہي یہہ ایک بڑي اور وسیع عمارت ہي جسکي اطراف مین ایک اونچي دیوار ہي اور اسکے کا دروازہ جو سیف آباد کي سڑک پر پڑہتا ہي ایک عمدہ صناعي کا نمونہ ہي

ہوز ٹاون کے قریب کي مسجد اُفتادہ

بشیر باغ—سیاہ چٹانون کے شمال و مشرق مین یہہ شاہي عمارت معہ ایک خوشنما باغ کے رونق افروز ھے پندرہ سال ہوئے کہ نواب سر آسمان جاہ بہادر—کے—سي—آئي—اي—نے اسکو خرید کیا تہا اس مین وقتاً فوقتاً بہت سي تبدیلیان ہوتي گئین جو اسوقت نظر آرہي ہین اسپر دس لاکہہ روپیہ سے زیادہ صرف ہوا نواب صاحب کا اصل نام بشیرالدولہ ھے اور یہہ باغ اس پر سے بشیر باغ کہلاتا ھے اس باغکو سکندرآباد سے راستہ جاتا ھے اسکا کماني دروازہ اٹالیا کے طرز کا بنا ہوا ھے اور پیش گاہ بہي ویسي ھے—اسکے سامنے ایک نہایت پرفضا باغ ھے جسکے درمیان ایک بڑا سنگین فوارہ ھے اس باغمین سے ایک سڑک دروازے سے بنگلہ تک گئي ہوئي ھے بنگلے پر پہونچنے کے بعد ایک منقش ٹائیل کے مفروش درآمدے مین سے ہوکر کمرے مین گذر ہوتا ھے یہہ کمرا یوروپین وضع پر خوب آراستہ کیا ہوا ھے اس مین برسلس کے قالین بچہے ہوئے ہین اور دروازے اور دریچون پر قیمتي ریشمي پردے پڑے ہوئے—اسکي دیوارین جو منقش کاغذ سے منڈہي ہوئي ہین نہایت خوشنما معلوم ہوتي ہین اسکے قیمتي شیشہ آلات یعنے جہاڑ—فانوس—دیوارگیریان اور آئینے وغیرہ قابل دید ہین علي الخصوص انمین چار بڑے بڑے آئینے جو اسکے دونون طرف سنہری فریمون مین لگے ہوئے ہین نہایت قیمتي ہین غرض یہہ آئینے میزین اور دوسرا بہت سا فرنیچر لوئي چہاردہم کے زمانے کا ھے جو فرانس کا شہنشاہ ہوگیا ھے دیوارون مین جو روغني عمدہ تصویرین لگي ہوئي ہین وہ نامور یوروپ کے مصورون مثل ٹریواني اور بریڈو وغیرہ کے ہاتہہ کي کہنچي ہوئي ہین ان تصویرون مین حضور ملکہ معظمہ قیصرہ ہند—پرنسس آف ویلز—لارڈ الگن—حضور نظام وغیرہ کي تصویرین موجود ہین اور دوسرے میزون پر جو دیوار سے متصل ہین پیتل کے قیمتي گلدان ہین ان گلدانون کي ساخت پیتل کي ھے اور اندر سنگ مرمر کي تصویرین بني ہوئي ہین علاوہ اسکے کمرے کے بیچمین دوسری قیمتي میزین بہي ہین جس مین آئینہ جڑا ہوا ھے اور آئینہ کے اندر متوفي پرنسس البرٹ وکٹر ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ اور دوسرے شاہي خاندان اور نامور لوگون کي تصویرین ہین جو وقتاً فوقتاً اس باغمین مہمان آچکے ہین اس کمرے کے مغربي طرف ایک بڑا پیانو اور ایک عظیم الشان گہڑي ھے جو تمام فرنیچر پر فوقیت رکہتي ھے اس گہڑي مین لوہارونکي شکلین بني ہوئي ہین جو بجنے کے وقت متحرک ہوکر اپنے اپنے کام مین بڑي مستعدي کے ساتہہ مشغول ہوتے ہین یہہ گہڑي مثل اس گہڑي کے ھے جو سنہ ۸۴-۱۸۸۳ مین کلکتہ کي نمایش مین دکہلائي گئي تہي اس گہڑي کے دونون طرف دو حبشي عورتون کے مجسمے ہین جو تاش بادلہ کا لباس پہنے ہوئے شمعدان ہاتہہ مین لیکر کہڑي ہین اس کے نزدیک نواب سر آسمان جاہ بہادر کي قد آدم تصویر ھے جو نہایت قیمتي ھے یہان کا بلیرڈروم بہي دیکہنے کے قابل ھے اسکے دروازے پر دو حبشي عورتون کي تصویرین ہین بعینہ ویسي ہي جیسي گہڑي کے پاس ہین اس کمرے کو ملاقاتي کمرے کے دروازے کے سامنے سے ایک راستہ جاتا ہي یہہ کمرا بہي خوب سجا ہوا ھے اور بلیرڈ ٹیبل تمام بلور کا ھي جو خاص نواب کي فرمایش سے یوروپ سے آیا ھے بلیرڈ روم کي شمال مین خوابگاہ کے کمرے ہین جو مرحوم پرنس آلبرٹ وکٹر کے لئے سجائے گئے تہے اور ملاقاتي کمرے کي مشرق مین ایک سرخ کمرہ ھے جس مین تمام بلورین فرنیچر سرخ مخمل سے ڈہکا ھے اس کمرے کي قیمتي الماریان صندوق اور دوسری تمام چیزین ایک عمدہ صنعت کاري کي ہین یہان بہت سے تصویرین سوئي کي لگائي ہوئي ہین جو دور سے بعینہ روغني معلوم ہوتي ہین سرخ کمرے کے شمال مین ایک کہانے کا کمرا ھے جو بالکل یوروپین طرز سے آراستہ کیا ہوا ھے اس مین ایک بڑا سیاہ لکڑي کا کہانے کا میز ھے جسکي وضع معہ اسکے آرایشي چیزون کے موجودہ فیشن کے ہین اور سائیڈ بورڈ بہي سیاہ لکڑي کے ہین اس کمرے مین لارڈ الگن کي جو سنہ ۱۸۹۵ع مین یہان آئے ہوئے تہے ایک قد آدم تصویر ھے سوائي اسکے بہت سي دوسري عمدہ تصویرین گذشتہ رزیڈنٹون اور انکي بي بيون وغیرہ کي ہین اس محل کے بالائي منزل کي تمام نشست گاہین اور حاضری کے اور خوابگاہ کے کمرے ایک نہایت قیمتي اسباب سے آراستہ ہین یہان ایک عالي شان گیلری ھے جو ملاقاتي کمرے کے اطراف نیچے سے نظر آتي ھے اس گیلري کے ایک طرف ایک چہوٹاسا بر آمدہ ھے جہان سے باغ کا منظر دکہلائي دیتا ھے اس گیلری کے مشرق مین یعنے سرخ کمرے کے اوپر ایک آفس ھے جہان نواب صاحب ہمیشہ کاروبار مین مصروف رہا کرتے ہین اوپر کے منزل کے نشستگاہونکي شمال مین ایک بڑا وسیع بر آمدہ ھے جہان سے حسین ساگر کا تالاب اور حوالي شہر بخوبي نظر آرہے ہین سرخ کمرے سے ملا ہوا ایک تہیٹر یعنے ناٹک گہر ھے جسکا فرنیچر بہي بعینہ ویساہي ھے جیسا ڈرائنگ روم کا ھے اور یہان حیدرآباد کے مشہور لوگون کي اور نیز بہت سون کي تصویرین لگي ہوئي ہین اسکے اوپر بہي ایک نہایت آراستہ گیلري ھے جس پر

محل بشیر باغ

ایک چلمن پڑی ہوئي ہے جہان سے بیگمات ناتک کا تماشا دیکہتي ہین اور یہہ اس ترکیب سے بنا ہوا ہے کہ بیگمات سیدھا زنان خانہ سے یہان چلي آسکتي ہین اس محل مین ایک تیرا کي کا حمام اور ایک ترکي حمام ہے جو حال مین بنا ہوا ہے اور علاوہ اسکے جاپاني چائے خانہ اور پتہر کي بہول بہلیان بني ہوئي ہے تینس کہیلنے کي جگہہ وغیرہ جو نہایت مصفا ہے اور جسکا بیان بہت طول و طویل ہے اس باغ مین موجود ہے اور اسکے کمپاونڈ مین ایک خوبصورت مسجد ہے جہان نواب صاحب ہمیشہ نماز پڑہا کرتے ہین اس باغ مین جن شاہزادونکا وقتاً فوقتاً گذر ہوا ہے انکے نام یہہ ہین ولیعہد روس۔جواب شہنشاہ روس ہین۔ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ۔متوفي پرنس البرٹ وکٹر۔روس کے گرانڈ ڈیوک سرجیس۔آسٹریا کے شہزادہ فرانز فرڈیننڈ۔سیام کے شہزادے ڈام رنگ اور علاوہ اسکے بہت سے امرا ہین

شاپور واڑي۔سیف آباد کے راستہ پر حسین ساگر کے تالاب کے سامنے اور سیاہ چٹان کے شمال و مغرب مین ایک فضادار بنگلہ ہے جسکا نام شاپور واڑي ہے یہہ بنگلہ سنہ ۱۸۷۹-۸۰ع مین سر خورشید جاہ بہادر کے سکرٹري مسٹر شاپورجي ایدل جي چینائي نے اپني سکونت کے لئے بنوایا ہے یہہ ایک منزلہ کا خوبصورت سا مکان ہے جسکے اطراف ایک نہایت پرفضا باغیچہ ہے یہہ مکان دو حصہ پر تقسیم کیا گیا ہے جسکے درمیان ایک برآمدہ ہے ایک حصہ تو زیر سکونت ہے اور دوسرا حصہ خالي رہتا ہے اس خالي حصہ مین ایک ناچ کا کمرہ ہے اور دو کہانے کے کمرے۔اسکي پیشگاہ مین تمام یوناني وضع کے ستون ہین اسکا ملاقاتي کمرا نہایت عظام الشان ہے جس مین منقش ٹائیل کا فرش ہے اور اسکي دیوارون پر آبي رنگ دیا ہوا ہے اسکي اونچي چہت سے بہت سے بلورین جہاڑ لٹک رہے ہین اور کہانے کا کمرہ بہي علي ہذالقیاس نہایت آراستہ ہے اور دیوارون پر خانداني تصویرین لگي ہوئي ہین ملاقاتی کمرے کے داہنے طرف ایک بلیرڈ روم ہے جس مین مالک مکان کي تصویر ہے چوبیس برس آگے تیار کرائي گئي تہي اس کمرے سے ناچ کے کمرے تک ایک برآمدہ ہے جس کا دروازہ الگ ہے۔اس برآمدے کي سیڑہیان کمپاونڈ مین ہین اس مین جو ناچ کا کمرہ ہے وہ بہت وسیع ہے اور اسکا کہرنجا منقش ٹائیل کا ہے دیوارین تمام اقسام کي تصویرون سے منقش ہین اور اس کمرے کي دونون طرف دوکانین یوناني طرز کي ہین جس سے نکل کے دو چہوٹے دالان ملتے ہین ایک جنوب مین اور ایک شمال مین۔جنوبي دالان مین۔نشستگاہ اور ریڈنگ روم ہے اور شمالي دالان مین کہانے کي میزین رکہي ہوئی ہین ناچ کے موقع پر جب یہان روشني ہوتي ہے توگویا یہہ بنگلہ پرستان کو مات کرتا ہے مسٹر شاپورجي یہہ مکان ناچ اور جشن کے لئے اپنے احباب اور غیر احباب کو دینے مین کبہي دریغ نہین کرتے

مسٹر فریدون جي کا بنگلہ — شاپورواڑي کے متصل مسٹر فریدون جمشید جي کا ایک خوبصورت خوشنما مکان ہے یہہ صاحب حیدرآباد کے وزیر اعظم کے سرکاري پرائویٹ سکرٹري ہین انہون نے اس مکان کو انگریزي طرز پر بنایا ہے جسکے اطراف ایک نہایت پرفضا باغ ہے اور اس باغ مین رنگ برنگ کے پہول اور طرح طرح کے جہاڑ ہین جیسا یہہ باغ آراستہ ہے ویسا ہی اندر کا مکان بہي سجا ہوا ہے اسکے دیوان خانہ مین اقسام کي عجیب و غریب چیزین رکہي ہوئي ہین اور اسکي آراستگي مشرقي اور مغربي دونون طرز کو ظاہر کر رہي ہے یہان کے نوادرات مین قدیم چیني ظروف ہین جو شاید برسون مین جمع کئے گئے ہین انمین ایک جلادار گلدان ہے جسکي شکل سلفچي کي ہے یہہ گلدان چند روز پیشتر گولکنڈے مین سے دستیاب ہوا تہا اصلي قیمت سے قطع نظر کرکے اگر صرف اسکي تاریخي حالات کو دیکہا جائے تو کچہہ کم تعجب نہین ہوتا یہہ گلدان شاہ عباس صفوي کے طرف سے جو ایران کا ایک بادشاہ ہو گیا ہے سنہ ۱۶۰۳ع مین ایک ایلچي کے ساتہہ پادشاہ علي محمد کو علاوہ دوسرے تحایف کے آیا ہوا تہا اور سوا اسکے رومن کے لڑائیون کے نقشے اور سرہنگ پٹن کي لڑائي کا نقشہ جس مین ٹیپو سلطان کے بیٹے بطور کفالت کے انگریزون کو دئے گئے تہے یہان موجود ہے یہہ نقشے مشہور مصورون اور ہنرمندون کے ہاتہہ کے بنائے ہوئے ہین اور علاوہ اسکے یہان مشہور لوگون جیسے ڈیوک اور ڈچز آف کناٹ — لارڈ اور لیڈي ڈفرن۔لارڈ اور لیڈي لینسڈون۔لارڈ ولیم برسفرڈ۔لارڈ اور لیڈي رینڈلف چرچل۔اور نیز دوسرے امرا کے فوٹوگرافي اور دستخطي تصویرین موجود ہین جن مین بعض لوگ مختلف اوقات پر مسٹر فریدون کے مہمان ہوئے تہے۔

شاپور واڑی

سینٹ جیمس پارک

راحت منزل — یہہ راحت منزل حضور نظام کے سیف آباد محل کے کوئی پاؤ میل کے فاصلہ پر واقع ہے چارون طرف اونچی اونچی مشہور کالی چٹانین ہین اس مین حضور نظام کے ایڈیکامپ اور رگیولر اور امپیریل فوجون کے کمانڈر میجر نواب افسرالدولہ-سی-آئی ای سکونت پذیر ہین یہہ محل سویسی وضع کا بنا ہوا ہے اور حیدرآباد کی خوبصورت عمارتون مین شمار کیا جاتا ہے اس مین تمام فرنیچر یوروپین طرز کا رکھا ہوا ہے اسکی ڈیوڑی مین اقسام کے اسلحہ اور فتح کے نشانات ہین حقیقت مین یہہ مکان قابل دید ہے

دوسرے دلچسپ مقامات — باغ عامہ کے قریب مغرب مین ایک قلعہ نما شاہی محل ہے جس مین شہر کے کوتوال نواب اکبر جنگ بہادر-سی-ایس-آئی رہتے ہین یہہ مکان ایک وسیع کمپاونڈ مین جو نمین سے اونچا ہے اور جہان شہر اور اُسکے اطراف کا منظر دکہلائی دیتا ہے واقع ہے اسکے مغرب مین سیف آباد کنٹونمنٹ ہے اور داہنی طرف نواب سر خورشید جاہ بہادر - کے - سی - ایس - آئی کے پرائیویٹ سکرٹری مسٹر جی ڈاکوسٹا کا قصباتی بنگلہ ہے جسکی وضع کورنتھیہ کی ہے یہہ ایک نہایت قیمتی عمارت ہے اور اچھی طرح سجائی ہوئی۔ اس کا نقشہ خود مسٹر ڈاکوسٹا ہی نے تیار کیا تہا اور تعمیر بہی انہین کے نگرانی مین ہوئی اسکا نام انہون نے سنٹ جیمس پارک رکہا ہے اس مکان سے ذرا اور آگے بڑھتے ہین تو حضور نظام کا فوجی کلب ملتا ہے اور اسکے پرے یعنے راستے کے داہنے طرف مسلمانون کا ایک چہوٹا سا قبرستان ہے جسکی عقب مین خیرات بائی نامی سلطان ابراہیم قطب شاہ کی لڑکی کی بنائی ہوئی ایک مسجد ہے یہہ سلطان ابراہیم گولکنڈی کا چوتہا بادشاہ گذرا ہے —

مقبرۂ خیرات بائی

راحت منزل

فریدونجی جمشیدجی کا ڈرائنگ روم یا ملاقات کا دالان

خیرات آباد — سیف آباد کے اودہر ریلوئي لائین کي مغربی طرف یہہ جدید مقام واقع ھے یہان ایک شاہی بیگم کي قبر ھے جسکا نام خیراتی بیگم تہا یہہ مقام انکے نام سے موسوم ھے چونکہ یہان کي آب و ہوا نہایت خوشگوار ھے اسلئے دن بہ دن اسکي آبادي بڑہتی جاتی ھے اور مکانات بنتے جاتے ہین یہان سے حسین سا گر کا تالاب اور اطراف ملک صاف دکہلائی دیتا ھے اس حصہ کے مشہور ہونے کا دوسرا بہي ایک سبب ھے اور وہ یہہ کہ یہان شہر کي بڑی چٹانون کے کنجہہ عجیب طور سے ایک دوسرے پر ڈہیر لگي ہوئي ہین جو قابل دید ہین اسکے بائین طرف شمس العلما سید علي بلگرامي بي- اے- بي- ایل کا بنگلہ ھے یہہ ایک جدید اور مضبوط عمارت ایک وسیع کمپاونڈ مین واقع ھے اس سے ذرا اور آگے بڑہکے ایک ٹیلے پر حضور نظام کے وزیر صیغہ عدالت نواب فخرالملک بہادر کا جدید محل ھے اور اسکے نیچے تالاب کے قریب ایک سویسي وضع کا چہپر پوش مکان ھے جسکو سر آسمان جاہ بہادر کے پرائیویٹ سکرٹری مسٹر ڈوسا بہائي نے بنوایا ھے یہہ بہي ایک خوشنما اور قابل تصویر مکان ھے —

ٹیپو کا مینار

نواب اکبر جنگ بہادر کا مکان

مسٹر دوسابھائي کا مکان

گوشۂ کتب خانۂ سید علی بلگرامي صاحب

ریلوے اسٹیشن ـــ سکندرآباد کي بڑي سڑک پر خیرات آباد کے ایک میل جنوب مین حیدرآباد کا ریلوے اسٹیشن هے اس اسٹیشن کي ایک نہایت نفیس اور مغلي وضع کي عمارت هے اسکے قریب مین حضور نظام کا ایک خاص اسٹیشن هے جہان شاہي گاڑیان رہتي ہین - جب ہز ہائي نس کو سفر کا اتفاق ہوتا هے تو وہین سے گاڑیمین سوار ہوتے ہین-

نام پلي ـــ حیدرآباد ریلوے اسٹیشن کے متصل ایک مقام هے جس کا نام نام پلي هے - یہان کے قبرستان مشہور و معروف ہین - اکثر قبرین اسٹیشن سے آصف نگر کو جانے کے راستہ پر عمدہ باغات مین واقع ہین - اور دوسري غیر محفوظ قبرین بھي بہت سي ہین جو راستہ کي قریب گرد و غبار مین آلودہ پڑي ہوئی ہین - ایک وسیع باغ مین حضرت سید شاہ نورالدین شاہ قادري کا روضہ هے - ان سید صاحب نے ۷۷ برس کے سن مین ۴ اکتوبر کو سنہ ۱۸۷۸ع مین انتقال کیا تہا - یہہ حضور نظام کے پیر و مرشد تھے اس روضہ کے پاس ایک چھوٹي سي مسجد بھي هے -

گھنسدارا

مقبرۂ نورالدین شاہ قمیصي القادری

دروازهٔ آصف نگر

حضور نظام کا خاص ریلوے اسٹیشن

حیدرآباد ریلوے اسٹیشن

گوشہ محل—نام پلّي کے قریب ایک محل ھے—جسکو گوشہ محل کہتے ھین اسکي نسبت گمان کیا جاتا ھي کہ یہان سے گولکنڈہ تک سرنگ لگي ہوئي ھے—اس محل مین حضور نظام کے رگیولر تروپ کي آرٹیلري رہتي ھے—زمانۂ قدیم مین سلطان ابوالحسن نے ایک خوشنما باغ بنوایا تہا جس مین تالاب اور فوارے وغیرہ تہے—اس باغ مین ایک مکان اپنے زنانہ کے لئے تیار کروایا تہا—اوسکے قریب ہندوونکي چند دو منزلہ مندر ھین—جن کے پہلے منزلہ پر ہندو قدیم وضع کے مربع ستون بنے ہوئے ھین—اور اوپر کے منزلہ پر جو چوطرف سے کہلا ہوا ھے—چہوٹے چہوٹے ستون ھین جن پر ایک گنبذ مثل گولکنڈے کے قطب شاہي بادشاہون کے گنبذ کے ھے—اسکے نزدیک ایک بڑا چشمہ ھي—جسکا پشتہ نہایت مضبوط ھے اور سامنے سیترام کا باغ ھے—اس مین بہي دو مندر ھین—اس عمدہ باغ مین ایک کنوان ھے جس کا نقشہ اس مین دیا ہوا ھے—فرینچ طبیب برنیر نے اپني تاریخ مسمي—مغلي سلطنت کے انقلاب کي جلد اول—صفحہ ۳۸-۲۹—مین مندرجہ ذیل بیان لکہا ھي—اسکي نسبت کہا جاتا ھي کہ وہ گوشہ محل ھي کے قریب وقوع مین آیا تہا "اورنگ زیب سے اعانت طلب کرنے کے بعد میر جملہ نے لکہا—کہ آپ اپني فوج مین سے چار پانچ ہزار جرار سوارون کو منتخب کرکے حتي الامکان جلد گولکنڈے کے عازم ہون—اور راستہ مین یہہ افواہ اوڑائین کہ شاہ جہان کا ایک ایلچي عجلت کے ساتھہ بہاگ نگر کو کسي خاص امر مین پادشاہ سے گفتگو کرنے کیلئے جارہا ھے—شاہي دبیر جس سے اول ملاقات ہوگي

اور جو بادشاہ کو اطلاع دیگا میرا غلام بنا ہوا ھے—اور میرا مطیع فرمان—اب آپ ہوشیاري کے ساتھہ نہایت جلد کوچ کرنیکے سوا اور کوئي کام نہ کرین—اور مین یہان ایسا انتظام کرونگا کہ آپ بغیر پہچانے جانے کے بہاگ نگرکي پہاٹک مین داخل ہوجائین—اور جب پادشاہ موافق عادت کے خطوط لینے کیلئے باہر نکل آئیگا تو فوراً بہے اوس کو گرفتار کرلیجئے اور پہر اوسکے اہل و عیال کو اور اوسکے بعد جیسا آپ کو مناسب معلوم ہو اوسکے ساتھہ سلوک کیجئے—اسکا بہاگ نگر کا محل جہان وہ اکثر رہا کرتا ھے—بالکل غیر محفوظ ھي نہ اوسکے اطراف کوئي حد ھے اور نہ برج و بارہ"—غرض اس مضمون کے بڑھنے کے بعد اورنگ زیب نے اپنے ہمراہ فوج لیکے فوراً بہاگ نگرکو عنان عزیمت پہیري میر جملہ اپنے قول پر قایم تہا—اور وہان سب انتظام کرچکا تہا—برنیر کہتا ھي کہ بادشاہ کو جب ایلچي کے آنے کي خبر ہوئي تو باغ مین نکل آیا اور موافق قاعدے کے تعظیم و توقیر کے ساتھہ اوس سے ملاقات کي قریب تہا کہ بد نصیبي سے دشمن کے ہاتھہ مین گرفتار ہوجائے کیونکہ اورنگزیب نے دس بارہ گرجي غلام اوسکي گرفتاري کیلئے تیار رکہے تہے لیکن اس اثنا مین پادشاہ کے ایک امیر سے اگرچہ وہ بہي میر جملہ کي پارٹي کا تہا—یہہ واقعہ دیکہا نہ گیا—فوراً چلا اوٹھا کہ کیا حضور نہین دیکہتے کہ یہہ اورنگ زیب ھے—بہاگو ورنہ ابہي گرفتار ہوجاوگے—اس بات سے بادشاہ چونک گیا اور اسیوقت وہان سے کہسک کے گہوڑے پر سوار ہو ہوا سے باتین کرتا ہوا گولکنڈے کے قلعہ مین داخل ہوگیا—مغلیہ فوج بادشاہ کے فرار کے بعد بہاگ نگر (حیدرآباد) کو تاخت و تاراج کرکے گولکنڈے کے محاصرہ مین مصروف ہوئي—

سیدرام کا بنایا ہوا عمدہ باغ

ٹولا مسجد کاروان

نیا سیف آباد — امپیریل سروس ٹروپ کے لائین کے کوئی ایک میل فاصلہ پر مشرق کی طرف حبشی کمپلری گارڈ کی لائنین نئی جڑی ہین — یہہ ایک نہایت عمدہ اور بے نظیر رسالہ ہے جس مین فقط سیدی اور سومالی سپاہی ہین — لیکن اون کے افسر یوروپین — ان سپاہیون مین ایک شخص ہے جوابی سینیا کے بادشاہ تھیوڈور کی فرزندی کا دعوی کرتا ہے — اس کمپلری کا ایک دستہ حضور نظام کے دربار وغیرہ ا ... وقت باڈی گارڈ کا کام دیتا ہے — اس کے قریب نظام کی با قاعدہ فوج کی چوتھی انفنٹری کا مقام ہے — جہان بہت سے مکانات افسرون وغیرہ کے ہین یہہ سب مل کر ایک کنٹونمنٹ کہلاتا ہے جسکا نام نیا سیف آباد ہے —

یہان ریلوے لائینون کے قریب ایک اونچی چٹان ہے جس پر سنگ مرمر کا ایک مربع مکان ہے — یہہ مکان ٹیپو سلطان کی آمد کی نگرانی کیلئے بنایا گیا تہا — اوس مین ایک حوض ہے جس کے اطراف سیڑھیان لگی ہوئی ہین — ان سیڑھیون پر سے چڑہکے اس چٹان پر جایا جاتا ہے جہان سے اطراف ملک کا قابل دید نظارہ ہوتا ہے — یہان سے قطب شاہی بادشاہون کے قدیم اور عظیم الشان مقبرے چہہ میل کے فاصلہ پر سے نظر آتے ہین —

کاروان — گولکنڈے کے نزدیک ایک مقام ہے جسکو کاروان کہتے ہین — یہہ قطب شاہی بادشاہون کے زمانہ کا ہے — اور قلعہ کے جنوب و مشرق مین واقع — یہہ مقام پرانے پل تک پہیلا ہوا ہے — بادشاہان سلف کا قاعدہ تہا کہ وہ اس مین ہوکر شہر کو جایا آیا کرتے تہے — اوس زمانہ مین راستے کے دونون طرف شاہی محلات اور پر فضا باغات اور رعایا کے مکانات بنے ہوئے تہے اور راستہ نہایت خوشنما معلوم ہوتا تہا — لیکن اسوقت وہان سوائے ایک مسجد کے اور کچہہ نہین — اوسکی اور گولکنڈے کی کہنڈرون کی ایک حالت ہوگئی ہے — لیکن تاہم وہ دلچسپی سے خالی نہین — قلعہ اور شہر کے وسط مین ایک مسجد ہے جسکو ٹولا مسجد کہتے ہین — اوسکا چونے کا کام نہایت عمدہ ہے — بیان کیا جاتا ہے کہ افضل گنج کی مسجد اوسکا نمونہ ہے — لیکن اُس کا منظر ایسا مرغوب نہین جیسے اس مسجد کا ہے — یہہ مسجد سنہ ۱۶۰۴ع مطابق سنہ ۱۰۱۳ھ مین محمد قلی بادشاہ کے حکم سے تعمیر ہوئی تہی —

خواجہ مشک کی قبر

لاٹ کھینچ رہے ہیں

خیرت آباد کے متصل نظارہ

مشک محل- عطاپور

مندر قریب عطاپور کے

مُشک محل — شہر کے قریب قلعہ کے راستہ پر ایک بڑی مسجد ہے - اور پُرانے پُل کے سامنے خواجہ مُشک نامي کی قبر اور اوسکے ساتھہ ہی ایک مسجد ہے - کسی زمانہ مین یہہ دونون مسجدین معہ کاروان سرا کے جو اونکے قریب بنا ہوا ہے نہایت عمدہ عمارتین ہونگي لیکن اب وہ ویراني کي حالت مین پڑی ہوئی ہین - اونکی تعمیر کا زمانہ سنہ ۱۶۲۲ ہی

عطاپور — ٹولا مسجد کے ایک میل جنوب مین ایک قصبہ ہے - جسکو عطاپور کہتے ہین جہان مُشک محل کے کھنڈر پائے جاتے ہین - زمانۂ گذشتہ مین عبداللہ قطب شاہ کا ایک خواجہ سرا تہا - خواجہ مُشک نامي - جس نے یہہ محل بنایا تہا اور جسکي قبر کا ذکر اوپر آچکا ہے - یہہ مقام حال کے نظام کي والدہ کي جاگیر مین شامل ہے - اوسکے شمال مین ٦ میل کے فاصلہ پر حضور نظام کے مورث اعلي خواجہ عابد چین خلیچ خان کا مزار ہے - یہہ ایک نہایت عالي دماغ اور نازک مزاج شخص تہے - کسي کي مجال نہین تہي کہ خلاف ادب اونکے سامنے گفتگو کرسکے - شہنشاہ کي پیاري حرم بہي جس سے تمام مغلي رعایا تہر تہر کانپتي تہي انکے سامنے انکي ہتک عزت کي کوئي بات نہین کرسکتي تہي - انکي اصل ترخان سے تہي اور وہ اپنے خاندان کے پہلے ہي شخص تہے جو ہندوستان کو آئے ہوئے تہے - شاہ جہان نے نہایت توقیر کے ساتہہ دہلي مین اونسے ملاقات کي - اور اونہین خلعت و انعام مرحمت فرماکر منشي گري کي خدمت پر اپنے خاص ملازمون مین داخل کر لیا - جب سنہ ١٦٥٨ع مین شاہ جہان تخت سے علیحدہ کردیا گیا تو خواجہ عابد اوسکے جانشین اورنگ زیب کے ماتحت رہے اور رفتہ رفتہ اقتدار حاصل کرتے گئے چنانچہ خلیچ خان کا خطاب اورنگ زیب کا ہي دیا ہوا ہے - اس مین شک نہین کہ خلیچ خان کي کامیابي کا باعث وہي ملاقات تہي جو شاہ جہان نے اون سے کي تہي گو اوسوقت وہ ذي اقتدار عہدے پر نتہے - ہرچند کہ وہ ایک اہل قلم تہے لیکن فنون جنگ مین بہي اونہین پوري پوري مہارت تہي - کیونکہ یہہ عام قاعدہ تہا کہ اوس زمانہ کے مسلمان جیسي علمي لیاقت رکہتے تہے ویسے ہي فنون جنگ مین بہي مہارت رکہتے تہے اور اوسکي وجہ یہہ تہي کہ بچپن ہي سے ان دونون باتون کي انہین تعلیم دي جاتي تہي - جب سنہ ١٦٨٣ع مین اورنگ زیب نے دکہن پر دوسرے مرتبہ چڑھائي کي تو خلیچ خان بہي اپني اس فوج کے ساتہہ بادشاہي لشکر مین شریک ہوئے جو ملتان سے ہمراہ لائے تہے - بیجاپور کے محاصرہ مین وہ موجود تہے اور اوسکے بعد جب شہنشاہ نے گولکنڈے کا محاصرہ کیا تو اونہون نے اوسوقت بہت سے کارنمایان کئے چنانچہ اسي گیرودار مین ایک توپ کے گولہ سے اون کا داہنا ہاتہہ اوڑ گیا - جس کي وجہ سے وہ تیسرے روز انتقال کر گئے - خلیچ خان نے جس جوانمردي کے ساتہہ موت کا مقابلہ کیا ہے اوسکا بیان اُسوقت تمام لوگونکي زبان پر تہا - چنانچہ اسکي کیفیت ایک مورخ یون بیان کرتا ہے کہ سنہ ١٦٨٦ع مین گولکنڈے کے محاصرہ مین خلیچ خان کا ہاتہہ جب زنبورک کے گولہ سے اوڑ گیا - تو وہ بالکل مضطرب نہین ہوئے بلکہ اطمینان کے ساتہہ باوجود اس صدمہ جانکاہ کے گہوڑے پر اپنے خیمہ تک واپس آئے - شہنشاہ نے وزیر اعظم اسد خان عمدۃالملک کو انکي خیریت پرسي کیلئے بہیجا - اوسوقت جراح انکي ٹوٹي ہوئي ہڈیان نکال رہے تہے - لیکن اونہین کچہہ ملال نہین تہا - وہ یونہین بغیر سہارے کے بیٹھے ہوئے تہے - وزیر سے جراحون کي تیز دستي کي تعریف کرتے جاتے تہے - اور

دوسرے ہاتہہ سے وہوہ ہی رہے تہے۔ ہرچند کہ اون کے بچانے کیلئے حتي الامکان کوشش کي گئي لیکن تقدیر کے آگے کچہہ چل نہین سکي۔ تین دن کے بعد آخر انکا انتقال ہوگیا۔

اورنگ زیب کو انکے مرنے کا سخت صدمہ ہوا حکم دیا کہ وہ اسي مقام پر دفن کئے جائین جہان اِسوقت عطاپور کے حوالي مین انکي قبر موجود ھے۔ خلیج خان اپنے خاندان مین نہایت ہوشیار اور صلح کُل آدمي تہے اور تمام لوگ اونکا بہت ادب کرتے تہے۔ انکے ایک فرزند تہے میر شہاب الدین نامي انہون نے بہي اودیپور کي راني کے مقابلہ مین سپاہگري کے وہ جوہر دکہلائے ہین کہ اورنگ زیب نے نہایت خوش ہوکر اُنہین غازي الدین کا خطاب دیا۔ اوسکے بعد مرانہا سنبہاجي کے مقابلہ مین جو مہم روانہ کي گئي تہي اوس مین بہي وہ کامیاب ہوئے۔ بہر جب اونہون نے بیجاپور کا قلعہ فتح کیا تو شہنشاہ نے اوسکے صلہ مین ”فیروز جنگ“ کا معزز خطاب مرحمت فرمایا۔ بیان کیا جاتا ھے کہ اورنگ زیب نے اسوقت علانیہ کہا تہا کہ چونکہ فیروز جنگ نے تیمور کي آبرو بچائي ھے اسلئے خدا قیامت تک اسکي عزت و آبرو کا حافظ و نگہبان رہیگا۔ اسکے بعد غازي الدین اورنگ زیب کے ساتہہ گولکنڈے آئے اور یہان کي جنگ مین انہین بہت سي سخت چوٹین لگین۔ غرض بعد مین جب انہون نے سنتو مرانہي پر فتحیابي حاصل کرکے اوس کا سر بادشاہ کي خدمت مین نذر گذرانا۔ تو بادشاہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن اخیر مین آب و ہوا کي ناموافقت کي وجہ سے اون کي دونون آنکہین جاتي رہین تہین۔ اس لئے بادشاہ نے اونکي دربار کي حاضري معاف کردي تہي۔ لیکن اوسکے بعد بہي وہ اکثر معزز عہدون پر مامور ہوتے رہے۔ اور آخر سنہ ۱۷۱۱ع مین احمدآباد مین انکا انتقال ہوگیا۔ اونکي لاش کو دہلي لیجاکر اجمیري دروازے کے پاس دفن کیا گیا۔ غازي الدین نے شاہ جہان کے وزیر سعداللہ خان کي لڑکي سے شادي کي تہی۔ جسکے بطن سے ایک لڑکا سنہ ۱۶۷۱ع مین پیدا ہوا جسکا نام میر قمرالدین تہا۔ اور جسکو بعد مین آصف جاہ نظام الملک کا خطاب دیا گیا۔

عطاپور مین نظارہ

پُرانا پُل ــــ پُرانا پُل جو پتہر کا بنا ہوا ھے اوسکے نیچے تیئیس (۲۳) کمانین ہین۔ یہہ پُل بادشاہ محمد قلي قطب شاہ نے سنہ ۱۵۹۳ع مین بنوایا تہا اوسکي لمبائي ۶۰۰ فیٹ ہے اور چوڑائي ۳۳ فیٹ اور یہہ پل دریا سے ۵۴ فیٹ اونچا ہے۔ اوسکے قریب ہندوون کا ایک مرگہٹ ہے ــــ

پرانا پل

فيل خانه

بیگم بازار — ندی کے شمال میں ایک سڑک ہے — جو بیگم بازار کے شمال و مشرق کو جاتي ہے اسکي وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ قدیم زمانہ میں یہان کي آمدني نظام کي خاص بیگم کے سپرد تھي — یہان اناج کي ایک بہت بڑي منڈي ہے اور اسکے قریب سرکاري فیلخانہ جہان گورنمنٹ کے بہت سے ہاتھی ایک میدان میں بندھے ہوئے ہین — اور علاوہ اسکے نظام کے خاص ہاتھی بھی اسی مقام پر ہین — اس کا نقشہ فیل خانہ کے اوپر دیا گیا ہے — اور اوسکے نیچے ایک مرے ہوي ہاتھی کا نقشہ بھی موجود ہے — جو قد و قامت مین گیارہ فیٹ اونچا تھا — اور فیلخانہ سے علیحدہ کرنیکیلئے مار ڈالا گیا —

مردہ ہاتھي کو اٹھاجانے کي تجویز کر رہے ہین

افضل گنج مسجد

افضل گنج — بیگم بازار کے مشرق میں افضل گنج واقع ہی - یہہ افضل گنج حقیقت میں ایک بڑی سڑک ہے جو شہر سے چادرگہاٹ کو جاتی ہے - یہان ایک خوبصورت مسجد بني ہوئي ہے - جسکے مینار ٹولا مسجد کے میناروں کے مطابق ہیں - جو کاروان کے نزدیک گولکنڈے کے راستہ پر واقع ہے - علی العموم حیدرآباد کي تمام مسجدون میں یہہ خاص صفت ہے کہ سبہون کے دروازے اور مینار چونے کے ہیں جن پر عمدہ نقش و نگار ہے - یہان کے مینار بہ نسبت دوسرے مقامون کے مینار کے زیادہ خوبصورت ہیں اور انکے منقش کٹہرے جو میناروں کے اطراف بنے ہوئے ہیں - اُنسے بہي یہان کي مسجدون کي رونق دوبالا ہوگئي ہے - مسجد کے بہلو میں افضل گنج کي ہسپتال ہے - سرکاری شفاخانہ سال میں جو اکتوبر سنہ ۱۸۹۴ع مطابق سنہ ۱۳۰۳ فصلي کو تمام ہوا - اس ہسپتال میں ۴۷۱۵۰ بیروني اور ۱۵۳۳ اندروني مریضون کا معالجہ کیا گیا - اس ہسپتال کے ساتہہ لگي ہوئي ایک زنانہ ہسپتال ہے جس میں ایک لیڈی ڈاکٹر نوکر ہے - اس لیڈی ڈاکٹر کي کارروائي بہي قابل اطمینان ہے —

افضل گنج جنرل ہاسپیٹل

قدیم مندر۔ عنبر پیٹ

اولیفنت پُل ـــ افضل گنج سے ایک میل مشرق مین رزیڈنسي کے اسطرف ایک پُل ہے جسکو اولیفنت پُل کہتے ہین۔ یہہ پُل کرنل اولیفنت نامي نے سنہ ۱۸۳۱ع مین بنوایا تہا اس پُل پر یہہ عبارت کندہ ہے ـــ

یہہ پُل ہمارے خداوند کے سنہ ۱۸۳۱ع مین حضور نظام ناصرالدولہ بہادر کے حکم سے راجہ چندولال کے عہدوزارت مین مدراس کے میر عمارت جے اولیفنت نے بنوایا ـــ

ملکا پیٹ۔ مشرق مین اور آگے بڑہکے چادرگہاٹ کے دریائي رخ پر تہگي جیلخانہ واقع ہے کوئي اور ایک میل اسکے پرے قدیم ہندؤن کے مندرونکے بہت سے کہنڈر ہین اوراسکے قریب عنبرپیٹ مین ایک نگراني کا قدیم برج بنا ہوا ہے جس مین اب خزانہ رکہا جاتا ہے۔ اولیفنت پُل سے گذرنے کے بعد ملکا پیٹ کا قصبہ ملتا ہے۔ یہہ قصبہ گہوڑدوڑ کیلئے مشہور ہے جو تمام ہندوستان مین بہتر خیال کیا جاتا ہے

حیدرآباد کي گہوڑدوڑ کي میٹنگ جسمین ہندوستان کے اکثر مقامات کے لوگ شریک ہوتے ہین ہر سال نومبر مین منعقد ہوتي ہے اور پانچ دن تک اسکا اجلاس رہتا ہے۔ یہان بہت سے خوبصورت مکانات ہین جن مین حضور نظام کا بہي ایک خانہ باغ ہے یہان صرف خاص کي ایک انفنٹري اور ایک کیولري رہتي ہے اور ذرا اس سے آگے بڑہکے ایک نصرد کي جگہہ پر قلمرو نظام کا ایک بڑا جیلخانہ ہے یہہ عمارت بہي بہت وسیع ہے جس مین چہہ سو قیدي رہتے ہین اسکا انتظام ایک یوروپین سوپرنٹنڈنٹ کے متعلق ہے

آسمان گہر ـــ سرورنگر کے راستے پر ایک اونچے ٹیلے پر ایک قصباتي مکان ہے جسکا نام آسمان گہر ہے اور جسکو حال ہي مین سر آسمان جاہ بہادر نے بنوایا ہے یہہ تمام بالکل پتہر کي ہے اسکي صورت ایک مرعوب قلعہ

اولیفنت پل

آسمان گهر

کي سي هے يهه مکان اندر انگريزي موجوده طرز پر آراسته کيا گيا هے—سال کے بڑے حصے مين اکثر شکار نے لئے شکار کے لئے اسکے قرب و جوار مين آيا کرتے هين اور خاصکر کے حب شاهي خاندان کے لوگ شکار کو جاتے هين تو يهه گهر انکي فروکشي کے لئے ديا جاتا هے—اس مکان کا نقشه خود نواب صاحب نے تيار کيا تها—

ريمنڈ کي قبر—مائي سرام ٹيکڈي (موسيو ريمنڈ مونٹ)

نامي ايک ٹيله هے جو آسمان گهر کے جنوب مين واقع هے اور جسکي سطح بر نسبت اطراف کي زمين کے ايک سو فيٹ اونچي هے اس سطح پر مشهور فرانسيسي موسيو ريمنڈ نامي کي قبر هے جسنے حيدرآباد مين پچيس مارچ سنه ۱۷۹۳ع کو انتقال کيا تها يهه قبر ايک پتهر کے برج کي شکل مين هے جو ۳۳ فيٹ اونچي هے اس قبر کا چبوترا ۱۸۰ فيٹ لمبا اور ۸۵ فيٹ چوڑا هے اس قبر پر کوئي کتبه نهين اگرچه اسکے چارون طرف کتبه کي لوحين رکهي گئي هين جن پر فقط جي—آر—کنده هے—اس قبر کے سامنے ۲۵ فيٹ کے فاصله پر ايک چهوٹا سا پليٹ فارم هے جسپر ايک مسطح سقف ۲۸ چهوٹے ستونون پر کهڑي هوئي هے اسکي شکل ايک يوناني گرجا گهر کي هے اور اس مين اس قبر کي آراستگي کا کل اسباب مثل فانوس وغيره کے رکها جاتا هے اس مکان کے دروازے پر نظام کا نشان کنده هے جس پر مختلف سرخ صليبين بے ڈهنگے طور پر بني هوئي هين—يهان سے اطراف کے ملک کا منظر بخوبي دکهلائي ديتا هے—ليکن يهان يهه بتلا دينا ضرور هے که ميسرام اصل مين موسيو ريمنڈ تها ليکن عوام کي غلطي سے يهه مسرام هوگيا—ميسرام رجمنٹ جسکا کسي مقام پر ذکر آيا هوا هے اسي موسيو ريمنڈ کے نام سے موسوم هے يهه شخص ۲۵ سپتمبر سنه ۱۷۵۵ع کو فرانس مين پيدا هوا اور مرنے کے وقت اسکي عمر بياليس

عنبر بدتهه کا نظاره

(۴۲) برس کي تهي—پهلے پهل وه پانڈيچري کو تجارت کے لئے آيا تها ليکن بهت جلد تجارت کو سپاهگري سے بدل کے ٹيپو سلطان کي نوکري اختيار کرلي اور رفته رفته جب موسيو بوسي سنه ۱۷۸۳ع مين هندوستان کو واپس آيا—تو وه اسکے ساتهه شريک هوگيا—اور پانڈيچري مين موسيو بوسي کے انتقال کے دو برس بعد تو موسيو ريمنڈ جو کپتان کا عهده

ريمنڈ کي قبر

محل سر آسمان جاہ—سرورنگر

ڑ ے ی پرسے نصارا

رکھتا تھا نظام کي نوکری مین داخل ہوکے فوج کي کمانڈ پر مقرر ہوگیا۔اوسکے انتقال کے وقت جو یکایک واقع ہوا اسکا اقتدار نظام کے دربار مین بہ نسبت انگریزي رزیڈنٹ کے بہت بڑہا ہوا تھا جسکا خوف اسکو گھمنڈ تھا۔موسیو ریمنڈ کے ماتحت پندرہ ہزار باقاعدہ فوج تھي۔اور اسی وجہ سے وہ بہت مقتدر ہوگیا تھا۔اوسکا انتقال عین اسوقت پر ہوا جبکہ اسکے اقتدار کا ستارہ سمت الراس پر پہنچا ہوا تھا۔اور اس عہدنامہ کو چھہ مہینہ باقی تھے۔جو فرنیچ فوجون کو برطرف کرنے کي نسبت حضور نظام اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہوا تھا۔کرنل مالیسن کہتا ہے "کہ یہہ نازک وقت اوسکي لیاقت و اقتدار کے امتحان کا تھا اگر وہ زندہ رہتا"۔ہر سال ریمنڈ کي برسی کے روز وسکی قبر پر اور نیز اوسکے اطراف مین بڑی دہوم دہام کي روشني ہوتی ہے۔اور دن کو ایک بڑا میلا لگتا ہے جس مین ہزارون آدمی جمع ہوتے ہین۔نظام کي باقاعدہ فوجین کہ جن مین انکی اولاد چلی آتی ہي جو سابق مین ریمنڈ کے پندرہ ہزار فوجمین داخل تھے۔بندوقون کي سلامی دیتے ہین۔اور چند گھنٹے نہایت خوشوقتی کے ساتھہ اسکے مقبرے مین بسر ہوتے ہین جنمین "موسی رحیم" کي عظمت و شان اور مہربانی کے قصے بیان کئے جاتے ہین۔جو ابا عنجد چلے آتے ہین۔موسیو ریمنڈ کو وہ لوگ موسی رحیم کہتے ہین۔کرنل مالیسن ریمنڈ کے حالات مین بیان کرتا ہے۔کہ اسکے پیشتر اور نیز اسکے بعد جتنے یوروپین یہان آئے انمین سے ایک نے بہی دیسیون کے نزدیک وہ عزت و توقیر اور وہ محبت و تعریف حاصل نہین کي جو ریمنڈ نے حاصل کي تھي۔اوسکے انتقال کے بعد اوسکي جگہہ پر ایک جرمن افسر پائرن نامی مقرر ہوا جسکي نسبت اسوقت کا اسسٹنٹ برٹش رزیڈنٹ مسٹر مالکم ماہ اپریل سنہ ۱۷۸۹ع مین لارڈ ہوبارٹ کو یون لکھتا ہے۔"ریمنڈ کي جگہہ پر مسٹر پائرن معین ہوا ہے۔جو ایک تند مزاج اور جابر ڈیماکرٹ (سلطنت جمہوریہ کا دوست) ہے۔اور بہ نسبت ریمنڈ کے ہم سے زیادہ بغض و عداوت رکھتا ہے۔لیکن کم خطرناک" اور دوسرے ایک خط مین جو اسی نے جنرل راس کو لکھا ہے یون بیان کیا ہے کہ مسٹر پائرن ایک سخت ڈیماکرٹ ہي اور ان اطوار و عادات سے بالکل ناواقف کہ جن سے اوسکے سابق جای نشین نے عظمت و اقتدار حاصل کیا تھا۔

سرورنگر – یہہ ایک دوسرا دلچسپ مقام ہے جو حوالي شہر مین واقع ہے یہان کي ہوا پاکیزہ اور صحت بخش ہي لیکن پانی اچھا نہین۔یہان زمانۂ گذشتہ مین ایک بڑا بادشاہي محل نصف تعمیر کے بعد نا مکمل چھوڑ دیاگیا تھا اور اسکي وجہ سے کہنہ قلعہ کي تعمیر بہي موقوف رہي تھي۔یہان جو چیز قابل دید ہے وہ نواب سرآسمان جاہ بہادر کا ایک خوبصورت شاہي مکان ہے۔یہہ مکان حیدرآباد کے جنوب و مشرق مین ایک اونچي زمین پر واقع ہے جہان سے رزیڈنسي تک چار میل کي ایک پختہ سڑک بنی ہوئي ہے نواب سرآسمان جاہ بہادر اکثر یہان تشریف فرما ہوا کرتے ہین کیونکہ یہہ محل سرورنگر مین ایک نہایت عمدہ اور مفید صحت جگہہ پر واقع ہے۔حقیقت مین حیدرآباد کے گرد و نواح

قلعۂ کہمم کے کہنڈر - سرورنگر

میں دوسرا کوئي ایسا عمدہ محل نہیں - اس محل کے قرب و جوار میں کثرت سے چھوٹے اور بڑے صید ہیں یہان جب شکاریوں کا گذر ہوتا ہے تو وہ سیکڑون ہرنون اور بارہ سینگون کو کود تے پہاندتے دیکھکے مارے خوشي کے پہولے نہیں سماتے ہیں - اس محل کي آراستگي مشرقي اور مغربي دونون وضع کي ہے جو بغیر دولت کے کبھي جمع نہیں ہوسکتي - اکثر شہزادے اور نواب زادے شکار کے لئے یہان آیا کرتے ہیں - اس محل کي تعمیر پر بے حساب روپیہ صرف ہوا ہے - اسکے قریب حضور نظام کي ایک صید گاہ ہے - جہان بغیر انکي اجازت کے کوئي شکار نہیں کرسکتا - یہان چیتون کے ذریعہ سے ہرن کا شکار کھیلا جاتا ہے چیتونکو ملبس کر کے ہرنون کے گلہ کي طرف آہستہ آہستہ ہنکایا جاتا ہے جب وہ نزدیک آتے ہیں تو انکا لباس اتار لیا جاتا ہے اور وہ پھرتي کے ساتھہ ہرنون کا شکار کر کے انکا خون چوس لیتے ہیں - اسکے بعد انکے رکھوالے فوراً اونہیں لباس پہناکر گاڑیون میں بند کرنے کے لئے لیجاتے ہیں جہان انہیں تعمیل حکم کے جلدو میں ایک بڑا پیالہ بھر کے خون پلایا جاتا ہے - یہان کے سبزہ زارون میں جو ہرن گھومتے رہتے ہیں وہ انگریزی لباس اور خاصکر کے انگریزی ٹوپي سے سخت متنفر ہیں انہیں تجربہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ چھجہ دار ٹوپي اور رائفل میں کسي قسم کا تعلق ضرور ہے کیونکہ وہ انہیں دیکھتے ہي چوکنے ہوجاتے ہیں اور برخلاف اسکے جب شہر کي گاڑیان اور چھکڑے انکے قریب سے گذرتے ہیں تو وہ انکي پروا بھي نہیں کرتے اس نواح میں چیتون کي بھي بہت کثرت ہے اور وہ ہمیشہ ہرنون کا شکار کرتے رہتے ہیں اگرچہ قانوناً انکو مارنے کا حکم نہیں تاہم انہیں بعض وقت گرفتار کر کے گھڑدوڑ میں لاکر کھیل کے لئے نیزون سے مارا جاتا ہے اس کھیل کي بھي مختلف قسمیں ہوتي ہیں - چیتون کي عادت ہے کہ وہ

بہ نسبت ویرانون میں گھومنے کے اکثر تماشائیون کے ازدحام پر حملہ آور ہوا کرتے ہیں - اس نامکمل جائے سے جسکا ذکر اوپر ہوا کہمم قلعہ کے کہنڈر تک کوئي ایک میل کا فاصلہ ہے - اس قلعہ کي تعمیر سنہ ۵٦۰ ع میں ابراہیم قطب شاہ نے شروع کي تہي لیکن بعد میں جب وہ کسیقدر تیار ہوچکا تو بادشاہ گولکنڈے سے اسکے دیکھنے کے لئے یہان آئے اور بیمار ہوگئے اسکو بدشگني خیال کر کے اسوقت قلعہ کي تعمیر موقوف کردي اب وہان سوائے کہنڈر کے اور کچھہ نہیں نظر آتا -

مقابر شمس الامرا

قبرستان شمس الامرا

سرورنگر کے شمال مین کوئی دو میل کے فاصلے پر نواب شمس الامرا کے مشہور خاندان کا قبرستان هے - یهہ خاندان حیدرآباد کے تمام امیری خاندانون مین زیادہ عظمت رکھتا هے - اس قبرستان مین انکے مورث اعلي نواب تیغ جنگ بهادر کي قبر هے جو سنہ ۱۷۸٦ع مین انتقال کر گئے - اور انکے بعد وقتاً فوقتاً جتنے انکے جانشین ہوے وہ سب یہین پر مدفون ہین اور علاوہ اسکے اس خاندان مین دوسرے ممبرونکي قبرین بهي اس قبرستان مین ہین - یہہ قبرین تمام سنگ مرمر کي بني ہوي ہین اور اسپر عمدہ نقش و نگار هے - ان قبرون مین خاصکر نواب شمس الامرا بهادر سوم کي قبر قابل دید هے اور انکے فرزند شمس الامرا بهادر موجود کي متوفي بیگم کي قبر بهي نهایت خوبصورت بني ہوئي هے جو پچیکاري کا ایک عمدہ نمونہ هے - یہہ بیگم نظام مرحوم نواب افضل الدولہ بهادر کي دختر تهین - یہہ تمام قبرین ایک بڑے احاطے مین ہین جسمین بڑے بڑے سایہ دار درخت لگے ہوئے ہین اس قبرستان کا پهاٹک ایک دو منزلہ مکان هے جس مین ایک نوبت خانہ اور ملازمون کے رهنے کي جگہہ هے یہان کے مقبرے تمام نهایت خوشنما ہین جنکے اطراف کماني برآمدے بنے ہوي ہین اور ان کے دروازے بهي کماني ہین - جن مین نهایت نقش و نگار کیا ہوا هے - اور اطراف مین اسکے مشبک دیوارین کهڑي ہین اور ان مقبرون پر چهوٹے چهوٹے گنبد ہین —

شمس الامرا سوم کی قبر

مقابر شمس الامرا

بہیل لوگ مکان مین ارام سے بیٹہے ہین

مراتہا گوئے

دروازۂ محل فلک نما

حضور نظام کا فلک نما محل

فلک نما—حیدرآباد کے جنوب میں ایک اونچے ٹیلے پر جہان سے شہر بالکل صاف نظر آرہا ہے یہہ عالیشان محل نواب سر وقارالامرا بہادر کے-سي-آئي-اي وزیر حال ریاست دکہن کا بنا ہوا ہے-یہہ محل تمام ہندوستان کي عمدہ عمارتون مین سے ایک ہے-زمین سے اس محل تک جو نہایت بلندي پر واقع ہے کوئي ایک میل کا پیچیدہ راستہ گیا ہوا ہے اس راستہ کے درمیان ایک بڑا پہاٹک بنا ہوا ہے جو بطور خود ایک عمدہ مکان ہے اور جس مین ہمیشہ ایک فوجي پہرا رہتا ہے-حقیقت مین فلک نما دیکہنے سے تعلق رکہتا ہے-اس کي وسعت اسکي رفعت اور اسکي خوبصورتي کے اظہار کے لئے مناسب الفاظ نہین مل سکتے اس محل کے سامنے ایک خوشنما اور پر فضا باغ انگریزي وضع کا ہے لیکن اسکے اوپر ایک اونچي سطح ہے جسکي طرز تمام یوناني ہے-اوسکے پیش گاہ کے سقف کے نیچے شاندار اور بلند ستونونکي دو قطارین ہین جنکي وضع بالکل کورنتھہ کي ہے اس سقف کے درمیان ایک مثلث محراب ہے-جس مین نواب صاحب کے زرہ بکتر کي شکل بني ہوئی ہے-اسکے مختلف سطحون پر عالی شان سیڑھیان ہین اور پہر اخیر سطحہ سے محل تک دو جدا جدا زینے ہین-اس کا پہلک دروازہ قابل دید ہے اسکي خوبصورت سنگ مرمر کي ڈیوڑی کے بیچ مین ایک سنگ مرمر کا حوض ہے جس مین سنگ مرمر کا ایک خوشنما فوارہ ہے اور اس فوارے کے اطراف سنگ مرمر کي کرسیان ہین اور بیچمین ایک پائے ستون ہے جسپر فرشتونکی تصویرین ہین-یہہ تصویرین اُس حوض کو تہامے ہوئے ہین غرض اسیطرح کے اس مین تین درجے ہین اور اخیر درجے مین دو سرے تین تصویرین ہین-جنکی پیٹھہ سے پیٹھہ ملی ہوئي ہے اور انکے ہاتھہ مین ایک مثلث باسکٹ یعنے ٹوکرا ہے-اس حوض مین بہت سے رنگا رنگ کي خوبصورت مچھلیان ہین-ڈیوڑي کي دیوارین اور چہت پر ایسا عمدہ نقش و نگار ہے کہ دیکہنے سے طبیعت سیر نہین ہوتی-اس کا ویٹنگ روم لیبریري-کونسل ہال جہان نواب صاحب اپنے کاروبار مین مشغول رہتے ہین دیکہنے کے قابل ہے پہلے منزلے کے زینے تمام سنگ مرمر کے ہین جسکے دونون طرف منقش کہمبون کي قطار ہے-ان کہمبون مین تہوڑے تہوڑے فاصلہ پر تصویرین بني ہین جنکے ہاتھہ مین خوشنما شمعدان ہین-دیوارون پر حضور نظام-سر سالارجنگ-اور دوسرے گذشتہ امیرون اور وزیرونکي تصویرین لگي ہوئي ہین جس سے سیڑھیونکي رونق دوبالا ہوگئي ہي-شاہي ملاقاتي کمرے کي تعریف نہین ہوسکتي اُسکي آراستگي فرانس کے شہنشاہ لوئي چہاردہم کے زمانہ کي وضع کي ہے-اسکي چہت پر منبت مرصع کاري ہے اور چوطرف بلورین جہاڑ لگے ہوئے-غرض یہہ کمرہ زمین سے چہت تک ایسي نایاب چیزون سے سجا ہوا ہے جو دیکہنے سے تعلق رکہتا ہے-ہم ذیل مین ایک سوشیل جلسہ کي کیفیت جو چند روز پیشتر اس عالیشان محل مین منعقد ہوا تھا ذیل مین درج کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا کہ حیدرآباد کے امرا اپنے احباب کي ضیافت کس کشادہ دلي اور فراخ حوصلگي کے ساتھہ کیا کرتے ہین "اس ہفتے مین جو قابل یادگار کارروائي وقوع مین آئي وہ وزیر اعظم حیدرآباد کا عظیم الشان جشن ہے جو فلک نما مین منعقد کیا گیا-یہہ فلک نما حیدرآباد سے سات ۷ میل پر واقع ہے-حقیقت مین ۲۳ سپتمبر سنہ ۱۸۹۶ع کي رات بھي شہر اور سکندرآباد مین کبھي کسیکو بھولنے کي نہین-یہہ جشن ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے انسٹھوین سال کے چھیانوین روز مین داخل ہونے کا تھا کیونکہ پیشتر انکے انگلنڈ کے کسي بادشاہ کو اسقدر مدت تک تخت نشیني نصیب نہوني تھي اسلئے جناب وزیر اعظم ریاست دکہن نے اس روز کو غنیمت سمجھکے ملکہ معظمہ کے وفادار رعایا کے لئے یہہ شاہانہ جشن برپا کیا جناب وزیر کا یہہ خیال کہ یہہ جشن فلک نما مین کیا جاے اور تمام مہمانون کو ایک بے نظیر روشني مین اس عالیشان عمارت کے دیکہنے کا موقع دیا جاے-حقیقت مین قابل تعریف تہا-اس رات کو یہہ محل ایک پرستان معلوم ہوتا تھا-سیکڑون بگھیان چلي آرھي تھي نیچے سے اسکي روشني عجیب لطف دیتي تھي-اوپر پہونچنے کے بعد وہان بینڈ باجے کي خوش آئیند آواز سے دل کو ایسي فرحت حاصل ہوتي تھي کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا-جب ہم فلک نما کي ڈیوڑي پر بگھي سے اترے تو ہز اکسلنسي نواب سروقارالامرا بہادر کے ہردلعزیز سکرٹري مسٹر فریدون جي نے ہمارا استقبال کیا-انکي شیرین زباني انکي رطب اللساني انکا حسن خلق اور انکي لطافت طبع مہمانونکو خوش کرنے مین جادو کا اثر رکہتي ہے-ہم بال روم مین سے ہوتے ہوئے سنگ مرمر کي سیڑھیون پر آئے یہان کي آنکہونکو چوندھیاني والي روشني قابل دید تھي-پاني کے فوارے چھوٹ رہے تھے حوض مین مچھلیان کہیل رھي تھین غرض جب ہم زینے پر چڑھے تو وہان نواب سروقارالامرا بہادر نے ہم سے ملاقات کي انکے ہمراہ رزیڈنٹ بھي موجود تھے زینے کي دیوارون پر بہت سي روغني تصویرین جن مین ہم نے حضور نظام سر سالار جنگ اور دوسرونکي قد آدم تصویرین دیکہین-ایسے عظیم الشان جشن کے لئے کوئي مکان فلک نما سے بہتر نہین ہوسکتا تھا یہان کا ڈرائنگ روم جسکا بیش قیمتي اسباب جسکي منقش دیوارین جسکے فرانسیسي دریچے اور جسکے ریشمي پردے شاہانہ جاہ جلال کو ظاہر کر رہے تھے-صناعي کا ایک اعلي نمونہ ہے ڈرائینگ روم سے ہم ایک برآمدے مین آئے اور وہان سے بال روم مین داخل ہوئے بال روم مین حضور نظام کا خاص بینڈ باجہ بج رہا تھا یہہ بھي ایک عجیب و غریب کمرا ہے جسکا فرش نہایت صاف شفاف تھا اور جس مین ناچنے والونکے رنگ برنگي لباس کي رونق دیکہنے سے تعلق رکہتي تھي مہمانو کو ایک بڑي میز پر کھانا کھلایا گیا مین نے

اندرونی نظارہ۔ حضور نظام کا فلک نما محل

اتني بڑي ميز کبهي نهين ديکهي تهي-واقعي يهہ کمرا تمام هندوستان مين اپنا نظير نهين رکهتا اسکا چوبينہ اسباب نهايت عمده تها-کهانے کے بعد لوگ چوطرف گشت کرنے لگے مين کوئي ايک گهنٹے تک لیبریری بلیرڈ روم اور دوسرے کمرون کا ملاحظہ کرتا رہا يهان کي ہر ايک چيز تفريح طبع کا ايک عمده ذريعہ هے اور صناعي کا بے بہا نمونہ فلک نما پر سے بائين طرف کو ايک ٹيلہ کے دامن مين ميرعالم کا خوبصورت تالاب نظر آرہا هے شہر بهي يهان سے بخوبي دکهلائي ديتا هے گولکنڈه سے بولارم تک کوئي جگهہ نظرون سے چهپي نهين رهتي مير عالم کا تالاب شهرسے تين ميل کے فاصلہ پر واقع هے اسکے مغرب مين ايک پهارونکي قطار چلي گئي هے جسکے پيچهے گولکنڈے کا قديم قلعہ هے اس تالاب کے شمال مين ايک بڑا پشتہ کوئي پونے ميل کا هے جسکو فرنچ انجينيرون نے بنوايا تها-يهہ پشتہ مغرب کي طرف سے نهايت خوشنما معلوم هوتا هے اس مين پتهر کي نصف کماندار محرابين هين-جب بهيا آتي هي تو يهہ محرابين خوب اسکا مقابلہ کرتي هين ان محرابون کي پشت پر ايک مضبوط ديوار هے-اس پشتہ کي تعمير سنہ ۱۸۰۹ع مين شروع هوئي تهي اور تکميل سنہ ۱۸۳۲ع مين هوئي حيدرآباد کے وزير اعظم نواب منيرالملک نے کوئي اسي ۸۰ هزار پاونڈ کے صرف سے اسکو بنواکر اپنے جانشين سابق يعنے ميرعالم کے نام سے موسوم کيا کيونکہ سنہ ۱۷۹۹ع مين جب نظام گورنمنٹ کي فوجين انکي سپہ سالاري مين ٹيپو سلطان سے لڑنے کے لئے گئي تهين تو سرہنگ پٹن کي فتحيابي کے بعد وهان کي لوٹ کے روپيہ سے جو انکے حصہ مين آيا هوا تها انهون نے اس پشتہ کي تعمير شروع کي تهي-يهہ مير عالم سر سالارجنگ اول کے جدامجد تهے اس تالاب کے غرب مين ايک ٹيلہ پر ايک مسلمان ولي کا مقبره هے جنکا نام محبوب علي تها يهہ مقبره اگرچہ مقدار مين چهوٹا هے ليکن تمام سنگ مرمر کا بنا هوا هے اور اسکا گنبد بهي نهايت خوبصورت هے زمين سے اس مقبره تک سيڑهيان لگي هوئي هين اس مقبرے کے اطراف ديوار کهنچي هوئي هے اور اسکے بيچ مين ايک خوبصورت سا دروازه هے جسپر ايک مچهلي اور چند اشعار کنده هين—

اس تالاب مين بهت سي برقي اور دخاني کشتيان هين جن مين سير کا خوب لطف آتا هے حضور نظام اور انکے وزير اعظم اپنے معزز مهمانون کو اکثر اس تالاب کي سير کراتے هين حيدرآباد مين گرمي زياده رهتي هے اور يهان برخلاف اسکے سردي اور خنکي-جب شهر سے سير کے لئے يهان آياجاتا هے تو طبيعت خوش هوجاتي هے وهان سے واپس جانے جي نهين چاہتا-يهان مچهليون کا خوب شکار هوتا هے اس کے قريب حيدرآباد کے راستہ پر ايک چشمہ هے جسکو بي بي کا چشمہ کہتے هين اس کے پاني مين کوئي مخصوص کيفيت هے جسکي وجہ سے اکثر مستورات اسمين نهانے کے لئے آيا کرتي هين-يهہ چشمہ سلطان عبدالله قطب شاه کي والده حيات بخش بيگم نے بنوايا تها-شهر کے کوئي ايک ميل کے فاصلہ پر نواب سفرجنگ بهادر کا ايک قديم محل هے اور پرانے پُل کے پاس راجہ مرلي منوہر بهادر کے باغ مين مارواڑيونکا ايک مندر هے يهان سے پرانے پل تک ايک ميل کي مسافت هے-ندي کے کنارے ايک لمبا قبرستان چلا گيا هے جس مين کهين کهين هندؤنکے مرگهٹ بهي پائے جاتے هين-رياست کے مجرمون کي هندوستان کے قديم قاعده کے مطابق اسي جگهہ پر تلوار سے گردن ماري جاتي هے-گردن مارنے والا ايک شاهي جلاد هے جسکي تصوير دوسرے باب مين دي گئي هے-بنگلور کے بڑے راستہ پر يعنے حيدرآباد سے دس ميل پر ميسرام نامي ايک قصبہ هے جهان حضور نظام کي مسارام کي فوجين رهتي هين-ميسرام اصل مين موسيو ريمنڈ تها جسکي تشريح اس سے پيشتر هوچکي هے اب يهہ مقام چندان شهرت پذير نهين يهان بعض هندو مندرونکے کهنڈر پڑے هوے هين جنهين اورنگ زيب نے بعد فتح گولکنڈے کے منهدم کرديا تها انمين سے ايک بڑے مندر کے اسباب سے اُسوقت ايک مسجد تيار کي گئي تهي-اور شفاف سنگ موسي کے بڑے بڑے ٹکڑے جو اس مندر کے دروازے مين لگے هوئے تهے حيدرآباد کي مکہ مسجد مين لائے گئے-جهان اِسوقت صحن مين انکي کرسيان بني هوئي هين-رزيڈنسي کے شمال مين کوئي ايک ميل کے فاصلہ پر مولا علي کے راستہ مين ايک گاؤن هے جسکو لنگم پلي کہتے هين-يهان بهت سے عمده باغات هين جن مين بعض قطب شاهي بادشاهون کے زمانے کے هين-ايک بڑے کمپاونڈ مين حضور نظام کا ايک محل هے اور اسکے قريب هي نواب سر خورشيد جاه کا ايک بڑا باغ هے جس مين کثرت سے ميوے کے جهاڑ هين اس باغ مين ايک چهوٹا سا مکان بطور عجائب خانہ کے هے اس مکان مين بهت قديم اشيا اور روغني تصويرين هين ان تصويرون مين بعض حيدرآباد کي گذشتہ حکمرانون کي هين اور بعض رزيڈنٹون کي-اس کي ديوارين اور آراستگي قابل ديد هے اس مين ايک بڑا حوض هے اور چند وحشي جانور-نواب محتشم الملک نے چند روز هوے کہ اس مين ايک ضيافت کا کمره بنايا هے—

شهر سے آٹهہ ميل کے فاصلہ پر مولا علي کا مقدس پهاڑ هے جو سطح سمندر سے ۲۰۱۷ فيٹ بلند هے-حقيقت مين رياست حيدرآباد مين يهہ بهي ايک عجيب مقام هے اس پر اميرالمومنين حضرت علي کرم الله وجہ کي زيارت گاه هے-اسي زيارت گاه کي وجہ سے اوسکا نام مولاعلي هوا-اوس سے کسيقدر فاصلہ پر دوسرا ايک پهاڑ هے جسکا نام قدم رسول هے-کہا جاتا هے کہ اوسپر حضرت رسالتمآب کے قدم مبارک کا نقش هے مولاعلي کے پهاڑ کے نيچے اسي نام کا ايک قصبہ هے-يهان بہ نسبت حيدرآباد کے زياده سردي رہا کرتي هے-حضور نظام اکثر تبديل

میرعالم کے تالاب کا نظارہ

مولا علی کا پہاڑ اور روضہ

وآب وہوا کے لئے یہین تشریف لایاکرتے ہین۔یہان ہر سال تین روز تک ایک عظیم الشان میلا بھرتا ہے جس مین حیدرآباد اور اور اطراف وجوانب کے ہزارہا آدمي شریک ہوتے ہین۔خود حضور نظام اور بہت سے امرا وہان جاتے ہین اور میلے کے اختتام تک وہین رہتے ہین۔اونمین سے اکثرون کے مکانات مذکورۂ بالا قصبہ مین ہین یا اسکے راستہ پر۔میلہ کے بعد شہر کو مراجعت کرتے وقت حضور نظام ہاتھي پر سوار ہوتے ہین اور دوسرے امرا سواریون مین انکے پیچھے۔حضور راستہ مین دوانیان چونیان لٹاتے ہوئے جاتے ہین جنکے اطراف ہزارہا فقرا و مساکین کا مجمع رہتا ہے۔عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ مین جبکہ کربلاے معلیٰ سے ایک مقدس علم اس پہاڑ پر لاکے رکھا گیا یہہ عرس اوسیوقت سے شروع ہوا۔مولا علي کي گھڑدوڑ کا میدان اب تک موجود ہے۔لیکن جب سے گھڑدوڑ سکندرآباد مین ایک اس سے اچھے مقام بر منتقل ہوئي ہے یہہ بالکل بیکار پڑي ہوئي ہے۔سال مین دو مرتبہ جو یہان میٹنگ ہوتي ہے اسمین بہت سے انگریز جمع ہوتے ہین۔اگرچہ یہہ جگھہ بہت دور ہے اور راستہ بہي کچھہ ٹھیک نہین لیکن باوجود اسکے لوگ یہان شوق سے آتے ہین۔اسکا سبب یہہ ہے کہ یہان کي آب و ہوا نہایت عمدہ ہے—

مولاعلي سے دومیل پر جنوب مین ایک قصبہ ہے جسکا نام لال گڑا ہے۔اس قصبہ کے اطراف ایک پتھر کي دیوار بني ہوئي ہے۔جس کے ہرایک زاویہ پر ایک برج ہے—کہتے ہین کہ یہہ مقام گذشتہ صدي مین نواب نظام علي خان کي ایک پیاري بیگم نے بنوایا تہا۔اس کا نام اصل مین بي بي رائے گڑ تہا۔لیکن بیگم کے انتقال کے بعد ایک معمار لالہ نامي نے اوسکو اپنے طرف منسوب کر کے اسکا نام لال گڑا رکھا۔یہہ قصبہ نواب سر خورشید جاہ بہادر کي جاگیر مین ہے۔جنہون نے وہان ایک بنگلہ اور ایک باغ بنوایا ہے یہان سے ایک میل پر سکندرآباد جانے کا راستہ ہے—

حضور نظام کا محل۔انگم پلي

گولکنڈہ

تاریخی حالات

قدیم زمانے مین گولکنڈہ ہندو راجاؤن کے ماتحت ایک چھوٹاسا قلعہ تھا۔لیکن بعد مین وہ ورنگل کے راجاؤن کے زیر حکومت ہوگیا۔ورنگل کے راجہ نے سنہ ۱۳۶۴ع مین اس قلعہ کو معہ اسکے مضافات کے گلبرگہ کے بہمنی بادشاہ کے حوالہ کردیا۔وہ سنہ ۱۵۱۲ع تک انکے زیر فرمان رہا اور اسکے بعد قطب شاہی بادشاہون کے قبض وتصرف مین آگیا۔سنہ ۱۳۶۴ع کے پیشتر اسکے متعلق کوئی تاریخی حالات ثبت نہین ہین۔لیکن قلعہ مین بعض بعض علامتین موجود ہین جن سے پایا جاتا ہے۔کہ وہ بھی ویساہی قدیم ہے جیسا ورنگل کا قلعہ۔بعض محققین کا قول ہے کہ دو ہزار برس سے اسکی قدامت کم نہین۔بہمنی سلطنت سنہ ۱۳۴۷ع مین وجود مین آئی۔اور ۱۷۸ برس یعنے سنہ ۱۵۲۵ع تک قایم رہی۔اسکے پائے تخت تین ہوے۔پہلا گولکنڈہ۔دوسرا ورنگل۔اور تیسرا بدر۔اور یہہ تینون قلمرو حیدرآباد ہی مین واقع ہین اور ریاست نظام مین شامل۔پہلے پہل جب یہان کے باشندون نے برخلاف دہلی کی سلطنت کے غدر برپا کیا تو بیجانگر اور ورنگل کی جنوبی ہندو ریاستون نے انہین مدد دی اور اس مدد کی وجہ سے یہان کی آبادی مین ہندو اور مسلمان دونون شامل ہوگئے سنہ ۱۴۳۷ع مین بہمنی بادشاہ علاؤالدین دوم کے عہد سلطنت مین اس سلطنت کو پورا پورا عروج حاصل ہوا۔لیکن سنہ ۱۴۸۹ اور سنہ ۱۵۲۵ع کے درمیان بوجہ اسکے ناموافق عناصر کے یہہ سلطنت منقرض ہوگئی۔اسکے انقراض کے بعد دکہن مین پانچ بادشاہتین اس مین سے نکل پڑین۔جن مین سے ایک قطب شاہی سلطنت تھی۔اور اسکا پائی تخت گولکنڈہ تھا۔اس سلطنت کی بنیاد سنہ ۱۵۱۲ع مین ایک ذی ہمت اور خاندانی شخص نے ڈالی تھی جو سنہ ۱۶۸۷ع تک قائیم رہی۔اس ایکسو اہتر سال کی مدت مین گولکنڈے کی سلطنت بہت بڑی اور مقتدر ہوگئی تھی۔لیکن سنہ ۱۶۸۷ع مین اورنگ زیب نے اسکو سلطنت دہلی مین شامل کرلیا۔جدید بادشاہ سلطان قلی خان نے اپنی سلطنت کا پہلا سال اسکے اِستحکام اور اسکی توسیع مین بسر کیا۔گولکنڈے مین بہت سی عمارتین بنوائین اور اسکو خوب مضبوط کیا۔اُسکے ایام سلطنت کا بڑا حصہ اطراف و جوانب کے مختلف راجاؤن اور نیز تلنگانہ کے ہندو فرماروایون سے جنگ و جدل کرنے مین گذرا جنہین کسیقدر اسنے مغلوب کیا تھا۔لیکن وہ ہمیشہ فتنہ و فساد برپا کرتے رہتے تھے۔جسکی وجہ سے بادشاہ اور اسکی فوجین ہمیشہ مشغول جنگ رہا کرتی تہین۔

باوجود ان متواتر لڑائیون کے پہلے قطب شاہی بادشاہ کے عہد حکومت مین جوتیس برس تک قائیم رہا سلطنت خوب ترقی کرتی رہی۔سنہ ۱۵۴ع کے سپتمبر مہینہ مین بادشاہ سلطان قلی خان کہ جس کی عمر نوے برس کی تھی گولکنڈے کی بڑی مسجد مین نماز پڑھہ رہا تھا کہ ایسے مین قلعہ کے حاکم نے اسکے فرزند کی اغوا سے جو بوجہ غدر کے قید کیا گیا تھا مسجدے مین اسے قتل کر ڈالا۔اسکے بعد جمشید قلی خان اسکے فرزند نے تخت پر قبضہ کیا۔اسکی سلطنت تقریباً سات سال تک رہی اور اس عرصے مین اکثر وہ ہمسایون کے ساتھہ چھوٹی چھوٹی لڑائیون مین مصروف رہا۔بادشاہ ہونے کے بعد پہلا کام جو اسنے کیا وہ یہہ تھا کہ اسنے اپنے چھوٹے بھائی ابراھیم قلی خان کو پکڑ کر قتل کرنے کی کوشش کی۔لیکن وہ بدر کو بھاگ گیا۔اور وہان کے بادشاہ کی اعانت سے ایک بڑی فوج لیکے گولکنڈے پر چڑہائی کی۔تاکہ اپنے بھائی کو تخت سے اوتار دیوے۔لیکن احمد نگر کے بادشاہ برہان نظام شاہ گولکنڈے کو جمشید قلی کی مدد کے لئے آن پہونچا۔اور دونونکی متحدہ فوجون نے ابراھیم قلی کو شکست دی ابراھیم قلی اس شکست کے بعد بیجانگر کو جہانکا راجہ راما رایائے اعظم تھا۔پناہ کے لئے بھاگ گیا۔چند روز کے بعد بدر اور گولکنڈے کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔بدر کا بادشاہ اپنی فوجون کے ساتھہ گولکنڈے سے کوئی آٹھہ میل کے فاصلہ پر آن پہنچا۔اور جمشید قلی کو اس چڑہائی کی مطلق خبر نتھی۔جمشید قلی نے دیکھا کہ اب کچھہ ہو نہین سکتا ہے تو گولکنڈے کو خالی کرکے اسکی حفاظت کے لئے تھوڑی سی فوج چھوڑدی اور آپ نے وہان سے نکل کر ایک فوج کثیر جمع کرکے بدر پر چڑہائی کردی۔جب یہہ خبر قاسم برید بادشاہ کو جو گولکنڈے کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا پہونچی تو اسنے اپنے پائے تخت کو بچانے کے لئے مجبورت کے ساتھہ محاصرہ اٹھالیا اور دونون کے درمیان صلح ہوگئی۔

جمشید قلی نے سنہ ۱۵۵۰ع مین انتقال کیا اور اسکا بیٹا سبحان قلی اسکا جانشین ہوا۔لیکن چھہ مہینے سے زیادہ وہ تخت سلطنت پر بیٹھہ نہ سکا۔کیونکہ اسکے دربار کے بڑے بڑے امیر تمام اسکے چاچا شہزادہ ابراھیم قلی کے طرفدار تھے۔ابراھیم قلی کو جب سبحان قلی کے بادشاہ

قلعہ سے نظارہ — گولکنڈہ

ہونے کي خبر پہونچي تو اسنے ایک بہت بڑی اور مضبوط جمعیت کے ساتھہ گولکنڈے پر چڑھائي کي — جب قریب آن پہونچا تو تمام لوگ مارے خوشي کے اسکے استقبال کو باہر نکلے — اور اسکے ساتھہ شریک ہوگئے — سبحان قلي وہان سے اپني جان بچا کے بھاگ گیا — اور ابراھیم قلي ۲۷ جولائي سنہ ۱۵۵۰ع مین گولکنڈے کے تخت پر سوار ہوا — ہنوز اسکي تخت نشیني کو بہت عرصہ نگذرا تھا — کہ احمد نگر اور بیجاپور مین جنگ شروع ہوئی — اور ابراھیم قلي نے احمد نگر کو مدد دی — بیجاپور کے بادشاہ نے اسکے مقابلہ مین بیجانگر کے راجہ سے کہ جسکے پاس ابراھیم شاہ آگے پناہ گزین ہوا تھا مدد چاہي — چونکہ بیجانگر کے راجہ اور ابراھیم شاہ مین سابقۂ معرفت تھا — اسلئے راما رایا نے ابراھیم شاہ سے عاجزانہ درخواست کي کہ پھر دونون یعنے احمد نگر اور بیجاپور قوت اور طاقت مین ہمسر ہونے کي وجہ سے ہمیشہ آپس مین لڑتے جھگڑتے رہتے ہین حالانکہ کچھہ فائدہ نہین اٹھاتے اسلئے آپ دونون مین صلح کراکے اپنے پائے تخت کو واپس ہوجائین — اس درخواست کا نتیجہ خاطر خواہ ظہور مین آیا اور دونون سلطنتون مین صلح ہوگئي لیکن اس صلح کے پیشتر ابراھیم شاہ کامیابی کے ساتھہ بہت سي لڑائیان لڑا اور وہ ایک موقع پر اپنے دشمنون مین ایسا گھر گیا تھا کہ زندگي کي امید نہین تھي لیکن بال بال بچ گیا — جب اسکو تجربہ حاصل ہوا تو اسنے گولکنڈے کے قلعہ کي تعمیر شروع کي اور پتھر اور چونے سے اسکو خوب مضبوط بنایا اور اپنے دربار کے امیرون کو حکم دیا کہ چونکہ میرا ارادہ آئندہ ہمیشہ قلعہ ہي مین دربار کرنے کا ھے اسلئے سب لوگ اسکي حصار کے اندر اپنے اپنے محل بنائین — اس کے چند روز بعد جب کہ بادشاہ شکار کو گیا ہوا تھا تو قلعہ کي فوج نے جس مین اکثر ہندو تھے غدر کردیا — اور اندر سے دروازے بند کرلئے جب بادشاہ کو خبر ہوئي تو فوراً چلا آیا اور قلعہ کا محاصرہ کیا — جب مفسدون کو شکست ہوئي اور پائے تخت پر بادشاہ کا از سرنو قبضہ ہوگیا تو حکم دیا کہ تمام ہندوؤنکو جنہون نے سرکشي کي تھي ایک ساتھہ قتل کردیا جائے — غرض اکتیس برس سلطنت کرکے ماہ جون کي ۲ تاریخ کو سنہ ۱۵۸۰ع مین ایکاون برس کي عمر مین انتقال کرگیا — اسکي سلطنت اقبال مند اور ترقي پذیر تھي اوسکے زمانے مین بہت سي پبلک عمارتین تعمیر ہوئین جس مین حسین ساگر کا تالاب — بہت سي مسجدین بہت سے کالج — اور قلعے ہین — جو گولکنڈے کے پہاڑ کے اطراف ہین — اسنے سرور نگر کے قریب حیدرآباد کے جنوب و مشرق مین ایک بڑے قلعہ کي تعمیر شروع کي تھي — لیکن کسیقدر ساختگي کے بعد اسکو موقوف کردیا — اسکے زمانے مین گولکنڈے کے علاقے مین پارشیل اور کنات مقامات پر ہیرے کي کانون کا وجود پایا گیا تھا — اس ابراھیم شاہ کي نسبت فرشتہ اپني تاریخ مین یون بیان کرتا ھے — کہ اسکے زمانۂ سلطنت مین جو فتحیابیان ہوئین انمین سے کاسن کوٹا — راجمندری — کونڈاویر کي فتحیابیان بہت بڑی تھین — اسکي بہت سي عمارتون مین جو خیرات — پبلک

دوائر- شاہي سکونت اور عام فائدے کے لئے بنائي گئين- مرقومۃ الذیل تعمیرات مشہور و معروف ہین—

گولکنڈے کے ٹیلے کے اطراف کے قلعجات- لنگر خانۂ اثنا عشریہ- تالاب ابراہیم پٹن- حسین ساگر- دمت دروال- گولکنڈے کا کالا چبوترا اور علاوہ اسکے بہت سي مساجد و مدارس وغیرہ وغیرہ- ابراہیم قطب شاہ کے اوایل سلطنت مین تلنگانہ مصر کي طرح سے تمام دنیان کا گویا ایک بڑا مارکٹ ہوگیا تھا- ترکستان- عربستان- اور ایران کے سوداگر جو ایک مرتبہ تجارت کے لئے یہان آتے تھے- پھر انکا دل نہین چاہتا تھا- کہ دوسرے مقام پر جائین- کیونکہ یہان ہر طرح سے انکي ترغیب و تحریص کے سامان موجود تھے- اس بادشاہ کے مہمان نواز دستر خوان پر ہر روز ممالک دور دراز کي اقسام کي نعمتین پائي جاتي تھین—

ابراہیم قطب شاہ کا جائے نشین اسکا تیسرا لڑکا ابوالفتح محمد قلي نامي تھا- جس کا خانداني خطاب بادشاہ ہوتے ہي قطب شاہ ہوگیا- اسنے سنہ ۱۵۸۹ع مین گولکنڈے سے چار میل کے فاصلہ پر دریائے موسي کے کنارے شہر حیدرآباد کي تعمیر شروع کي- کیونکہ گولکنڈے مین اسقدر آبادي بڑھہ گئي تھي کہ جس کي وجہ سے وہان کي آب و ہوا مین فرق آگیا تھا- تھوڑاہي عرصہ گذرا تھا- کہ ایک بڑا شہر بنکر تیار ہوگیا- جسکا نام پہلے پہل بادشاہ کي ایک ہندو راني کے نام پر اُسکي خواہش کے مطابق بھاگ نگر رکھا گیا- لیکن اسکے انتقال کے بعد وہ نام حیدرآباد سے مبدل ہوگیا- اس بادشاہ نے بہت سے شاہي محلات مساجد- حمام اور مدرسے- اور داد محل اور علاوہ اسکے ایک دارالشفا قدیم شاہی محل کے قرب و جوار مین بنوائي کہ جسکے ایک وسیع صحن مین چارونطرف مسافرون اور بیمارون کے لئے کمرے بنے ہوئے ہین اور اسکے نزدیک ایک خوبصورت مسجد بھي ہے- حیدرآباد مین جو چار مینار کي مشہور و معروف عمارت ہے- اور اسکے نزدیک جو چار بڑي بڑي محرابین ہین وہ بھي اسي بادشاہ کي بنوائي ہوئي ہین- کہا جاتا ہے کہ اس انسان دوست اور خیر خواہِ کل بادشاہ نے اِن پبلک عمارتون کي تعمیر مین اپنے جیب خاص سے روپیہ صرف کیا تھا- ملکي آمدني کو چھوا تک نہین- اور علاوہ اسکے اسکي خاص خیرات بھي بہت بڑھي ہوئي تھي- سنہ ۱۶۰۳ع مین ایران کے شاہ عباس صفوي کا ایک ایلچي اسکي خدمت مین حاضر ہوا جسکا بڑي دھوم دھام سے اسنے خیر مقدم کیا- اس ایلچي کے ہمراہ شاہ عباس نے بہت سے قیمتي تحفے روانہ کئے تھے- چونکہ اس زمانہ مین مغول دکھن پر پیشقدمي کر رہے تھے اسلئے ایلچی موصوف کو کوئي چھہ برس تک گولکنڈے مین رہنا پڑا- اور وہ جب رخصت ہوا تو ہندوستان کي ایسي ایسي نایاب چیزین اسکے ساتھہ دین- جو حقیقت مین شاہ ایران کے تحفے کے لایق تھین- اس بادشاہ کے زمانے مین قطب شاہی سلطنت کا ستارا سمت الراس پر پہنچگیا تھا—

پھر بادشاہ انچاس برس کي عمر مین ۱۶ ڈسمبر سنہ ۱۶۲۵ع کو اس دار فانی سے راہی عالم بقا ہوگیا- چونتیس برس تک اس نے سلطنت کي- اسکے بعد اسکا بیٹا عبداللہ قاي اسکا جائے نشین ہوا- سینتالیس سال تک اسکي سلطنت رہي- اسکے بعد اسکا بیٹا ابوالحسن نامي سنہ ۱۶۷۲ع مین بادشاہ بنا- اسنے پندرہ برس تک بادشاہی کي اور پھر سنہ ۱۶۸۷ع مین قید کرلیا گیا- ان دونون آخرالذکر بادشاہون کي نسبت تاریخون مین ایسا کوئي مخصوص بیان نہین ہے جو قابل الذکر ہو- اسپر سے قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ کوئي بڑے واقعات انکے زمانے مین وقوع مین نہین آئے- سوائے مرقومۃ الذیل حوادث کے جو چند برسون مین واقع ہوئے- اور وہ یہہ کہ سنہ ۱۶۳۵ع مین شہنشاہ ہند شاہ جہان نے گولکنڈے کے بادشاہ کو اطاعت و باجگزاري کے لئے ایک فرمان بھیجا تھا- جب قاصد اس فرمان کے ساتھہ گولکنڈے پہنچا تو نہایت عزت و توقیر کے ساتھہ بادشاہ نے اس سے ملاقات کي- اور حکم دیا کہ بڑي مسجد مین شہنشاہ ہند کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور سکہ بھی اسیکے نام کا جاري ہو- گولکنڈے کي تاریخ اس زمانے سے اورنگ زیب کے ورود تک بالکل دھندلي سی ہے تحقیقی طور پر واقعات کا پتہ نہین ملتا- اِن ایام مین مغلی سلطنت کا اقتدار شمالی ہند مین کم ہوتا جاتا تھا- لیکن دکھن مین اسکی وسعت بڑھتی جاتی تھي- بِدر کا قلعہ سنہ ۱۶۵۷ع مین مفتوح ہوچکا تھا- اور دکھن کي پانچ اسلامی ریاستون مین صرف دو باقی رہ گئین تھین - ایک بیجاپور کي دوسري گولکنڈے کي- اور ان دونون سلطنتون پر باجگزاری کے لئے زبردستی کي جا رہی تھی

میرجملہ نے جو اردستان کے سادات کي اولاد مین تھا اور عبداللہ قطب شاہ کا وزیر اعظم- ایک سر زمین پر جو ۳۰۰ میل لمبی اور ۶۰ میل چوڑی تھی کرناٹک کے ہمسایہ مین بِدر کے قریب فتحیابی حاصل کي تھی- جہان سے اسکو ہیرے کے معدنون کي ایک معقول آمدني تھی اسکی دولت اور اسکا اقتدار بہت بڑھا ہوا تھا- پانچ ہزار کي فوج اسکے زیر حکومت رہتی تھی اس وجہ سے بادشاہ کو اسکی نسبت بدگماني ہوگئی تھی- اور وہ بھی بادشاہ سے اُن عطیات کو حاصل نہین کرسکتا تھا جسکی اسکو خواہش ہوتی تھی- اسلئے اسنے اورنگ زیب سے مدد چاھي- چونکہ اورنگ زیب ایسی سازشون کو چاہتا ھی تھا اس موقع کو غنیمت سمجھہ کے شاہ جہان پر دباو ڈالا- کہ میر جملہ کي درخواست منظور کي جائے- شاہ جہان بھی اپنی ان ناکامیابیون کو جو دریائے اٹک کے اس پار اسکو نصیب ہوئی تھین کامیابیون سے مبدل کرنے کا آرزومند تھا- اسلئے عبداللہ قطب شاہ کو قطعی حکم بھیجا کہ میر جملہ اور اسکے متعلقین کو کسیطرحکی تکلیف نہ دیوے- چونکہ یہہ حکم اسکی آزادی و خود مختاری مین خلل انداز تھا- اسلئے عبداللہ شاہ ایسا بگڑا کہ

فوراً میر جملہ کی تمام جاگیرات ضبط کرکے اوسکے آوارہ لڑکے
محمد امین نامی کو قید کرلیا۔حقیقت مین بادشاہ او،
میر جملہ کے درمیان شکر رنجی کا باعث یہی آوارہ اور
بدمعاش لڑکا تھا۔شاہ جہان نے جب دیکھا کہ اپنے حکم۔
کی تعمیل نہین ہوئی تو اورنگ زیب کو روانہ کیا ۔
کہ عندالضرورت ہتیار کے زور سے اسکی تعمیل کرائی جائے۔
اورنگ زیب نے اس ارادہ سے کہ اچانک بادشاہ کو پکڑ
لیوے ایک بہانہ سوچکے اسکو لکھا کہ چونکہ میرا بیٹا سلطان
محمد اپنے چچا شاہ شجاع کی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے
دکھن پر سے ہوتا ہوا بنگالہ جانے والا ہے اسلئے دکہن مین
اسکی خاطر ومدارات کی جائے تو مناسب ہوگا۔اسکی یہہ
درخواست منظور ہوئی اور بڑی دھوم دھام سے اسکی
آوبہگت کی تیاریان ہونے لگین۔اورنگ زیب نے پہلے اپنے
لڑکے کو ایک جرار فوج کے ساتہہ روانہ کیا اور اسکے پیچھے
خود آپ چلا۔لیکن عبداللہ قطب شاہ کو بہت جلد
اورنگ زیب کا یہہ مکر معلوم ہوگیا۔اسوقت اس نے
محمد امین اور اسکی مان کو قید سے رہا کردیا لیکن انکی
جاگیر بحال نہین کی۔اورنگ زیب عبداللہ شاہ کے پائے
تخت پر حملہ آور ہوا۔اور اس حملہ مین ایسی پھرتی کے
ساتہہ کارروائی کی گئی کہ قطب شاہ سے سوائے اسکے کہ
حیدرآباد سے گولکنڈے بھاگ جائے اور کچھہ بن نہ پڑی۔
اور حیدرآباد مغلون کے تصرف مین آگیا۔اورنگ زیب نے
حیدرآباد پر مسلط ہونے کے بعد اپنی ذات سے گولکنڈے پر
چڑہائی کی۔عبداللہ شاہ نے کسیقدر مقابلہ کے بعد صلح کے
نامہ و پیام بھیجے اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ وہ
تمام بقیہ خراج شہنشاہ کو ادا کرے اور محمد امین کی
جاگیرات بحال کردیوے اور اسکے ساتہہ اپنی بیٹی کی
شادی اورنگ زیب کے فرزند سلطان محمد کے ساتہہ کرنے
پر اور اسکے جہیز مین بہت سی زمین اور روپیہ دینے پر
بھی مجبور کیا گیا۔اسکے بعد میر جملہ شہنشاہ کی نذر کے لئے
بہت سے قیمتی تحفے۔جن مین مشہور کوہ نور بھی شامل
تھا اپنے ہمراہ لیکے اورنگ زیب کے ساتہہ گولکنڈے
سے دہلی روانہ ہوگیا اور مغلون کی ملازمت اختیار کرلی
جنکی ماتحتی مین وہ رفتہ رفتہ بہت بڑے درجے پر
پہنچا ہے

ٹیاورنیر نامی سیاح جو سنہ ۱۶۴۸ع مین گولکنڈے آیا ہوا
تھا اس مشہور شخص کا احوال حسب ذیل لکھتا ہے۔
میر جملہ بڑا ذہین و چالاک آدمی تھا جیسی اسکی مہارت
امور ریاست مین تھی ویسی ہی فوجی امور مین بھی اسکو
دستگاہ کامل تھی۔مجھکو کئی مرتبہ اس سے بات چیت کا
اتفاق ہوا۔مین اسکا عدل و انصاف اور اسکی پھرتی دیکھکے
حیران تھا کیونکہ ایک ہی وقت مین ایدھر وہ انصاف کرتا
جاتا تھا اور اودھر احکام نافذ کرتا جاتا تھا۔گویا اسکے نزدیک
یہہ دونون باتین ایکسان تہین۔ہم نے کچھہ تجارتی اسباب
اسکے پیش کیا تھا اسلئے سپٹمبر کی ۱۴ تاریخ سنہ ۱۶۴۸ع کو ہم
اسکے پاس گئے کہ اسکا جواب لیوین اور پھر اس سے رخصت
ہووین۔اسوقت اسنے ہم سے کہا کہ بالفعل مین چند مجرمون
کی تحقیقات مین مصروف ہون۔کیونکہ اس ملک کا قاعدہ
ہے کہ پیشتر انصاف کے قیدیون کو جیلخانہ نہین بھیجا جاتا
بلکہ فوراً انکا انصاف کرکے انہین واجبی سزائین دی جاتی
ہین جنکی فوراً تعمیل ہوتی ہے۔اگر مجرم بے قصور ہین
تو انہین رہا کردیا جاتا ہے۔چاہے کیسا ہی قصور ہو لیکن
فوراً اسکا انصاف ہونا ایک لازمی امر ہے۔اس روز تو ہم
چلے آئے اور پھر دوسرے روز یعنے ۱۵ وین تاریخ کو اسکی
خدمت مین حاضر ہوئے۔ہمین اس خیمے مین باریابی
حاصل ہوئی جہان وہ اپنے دو پیشکارون کے ساتہہ بیٹھا ہوا تہا۔
اسکی نشست اس ملک کے رواج کے مطابق تھی یعنے کہلے
پانون ویساہی فرش پر بیٹھا ہوا تھا کہ جیسے ہمارے یہان
اکثر درزی بیٹھا کرتے ہین۔بہت سے کاغذ اسکے دونون انگوٹھون
اور انگلیونکے بیچ مین تھے کبھی وہ انگوٹھون مین سے کاغذ
کھینچتا جاتا تھا اور کبھی انگلیونمین سے اور انپر احکام
لکھواتا جاتا تھا۔جب اسکے پیشکار احکام لکھہ چکتے تھے
تو وہ انہین سے پڑھواتا تھا۔اور پھر اپنے ہاتھہ سے ملفوف
و ممہور کرکے بعض پیدل قاصدونکو دیتا تھا اور بعض سوارون
کے حوالے کرتا تھا۔لیکن یہہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے
کہ تمام خطوط جو چوطرف ہندوستان مین بھیجے جاتے تھے
وہ سوارونکی نسبت پیادے بہت جلد پہنچادیتے تھے۔ہم
وہان بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ اتنے مین بعض افسرون نے
حاضر ہوکے نواب سے گذارش کی کہ ہم چند مجرم لائے
ہین جو خیمے کے باہر حاضر ہین۔نواب نے آدھے گھنٹے تک
تو اسکا کچھہ جواب ندیا کیونکہ وہ اسوقت نفاذ احکام
مین اپنے پیشکارون کے ساتہہ مصروف تھا۔لیکن اسکے بعد
یکایک ان افسرون کو قیدیون کے اندر لانے کا حکم دیا۔
جب وہ سامنے آئے تو اون کی تحقیقات کرکے اور انکی
زبان سے جرائم کا اقرار کراکے تقریباً ایک گھنٹے تک
خاموش رہا۔اور اسیطرح سے پیشکارون کے ساتہہ مصروف ۔
اس عرصہ مین دوسرے بہت سے فوجی افسر سلام کو
حاضر ہوئے اور بڑے ادب سے اوسکو تسلیم کی ۔ لیکن اوسنے
اونکے جواب مین فقط سر کو ذراسی حرکت دی ۔
مجرمون مین ایک شخص تھا جس نے ایک مکان توڑ
کے مان اور تین بچون کو قتل کردیا تھا ۔ اسکی نسبت حکم
دیا کہ اُسیوقت ہاتہہ اور پانون جدا کرکے اسکو شاہراہ
پر ڈالدیا جائے کہ تڑپ تڑپ کے جان دیوے ۔ ایک
دوسرے مجرم نے راہ زنی کی تھی فرمایا کہ اسکا پیٹ
چیر کے گھوڑے پر پھینک دیا جائے ۔ دوسرے دو نے نہین
معلوم کیا خطا کی تھی اونکے سر وہین جدا کردئے گئے ۔
جب وہ ان کامون سے فارغ ہوچکا تو ہم نے فرصت غنیمت
سمجھکے عرض کی کہ اب ہمارے لئے کیا حکم ہوتا ہے۔آیا
ہمارا مال و اسباب بادشاہ کو دکہلانے کے قابل ہے یا
نہین۔اسنے ہمین گولکنڈے جانے کا حکم دیا اور کہا کہ مین

اپنے لڑکے کو تمہارے واسطے لکھتا ہون اور میرا خط تمسے پیشتر وہان پہونچ جائیگا - اور پھر نوکرون کو حکم دیا کہ سوار گھوڑے انکے لئے حاضر کئے جائین - اور راستے مین ہر طرحسے انکي خبر گیري کي جاے —

ٹیاورنیر پھر دوبارہ سنہ ۱٦٥۲ع مین گولکنڈے آیا تہا اوسوقت ایک ولندیز جراح سے بادشاہ نے ملاقات کي تہي جس کا بیان وہ یون تحریر کرتا ہے —

کہ تین خواجہ سرا اسکو ایک کمرے مین لائے جہان سے چار ضعیف عورتین اسکو حمام مین لیگئین اور اسکے کپڑے اوتار کے خوب نہلایا اور خاصکر کے اسکے ہاتھہ اچھي طرح سے دھلوائے اور پھر اسکے جسم کو عطر سے معطر کرکے بعوض یوروپین لباس کے ملک کے رواج کے مطابق اسکو خلعت پہنایا - اسکے بعد اسکو بادشاہ کي خدمت مین لائے - اس کے پاس سونے کے چار پیالے دھرے ہوئے تہے اسنے بادشاہ کي زبان کے نیچے چار جگہہ پر فصد کہولي اور اس ہوشیاري اور چالاکي سے اپنا کام کیا کہ جب لہو کا وزن کیا گیا تو ان پیالون مین ایک قطرہ زیادہ نہین ہوا اور یہي وہ مقدار تھي جو شاہي حکیمون نے تجویز کي تھي - بادشاہ کي لڑکي اور اسکي مان نے یہہ کیفیت سني تو انہون نے بھي چاہا کہ فصد کہلوائین - حالانکہ انہین اسکي کچھہ ضرورت نہ تھي لیکن صرف اسکو دیکھنے کے لئے کیونکہ وہ ایک نہایت حسین جوان تہا - غرض پھر اسیطرح سے حمام مین لیجاکر اور کپڑے وغیرہ اُتارکر اسکو نہلایا گیا اور اسکے بعد جب وہ معطر و ملبس ہوکے زنان خانہ مین آیا تو بیگمون نے پردے سے اپنے ہاتھہ لمبے کئے اور فصد کہلوائي یہہ ولندیزي ڈاکٹر جسکا نام موسیوڈی لین تہا - گولکنڈے کے دربار مین بڑا ذي اقتدار تہا —

سنہ ۱٦٦۹ع مین شیواجي نے جو مرانٹھا ریاست کا مشہور باني تہا - آگرے سے مفرور ہونے کے بعد یہان اپنے تئین ظاہر کیا - قطب شاہي پادشاہون نے اسکو روپیہ اور فوج سے مدد دي - اور اس مدد سے اس نے بہت سے قطب شاہي قلع بیجاپور سے واپس چھین لئے - لیکن انمین سے بہت سے اپنے قبضہ مین رکھے اور باقي کے تھوڑے ان افسرون کے سپرد کئے جو اسکے مدد کو آئے ہوئے تہے (ایلیٹ اور ڈاسن کي تاریخ ہند صفحہ ۲۸٦) - خفی خان کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ اس نے عبداللہ قطب شاہ کے روبرو قسم کہائي تھي کہ اگر آپ محاصرہ کے لئے روپیہ اور لشکر سے میري مدد کرین تو مین آپ کے اُن تمام قلعون کو جو بیجاپور کي سلطنت نے چھین لئے ہین واپس لیکے آپ کے حوالے کردونگا اور تمام عمر آپکي ملازمت مین رہونگا - لیکن اسنے اپنا یہہ قول کہانتگ پورا کیا - وہ اوپر کے بیان سے ظاہر ہو رہا ہی - ٹیاورنیر سیاح عبداللہ شاہ کے بے بہا ہیرون اور بے انتہا خزانہ کي بیان مین بہت مبالغہ کے ساتھہ لکھتا ہے کہ ہندوستان مین کسي بادشاہ کے پاس ایسے قیمتي جواہرات نہین جیسے عبداللہ شاہ کے پاس ہین - ہیرے - نیلم وغیرہ - حیدرآباد مین اسوقت ویسے تراشے نہین جاتے ہین جیسے دو سو برس پیشتر تراشے جاتے تہے - جبکہ یوروپ کے اکثر ہیرے کے سوداگر انکي خریدي اور تبادلہ کے لئے اپني عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کرکے یہان آتے تہے اور فائدہ اُٹھا کے جاتے تہے لیکن برخلاف اسکے انیسوین صدی کے اخیر حصہ مین جرمن اور یہودي ہیرے کے فروخت کے لئے حیدرآباد کو لوٹنے لگ گئے تہے لیکن اب وہ زمانہ بھي گذر گیا کیونکہ اسوقت وہان ایک جدید اور تعلیم یافتہ گورنمنٹ ہونے کي وجہہ سے انکي کچھہ چل نہین سکتي - سلطان عبداللہ شاہ نے اڑتالیس برس کي سلطنت کے بعد ساٹھہ سال کي عمر مین سنہ ۱٦۷۲ع مین وفات پائي اور اسکي جگہہ اسکا بھتیجا سلطان ابوالحسن جو اسکا داماد بھي ہوتا تہا تخت سلطنت پر بیٹھا - چونکہ وہ اپني جواني مین بالکل عیش و عشرت مین مصروف تہا اسلئے امور سلطنت کي طرف اسکي توجہہ مبذول نہین ہوئي - اور کل اختیار ایک مرانٹھا برہمن مدہونا پنتھہ نامي کا تہا جو اسکا وزیر اعظم تہا - اس شخص نے سلطنت کے اچھے اچھے عہدے مسلمانون سے چھین کے ہندؤنکو دے دئے تہے جو اسکے آوردے تہے - اسپر سے مسلمان بگڑے اور اندروني معاملات مین خرابي واقع ہوئي - مدہونا پنتھہ نے جب یہہ حالت دیکھي تو گھبرایا اور سنہ ۱٦۷٦ع مین شیواجي کو اپني مدد کے لئے بلایا - وہ تو موقع تاک ہي رہا تہا فوراً ستر ہزار فوج کے ساتھہ حیدرآباد آن پہنچا - اورنگ زیب کو جو اسوقت شہنشاہ ہوچکا تہا جب شیواجي کے حیدرآباد مین آوبھگت ہونے کي خبر پہونچي تو قطب شاہ سے جنگ کرنے کے لئے فوجین روانہ کردین - بہت سی لڑائیان ہوئین لیکن ہمیشہ مدہو ناپنتھہ اسکے سپہ سالارونکو شکست دیتا رہا - جب شیواجی سنہ ۱٦۸۰ع مین مرگیا اور اسکي جگہہ پر اسکا بیٹا سمبھاجی آیا تو اسوقت اورنگ زیب نے چاہا کہ پھر گولکنڈے پر حملہ کرے لیکن اسکے بیٹے معظم اور قطب شاہ کے درمیان ایک عہد نامہ ہوچکا تہا جسکي رو سے وہ چڑہائی نہین کرسکتا تہا لیکن سنہ ۱٦۸۳ع مین معلوم ہوتا ہے کہ قطب شاہی بادشاہون نے سہواً یا عمداً اسکو خراج نہین بھیجا - اسنے خفا ہوکر سنہ ۱٦۸٦ع مین ایک بہت بڑی فوج نواب خان جہان کي سپہ سالاری مین گولکنڈے روانہ کي - بہت سی لڑائیان ہوئین لیکن خانِ جہان گولکنڈے تگ - نہین پہونچ سکا - اورنگ زیب نے شہزادہ معظم کو اسکے مدد کے لئے بھیجا اسوقت بھي اگر قطب شاہی سپہ سالار کي سازش نہین ہوتی تو شہنشاہی فوجونکی کامیابی مین اشتباہ تہا - وہ سپہ سالار جبتگ شہنشاہی مدد آ نہ چکی زمانہ سازی اور لیت و لعل کرتا رہا اور پھر اسکے آنے کے بعد اپنی فوجون کے ساتھہ حیدرآباد آنکر مغلون کے ساتھہ شامل ہوگیا - اُدھر بادشاہ گولکنڈے مین بیٹھا رہا اور اِدھر حیدرآباد تباہ و تاراج ہوتا رہا - معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد کي تباہی بالکل ہیبت ناک

تهی فوج اور رعایا کي عورتون کي سخت آبرو ریزی ہوئی۔ ہزار ہا لوگ جنہین گهوڑے میسر نہین ہوسکے اور اپنا مال و اسباب اٹها کے نہین لیجاسکے صرف اپنی عورتون اور بچون کو لیکے گولکنڈے بهاگے۔کوئی سات آٹهہ کڑوڑ روپیہ کا مال لوٹا گیا۔گلی اور کوچون مین لاکهون روپیہ کي مالیت کے جواہرات۔ نقدی۔گهوڑے اور ہاتهی وغیرہ جو بادشاہ اور امرا کے تهے پڑے ہوئے تهے۔تحقیق طور پر یہہ نہین معلوم ہوا کہ ہندو اور مسلمانون کي کتنی عورتین اور بچے گرفتار ہوئے اور کتنی اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کي عورتون کي آبرو ریزی ہوئی۔بڑے بڑے قیمتی قالین جنکا اٹها کر لیجانا دشوار تها تلوارون اور کٹاریون سے ٹکڑے ٹکڑے کردئے گئے۔اور ہرایک ٹکڑے پر لڑائی جهگڑا ہوتا رہا۔بد انتظامی اور ظلم و ستم کي کوئی حد نتهی۔ مدہونا پنتهہ اسی ہنگامہ مین مارا گیا اور بادشاہ کو مجبوری کے ساتهہ کل شرطین قبول کرنی پڑین۔غرض بیس لاکهہ روپیہ کا زر و جواہر دینے کے بعد ایک عہد نامہ ہوا لیکن وہ عہد نامہ بالکل ناپائدار تها کیونکہ اورنگ زیب کا ارادہ تها کہ جسطرح سے ہوسکے گولکنڈے اور بیجاپور کو مغلی سلطنت مین شامل کرلیوے۔سنہ ١٦٨٧ع مین جبکہ قطب شاہ نے باضابطہ طور پر اپنا رعب وداب بڑهانا چاہا تو اورنگ زیب خفا ہوگیا اور رمزو کنایہ سے کہا کہ چونکہ اب مرغا بانگ دینے لگا هے اسلئے اسکی گردن مڑوڑ نے مین دیر نہین کرنی چاہئیے۔لڑائی شروع ہوئی اور بادشاہ نہایت جوانمردی سے اٹهارہ مہینے تک قلعہ کو بچاتا رہا۔ایک موقع پر محصورین ایک کتے کے بهونکنے سے بال بال بچگئے ورنہ اسیوقت قلعہ مفتوح ہوگیا ہوتا۔بادشاہ کو جب یہہ خبر ہوئی تو اسوقت اُس کتے کے گلے مین سونے کي زنجیر ڈلوادی اور اسکو اپنے پاس رکها۔غرض اخیر مین دغا کے ساتهہ گولکنڈہ مفتوح ہوکر سنہ ١٦٨٨ع مین مغلی سلطنت مین شامل ہوگیا۔اس ملک مین ٢١ سرکارین تهین جو ٣٥٥ پرگنون مین منقسم تهین اور جس سے سالانہ ١٦٥٨٠٠٠٠ روپیہ وصول ہوتا تها۔ایک دیسی مورخ بیان کرتا هے کہ توپ کے گولون سے جو دہوان اٹهتا تها وہ ایسا تیرہ و تار تها کہ دن اور رات مین تمیز نہین ہوسکتی تهی۔شہنشاہ نے خود آپ وضو کر کے روئی کے کوئی پچاس ہزار تهیلون کے منہہ جن مین مٹی بهری ہوئی تهی سی کے انہین خندق مین ڈلوائے تاکہ انکا ایک پُل بنے اور اسپر سے فوج عبور کر کے قلعہ مین داخل ہو۔علاوہ اسکے سرنگین اوڑائی گئین۔ دہاوے کئے گئے۔اور متصل گولہ باری ہوئی۔بادشاہ کے بہت سے معاون و مددگار شہنشاہ سے جاکر مل گئے آخر جب جرأت و استقلال سے کچهہ نہ ہوسکا تو سازشون سے کام لیا گیا۔سرنگ اور دہاوؤن سے کچهہ چل نہ سکی تو روپیہ اور اقرارون سے مطلب نکالا گیا۔گولکنڈے کے تمام امرا ایک کے بعد ایک دشمن سے ملتے چلے گئے حتیٰ کہ سوائی دو کے اور کوئی بادشاہ کے پاس باقی نہ رہا۔لیکن ان دونون مین بهی ایک مُرتشی تها۔جو ایک پهاٹک کي چوکي پر معین تها اور اسنے رشوت لیکے پهاٹک کهولدیا۔ مغلون کي فوج فتح کے نعرے مارتي ہوئي قلعہ مین دہس پڑی۔جب بادشاہ نے یہہ آواز سنی تو سمجهہ گیا کہ یہہ آخری وقت هے۔اب کچهہ نہین ہوسکتا۔فوراً حرم سرا مین گیا اور وہان سبکی دلدہی کر کے اور سب سے قصور معاف کروا کے دربار کے کمرے مین آنکر اپنے فاتح مہمانون کا منتظر بیٹهارہا ایسے مین اسکے کهانے کا وقت آن پہونچا اسنے مغلون کي فتحمندی کي کچهہ پروا نکر کے ماحاصر نوش کیا۔جب اورنگ زیب کے افسر وہان آئے تو اسنے شاہانہ رعب و داب سے انہین سلام کرکے خوش خُلقی کے ساتهہ انسے ملاقات کي۔پهر اپنے گهوڑے پر سوار ہوکے انکے ساتهہ شہزادہ اعظم کے پاس چلا آیا اور شہزادہ نے اسکو اورنگ زیب کي خدمت مین پیش کیا۔ اورنگ زیب نے متانت و خوش اخلاقی کا اس سے ویساهی برتاؤ کر کے جیسے بادشاہ بادشاہ سے کرتے ہین۔گولکنڈے کے ڈفنس مین اسکی بہادری کي تعریف کي اور کہا کہ یہہ بہادری پیشتر کي عیاشی کي معاوضہ ہوگئی۔قطب شاہ دولت آباد کے قلعہ کو دستگیر کر کے بهجدیا گیا جہان وہ چودہ برس کي قید کے بعد سنہ ١٧٠١ع مین انتقال کر گیا اسکي قبر وہان سید راے الرویا کے روضہ کے پاس هے اور اوسکا نامکمل روضہ جو گولکنڈے مین هے اور جسے اپنے زوال کے پیشتر بنا رہا تها ابتک موجود هے۔

ابوالحسن ایک ہر دل عزیز بادشاہ تها۔اور ابتک اسکی جوانمردی اور اسکی نیکیون کي حکایتین دکهن مین زبان زد خلایق ہین۔شہنشاہ اورنگ زیب نے فوراً بیجاپور اور گولکنڈے پر اپنا قبضہ و تسلط کرلیا اسوقت سے گولکنڈہ عملی طور پر حیدرآباد کے ماتحت ہوگیا اور اسکا تمام جاہ و حشم مفقود۔

بنجارے دروازہ — گولکنڈہ

قلعۂ گول‌کنڈہ

گولکنڈے کا مشہور قلعہ حیدرآباد کے جنوب و مغرب میں کوئي چھہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے - ہر ایک طالب العلم جسکو تاریخ کا شوق ہے - جانتا ہے کہ وہ ہیرے کي کان کا مرکز ہونے کي وجہہ سے تمام دنیا میں مشہور و معروف تہا - مارکو پولو نامي ایک شخص اسکي نسبت بیان کرتا ہے - کہ عمدہ ہیرے اور دوسرے قیمتي جواہر اور بڑے بڑے موتي کوس اعظم اور دوسرے بادشاہون اور شاہزادون کے پاس لیجائے جاتے ہین - حقیقت مین اون کے پاس تمام دنیا کے جواہرات ہین - اس سڑک پر سے جو حیدرآباد سے گولکنڈے جاتي ہے یہہ منہدم قلعہ جس کي فصیل پر برج بنے ہوئے ہین کچہہ کچہہ نظر آتا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم مین دکہن مین جو حکام گذرے ہین وہ سلطنت کے پایہ تخت کیلئے اراضي کے انتخاب مین بڑي دور اندیشي سے کام لیتے تہے - کیونکہ یہہ قلعہ ایک جدا ٹیلے پر جو زمین سے ۴۰۰ فیٹ بلند ہے اور جہان سے اطراف و جوانب کا تمام ملک صاف دکہلائي دیتا ہے - بنوایا ہے - اسکے ایک میل شمال مین ایک چھوٹا سا ٹیلہ اور ایک قلعہ ہے - اوسکے اطراف نظام اول نے ایک دیوار بنوائي ہے اور وہ اسلئے کہ مکر و فریب سے کوئي قلعہ مین داخل نہوسکے

گولکنڈیکے قلعہ کي دیوارین تمام پتھر کي ہین اور گردے مین تین میل سے زیادہ - جب کوئي قلعہ کے نزدیک جاتا ہے تو اسکو ایک ویرانہ دکہلائي دیتا ہے اور اسکي گذشتہ شان و شوکت کا اظہار کرتا ہے - اسي فصیلونکے زاویہ پر اٹھیاسي بروج ہین جہان ابتک قطب شاہي توپون کے نمونہ نظر آرہے ہین ان مین بہتونکي شگافین اوڑي ہوئي ہین اور بہتون مین میخین ہین - جو اورنگ زیب نے سنہ ۱۶۸۷ع مین قلعہ کو فتح کرنے کے وقت انمین ٹہونکي ہین - بروج کي شکلین نصف دائرہ کي ہین اور بڑے بڑے پتھرون کے بنے ہوئے - انمین سے بعض ایک ٹن سے بھي زیادہ سنگین ہین - اس قلعہ کو پہلے آٹھہ دروازے تہے - لیکن اب صرف چار دروازے - یعنے مکہ دروازہ - جمالي دروازہ - بنجارہ دروازہ اور فتح دروازہ - مستعمل ہین - اس آخرالذکر دروازے کا نام فتح دروازہ ہونے کي وجہہ یہہ ہے کہ اورنگ زیب کے فرزند شہزادہ محمد معظم اسي دروازے سے اپني فوج کے ساتھہ قلعہ مین گُھسا تھا - گولکنڈے کے اطراف جو خندق ہے وہ کوڑے کرکٹ سے بھري ہوئي ہے

جب حسین ساگر کے تالاب سے آتے ہین تو جمالي دروازے سے اس قلعہ مین جایا جاتا ہے اسکے دروازے ساگوان کے ہین اور انمین تیز میخین لگي ہوئي ہین تاکہ جنگي ہاتھي اسکو نقصان نہ پہونچا سکین - اسکے بائین طرف ایک چھوٹي سي گلي کے اخیر مین ایک بڑا میدان ہے - جہان گولکنڈے کي آرٹیلري کي قواعد ہوا کرتي ہے - اس دروازے کے داہنے طرف کئي سو توپون کے قدیم گولون کے انبار ہین جو پتھر سے تراشے ہوئے ہین اور اوسطرح سے بڑے ہین کہ جیسے اورنگ زیب کے بہادر سپاہي انہین چھوڑکر گئے تہے اور انمین بعض گولون کے ڈھیر دیوار پر بھي

محل خاص - نو محل گولکنڈہ

دہالی دروازہ

لگے ہوئے ہین۔ جو ہر وقت کام آسکتے ہین اور علی ہذالقیاس بہت سی توپین بہی پڑی ہین جس سے اکثر مکانون کی مہریان بنائی جاتی ہین فتح دروازے سے پاؤ میل پر سیدھی طرف ایک سڑک ہے جو نو محل کو جاتی ہے — پہر نو محل نو عمارتین ہین — اور انکے آگے ایک باغون کا سلسلہ ہے جن مین سے گذر کے ان عمارتون مین سے جایا جاتا ہے — پہر بہت قدیم عمارتین ہین — انکے دیکہنے سے نظام اول کے
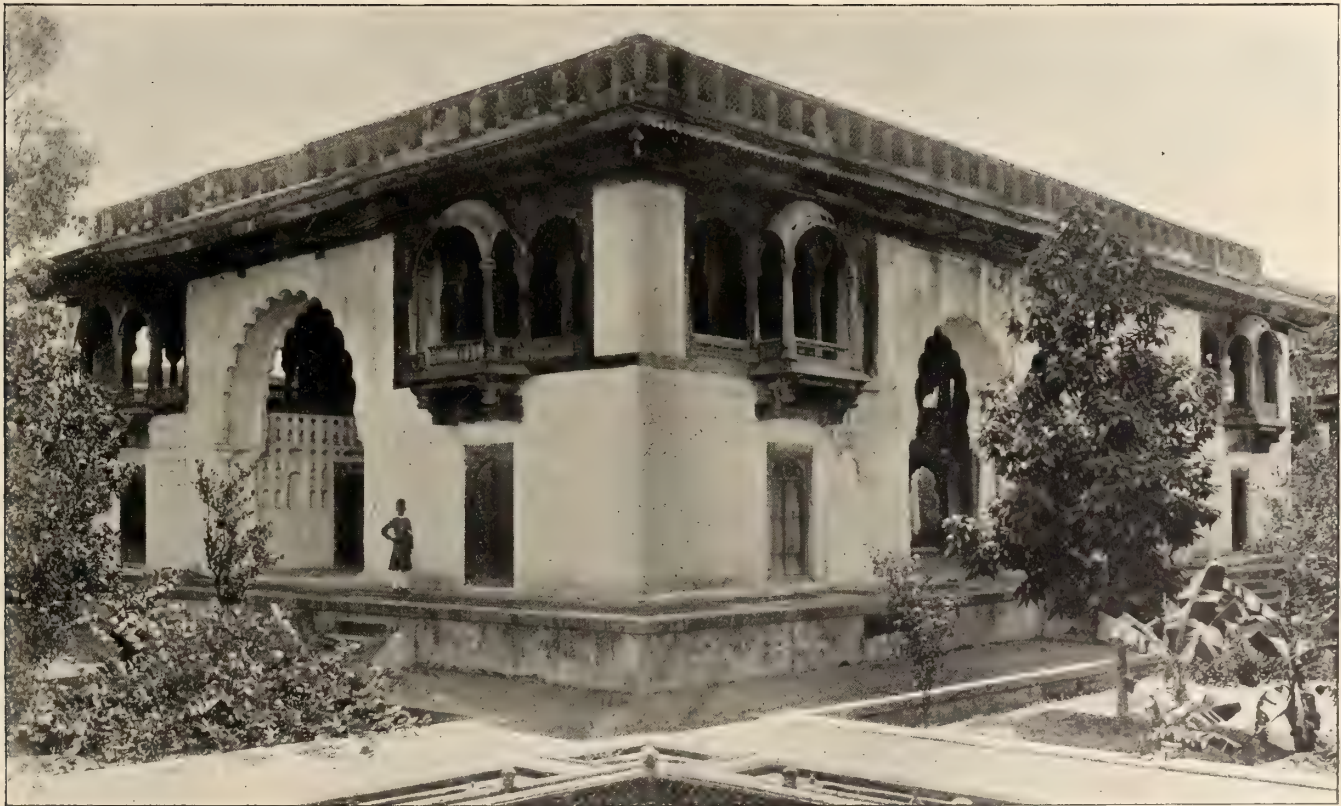
جمعہ مسجد کا پہاٹک

زمانے کے طرز تعمیر بخوبی معلوم ہوتی ہے — اکثر مکانات نواب نظام علیخان بہادر اول کے بنائے ہوئے ہین — یہانکا نظارہ بڑا دلچسپ ہے — پہر مکانات بالفعل خالی پڑے ہوئے ہین انکے وسیع اور گہماؤ دالان آہٹ اور لوگونکی آواز سے گونج اوٹہتے ہین — یہان کے باغات جو ایک ویرانہ مین واقع ہین اپنی مصفا سڑکون — اپنے خوشنما جہاڑون اور اپنے اقسام کے پہولون سے سیر کرنے والون کے دلکو شگفتہ کردیتے ہین — جب

قلعہ اور شہر پناہ — گولکنڈہ

قديم توپ - قلعهٔ گولکنڈہ

حضور نظام گولکنڈے تشریف لیجاتے ہین تو ان باغونکی رونق ہي اور ہوجاتي ھے - بعوض قدامت کے ان پر جدت برسنے لگتي ھے - اکثر دربار یہین ہوا کرتے ہین - قدیم زمانہ مین ان شاھي عمارتون کے آس پاس ایک بلند دیوار تھي - اور اس مین مضبوط دروازے لگے ہوئے تھے - جیسے کہ قلعہ کے اور مکانون مین ہین - قلعہ کي بڑي سڑک پر اور اسکے پھاٹک کے بالکل قریب سیدھي طرف کو جمعہ مسجد ھے - یہہ مسجد ایک خوبصورت عمارت ھے جسکي چھت کے نیچے پندرہ فیٹ بلند کمانون کي قطارین ہین - اسکا فرش تمام سنگ مرمر کا ھے - اور اسکے دروازے پر ایک گمند ھے - لیکن اسکا دروازہ ہندواني وضع کا ھے اس سے معلوم ہوتا ھے کہ شاید کسي زمانہ مین یہان ہندوؤنکا مندر تھا - اور ہو بھي تو کوئي تعجب نہین کیونکہ قدیم مسلمان حملہ آورون کي عادت تھي کہ وہ اکثر ہندوؤن کے مندرون کو توڑکے وہین پر مسجدین بنا دیتے تھے - جیسے اور بہت سے مقامات پر پایا جاتا ھے - اس جمعہ مسجد کے دروازے پر ایک عربي کتبہ ہی جس مین کندہ کیا ہوا ھے - کہ یہہ مسجد سنہ ۹۷۷ ہ (سنہ ۱۵۸۹ عیسوي) مین ابراہیم قطب شاہ نے بنوائي ھے - بہر حال یہہ ایک ہندوؤن کے مندر کي جگہہ معلوم ہوتي ھے - قلعہ کے اندر کي سڑکین نہایت صاف ہین - اور کسیقدر گُہماؤ اور ان پر سے دلچسپ چیزین نظر آرہي ہین - مثلاً منہدم دیوارین اور عمارتین جنمین کیدھر ادھر موجود طرز کي آراستہ دکانین چھپر پوش مکانون مین لگی ہوئي ہین اس قلعہ کے کہنڈرن مین جنگلی بکرے ادھر سے ادھر کرتے پھاندتے اور گہاس پات کہاتے ہوئے پھرتے ہین اکثر جگہہ قدیم زمانہ کي توپین پڑی ہوئی ہین - اور موقع پر موقع بہت سے مسجدین ہین جنمین بعض تو بالکل ویران ہین اور بعض اچھی حالت مین - گولکنڈے کي بریگیڈ کے سولجر قلعہ مین اس زمین پر انگریزی الفاظ مین قواعد کرتے ہین جہان بہت سي خونریز لڑائیان ہوچکی ہین - غرض ایسي بہت چیزین ہین جو وہان جانے سے پیش نظر ہوتی ہین - اس قلعہ مین جانے کي ایک چوڑی سڑک ھے - جسکے دو طرفہ رہنے کے مکانات اور دوکانین وغیرہ ہین - گولکنڈہ کے اس حصہ مین ابتک وهی لوگ آباد ہین کہ قدیم زمانہ مین جنکے آبا و اجداد یہان بستے تھے - یہان کے ٹیلہ کے اطراف ایک بہت اونچی اور مضبوط دیوار ھے جیسے پہلے بیان کیا گیا - اور ایک دروازہ ھے جسکو بالا حصار پھاٹک کہتے ہین - یہہ دروازہ بہ نسبت قلعہ کے دوسرے دروازون کے بہت بڑا ھے - اورحال ہي مین اسکی مرمت کئی گئی ھے - اس دروازے اور نیز اوسکی بازو کي دیوارون مین گریفن اور شیرببر اور دوسرے اقسام کے جانورون کے

شاہی محل کے کھنڈر - گولکنڈہ

تصویرین کندہ ہین — جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ اصل مین ہندوانی عمارت ہے — علاوہ اسکے قلعہ کے اور مقامات پر بھی دیوارون مین ایسی ہی تصویرین ہین — قلعہ مین داخل ہونے کے بعد بائین طرف کو ایک تین منزلہ کا پتھر کا مکان ہے — جسکو سلاح خانہ کہتے ہین — اس مکان مین کسی زمانہ مین ہتھیار رکھے جاتے تھے — اور سیدھی طرف کو اون چوکیون کے کھنڈر ہین — جہان قطب شاہی بادشاہون کی قلعہ کی فوج رہتی تھی — ان چوکیون کے مکانات پست تھے جو ٹیلے کے اوپر تنگ بنے ہوئے تھے — ان کی کمانین اسوقت تقریباً تمام بند کردی گئی ہین — غرض ان کمانون مین سے گذرنے کے بعد قلعہ کی چڑھائی شروع ہوتی ہے — اسکے لئے چوڑی چوڑی سیڑھیان ہین جو نیچے سے اوپر تنگ گئی ہوئین ہین — جن لوگون کو ان سیڑھیون پر چڑھنے کی عادت نہین — وہ بالکل تھک جاتے ہین لیکن انکے دم لینے کے لئے تھوڑی تھوڑی فاصلہ پر چبوترے ہین — ان سیڑھیون پر سے اوپر چڑھنے کے بعد بائین ہاتھ پر ایک اودھا کنوان ملتا ہے — جو غالباً قلعہ کی فوج کے پانی پینے کے لئے کھودا گیا ہوگا — اس سے آگے بڑھکے ایک لمبا سا پتھر کا چبوترا ہے — جس کی سامون مین مربع سوراخ کئے ہوے ہین — ان سوراخون مین سے زمین کے تلے ایک بہت وسیع راستہ نظر آتا ہے — جو سیدھا ٹیلے کے وسط کو جس پر قلعہ بنا ہوا گیا ہے — اس چبوترے کے سامنے عنبر خانہ کے کھنڈرات ہین — یہہ عنبر خانہ وہ مکان ہے جہان گولکنڈے کے بادشاہون کا مشہور و معروف خزانہ رکھا جاتا تھا — اس مکان کے دروازے کے سامنے ایک پتھر کی چٹان پر فارسی مین لکھا ہوا ہے — کہ یہہ عمارت عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ مین — سنہ ١٠٥٢ (سنہ ١٦٤٢ ع) مین قلعہ کے حاکم نے بنوائی ہے — لیکن جو اسپر گنبد ہے وہ غالباً کئی سو برس پیشتر کا ہوگا — ان دیوارون کی اخیر قطار ہے جو قلعہ کو گھیرے ہوے ہے یہہ قطار ایسی مضبوط ہے کہ جیسی ابھی بنی ہوئی — حالانکہ اسکو کئی سو برس گذر گئے اسکے ذرا پرے ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو غالباً ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ کی بنی ہوئی ہے لیکن اسپر کوئی کتبہ نہین — اس ٹیلے کی چوٹی پر قلعہ کا بادشاہی حصہ ہے جس مین داخل ہونے کے بعد ایک
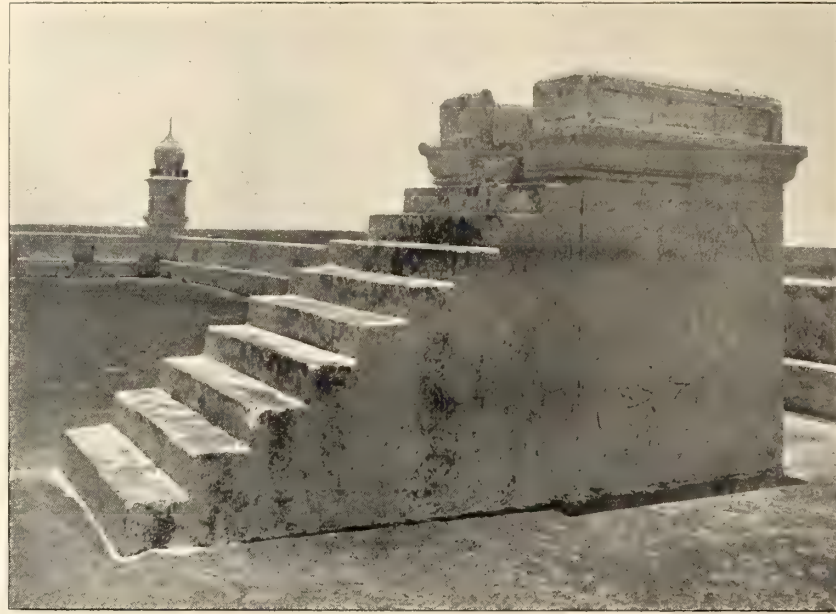
تخت شاہی — سقف محل — گولکنڈہ

قلعہ اور شہرپناہ — گولکنڈہ

سلاح خانہ ـ گولکنڈہ

عنبر خانہ کا راستہ ـ گولکنڈہ

صحن ملتا هے اور پهر ایک چهوٹا سا دروازه ـ غرض اندر جانے کے بعد شاهي محل کے کهنڈر نظر آتے هین ـ ان کهنڈرون کے سیدهي طرف اور اوپر جانیکي سیڑهیان هین جس پر زمین سے کسي قدر بلند بهت سي توپین دهري هین ـ اور بائین طرف ایک کمرا هے ـ جو پتهر کي چٹان مین کهدا هوا هے اس کمرے مین ایک ضعیف هندو فقیر رهتا هے جس کو ان فقیرون کي ولدیت کا دعوی هے ـ جو سیکڑون برس پیشتر هندو راجاؤن کے زمانے مین اسي کمرے مین رهتے تهے ـ لیکن تعجب یهه هے کہ مسلمان بادشاهون نے جو هندؤن کے بعد اس قلع پر قابض و متصرف هوے کیونکر هندوؤنکا یهان رهنا گوارا کیا ـ اس

قلع مین اور آگے بڑهکے مسلمانون کي ایک زیارت گاه اور بهت سي توپین هین ـ غرض یهان کي شاهی عمارتون ـ وسیع صحنون ـ مضبوط دیوارون اور بلند کمانون کے کهنڈر قدیم جاه و جلال کا پتا دے رهے هین ـ اور انکے مالکون کي عظمت و شان کو ظاهر کررهے هین ـ یهان ایک قدیم چبوترا هے جسپر یهان کے بادشاه عدل و انصاف کے لئے بیٹها کرتے تهے ـ اسوقت چبوترا بهت آراسته تها ـ لیکن اب ویران پڑا هوا هے ـ اور اس ویراني کي حالت مین بهي وه اپنے قدیم شان و شوکت کو ظاهر کئے بغیر نهین رهتا ـ شاهي محل کے ایک کونے مین ایک چهوٹا سا دروازه هے جسکي نسبت کها جاتا

عنبر خانہ ـ گولکنڈہ

قلعہ پر سے نظارہ ـ گولکنڈہ

قلعہ پر سے نظارۂ گولکنڈہ

ھے-کہ یہہ اس زمین کے نیچے کے راستہ سے ملا ہوا ھے جو یہان سے پانچ میل کے فاصلہ پر گوشہ محل تک گیا ہوا ھے-لیکن اسکي تحقیقات کو جي نہین چاہتا-اس شاہی محل کے مغرب مین ایک پتہر کي سیڑھي ھے جو کوٹھے پر لیجاتي ھے اور اسکے جنوب مین دو بڑے بڑے دالان ہین انمین سے ایک دالان کي دیوار مین ایک چھوٹا سا زینہ ھے جو قلعہ کي چوٹي پر جاتا ھے اس چوٹي پر ایک پتھر کا اُنچا سا تخت ھے جسکو دس زینے لگے ہوئے ہین-اس سے بڑھکر اس قلعہ مین کوئي اونچي جگہہ نہین-یہان سے دور دور تک نگاہ جاتی ھے اور یہہ خیال آتا ھے کہ جب یہانکے بادشاہ اس بلند مقام پر سے اطراف و جوانب کو دیکھکے یہہ کہتے ہونگے کہ ہم ہین مالک ان تمام چیزون کے جو یہان سے ہمکو نظر آرھي ہین-انکي دل کي کیا کیفیت ہوتي ہوگي اور طبیعت کیسي باغ باغ ہوتي ہوگي-غرض یہان سے اطراف و جوانب مین کوئي تیس میل کے فاصلہ تک برابر نظر آتا ھے اور اوپر چڑھنے کي تکلیف کا خوب معاوضہ مل جاتا ھے یہان سے مغرب کے وقت جبکہ ہوا صاف ہوتي ھے تو بہونگر کے قدیم قلعہ کي دہندلی سی شکل-شمال و مشرق مین کوئي پینتیس میل کے فاصلہ پر ایک بیضاوی شکل مین زمین سے اوٹھي ہوئي دکہلائي دیتي ھے-مشرق مین شہر حیدرآباد کے گنبد و مینار وغیرہ-سیدھي طرف میر عالم کا تالاب اور اس سے پرے ایک ٹیلہ پر فلک نما کے برج-شمال و مشرق حسین ساگر کا خوشنما تالاب اور اس سے اودھر سکندرآباد کا کنٹونمنٹ اور تریملگھیرٹب کے ٹیلے پر سفید براکس-انکے سیدھي طرف مولا علي کا پہاڑ جسکے دامن مین حضور نظام کا باغیچہ اور شاہي محل ھے جہان وہ اکثر موسم گرما مین جایا کرتے ہین-حسین ساگر کے تالاب کے قریب جنوب مین نیا سیف آباد اور اسکے پہلو مین چدر گہاٹ جس مین انگریزی رزیڈنسي واقع ھے صاف نظر آتا ھے-قلعہ کے نیچے مشہور اس قطب شاہي پائے تخت کے کہنڈر ہین جسکے استحکام نے اورنگ زیب کو آٹھہ مہینے تک قریب آنے نہین دیا اور اگر سازش نہ ہوتي تو اورنگ زیب کبھي اس مین داخل ہي ہونے نہ پاتا-غرض اسکے نیچے کے قلعہ مین حضور نظام کے ہرن اور بارہ سنگھے وغیرہ کا رمنا ھے-اسکے مغرب مین ایک میل پر بیگماتي اور تارامتي کي بارہ دري اور مسجد ھے یہہ بیگماتي وھي بیگم ھے کہ جسکے نام پر پہلے پہل حیدرآباد کا نام بھاگ نگر رکہا گیا تھا-اور تارامتي محمد قلي بادشاہ کي جسنے ۱۵۸۰ع سے ۱۶۲۵ تک سلطنت کي-ایک حرم کا نام ھے-ان عمارتون کے کتبون مین فقط یہي کندہ ھے کہ جنہون نے انہین تعمیر کیا وہ سنہ ۱۰۳۵ھ (سنہ ۱۶۲۵ع) مین انتقال کرگئے-قلعہ کي دیوار کے باہر شمال و مغرب مین تمام قطب شاہي بادشاہون کے مقبرے ہین الا ابوالحسن کے جو اورنگ زیب کي قید مین دولت آباد مین گذر گیا-تقریبا اس قلعہ کے چارون طرف پتھر کي اونچي اونچي چٹانین ہین جن مین بعض ایسي ہموار ہین کہ ان پر قلعہ کا دہوکا ہوتا ھے اسکے شمال مین بڑے بڑے سیاہ پتھر کے تہلے ایسے ایک دوسرے پر واقع ہین کہ جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ھے کہ یہہ انسانون کے ہاتھہ کا کام ھے-سب کے اوپر جو چٹان ھے وہ سب سے زیادہ بڑي ھے اور ظاہر ہوتا ھے کہ ذراسي حرکت سے وہ ایکدم اپنے ساتھہ کي تمام چٹانون سمیت نیچے آرھے-یہان کے دیسیون کا اعتقاد ھے کہ خدائتعالی جب زمین کو بنا چکا تو اسکا بچا ہوا مسالہ دکہن مین پتھر کي چٹانون کي شکل مین پہینکدیا لیکن دیوتاون نے اپني تفریح طبع کے لئے خوبصورتي کے ساتھہ انہین ایک پر ایک جما دیا ھے ان مین سے جو پہونچال سے محفوظ رہے ہین وہ ابتک اسي طرح سے قایم ہین اور دوسرے تتربتر ہوگئے ہین

قلعہ مین مغرب کي رخ پر جو راستہ ھے اسکے دونون طرف شاہی محلات مساجد اور قطب شاہی اور نیز گذشتہ نظامون امرا و ملازمین کے مکانات کے بڑے بڑے کہنڈر نظر آتے ہین-لیکن بہت سے باغات ابتک اسی حالت مین ہین کہ جیسے پہلے لگائے گئے تھے-اور بائین طرف کسیقدر بلندی پر ایک چھوٹا سا شاہی محل واقع ھے لیکن اب اسکو موجود طرز پر تبدیل کرکے اسمین گولکنڈے کے افسر رھتے ہین-اسکے نزدیک امپیریل سروس ٹروپ کي مصفا لائین ہین اور اسکے کوئی پاومیل کے فاصلہ پر ایک بڑاسا پتھر کا حوض ھے جسکو سنہ ۱۵۶۰ع مین ابراہیم قطب شاہ نے بنوایا تھا-اس حوض مین-پاني اسوقت ایک چشمہ سے جو کسیقدر فاصلہ پر ھے نلون کے ذریعہ سے لایا جاتا تھا یہہ نل اب شکستہ ہوگئے ہین اور حوض خشک پڑا ھے-اوسکے قریب کي جگہہ پر بہت سے کہنڈر ہین لیکن کسی زمانہ مین یہان کي زمین في مربع گز بیس روپیہ سے فروخت ہوئی ھے-نظام حال شاذ و نادر ہی گولکنڈے جایا کرتے ہین لیکن جب جاتے ہین تو نو محل مین قیام فرماتے ہین-

کسی زمانہ مین گولکنڈہ ہیرے کي معادن کي وجہ سے تمام دنیا مین مشہور و معروف تھا-لیکن کہا جاتا ہے کہ ہیرا وہان نہین نکلتا تھا-بلکہ وہ مقام پارشیال سے جو ملک نظام کي مشرقي سرحد پر واقع ھے آتا تھا اور گولکنڈے مین فقط تراشا جاتا تھا-گولکنڈے مین ابتک تین ہزار فوجون کا گیریسن رہتا ہے-اور یہہ گیریسن نواب افسرالدولہ بہادر-سی-آئی-ای کے زیر حکم ہے جو حضور نظام کے ایڈیکامپ ہین-انہین نے اس گیریسن کي حالت درست کرکے اسکو عمدہ بنایا ہے-یہان جو فوجین ہین اونکی تفصیل یہہ ہے-حیدرآباد امپیریل سروس ٹروپ کي دوسري لانسرس-حضور نظام کي گولکنڈہ لانسرس-گولکنڈہ انفنٹري-گولکنڈہ آرٹیلري-نواب افسرالدولہ بہادر جیسی فنون جنگ مین مہارت رکھتے ہین ویسی ہی صلح کے وقت ایک اعلي مدبر بہی ہین-چنانچہ انہین کي تدبیر سے قلعہ کي چار دیواري مین عمدہ عمدہ شال-مٹی کے برتن اور دوسري تجارتی اشیا بہت اچہی تیار ہوتی ہے-شال بافون کو انہون نے کشمیر سے بلوایا ہے-

مذکور قلعہ کا بنجارا دروازہ جو بڑے دروازون مین سے ایک ہے کوئی پچاس قدم اونچا ہے اور تمام پتھر کا بنا ہوا-جس مین گریفن اور شیر ببر کي تصویرین کندہ ہین دروازے کے دونون طرف پہرے کے چوکیان ہین-اوسکے بڑے بڑے دونون پٹ ساگوان کے ہین اور اونپر لوہے کا خوش نما نقش و نگار ہے اور دوسرے دروازون کي طرح سے اسپر بہی لوہے کي تیز میخین ہین-علاوہ اسکے اندروني اور بیروني دروازے ہین جن پر ویساہی نقش و نگار اور ویسي ہی میخین ہین-اور یہہ اسواسطے کہ جنگی ہاتھیون سے محفوظ رہے-جیسا پہلے بیان کیا گیا-في الحال اس قدیم قلعہ کو دیکھنے کے لئے اجازت کي ضرورت ہے-

گولکنڈے کے مقابر

گولکنڈے کے گذشتہ پادشاہون کي یہہ یادگارین نہایت دلچسپ و قابل دید ہین - انکي عظمت انکا جاہ و جلال ان کي تعمیر کي تاریخ انکے بانیون کي قبرین انکي محفوظ لوحین اور کتبے - اور انکي گولکنڈے کے عظیم الشان قلعہ سے نزدیکي دیکہنے والون کے دلونپر چاہے وہ کیسے ہی سنگین دل کیون نہون اثر کئے بغیر نہین رہتی اور عالمان آثار قدیم کے لئے تو وہ ایک نہایت دلچسپی کا ماخذ ہین - یہ مقبرے بایکدیگر قریب ہین اور بلند چبوترون پر واقع - انکے اطراف جو باغات ہین انمین اب موسم گرما مین اقسام کے جہاڑ اوگتے ہین - یہ مقبرے شمال و مغرب مین قلعہ کي دیوار کے باہر دیوار سے لگے ہوے ہین - ان مقبرون کو سیف آباد سے ایک راستہ چکر کہاکر گیا ہوا ہے - بارش کے موسم مین یہ راستہ تمام نہایت خوش آیند ہریاول سے بہرا رہتا ہے -

زمانہ اور برشکال دونون نے قدرتی طور پر ان مقبرون کي صورت مین تبدل پیدا کردیا ہے اور علاوہ اسکے سنگدل لوگون نے بہی اسکو کچہہ کم نقصان نہین پہونچایا - گر انکی دیوارین مضبوط نہوتین تو وہ کب کے منہدم ہوگئے ہوتے - یہ مقبرے تین پہر کي دہوپ مین دور سے مثل ایک شہر کے جو سفید سنگ مرمر سے بنا ہوا ہو نظر آتے ہین - ہنٹر کہتا ہے کہ لوگون کا قول ہے کہ بعض مقبرون پر ۱٫۵۰٫۰۰۰ پاونڈ صرف ہوے ہین اگر یہ قول سچ ہے تو واقعی وہ اس سے زیادہ عزت و توقیر کے مستحق ہین جو بیرحم سیاحون سے انکي نسبت ظہور مین آتی ہے - یہ مقبرے ایک دوسرے سے بہت مشابہت رکہتے ہین

اور جدا جدا مربع چبوترون پر واقع - جنکے چارونطرف کماندار دیوارین اور دیوارون سے لگی ہوئی سیڑہیان - انکي مسطح چہت کے چارون کونون پر چار مینار ہین - یہ مقبرے بہی مثل چبوترون کے مربع ہین اور چبوترون سے کوئی تیس سے پچاس فیٹ تک کمانون پر اونچے ہین اونکے اوپر ستونون کي قطار ہے - اور پہلوؤنمین چہوٹے چہوٹے مینار - اُن کے اوپر خوشنما گنبد ہین جو قابل دید ہین - یہ مقبرے تمام خاکستری رنگ کے سنگ مرمر سے بنے ہوئے ہین - لیکن انمین کہین کہین چونے کي استرکاري ہے اور کہین کہین اقسام کے رنگون کي لوحین - یہ رنگ ابتک ویسے ہی ہین جیسے ابتدا مین تہے - ان لوحون پر

شاہون کے مقبرے

مقبرۂ محمد ولی قطب شاہ

کلام مجید کی آیتین لکہی وئی ہین۔ابتدا مین ان مقبرون کے ساتہ ایک ایک مسجد بنی ہوئی تہی۔جسکے اوقاف کی آمدنی سے علاوہ ملاؤن کے وہان کے پناہ گزیدون اور غربا کی بہی پرورش ہوا کرتی تہی—

اورنگ زیب نے جب گولکنڈے کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو اسکے افسر ان مقبرون مین ٹہرے ہوئے تہے۔ اسکی توپون کی آگ نے ان مین سے بہتون کو نقصان پہونچایا ہے۔اگرچہ اسکا اثر اب بالکل محو ہوگیا ہے۔لیکن بیرحم ہاتہہ جو عمدہ چیزین انمین سے نکال لیگئے انکا معاوضہ نہوسکا۔ یہہ مقبرے ہر سال زوال پذیر ہوتے ہوتے قریب الانہدام ہوگئے تہے۔اونکے باغچے جہاڑیون سے بہر گئے تہے۔اور ان جہاڑیون مین سے حساب سانپ پیدا ہوگئے تہے۔لیکن جب سر سالارجنگ اول مدارالمہام ہوے تو گذشتہ پادشاہون کے ان عظیم الشان مقبرون کی طرف انکی توجہ مبذول ہوئی۔ اور انکی مرمت شروع کی۔ جو ابتک گورنمنٹ کیطرف سے برابر جاری ہے۔اُس دیوار کے باہر جو سر سالارجنگ نے بعض قبرون کے اطراف بنوائی شمال کے جانب چنتہے بادشاہ سلطان قلی قطب شاہ کا مقبرہ ہے۔جس مین ایک سیاہ پتہر کی قبر ہے اور اس قبر پر پانچ لوحین معہ آیات قرآنی کے ہین۔ اونکی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ موصوف ۲۶ شوال سنہ ۱۰۲۳ھ کو تولد ۱۴ جمادی الاولی سنہ ۱۰۳۴ھ کو تخت نشین اور ۴ محرم سنہ ۱۰۸۳ (۱۶۷۲ع) کو فوت ہوا تہا۔اوسکے مربع چبوترون کے ہر ایک کونے پر ایک ایک مینار ہے اور میناروں کے کگر نہایت خوشنما تراشے ہوے ہے —

اوسکے شمال و مغرب مین ایک چہوٹی سی مسجد ہے جو اس مقبرے کے بائین طرف واقع ہے۔اور جو احاطہ کہ مقبرے کو گہیرے ہوے ہے اسکے دروازے کے قریب راستہ کے بائین طرف ایک ناتمام مقبرہ ہے جسکا بالائی نصف گنبد ناپید ہوگیا ہے۔یہ مقبرہ سلطان ابوالحسن مشہور تاناشاہ نے بنوایا تہا کہ تا آپ اس مین دفن ہو۔ لیکن سنہ ۱۶۸۷ مین اورنگ زیب کے ہاتہون گرفتار اور دولت آباد مین قید ہوکر سنہ ۱۷۰۱ مین وہین انتقال کرگیا۔ اوسکی قبر دولت آباد کے قریب روضہ مین ہے مذکور احاطہ کی دیوار بارہ فیٹ اونچی ہے اور اسکے اندر جانیکا راستہ ہے۔دیوار کے اندر بائین طرف ایک گنبد دار مقبرہ ہے۔کوئی ۶۰ فیٹ بلند۔اور اس سے آگے بڑھکے کسیقدر بائین طرف کو فاطمہ سلطانہ کا مقبرہ ہے۔جو سلطان محمد امین کی بیٹی تہی۔اس مقبرے کے داہنی طرف دوسرا ایک مقبرہ ہے جس پر کندہ ہے کہ "محمد فرزند قطب الدین احمد سنہ ۱۰۲۱" (۱۶۱۲ع)۔ان تین مقبرون کو چہوڑ کے جب بڑے راستہ کو واپس آتے ہین تو گولکنڈے کے پانچوین بادشاہ سلطان محمد قطب شاہ کی اہلیہ

حیات بخش بیگم کا مقبرہ

اور چہٹے بادشاہ سلطان عبداللہ کی مان کا مقبرہ ملتا ہے جسکا نام حیات بخش بیگم تہا۔سلطان عبداللہ کی قبر احاطہ کے باہر قلعہ کی جانب مین ہے۔بیگم کے مقبرے کی چہٹی سیڑہی پر جنوب کیطرف لکہا ہوا ہے کہ "حیات بخش بیگم کا انتقال ۲۸ شب شعبان سنہ ۱۰۲۷ھ (۱۶۱۷ع) کو ہوا"۔اس مقبرہ کی ایک خوبصورت سفید عمارت ہے جسکے مقابلہ مین ایک مستطیلہ القوائم پتہر کا حوض ہے۔تقریباً تیس فیٹ لمبا اور پندرہ فیٹ چوڑا۔ اسکے بیچمین ایک فوارہ ہے اور اطراف باغ جس مین سرو اور گلاب وغیرہ کے جہاڑ ہین۔اس باغکے روبرو ایک چہوٹی سی باڑی ہے اس مین مالی ہمیشہ کام کرتے رہتے ہین۔مقبرے کے سیڑہیون کے بائین طرف ایک چہوٹی سی مسجد ہے جو اسی مقبرے کے متعلق ہے۔اس مقبرے کی سیڑہیان ایک بڑے چبوترے سے ملی ہوئی ہین جو سطح زمین سے چہہ فیٹ اونچا ہے۔اس چبوترے پر ہر مقبرے کا برآمدہ ہے۔ایک سو فیٹ مربع۔اور خود مقبرہ ۶۵ فیٹ مربع ہے۔برآمدے کے چارون طرف سات سات کمانین ہین جنکی تعمیر اسلامی وضع کی ہے۔مقبرہ اور برآمدہ دونون بہت خوبصورت تراشے ہوے وہین کے پتہرونسے بنے ہین۔لیکن انمین کہین کہین گچ کی استرکاری ہے۔اسکا پہاٹک مصفا سنگ موسلی کا ہے۔لیکن پہاٹک کے اوپر کے حصہ مین۔نیلی۔سیاہ اور لال مینا کاری تہی جو صناعی کا ایک عمدہ نمونہ تہا۔لیکن اب اسکی نمود کے لئے فقط مختلف رنگ لگا دئے گئے ہین۔مقبرہ کی بلندی

محمد قطب شاہ کا مقبرہ

چبوترے سے چھت تک ۵۰ فیت کي ہے-اور اوپر کے چار کونون پر چار مینار ہین-اور انکے درمیان ویسے ہی چھوٹے چھوٹے کئی مینار-اسکي مسطح چھت پر کوئی ۴۰ فیٹ اونچا ایک گنبد ہے-غرض اس مقبرے کي کل بلندی سطح زمین سے گنبد کي چوٹی تک ۱۰۰ فیٹ ہے-اس مقبرے کے متصل ایک خوشنما مسجد ہے-نہایت آراستہ-اسکي چونے کي استرکاری قابل دید ہے-یہ مسجد اب نئے سرسے مرمت کي گئی ہے-اسکے میناروں کے اطراف ایک آراستہ کٹھرا ہے جو برآمدے سے محفوظ ہے-اسکی وضع وہی ہے جو حیدرآباد کے تمام قطب شاہی بادشاہونکی مسجدون کے کٹہرونکی ہے-اور نہایت خوبصورت-اس سے آگے بڑھکے جنوب مین دو چھوٹے مقبرے ہین-جنمین ایک بھیم متی کا ہے اور دوسرا تارا متی کا-یہ دونون قطب شاہی چوتھے بادشاہ سلطان ابراہیم قلی کي جسکا انتقال سنہ ۱۰۳۷ مین ہوا جو نہایت خوبصورت معشوقہ تھین-ان کے جنوب مین ایک عظیم الشان مقبرہ محمد قطب شاہ کا ہے جو میرزا محمد امین کا بیٹا اور ابراہیم قطب شاہ کا پوتا ہے-اس مقبرے کے اندر مصفا سنگ موسیٰ کي سات قبرین ہین-جنمین بعض بچون کي بھی ہین-ان قبرونمین سے ایک قبر بجلي گرنے سے دو ٹکڑے ہوگئي ہے-محمد قطب شاہ

مقابر جمشید قلي و کلثوم بیگم

کي قبر کي تاریخ سنہ ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۶ع) ہے-ان مقبرونکے احاطہ مین یہ مقبرہ بہت ہی عالی شان اور خوبصورت ہے-اسکے اطراف ایک باغیچہ ہے جس مین اقسام کے پھل پھول کے درخت ہین-حقیقت مین یہ وہی مقبرہ ہے جسکی موسیو تھیونیات نے سنہ ۱۶۶۷ مین بڑی لمبی چوڑی تعریف کي ہے-اسکے گنبد کي کرسی اور اسکے چبوترے کي دیوارون پر ابتک اصلی میناکاری کے نیلے اور سبز رنگ باقی ہین جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گنبد تمام کسی زمانہ مین سبز میناکاری کا تھا-اس مقبرے کے قریب ایک باولی ہے جس مین موسم گرما مین سطح زمین سے کوئی ۸۰ فیٹ نیچے پاني رہتا ہے-یہ باولی نہایت مضبوط ہے اور نہایت خوبصورت-اس مین سے پاني چرس کے ذریعہ سے کھینچا جاتا ہے-بیلون کے لئے جو چبوترا بنا ہوا ہے اسکے تینون طرف پتھر کے ستون ہین جن پر انگور کي بیل چڑہی ہوئي ہے-اور چبوترے کو ڈھانپے ہوے-اوسکی دیوار مربع ہے-اور اوسکی سیڑہیون سے اترکے ایک دالان مین جایا جاتا ہے جو کنوین کے چارون طرف بنا ہوا ہے-دیوار کے سرے سے کوئی ۳۰ فیٹ نیچے دوسری سیڑہیان ہین-جو ایک حمام تک گئی ہوئی ہین-اس حمام مین تین چھوٹے سے کمرے ہین جو دیوارون مین بنے ہوے ہین اور اسکے قریب زمین مین ایک غوطہ لگانے کا چبوترا ہے-

قبرون کے احاطہ کے باہر شمال مین داہنی طرف ایک وسیع کاروانسرای کے کھنڈر ہین جسمین بہت سی دلچسپی کي ہین-اس کھنڈر کے ایک حصہ کا نقشہ [illegible]

باب مین دیا گیا ہے۔لیکن اسکا مفصل احوال اس نقشہ مین نہین بتلایا جاسکا۔اسکی کمانین بالکل پٹی ہوئی نہین ہین جیسے اور اس قسم کے کھنڈرون مین ہین۔اسکے اطراف ایک کھائی ہے۔اور ستونون کے کچہ کچہ نشان باقی رہگئے ہین جو زمین پر پڑے ہوئے ہین۔اسکے پھاٹک کے سنگین ستونون سے اس مدت کا پتا لگتا ہے۔جبکہ وہ برتی جاتی تہی۔اسکے جنوب مین کسیقدر فاصلہ پر بائین طرف سلطان محمد قلی قطب شاہ کا مقبرہ ہے جو گولکنڈیکا پانچوان بادشاہ گذرا ہے۔ اسنے ذیقعدہ کی ۱۷ وین سنہ ۱۰۲۰ (۱۶۲۵ع) کو انتقال کیا تہا۔ یہ ان مقبرون مین سے ایک ہے جو حقیقت مین عمدہ اور عالی شان ہین۔اسکی بلندی ۱۸۰ فیٹ کی ہے۔ اور گنبد کی چہت اندر ۶۰ فیٹ اونچی۔اوسکے دوسرے کٹہرے پر جانا بالکل ممکن نہین۔ اسکا گنبد باہر سے۔کٹہرے کے اوپر قیاساً ۵۰ فیٹ اونچا ہے اور اوسکی چوٹی ۱۰ فیٹ بلند اس مقبرے کے پھاٹک کے دونون طرف ایک ایک پتھر کے تراشے ہوئے ۲۲ فیٹ اونچے دو ستون ہین اور اسکا فرش بہی ایک ہی پتھر کی سلی کا ہے۔پتھر کے اندر جو میناکاری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا مین یہ عمارت نہایت ہی خوب صورت ہوگی۔

اسکے جنوب کے میدان مین ایک سیاہ پتھر کی قبر ہے جسکی لوح پر لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر سلطان محمد کی قبر کے مجاور نیکنام خان کی ہے جسکو اُس بادشاہ نے ایک جاگیر باخشی تہی۔ جسکا بیان یہان کیا گیا ہے ”اس قبر کے اطراف ایک نا تمام دیوار ہے جو مقبرے کی تیاری کے لئے اٹھائی گئی تہی۔اور پھر یونہی رہگئی اوسکے نزدیک ابراہم شاہ کا مقبرہ ہے جو جمشید کا بھائی اور قلی شاہ کا فرزند تہا۔اسکے کتبہ پر لکھا ہوا ہے کہ ربیع الثانی ۵ وین سنہ ۱۰۱۰ھ (۱۵۸۰ع) کو فوت ہوا“ اس مقبرے مین چارون کونون پر چار ستون تہے جنکے پایون کی شکل پشتے کی تہی لیکن اب انمین سے صرف ایک باقی رہگیا ہے۔ یہانکے دیسی باشندے اس شکستگی کو یوروپین سیاحون سے منسوب کرتے ہین جو شاید صحیح ہو۔ان مقبرون مین صرف ایک یہی ہے جو اپنی اقسام کی میناکاری کا کسیقدر زیادہ پتا بتلاتا ہے۔ بالفعل اس مقبرے کی مرمت ہو رہی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ اسکی میناکاری کی جو تہوڑی سی باقی رہگئی ہے۔احتیاط کیجائیگی۔ اوسکے پھاٹک مصفا سنگ مرمر کے ہین اور اسکا گنبد کسی زمانہ مین سبز رنگ کا تہا۔ابراہم شاہ کے مقبرے کی جنوب مین اور اسکے بازو سلطان محمد امین کا چہوٹا سا مقبرہ ہے جو ابراہم کا لڑکا تہا۔ اس مین ایک لوح پر صل علی المصطفیٰ کندہ ہے۔ اور دوسرے پر آیات قرآنی۔ اس شاہزادے کے انتقال کی تاریخ ۱۵ شعبان سنہ ۱۰۰۴ھ ہے۔ ابراہم کے گنبد کے شمال مین ایک ہشت پہلو نازک مقبرہ کلثوم بیگم نامی کا ہے۔ کلثوم کے معنے موتے کے ہوتے ہین ۔ اور جناب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا لقب ام کلثوم تہا۔کلثوم بیگم جسکا یہ مقبرہ ہے قلی شاہ کی بیٹی تہی۔ اس مین تین قبرین ہین جس پر کوئی کتبہ نہین۔ انمین سے جو قبر مغرب کی جانب ہے خاص کلثوم بیگم کی کہی جاتی ہے اور مشرقی جانب مین اسکے خاوند کی۔جسکا نام معلوم نہین ۔ اور اسکی چہوٹی لڑکی کی قبر دونون کے بیچ مین ہے۔کلثوم کے مقبرے کے مغرب مین اور اسکے نزدیک پہلے بادشاہ قلی قطب کا مقبرہ ہے جو اس سلطنت کا بانی تہا۔یہ مقبرہ سیاہ پتھر کا ہے جس مین سات کتبے ہین۔قبر کی لوح پر کوئی کتبہ نہین لیکن چوتہے کتبہ مین صل علی المصطفیٰ لکھا ہوا ہے اور پانچوین کتبہ مین آیات قرآنی۔ان مقبرون مین صرف یہی ایک مقبرہ ہے کہ جسکے تمام کتبے ایک ایرانی خوشنویس کے ہاتھ سے عربی مین لکھے ہوے ہین ورنہ دوسرے مقبرونکی لوحین سوائے آیات قرآنی کے فارسی خط مین ہندوستانین.

ابراہم قطب شاہ کا مقبرہ

احاطہ کی وسعت

کے ہاتھہ کی ہیں—اس قبر کی لوح پر کندہ ہے کہ سلطان قلی شہید جو ملقب بہ قطب شاہ تھا جمادی الثانی کی ۲۲ سنہ ۹۵۰ (سنہ ۱۵۴۳ع) کو فوت ہوا اسکی نیو ۳۸ فیٹ ۵ انچ مربع ہے—غرض آخرالذکر مقبرے کم و بیش منہدم ہوگئے ہیں—لیکن چونکہ انکی مرمت کا کام جاری ہے—اسلئے امید کیجاتی ہے کہ یہ مقبرے جو بہ نسبت دوسروں کے زیادہ قدیم ہیں محفوظ رکھے جائینگے—

فرانسیسی سیاح موسیو تھیونات جو سنہ ۱۶۶۷ع میں چھٹے بادشاہ عبداللہ قطب شاہ کے عہد سلطنت میں گولکنڈے آیا ہوا تھا—انکی نسبت یوں بیان کرتا ہے کہ جس بادشاہ نے گولکنڈہ بنایا تھا وہ اور اسکے بعد اسکی اولاد میں جو دوسرے پانچ بادشاہ تخت نشین ہوے وہ قلعہ سے کوئی ایک تیر پرتاب پر مدفون ہیں—اونکے مقبرونکی زمین بہت وسیع ہے—کیونکہ انکے اطراف وسیع باغات ہیں وہاں جانے کا راستہ قلعہ کے مغربی پھاٹک سے ہے—جسمیں سے نہ صرف بادشاہوں اور شاہزادوں کی میتیں جاتی ہیں بلکہ جو کوئی قلعہ میں فوت ہوتا ہے اسی دروازے سے اسکا جنازہ باہر لیجایا جاتا ہے—اگر

مقبرۂ ناتمام ابوالحسن

ادہر کی دنیا اودہر ہوجاے تو بہی دوسرے دروازون مین سے میت کو باہر نہین لیجایا جاتا۔ان چہہ بادشاہون کے مقبرونمین انکے ساتہہ اونکے اقربا انکی بیگمین اور انکے خواجہ سراؤن کے سردار بہی مدفون ہین ان مقبرونکی کرسی کے ساتہہ پانچ یا چہہ پتہر کی سیڑہیان لگی ہوئی ہین اور اطراف مین کماندار دیوار۔یہ مقبرے مربع ہین اور چہہ یا سات فیدہم (٦ چہہ فیٹ ایک فیدہم) اونچے۔اوس مین اقسام کے خوشنما نقش و نگار ہین اور ہر ایک پر ایک ایک گنبد۔اور چارون کونون پر چار برج۔چونکہ یہ مقبرے متبرک خیال کئے جاتے ہین اسلئے بہت کم لوگونکو اندرجانے کی اجازت ملتی ھے۔انمین محرر مقرر ہین جو لوگونکی داخلی کا رجسٹر رکہا کرتے ہین۔ اگر مین نے یہ نہ کہا ہوتا کہ مین اجنبی ہون تو مجہے کبہی اندر جانیکی اجازت نہین ملتی ان مقبرون مین قالین کا فرش ھے قبر کے اوپر کا غلاف اور شامیانہ اطلس کا ھے جہہ ٦ فیٹ اونچا جسپر سفید ریشمی بیل بوٹے ہین۔اور شامیانہ مین فانوس لگے ہوے ہین۔ان بادشاہونکے بیٹون اور بیٹیون کی قبرین انکی ایک جانب مین ہین اور دوسری جانب مین انکی تمام کتابین۔الماریون مین چنی ہوئی ہین۔ جن مین زیادہ تعداد قرآنون۔انکی تفسیرون اور دوسری اسلامی مذہبی کتب کی ہین۔تمام بادشاہون کے مقبرے ایکسان ہین لیکن فرق اتنا ھے کہ بعض اندر بہی مربع ہین جیسے باہر اور بعض باہر مربع اور اندر صلیبی شکل کے۔بعض سادے پتہر کے بنے ہوے ہین بعضون مین بعض سرخ و سفید پتہر کے۔لیکن سب صفا اور جلا مین سنگ مرمر کے سے معلوم ہوتے ہین۔ان مقبرون مین اخیر بادشاہ کا مقبرہ سبہون سے بہتر ھے اور اسکا گنبد سبز رنگ کا ھے۔شہزادون انکے بہائیون اور بعض انکے قرابت دارون کے مقبرے بہی ویسے ہی ہین جیسے خود پادشاہون کے۔لیکن فرق اتنا ھے کہ پادشاہون کے مقبرون کے گنبد پر ہلال ہین اور انکے مقبرون پر نہین۔خواجہ سراؤن کے افاسر کے مقبرے پست اور مسطح سقف کے ہین اور نہ انپر کوئی گنبد ھے لیکن سبہون کے اطراف باغات ہین اور تمام مقبرے متبرک سمجہے جاتے ہین۔جب کوئی مجرم انمین داخل ہوتا ھے تو خواہ اسنے کیساہی سخت جرم کیون نکیا ہو وہ معاف کردیا جاتا ھے۔یہان بہی گہڑی بجتی رہتی ھے جیسے قلعہ مین۔یہانکے افسر تمام امور نہایت انتظام کے ساتہہ کرتے ہین"—

جب سنہ ١٦٨٧ع مین اورنگ زیب نے گولکنڈے کا محاصرہ کیا تہا اور یہ مقبرے سپاہیون کے مسکن بنائے گئے تہے تو تمام پرفضا باغات اجڑ گئے کیونکہ انمین گہوڑے باندہے گئے تہے اور بیان کیا جاتا ھے کہ ان عظیم الشان مقبرون پر توپین چڑہائی گئی تہین۔جہان سے قلعہ پر گولہ باری کی گئی تہی—

گولکنڈے کے قطب شاہی پادشاہون کی فہرست

نمبر	نام					
١	سلطان قلی	(بڑا مال ملک)	١٥١٢	سے	١٥٤٣	تک
٢	جمشید قلی	... ...	١٥٤٣	سے	١٥٥٠	تک
٣	سبحان قلی	(چہہ مہینے)	١٥٥٠	سے	١٥٥٠	تک
٤	ابراہیم قلی	... ...	١٥٥٠	سے	١٥٨٠	تک
٥	محمد قلی	... ...	١٥٨٠	سے	١٦٢٥	تک
٦	عبداللہ قلی	... ...	١٦٢٥	سے	١٦٧٢	تک
٧	ابوالحسن	(تاناشاہ) ...	١٦٧٢	سے	١٦٨٧	تک

سکندرآباد اور بولارم

سکندر آباد کا کنٹونمنٹ حیدرآباد سے چھہ میل کے فاصلہ پر شمال و مشرق مین واقع ہے۔یہہ مقام بھي رياست نظام مين اپنا عديل و نظير نہين رکھتا کيونکہ اسکي شکل ايک انگريزي نوآبادي کي ہے اور اس مين پانچ ہزار انگريزي فوجين معہ اونکے لوازمات کے ہميشہ مقيم رہتي ہين - اوسکا نام اسکندرآباد ہونے کي وجہہ يہہ ھي کہ نواب سکندر جاہ بہادر نے جو حيدرآباد کے ايک فرمانروا گذرے ہين اوسکو آباد کيا ہے۔تمام ہندوستان مين جتنے بڑے بڑے فوجي مقامات ہين انمين ايک سکندرآباد بھي ہے - يہہ حيدرآباد کي مددگار فوج کا ہيڈ کوارٹر ہے۔جس مين مدراس کي فوجون کا ايک حصہ رہتا ہے اور يہي وجہہ ہے کہ يہہ مدراس کے زير حکومت ہے يہان برٹش کيولري کي ايک رجمنٹ - رايل ہارس آرٹيلري کي ايک بياٹري - فيلڈ آرٹيلري کي دو بياٹريان - ايک توپ خانہ ہاتھيونکا - ايک پارٹي شاهي انجينرون کي - دو رجمنٹين برٹش انفنٹري کي - ايک رجمنٹ ديسي کيولري کي - ايک کمپني سفير مينا کي اور چار رجمنٹين نيٹو انفنٹري کي۔اور سواے اسکے ايک سلاح خانہ اور ايک بڑا فوجي سرانجام و رسد کا محکمہ ہے - ان فوجون کا خرچ اس عہدنامہ کے مطابق جو ۲۱ مئي سنہ ۱۸۵۳ع مين نظام کے ساتھہ ہوا تھا برٹش گورنمنٹ کے ذمہ ہے۔نظام نے بعض کنٹنجنٹ اور آکزيلري فوجين انگريزي فوجون کے ساتھہ ملحق کرنے کے لئے جمع کي تھين ليکن وہ ناکافي ٹھہرين۔اسلئے اسکے عوض سنہ ۱۸٦۰ع مين پہلے عہدنامہ کو بدل کے دوسرا عہدنامہ کيا گيا اور اس دوسرے عہدنامہ کے مطابق يہہ فوجين برٹش گورنمنٹ کے سپرد کردي گئين اور انکے اخراجات کے لئے اس عہدنامہ کے رو سے نظام نے بعض اضلاع برٹش گورنمنٹ کے مفوض کردئے۔جنکي آمدني اُنپر صرف کيجاتي ہے۔سنہ ۱۸۵۰ع تک يعني پيشتر اسکے کہ مددگار فوجون کا ہيڈ کوارٹر يہان قائم ہو۔ سکندرآباد کي کنٹونمنٹ مين سپاہيون کے مکانات کي صرف ايک قطار تھي جو مشرق سے مغرب کو تين ميل کے فاصلے تک گئي ہوئي تھي اس قطار کے سامنے اور نيز بائين طرف آرٹيلري کے اور داہنے طرف انفنٹري کے مکانات بنے ہوئے تھے۔ليکن بعد مين اس کنٹونمنٹ کي حد بولارم تک بڑہادي گئي جيسي کہ في الحال ہے اور اب اسکي وسعت اُنيس مربع ميل کي ہے اس مين بہت سے قصبے داخل ہوگئے ہين - ترملکھيڑي مين انگريزي سولجرون کے لئے مکانات بنے ہوئے ہين اور اُسسے کسي قدر فاصلے پر ديسي سپاہ رہتي ہے۔کنٹونمنٹ کے اطراف کئي ميل تک سبزہ ہي سبزہ لہرا رہا ہے اور مشرق سے مغرب تک ايک سبز پتھرون کا پشتہ چلا گيا ہے اس کے شمال و مشرق مين پہاڑي ٹيلے ہين۔ايک کا نام مولا علي اور دوسرے کا نام قدم رسول ہے۔جنکا بيان اس سے پيشتر ہوچکا ہے کنٹونمنٹ کے راستے پر دوطرفہ سايہ دار درخت لگے ہوئے ہين ورنہ اسکي دوسري زمين بالکل خالي ہے - اسکے جنوبي مشرق مين بہت سے ناہموار پتھرون کي چٹانين زمين سے کوئي تين سو فيٹ بلند ہين جن کي وجہ سے شہر حيدرآباد بالکل اوٹ مين ہوگيا ہے۔اِن ٹيلونکے دونون طرف فوجون کے رائفل رينجِس ہين اسکے پريڈ کا ميدان بہت وسيع ہے اور کئي رجمنٹين ايک ساتھہ اس مين قواعد کرسکتي ہے ميدان مذکور کے جنوب و مغرب مين ايک اچھي سڑک واقع ہے جسکا نام بھي پريڈ ہے اس سڑک کے دونون طرف جھاڑون کي قطار ہے اور جنوب مين بہت سے مکانات ہين مثلاً فوجي ورک آفس۔افسرونکا مس ہاوس ديسي انفنٹري کي جگہہ ہوٹل اور عمدہ دکانين وغيرہ وغيرہ اور پريڈ کے مشرق مين سنٹ اينڈريوکا گرجا گھر ہے جو پکٹ تالاب کے کنارے پر نہايت خوبصورت بنا ہوا ہے اور اس سے آگے بڑھکے شمال مين پروٹسٹنٹ عيسائيون کا قبرستان ھي جس مين بہت سي افسرون وغيرہ کي قبرين ہين ان مين بعض قبرين ايک مدت کي پيشتر کي ہين جبکہ يہان بالکل ويرانہ تھا اور اسکے پرے لايق الدولہ کي گھڑ دوڑ کا ميدان ہے جو چند روز پر عربون کے سردار نواب غالب جنگ لايق الدولہ بہادر نے مرحمت کيا ہے۔ اور اسکے نزديک انہون کا ايک ناٹک گھر ہے جو پبلک کي نذر کيا گيا ہے۔اس کے شمال و مشرق مين ايک يونائٹڈ سروس کلب ہے جس مين سکندرآباد بولارم اور چدرگھاٹ کے تمام افسران سول و ملٹري ممبري کا استحقاق رکھتے ہين اور علاوہ انکے اگر دوسرا کوئي شخص اس مين داخل ہونا چاہے تو اسکے لئے قرعہ پھينکا جاتا ہے اور اعزازي ممبر بنايا جاتا ہے۔اس کلب کے ساتھہ ايک عظيم الشان ليبريري - ايک ناچ گھر۔ايک جم خانہ۔ايک گولف کلب اور ايک بوٹ کلب بھي شامل ہے۔اس کلب کے سامنے ہفتے مين تين مرتبہ خاص فوجي بينڈ باجا بجتا ہے۔ليکن اوقات مقررہ پر يہان کے گيريسنون کا بينڈ پبلک کے لئے بھي کشادہ ہوتا ہے۔اس کلب مين ۲۲۰ ممبر ہين اور اسکا مکان بہت بڑا عاليشان ہے اور اونچي جگہہ پر بنا ہوا۔

کلب

یہي سبب ہے کہ وہ بہت دور سے نظر آتا ہے—

مذکور کلب کے قریب پتھر کي چٹانون کا ایک ڈھیر ہے جسکو ایک جہاز کا ٹیلہ کہتے ہین اس نام کي وجہ یہہ ہے کہ ان چٹانون کے چوٹي پر پہلے ایک تاڑ کا جہاز تھا لیکن اب وہ کاٹ دیا گیا ہے۔ اکثر دیسیونکا اعتقاد ہے کہ اس ٹیلے پر آسیب کا خوف ہے کیونکہ اس جہاز پر جو بھوت رہتا تھا وہ اسکے کٹنے کے بعد بے خان ومان ہوکر لوگونکو ستا رہا ہے—اسکے قریب ایک مٹي کا قلعہ ہے جو سکندرآباد کي شمالي حد ہے اس قلعہ مین ڈسٹرکٹ اسٹاف کے دفاتر ہین جن مین اسسٹنٹ اڈجوٹنٹ جنرل—کمیسری جنرل—ڈپوٹي جج—ایڈوکیٹ وغیرہ کي آفسین بھي شامل ہین—یہہ تمام دفاتر ایک ہي مکان مین ہین جو بہت لمبا ہے لیکن محکمۂ رسد رساني اسکے شمال مین کسیقدر فاصلے پر ہے—ترملکھیڑي کا خوبصورت کنٹونمنٹ جسکا ذکر اوپر آچکا ہے وہ اسکے شمال مین تقریباً ایک میل پر واقع ہے اور اس کنٹونمنٹ کے شمال و مشرق مین ایک تازگي بخش مقام پر ایک سفید اور نمودار عمارت ہے جس مین فوجي ہسپتال ہے اسکي قریب ایک جدید مٹي کا قلعہ ہے جسکے اطراف ایک وسیع خندق ہے—سات فیٹ گہرا—اس خندق پر قلعہ کے ہرایک آہني دروازے کے پاس ایک ایک پل ہے جسکو انگریزي مین ڈرابرج یعنے کھینچنے کا پُل کہتے ہین—

یہہ قلعہ اس لئے بنایا گیا ہے کہ اگر کبھي موقع آن پڑے تو سکندرآباد—ترملکھیڑي اور بولارم کے تمام یوروپین فوراً اس مین اپني حفاظت کے لئے چلے جائین اس قلعہ کے اندر خندق سے لگي ہوئي ایک فصیل ہے جس پر برج بنے ہوئے ہین اور توپین چڑھي ہوئین—اس مین پاني اور سامان رسد بہت افراط سے ہے اور روٹي پکانے کا پتھر کا چولھا بھي موجود ہے عندالضرورت اس مین محصور فوجین ایک سال تک بیفکري سے بسر کرسکتي ہین—اس قلعہ کے اندر گورا فوج کے لئے ایک بارکس بني ہے اور اس کے مغرب مین ایک فوجي جیلخانہ ہے جسکو ونڈسورکیسل کہتے ہین کیونکہ وہ لنڈن کي اس مشہور شاہي عمارت سے مشابہت رکھتا ہے جسکا نام ونڈسورکیسل ہے اور جس مین ملکہ معظمہ تشریف رکھتي ہین—یہہ ایک شاندار عمارت ہے صلیب کي شکل کي جس کے تینون کونون پر دو منزلہ کمرے بنے ہوئے ہین اسکے باہر تین گرجا گھر ہین—ایک اینگلیکن کا دوسرا ویسلین کا اور تیسرا رومن کیتھولک کا اور جیلخانہ کے جنوب مین ایک قبرستان ہے اور اسکے شمال مین رومن کیتھولک کے پادري کا مکان—قلعہ کے تقریباً ایک میل شمال مین رایل آرٹیلري کے بارکس ہین جو بہت دور سے نظر آتے ہین اور اس سے آگے بڑھکے یعنے شمالي ترملکھیڑي مین بولارم کے مشرقي جانب کو برٹش کیولري رجمنٹ کے پتھر کے مکانات ہین—چونکہ

سنٹ انڈروز کا گرجا ـ سکندرآباد

قواعدگاہ ـ سکندرآباد

ان مکانات کے چارون طرف بالکل کشادہ میدان ہین اسلئے یہان کی ہوا نہایت پاکیزہ اور صحت بخش ہے- سکندرآباد کے مغرب مین کسیقدر فاصلے پر بیگم پیٹھہ اور بون پلی ہے- بیگم پیٹھہ مین ایک دیسی رجمنٹ رہتی ہے اور بون پلی مین ایک دیسی رسالہ- یہہ بھی ایک نہایت خوبصورت کنٹونمنٹ ہے- جب سے کہ نظام ریلوے واڑی سے بزواڑے تک تیار ہوئی ہے- سکندرآباد ایک عمدہ مقام ہوگیا ہے اسکی ایک خاص تاریخ اور بہت سی نشانیان ہین جنہین نہ ابتک انقلاب زمانہ نے مٹایا ہے اور نہ میونسپالٹی کی ضرورتون نے- اس مین بہ نسبت آگے کے بہت سی ترقیات ہوئی ہے- جن مین سے ایک یہہ ہے کہ ریلوے اسٹیشن سے ایک سڑک کنٹونمنٹ کے وسط کو آئی ہوئی ہے- تیس برس کے آگے یہان سوائے بعض دخی مکانون کے اور کچھہ نہ تہا اور اس زمانہ مین یہان جولمنسر رجمنٹ کے افسر تھے وہ ایک پرانے اور دلخراش مقام مین رہتے تھے جو اسوقت بیاپ ٹسٹ کا گرجا گھر ہے- اس زمانہ مین یہان صرف ایک ہی ہوٹل تہا جسکو ایک حوصلہ مند پارسی نے مذکورالصدر گرجاگھر کے ہمسایہ مین کشادہ کیا تہا- یہان ایک پرفضا باغ مین جس مین معمولی دیسی جہاڑ اور پہول وغیرہ ہین ایک گہڑی کا برج ہے جسکو انگریزی مین کلاک ٹاور کہتے ہین یہہ برج موجود ترقی کی ایک یادگار ہے- پہلے یہان ایک چہوٹا سا دیسی بازار تہا لیکن اب وہ ایسا شاندار ہوگیا ہے کہ دیکہنے سے طبیعت خوش ہوجاتی ہے- اسمین مہذب دکانون کی قطار لگی ہوئی ہے جہان ہر ایک چیز دستیاب ہوتی ہے- یہانکی تجارت مین دیسی اور یوروپین دونون شریک ہین اور دونون کی بڑی بڑی تجارتی کوٹہیان ہین- میونسپالٹی کا انتظام- سول آبادی کی زیادتی نئی- نئی عمارتین دیکہنے کے قابل ہین- دکہن مائننگ کمپنی اور ریلوے کی آفسین بھی یہین ہین لیکن ریلوے ورک شاپ اسکے گردو نواح مین یہان سے کسیقدر دور ہے- آکسفورڈ اسٹریٹ مین دو ہوٹل ہین جسکے قریب دوسری گلیون مین بہت سی دکانین دیسی اور یوروپین کی اقسام کی تجارتی اشیا کی ہین—

خاص کرکے یہان کی آب و ہوا نہایت فرحت بخش اور مفید صحت ہے کیونکہ یہانکی صفائی کا انتظام جو مروجہ اصول کے مطابق ہے- اور یہان کا محکمۂ آبرسانی جو حال ہی مین بہت بڑے خرچ سے تیار ہوا ہے- ایسا قابل تعریف ہے جس سے سکندرآباد ایک دلچسپ اور تندرست مقام ہوگیا ہے- اس کنٹونمنٹ مین بہت سے دلچسپ پبلک کارخانہ ہین مثلاً محبوب کالج جو حضور نظام کی سرپرستی مین سنہ ۱۸۶۲ع مین کشادہ کیا گیا- اور مدرسہ اسلامیہ جو مسلمان طلبا کی اخلاق اور علمی حالت کو درست کرنیکے لئے قایم ہوا- اور لڑکیون کا مکتب جہان واقعی لڑکیون کو اقسام کی دلچسپ مغربی تعلیم دی جاتی ہے- اور آلبرٹ ریڈنگ روم جو سنہ ۱۸۷۵ع مین حضور پرنس آف ویلز کی سرپرستی مین کہولا گیا- اور جسکے حضور نظام وایس پیٹرن ہین اور سوما سندرم لیبریری اور ریڈنگ روم جو سنہ ۱۸۷۲ع مین قایم ہوکر محبوب کالج کے ساتہہ شامل کیا گیا- اور محمدن لیبریری جو سنہ ۱۸۸۳ع مین کشادہ ہوئی- اور کرسچن یونین ریڈنگ روم اور لیبریری اور فرینڈ اِن نیڈ سوسائٹی- اور جانورون کی ایذا رسائی کی ممانعت کی سوسائٹی- اور عورتون کی ورک شاپ اور لنگر خانہ اور سول ہسپتال اور فریمیس لاج جو بالکل سنٹ اینڈریوگرجا گھر کے مقابلہ مین ہے اور پروٹسٹنٹ کا یتیم خانہ اور بریگیڈ اسکول جو پکٹ تالاب کے کنارے پر ہے اور کئی سال پیشتر فوجی اور سول یوروپین اور یوریشین یتیم بچونکی پرورش اور تعلیم کے لئے کشادہ کیا گیا ہے- اور سنٹ آین کی خانقاہ جو آکسفورڈ اسٹریٹ کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور نہایت دل چسپ ہے- اور سنٹ آین کا یتیم خانہ اور مدرسہ یہہ دونون بعض نن عورتون کی زیر نگرانی قایم ہوئے تھے لیکن سنہ ۱۸۵۹ع مین جب وہ چہوڑکر چلی گئین تو دس برس تک تنخواہ دار استانیون کو اس مین مقرر کیا گیا اسکے بعد دوسری تین نن عورتین اٹالیا سے یہان آئین اور

کلاک ٹاور

مسٹر ڈوسا بھائي نوشيروانجي چيدائي کا مکان

سنہ ۱۸۷۱ع تک اس میں رہیں-اور اسي سال کے اوایل میں دوسري چھہ ننون نے ٹہورن سے آنکر دس یتیم خانہ اور اسکول کا چارج لیا-اس اثنا میں یہہ دونون انسٹیٹیوشن گرجا گھر کے قریب ایک معقول جگہہ پر جہان اسوقت وہ موجود ہیں منتقل کئے گئے-ان میں انگریزی پوری تعلیم دي جاتي ھے-اور اسکے ساتھہ غیر زبانیں-باجا اور اقسام کا کاڑھنا وغیرہ سکھلایا جاتا ھے-اور پیپلس ایسوسي ایشن جو مارکیٹ اسٹریٹ میں واقع ھے سنہ ۱۸۹۲ع میں قایم کیا گیا اسکا منشا مقامي کمیونٹي کے یوروپین اور دیسي باشندون کے پولیٹکل فوائد کي وکالت کرنا ھے-جب ضرورت آن پڑتي ھے تو اس دو منزلہ دلکش عمارت کے وسیع ہال میں اسکے جلسے منعقد ہوتے ہیں-لیکن یہہ عمارت ایک خراب اور مضر جگہہ پر بني ہوئي ھے اور علاوہ اسکے کنٹونمنٹ میجسٹریٹ کا کورٹ اور پولیس آفس ایک ھي عمارت میں ہیں جو بہ نسبت معمولي مکانون کے زیادہ خوبصورت ھے اور سنٹ اینڈریو گرجا گھر کے قریب واقع-اور سنٹ جان کا گرجا گھر آکسفورڈ اسٹریٹ کے شمالي نکڑ پر ھے جس میں ایک ہزار سوانحرونکي گنجایش ہوسکتي ھے-اور والنٹیر کلب پریڈ پر ایک گورنمنٹ کي کرایہ کي عمارتمیں واقع ھے-سکندرآباد کنٹونمنٹ میں جو پبلک انسٹیٹوشن ہیں وہ یہہ ہیں اور علاوہ انکے دو قدیم غیر مستعمل قبرستان بھي ہیں جنمیں سے ایک سنٹ جان گرجا گھر کے پیچھے اور دوسرا ریلوے لائین کے داہني طرف ھے-لیکن یہہ کس مپرسي کي حالت میں پڑے ہوئے ہیں-آکسفورڈ اسٹریٹ میں مسٹر ڈوسابھائي نوشیروانجي چینائي کا ایک مکان ھے جو نواب سر آسمان جاہ بہادر کے پرائیوٹ سکرٹري ہیں-یہہ مکان پہلے ایک معمولي وضع کا تھا جس میں نہ کوئي خوبصورتي تھي اور نہ کوئي خوشنمائي لیکن بعد میں مسٹر موصوف نے مصارف کثیر سے اس میں بہت سا ردو بدل کیا-چنانچہ اب وہ ایک وسیع اور خوبصورت عمارت ھے-سکندرآباد میں جسقدر عالي شان مکانات ہیں انمیں سے وہ بھي ایک شمار کي جاتي ھے-اسکے سامنے ایک چھوٹا سا آراستہ باغیچہ ھے اس مکان کا فرش انگریزي وضع کا ھے اور ڈرائنگ اور ڈائنگ روم ایک دوسرے کے متوازي ہیں اور انکے ساتھہ ایک اینٹي ڈرائنگ روم بھي ھے جس میں سر آسمان جاہ کي روغني قد آدم تصویر لگي ہوئي ھے اور آفس اسکے دروازے کے پاس ھے-اس مکان کے دالان میں ایک برآمدہ ھے جس پر قیمتي پردے پڑے ہیں اور جہان سے ڈرائنگ روم صاف دکھلائي دیتا ھے-اسکے کوٹھے پر سے چار بڑے راستے جنکے دو طرفہ نیم کے جھاڑ لگے ہوئے ہیں نظر آرہے ہیں

افسرون کا طعام خانہ اور گانون کا کنوان۔ دولا رم

بازار
چوکی کا تالاب
ہندو دیول

مٹی کے برتن بیچنے والا
ترکاری بیچنے والا
اہیریا دودھ بیچنے والا

بولارم

بولارم-جیسا ایک چھوٹا سا خوبصورت کنٹونمنٹ ہے ویسا ہی دکھن مین ایک تندرستي بخش مقام ہے اکثر مریض تبدیل آب و ہوا کے لئے یہان آتے ہین اور شفا پاتے ہین-یہان میزان الحرارت پچاس سے نوے درجہ تک رہتا ہے لیکن جب حرارت زیادہ ہوتي ہے تو وہ اس سے بھي بڑھ جاتا ہے-ہرسال یہان بارش پچیس سے تیس انچہ تک ہوا کرتي ہے-یہان کا کنٹونمنٹ ایک اونچي جگہہ پر بنا ہوا ہے جو سطح سمندر سے ۱۸۹۰ فیٹ بلند ہے اور یہہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ہیڈکواٹر ہے-یہان برار کي پبلک ورک آفس-کا مپٹرولر آف اکاونٹنٹ کي آفس اور ایکزکیٹو انجینئر کي آفس بھي ہے یہان ایک رجمنٹ کیولري کي ایک بیاٹري آرٹیلري کي-ایک رجمنٹ انفنٹري کي رہتي ہے-جسکا خرچ نظام کے طرف سے برار کي آمدني مین سے ہوتا ہے-یہہ سب پاکیزگي اور صفائي کے اسکا نقشہ بالکل ایک انگریزي قصبہ کا سا ہے جسکو دیکھنے سے طبیعت خوش ہوجاتي ہے-اگرچہ تمام فوجي مقامات مین اچھي صفائي رہتي ہے کہین کوڑے کرکٹ کا نام نہین ہوتا لیکن بولارم مین بہ نسبت اور مقامات کے حکام کي توجہ صفائي پر زیادہ مبذول ہے اور وہ جھاڑیون کو ایک حد مقررہ سے آگے بڑھنے نہین دیتے فوراً کاٹنے کا حکم کرتے ہین-تاکہ ہوا رک نہ جائے-یہان کے مکانون اور براکسون وغیرہ کو ہمیشہ سفیدي ہوا کرتي ہے اور تمام مکانات اور باہر کي دیوارون پر ایک ہي قسم کا خاکستري رنگ لگا ہوا ہے-اس قسم کے ساخت قوانین مذکورہ بالا سے یہہ مقام نہایت پاک و صاف رہتاہي-بولارم کے چوطرف وسیع میدان ہین جنکي تعریف کي چندان ضرورت نہین-یہان دو بازار ہین ایک کا نام ڈوٹن بازار اور دوسرے کا نام چھوٹا بازار-چھوٹے بازار مین مشرقي حد پر برگ تالاب سے کوئین اسکوئر تک دوکانونکي ایک قطار چلي گئي ہے جہان یوروپین لوگونکو ارزان مکانات مل سکتے ہین-یہان یوروپین لڑکون-اور لڑکیون کے لئے دو مدرسے ہین اور علاوہ اسکے دیسیون کے لئے ایک ایس-بی-جی اسکول ہے اور غریبون کے لئے ایک رومن کیتھولک اسکول-یہان کا ٹرینٹي گرجا گہر گاتھک وضع کا نہایت خوبصورت ہے جسکے دریچے تمام رنگین ہین-یہان کے ایک پُرفضا قبرستان مین علاوہ اور مشہور و معروف بولارم کے باشندون کے موجود رزیڈنٹ مسٹر چاچیلي پلادون کي بیوي مدفون ہے-پبلک باغ جو وسطہ قصبہ مین واقع ہے اگرچہ چھوٹا ہے لیکن نہایت مصفا اور آراستہ ہے اور اس باغ مین ٹینس کے تین اور ایک بید منٹین کا مقام ہے-جو حیدرآباد کنٹنجنٹ کے افسر انکے اہل و عیال اور انکے احباب کے استعمال مین ہے-اس باغمین ہرمنگل کو رجمنٹ کا بینڈ باجا بجتا ہے لیکن کبھي کبھي کنٹنجنٹ کا اسٹرنگ بینڈ باجا بھي پبلک کو سنایا جاتا ہے-یہہ بینڈ باجا جس مین پچاس آدمي سے کم نہین جنوبي ہندوستان مین سب باجون سے بہتر خیال کیا جاتا ہے

بولارم رزیڈنسي اور اسکے قریب کي خانقاہ-سر سالارجنگ اور غالب جنگ کے بنگلے-پادري کا مکان-جنرل کا بنگلہ-یہانکي عمدہ عمارتون مین داخل ہین-رزیڈنسي کے احاطہ مین میجر اڈلفس بیام کي یادگار مین جو حیدرآباد کے ایک گذشتہ رزیڈنٹ کا سکرٹري تھا-اور جو سنہ ۱۸۳۹ع مین راس خوش امید مین انتقال کر گیا ایک برج بنا ہوا ہے-

اس کنٹونمنٹ کي کیولري رجمنٹون مین سنہ ۱۸۵۵ع مین ایک بڑا فساد ہوا جس مین کرنل کولن میکنزي سخت مجروح ہوئے-اس فساد کي مختصر کیفیت یہہ ہے-کہ ایک پٹھان کو جو عیسائي ہوگیا تھا-عاشورہ محرم مین وعظ کرنے کے لئے لائن مین بھیجا گیا - اور اسکے ساتھہ بریگیڈیر افسر نے حکم دیا کہ کیولري کا تابوت محرم کي دسوین کو کربلا مین نہ لے جایا جائے کیونکہ وہ اتوار کا روز تھا-اگرچہ یہہ حکم واپس لیاگیا لیکن پہر علمون کے متعلق بریگیڈیر اور مسلمان سپاہیون مین فساد ہوگیا کیونکہ بریگیڈیر نے کہاتہا-کہ وہ اسکے بنگلے پر سے نہ لیجائے جائین اسپر سے مسلمان سپاہي بگڑ گئے اور بریگیڈیر کو زخمي کیا-حیدرآباد کنٹنجنٹ کے افسرون کا میس ہاوس ایک بڑي اور خوشنما عمارت ہے-اور اسکے میزبان اپني میزباني مین مشہور و معروف ہین-کیونکہ جنوبي ہندوستان مین بھي ایک افسرونکا میس ہاوس ہے جس مین غیر ملکون کے شہزادونکي ضیافتین بڑي دھوم دہام سے کي جاتي ہین-حیدرآباد کنٹنجنٹ کے یوروپین اور دیسي افسرون نے فنون سپاہگري مین نہایت شہرت حاصل کي ہے-اور وہ اکثر بولارم مین کھیلنے کے لئے آیا کرتے ہین-یہان علاوہ ایک عمدہ کرکٹ فیلڈ اور ایک پولو کي زمین کے ٹینس-ریکٹ-گولف لنک وغیرہ کے اچھے اچھے مقامات ہین جنکي وجہ سے ہندوستان مین اچھي طرحسے زندگي بسر ہوسکتي ہے

غالباً چند سال جبکہ حیدرآباد گوداوري ویلي ریلوے سکندرآباد سے بولارم ہوتے ہوئے گذریگي تو اسوقت یہہ جگہہ بہ نسبت زمانۂ حال کے زیادہ قابل قدر و منزلت ہو جائیگي-اگرچہ اُسوقت اسکي دیہاتي ھئیات مین بہت کانچہہ فرق آجائیگا
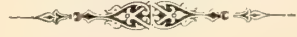
حیدرآباد کنٹنجنٹ

حیدر آباد کنٹنجنٹ کو ظہور مین آئے ایک سو برس کا عرصہ ہوا اور اسکی ابتدا سنہ ۱۷۹۹ مین جبکہ انگریزون نے ٹیپو سلطان کے ملک پر چڑہائی کي تو نظام نے ایک فوج غیر قواعددان سپاہیون کي انگریزون کي مدد کے لئے روانہ کي جسکا نام نظام کنٹنجنٹ تہا - پہلے پہل ان لوگون کو لڑائی پر لیجانے مین کسیقدر دقت واقع ہوی - کیونکہ وہ کچھہ بگڑے ہوے تہے - لیکن کپتان مالکم نے (جو بعد مین سرجان مالکم ہوگئے -) بہت جلد انہین فرمانبردار بنادیا - یہہ اوسوقت حیدرآباد مین اسسٹنٹ رزیڈنٹ تہے - اور اسی وقت میر عالم کي درخواست سے اس مین شریک ہوے تہے - انکی نافرماني کا باعث یہ تہا - کہ بعض لوگون نے ان مین بیدلی اور ناراضگی پہیلا دی تہی - غرض اس لڑائي مین انہون نے نہایت عمدہ کارروائی کي - اور اس فتح مندی کا بڑا حصہ انہین سے منسوب ہوا - مالکم نے دوسرے یورپین افسرون کو اپنے ماتحت مقرر کیا تہا - غرض جو فوج کہ اب حیدرآباد کنٹنجنٹ کے نام سے مشہور ہے - اوسکی اصل یہ ہے - یہ فوج سرہنگ پٹن کي لڑائی مین انگریزی ۳۳ وین رجمنٹ کے ساتھہ ارتہر ولزلی کے (جو بعد مین دیوک آف ولنگٹن ہوگئے -) زیرکمان تہی - اسلئے اس کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کے ہمراہ تہی جو اپنے وقت کا ایک بہت بڑا انگریزی نامور جنرل ہوگیا ہے - سرہنگ پٹن کي فتح کے بعد کماندرانچیف نے اس کنٹنجنٹ کي خدمتون کي بڑی تعریف کي - اسوقت گورنمنٹ کي طرف سے افسرون کو کوئی کمیشن نہین دیجاتی تہی - صرف خطابات ملا کرتے تہے - نظام کے مدارالمہام نے ان خطابون کو خوشی سے قبول کیا تہا -

سنہ ۱۸۰۰ کے عہدنامہ کے مطابق جو نظام اور ایست انڈیا کمپنی کے درمیان ہوا - نظام نے مددگار فوج کے اخراجات کے لئے بعوض روپیہ کے ایک بڑا علاقہ کمپنی کو دیدیا جو سیڈڈ دسٹرکٹ کے نام سے مشہور ہے اور نیز اسی عہد نامہ کے مطابق نظام پر واجب ہوا کہ ہنگام وقوع جنگ نو ہزار سوار اور چھہ ہزار پیدل کمپنی کو دیا کرین - یہ کنٹنجنٹ مرتب ہونے کے بعد پہلے پہل سنہ ۱۸۰۳ مین مرانہا کي لڑائی مین مددگار فوج کے ساتہہ کرنل اسٹیونسن کے زیرکمان شامل ہوی - اس کے بعد سنہ ۱۸۱۳ مین مسٹر رسل رزیڈنٹ حیدرآباد نے اس مین چند اصلاحات کي تحریک کي اور نظام کو ترغیب دلائی کہ بالفعل ایک پلٹن کي تنخواہ پیشکار کي آمدنی مین سے تقسیم کرنے کي اوس کو اجازت دیجائے اور پہر جب دوسری پلٹن تیار ہو تو اسکی تنخواہ کي نسبت، بہی وہی حکم ہو - نظام نے قبول کرلیا - اس لئے اس فوج کا نام رفتہ رفتہ رسل بریگیڈ ہوگیا - ایک مورخ بیان کرتا ہے کہ مسٹر رسل کي موثر کوششون اور کپتان ہیر کي جان فشانیون اور نیز دوسرے یورپین افسرون کي محنتون سے اوسکی حالت درست ہوگئی - اس کے بعد تمام کنٹنجنٹ کي فوجون کي وہي حالت رہی -

دوسرے برس (۱۸۱۴) اس بریگیڈ مین چار یورپین افسر جن مین دو نان کمیشنڈ تہے - اور ۱۲۱ دیسی افسر اور ۸۰۰ سپاہی شامل ہوے اور سنہ ۱۸۱۵ مین اس مین اور اصلاحات بہی کي گئین - اور زاید افسرونکو اسمین داخل کیا گیا جنمین کمیشنڈ اور غیر کمیشنڈ دونون موجود تہے - اسی سال اس بریگیڈ کو حکم ہوا کہ حیدرآباد جاکر نظام کے چہوٹے فرزند مبارزالدولہ کے فتنہ کو فرو کرے لیکن مبارزالدولہ نے اپنے مکان کي ایسی ناکے بندی کرلی تہي اور ان کے ساتھی مفسد اونچے مکانون کي چہتون سے گلی کوچون مین ایسی غضب ناک آگ برسا رہے تہے کہ بریگیڈر کو سخت نقصان کے ساتہہ پسپا ہونا پڑا - اوسکے بہت سے آدمی مارے گئے جن مین ایک افسر بہی شامل تہا -

سنہ ۱۸۱۶ مین نظام کے برار کیولری کي اصلاح حالت کي پہلے پہل کوشش کي گئی وہان کے گورنر نے جو نظام کي طرف سے ایک راجہ تہا ملک کو پنڈاریون کے حملہ سے بچانے کے لئے ۵۰۰۰ سوارون کے دینے کا وعدہ کیا - کیونکہ اسوقت پنڈاری لوگ برار اور اسکے اطراف و جوانب مین متواتر حملے کر رہے تہے - جب یہ کیولری مرتب ہوی تو پنڈاریون کي لڑائی مین سرڈی ہائسلاپ کے زیرکمان بہت بڑا کام دیا - سنہ ۱۸۱۶ مین تین سو جدید سوارون کو اکٹھا کرکے رسل بریگیڈ مین شامل کیا گیا - سنہ ۱۸۱۷ مین پہر بریگیڈ مہدپور کي لڑائی مین سرجان مالکم کي فوجون مین شامل تہا - جسکي تعریف ان لفظون مین کي گئی ہے - ہندوستان مین کوئی بریگیڈ ایسی عمدہ قواعددان - اور ایسی آراستہ نہین ہے جیسے رسل بریگیڈ ہے - اسی سال برار کي آراستہ فوجون سے جن مین انفنٹری اور کیولری دونون داخل تہے اُن لٹیرون کو سزا دی گئی جو ملک مین چوطرف بہرے ہوے تہے - سنہ ۱۸۱۸ مین قبل اسکے کہ رسل بریگیڈ مالکم کي فوج سے علحدہ ہو مالکم نے اس کي عمدہ اور تشفی آمیز کارروائی کي نسبت ایک اعلان نکالا تہا - اوسکے دوسرے سال یعنے سنہ ۱۸۱۹ مین نودا کے لڑائی مین اس بریگیڈ نے بڑی ناموری حاصل کي تہی -

سنہ ۱۸۲۰ مین جب سرچارلس مٹکاف حیدرآباد کے رزیڈنٹ مقرر ہوے تو انہون نے رسل بریگیڈ مین یورو پین افسرون کے مدارج کا ایک عمدہ قانون جاری کرکے اوسکی ملازمت تمام لایق افسرون کے لئے عام کردی اور اعلان دیدیا کہ جب

کوئی افسر لایق ہوگا تو وہ بلا کمیشن بادشاہ یا کمپنی کے اس مین داخل کیا جائیگا۔ سنہ ۱۸۲۱ مین کموری کی اس رجمنٹ توڑدی گئی اور اسکے دوسرے سال سفر مینا کی پلٹن کو جو برار کی فوج اور نیز حیدرآباد مین رسل بریگیڈ کے ساتھہ تھی بدل کے انجینرون کی فوج بنادی گئی۔ چنانچہ یہ فوج اکثر مواقع پر نہایت کار آمد ثابت ہوی۔ اور خاصکر ملک کی آبرسانی اور پبلک عمارتون کی تعمیر مین اس سے بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ اس فوج کی تعمیرات مین سے ایک مرسلی ندی کا پل ہے جو قابل تعریف ہے۔ یہ فوج سنہ ۱۸۴۶ مین توڑ دیگئی۔

فبروری سنہ ۱۸۲۷ مین بریگیڈ کی ایک پیدل رجمنٹ مین یوروپین وردی کا پہننا وغیرہ وغیرہ داخل کیا گیا۔ چونکہ یہہ قوانین بالکل غیر مروج اور خلاف دستور تھے اسلئے سپاہیون مین ناراضگی پھیل گئی اور اسپر طرہ یہ ہوا کہ ایک یوروپین افسر نے زبردستی دو آدمیون کی ڈاڑھی منڈوادی یہ سنتے ہی سپاہیون نے کھلم کھلا غدر کردیا۔ اور کئی لوگ مسلح ہوکے پریڈ کے میدان مین چلے آئے۔ اور افسرون سے اپنا نام نکال دینے کی درخواست کی۔ اسوقت بریگیڈ کا کمانڈر گھوڑے پرسوار ہوکے انکی فہمایش کی کوشش کر رہا تھا کہ ایسے مین ایک سپاہی نے گولی سے اسکو مارڈالا اور زمین پر گرتے ہی اوسکے تکڑے تکڑے کردئیے ان مفسدون پر اوسیوقت انکے رفیق سپاہیونے حملہ کیا آپس مین لڑائی شروع ہوی مفسدون مین اکثر مارے گئے۔

سنہ ۱۸۲۸ مین نواب سکندر جاہ کے انتقال کے بعد اونکے جانشین نواب ناصرالدولہ نے تمام یوروپین افسرون کو ریاست کی دیوانی خدمات سے معزول کردیا۔ اسوقت رزیڈنٹ نے نظام سے تحریک کی کہ فوج کو موقوف کرکے اسکے عوض بارہ لاکھہ روپیہ دینا منظور کرے لیکن نظام نے اپنی اس فوج کے گھمنڈ پر منظور نہین کیا۔ جب برٹش گورنمنٹ نے نظام کی یہ حالت دیکھی تو اعلان دیدیا کہ اس بارے مین نظام سے کچھہ نہ کہا جائے۔ بلکہ اخراجات مین بعض اصلاحات داخل کرکے تخفیف کردی جائے۔ یہ کنٹنجنٹ اسی حال مین سنہ ۱۸۵۰ تک قایم رہی۔ اور پھر اوسکے بعد اس مین ۸۴ یوروپین افسر اور ۹۳۹۷ دیسی لوگ مختلف مراتب کے اس مین مرتب کئے گئے اور بولارم۔ لنگ سوگر۔ ہینگولی ۔ مومن آباد ۔ ایلچپور ۔ جالنا ۔ اور ملا پور مین کنٹونمنٹ مقرر ہوے۔

اس زمانہ مین فوج کی تنخواہین بہت چڑھگئی تہین۔ کیونکہ ریاست کی آمدنی کی حالت بالکل خراب تھی۔ نظام کی گورنمنٹ نہ فوج کی تنخواہ بے باق کرسکتی تھی اور نہ کمپنی کے قرضہ کی اقساط دے سکتی تھی۔ اسلئے آپس مین نامہ و پیام شروع ہوے اور آخر ۲۱ مئی سنہ ۱۸۵۳ کو کرنل لو کے ہاتھہ پر جو برٹش رزیڈنٹ تھا۔ نظام گورنمنٹ اور کمپنی کے درمیان ایک عہد نامہ ہوا۔ جس کے روسے برار اور دوسرے اضلاع جنکی سالانہ آمدنی پچاس لاکہہ روپیہ تھی کمپنی کے حوالہ کئے گئے کہ اسکی آمدنی مین سے کنٹنجنٹ کے اخراجات وضع کرلئے جائین۔ اس تاریخ سے اس فوجکا نام حیدرآباد کنٹنجنٹ ہوا اور قرار پایا کہ اوس مین ۵۰۰۰ پیدل ۲۰۰۰ سوار۔ اور ۴ توپخانون سے کم نہو۔

اس کنٹنجنٹ نے ایام غدر مین جو خدمات کین وہ تاریخ مین قابل یادگار ہین۔ یہہ اسوقت عادل آباد مین جمع ہوئے اور سنہ ۱۸۵۷ کے موسم برسات کے بعد انگریزی فوجون کے ساتھہ وسط ہندکو لڑائی پر جانے کے لئے کوچ کیا۔ لیکن اس سے پہلے راگو گڑھہ کے زمینداروں کی گوش مالی کی اور پھر دہار مین سنٹرل انڈیا کے پہلی بریگیڈ کے ساتھہ جا ملا۔ اس بریگیڈ کے پہونچنے سے پیشتر وہان کے باغی گیریسن قلعہ سے فرار کرکے مہدپور کے کنٹنجنٹ کے ساتھہ جاکے شریک ہوگئی ۔ حیدرآباد کنٹنجنٹ نے راول مین مہدپور کے پرجوش باغیون کو جا لیا ایسے مین مہدپور کی وہ کنٹنجنٹ بھی وہان آن پہونچی جس نے اپنے کمانڈنگ افسر کی بیوی مسز تمنس کو باغیون کے ہاتھہ سے بچایا تھا۔ ان دونون نے باغیون پر جو راول مین متحصن تھے۔ دو پہر کے بعد کوئی چار بجے حملہ کیا۔ حملہ کرنے والون کی تعداد صرف ۳۵۰ کی تھی اور باغیون کی ان سے بہت زیادہ لیکن باوجود اوسکے وہ منہدم ہوگئے اور ۱۷۵ مقتول۔ آٹھہ توپین اور بہت سا ذخیرہ انکے ہاتھہ آیا۔ اس لڑائی مین کرنل ہیسٹنگز فریزر پر جو کتاب "اُورفیتھہ فُل الائی" کے مصنف ہین۔ تین مسلح باغیون نے حملہ کیا لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ کرنل موصوف نے تینون کو مار ڈالا۔ کرنل ڈیورنڈ اس کیولری کی جوانمردی اور بہادری سے ایسے خوش ہوے کہ اسیوقت حکم دیا کہ جب تک یہہ کیولری لڑائی پر رہے۔ اوسکے ہرایک سپاہی کو علاوہ تنخواہ کے ماہانہ پانچ روپیہ کا اضافہ دیا جائے۔ وہان سے کنٹنجنٹ ۲۶ ڈسمبر کو سرہیو روز کے ساتھہ ملنے کو آگے بڑھی۔ اور ساگر سے دو منزل اُدہر اوسکے ساتھہ شریک ہوگئی۔ درۂ مدن پور کی فتح مین اس نے بڑی مدد دی۔ اور پھر تالبیٹ کے قلعہ کا جو جہانسی سے جنوب مین تیس میل پر واقع ہے قبضہ کرلیا۔ اسکے بعد جہانسی کے محاصرہ اور فتح مین کُنچ کی سخت لڑائی مین اور کالپی کی فتح مین شریک رہی۔ ان ہنگامون سے فارغ ہوکر جب دکھن کو مراجعت کی تو راستے مین بلوائی زمیندارون کو زیر کیا اور پھر تانتیا ٹوپی کی باغیانہ حرکات کی وجہ سے گوالیار پر چڑہائی کی اور اسکے قلعہ پر فتحیاب ہوکے تیرہ مہینہ کے بعد ملک نظام کو واپس آئی۔

فبروری سنہ ۱۸۵۸ مین اس کنٹنجنٹ کے ایک دستہ نے شوراپور کے باغی راجہ کی فوجون کو منتشر کردیا۔ اورنگ آباد مین اسکی پہلی کیولری نے جو گسینڈر بغاوت کی اسکا بیان اورنگ آباد کے باب مین لکھا جا چکا ہے۔

بالفعل حیدرآباد کنٹنجنٹ بولارم ۔ اورنگ آباد ۔ ایلچپور ۔ رایچور ۔ ہنگولی ۔ مومن آباد ۔ اور جالنا مین منقسم ہے ۔ اور برٹش انڈیا مین یہہ دیسی رجمنٹ ایک نہایت چالاک اور ہردل عزیز خیال کیجاتی ہے۔

عاشورہ محرم

عاشورہ محرم

خاصکر کے مسلمانون کے یہہ بہت بڑے ایام ہین اور یہہ ایام جناب امام حسین کي ـ جو جناب رسالت مآب کي بیٹی فاطمہ اور آپکے چچا زاد بھائی علے ابن ابی طالب کے فرزند تھےـ عزاداری کے ہین جن مین وہ شہید ہوئے ـ علے ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے دو فرزند تھے حسن اور حسین ـ حسن کو انکی بیوی جعدہ نامی نے زہر سے شہید کیا اور حسین معہ اپنے یاور انصار کے محرم کي دسوین کو جو اکتوبر کي ۹ سنہ ۶۸۰ سے مطابقت رکھتی تھی یزید کي فوجون کے ہاتھہ سے کربلا مین شہید کئے گئےـ اگرچہ مذہباً ان ایام مین تعزیہ داری کا کوئي حکم نہین ھے لیکن تمام مسلمان ان ایام مین عزاداری کرتے ہین اور ہرایک مقام پر عزاداری کے مختلف طریقے ہین ــ

حیدرآباد مین جب محرم کا ہلال نظر آتا ھے تو فوراً نوبین چھوٹنے لگتی ہن اور باجے بجنے شروع ہوتے ہین جنکے ساتھہ یا علے یا حسن یا حسین یا دولہا کي آوازین سنائي دیتی ہین اور زمین مین ایک گڑھا کھود کر اس مین آگ سلگائی جاتی ھے جسکو الاؤ کہتے ہین اور اس آگ مین لوگ ہاتھہ مین تلوارین لئے ہوئے انہین مذکورۃ الصدر نامونکو لیتے ہوئے کودنا شروع کرتے ہین ـ دوسرے مقامات پر ایام تعزیہ داری کي مدت بہت کم ھے لیکن حیدرآباد مین بعد عاشورہ کے برابر چالیس روز تک عزاداری جاری رہتی ھے ان ایام مین عاشور خانون اور امام باڑون مین جہان علم اور تعزئے رکھے جاتے ہن بڑی دھوم دھام کي روشنی ہوتی ھے شربت ـ لیمونیڈ اور دوسری اسی قسم کي چیزین عام طور پر پلائی جاتی ہین اور لوگ مثل جذونیون کے رنگ برنگ کے سوانگ بھرتے ہن مثلاً باگھہ بندر اور ریچھہ وغیرہ وغیرہ ـ اور شہر کے کوچہ و بازار مین گشت لگاتے ہین ـ انکا اعتقاد ھے کہ بعد شہادت حسین علیہ السلام کے ان جانورون نے جنگل مین آپکی افتادہ لاش کي نگہبانی کي تھی لوگون کے جھنڈ کے جھنڈ بھیک مانگتے ہوئے نکلتے ہین اور اس بھیک کي آمدنی کو خیرات مین صرف کرتے ہین ـ ان ایام زمین سنی لوگ سبز لباس

محرم ــ حیدرآباد

محرم - روز عاشورہ

پہنتے ہین اور شیعہ سیاہ لباس - قطب شاہی پادشاہونکے زمانے مین جو شیعی المذہب تھے تمام شہر سیاہ لباس پہنتا تھا - محرم مین چوتھی تاریخ تک زیادہ گڑبڑ نہین رہتی لیکن پانچوین تاریخ سے بڑی دہوم شروع ہوتی ہے کیونکہ اس روز حضور کي لنگر نکلتی ہے - اس لنگر کا بیان آگے چلکر ہوگا - محرم کي نوین تاریخ کو حضور نظام کي باقاعدہ فوجین تعزئے اور تابوت کے ساتھہ نکلکر شاہی محل کو جاتي ہین جہانسے انہین انعام و اکرام ملتا ہے اسکے بعد نعل صاحب کي سواری بھی قابل دید ہوتی ہے جسکی نسبت لوگونکا اعتقاد ہے کہ یہہ اسی گھوڑے کي نعل ہے جسپر حسین علیہ السلام روز شہادت کربلا مین سوار تھے یہہ نعل کسی زائر کے ہاتھہ لگی تھی اور وہ اسکو بیجاپور لایا تھا - لیکن جب بیجاپور تباہ ہوا تو حیدرآباد مین لائی گئی - رات کے وقت بڑی دہوم دھام سے مشعلون کي روشنی مین اسکی سواری نکلتی ہے اور اسکے بعد دولت آباد کے قلعہ کي نعل جو نہایت عمدہ تیار کي جاتی ہے اور علاوہ اسکے دوسرے علمونکا جلوس بھی جسکا بیان ذیل مین مندرج ہے محرم کي دسوین تاریخ کو نکلتا ہے جو عاشورے کا اخیر روز ہے اور اس روز تمام تابوت اور علم پرانے پل کے پاس دریائے موسي مین حسب عادت ڈبوے جاتے ہین - حیدرآباد مین ان تابوتون کو ہاتھیون پر نکالتے ہین جنہین خوب سنوارا جاتا ہے - انکی سونڈھون پر مشرقی وضع کا طرح طرح کا نقش و نگار ہوتا ہے - اور انپر سرخ جھولین پڑی ہوئی ہوتی ہین - ہاتھی بھی اپنی فراست و دانائی سے

اس موقع کو مثل انسانون کے پہچانکر نہایت متانت و سنجیدگی سے اپنی خدمت بجالاتے ہین - ندی کے کنارے اس روز بہت بڑا میلا لگتا ہے جس کا حال نقشے سے ظاہر ہوگا حقیقت مین یہہ میلا بھی قابل دید ہوتا ہے —

بی بی کے علم - یہہ ایک نہایت خوبصورت چاندی کے علم ہین جس مین موتی جڑے ہوئے ہین یہہ صبح کے وقت یاقوت پورے سے بڑے جاہ و حشم کے ساتھہ ہاتھی پر اٹھتے ہین اور شہر مین سے ہوتے ہوے اولیفنٹ پُل کے پاس چد گھاٹ کے دروازے سے موسي ندی پر پونہچتے ہین جیسا نقشہ سے ظاہر ہو رہا ہے - پانی مین ڈبو نے کے بعد پھر ان علمون اور تابوتونکو کپڑونمین لپیٹ کے اُن کے مقامات پر لیجایا جاتا ہی - ایام عاشورے مین شیعہ مذہب کے لوگ سینہ زني کرتے ہوئے نکلتے ہین اور اس سینہ زني مین بعض مرتبہ خون بہنے لگتا ہے - ان ایام مین تمام مسلمان روزے رکھتے ہین - آپس مین صلح کرتے ہین - خیرات بانٹتے ہین - اور قرآن کي تلاوت کرتے ہین - انکا اعتقاد ہے کہ انہین ایام محرم مین نوح نبی کي کشتی جودی کے پہاڑ پر بعد طوفان کے ساکن ہوئی تھی - اور انہین ایام مین موسیٰ پیغمبر نے فرعون کے ہاتھہ سے نجات پائی تھی - موسیو تھیونیات نے آج دو سو برس پیشتر جو یہان کے محرم کا بیان لکھا ہے اسکو ہم بعینہ ذیل مین درج کرتے ہین —

جب کرومنڈل کوسٹ کے تمام مقامات سے مین بخوبی واقف ہوچکا تو مچھلی بندر سے نکل کر بھاگ نگر کو آیا

اور وہان تین ہفتے تنگ رہنے کا اتفاق ہوا کیونکہ میں وہان
سے بغیر موسیو بیرل کے نکل نہین سکتا تھا اور وہ کچھہ ضروری
کام کے لئے وہان رکے ہوئے تھے اس عرصہ مین اتفاق سے ماہ
محرم بھی آن پہنچا جو حسین ابن علی کے شہادت کا
مہینہ ہے اور اس مہینے مین گولکنڈے کے مسلمان بہ
نسبت ایران کے مسلمانون کے زیادہ دھوم دھام کرتے ہین۔
اور دس روز تک خوب تعزیہداری ہوتی ہے چوطرف
عاشور خانے بنائے جاتے ہین جس مین تمام قالین کا فرش
ہوتا ہے اور قابل دید روشنی۔گلی اور کوچے لوگون سے بھرے
ہوئے ہوتے ہین۔سبھون کے چہرے اور جسم خاک آلود رہتے
ہین اور ہاتھہ مین ننگی تلوارین۔اور غریب لوگ جنہین
تلوارین میسر نہین چوبی تلوارین لیکے نکلتے ہین اور کمرون
مین لوہے کي زنجیرون کو باندھکے بڑی تکلیف کے ساتھہ
سڑکون مین گھسیٹتے ہوئے پھرتے ہین انکی اس تکلیف پر
دیکھنے والونکو رحم آتا ہے انکے ہاتھونکو بوسہ دیکے زنجیرون
کو مثل ایک مقدس چیز کے چومتے اور آنکھونسے لگاتے ہین
تعزیون کي سواریان بڑی دھوم دھام سے نکلتی ہے۔بعض
بڑے کے چھوٹے سے مکانات جنہین تابوت کہتے ہین سرون
پر لیکے مرثیہ پڑھتے ہوئے نکلتے ہین اور انکے ساتھہ بہت سے
دوسرے لوگ ہاتھہ مین ننگی تلوارین لئے اور حسن حسین
کہتے انکے اطراف ناچتے کودتے ہین۔ان سواریون مین جوان
عورتین بھي اچھے کپڑے پہنے ہوئے برہنہ سر شریک ہوتی ہین
یہان کے ہندو لوگ بھی اپنی دل لگی کے لئے تعزیہداری
کرتے ہین اور انکی تعزیہداری مسلمانون سے بھی بڑھي ہوئی
رہتی ہے لیکن انکے مرثیہ خوانی مین وہ درد نہین ہوتا
جو مسلمان کي مرثیہ خوانی مین ہوتا ہے ان ایام مین
ہندو اور مسلمان دونون نیاز کرتے ہین اور یہان کا محرم بھی
قابل دید ہے غرض ان ایام مین کوئی سال ایسا نہین گذرتا
کہ جس مین خونریزیان نہوتی ہون کیونکہ اکثر سنی لوگ
شیعون پر ہنستے ہین اور شیعہ اسکي برداشت نہین کرسکتے
اسلئے آپس مین خوب ماردھاڑ ہوتی ہے اور طرفین کے
لوگ کام آتے ہین سلطنت کي طرف سے اسکی کوئی پرسش
نہین ہوتی کیونکہ مسلمانون کا اعتقاد ہے کہ اندنون مین
جنت کے دروازے ان لوگون کے لئے کشادہ رہتے ہین جو
اسلام کے عقیدے پر مرتے ہین۔مین نے بھاگ نگر مین دیکھا
کہ ایک تاتاری نے حسین کي نسبت بعض خلاف ادب
کلمات زبان سے نکالے اس پر سے شیعہ بگڑے اور چاہا کہ
اس سے انتقام لیوے لیکن اس تاتاری نے تین آدمیونکو قتل
کر ڈالا آپس مین گولی چلنے لگی ایک جنٹلمین کے پیٹ
مین جو دونون مین بیچ بچاو کرنا چاہا ایک سخت چوٹ
آئی جس سے اسکا جینا دشوار ہوگیا تھا اور علاوہ اسکے دوسرے
کوئی سات آدمی مارے گئے جن مین وزیر اعظم کے بعض
ملازمین بھی شریک تھے جب وزیر اعظم نے اس جھگڑے
کو اپنے بالاخانے پر سے دیکھا تو نیچے اوتر آیا تاکہ گھوڑے
پر سوار ہو کے وہان جا پہنچے لیکن ایسے مین لوگ
تتر بتر ہوگئے۔جو لوگ لڑائیون مین مارے جاتے ہین انکے
جنازے دوسرے روز مرثیہ خوانی کے ساتھہ اٹھتے ہین
اور مرثیون مین حسین اور انکے انصار کي شہادت کا بیان
ہوتا ہے جو کربلا مین یزید کي فوجون کے ہاتھہ مارے گئے۔
دوسری مسلمانون کي عیدین جو حیدرآباد مین ہوتي
ہین انکی تفصیل یہہ ہے۔ آخری چہار شنبہ۔بارہ وفات۔
یازدھم شریف۔شب برات۔عیدالفطر۔اور بکري عید۔

لنگر کا جلوس

یہہ جلوس جو ہر سال محرم مین نہایت دھوم دھام
سے حیدرآباد مین نکلتا ہے چوطرف مشہور و معروف ہے
لیکن باوجود اسکے دکھن کے باہر بہت کم لوگ ایسے
ہونگے جو اسکی اصلیت سے واقف ہون کیونکہ اسکی اصلیت
تاریخی حالات سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اسکا بیان اس
موقع پر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔
لنگر کي سواری جو محرم کي پانچوین تاریخ کو نکلتی ہے
حیدرآباد کہ اور تماشون مین نہایت تعجب انگیز ہے
کیونکہ دنیا کے کسی حصے کے مسلمانون مین اس قسم کے
لنگر کا رواج نہین یہہ مخصوص حیدرآباد ہی سے ہے۔اس روز
وزیر اعظم بہت سے مقتدر اور معزز یوروپین اور مسلمانونکو
اور نیز ملاقاتیونکو دعوت دیتے ہین تاکہ وہ اس پر شکوہ
جلوس کو دیکھین جس مین حیدرآباد کي ریاست کي تمام
باقاعدہ اور بیقاعدہ فوجین شریک رہتی ہین اور علاوہ اسکے
سیکڑون ہاتھی اونٹ اور گھوڑے جسپر زرق برق ساز ویراق
پڑا ہوتا ہے اسکے ساتھہ رہتے ہین اور آدمیونکی کثرت کا کچھہ
حساب نہین تمام بھاری بھاری کپڑے پہنے ہوئے اسکے ہمراہ
ہوتے ہین یہہ جلوس پہلے وزیر اعظم کے مکان پر سے گذرتا
ہے جہان خود وزیر اعظم اور انگریزی رزیڈنٹ اور انکا اسٹاف
معہ دوسرے سول ملٹری یوروپین افسرون اور ملاقاتیون اور
دیسی امیرون کے بیٹھے ہوتے ہین۔اس جلوس کو وہان سے
گذرتے ہوئے کوئی تین چار گھنٹے کا عرصہ ہوتا ہے اجنبی
لوگ جب اسکی شان و شوکت کو دیکھتے ہین تو سخت
متعجب ہوتے ہین اس جلوس کي ترکیب حسب ذیل
ہوتی ہے پہلے شہر کي اور روہیلون کي پولیس کے سوار اور
پیادے اسکے بعد عربون کي پولیس اپنے قومی لباس مین
انکے آگے شہر کا کوتوال ہوتا ہے جسکو پولیس کمشنر کہتے
ہین اسکے بعد حوالی شہر کي پولیس اور پٹھان جمعداران
اور عرب جمعداران معہ اپنے متعلقین کے انکے پیچھے شہر
کي بیقاعدہ فوج اور ممسرام رجمنٹ جسکے ایک ہزار سپاهي
زوواو کے لباس مین اور نظام کي افغاني فوج پیشکار کي سکھونکي
فوج امپیریل سروس کي فوج گولکنڈہ بریگیڈ اور عرف خاص
کي فوج شتر سوار۔بائیسکل سوار خچر سوار اور باقاعدہ فوج
شہر کي رجمنٹ غالب جنگ کي فوج جس مین عربونکے
سوار اور پیدل ہین نیزہ دارونکا رسالہ توپ خانہ دو پیدل

رجمنٹین وغیرہ وغیرہ اور اخیر مین حضور نظام کے خاص کوتل گھوڑونکی قطار اور اسکے پیچھے مغلی گھوڑونکی قطار جس پر زرین ساز ویراق اور جنکے گلون مین سونے اور چاندی کے مالے پڑے ہوئے ہوتے ہین۔بیقاعدہ فوجین بعض ابتک قدیم فرانسیسی وردیان پہنے ہوئے ہین عرب اور روہلیے اپنا اپنا قومی لباس پہنے ہوئے کودتے اور بندوقین چھوڑتے اپنے اپنے سردارونکی تعریف کے اشعار پڑھتے جاتے ہین باقاعدہ اور امپیریل سروس فوج یوروپین افسرونکے ماتحت ہوتي ہے جنکا منظر قابل دید ہوتا ہے اور سوارونمین تمام با قاعدہ رسالے اور علی الخصوص حبشیونکا رسالہ ایسا شاندار ہے کہ جسکی تعریف نہین ہوسکتی۔بڑے بڑے امرا اس جلوس مین شریک نہین ہوتے لیکن وہ اسکے پیچھے اپنے اپنے اسٹاف کے ساتھہ حضور نظام کي سلامی کو موجود رہتے ہین اسوقت حضور نظام زنانہ کے ساتھہ اس جلوس کے تماشے کے لئے پنچ محل مین جو شہر مین ایک خاص شاہی محل ہے تشریف رکھتے ہین تمام افسر اور فوجین کوئی بارہ بجے جمع ہوتے ہین اور اسکے بعد یہہ سواری نکلتی ہے۔پہلے وزیر کے مکان پر سے تقریباً دوبجے پھر پیشکار کے مکان پر سے اور پھر حضور نظام کے محل پر سے گذرتی ہے برابر شام تک یہہ دھوم دھام رہتی ہے لیکن رزیڈنٹ اور یوروپین مہمان اس اثنا مین رخصت ہوجاتے ہین۔انکی روانگی کے بعد تمام امرا کي باڈی گارڈ کي فوجون کا ریویو ہوتا ہے یہہ کچھہ کم تعجب کا مقام نہین کہ بعض رجمنٹون مین ابتک حکم کے الفاظ فرانسیسی زبان مین ہین

اس جلوس کے متفرق حصون مین تین سے چار منٹ تک کي مہلت ہوتی ہے جس مین تماشائیونکو ہر ایک حصے کي مفصل کیفیت معلوم کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ عدم مہلت مین اسکا معلوم کرنا ممکن نہین

چار مینار پر سے جو شہر کے بیچمین ایک قدیم وسیع۔ اور خوبصورت عمارت ہے اور جس کا بیان اسی کتاب مین کہین آیا ہوا ہے یا علاوہ اسکے دوسرے مکانون پر سے جو چوک مین واقع ہین اس جلوس کا نظارہ عجب خوش آئند ہوتا ہے جو کبھی ذہن سے دور نہین ہوتا علی الخصوص مغربی لوگ جو ہندوستان کے رسم و رواج سے واقف نہین اسکو کبھی بھول نہین سکتے۔پیشتر اسکے کہ لنگر کا جلوس چوک مین پہونچے بیحساب آدمی وہان جمع ہوتے ہین انکا رنگ برنگی لباس انکی مختلف وضع اور اونکی متفرق قومین نہایت تعجب انگیز ہوتی ہین۔دنیا کے کسی حصے مین شاید ایسا مجمع ہوتا ہو۔اگرچہ۔حیدرآباد کے کوچہ و بازار کے بیانمین وہان کي مختلف قومونکی کثرت کا ذکر ہوچکا ہے لیکن اس خاص موقع پر یہہ اختلاف بڑا لطف دکھا تا ہے اگرچہ انکا قیافہ جدا شکل جدا چلن جدا لباس جدا زبان جدا رواج جدا مزاج جدا ہوتا ہے لیکن باوجود اسکے کبھی انکے ضابطہ مین فرق نہین آتا اور کبھی سرکشی اختیار نہین کرتے ہین حالانکہ انمین سے بہتونکے پاس ہتیار موجود ہوتے ہین

اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید جس موقع کے لئے وہ جمع ہوتے ہین وہ موقع ہی ایسا ہے کہ انہین بے ضبط نہین ہونے دیتا۔یا نہین تو یہہ شہر حیدرآباد کي پولیس کے انتظام کا باعث ہے کہ اُن پر پورا پورا ضبط و نسق رکھتی ہے سچ تو یہہ ہے کہ لنڈن مین بھی اس قسم کے ازدحام کے وقت ایسا انتظام کا رہنا ممکن نہین اس مجمع مین جو سب سے زیادہ دل چسپ ہے۔وہ اقسام کے رنگ ہین جیسے لال سفید سیاہ سبز وغیرہ وغیرہ جو ازدحام کي حرکت کے ساتھہ ایک دوسرے سے ٹکر کھاتے رہتے ہین۔حالانکہ یہہ لوگ ہر سال اس لنگر کو دیکھتے ہین۔لیکن تا ہم اس سے انکی دلچسپی کم نہین ہوتی۔وہ اسکے جلوس پر اقسام کي مناسب اور غیر مناسب نکتہ چینیان کرتے ہین ۔ لنگر کا جلوس جو مختصراً بیان کیا گیا۔وہ صرف باقاعدۂ اور بے قاعدہ فوجون کي سواری تھی۔جو معہ ملحقات کے حیدرآباد کے شاہ راہون پر پھرتی تھی۔لیکن اگر تفصیلي طور پر دیکھا جائے تو اسکي بناوٹ یا اسکی ضابطگی کي تکمیل مین کوئی چیز مختصر یا خام نہین۔بعض اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ کسی دلچسپ جائے یا کسی دلکش رواج کي فہمایش کے لئے سوال کیا جاتاہے تو اسکا جواب باصواب یہی ہوتا ہے۔کہ جاؤ اور دیکھہ۔ لیکن ہم اس جگہہ پر جواب نہین دینے کے لیکن اتنا ضرور کہینگے کہ حیدرآباد کے محرم کے تماشے کي کیفیت کسی بڑے دور اندیش کے وہم و گمان مین بھی نہین آسکتی۔ کیونکہ اسکے سمجھنے کے لئے اسکا دیکھنا ایک ضروری امر ہے اگر اسمین یہہ کھلم کھلا حقیقت نہوتی کہ یہہ سواری مصنوعی باتون سے مبرا ہے۔تو اسکی نسبت یہہ کہنا بیجا نہوتا کہ یہہ گویا الف لیلہ کے کسی باب کا ناٹک ہے جو زمانۂ حال کي آنکھونکے سامنے ہورہا ہے۔یہہ واقعی زمانۂ موجودہ کي کوئی نئی بات نہین۔جس مین حال کے لوگ شریک ہوتے ہین بلکہ یہہ ایک ایسی چیز ہے۔ جو پیہم تین سو برس سے اسی تکمیل کے ساتھہ چلی آتی ہے اور جسکی اصل سچے اعتقاد پر مبنی ہے اور یہہ اعتقاد شریک ہونے والون کے دلون مین برا بر جما ہوا ہے۔اس مین شک نہین کہ بعض امور چند سال سے اسمین داخل ہوگئے ہین۔لیکن یہہ باتین صرف ملک اور لوگونکی تبدیل حالت کا باعث ہین انسے کچھہ اصل واقعات کو عیب نہین لگتا۔یعنے یہہ کہ اگر تین سو سال کے پیشتر کي اصل حالت کے ساتھہ اسکا مقابلہ کیا جائے تو قواعد دان سوارون کا شمول پیدل فوجونکی شرکت انگریزی بینڈ باجے مین انگریزی اشعار کا گایا جانا وغیرہ وغیرہ یہہ جدید باتین ہین۔جو اسمین داخل ہوئی ہین تا ہم بے ضابطہ فوجون کا نقارے بجانا تماشائیون کي چیخین ہاتھیونکی زرق برق جھولین امرا کے گھوڑون پر سونے اور چاندي کے زیورات سوارون کے جواہر نگار کپڑے فوجون کي رنگین وردیان نعرہائے جنگ سردارونکی تعریف اور اسیطرح کي دوسری بہت سي باتین قدیم ہین۔اور جنکے دیکھنے سے مغلائی حکومت کا سمان آنکھونمین پھر جاتا

سواریِ انگر کا نظارہ

ہے۔جو لوگ کہ مغرب میں رہتے والے ہیں انکی نظر میں حال کی جدید باتیں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔بیان مندرجہ ذیل سے معلوم ہوگا کہ لنگر کی ابتدا کی وجہ یہہ ہوئی کہ سنہ ۱۰۰۳ھ سنہ ۱۵۶۴ع میں ذیالحجہ کی ۱۵ پندرویں تاریخ کو سلطان قلی قطب کے فرزند شہزادہ عبداللہ ہاتھی پر سوار ہوکر اپنے امیرون اور ملازمون کے ساتھہ حیدرآباد سے گولکنڈے کو جارہے تھے۔جب پرانے پل کے پھاٹک سے آگے بڑھے تو انکا ہاتھی مست ہوگیا اور لگا اپنے ہمراہیون پر حملہ کرنے۔لوگون نے اسکی جب یہہ حالت دیکھی تو اپنی اپنی جانیں بچا کے بھاگے، نکلے اور ہاتھی نے جنگل کا راستہ لیا۔اور شہزادہ ویساہی ہودج میں اسکی پیٹھہ پر سوار تھا لیکن اسکی حالت نہایت نازک تھی اور بچنے کی امید بالکل منقطع۔جب اسکی والدہ حیات بخش بیگم کو یہہ حال معلوم ہوا تو سخت گھبرا اٹھیں اور اسکی جان بچانے کی تدابیر میں مصروف ہوئیں چنانچہ شہزادہ اور ہاتھی کے لئے چوطرف کھانے رکھوا دئیے اور منت مان لی کہ اگر شہزادہ صحیح و سالم واپس آئیگا تو میں ایک سونے کی زنجیر ویسی ہی موٹی جیسے کہ عام ہاتھیونکے ہوا کرتی ہیں۔اور جنھیں لنگر کہتے ہیں بنواکر خیرات کرونگی اس منت کو تھوڑا عرصہ نگذرا تھا کہ شہزادہ اسی مست ہاتھی پر سوار صحیح و سالم واپس آگیا۔بیگم نے فوراً شہر کے تمام سنارونکو اکٹھا کر کے انھیں سونے کی زنجیر بنانے کا حکم دیا جب وہ بنکے تیار ہوئی تو شہزادہ اسکو لیکے ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھہ ایک امام باڑے کو گیا اور وہان اپنے بال بال بچنے کی منت ادا کی اسکے بعد اس زنجیر کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے غریبون اور فقیرون کو تقسیم کردیا اس سال سے حیدرآباد میں لنگر کی رسم جاری ہوئی ہے

——※——

علم کی سواری

——:o:——

محرم کی دسوین رات کو یہہ سواری نکلتی ہے اس میں اور لنگر میں یہہ فرق ہوتا ہے کہ علم کی سواری میں تمام لوگ شریک ہوتے ہیں اور لنگر میں صرف فوجیں اور خاص خاص امرا۔علم کی سواری کی ابتدایون ہوی ہے کہ دکھن کے قطب شاہی بادشاہون کے زمانہ میں جو شیعی المذہب تھے ایک شیعہ آغا علی نامی وہانکے باشندون سے حج زیارت کو گیا ہوا تھا جب وہ مدینہ منورہ پہونچا تو وہان اسکو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ کا ایک پرانا علم ہاتھہ لگا وہ اس علم کو ساتھہ لیکے کربلائے معلی گیا وہان اسکو اتفاق سے اسی قدیم زمانے کا ایک بھالا بھی مل گیا یہہ دونون چیزیں لیکے جب وہ حیدرآباد واپس آیا اور وہان کے بادشاہ کو خبر ہوئی تو وہ اسکے استقبال کو شہر کے باہر نکلا۔اور نہایت ادب اور کمال عزت و توقیر کے ساتھہ ان تبرکات کو شہر میں لایا۔اور ان پر سبز کے دبیز غلاف چڑھا کر ایک علاحدہ محفوظ مقام پر رکھدیا جہان وہ ابتک موجود ہیں۔اس مقدس علم کی وجہ سے وہ مقام حسینی علم کہلاتا ہے۔بادشاہ موصوف نے انکی حفاظت کے لئے بہت سی جاگیر وقف کردی تھی جسکی آمدنی انپر صرف کی جاتی تھی۔اس سواری میں بھالے علم ہوتے ہیں اور انکے پیچھے ہاتھیون اور انٹون اور لوگون کا ایک جم غفیر ہوتا ہے۔ہزارہا مشعلیں روشن رہتی ہیں اسوقت تمام راستے ایک آگ کا شعلہ نظر آتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس سواری کے ساتھہ جو مجمع ہوتا ہے۔وہ لنگر کے ساتھہ بھی نہیں ہوتا تمام رات دھوم دھام رہتی ہے شام سے صبح تک راستہ چلنا دشوار ہوجاتا ہے اس سواری میں بہت سے خوانچے اور کشتان اقسام کے میوے اور پھلون سے بھرے ہوئے زرین خوان پوش کے ساتھہ عورتون کے سر پر ہوتے ہیں۔یہہ علم ایک مربع تخت پر نکلتے ہیں جس پر ایک زربفت کا قیمتی شامیانہ ہوتا ہے اور اطراف مشعلیں روشن رہتی ہیں ان مشعلون سے اسکی رونق دوبالا ہوجاتی ہے اسکے ساتھہ لوبان۔صندل اور دوسرے مشمومات کثرت سے جلائے اور چارون طرف پھینکے جاتے ہیں۔جب یہہ سواری باجے کے ساتھہ حسینی علم کو واپس پہونچتی ہے تو وہان کے باجے بھی بجنے شروع ہوتے ہیں جس سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی اس علم کے عاشور خانے میں داخل ہونے کے بعد تمام لوگون کو شربت اور مٹھائی تقسیم ہوتی ہے یہہ کارروائی صبح کے ہوتے ہوتے ختم ہوتی ہے۔شہر کے امرا کے یہان بھی علم نکلتے ہیں لیکن وہ اس دھوم دھام سے نہیں نکلتے ہیں۔

سواری لنگر کا نظارہ

هندوؤن کی تہوار

مندرجۂ ذیل ہندوؤن کے خاص خاص تہوار ہین—

۱—گُڈی پڑوا یا مندوسی یہہ ہندوؤن کے سال کا پہلا دن چیت کي پہلي تاریخ کو آتا ھے—اس روز جوشي یعنے منجم تقویم یا پنچانگ پڑھکر اسکے معنے سمجھاتا ھے—اوس روز جھنڈے کي پرستش ہوتی ھے جسے دھوج پوجا کہتے ہین—یہہ پوجا انکے دیوتا اندر کی یادگار مین ہوتی ھے—اور اُسروز ہندو اس موسم کا نیا میوہ کہاتے ہین—

۲—رام نومی یا رام کي پیدایش کا دن جو چیت کي ۹ تاریخ کو آتا ھے جسکے پیچھے ہنومان جنبھتی جو رام کے مددگار ہنومان کي یادگاری مین منایا جاتا ھے—

۳—سپت سرنگا پوجا جو چیت کي ۱۵ تاریخ کو منایا جاتا ھے—اس دیوی کے نام کے معنے سات سینگون والی ہوتے ہین—یہہ نام شاید ناسک کے بڑے دیول پر سے لیا گیا ھے—جو مغربی گھاٹ کي سات پہاڑیون کے درمیان واقع ھے—

۴—اکھائی یا اکشیہ تیریتہ بیساکھہ کي تیسری تاریخ کو ہوتا ھے—یہہ برہمنون سے مخصوص ھے اور اکھجو تہوار واسطے یتیم بچون کے ھے—جسے کنبی لوگ پالتے ہین

۵—وٹ یا برساوتری جسے جیشٹ پونم بہی کہتے ہین—وہ ۱۵ جیشٹ کو آتا ھے—اوسروز ہندو عورتین بڑ یا اولا جہاڑ کو پوجتی ہین—اور وہ اس غرض سے کہ اُنکے خاوندونکی عمرین دراز ہون

٦—اشاد کي ۱۵ تاریخ کو بڑے مونی ویسا کي پوجا ہوتی ھے اور چیلے اوسروز اپنے گرو کي اطاعت اور فرمانبرداری کے رسوم بجا لاتے ہین—

۷—شراون کے مہینے مین ہفتہ کا ہرایک دن پوجنے والے کے خیال موجب ایک ایک دیبی کي پوجا کے لئے مخصوص ھے—جیسے سنیچر نرسنگ کي پوجا کے لئے—ایتوار سوریا کي—پیر یا سوم شیوا کي—بُدھہ بودھہ کي جمعرات یا برہسپت دتاتریا کي—منگل—منگلا گوری اور جمعہ یا شُکر گیج گوری دیبیون کي پوجا کے لئے—ان دونون آخرالذکر دیبیون کو صرف وہی ہندو عورتین پوجتی ہین جنکے خاوند زندہ ہون—اور وہ بہی شادی کے بعد فقط پانچ سال تک—

۸—ناگ پنچمی پہلی شراون کو ناگ دیبیونکی خاطر سے ہوتی ھے—

۹—رکہی پونم یا سراون کي ۱۵ تاریخ—اوس روز برہمن اپنی زنار یا جنوئی اتار دیتے ہین اور اپنے پیرؤن کي کلائیون پر دہاگے کے ٹکڑے جسے رکھی کہتے ہین—باندھتے ہین—

۱۰—جنم اشٹمی—یہہ تہوار شراون ود یعنے شراون کے پچھلے حصہ کي آٹھوین تاریخ کو کرشناجی کي پیدایش کي یادگار مین منایا جاتا ھے—

۱۱—پولا یا شراون کي پہلی شب—یہہ کنبیون مین بڑے سے بڑا تہوار ھے—اس تہوار کو وہ اپنے بیل پوجتے ہین—اور انہین ایک خیمہ کے نیچے سے گشت کراتے ہوئے لیجاتے ہین—

۱۲—ہرتل کي تیج—بہادون کي تیسری تاریخ کو صرف عورتین یہہ تہوار مناتی ہین—اور مٹی کي بنی ہوئی مہادیو اور پاربتی کي مورتون کو پوجتی ہین—

۱۳—بہادون کي ۴ تاریخ کو گنیش چترتہہ آتی ھے—جو گنپتی کي یادگار مین ھے—اسکی مورت کو فقط ہندو مرد پوجتے ہین—

۱۴—بہادون کي ۵ تاریخ کو ریشی پنچمی آتی ھے جو مخصوص بیواؤن سے ھے اور مغفرت کي غرض سے سات رشیشرن کے پاس توبہ کرتی ہین—اور اس طرح سے پترا پکشا ایک تہوار ھے جو مردون کے لئے ہوا کرتا ھے—

۱۵—مہالکھشمی پوجا—۸ بہادون کو آتی ھے—جس روز ہندو عورتین لکھشمی کي مورت کي پوجا کرتی ہین—

۱٦—آننت چتوردسی یہ تہوار بہادون کي ۱۴ تاریخ کو آتا ھے—اس روز شیش ناگ پوجا جاتا ھے—

۱۷—نوراتری یا نودن جو آسوین کے پہلی تاریخ سے پرتپ پاڑے کے ساتھہ شروع ہوتی ھے—اور نوین تاریخ کو ختم—ان دنون مین ہرروز سخت پرہیز کیا جاتا ھے—اور ہرشخص اپنے اپنے خاص دیوتا کو قربانی دیتا ھے—بعض وشنو کو بعض کرشنا کو اور بعض انکی شکتیون یعنے شکت دیبیون کو جو انکی عورتین ہین—آٹھوان دن ان شکتیون کے پوجاریون کي دھما چوکڑی کے لئے مشہور ھے—

۱۸—دسارا یا وجی دسمی کا دن ھے جو آسوین کے مہینے مین آتا ھے—انکے نزدیک یہہ ایک بہت بڑا دن ھے—کیون کہ اوس روز رام نے راون پر لشکر کشی کي تہی—اور اسی طرح

سے یہہ دن پاربتی کي یادگار کا بھی ہے۔کہ جسنے مہیشاسور دیو کو ہلاک کیا تھا۔تمام ہتیار اور لوہے کے اوزار یا ایسی کوئی چیز جسمیں لوہا ملا ہوتا ہے۔پوجی جاتی ہے۔اس روز گھوڑے اور نیز دوسرے جانور آراستہ کئے جاتے ہیں۔ اِیت جہاز کي پرستش کي جاتی ہے۔اور کبھی پٹیل ایک بھینسا قرباني دیتا ہے۔

۱۹۔۔دیوالی آسوین کي اخیر دودن اور کاتک کے شروع دو ن کو ہوا کرتي ہے۔پہلے دن کو نرک چتوردسي کہتے ہیں ۔اوسروز وشنونے نرکسور دیو کو ہلاک کیا تھا۔ دوسرا دن لکھشمي کي نذر کا ہے۔اس روز رات کو خوب روشني کي جاتي ہے۔ اور حساب کے دفتر پوجے جاتے ہیں۔تیسرا دن خاص کرشنا جي کي پوجا کا ہے۔جسنے اسوقت پر گوردھن پہاڑ کو گوپاؤن اور گوپیون پر بطور چھاتے کے پکڑ رکھا تھا۔جبکہ اندر نے اس سے لڑتے وقت خوب سا پاني برسایا تھا۔اُس دن کو یا مادو تیایا بھاو بہج بھي کہتے ہیں۔کیونکہ بھائي اپني بہنون اور نیز دوسرے نزدیک کے خویشیون کے ہان جاکر انکے ہاتھہ کا پکایا ہوا کھاتے ہیں۔

۲۰۔۔دیون دھان یکادسي کارتک کي ۱۱ کو آتي ہے۔اسروز ہندوؤنکا اعتقاد ہے کہ دیوتا چار مہینون کي نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور اسکے دوسرے ہي دن تلسی کا لگن یعنے تلسي پودے کي شادي ہوتي ہے۔

۲۱۔۔چنپا شاسہتی ٦ مار گیسور کو ہوتي ہے۔اس روز شمال کي جانب آفتاب کا نزول شروع ہوتا ہے۔کھانے اور تل کي مٹھائي کے تحفے برہمنون اور دوست آشناؤن کو بھیجے جاتے ہیں۔اور اس روز انکے متوفی بزرگون کي رسم شرادھہ بھی ادا ہوتی ہے۔اور عورتین نیا اناج پوجتی ہیں۔

۲۲۔۔سنکت چتورتھي پوش ود چوتھہ یعنے پوس کے اخیر حصہ کي جوتھی تاریخ کو ہوتي ہے اور اس روز گنپتي کي پوجا ہوتی ہے۔

۲۳۔۔بسنت پنچمی پانچرین ماگھہ کو ہوتي ہے۔یہہ موسم بہار کا تہورا ہے۔اسروز برہمن اپنے مریدون کو آم کے جہاڑ کي کلیان دیتے ہیں اور لوگ پیلا لباس پہنتے ہیں جسے بسنتي کہتے ہیں۔

۲۴۔۔رتھہ سپتمی ۷ ماگھہ کو آتي ہے۔اوسروز رتھہ یا لکڑے کي گاڑی کي پوجا کرتے ہیں جو گویا آفتاب ہے بطور نارایین کے کہ اپني گاڑی پر سوار ہوکر جاتا ہے۔

۲۵۔۔مہاشیورا تري ماگھہ ود ۱۴ کو شیوا کي یادگار میں ہوتي ہے۔انکا اعتقاد ہے کہ وہ اسي رات کو پیدا ہوا تھا۔

۲٦۔۔ہولي یا سیمنگہا پہاگن کے ۱۵ تاریخ کو آتي ہے۔ یہہ ہندوؤنکا ایک بہت بڑا تہوار ہے۔

انکے علاوہ ایسے بھي ایام ہین کہ جنمین اُپاس یعنے روزہ رکھا جاتا ہے۔جیسے دو ایکادسی جو ہر مہینے کے شُد اور ود کي ۱۱ تاریخ کو اور دوپرا دوسا جو ہر مہینے کي شُد اور ود کي ۱۳ تاریخ کو آتے ہیں۔ایکادسي کے روز وشنو لوگ روزہ رکھتے ہین اور پردوس کے دن شیواسي لوگ۔

مرقوم الذیل بیان گنیش کي پوجا کا ہے جو ہر سال ہوا کرتي ہے۔گنیش کي نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ چانول کي مٹھائي کا بڑا شوقین تھا۔۔اس لئے اسکی پوجا میں ہر ایک ہندو کے ہان چانول کي مٹھائي افراط سے تیار ہوتي ہے۔اور دیوتا کي نذر کي جاتي ہے۔اور بعد پوجا تمام ہونے کے گھر کے لوگ اس مٹھائي کو کھاتے ہین۔اس دیوتا کے جدا جدا ایکسو آٹھہ نام ہین جو پوجا کے وقت لئے جاتے ہین۔اور ہر ایک نام پر ایک ایک پھول پھینکا جاتا ہے۔یہہ پوجا اس قدیم زمانہ سے چلي آتي ہے کہ جسکا تاریخ مین کہین پتا نہین ملتا۔یہہ گنیش شیوا اور پاربتی کا یا صرف پاربتي کا سب سے بڑا لڑکا ہے۔جسکي نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ پاربتي کے بدن کے میل سے پیدا ہوا۔شیوا گھر سے باہر گیا ہوا تھا۔اور پاربتي کیلاسا مین تنہا تھي۔اسنے چاہا کہ حمام کرلے۔اور اس وقت کسي آدمي کا وہان آنا اسکو ناگوار تھا۔اسلئے وہ اپنے بدن کو ملنے لگي اور جو میل کہ اسکے بدن سے نکلا اسکا ایک پتلا بناکر اسکو زندہ کیا اور اسکا نام گنیش رکھا۔اور اسکے بعد اسکو حکم دیا کہ دروازے پر بیٹھے اور جبتک میں نہا نہ چکون ہرگز کسي کو اندر آنے نہ دیوے۔گنیش اس حکم کي تعمیل کر رہا تھا کہ اتنے مین شیوا واپس آیا۔اور چاہا کہ گھر مین داخل ہووے لیکن گنیش نے اسکو اجازت نہین دی۔پہلے تو اوسنے اسکی فہمائش کي اور ملایمت سے کام لیا۔لیکن جب کچھہ فائدہ نہوا تو اسنے دھمکي دیني شروع کي اسپر بھي کچھہ اثر مترتب نہوا تو آخرش اسکا سر کاٹکے مکان مین داخل ہوا۔ پاربتي نے اپنے خاوند کو اندر آتے ہوے دیکھہ کے معلوم کرلیا کہ گنیش مارا گیا۔وہ خفا ہوکر کہنے لگی کہ جبتک میرا خدمتگار زندہ نہو مین شیوا سے بات نہین کرنے کي۔یہہ سنکر شیوا نے اپنے بہوتون کے لشکر کو حکم دیا کہ جو کوئي جاندار اپنا سر شمال کي طرف کرکے سرتا ہوا پایا جائے اُسے قتل کرکے اسکا سر گنیش کے دھڑ پر چسپان کردو۔بہوتون نے بہت دیر تک تلاش کي لیکن سواے ایک ہاتھی کے جو شمال کي طرف سر کئے ہوے سورہا تھا انہین کوئي نہ ملا۔انہون نے حکم کے مطابق سر کاٹ کے گنیش کے دھڑ پر چسپان کردیا۔ اور وہ فوراً جی اُٹھا۔لیکن دھڑ تو اسکا آدمی کا تھا اور سر ہاتھی کا اسلئے ہندوؤن کے نزدیک شمال کي طرف سر کرکے سونا جایز نہین۔۔گنیش کو وہ لوگ عقلمندی کا دیوتا اور دافع مشکلات مانتے ہین۔۔اور اسي واسطے کسي کار اہم کو اپنے سر پر لیتے وقت۔اسکی پوجا کرتے اور اس سے مدد مانگتے ہین۔انکا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص تعلیم شروع کرنے یا شادی کرنے یا جنگ کو جانے۔یا کسی بیوپار مین داخل ہونے یا اوس سے دست بردار ہونے کے وقت اس دیوتا کي پوجا کرلے تو کسی طرح کي مشکل اس کے درپیش نہین آتی۔کوہ ہمالیہ سے لیکر راس کماري تک جتنے ہندو رہتے ہین علی العموم انکا پکا اعتقاد

یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ہندو دیوتاؤن مین گنیش یا
پلیار سے ہر شخص واقف ہے۔ہر ایک ندی کے گہاٹ کے
قریب اور ہر ایک پیپل کے جہاڑکے نیچے۔ایک پستہ قد۔
موٹی چار ہاتہہ والی مورتی جسکا پیٹ باہر نکلا ہوا سر ہاتہی
کا اور جسم آدمی کا ہوتا ہے۔چوہے پر سوار بتہلائی ہوئي ہوتی
ہے۔پہر گنیش کي مورتی ہے ہندوستان مین کوئی گانو یا
شہر ایسا نہین کہ جہان کم سے کم ایک درجن ایسی
مورتی نہ پائی جاتی ہون۔اس ہاتہي کے سر مین ایک
پورا دانت ہے۔اور دوسرا بیچمین سے کٹا ہوا۔اس ناقص
دانت کي نسبت کہا جاتا ہے کہ پرسورام کے ساتہہ جنگ
کرنے مین کٹ گیا تہا۔اس سبب سے پہر یہ ہندو دیوتا
ایک دنتا کہلاتا ہے ہندو کہتے ہین کہ ویا سانے گنیش سے مہا
بہارت لکہوائی ہے۔اس کا لکہنا ایک نہایت مشکل کام تہا
کیونکہ ویاسا اسقدر جلد کہتا چلا جاتا تہا کہ کسي کي
مجال نہ تہی کہ اسے لکہہ سکے۔

کالی پوجا کي رسم اسطرح سے بیان کي جاتی ہے حال
کي بڑي بڑي طاقتون کے وجود مین آنے سے بہت پیشتر
جبکہ آسمان اور زمین کے درمیان سلسلئہ آمد و رفت
جاری تہا اسوقت ہندوستان مین ایک دیت یعنے شیطان
شنبہا نامی حکومت کرتا تہا جسکی طاقت اور جسکا
رعب و داب زمین اور آسمان دونون مین بڑہا ہوا تہا
اسنے تمام دیوتاؤن کو اونکے آسماني مکانون سے ہانک
کر نرکماشی کر رکہا تہا۔مہادیو کي مہرباني سے اسکو پہر
قدرت حاصل ہوئی تہي۔جب دیوتا آسمان سے نکال دئے
گئے تو وہ سب مہادیو کي عورت شکتی یا کالی کے پاس
گئے۔اور اس سے التجا کي کہ انہین اس عذاب سے نجات
دلائی جائے۔ کالي نے اُنکي پہر التجا قبول کي اور اسیوقت
ایک نہایت خوب صورت لڑکي کي شکل مین شنبہا
کے باغ مین جو کوہ وندہیا پر کسی جگہہ بنا ہوا تہا جاکر
بیٹہی۔اوس شیطان کے خدمتگارون نے اوسے دیکہا تو اپنے
صاحب کو خبر کي اوسنے حکم دیا کہ اس لڑکي کو اسکے
حرم سرا مین داخل کیا جائے۔ایک قاصد اس پیغام کے
ساتہہ اسکے پاس بہیجا گیا۔لیکن اس لڑکي نے جواب دیا کہ
مین اسی سے شادی کرون گی جو لڑائي مین مجہپر غالب
آئے۔شنبہا نے بڑے بڑے جنگ آزمودہ پہلوانون کو اس
سے لڑنے کے لئے بہیجا۔لیکن اوس سے عہدہ برا نہ ہوسکا۔
آخرش رکہتا بیج نامي ایک شیطان شنبہا کے بہائی کے
ساتہہ چلا آیا تا کہ اس لڑکي کو پکڑ لیوے۔اور حقیقت
مین اوسنے اسکو کسیقدر تکلیف بہی دی۔پہر رکہتا بیج
ایک عجیب قسم کي زندگی رکہتا تہا۔یعنے اگر اسکے
خون کا ایک قطرہ بہي زمین پر گرتا تہا تو اوس سے ہزاورن
پہلوان زمین سے پیدا ہوکر اسکی مدد کرنے لگتے تہے۔آخر
اُسے شکست دینے کے لئے کالي کو اپني شکل بدلني پڑی
اور وہ شکل نہایت ہیبت ناک تہی جو اب تمام ہندوستان
مین بتلائي جاتي ہے۔اسنے رکہتا بیج کا سر اسطرح اڑاکر اسکا
تمام خون چوس لیا کہ وہ زمین پر گرکے اسکو زیادہ تکلیف
نہ دے۔اوس دیت کا چہوٹا بہائی بہی دیبي کے ہاتہہ سے
مارا گیا۔شنبہا نے جب یہہ حالت دیکہی تو خود میدان
جنگ مین چلا آیا اور دیبي کو پہچان کر کہ مہادیو کي
عورت ہے مان مان پکارتا ہوا اپنے آپ کو اسکے نیزے پر
گرا دیا۔اسکے مرنے کے بعد تمام دیوتا آسمان پر اپنے
اپنے مکانون مین چلے گئے۔پہر اونکی کتہا یعنے اصلی
مذہبی قصہ ہے۔اس دیبي کي مورت سنکہیا فلسفی کي
تعلیم کے موافق دیوتا کي شکل کا ایک خاکہ ہے۔وہ اسطرح
پر کہ۔اسکے چار ہاتہہ ہین ایک مین تلوار۔دوسرے مین
چکر اور تیسرے مین شیطان کا کٹا ہوا سر۔اور چوتہا رحم
کے ساتہہ نیکون کي محافظت کو آگے بڑہا ہوا۔اوسے اور
شکل مین بہی بتلایا جاتا ہے۔وہ یہہ کہ ایک مردے پر
وہ ناچ رہی ہے جو مہادیو کا مردہ خیال کیا جاتا ہے۔
اسکے گلے مین کہوپریون کا ایک ہار پڑا ہوا ہے۔اور
سوائے لنبے لنبے بالون کے اور کچہہ بدن پر نہین۔
اسکي شکل ایک سخت ہیبت ناک ہونے کي وجہہ سے
اکثر علماے یوروپ اسکو غیر آریا دیبی خیال کرتے ہین۔لیکن
دیسي اونسے متفق نہین ہوتے بلکہ اونکي تکذیب مین
سنکہیا فلسفی کو بطور دلیل کے پیش کرتے ہین۔

غار کہ مندر

اجنٹا کے غار

بودھ مذہب والون کے دلچسپ اور مشہور غار جنہین اجنٹا غار کہتے ہین اندھیادری کے ٹیلون مین شہر اجنٹا کے شمال و مغرب مین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہین—ان غارون کو جانے کے راستہ مین علی الخصوص موسم برسات مین اور نیز اسکے قبل ملک دکھن کا ایک نہایت خوشنما اور قابل دید منظر پیش نظر ہوتا ہے—لیکن دوسرے موسمون مین جنگل کے سبزہ زار اور پانی کے پیارے پیارے جھرنے اور ان کے اطراف و جوانب کي چیزین آفتاب کي حرارت سے بالکل خشک اور پژمردہ ہوجاتی ہین—یوروپین لوگون کو ان غارون کا حال کچھہ کم سو برس سے معلوم ہوا ہے پہلے پہل جو انگریز لوگ انہین دیکھنے کے لئے گئے وہ مدراس کے فوجی افسر تھے سنہ ۱۸۰۹ع مین انکا وہان جانا ہوا تہا انکے بعد جنرل سر جے—الکزانڈر نے سنہ ۱۸۲۴ع مین انہین دیکھا تہا—کپتان گرسلی اور مسٹر رالف نے اوسکے چار برس پیچھے—سر جان مالکہم نے ڈاکٹر جے برڈ کو روانہ کیا تہا کہ وہ ان غارون کي جانچ پر تال کرکے ان کي مفصل کیفیت سے اطلاع دین—اسکے پیشتر کئی صدیون تک انمین وحشی درندے اور بھیل لوگ رہا کرتے تہے اسکی دیوارون پر جو قابل قدر نقش و نگار اور سنگ تراشی ہے اسکو کسیقدر نقصان پہونچا ہوا ہے لیکن نہ اتنا کہ جتنا ایلورا کے غارون کو حال سیاحونکی سنگدلي سے—اسکا سبب شاید یہہ ہو کہ اجنٹا کے غارون کو جانا اسقدر آسان نہین کہ جسقدر ایلورا کے غارون کو جانا ہے—

اوسکے نقش و نگار مین سے بعض عمدہ مورتین بیرحم وزیٹر اوڑا لیگئے ہین لیکن آخر حضور نظام کي گورنمنٹ نے ممانعت کردی ہے کہ کوئی وہان لوٹ مار نکرے—اور اب ان غارون پر ایک چھوٹا سا پہرا مقرر ہے اور تماشائیون کے ساتھہ وہ

آجنٹا کی پہاڑی — جہانسے غار نظر آتے ہین

اندر جایا کرتا ہے - گورنمنٹ آف انڈیا نے ان غارون کے عمدہ نقشے بنوانے مین بہت کوششین کي ہین - چنانچہ دو مرتبہ کپتان جِل نے جو ہندوستان مین ایک نامور مصور تھے سنہ ۱۸۴۴ اور سنہ ۱۸۴۸ع مین ان کے عمدہ نقشے تیار کئے تھے - اور یہ نقشے لنڈن کے کرسٹل پیلیس یعنے بلورین محل مین واسطے نمایش کے رکھے گئے تھے - لیکن افسوس هے کہ سنہ ۱۸۶۶ع کي بڑی آگ مین تقریباً یہ تمام نقشے برباد ہو گئے - اوسکے بعد بمبئی گورنمنٹ کے آرکولوجکل ڈپارٹمنٹ نے سنہ ۱۸۷۲ع مین وہان کے اسکول آف ارٹس کے ہیڈ ماسٹر گریفتھس کو ایک لایق اسٹاف کے ساتھہ اسکی نقش و نگار کے نمونے تیار کرنے کے لئے روانہ کیا اور وہ نمونے وقتاً فوقتاً انگلنڈ مین انڈیا میوزیم کو بھجدئے گئے ان نقش و نگار کي تاریخ کي نسبت اختلاف هے کیونکہ مسٹر جے - برجس - ایم - آر - اے - ایس - ؛ ایف - آر - جی - ایس - کہ جنکی نوٹون پر سے یہ بیان لیا گیا ہے کہتے ہین کہ اسکی تاریخ کا پورا پورا اندازہ نکالنا مشکل ہے لیکن بعض قدیم نقوش جو نمبر ۹ اور ۱۰ کے غارون مین ہین اون کے نزدیک سنہ عیسوی کي دوسری صدی کے ہین اور باقی اکثر چھٹی صدی کے لیکن بعضے ساتوین صدین کے بھی ہین اور مسٹر گریفتھس کي رائے ہے کہ اٹالیا مین چودھوین صدی درمیان جس قسم کے نقش و نگار تیار ہوے تھے اوسی قسم کے یہ بھی معلوم ہوتے ہین جس سے پایا جاتا هے کہ انکے اور انکے خیالات مین بہت مشابہت تھی - اسکے بنانے والے خواہ کوئی ہون لیکن انکی نسبت اتنا تو خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ضرور دنیادارون سے میل جول رکھتے تھے - اور انکے حالات سے بخوبی واقف تھے کیونکہ وہان کے نقش ونگار مین روزانہ زندگاني کي شکلین نہایت عمدگی سے دکھلائی گئی ہین اور غالباً یہ انہین لوگون کا کام ہے جو رات دن اوسکو دیکھتے ہون - ان کے نہایت باریک بین اور صاحب ذہن وقاد ہونے مین کوئی کلام نہین -

ذیل مین ہر ایک غار کي کیفیت درج کي جاتی ہے

غار ۱ - یہ ایک خانقاہ هے جو بہ نسبت دوسرے اجنٹا مین بنی ہوی خانقاہون کے نہایت خوبصورت هے - اوسکی عمدہ کھدی ہوئی ڈیوڑھي جو برآمدے کے سامنے ہے اسمین اسکی گذشتہ شان و شوکت کے کسیقدر نشان نظر آرہے ہین - برآمدے کے باہر دونون طرف دو کمرے ہین جن کے دروازون کے سامنے دو دو کھم ہین اور جنکی زمین کسیقدر اونچی هے تاکہ مکمل کھم اوسکے سامنے کي بلندی کے برابر ہموار ہوسکین - اوسکی مغربی طرف کا کمرا دوسرے کمرے سے ملا ہوا ہے جو ۱۳½ فیٹ مربع اور کسیقدر تاریک ہے اور اسکے داہنی طرف کے کمرے سے دوسرے دو کمرے شامل ہین جو کسیقدر چھوٹے ہین - اسکا برآمدہ ۶۴ فیٹ لمبا ۹½ × چوڑا اور ۱۲½ بلند ہے اسکے کگر نقش و نگار اور سنگ تراشی کا ایک عمدہ نمونہ ہین - سامنے کے دروازے کے چوکٹھے مین بھی نقش و نگار ہے اور کگر کے اوپر کے حصے مین جدا جدا خانے ہین جن مین انساني

اجنٹا کي پہاڑی - جہانسے غار نظر آتے ہین

غار نمبر ۱ – ۲ کا بر آمدہ – آجنٹا

مورتیں یا پاک ہنس کے جوڑے ہیں کہ جن کے ہر نقش و نگار کے اوپر سایہ کئے ہوئے ہیں تاکہ جگہہ خالی نرہے۔ یہ صنعت شنگالیوں سے زیادہ خصوصیت رکھتی ہے۔ برآمدے کے بیچ میں ایک وسیع دروازہ ہے جو ایک بڑے دالان سے جو تقریباً ٦۴ مربع فیٹ ہے ملا ہوا ہے اور اسکے اطراف بیس ۲۰ ستون ہیں اور ستون کے درمیان ۲½ فیٹ کا راستہ۔ اور اس میں ویسی ہی سنگ تراشی ہے کہ جیسے سیلون۔ برما اور چین کے بودھہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ان کے بیچ میں ایک ستون ہے جسکا نقش و نگار قابل تعریف ہے اسپر چار ہرن ہیں اور انکے سر اس خوبی سے تراشے گئے ہیں کہ ذرہ بھر فرق نہیں۔انمیں سے کوئی سر چاروں میں سے کسیکے بدن پر رکھہ دیا جاے تو اُسیکا معلوم ہونے لگے ۔ اس غار میں جوگیوں کے لئے کمرے بنے ہوے ہیں۔اور بودھہ کی ایک تصویر ہے جو ۲۰ بیس فیٹ کي وسعت میں ہے۔اس غار میں بہت سے نقش و نگار ہیں جو علم آثار قدیم کے نہایت دلچسپ نمونے ہیں۔اور انمیں جو تصویریں شیریں اور خسرو کي خیال کي جاتی ہیں وہ بھی قابل دید ہیں۔

غار ۲۔یہ بھی ایک خانقاہ ہے لیکن پہلے خانقاہ سے چھوٹی۔اور صناعی میں بھی اس سے کم اس غار میں جو عبادت کي جگہہ ہے وہ کوئی ۱۴ فیٹ لمبی اور ۱۱ فیٹ چوڑی اور ۱۱ فیٹ اور ۵ اِنچہ اونچی ہے اور تاریک۔ چونکہ ایک مدت تک چمگادڑ اس میں رہا کرتے تھے اس لئے اوسکی چھت کي نقاشی بالکل خراب ہوگئی ہے لیکن اسکے برآمدے میں ابھی بہت سے نقش و نگار ایسے ہیں کہ جنکا نمونہ برابر لیا جا سکتا ہے۔برآمدہ دالان۔ اور پوجا کي جگہہ کے نقش و نگار بہت سے ان راجاؤں اور رانیوں کے اقسام کے واقعات کو ظاہر کررہے ہیں جو ان میں کندہ ہیں۔پوجا کي جگہہ کي دیواروں پر بودھہ اور اوسکے خدمتگاروں کي تصویریں ہیں اور اسکے مقابلہ میں چھت کے ایک حصہ پر لٹکتی ہوئی مورتیں بنی ہوئی ہیں جو بودھہ کو پھول نذر دے رہی ہیں۔اس غار میں اڑتیس نقش و نگار ہیں جو برابر سمجھہ میں آتے ہیں۔

غار ۳۔یہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے جو ٹیلے کے اوپر سامنے کھدي ہوئی ہے لیکن تمام نہیں ہوئی اس کا برآمدہ ۲۹ فیٹ لمبا اور ۷ فیٹ چوڑا ہے اور اسکی چھت کے نیچے چھہ ستون ہیں چار گول اور دو مربع لیکن ان پر کچھہ نقش و نگار نہیں۔دالان میں جانے کا ایک دروازہ ہے۔لیکن وہ برابر کھدا ہوا نہیں اور علاوہ اسکے اور ایک دوسرے درجہ کي اوسمیں ابتدا ہے۔

غار ۴۔یہ بھی ایک خانقاہ ہے اور سبھوں سے بڑي اسکا برآمدہ کوئی ۸۷ فیٹ لمبا اور ۲۰ فیٹ چوڑا اور

غار نمبر ۴ کے روبرو کے نقش۔ آجنٹا

غار نمبر ۹-۱۰ مین جانے کے راستے
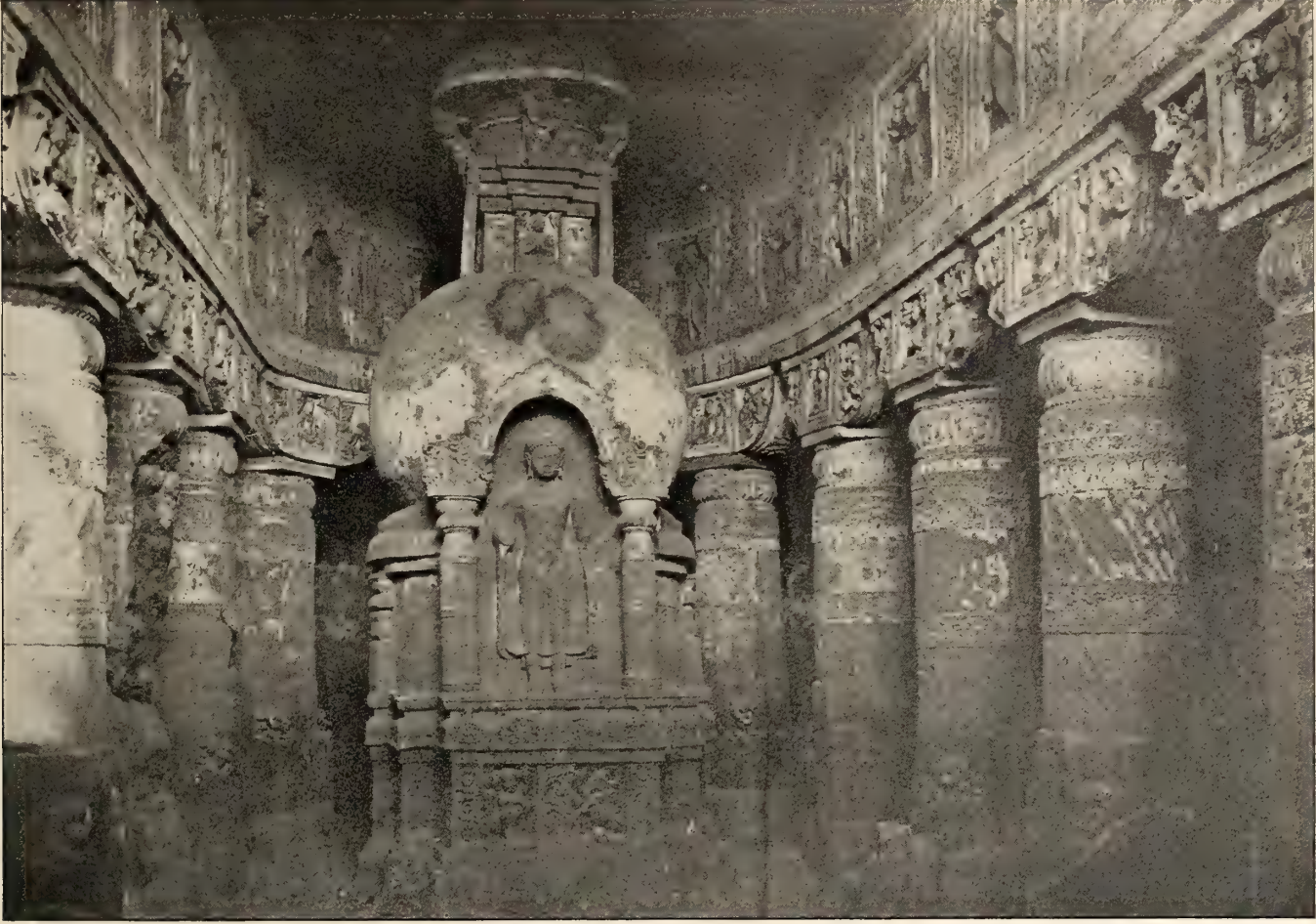
غار نمبر ۹ کا اندرونی حصہ ـ آجنٹا

غار نمبر ۱۰ کے دہنے طرف کے نقش ـ آجنٹا

۱۶ فیٹ اونچا ھے اور اس میں آٹھہ ستون ھین ھشت پہلو ۔ جن کے کگر بالکل سادے ھین اس برآمدے کے دونون طرف دو کمرے ھین ۱۰ فیٹ لمبے اور ۸½ فیٹ چوڑے ۔ انکے چھوٹے چھوٹے دروازون پر تین تین زینے لگے ہوے ھین ۔ اس غار کے دالان کے تین دروازے ھین بیچکا دروازہ تمام اجنٹا کے غارون کے دروازون سے نہایت مکمل اور خوبصورت ھے ۔ یہان علاوہ بہت سی عمدہ مورتون کے بودھہ کي ایک مورت ھے جسمین وہ دعا مانگ رہا ھے اس مورت سے ظاہر ہوتا ھے کہ یہ بھی اسی زمانہ کے قریب قریب بنی ہوئی ھے کہ جس زمانہ مین ایلورا ۔ دھیڈ ناڈا ۔ اور اورنگ آباد کا ساتوان غار بنا ہوا ھے اس غار مین کوئی نقش و نگار نہین سوائے برآمدے کي چھت کے کہ جس مین ایک جگھہ نہایت آبدار رنگ کي ھے اس کا دالان ۸۷ مربع فیٹ کا ھے اور اس مین سادے ۲۸ کھم ھین انپر ویسا نقش و نگار نہین جیسا پہلے اور دوسرے غار کے کھمون پر ھے لیکن اسکے کگر خوبصورت ھین

غار ۵ ۔ اس غار کو نمبر ۴ سے ایک ناہموار اور پتھریلا راستہ ھے ۔ یہہ بھی ایک خانقاہ ھے ۔ لیکن نامکمل ۔ اسکا برآمدہ ۴۵ فیٹ لمبا اور ۸ فیٹ ۸ اِنچہ چوڑا ھے ۔ اس مین چار کھم ھین جن مین سے صرف ایک مکمل ھے ۔ اور دوسرے نامکمل ۔ دروازے کي کگر پر مورتین نظر آتی ھین ۔ لیکن اس کے اندر سنگ تراشی کي کوئی صنعت نہین ــــ

غار ٦ ۔ اس غار مین دو درجے ھین لیکن نیچے کے درجہ کا تمام برآمدہ گرا پڑا ھے ۔ اسکا دالان جو ۴۵ مربع فیٹ کا ھے اس مین کوئی ۱٦ کھم تھے لیکن اب فقط ۷ باقی رہگئے ھین ۔ چونکہ اس مین دیسی لوگ رہتے تھے اور ہمیشہ آگ جلایا کرتے تھے اس لئے وہ خراب ہوگیا ھے اور اوسکی شکل ویرانہ کي سي معلوم ہوتی ھے اوسکے اوپر کے درجے کو چڑھنے کے زینے جو دروازے پاس ھین بالکل شکستہ ہوگئے ھین اس لئے اوپر کے برآمدے کو جانا دشوار ھے ۔ اس برآمدے مین چار گول اور دو مربع ستون ھین لیکن مربع ستونون مین سے صرف ایک ہی باقی رہگیا ھے اور واقعی یہ ایک نہایت عمدہ ستون ھے اس غار مین بنسبت اور اجنٹا کے غارون کے بودھہ کي بہت سي مورتین ھین ۔ جن مین اکثر کھڑی ہوئی ھین ۔ غالباً ان غارون مین یہ غار حال ہی کے زمانے کا معلوم ہوتا ھے اگرچہ اس کا نقش و نگار دھوین کي وجھہ سے بالکل مٹ گیا ھے لیکن شاہي محل کا نقش صاف پہچانا جاتا ھے اور اِندرا کي تصویر پرستش گاہ کے دروازے کے دونون طرف نظر آتي ھے ــــ

غار ۷ ۔ یہ ایک اور خانقاہ ھے لیکن ابتک جتني خانقاہونکا بیان ہوا انسےین اور اس مین بعض باتون کا اختلاف ھے چنانچہ اسکے برآمدے مین دو ڈھوڑیان ھین اور ہر ایک ڈھوڑي مین دو دو ھشت پہلو ستون ھین جنکے کگر ایلیفنٹا (گھاراپوڑی) کے دوسرے غار کے کھمون سے کسیقدر مشابہت رکھتے ھین ۔ اس مین علاوہ بودھہ کے بودھي ساترا اور نیز دوسری بھي مورتین ھین جن مین سے بعض بیٹھی ہوی اور بعض کھڑی ہوی ۔ پرستش گاہ کے دروازے کے اوپر مورتین نکالي ہوئي ھین اور نیچے شیر ببر کا سر اور پنجے ۔ برآمدے مین سے ہوکر چھوٹے چھوٹے کمرون اور پرستش گاہ مین جایا جاتا ھے جہان کي چھت اور کالي دیوارون پر کسیقدر نقش و نگار کے آثار باقي رہگئے ھین ــــ

غار ۸ ــــ یہ بھي ایک خانقاہ ھے لیکن اسکے سامنے کا حصہ بالکل منہدم ہوگیا ھے دالان مین جو کچھہ باقي ھے اوس کي لمبائي ۳۲ فیٹ چوڑائي ۱۷ فیٹ اور اونچائي ۱۰ فیٹ ھے ۔ یہ غار ٹیلے کے نشیب مین ھے جو مٹي سے پٹ گیا ھے ۔ پرستش گاہ کے دالان اور پیش دالان کے دونون طرف دودو کوٹھریان ھین ۔ پیش دالان کا دروازہ بہت نیچا ھے اور اوسکے پیچھے ایک پتھر کي چوکي ھے ۔ لیکن اس مین کوئي نقش و نگار نہین ــــ

غار ۹ ۔ یہ غار ایک چھوٹا سا مندر ھے اور نہایت قدیم زمانے کا ۔ غالباً سنہ عیسوی کي پیشتر کي صدی مین بنا ہوا ھے ۔ یہ ۴۵ فیٹ لمبا ۲۲¾ فیٹ چوڑا اور ۲۳ فیٹ اور ۲ اِنچہ اونچا ھے ۔ اس کے وسط مین ستونون کي قطار ھے جسکے دونون طرف دو راستے ھین ۔ ان ستونون کے پیچھے ایک نصف دائرہ ھے جس کے بیچ مین ایک پرستش گاہ ھے اور اسکا قطر ۷ فیٹ اوسکي بنیاد ایک سادے بیلن کي سي ۵ فیٹ اونچي ھے اور اوس کے اوپر ایک گنبد ھے جسکا قطر تقریباً ٦ فیٹ اور ۴ انچہ اور اونچائي ۴ فیٹ اور اس گنبد کے اوپر ایک مربع کگر ھے ۱¾ فیٹ بلند اور اوس کے اطراف کٹہرا ھے ۔ اوسکي صورت ایک زمانۂ قدیم کے صندوق کي سي ھے جسکے اوپر ایک ڈھکن ھے یہ گویا ایک قسم کي میز ھے جس مین چھہ خانون کي شکل ھے جن مین کا ہر ایک اپنے نیچے کے خانے سے کسیقدر باہر نکلا ہوا ھے اس کے اوپر مثل کالي کے غارون کے ۔ ایک لکڑی کا چھاتا ھے اس غار کے درمیان مین ۲۱ ستون ھین ھشت پہلو ۔ لیکن انپر کوئی نقش و نگار نہین ۔ اس مین جو کچھہ نقش و نگار باقي رہگیا ھے وہ دو یا دو سے زیادہ زمانون کا بنا ہوا معلوم ہوتا ھے ۔ اوس کي دیوارون کے بعض حصون پر دو تہ جمي ہوئي ھین جو صاف طور پر معلوم ہوتي ھین ۔ ان مین بعض کي نسبت خیال کیا جاتا ھے کہ وہ سنہ عیسوي کي دوسري صدي کے اخیر نصف حصہ کي ھین ــــ

غار ۱۰ ۔ اجنٹا مین یہ سب سے زیادہ قدیم مندر ھے اور اوسکے پہلو لکڑے کے ھین جیسے بھاجا ۔ کارلي وغیرہ مین ھین ۔ یہ بالکل سادا ھے اس مین کسیطرحکا نقش و نگار نہین اوسکے بنیاد کا قطر ۵½ فیٹ ھے اور اسکا گنبد

نصف کُرّے سے کچھہ زیادہ ہے اس مین ایک بڑی کمان ہے جسکے داہنی طرف یہ عبارت کندہ ہے (ترجمہ) "گریہا مکھا کی نذر - واسش تھپوترا کی طرف" چونکہ یہ ایک نامربوط عبارت ہے اس لئے یہ کہنا ممکن نہین کہ یہ غار واسش تھپوترا نے کھودا تھا یا صرف دروازہ بنایا تھا لیکن اسکی تعمیر یا تو سنہ عیسوی کے قبل دوسری صدی مین ہوئی ہے یا سنہ عیسوی کی دوسری صدی کے نصف اول مین - اس غار مین عمدہ نقش و نگار کیا ہوا تھا اور بعض حصے ایک سے زیادہ وقت منقش ہوے ہین لیکن اب کچھہ کچھہ اوس کے آثار باقی رہگئے ہین - دیسمون نے سب مٹادئے - مسٹر برجس کی راے ہے کہ سنہ عیسوی کی دوسری صدی ہی اوسکی تعمیر کا صحیح زمانہ ہے —

غار ۱۱ - یہ ایک خانقاہ ہے - اور ٹیلے کی بہت بلندی پر - اور اوس کی شکل معمولی خانقاہ کی سی ہے - چونکہ اس کے دالان مین بد ڈول اور اصلی وضع کی ہشت پہلو ستون ہین اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ان کھمون کا اسوقت کا نمونہ ہے جبکہ پہلے پہل خانقاہون مین کھمون کا تراشنا ایجاد کیا گیا - اس غار مین چند کمرے ہین اور وہ بھی دیوارون مین بلندی پر - اس لئے مشکل سے دکھلائی دیتے ہین اس کے بائین طرف کو ایک دڑاڑ ہے جو ایک مخفی کمرے کو گئی ہوئی ہے - اور اوسکے سیدھے طرف ایک قسم کی پتھر کی نشست گاہ ہے اور پرستش گاہ مین بودھہ کی مورت اور اس مورت کے مقابلہ مین انسان کی ایک نہایت خوبصورت تصویر ہے - جو زانو پر بندگی کرتا ہوا بیٹھا ہے اسکے منھہ اور ہاتھہ کو عمداً نقصان پہونچایا گیا ہے - ایسا گمان ہے کہ شاید وہ اسکا کھودنے والا - سواے برآمدے کے اس غار کا تمام نقش و نگار خراب ہوگیا ہے برآمدے کی چھت اور غار کے اوپر اور ستون کے باہر جو نقش و نگار ہے وہ ابتک کامل ہے اور علم مساحت کا ایک عمدہ نمونہ - اندر کے نقش و نگار سے گو کہ وہ صاف نظر نہین آتا ہے لیکن تاہم پایا جاتا ہے کہ اوسپر بودھہ اور بودھی ساترا کی مورتین تھین —

غار ۱۲ - ۱۳ - یہ دونون قدیم خانقاہین ہین لیکن ان کے دروازے منہدم ہوگئے ہین - ان دونون کے اندر ستون نہین - اور کوٹھریون مین پتھر کے پلنگ نما چبوترے بنے ہوے ہین جو سنہ عیسوی کے دوسری صدی کے غارون سے خصوصیت رکھتے ہین - نمبر ۱۲ کا دالان ½۳٦ مربع فیٹ کا ہے - اور اسکے اندر تین طرف چار چار کوٹھریان ہین - انمین سے ۱۱ مین پتھر کے پایون پر دو دو پلنگ نما چبوترے ہین اور دیوارون مین کمرون کے دروازون پر سائبان کھدے ہوئے ہین جو مندر کے دریچے کی شباہت رکھتے ہین - اور دوسری جگہہ پر اور بھی دریچہ نما نقش ہین پیچھے کی دیوار مین ایک کمرے کے دروازے کے بائین طرف دو سطرون مین ایک مختصر عبارت کندہ ہے

غار ۱۴ - یہ غار ٹیلے مین برابر نمبر ۱۳ کے اوپر کھدا ہوا ہے - اور اس مین جانے کے لئے نمبر ۱۲ مین ایک ناہموار سیڑھی بنی ہوئی ہے - یہ غار نامکمل ہے اور غالباً بہت پیچھے تیار کیا ہوا —

غار ۱۵ - اسکا برآمدہ بھی مثل ایک خانقاہ کے ہے - جسکا دروازہ منہدم ہوگیا ہے اوسکے دونون طرف دو کمرے ہین اسکے اندر کا دالان تقریباً مربع ہے اور ہر طرف کوئی ۳۴ فیٹ - اور اسکی بلندی ۱۰ فیٹ اور ۲ انچہ کی ہے - اس مین ستون نہین ہین لیکن چارون طرف چار چار کوٹھریان ہین اس کی پرستش گاہ مین ایک پہیہ دار چوکی پر بودھہ کی مورت چار زانون بٹھلائی ہوئی ہے اور اس کو شیر ببر جتے ہوئے ہین - دالان مین دو تراش ثابت ہین لیکن پیش دالان کے چھت پر نقش و نگار کا کسیقدر اثر باقی ہے —

غار ١٦ - یہ ایک نہایت عمدہ اور عالیشان خانقاہ ہے اور تمام غارون مین اس کا نقش و نگار قابل دید ہے - اسکے تین دروازے ہین ایک بیچمین اور دو بازو پر معہ دریچون کے - اوس کے بڑے دروازے کے دونون طرف دو مربع ستون ہین جن پر عورتون کی مورتین کھڑی ہوئی ہین - اس کا دالان ¼٦٦ لمبا ¼٦٥ چوڑا اور ½١۵ فیٹ اونچا ہے - اور اسکی چھت مین ۲۰ ہشت پہلو کڑیان ہین - اس کے مندر مین سیدھا دالان مین سے جایا جاتا ہے وہان دونون طرف دو کمرے ہین - مندر اور دالان کے درمیان ایک سنگین دیوار ہے مثل چلمن کے جس مین دو کھم ہین - مندر مین بودھہ کی ایک بہت ہی بڑی مورت ہے جو تعلیم دینے کی وضع مین تراشی ہوئی ہے - اس غار کی تاریخ ۵۰۰ سنہ عیسوی کی ہے - اس مین چوطرف بہت سی عبارتین کھدی ہوئی ہین - اگرچہ بہت سی مورتین یا تو بالکل مٹ گئی ہین یا شکستہ کردی گئی ہین - لیکن جو کچھہ باقی ہین وہ مشرقی صنعت کا ایک عمدہ نمونہ ہین - یہ نمونہ رنگ آمیزی اور صورت کشی کا نہین - بلکہ مورتون کے چہرون پر اصلی حالت کے ظاہر کرنے کا ہے -

غار ۱۷ - یہ بھی ایک خانقاہ ہے اور مذکورۂ اخیر غار سے بالکل مشابہ اور تقریباً اسیوقت کا کھدا ہوا - مسٹر فرگیوسن جو ہندوستان کے ایک مشہور عالم آثار قدیم ہین - ان دونون غارون کو بہ نسبت دوسرے تمام غارون کے نہایت دلچسپ خیال کرتے ہین - اس غار کے دروازے سے ایک زینہ لگا ہے جو غالباً کسی ندی تک نیچے گیا ہوا ہے - اس مین بودھہ کی بہت سی تصویرین ہین - اور اٹھارہ کمرے - اس مین بہ نسبت اور غارون کے عبارت بالکل تھوڑی سی ہے اور نقش و نگار بہت سا - یہ ایک نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس مین بہت سے نقوش ایسے ہین جنکی نقل آسانی سے لیجا سکتی ہے - اس غار کا نام غار منطقہ ہے - کیونکہ اس کے برآمدے کے بائین

طرف ایک عجیب قسم کا دنیا کا گول نقشہ ہے درمیان سے آٹھہ حصون مین تقسیم کیا ہوا۔ اور ہر ایک حصہ مین انسانون کي مختلف وضع کي شکلین کندہ ہین۔ سنہ ۱۸۲۸ مین اسکے ایک حصہ مین ۷۳ شکلین گني گئین تہین اور ہر ایک شکل پانچ سے سات اِنچہ تک لمبی۔ لیکن اسوقت ان مین سے بہت سی ناپید ہین اس غار مین نہایت عمدہ اور اعلی درجہ کي سنگ تراشی ہے۔ مسٹر برجس نے ایک فہرست لکھي ہے جس مین ٦١ شکلین اور نقوش کي تعداد مندرج ہے۔ انمین بہت کم ایسے ہین جو دوسرے غارون کے نقوش سے اختلاف رکھتے ہین۔ مثلاً سیلون مین وجایا کا مہبط اور تاج پوشی۔ حکایتِ سیبی راجا۔ وغیرہ وغیرہ —

غار ۱۸—یہہ ایک صرف پیش دالان ہے ۱۹ فیٹ اور ۴ اِنچہ لمبا اور ۸ فیٹ ۱۰ اِنچہ چوڑا۔ اور اس مین دو ستون ہین۔ یہہ اسلئے بنایا گیا ہے کہ ایک پانی کے حوض کو ڈہانپنے اور نیز اس مین سے ہوکر اس کے بازو کے غار مین جایا جائے —

غار ۱۹—مندر کے غارون مین یہہ تیسرا غار ہے اسکي اندروني ساخت نمبر ۹-۱۰ سے اختلاف رکہتي ہے۔ کیونکہ وہ دونون بالکل سادے ہین اور یہہ مکمل طور پر منقش ہے۔ اسکي لمبائي ۴٦ فیٹ کي۔ چوڑائي ۲۴ فیٹ کي۔ اور اونچائي ۲۴ فیٹ ۴ اِنچہ کي ہے۔ اسکے بیچمین مندر کے رخ پر دو کہم ہین۔ اور پیچہے پندرہ۔ انمین کا ہر ایک ۱۱ فیٹ اونچا ہے۔ اور اچہا تراشا ہوا۔ اسکے گنبذ کے پہلوؤن مین تہوڑے تہوڑے فاصلہ پر شیر کے سر بنے ہوئے ہین۔ اور مندر کے درمیان بودھہ کي مورتین ہین جن کے اوپر تین پتہر کي چہتریان ہین ایک کے اوپر ایک۔ اسکي چہت بہي منقش ہے جسمین خوبصورت

پہول۔ اور بودھہ کي مورتین اور مندر ہین اور اسکي دیوارون پر بہي بودھہ کي تصویرین ہین۔ اور دروازے اور پیش دالان پر ایسي عمدہ اور مکمل سنگ تراشي ہے کہ جسکا تفصیل کے ساتہہ بیان کرنا ممکن نہین۔ اس غار کي نسبت مسٹر فرگیوسن کہتے ہین کہ اس مین بودھہ لوگون نے اپني عمدہ سے عمدہ صنعت صرف کي ہے —

غار ۲۰—ایک چہوٹی سي خانقاہ ہے۔ جس کے برآمدے مین چار ستون ہین۔ اس برآمدے سے چہت مین کڑیان اور شہتیر نکالے ہوئے ہین۔ اس مین ایک مورت ہے جسکو بہیل لوگ میٹ سین درانانہہ کہتے ہین اور علاوہ اسکے اس غار بودھہ کي بہي بہت سي مورتین ہین۔ دیوارون کي تراش تمام منہدم ہوگئي ہے۔ اگرچہ اوسکي چہت اور عام نقاشي مین سے کچہہ کچہہ سمجہہ مین آتا ہے —

غار ۲۱—یہہ غار نمبر ۲۰ سے بہت دور ہے۔ اس کا برآمدہ تمام منہدم ہوگیا ہے۔ لیکن اسکے عمدہ تراش کے کہم جو برآمدے کے دونون طرف ہین ویسے ہي ہین جیسے غار نمبر ۱ مین ہین۔ انسے ظاہر ہوتا ہے کہ غالباً یہہ بہي ویسي ہي عمدہ نقش و نگار کے ساتہہ تیار ہوا تہا جیسا کہ وہ غار۔ دالان کي چہت جو ۵۱ مربع فیٹ کي ہے ۱۲ عمدہ تراش کے ستونون پر کہڑي ہوي ہے اور یہہ ستون ویسے ہي ہین جیسے نمبر ۲ کے غار مین ہین۔ چہت اور نیز آگے اور پیچہے کے راستون کا نقش ابتک صاف دکہلائي دیتا ہے۔ اوسکي نیلاہٹ ویسي ہي تازہ ہے جیسے ایک ہزار برس پہلے تہي۔ اور باقي کا جو کچہہ تہوڑاسا نقش و نگار تہا وہ سب مٹ گیا ہے —

غار ۲۲—دوسري ایک چہوٹي سي خانقاہ ہے۔ فقط ۱٦½ فیٹ مربع اور ۹ فیٹ اونچي۔ اس مین چار

غار نمبر ۲۴ کا برامدہ۔ اجنٹا

غار نمبر ٢٦ کا نظارہ ـ آجنٹا
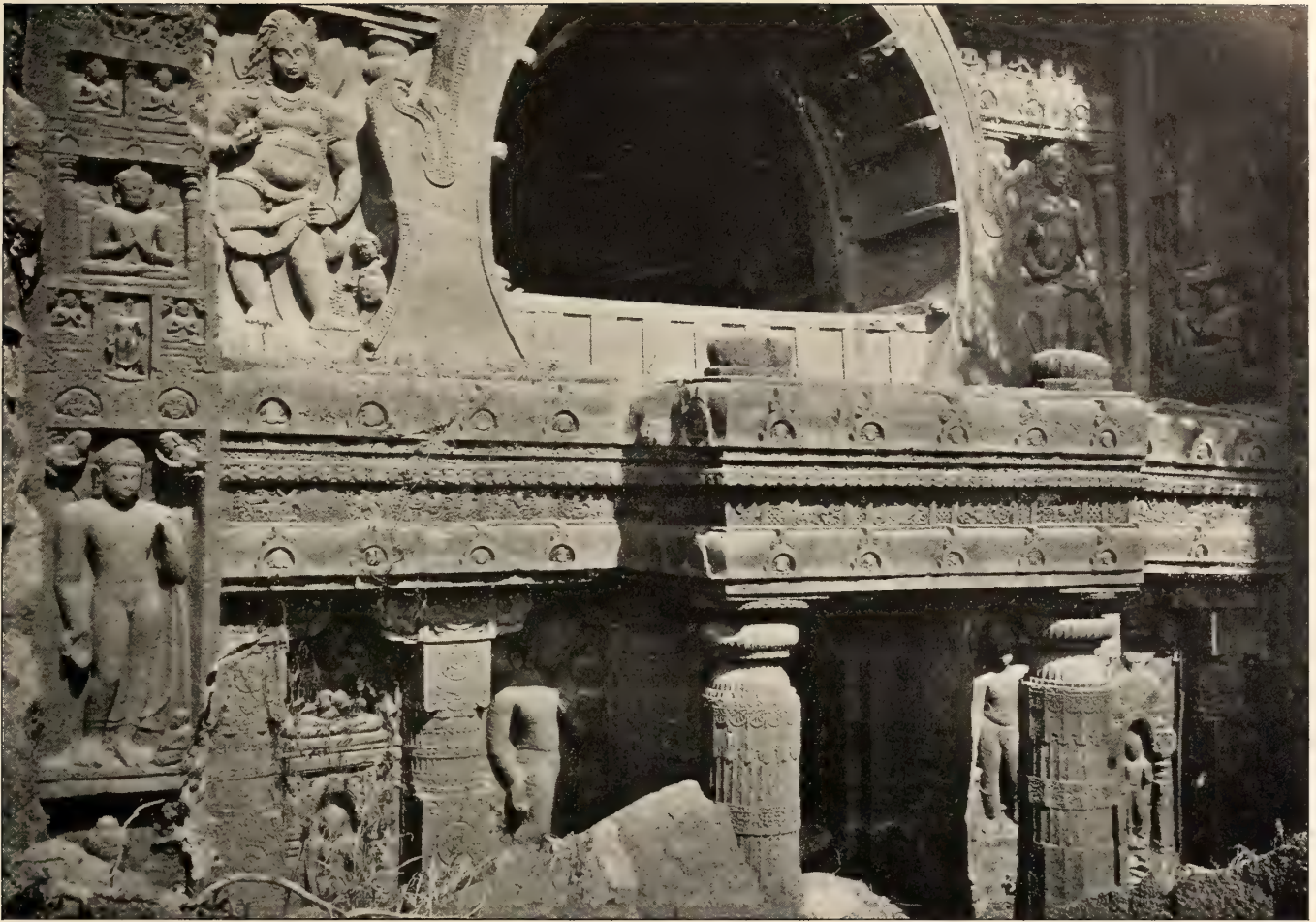
نامکمل کوٹھریاں ہین – دریچے وریچے کچھہ نہین – لیکن اوس کا دروازہ بہت خوبصورت ھے – اور ایک چھوٹا سا دو سیڑھیون کا برآمدہ ھے جسکے دونون کھم شکستہ ہوگئے ہین – اس مین بھی بودھہ کي مورت ھے جسکے پیر ایک کنول کے پہول پر ہین – یہہ گویا اسکي ایک خلاقي کي علامت ھے – اور مندر کي داہنی طرف بودھہ کي سات تصویرین کندہ ہین جنکے نیچے اوس کا نام لکہا ہوا ھے – اور ہر ایک سطر مین یہہ عبارت کندہ ھے – سکھیا بکشو کا فیاضانہ ملاقات کا اقرار . . . اس کا معاوضہ . . . مان باپ اور تمام مخلوقات کو ہووے . . . جنہین خوبصورتي اور خوش نصیبي بخشي گئي ھے – اچھے اوصاف اور آلات . . . درخشان . . . محافظ روشنی کا . . . اسطرح سے خوش نما ھے –

غار ۲۳ – ایک بارہ ستونی خانقاہ ھے جو تقریباً ۵۰ فیٹ مربع اور ۱۲ فیٹ اونچي ھے – برآمدے مین چار مکمل ستون ہین اور نیز اوسکے دونون کونون پر پرستش گاہین ہین – اس غار مین نقش و نگار کا کہین نام نہین –

غار ۲۴ – یہہ ایک ناتمام خانقاہ ھے – کوئي ۷۵ مربع فیٹ کي – معلوم ہوتا ھے کہ اسکو وسیع کرنے کا ارادہ تہا – لیکن وہ ایسي ہي رہگئی – اگر کبھی یہہ تیار ہوگئی ہوتی تو یہان کے تمام غارون مین غالباً نہایت خوبصورت ہوتي – اس غار سے اسکے کھودنے کا طریقہ ظاہر ہورہا ھے – پہلے اس مین کلہاڑیون سے پتھر کو کھود کے سیدھی گلیان نکالي گئین ہین اور اسکے بعد ان مقامون کو چھوڑکر جہان جہان ستون بنانا منظور تہا درمیاني دیوارون کو توڑ دیا گیا –

غار ۲۵ – یہہ ایک چھوٹی سی خانقاہ ھے – ٹیلے کے کسیقدر بلندی پر – اسکے تین دروازے ہین – اس کے دالان مین نہ کوئي کمرا ھے اور نہ کوئي پرستش گاہ – لیکن برآمدے کے کنارے پر ایک کمرا ھے جسکے داہنی اور پیچھے حجرے بنے ہوئے ہین – اسکے سامنے ایک محرابہ ھے جس مین دو کمانین اور ایک دروازہ ھے جو اوسکے بازو لے غار کے کوٹھے پر لیجاتا ھے –

غار ۲۶ – یہہ اس سلسلے مین چوتھا مندر ھے اور نمبر ۱۹ سے بہت مشابہ – اسکي ابتدا چھٹھي صدی کا وسط خیال کي جاتي ھے – اسکے نقوش بہ نسبت تمام اجنٹا کے غارون کے بہت زیادہ اور بالکل مکمل ہین – اگرچہ وہ ایک ہی قسم کے ہین لیکن تراش کے خوبی مین انسے کسیقدر کم ہین – اس مین کچھہ عبارت بھی کندہ ہے لیکن بالکل محو ہوگئی ھے – یہان ایک نہایت دل چسپ نقش ھے جو اوسکے تحقیق کرنے والون کو سخت پریشان کرتا ھے – وہ یہہ ھے کہ مارا بودھہ کے مقدمہ کي تحقیقات کرتا ھے – اسکي اصلیت کچھہ ظاہر نہین ہوتي – اس نقش مین اکثر صورتین بہت خوبصورت بنی ہوئی ہین –

غار ۲۷ – یہہ ایک اخیر خانقاہ ہی – جس کا برآمدہ بالکل شکستہ ہوگیا ھے – غار کے سامنے ایک بہت بڑا ٹکڑا پڑا ہوا ھے – جو مکمل نہین کیا گیا – فقط پرستش گاہ کا پیش دالان کھلا ہوا ھے – اسکے بائین طرف تین کمرے ہین – اور پیچھے دو – اور نیز بائین طرف کي باقي جگہہ مین ایک کمرا بنا ہوا ھے –

غار ۲۸ ۲۹ – پہلا غار ایک مندر کي ابتدا ھے – اس مین سوائے ایک بڑے کمان کے بالائي حصہ کے جو دریچہ ھے اور بالکل مکمل – دوسري کوئي چیز تکمیل کو نہین پہونچائی گئی – اور دوسرا غار صرف ایک خانقاہ کا برآمدہ ھے – پہلے غار مین جانا سخت مشکل ھے – اور دوسرے غار مین ناممکن ھے –

نمبر ۱ – ۲ – ۶ – ۹ – ۱۰ – ۱۶ – ۱۷ – ۱۹ – اور ۲۰ کے غارون مین مشہور استرکاری کے نقوش ہین جو چودہ سو برس پیشتر کے خیال کئے جاتے ہین – اور جن سے ہندوستان کے اوسوقت کے لوگون کا مذہب اور انکے سوشیل زندگي کے حالات دریافت ہوتے ہین – جب کے یہان بودھہ مذہب پھیلا ہوا تہا –

ایلورا کے غار

ایلورا کے قصبہ مین کالچہر کالچہر شہر پناہ کي دیوار ہے اور اس مین کسي مسلمان کا مزار ہے جو شفا بخشی مین تمام دکہن مین مشہور و معروف ہے۔ایلورا ناندگانون کے اسٹیشن سے قریب ہے جو جی۔آئی۔پی ریلوے لین پر بمبئی سے ۱۷۸ میل کے فاصلہ پر ہے۔یہان کا نظارہ برسات کے بعد قابل دید ہوتا ہے۔تمام ٹیلے اور پہاڑیان سبز اور چوطرف پانی کے جہرنے کشادہ ہوتے ہین۔اورنگ آباد سے ایلورا کي سڑک دولت آباد کے قلعہ کے اطراف سے گہومتی ہوئی پیپل گہاٹ سے روضہ کو جاتی ہے۔جسکے نیچے غار کہدے ہوے ہین۔اسکو پیپل گہاٹ کہنے کي وجہ یہ ہے کہ اسکے دونون طرف ہندؤن کے مقدس پیپل کے جہاڑ لگے ہوئے ہین۔اس دشوار گذار چڑہائی کے نصف راستے مین دو ستون قایم ہین جن پر اورنگ زیب کے دربار کے امرا کے نام کندہ ہین۔گمان کیا جاتا ہے کہ انہین لوگون نے اِن غارون کا راستہ ڈہونڈہ نکالا ہی۔اِن غارون کا ذکر پہلے مسعودی عرب نے کیا ہے۔جو دسوین صدي مین جغرافیہ دان گذرا ہے۔اوسنے اسکو صرف ایک تیرتہہ کي جگہہ بتلائی ہے۔سنہ ۱۳۰٦ع مین جبکہ گجرات کي ایک ہندو شہزادي یہان آنکر چہپی تہی تو اسکي تلاش مین علاؤالدین یا اوسکے سپہ سالار یہان آن پہونچے تہے۔اور یہان سے اوسکو پکڑ کے دہلی لیگئے جہان شہزادے کے ساتہہ اوسکي شادي کردي گئی۔جس ٹیلے پر یہہ غار واقع ہین اوسکي شکل ہلالی ہے۔مسٹر فرگیوسن اجنٹا اور ایلورا کے غارون کا مقابلہ کرتے ہوے کہتے ہین کہ از روے علم تعمیر ایلورا کے غار اجنٹا کے غارون سے اختلاف رکہتے ہین۔کیونکہ یہہ ایک ٹیلے کے ڈہالوان طرف بنے ہوئے ہین۔نہین کہ تقریباً ایک عمودي ٹیلے مین۔زمین کي اسطرح بناوٹ کي وجہ سے تقریباً تمام ایلورا کے غارون کے سامنے صحن ہین اور علاوہ اسکے چٹان کے باہر اکثر غارون کي دیوار بہی ہے اور دروازے بہی۔لیکن باوجود اس کے وہ باہر سے بالکل نظر نہین آتے اور جب تک لوگون کو انکي کیفیت سے آگاہي نہو وہان سے گذرتے ہوے کبہي انکا خیال بہي نہین آتا وہان اندرا کے چوک مین دو خوش آہنگ ستون ہین جو دیکہنے والون کو معلوم نہین ہوتے اور نہ انپر کبہي انکي نظر پڑتی ہے—

حال مین شمس العلما سید علی بلگرامی۔بی۔اے۔بی ایل۔ایف۔جی۔ایس نے جو گورنمنٹ نظام کے محکمہ تعمیرات کے سکرٹری ہین ایک چہوٹی سی گائڈ بک شایع کي ہے جو منتخبات کا ایک مجموعہ ہے۔ہم ان مشہور

ایلورا کي پہاڑی۔جہانسے غار نظر آتے ہین

تاریخی غارون کا مندرجۂ ذیل بیان اسی مجموعہ سے اخذ کرتے ہین —

ایلورا کے غار مشتمل ہین ایک بہت بڑے اقسام کے پہاڑي مندرون پر جو ہندوستان مین واقع ہین — ان مین تین گروہ کے مندر ہین — بودھہ — برہمن — اور جین اور تینون مین نہایت عمدہ اور قابل دید صناعی کے نمونے پائے جاتے ہین —

ایلورا کا قصبہ قلمرو نظام مین اورنگ آباد کے شمال و مغرب مین کوئی چودہ میل پر واقع ہے گریٹ انڈین پننشولا ریلوے کے ناندگانون اسٹیشن سے ان غارون کو نہایت آسانی کے ساتھہ جایا جاتا ہے — کیونکہ وہان سے صرف چھیالیس میل کا فاصلہ ہے وہان سے پیپل گانون تک ناندگانون اورنگ آباد میل تانگے کي سڑک بنی ہوئی ہے اور راستے مین تیرہ میل پر تہاروڈا مین مسافرونکا ایک بنگلہ ہے اور دیرگانون بتیس میل فاصلہ پر — پیپل گانون سے ایلورا کي سڑک پر ایک دوسرا راستہ نکلا ہوا ہے جہان سے غار آٹھہ میل کے فاصلہ پر رہجاتے ہین — ایلورا مین کوئی بنگلہ نہین — بلکہ اوسکے نزدیک روضہ مین نظام گورنمنٹ کي ایک سراے ہے جو نہایت آراستہ ہے اگر پہلے سے اورنگ آباد کے تعلقدار کو اطلاع دیدیجائے تو اس مین ٹھہرنے کي اجازت مل سکتي ہے —

ایک بڑے ٹیلے کے ڈہالوان مین یہ غار کہودے ہوے ہین جنکي قطار شمال و جنوب مین کوئی سوا میل تک لمبی ہے — اس ڈہالوان کے دونون کنارون پر مغرب کي طرف ایک ایک شاخ نکلی ہوئی ہے — بودھہ لوگون کے سبب قدیم غار اس ڈہالوان کے جنوبی کونے پر جہان وہ مغرب کو مڑتا ہے واقع ہین — دوسرے کونے پر شمالی شاخ کے پاس جین لوگون کے غار ہین — اور برہمنون کے غار ان دونون کے درمیان — کائیلاسا کو اگر مرکز قرار دیا جاے تو اوسکے جنوب مین ١٦ غار ہین جن مین سے ١۴ بودھہ لوگون کے ہین — اور اوسکے شمال مین تقریباً اتنے ہی غار ہین جو برہمن اور جین دہرم کے ہین — ایلورا کے بودھہ لوگون کے غار تمام مہایانہ سلسلہ کے ہین — اور سنہ عیسوي کے ٣۵٠ سے ۵٠٠ تک بنے ہوئے —

غار ١ — ان غارون کے سلسلہ مین جنوبي کونے پر یہہ پہلا غار ہے یہہ ایک چھوٹي سی خانقاہ ہے جو غالباً بہت قدیم زمانہ کي ہے اس مین جوگیون کے لئے حجرے بنے ہوے ہین — اصل مین غالباً یہہ اوسکے نزدیک کے غار سے ملا ہوا ہے —

غار ٢ — یہہ ایک بہت بڑا غار ہے اور پرستش گاہ — اس کے دالان کے سامنے سیڑھیان ہین اسکے ستون ایلیفنٹا کے ستونون سے بہت مشابہت رکہتے ہین — یہان بودھہ کي ایک بڑي مورت ہے جس مین وہ پانون نیچے کئے ہوئے اور بائین ہاتھہ کي چھوٹي انگلي کو سیدھے ہاتھہ کے انگوٹھے اور کلمہ کي انگلی سے پکڑے ہوئے شیرببر کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے یہہ عام ڈہنگ ہے اسکے تعلیم دینے کا — یہان کے اکثر غارون مین یہہ ڈہنگ پایا جاتا ہے اسکے سر پر چھوٹے چھوٹے گھونگرالے بال ہین اور انپر ایک کُنڈل وہ اکثر اسی شکل مین دکھلایا گیا ہے — اسکے دونون طرف اوسکے خدمتگار گندہروس (فرشتے) ہین اور دائین اور بائین چنور بردار — جن مین سے ایک کے بائین ہاتھہ مین ٹہني کے ساتھہ کنول کا پہول ہے — یہہ لوگ بودھہ کے ذاتی ملازم خیال کئے جاتے ہین — لیکن جون جون ہم آگے بڑہتے جاتے ہین — یون یون ان لوگون کو بھي رفتہ رفتہ دیوتاون مین شامل ہوتے ہوئے پاتے ہین اور انکے ساتھہ بھي اُن انکے خدمتگار علاحدہ ہوتے ہین — لیکن یہہ ہمیشہ بودھہ کے ماتحت ہی دکہلاے گئے ہین مثلاً جس مورت کے ہاتھہ مین کنول کا پہول ہے وہ رفتہ رفتہ دیوتا ہوگئی ہے جو بودھہ کي تاریخ مین پدما پاني کہلاتي ہے یعنے کنول بردار — اور جہان جہان یہہ مورت ہے یہ پہول اوس کے ہاتھہ مین موجود ہے — اور چنور بھي جو خدمتگاري کي ایک علامت ہے رفتہ رفتہ تسبیح سے مبدل ہوجاتا ہے — اسي طرح سے دوسري مورت بتدریج واجرا پاني یعنے بجلي بردار ہوگئي ہے — ان خدمتگارون کے بعد پہر بودھہ کي مورت ہے اس کا سیدہا ہاتھہ لٹک رہا ہے اور بائین ہاتھہ سے اپني قبا کا دامن پکڑے ہوئے ہے یہہ وضع اس کے بھیک مانگنے کي ہے — پرستش گاہ کے کونے مین بہت سی چھوٹی چھوٹی مورتین ہین جو بودھہ کے پوجاری ہین اور اسکے سامنے دست بستہ — اور اسکے دروازے پر دو بڑي بڑي مورتین بطور پاسبان کے کہڑي کي گئي ہین — داہني طرف کي مورت کے سیدھے ہاتھہ مین کنول کا پہول ہے اور بائین ہاتھہ مین تسبیح — اور عورتون کي دو چھوٹي مورتین اوس کے دونون طرف ہین اور بائین طرف کے پاسبان کي مورت زیورات سے آراستہ ہے اور اسکے سر پر ڈاگوبا (مندر) ہے اور ان دونون کے نزدیک انکے ملازم گندہروس کي مورتین ہین — یہان کي دیوار کے بالائي نصف حصہ مین بھي چھوٹي چھوٹي تصویرین — بال کي ٹوپي پہنے ہوے اور پہولون کا ہار ہاتھہ مین لئے ہوئے ہین — پرستش گاہ کے دونون طرف دو حجرے ہین — سیدھے طرف کے حجرے مین بودھہ ایک تخت پر جسکو ناگ اٹھائے ہوے ہین بیٹھا ہے — اس پاسبان کے مقابل جسکے ہاتھہ مین کنول کا پہول ہے ایک عورت بائین ہاتھہ مین کنول کا پہول لئے ہوے سیدہی کہڑي ہے اور اسکا سیدہا ہاتھہ جسکي ہتھیلي کہلي ہوئي ہے — بلند ہے — اوسکي خدمت مین بھي دو عورتین ہاتھون مین کنول کا پہول لئے ہوئے ہین — مسٹر برجس کہتے ہین کہ اس بڑي مورت کا پہچاننا مشکل ہے — معلوم نہین ہوتا کہ وہ کسکي ہے شاید یہہ مایا کي ہو جو بودھہ کي مان تہي — یا باسودہارا کي جو

اندر و اندر یانی وغیرہ — آجنٹا

اوسکي عورت تھي یا اولوکتسوارا کي یا پدماپاني کي — یا آسماني بودھہ امیتابھا کي — اس مورت مین ان سبھون کي شبیہ ملي ہوئي ھے اس غار کے بہاوزن کے کٹھرون مین بودھہ کي ایک بڑی مورت ھے اوسکي وضع وہي ھے جو پرستش گاہ مین ھے — مسٹر برحس کہتے ہین کہ اس غار کي تاریخ مقرر کرنا سخت مشکل ھے شاید یہہ تیسری یا چوتھي عیسوي صدي مین شروع کي گئي ہو اور چھٹي یا ساتوین صدي مین بنکر تمام ہوئي ہو —

غار ۳ — اسکے اور غار ۲ کے درمیان ایک منہدم پاني کا حوض ھے — جیساکہ یہانکے اکثر خانقاہون مین پایا جاتا ھے — یہہ غار بھي ایک خانقاہ ھے لیکن معلوم ہوتا ھے کہ تکمیل کو نہین پہونچا — اوس کے سامنے کي دیوار اور برآمدے کا ایک بڑا حصہ ناپید ہوگیا ھے — لیکن اسکي چھت کے نیچے بارہ مربع ستون ہین — اسکي پرستش گاہ مین بھي بودھہ کي ایک مورت ھے جسکو تخت پر بٹھلایا گیا ھے — اور معمولی خدمتگار اوسکے دونون طرف کھڑے ہین — اور اسکے سر پر گندھروس ہین — اوس تخت کو دو ہاتھي اٹھائے ہوئے ہین جنکا نام ساردولا اور مکارا ھے اس تخت کے سیدھی طرف مورتون کي ایک قطار ھے جو مصروف پرستش ہین —

غار ۴ — اسکا ایک بڑا حصہ منہدم ہوگیا ھے اور اسکا برآمدہ بالکل بیٹھہ گیا ھے اوس کے اندر جانے کا دروازہ بازو مین جنوب کے مقابل ھے اور جو کمرا اس سے متصل ھے اس مین اوپر سے ایک بڑا پتھر اپنے ساتھہ ایک ہاتھہ اور ایک پانو بودھہ کي مورت کا جو اوپر کے کمرے مین تھی لیکر نیچے گرا ہوا ھے — جس سے اس کمرے کا ایک حصہ پٹ گیا ھے — اس کي پرستش گاہ مین بودھہ کي ایک مورت ھے — تعلیم دینے کے ڈھنگ پر بیٹھي ہوئی اور اسکے سر پر ایک ہالہ ھے — جسکے پیچھے سے ”بو“ کا مقدس جھاڑ ھے — اوسکے خدمتگار یہان اسکے بازو مین نہین بلکہ تخت کے پیچھے ہین — اس غار کے شمالی کنارے پر پدماپانی کي مورت ھے اور وہ اسطرحسے بیٹھی ہوئی جیسے بودھہ — اور ایک ہرن کا چمڑا اوس کے بائین کاندھے پر پڑا ہوا ھے اور داہنے ہاتھہ مین ایک تسبیح اور بائین ہاتھہ مین ایک کنول کا پھول ھے — اسکے سر کي ٹوپی مین سامنے بودھہ کي ایک چھوٹی سی تصویر ھے —

غار ۵ — یہہ ایک بڑا غار ھے خانقاہ کا — اسکے بیچمین ایک وسیع دالان ھے جسکے دونون طرف طاق ہین اور چھت کے نیچے چوبیس ۲۴ مربع ستون ہین — مسٹر فرگیوسن کہتے ہین کہ یہہ غار جس مین تین راستہ ہین ایک معمولی خانقاہ نہین بلکہ ایک مسطح سقف کا مندر معلوم ہوتا ھے اور غالباً یہہ اسي لئے بنایا گیا ہو — اس غار مین جوگیون کے لئے بہت سے حجرے ہین اور ستونون کے درمیان دو لمبی قطارین پست نشست گاہون کی ہین —

مسٹر برجس کہتے ہین کہ یہہ عمارتین غالباً ان کے کھانے کي ہونگي یا یہہ ایک قسم کا جوگیون کا مدرسہ ہوگا — یا دونون کے لئے یہہ مستعمل ہوگا“ — اسکي پرستش گاہ مین ایک بودھہ کي تصویر ھے تعلیم کي وضع مین اپنے معمولی خدمتگارون کے ساتھہ — لیکن یہان حسب معمول دروازے پر پہرے والے نہین بلکہ وہ ایک کماندار گوشہ مین بیٹھے ہوے ہین اور انکے ساتھہ انکے ملازم بھی ہین —

غار ٦ — یہہ غار متذکرہ بالا غار سے سیڑھیون کے ذریعہ سے ملا ہوا ھے — دالان کے مشرقي طرف چند حجرے ہین — اور مغربي طرف بالکل بیٹھہ گیا ھے — پرستش گاہ کے پیش دالان مین بہت سي مورتین ہین جن مین سے ایک عورت کي ھے اور اوسکے بازو مین ایک مور ھے اور اسکے نیچے ایک پنڈت کچھہ پڑھہ رہا ھے — اسکي نسبت گمان کیا جاتا ھے کہ وہ سرسوتی ھے جو علم کي دیبی ھے — اس پرستش گاہ مین بودھہ کي ایک بڑي تصویر ھے مع ملازمون کے —

غار ۷ — یہہ ایک نا مکمل خانقاہ ھے جس مین آٹھہ حجرے ہین اور چھت کے نیچے چار ستون — اس مین کوئی تراش ایسی نہین ھے کہ جسکے متعلق کچھہ بیان ہو —

غار ۸ — اس مین ساتوین غار کے اس راستہ سے کہ جس مین پرستش گاہ مع منقش ستون کے بني ہوئی ھے جایا جاتا ھے — اس غار کي پرستش گاہ مین بودھہ کي ایک مورت ھے جو اپنے ملازمون کے ساتھہ تعلیمی وضع مین بیٹھا ہوا ھے — ان ملازمون مین سے ایک یعنے پدما پانی کے چار ہاتھہ ہین — وہ ایک کنول کے پھول پر کھڑے ہوئی ھے اور دو پوجاری اوسکے پیرون کے پاس کھڑے ہین اور انکے پیچھے ایک عورت ھے اگرچہ دوسرے ملازمون کے ساتھہ بھی عورتین ہین — اور دونون پوجاریون کے سر پر گندھروس (فرشتے) ہین —

غار ۹ — اس غار مین جانے کے لئے غار نمبر ۷ مین واپس جانا ضرور ھے کیونکہ وہان سے ایک راستہ غار نمبر ٦ مین سے ہوتا ہوا گیا ھے — اس مین ایک چھوٹا سا سائبان اور ایک دہلیز ھے جسکے نیچے ستون ہین — اس مین بودھہ کي ایک بیٹھی ہوئی مورت مع معمولی ملازمون اور گندھروس کے ھے —

غار ۱۰ — یہہ غار وشواکرما کے نام سے مشہور ھے جسکے معنے بڑھئي کے غار کے ہوتے ہین — ایلورا مین یہی ایک مندر کا غار ھے — مسٹر برجس کے نزدیک اگرچہ یہہ مناسبت مین یا نقش و نگار مین ایسا عظیم الشان نہین جیساکہ کارلی کا بڑا غار ھے لیکن تاہم اسکی تراش بہت رونق دار ھے — اس غار کے سامنے کے چوک کے اطراف برآمدے ہین جسکے ستونون مین بہت سي مورتین تراشی گئی ہین — اسکی اندرونی پرستش گاہ مین ایک درمیانی راستہ اور دوسرے بازو کے راستے ہین — اور یہہ ہشت پہلو

کیلاسا کا مندر (غار نمبر ۱۶)— ایلورا

ستونوں کی قطاروں سے جدا کئے گئے ہیں اس غار کا اندرونی کنارہ ایک داگوبا سے رکا ہوا ہے جسکا قطر ۱۵½ فیٹ کا اور بلندی تقریباً ۲۷ فیٹ کی ہے مسٹر فرگیوسن کہتے ہیں کہ یہ غار مدوّر نہیں ہے جیسے اور قدیم غار ہیں اسکے ساتھ ایک سنگین لوح لگی ہوئی ہے اور وہ اس سے زیادہ بڑی ہے جو اجنٹا کے نمبر ۱۹ کے غار میں ہے۔اس لوح کی وجہ سے یہ غار صدر کے رخ پر مربع ہوگیا ہے۔اس لوح پر بودھ کی ایک بڑی مورت بٹھلائی ہوئی ہے ۱۱ فیٹ اونچی۔ اوسکے پاس اوسکے معمولی خدمتگار ہیں اور سرپر ''بو'' کا جھاڑ تراشا ہوا ہے۔اس غار کی چھت کماندار ہے اور ایسی کھدی ہوئی کہ اوسکی کڑیاں اور شہتیر لکڑی کے سے معلوم ہوتے ہیں مسٹر فرگیوسن کے قول کے مطابق جو بات اس غار سے خصوصیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اسکے صدر کی بلندی جہاں پہلے پہل نعل نما کمان نہیں نظر آتی جو ایک ضروری چیز ہے اور تمام پیشتر کے غاروں میں پائی جاتی ہے۔ اوسکے صدر کے برآمدے میں دو حجرے ہیں اور انکی ہی پرستش گاہیں – شمالی برآمدے کے ایک کنارے پر ایک زینہ ہے جو اوسکے اوپر کے کٹھہرے کو جاتا ہے۔اس غار میں اکثر بڑھئی بودھ کو وشواکرما مانکے اسکی پرستش کو آیا کرتے ہیں اسکی دیواریں اور ستون اون صناع ملاقاتیوں کے ناموں کے ساتھ انپر کندہ تھے بگاڑ دئے گئے ہیں۔بودھ کی شکل نیلے زرد اور سبز رنگوں سے رنگی ہوئی ہے جو تہواروں میں اوسپر لگائے گئے ہیں۔اس غار میں ایک ستون پر تاریخ کھدی ہوئی ہے شاکا ۱۲۲۸ جو سنہ عیسوی کے ۱۳۰۶ کے مطابق ہے –

غار ۱۱–یہ دون تھل یعنے دو منزلہ کے نام سے مشہور ہے اور بعض وقت اوسکو دکھیا گھر بھی کہتے ہیں۔اسکی نسبت برہمنوں میں ایک روایت مشہور ہے اور وہ یہ کہ دیوتاؤں میں جو بڑا فن تعمیر کا دیوتا ہے یعنے وشواکرما۔اسنے تین تھل کو پورا کرنے کے بعد جو اسکے بعد کا غار ہے ارادہ کیا کہ ایک ایسا غار کھودے جو اسکے پیشتر کے غاروں پر سبقت لیجائے لیکن اسکی انگلیاں کھودتے وقت زخمی ہوگئیں اس لئے اوس نے اپنا ارادہ فسخ کردیا۔اسکے کھودنے کی تاریخ جو عام طور پر مانی گئی ہے وہ سنہ ۶۰۰ع ہے۔یہ غار معہ دو منذروں کے جو اسکے بعد آتے ہیں مسٹر فرگیوسن کے قول کے مطابق خاص طور پر دلچسپ اور نہایت قدیم ہیں کیونکہ یہ ان متواتر کوششوں کو بتلاتے ہیں۔جن سے بودھ لوگوں کے غار برہمنی غاروں میں ملحق ہوگئے۔چند سال کے پیشتر ایک تیسرا منزلہ جو نیچے مٹی میں دب گیا تھا صاف کیا گیا اوسکی سطح پر ایک لمبا برآمدہ ہے جس میں دو حجرے ہیں اور ایک پرستش گاہ۔پرستش گاہ میں بودھ کی مورت معہ ملازموں کے ہے۔دوسرے منزلہ پر بھی ویسا ہی ایک برآمدہ ہے جسکے پیچھے کی طرف پانچ دروازے ہیں انمیں سے دوسرا دروازہ ایک پرستش گاہ کو جاتا ہے جہاں بودھ کی ایک بڑی مورت ہے تخت؛ پر چار زانو بیٹھی ہوئی–اور اس تخت کے پایہ کے پاس ایک چھوٹی سی عورت ہے جسکے ایک ہاتھ میں دود یا پانی کا لوٹا ہے۔ تخت کے داہنے اور بائیں واجرا پانی اور پدما پانی کی دو مورتیں ہیں–واجراپانی کاچ اور بجلی کو اپنی بائیں ہاتھ میں لئے ہوے ہے–ان دونوں کی پگڑیاں مکمل طور پر تراشی ہوئی ہیں اور اسیطرحسے تخت کی پشت پر بھی جس پر بودھ بیٹھا ہوا ہے–عبادت خانہ میں بودھ کی دوسری مورتیں بھی ہیں جنکے سروں پر بو کا مقدس درخت کندہ ہے–برآمدے کے دوسرے دروازے سے چھوٹے چھوٹے عبادت خانوں کو جایا جاتا ہے جہاں بودھ اور اسکے ملازموں کی مورتیں ہیں پہلے منزلہ کی دیوار پر بھی بودھ واجرا پانی اور عورتوں اور ملازموں کی بہت سی مورتیں ہیں لیکن یہ عبادت خانے نا تمام ہیں–

غار ۱۲–اسکا نام تین تھل ہے اس میں ایک کشادہ صحن ہے اور اسکے مغرب میں ایک بڑا حوض ہے سب سے نیچے درجہ کو جانے کی لئے صحن میں سے سیڑھیاں ہیں صدر کے رخ پر جو آٹھ ستون ہیں–انمیں سے دو پر ایسا عمدہ نقش و نگار ہے کہ ایلورا میں کسی پر ویسا نہیں–دوسری اور دو قطاریں ستونوں کی ہیں–جن میں آٹھ ستون ہیں پرستش گاہ کے بائیں طرف ایک طاق ہے اس میں علاوہ بودھ کے دوسری اور آٹھ تصویریں ہیں–لیکن پدما پانی اور واجرا پانی اوسکے داہنے اور بائیں ہیں اونکے اوپر اور نیچے چھہ (۶) مورتیں ہیں جن کے ہاتھوں میں اقسام کی علامتیں ہیں– پرستش گاہ میں بودھ کی ایک بیٹھی ہوئی مورت ہے ۱۱ فیٹ اونچی اوسکے نیچے اور اوپر اوسیکی چھوٹی چھوٹی مورتیں ویسی ہی شکل کی ہیں لیکن داہنے اور بائیں پدما پانی اور واجرا پانی کی چھوٹی چھوٹی مورتیں ہیں جن کے ہاتھوں میں پھول اور پھل ہیں – نیچے کے برآمدے میں جنوبی کنارے پر سے دوسرے منزلہ پر جانے کے لئے ایک زینہ ہے جس کے سامنے ایک الگ حجرہ ہے جس میں بودھ تخت پر بیٹھا ہوا ہے–اس حجرے کی دیواروں پر چار ہاتھ کے مرد اور عورتوں کی بہت سی تصویریں ہیں–پہلے منزلہ کے دالان میں تین راستے ہیں–اور سولہ ۱۶ ستون اور اسکے عبادت خانہ میں بودھ کی مورت ہے – اور وہ ہوبہو ویسی ہی ہے جیسے نیچے کے منزلہ پر ہے – تخت کے دونوں طرف پدما پانی اور واجراپانی کی مورتیں ہیں اور دیواروں پر دوسری تصویریں ہاتھوں میں پھریرے پھولونکی تھیلیاں وغیرہ لئے ہوے ہیں– سامنے کی دیوار پر معمولی مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہیں جنکی نسبت مسٹر برجس کا خیال ہے کہ وہ اس غار کے سرپرست اور اوسکی عورت کی تصویر ہے– اوپر کے منزلہ میں سادے بیالیس ۴۲ ستون ہیں اور تخت پر بیٹھی ہوئی بہت سی بودھ اور انکے ملازموں کی مورتیں ہیں انمیں سے ایک مجمع میں بودھ تخت

پر بیٹھا ہوا ہے اور اس تخت کے نیچے دو خوبصورت ہرن ہیں جو بالکل بگاڑ دئیے گئے ہیں ـ مسٹر برجس خیال کرتے ہیں کہ بودھ جو بنارس میں ہرنون رمنے میں جہاں وہ اکثر تفریح کے لئے جاتا تھا اور وہیں بیٹھکے تعلیم دیتا تھا اسکا یہ اشارہ ہے ـ اسی منزل کے دوسرے حصہ میں بودھ ایک شیر کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے لیکن اسکے ساتھ خدمتگار نہیں ہیں اوسکے نزدیک اوسیکی ایک چھوٹی سي مورت ہے جو غور و فکر کي حالت ظاہر کررہی ہے اور اوسکے اوپر اور ایک بودھ کي مورت ہے جس میں وہ آسمان کیطرف جارہا ہے تاکہ دیوتاؤنکو اپنے قوانین کي تعلیم دیوے اور تیسری مورت بودھ کے مرنے اور نروانا میں داخل ہونے کي ہے جوابدي آرام و آسایش کا مقام ہے ـــ

غار ۱۳ ـ تین تہل سے کسیقدر فاصلہ پر ہے جہاں سے برہمنون کے غار شروع ہوتے ہیں یہ پہلا اور ایک بڑا کمرا ہے جو نصف منہدم ہوگیا ہے غالباً یہ کمرا مسافر خانہ کے طور پر برتا جاتا تھا ـــ

غار ۴ ـ اسکا نام راون کي کہائی یعنے راکہہ ہے اس میں ایک دالان اور ایک برآمدہ ہے جس میں سولہ ۱۶ ستون ہیں اور کم و بیش سب کے سب منقش ـ اس دالان کي جنوبی کنارے کي دیوار پر شیوا کي بہت سی مورتیں ہیں ـ اُنکي نسبت مسٹر برجس کا خیال حسب ذیل ہے ـــ

ماہی ساسوري یا درگا ـ بھیسے دیو کو قتل کررہی ہے ـ شیوا اور پاروتی ایک اونچے چبوترے پر بیٹھے ہوئے چوسر کھیل رہے ہیں ـ شیوا دنیا کي بربادي پر ناچ رہا ہے ـ راون لنکا کا بادشاہ ہے ـ بھیراوا جو شیوا کي ایک برباد کرنے والی شکل ہے بیچے گنپتی کو لئے ہوئے ہے ـ اسکے نزدیک ایک مجموعہ ہے جس میں تین بدنون کي صرف ہڈیان ہیں اور کالی اپنے چار ہاتہون کے ساتھ ہے اور اسکے سیدھ پر ایک بچہ ہو ـ کالی اور گنپتی اور سات آسمانی مائیں ہیں ـ شمالی دیوار پر بھوانی اور لکشمی جو وشنو کي عورت تھی وراہا جو وشنو کا سور کا اوتار ہے کندہ ہے اور وشنو اور لکشمی ایک منقش کمان کے نیچے ایک کونچ پر بیٹھے ہوئے ہیں ـــ

غار ۱۵ ـ اسکا نام داساواوتارا ہے اور ٹیلے کے اوپر واقع ـ جہاں چڑھنے کے لئے پتھر میں زینے کھدے ہوئے ہیں اور اوپر کے صحن کے ساتھہ ملے ہوئے جس میں بہت سے پرستش گاہیں معہ ایک پانی کے حوض کے ہیں ـ مغربی دیوار پر سنسکرت میں ایک لمبی عبارت کندہ ہے جو بالکل خراب ہوگئی ہے ـ اس غار میں دو منزلہ ہیں ـ نیچے کے منزلہ میں شیوا ـ وشنو ـ پاروتی ـ بھوانی ـ اور گنپتی کي بہت سی مورتیں ہیں اور اوپر کے دالان میں ایک بڑي تعداد شیوا کی مورتون کي ہے انمیں جو سب سے زیادہ تعجب کرنے والی ہے وہ دروازے کے قریب مہادیو کي مورت ہے جس میں مہادیو غضب آلود بیٹھا ہوا ہے اسکی نسبت مسٹر برجس کہتے ہیں کہ بڑي مورت اپنا ہاتھی کا چمڑا سنبھالے اور اپنی کمر کے نیچے کھوپڑیو کا ہار لپیٹے ہوے ٹہل رہی ہے ـ اوس سے ایک ناگ لپٹا ہوا ہے ـ اسکے کھلے ہوے منھہ سے اسکے بڑے بڑے دانت نظر آرہے ہیں ـ اسنے اپنی ترسول سے اپنے ایک جان نثار کو چھید دیا ہے اور دوسرے کو اپنے بائیں ہاتھہ سے ایڑی میں دبائے ہوے ڈمرو کو اٹھا رہا ہے تاکہ تفریح کے لئے اوسکو کھڑکھڑائے ـ اور اسکا خون پکڑتا ہے تاکہ اس سے اپنی پیاس بجھائے ـ کالی ایک ہیبت ناک شکل میں اپنی ہڈیون کو نیچے بچھارہی ہے تاکہ اُس جان نثار قربانی کے خون میں شریک ہوے ـ اس منزلہ کے دوسرے معبدون میں شیوا اور پاروتی کي مورتیں ہیں ـ اور وہیں ایک مقام پر ان دونون کي شادي کا نقشہ جس میں برہما دونون کي شادي کا رسم ادا کر رہا ہے ـ معبد کي ڈیوڑھي میں گنپتی کي ایک بڑي سی مورت ہے اور علاوہ اسکے لکشمی ـ شیوا ـ اور برہما کي بھی مورتیں ہیں ـ اور جنوبی دیوار پر وشنو کے اقسام کے اوتار دکھلائے گئے ہیں ـ

غار ۱۶ ـ اس غار کا نام کائی لاسا یا رنگ محل ہے اور مسٹر برجس کے قول کے مطابق یہ اُن غارون میں سے ایک ہے جو ہندوستان میں مشہور و معروف ہیں ـ یہ ایک بہت بڑا اور ایک ہی پتھر میں تراشا ہوا مندر ہے جو اطراف کے ٹیلون سے بالکل جدا ہے اسکے اندر اور باہر دونون طرف عمدہ نقش و نگار ہے ـ جس صحن میں یہ بنا ہوا ہے اوسکی لمبائی ۲۷۰ فیٹ اور چوڑائی تقریباً ۱۵۰ فیٹ کي ہے ـ اسکے درمیانی حصے بعض اوقات پر مکمل طور پر منقش کئے گئے ہیں اور اسوقت پر بھی اسمیں بعض ایسے مقامات موجود ہیں جن پر بہت کچھہ اصلی خوبصورتی باقی رہگئی ہے ـ مندر کا اونچا پایہ بقول مسٹر برجس کے اپنے آپ ایک نہایت عمدہ تصوّر کا نمونہ ہے ـ اوس میں بڑے بڑے ہاتھیون ـ شیرون ـ سیمرغون کي عمدہ مورتیں ہیں جن میں کوئی چررہا ہے اور کوئی ایک دوسرے کو پھاڑ رہا ہے ـ اور پھر اسکے اوپر کا بڑا دالان ـ اوسکے سترہ مدوّر اور دوسرے مربع ستون جس میں اقسام کے نقش و نگار اور طرح طرح کي سنگ تراشیاں ہیں ـ اوسکے جانبین کے سائبانی برآمدے اور اسکا گنبددار خیمہ جو صدر برآمدے کے مقابلہ میں ہے ـ اسکے مندر کي ڈیوڑھی جو دونون طرف منقش ہے اور اسکے پانچ معبد جو بڑے مندر کے باہر چوطرف ایک ہی چبوترے پر ہیں اس بات کي شہادت دے رہے ہیں کہ اسکو اس غرض سے بنایا گیا ہے کہ اسکے بیشتر جتنے ایسے غار بنی ہوئے ہیں انہیں مات کرے اور انپر فوقیت لیجائے ـ داخلی دروازے کے پرے لکشمی کي ایک بڑی مورت ہے جو کنول کے پتون پر بیٹھی ہوئی ہے ان پتون پر چند حروف کندہ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پندرہویں صدی سے تعلق رکھتے ہیں ـ

اوسکے دونون طرف کے ستونون پر آٹھوین صدی کے حرفون مین کنچھہ عبارت کندہ ہے جو بالکل ٹوٹ پھوٹ گئی ہے- منڈپ یعنے شامیانہ اور مندر کے درمیان ایک پل ہے جسکے نیچے شیوا کی مورتین ہین-کال-بھیرَوا-اور مہادیو کی اوتار معہ اونکے ملازمون کے ہین-جنوبی زینے کے شمال و جنوب کی دیوارون پر رامایَنا اور مہابھارت کے بیانات ہین- اس کے پیچھے سے مندر کا نیچا درجہ ساتھہ ہاتھیون اور شیرون کے مورتون کے ساتھہ اٹھا ہوا ہے جنوبی برآمدے کے جو ۱۱۸ فیٹ لمبا ہے بارہ حصے ہین اور ہر ایک حصہ پر بڑی بڑی تراشین ہین - اُنمین جو بڑی تصویرین ہے وہ وشنو کے چار ہاتھہ کی-وشنو کے شیر کے اوتار کی-شیوا کی- اور اسکے بیل نندی کی-وشنو کے چھہ ہاتھہ والی بونے کے اوتار کی-اور گرودا کی جو انسانی عقاب تھا-اور اسکے جنوبی برآمدے مین جو تقریباً ۲۰۰ فیٹ لمبا ہے انیس طاق ہین جن مین شیوا کے چھہ یا سات قسم کے جدا جدا اوتار برہما اور اوسکے ہنس اور پارتی کی مورت اور شیوا اور پاروتی کی شادی کا نقشہ ہے-شمالی برآمدے مین جو ۱۲۰ فیٹ لمبا ہے بارہ طاق ہین سب مین نقش و نگار ہے - خاصکرکے شیوا پاروتی اور انکے ملازمون کے-اسکی پرستش گاہ مین اخیر برآمدے مین سے داخل ہوا جاتا ہے دروازے پر بڑے بڑے سپاہی ہاتہ مین سونٹے لئے ہوئے کھڑے ہین - دالان مین دو راستے ہین جسکے ہر ایک کونے پر بڑے بڑے مربع ستون ہین جن پر بے حساب مورتین شیوا-لکشمی- برہما-اور انکے ملازمون کی کندہ ہین-دالان کے مشرقی کنارے پر معبد واقع ہے اور اوسکے پیچھے جو چبوترہ ہے اس پر سے مندر کی لاٹ اٹھی ہوئی ہے تقریباً ایک سو فیٹ اونچی- یہ لاٹ نیچے سے اوپر تک تمام منقش ہے صحن کے جنوبی کنارے پر ایک مندر کا چھوٹا سا غار ہے جس مین کال-گنپتی-وایشنادی-سرسوتی اور دوسرے بہت سے دیوتاؤن اور انکے ملازمون کی مورتین ہین صحن کے شمال و مغرب مین اور تین غار ہین جن مین سے ایک لنکا ہے ۱۲۳ فیٹ لمبا اور ۴۰ فیٹ چوڑا اوسکی چھت کے نیچے عمدہ نقش و نگار کے ستون ہین جن مین شیوا-پاروتی اور راون کی تصویرین ہین معبد کے دروازے پر عورتین پاسبان ہین غالباً وہ گنگا اور یمونا ہین اسکے پیچھے کی دیوار پر شیوا کی تین منھہ والی تصویر ہے جس سے اوسکی خلاقی-نگہبانی اور قہاری کی قدرت ظاہر ہورہی ہے کائلاسا کے اوپر چند چھوٹے سے غار اور حجرے اور معبد ہین-

غار ۱۷-یہ غار شیوا کا مندر ہے اس مین بارہ ستون ہین اور ایک پرستش گاہ جسکا دروازہ ڈریویڈی طرز کا ہے مندر کے برآمدے مین منقش طاق ہین جن مین برہما-وشنو اور انکے ملازمون کی مورتین ہین معبد کی دیوار پر صرف مہیسا سوری اور گنپتی کی تصویرین ہین-

غار ۱۸-۱۹-۲۰-یہ تین چھوٹے سے غار ہین لیکن انمین سے کسی مین دلچسپ نقش و نگار نہین ہے-

غار ۲۱-اسکا نام رامیشورا ہے-اسکا دالان بہت لنبا ہے- اور اسکے ہر ایک کنارے پر ایک پرستش گاہ ہے-جسکے اطراف کالی - گنیش - شیوا - اور پاروتی کی معہ انکے خدمتگارون اور قوالون کے مورتین بنی ہوئی ہین-اس مین بھی شیوا اور پاروتی کی شادی کا نقشہ ہے-

غار ۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-اِنمین سے پہلے غار کو نیلا کانٹھا کہتے ہین اس مین برہما-آشتماترا یعنے آٹھہ مائین اور گنیش کی چند تصویرین ہین-اسکے بازو کے دو غار چھوٹے سے ہین جن مین بہت ہی تھوڑا نقش و نگار ہے نمبر ۲۵ کا غار کسیقدر منہدم ہوگیا ہے لیکن اسکی ڈھیوڑی کی چھت مین سوریا یعنے سورج دیوتا کی تصویر ہے جو سات گھوڑون کی گاڑی مین بیٹھا ہوا ہے اور اسکے دونون طرف دو عورتین تیر چلا رہی ہین-ان غارون کے اخیر غار مین جو ستون ہین وہ ایلیفنٹا کے ستونون سے بہت مشابہت رکھتے ہین-یہ غار ۱۲۰ فیٹ لمبا ہے اور اسکے دونون کنارون پر معبد ہین-

غار ۲۷ اور ۲۸-اِنمین سے پہلے غار مین وشنو کا مندر ہے اکثر یہان اسکو اہیرنی کا غار کہتے ہین-اس مین وشنو-لکشمی اور برہما کی مورتین ہین اور دوسرے مین صرف دو حجرے اور معبدون کے آثار باقی رہگئے ہین اسکے دروازے کے دونون طرف دو پہرے والے ہین-

غار ۲۹-یہ غار جس مین ایک بڑا دالان کوئی ۱۵۰ فیٹ مربع ہے سیتا نانی یا دومرلینا کے نام سے مشہور ہے-اس مین بہت سا نقش و نگار ہے جس مین سے ایک مین شیوا اور پاروتی کی شادی کا نقشہ ہے-اسکے اور اسکے بازو کے غار کے درمیان ایک یا دو دوسرے غار ہین جو بالکل کوڑے کرکٹ سے پٹے ہوئے ہین-چھوٹا کائلاسا جو اس سلسلہ مین دوسرا ہے اسکا کسیقدر حصہ صاف کیا گیا ہے-کہتے ہین کہ اسکی وضع ڈریویڈی کی سی ہے اور یہ بڑے کائلاسا کے دالان کی طرز پر ایک بڑے شامیانہ اور ستونون کے ساتھہ بنایا گیا ہے-مسٹر برجس کہتے ہین کہ یہ غار اگرچہ بہت اخیر مین بنا ہے لیکن جین لوگون کے غارون مین سب سے پہلا ہے-اسکے اور اندرسبھا کے درمیان ایک نا تمام غار ہے جس مین بالکل کچرا بھرا ہوا ہے-

اس سلسلہ کے اخیر مین تین جین کے غار ہین جنھین اندرسبھا کہتے ہین - دو - دو منزلہ غار ہین اور ایک چھوٹا سا معہ اُن کے تعلقات کے-انمین کے پہلے غار مین پرسواناتھہ اور ایک سات سر کے سانپ اور مہاویرا کی اور جین دہرم کے ترتن کھارون یعنے اُن اُن لوگون کی جو اپنی درشتی اور سختی سے آئیندہ اواگون سے آزاد ہوگئے ہین مورتین ہین-اندر ایک جھاڑ کے نیچے ایک ہاتھی پر بیٹھا ہوا ہے اور اس جھاڑ پر توتون کے جھنڈ ہین

غار کے صحن مین ایک پائےستون پر ایک بڑا سا ہاتھی ہے چھوٹے دالانون مین جو بڑے دالان سے ملے ہوے ہین - اندرا - اور اندرائنی - اور انمین سے ایک کے پاس دو بڑي سانتھی ناتھا کي مورتین ہین جن مین سے ایک کے نیچے نوین اور دسوین صدي کے حرفون مین کچھ عبارت کندہ ہے- اوپر کے منزلہ مین بڑھ اور آم کے جھاڑون کے نیچے اِندرا اور اِندرائنی کي بڑي بڑي مورتین ہین - اور بہت سے طاق ہین جن مین جین لوگون کي تصویرین ہین- دوسرا مندر جگناتھ سبھا کے نام سے مشہور ہے - اوس مین کي بہت سی تصریرین برباد ہوگئی ہین- دالان اور معبد مین اِندرا اور اِندرائنی اونکے ملازمون اور مہاویرا اور پرسواناتھا کي مورتین ہین- صحن کے برآمدے مین چند عبارتین کندہ ہین لیکن خط بالکل خراب ہے اور اوسکے حروف کنڑي ہین لیکن پڑھے نہین جاتے- اور مسٹر برجس کے خیال کے مطابق آٹھوین صدی سے تعلق رکھتے ہین- اخیر غار کسیقدر منہدم ہوگیا ہے - مثل دوسرے غارون کے اس مین بھی اِندرا اور اِندرائنی کي اور دوسري بہت سی مورتین ہین اور کمال احتیاط کے ساتھ رکھی ہوئین- اس غار سے کسیقدر فاصلہ پر ایک مکان ہے جسمین ایک بہت بڑي مورت پرسواناتھا کي ہے- اور اسکے اطراف پجاري لوگ ہین- جن مین شیوا اور بھوانی پہچانے جاتے ہین- اسکی نشست گاہ پر ایک تحریر کندہ ہے جسکی تاریخ سنہ عیسوی کے سنہ ٣٦-١٢٣٥ سے مطابقت رکھتی ہے- ٹیلے کے اس حصہ مین دوسرے بہت سے جین لوگون کے غار ہین جو کم و بیش منہدم ہوگئے ہین انمین سے کسی مین کوئی دلچسپ نقش و نگار نہین ہے جو قابل بیان ہو-

کیلاسا مندر کے جنوبي ستونون کي قطار- آجنٹا

اورنگ آباد کے غار

سنہ ۱۸۷۲ع تک ان غارونکی طرف جو اورنگ آباد کے شمالی ٹیلون مین واقع ہین از روی علم آثار قدیمہ کسی کا خیال رجوع نہین ہوا تھا حالانکہ اس سے کوئی پچیس ۲۵ برس بیشتر سے اُنکے وجود کی خبر تہی - مغربی ہندوستان کے علم آثار قدیم کے تیسرے موسمی دورہ کے بعد جو سنہ ۱۸۷۵-۷۶ مین واقع ہوا - سنہ ۱۸۷۸ع مین اِن غارون پر مسٹر برجس کی ایک رپورٹ چھپکے شایع ہوئی ہے جس سے ہم ذیل کا بیان اخذ کرتے ہین -

ان غارون کے تین سلسلے ہین جو تقریباً ڈیڑھ میل تک پھیلے ہوئے ہین - پہلا اور دوسرا سلسلہ علانیہ طور پر اصلاً بودھہ کا ہے لیکن تیسرے سلسلہ مین چونکہ نقش و نگار نہین ہے اس لئے وثوق کے ساتھہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ کس گروہ سے تعلق رکھتے ہین اور نہ انمین کوئی ثبوت ایسا ہے کہ جس سے انہین بودھہ لوگون سے منسوب نکیا جائے -

پہلے سلسلہ مین پانچ غار ہین - اور پانچوین غار کے صدر رخ پر اورنگ آباد کے جین لوگون نے سنہدی لگائی ہے جو اکثر پرستش کے لئے وہان جایا کرتے ہین اور اس غار کا سفید حصہ کسیقدر فاصلہ سے ان غارون کے وجود کا نشان بتلاتا ہے -

غار ۱ - اس سلسلہ کا یہ پہلا غار ہے (نقشہ ۲۶) جو بہ نسبت پانچون کے زیادہ مغرب مین ہی - اسکا رخ جو ۷۴ فیٹ لمبا ہے اسمین چار ستون ہین جو برآمدے مین بطور دہلیز کے ہین اور برآمدہ ۷۶ فیٹ اور ۵ انچہ لمبا اور ۹ فیٹ چوڑا ہے اور اسکے رخ پر آٹھہ ستون ہین دہلیز کے چار ستون جو ایک بہت بڑی پتھ کی چٹان کو جو ان کے اوپر واقع ہے تھامے ہوئے ہین ناکافی ہونے کی وجہ سے اس چٹان کا ایک ٹکڑا نیچے گر پڑا ہوا ہے جس سے وہ ستون دب گئے ہین - برآمدے کے پیچھے کی دیوار مین تین دروازے اور دو دریچے ہین - اُنمین سے ایک دروازے کے بازومین بہت سا نقش و نگار ہے - اور ڈیوڑی کے دونون کنارون پر مردون اور عورتون کی مورتین کھڑی ہوئی ہین - دریچون کے اطراف بھی نقش ہین چوکھٹون اور دروازون کے پٹاؤنمین بہت سے طاق ہین اور انمین سے ہر ایک مین مورتون کا ایک جوڑا ہے جس مین عاشقانہ تعلقات پائے جاتے ہین - ایک دریچہ (نقشہ ۲۷ اور شکل ۱) جو بڑے دروازے کی مغربی مین ہے مثل غار کے دوسرے حصون کے بالکل نا مکمل ہے اسکے اور دروازے کے درمیان مغربی کنارے پر ایک نقش ہے جس مین بودھہ اپنی کنول کی چوکی پر بیٹھا ہوا ہے اور اسکی خدمت مین چنور بردار ہین اور کنول کی ٹہنی کو تھامے ہوی دوسری مورتین ہین جنکے سرون پر پانچ گنی سانپ کی اوڑھنیان ہین - یہ سب بالکل (نقشہ ۲۷ شکل ۲) کی دوسری مورت سے

غار نمبر ۱ کا رخ - اورنگ آباد - نقشہ ۲۶

1. WINDOW FROM CAVE I. 2. SPECIMEN OF WALL SCULPTURES FROM CAVE II 3. FRONT OF THE SHRINE-LEFT SIDE. CAVE II

نمونۂ سنگ تراشی (نقشہ ۲۷)

جو اسکے اوپر ھین مشابہت رکھتے ہین-یہ نقشہ دوسرے بازو کے غار سے لیا گیا ھے برآمدے کے باہر بائین طرف کي دیوار پر سات بودھون کي قطار ھے جس مین وہ بیٹھے ہوئے ہین اور دونون کنارون پر بودہی ساترا کي دو مورتین اِستادہ ہین بودھی ساترا بودھہ دہرم کا ایک پیر ہوگیا ھے جو آئندہ جنم مین بودھہ ہونے والا ھے اس غار کي تعمیر کي تاریخ بہت مدت کے بعد یعنے چھٹی یا ساتوین صدی کے آغاز مین کندہ ہوئی ھے-

غار ۲-یہ غار خانقاہ کے لئے نہین بلکہ خاص پرستش کے لئے بنایا گیا ھے-اسکی وضع کچھہ مندر کے غارون کي سی نہین بلکہ برہمنی مندرون پر سے لی گئی ھے-اسکا صدر کا رخ بالکل منہدم ہوگیا ھے جہان ایک برآمدہ یا کشادہ دالان تھا جسکی لمبائی ۲۱ فیٹ ٦ اِنچہ کي اور چوڑائی ۱۲ فیٹ ۱۰ انچہ کي تھی-اوسکے اندر ایک پرستش گاہ ھے جسکے اطراف ایک ۴ فیٹ چوڑا راستہ ھے-بعض چھوٹے طاقون مین اس کے دروازے کے چوکٹھے کے درمیان بودھہ کي چھوٹی سی بیٹھی ہوئی مورتین ہین اور چنور بردار اوسکے پاس کھڑے ہوے ہین اور پہرے والے ۹ فیٹ اونچے ہین-انمین سے ایک (شکل ۳ نقشہ ۲۷) نہایت سادا لباس پہنے ہوے ھے-بجز ٹوپي کے کہ وہ بالکل منقش ھے-اوسکے اطراف سر پر ایک جواہر کي پٹی ھے اور اس سے کسیقدر بلندی پر بودھہ کي ایک تصویر ھے فقیری بھیس مین-اس تصویر کے چوطرف بھی گویا جواہر کي کنار ھے-پرستش گاہ کے اطراف کي اور نیز اسکے راستے کي دیوارون پر بودھہ کي بہت سی مورتین ہین جن مین وہ معلمون کي وضع مین چار زانو بیٹھا ہوا ہے-اُنمین سے

نقشہ ۲۸

ایک کی تصویر یہاں دیگئی ہے (شکل ۲ نقشہ ۲۷)

غار ۳ - یہ غار اس سلسلہ میں بہت اچھا ہے - اس میں جو خاص کمرا ہے وہ ایک بڑا دالان ہے ۴۱½ فیٹ چوڑا اور ۴۲½ فیٹ لمبا اور چھت کے نیچے بارہ ستون ہیں - اس غار کا عمق سامنے کے منہدم برآمدے سے پرستش گاہ کے عقب تک ۸۲½ فیٹ ہے اور اسکی وسعت دالان کے بازو کے حجروں کے ساتھہ ۶۳ فیٹ ہے - اسکے برآمدے میں صدر کے رُخ پر چار (۴) ستون تھے بیچ کے دو گول تھے اور بازو کے دو مربع - جنکے اب فقط نیچے کے حصہ رہ گئے ہیں - اور باہر کی طرف برآمدے کی طول کے مطابق دو پیڑی کی ایک لمبی سیڑھی ہے اور اوپر کی پیڑی کسیقدر نصف مُدوّر ہے - درمیانی دروازے کے سامنے اور نیز اوسکے دونوں طرف شیر ببر کے سر ہیں (شکل ۳ نقشہ ۲۸) برآمدے کے دروازے کے سامنے جو زینہ ہے اسکی پیڑی (شکل ۱ نقشہ ۲۸) نصف مُدوّر ہے - اور باہر کے کگر پر مکارا کے دستور کے مطابق نہایت عمدہ تراش ہے ویسا ہی ایک پست زینہ کی پیڑی ۳ انچہ کی پرستش گاہ کے سامنے کے دروازہ پر کُھدی ہوئی ہے (شکل ۲ نقشہ ۲۸) - اِس غار کے ستون کی تصویریں نیچے دیگئی ہیں (شکل ۴ نقشہ ۲۸ - شکل ۶-۷-۸ نقشہ ۳۰ - شکل ۹-۱۰-۱۱ نقشہ ۳۰ - شکل ۱۲-۱۳-۱۴ - نقشہ ۳۱) جن سے نہ صرف انکی تعمیر کا فرق بلکہ انکی تراش کی خوبی بھی معلوم ہوتی ہے - پرستش گاہ کا دروازہ ایک عمدہ تراش کے زینہ کی

غار نمبر ۳ میں کھمبے (نقشہ ۲۹)

غار نمبر ۳ میں کھمبے (نقشہ ۳۰)

غار نمبر ۳ میں کھمبے (نقشہ ۳۱)

(نقشہ ۳۲)

بڑی پر ہے جو شکل ۲ نقشہ ۲۸ مین دکہلایا گیا ہے ـ چار ستونون کے اوپر جو صدر کے راستہ کے عقب مین ایک طاق ہے کوئی ۱۶ انچہ کا جس مین بہت سے نقوش نصف مُنبت ہین ـ اس غار مین جو خاص تعجب انگیز کیفیت ہے وہ یہ ہے کہ وہ بالکل تکمیل کو پہنچ گیا ہے اور ہندوستان کے بودھہ کے غارون مین معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت اخیر کا ہے کیونکہ اسکے مندر کے صدر کے کونون پر پوجتی ہوئی مورتین کندہ ہین اور یہ مورتین جیسے جیسے آنکہین کم روشنی کو دیکھنے کی عادی ہوتی جاتی ہین ویسے ویسے نظر آنے لگتی ہین ـ سیدہی طرف زانو پر بیٹہی ہوئی چہہ (۶) اور بائین طرف سات قد آدم کی مورتین ہین ـ انمین سے بعض عورتین ہین اور بعض مرد لیکن زیادہ مرد ہین اور سب پرستش کرتے ہوے اس بڑی مورت کو دیکھہ رہے ہین جو دروازے کے داہنے اور بائین طرف واقع ہے (دیکھو نقشہ ۳۲ اور ۳۳ اور شکل ۱ نقشہ ۳۴) یہ مورتین غار کے نقش و نگار مین اپنے خوبصورتی اور اقسام کے قیافہ اور سرونکی پگڑیون مین بے نظیر ہین ـ انکے دکہلانے کے واسطے ـ چار نمونے دئے گئے ہین (شکل ۲ ـ ۳ ـ ۴ ـ ۵ نقشہ ۳۴)

غار ۴ ـ یہ غار نمبر ۳ کی مشرق مین چند گز فاصلہ پر واقع ہے اور یہ ایک مندر ہے جسکا صدر کا رخ تمام منہدم ہوگیا ہے ـ اور اندرونی حصہ کسیقدر افتادہ پتہر کی چٹانون سے پٹا ہوا ہے ـ یہ عقب مین ۲۲ فیٹ اور رخ پر غالباً ۲۲ فیٹ اور ۹ انچہ چوڑا اور ۳۸ فیٹ لمبا ہے ـ اوسکے درمیان کی کمانی چہت کے نیچے ستره ہشت پہلو ستون ہین نہ جنکے سر تراشے ہوے ہین اور نہ پانون ـ یہ درمیانی دالان دروازے سے مندر تک ۱۲½ فیٹ چوڑا اور ۲۳ فیٹ لمبا ہے اور مندر کا قطر ۵ فیٹ اور ۸ انچہ ہے اور بالکل سادہ اور اسکے ستون کا کگر ۲ مربع فیٹ کا ہے ـ اورنگ آباد کے غارون مین مندر کا بہی ایک غار ہے ـ اسکی ابتدائی سادگی سے جو اوسکے اندر ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غار بہ نسبت اور غارون کے بہت قدیم ہے ـ اسکے صدر کے رخ کی بلندی بالکل منہدم ہوگئی ہے ـ اسلئے

([illegible])

WORSHIPPERS ON RIGHT SIDE OF THE SHRINE

(نقشہ ۳۴)

اسکی مدت تعمیر دریافت نہین ہوسکتی ـ لیکن اسکی اندرونی سادگی جو مثل ناسک کے مندر کی سادگی کے ہے ـ اجنٹا کے غار ۱۹ اور ۲۶ کے عمدہ نقش و نگار سے بالکل برعکس ہے اور جو قریب دوسرے غارون کی طرز کے ہین ـ

غار ۵ ـ اس غار کو جین لوگ پرسواناتہہ کی پرستش گاہ کے طور پر استعمال کیا کرتے ہین ـ یہ اصل مین غالباً مثل نمبر ۲ کے ایک چہوٹاسا مندر کا غار ہوگا ـ لیکن اسکا صدر کا رخ تمام گیا ہوا ہے اور اسکے ساتہہ جو حجرے ملے ہوے تہے وہ بہی گرگئے ہین اب ـ جو کچہہ باقی ہے وہ صرف ایک مندر ہے اور اوسکے اطراف اسکا ہرا دکشنا ہے (شکل ۴ نقشہ ۱۱)

اس مندر کا عرض ۸ سے ۸½ اور طول ۸ فیٹ ہے گویا تقریباً یہ مربع ہے۔ اس مین بودھہ کي شیر کے تخت پر بیٹھی ہوئی ایک بڑی تصویر ہے اور اوسکے ہاتھہ مین تعلیمی مدرا ہے۔ اس مندر کے اطراف ۴ فیٹ چوڑا راستہ ہے اور پیچھے کي کل طولاني ۲۳½ فیٹ ہے۔ اس غار پر پہلے غارون کا سلسلہ تمام ہوا۔

غارون کا دوسرا سلسلہ پہلے سلسلہ سے مشرقی جانب مین انہین ٹیلون پر کوئی پونے میل پر ہے۔ لیکن یہان نقشہ مین دکھلانے کے لئے اسکو مغرب سے مشرق کي جانب لیا ہے۔ اگرچہ اخیر مغربی غار مین دوسرے غار کے پیش دالان مین سے جانے کے سوا داخل نہین ہوا جاسکتا۔ یہان اس سلسلہ کے غار بھی پہلے سلسلہ کے غارون کے ساتھ مسلسل شمار کئے گئے ہین ــ

غار ٦۔ یہ غار بہ نسبت دوسرے دو غارون کے چٹان کي بہت بلندی پر واقع ہے اسکا صدر کا رخ بوجہ ایک بڑی چٹان گر پڑنے کے بالکل توٹ پھوٹ گیا ہے۔ اور اسکے برآمدے کے ستون تمام شکستہ ہوگئے ہین۔ یہ برآمدہ ۳۸ فیٹ ۱ انچہ لمبا اور ۹ فٹ چوڑا ہے (نقشہ ۳۵) اسکے دونون کنارون پر دو حجرے ہین۔ اسکے معبد کے سامنے ایک چھوٹاسا پیش دالان ہے۔ جس مین صدر کے رخ پر دو مربع ستون ہین۔ معبد کے اندر جو دس ۱۰ فٹ چوڑا اور ۹½ فیٹ لمبا ہے بودھہ کا ایک بہت بڑا مجسمہ اور دوسری پرستش کرتی ہوئی مردون اور عورتون کي مورتین ہین جیسے غار نمبر ۳ مین ہین۔ اگرچہ یہہ مورتین قد آدم سے بہت چھوٹی ہین اور نہ ویسی دلچسپی رکھتی ہین جیسے اور غارون کي۔ لیکن اسکے برآمدے کي چھت پر بہت سی چیزین کندہ ہین جو برابر سمجھہ مین آتی ہین اور اسکي تراش کي وضع ویسی ہي ہے جیسے اجنٹا کے غارون کے برآمدون کی۔

(غار نمبر ٦ نقشہ ۳۵)

غار نمبر ۷ عقب بر آمدہ (شکل ۱ نقشہ ۳٦)

غار نمبر ۸ مندر کا صدر کا رخ (شکل ۲ نقشہ ۳٦)

داہنی طرف کے معبد میں شکلیں (نقشہ ۳۸)

معبد کي ڈھیوڑھی میں بھي ویسے ہي رنگے ہوے قطعات ہیں لیکن وہ ایسے ناقص کہ کوئی تصویر صاف پہچانی نہیں جاتی —

غار ۷—اس غار میں چٹان کے کنارے پر اوتر کے داخل ہوا جاتا ہے اور یہ غار اس سلسلہ میں سب سے نیچا ہے اسکا دالان صدر کے رخ پر ۳۳½ فیٹ چوڑا ہے اور عقب میں ۳۵ فیٹ اور رخ سے عقب تک ۱۴ فیٹ کا فاصلہ— اس غار میں نہایت عمدہ تصویریں ہیں اور جو تصویریں دالان یا برآمدے کے پیچھے کي دیوار پر ہیں وہ (شکل ۱ نقشہ ۳٦) میں دکھلائی گئی ہیں اندر کے دالان میں معبد کا تمام رخ ایسے عمدہ نقوش سے بھرا ہوا ہے جو بودھہ کے غاروں میں شاذ و نادر ہي پائے جاتے ہیں—اسلئے گمان کیا جاتا ہے کہ یہ غار غالباً جوگنوں کے لئے بطور خانقاہ کے تیار کیا گیا ہے (شکل ۲ نقشہ ۳٦) یہانکي دیوار میں ایک عمیق طاق ہے جس میں دو منبت مورتیں ہیں ایک مرد اور ایک عورت کي (شکل ۴ نقشہ ۳۷) اس طاق کے مقابلہ میں دوسری طرف دوسرا ایک طاق ہے جس میں نیم برہنہ سات تصویریں ہیں بیچ کي تصویر ناچ رہی ہے اور دوسری بیٹھی ہوئی باجا بجا رہی ہیں—غالباً یہ عبادت کا عام طریقہ ہے—(شکل ۵ نقشہ ۳۷) اوسکے رخ کے دونوں طرف کناروں پر دو حجرے ہیں ایک میں جو بائیں جانب یا مغرب میں ہے بودھہ کي کھڑی ہوئی مورت ہے اور اسکے بعد چھہ ٦ عورتیں ہیں جنکے سروں پر اقسام کي اوڑھنیاں ہیں—اور اخیر میں ایک مرد ہے ایک بڑي پگڑي پہنا ہوا—اور اسکے داہنے ہاتھہ میں ایک

غار نمبر ۷ اور ۹ سے سنگتراشی کے نمونے (نقشہ ۳۷)

تھیلی یا اور کوئی وزنی شئی ہے—دوسرے کنارے کے حجرے میں (شکل ۲ نقشہ ۳۸) ایک لحیم و شحیم مرد کي مورت ہے جو گلے میں ایک موٹا سا جنیو پہنے ہوے ایک گدی پر چار زانوں اپني عورت کے پاس بیٹھا ہوا ہے—اور اوس کي عورت اپنی بائیں ران پر ایک بچی کو کھلا رہی ہے—اس غار میں عورتوں کے بال اور انکي اوڑھنیا نہایت احتیاط سے کندہ کي ہوئی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ انکے کندہ کرنے میں سخت محنت ہوئی ہے— اس نقش و نگار کے اقسام اور تکمیل کو دکھلانے کے لئے اس غار میں سے شکل - ۱ - ۲ - ۳ نقشہ ۳۷ اور نیز شکل ٦ - ۷ - ۸ - ۹ عورتوں کے سروں کي غار نمبر ۹ میں سے انتخاب کي گئی ہیں—ان تمام تصویروں میں کان کي لو میں ایک ہی قسم کي بالی پڑی ہوئی ہے لیکن انمیں سے اکثروں کے کان میں اور بھی زیورات ہیں —

غار - ۸ - ۹ غار نمبر ۷ کے قریب کي چٹان میں ایک بڑا طاق ہے جس کي سطح پتھر کے کُندوں اور مٹی سے جو غالباً کسی اور بڑے غار کے ہوں—پٹی ہوئی ہے—اسکے اوپر دوسرے غار کي ابتدائے تعمیر ہے—(غار ۸) اور اسپر کسیقدر تراش ہے—لیکن یہ غار ۲۷ فیٹ چوڑا اور ۲۰ فیٹ گہرا ہے اور نا مکمل اور جو کچھہ اس میں کھدا ہوا ہے اسکو دیکھنے کے لئے ایک زینے کے ذریعہ سے پہنچا جاتا ہے—

غار ۹—یہ غار بہت بلندی پر کسیقدر مغرب میں ہے لیکن صرف اوسکے کھنڈر ہی ہیں—کیونکہ اسکا تمام رخ اور چھت کا اکثر حصہ دہسک گیا ہے—معلوم ہوتا ہے کہ اسکے

سامنے ایک بڑا دالان تھا اور اس میں تین چھوٹے دالان۔ بڑے دالان کے درمیان عورتوں کی مورتیں ہیں جیسے غار نمبر ۷ میں انمیں سے بیچ کی مورت زیادہ بڑی ہے۔ اس غار کے مغربی دیوار کے کنارے پر بودھ کی ایک بڑی مورت ہے اپنی داہنی پہلو پر لیٹے ہوے۔ کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت جبکہ وہ نروانا میں داخل ہوا۔ اسیطرحسے لیٹا ہوا تھا۔ یہ نروانا آواگون کے پرے ہے۔ اس غار کے اکثر حصوں میں بودھ کی شکلیں اقسام کی نشست میں دیواروںمیں کھدی ہوئی ہیں۔ دالان کا مشرقی کنارہ کیچڑ سے بھرا ہوا ہے۔ اس سے کسیقدر فاصلہ پر ڈھالوان میں اور ایک غار ہے جو بالکل گڑ گیا ہے۔

اس سلسلہ کے مشرقی جانب میں ایک میل کے فاصلہ پر غاروں کا تیسرا سلسلہ ہے۔ جس میں دو یا تین غاروں کی تعمیر شروع ہوئی تھی لیکن تمام نہیں ہوئی اور نہ انمیں کسیطرحکا نقش و نگار ہے۔ ان غاروں میں جو دیکھے جاسکتے ہیں وہ نمبر ۱۰-۱۱-۱۲ کے غار ہیں۔ اور اخیر غار بہت بڑا ہے اس میں ایک برآمدہ اور ایک مندر ہے لیکن سب نا مکمل۔ اس باب میں اور نیز دوسرے بابوں میں جن مندروں اور مسجدوں کا حال آیا ہوا ہے اونکے متعلق اخبار ٹائمز آف انڈیا مطبوعہ ۲۴ اپریل سنہ ۱۸۹۶ع میں جو کیفیت درج ہوئی ہے اسکا خلاصہ یہاں نا مناسب نہوگا۔

مسٹر کوسنس کی اخیر رپورٹ جو مغربی ہندوستان کے آثار قدیم کے معائینہ کی نسبت تیار ہوئی ہے اسمین تقریباً قلمرو نظام میں نو مہینے کے دورے کا بیان ہے۔ اس ملک میں آثار قدیم اسقدر زیادہ ہیں کہ جسکی نہ وہاں کے باشندوں کو خبر ہے اور نہ گورنمنٹ نظام کو۔ بلکہ گورنمنٹ مذکور کو جسقدر انکی زیادتی کا گمان ہے وہ اس سے کہیں بڑھکے ہیں۔ عالمان آثار قدیم کا تجربہ ہے کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان دونوں اپنے مذہبی معابد کی ویسی حفاظت نہیں کرتے کہ جیسی چاہئیے۔ انکی حفاظت کرنے والے وہ کافر اور ملیچھ ہیں جو مغرب کے رہنے والے ہیں۔ مسٹر کوسنس کا یہ کہنا بالکل سچ ہے اور وہی شخص اوسکی تصدیق کرسکتا ہے جو ہندوستان کے چوطرف پھیلے ہوے کھنڈروں میں گھومتا رہتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جب کوئی مندر ناپاک ہوتا ہے تو پھر گاوں یا شہر میں سے کوئی شخص اسکی قدامت اور صناعی وغیرہ کی بالکل پروا نہیں کرتا اور یہی سبب ہے کہ کسی زمانہ میں جو عمارتیں اپنے بانیوں اور سرپرستوں کے فخر کا باعث تھیں۔ وہ آج دیہاتیوں کی بے پروائی سے خوار و ذلیل ہو رہی ہیں۔ اور فی الحقیقت اس میں کوئی شک نہیں۔ چونکہ انگلنڈ میں قدیم مکانوں کی حفاظت کی نسبت زیادہ جد و جہد کیجاتی ہے اسلئے جب ہم یہاں کے لوگوں کو ان معابد و مساجد سے جو کسی زمانہ میں انکی عبادت کے مکانات تھے اور بعد میں غیر مستعمل ہوگئے بالکل بے پروا اور عدیم التوجہ پاتے ہیں تو ہمیں سخت تعجب گذرتا ہے۔ لیکن ہم گورنمنٹ نظام کی اس کارروائی کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جو ایسے مشہور کھنڈروں کی حفاظت کررہی ہے۔ یہ ایک خوش نصیبی کی بات ہے کہ اکثر قدیم عمارتیں اوسکے ملک میں داخل ہیں مثلاً ایلورا اور اجنٹا کے غار (ان غاروں کے دیکھنے کے جو لوگ آرزومند ہوں انہیں گورنمنٹ مذکور نہایت کشادہ دلی سے مدد دیتی ہے) اور اسیطرحسے گولکنڈے کے شاہی مقبرے۔ اور علیٰ ہذا دولت آباد۔ ورنگل۔ گلبرگہ اور بیدر۔ اسی ریاست میں داخل ہیں اور خود حیدرآباد جو موجودہ ریاست کا پاے تخت ہے۔ وہ بھی اسی میں داخل ہے۔ دولت آباد کا قلعہ نہایت فخر و مباہات کیساتھ ایک ناہموار ٹیلے پر نہایت دلچسپ اور پُر فضا مقام میں واقع ہے۔ ورنگل کے قلعہ کی کیفیت کا کہ جسپر دولت آباد کے مفتوح کرنے کے بعد دہلی کی فوجوں نے چڑھائی کی تھی مسٹر کوسنس نے عدیم الفرصتی کی وجہ سے مفصل بیان نہیں کیا۔ اور گلبرگہ کا بھی سرسری طور پر بیان کردیا ہے۔ اگرچہ اسمیں بہت سے عظیم الشان اور قدیم آثار صنادید جو آگ گاڑی کے مسافروں کے دلوں پر انکے قریب سے گذرتے وقت بہت کچھہ اثر ڈالتے ہیں موجود ہیں۔ منک لے آثار قدیم میں جو قابل دید ہیں وہ مسلمانوں کی صناعیاں ہیں جو ہنود کی قایم کی ہوئی بناؤں پر کی گئی ہیں۔ اور اسطرحسے دکھن کے وسیع خطہ کی پولٹیکل تاریخ پتھروں پر لکھی ہوئی ہے۔ لیکن تاہم قدیم ہماڈپنتی مندر ابتک ادہر اودہر پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم دیوگڑھ کے بادشاہوں کے ملک میں ہیں ہماڈپنتھ کہ جسنے ایک شکر گذار بیمار کو تین مندر بنانے کی ترغیب دلائی تھی ایک حکیم حاذق تھا۔ اور دیوگڑھ کے ایک راجا کا وزیر اعظم۔ اسکے مندر مضبوط پتھروں کے ہیں اور بعض بعض مقامات پر ان پتھروں کو لوھے کے بندھوں سے باندھا گیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ ابتک ویسے ہی باقی ہیں۔ لیکن چونے کے مندروںکی یہ حالت نہیں۔ جہاں وہ غیر مستعمل اور بیکار ہوے کہ انکا اسباب مکانوںکی تعمیر میں لیلیا گیا۔

مسٹر کوسنس کا خیال ہے کہ قدیم مندر بالکل اینٹوں کے بنے ہوے تھے۔ اور یہ بات سچ معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اب بہت کم انمیں کے باقی رہگئے ہیں۔ اسکے بعد جب پتھر تعمیر کے کام میں آنے لگا تو حوصلہ مند معماروں نے دنیاوی کاموں کے لئے قدیم پتھر کے مندروں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ اور مسٹر کوسنس ایک دو سال پیشتر سے ان باتوں پر غور کر کے نظام گورنمنٹ پر زور ڈالتے ہیں کہ مجوزہ ریلوے جب حیدرآباد سے منماڑ تک بنیگی تو گورنمنٹ کو لازم ہے کہ ضرور اس بات کا خیال رکھے اور حکم نافذ کرے کہ اس سڑک پر قدیم مندروں سے تعمیر کا اسباب لینے نہ پائے۔ اور ہم اعتماد کرتے ہیں کہ نئی ریلوے بنانے والوں کو ایسا موقع نہ دیا جائیگا اور علی الخصوص ایسے ملک میں جو تاریخی دلچسپی اور آثار قدیم کا اعزاز رکھتا ہے۔ اسمیں اب بھی بعض نہایت مشہور مکانات قابل محافظت ہیں چنانچہ ہنم گنڈے کا بڑا مندر جو ملک حیدرآباد میں ایک نہایت عمدہ یادگار ہے۔ اسکی دلچسپ تاریخ ہنگام ابتدا سے اوسی پر لکھی ہوئی ہے۔ جب یہ تعمیرات بے مرمت ہونی شروع ہوتی ہیں تو پھر انہیں منہدم ہوتے دیر نہیں لگتی۔ چنانچہ نانڈی کی خیمہ گاہ سے جو اسی مندر کا ایک حصہ ہے اسکا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

پنجابی

جھٹکا گاڑي

بہشتی

دہلی کی گاڑیان

مرقومۂ الذیل ذات میں امیروں اور دوسرے اکابروں کے مختصر حالات۔ تصاویر اور سوانح عمری درج ہیں۔ جنہیں مؤلف نے برنمائندۂ سرکار حضور نظام منتخب کئے ہیں۔ لیکن انکے مضمون کی صحت کا کسیطرح ذمہ دار نہیں ہے۔

مدیر

نواب سر خورشید جاہ بہادر - کے - سی - آئی - اِی - شمس الامراے پنجم

خاندان شمس الامرا

خاندان شمس الامرا کا خاصہ ہمیشہ سے سرکار برطانیہ کے ساتھہ وفاداری کا رہا ہے۔ مراسلت فریزر مین مندرج ہے "حیدرآباد کنتنجنٹ کی ماہانہ تنخواہ صرف شمس الامرا کے عہد وزارت مین بروقت ملتی رہی۔۔اور جسطرح سے انہون نے نہایت مشکل کے وقت مین کارروائی کی اسپر گورنر جنرل نے اپنا اطمینان ظاہر فرمایا"۔ اسبات کے کہنے کی حاجت نہین ہے کہ جس امیرکا یہان ذکر ہے وہ سر خورشید جاہ کے دادا امیر کبیر اول تھے کہ جنہون نے بدرخواست نواب ناصرالدولہ وزارت کا کام اپنے ذمہ لیا اور پھر اپنی ہی خوشی سے چھہ مہینے کے بعد چھوڑدیا۔

خاندان شمس الامرا امرائے حیدرآباد مین درجہ اول رکھتا ہے۔ انسے بڑھکر جو ہے وہ حضور نظام کا خاندان ہے۔ اور اس خاندان سے شادی اور بیاہ کے ذریعہ انہین قرابت حاصل ہے۔۔

یہہ خاندان شیخ فرید شکرگنج کی اولاد مین ہے۔ شیخ فرید ایک بہت بڑے ولی ہوگئے ہین جنکی مسلمان باشندگان ہند بہت بڑی عزت کرتے ہین۔ انکا روضہ پنجاب کے پاک پٹن مین موجود ہے جسکی زیارت کو ہرسال بہت سے لوگ جایا کرتے ہین۔ اورنگ زیب بادشاہ کے زمانہمین انکی اولا مین سے ایک صاحب شیخ ابوالخیر خان امام جنگ شمشیر بہادر نے بڑے کارنمایان کئے تھے۔ وہ دہلی سے آصف جاہ کے ہمراہ آئے۔ اسکے پیشتر وہ مالوا اور اورنگ آباد کے نایب صوبہ کا عہدہ بڑی کامیابی کے ساتھہ چلا چکے تھے۔ آصف جاہ نے انہین شمشیر بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا اور ساتھہ ہی اسکے انکے درجہ کے مطابق انہین منصب و وظیفہ مقرر کردیا۔ وہ سلطنت مغلیہ کے بھی منصب دار تھے۔ سنہ ۱۷۵۲ ع مین شہر برہان پور مین انکا انتقال ہوا۔

ابوالخیر خان کے فرزند ابوالفتح خان نے اپنی کمسنی ہی مین نواب نظام علی خان کا خیال اپنے طرف رجوع کیا اور پھر وہ انکی نظر عاطفت مین زیادہ زیادہ جائی کرتے چلے۔ انکو نظام کی خانگی فوج کا کماندر بنایا گیا۔ اس فوج مین پیدل و سوار ملکر ۱۴۰۰۰ سپاہ تھی۔ انکا پہلا خطاب تیغ جنگ تھا۔ اور پھر انکو اول درجہ امارت اور خطاب شمس الامرا دیا گیا۔ خانگی فوج کی پرورش اور انکے عہدہ اور درجہ کے لایق شان و شوکت مین رہین اس غرض سے انہین سالانہ ساتھہ لاکھہ روپیہ کی جاگیر دوامی مرحمت فرمائی۔ انکے خطابات۔ انکی جاگیرین اور خانگی فوج کی افسری انکے فرزند ابوالفخر محمد فخرالدین خان کو دی گئی۔ علاوہ مزید برآن حضور نظام نے انکو خطاب امیر کبیر مرحمت فرماکر اور بھی اس خاندان کی عزت افزائی کی۔ انکی شادی نظام علی خان کی ایک دختر سے ہوئی تھی۔ ابوالفخر محمد فخرالدین خان شمس الامرائے ثانی اور امیر کبیر اول تھے۔ انکے بعد انکے فرزند محمد رفیع الدین خان انکے جانشین ہوے۔ یہہ شمس الامرائے ثالث اور امیر کبیر ثانی تھے۔ یہہ صاحب سالارجنگ اول کے ساتھہ حضور نظام کی صغرسنی مین کوریجنٹ رہے۔ وہ لا ولد تھے۔ اسلئے انکے انتقال کے بعد انکے چھوٹے بھائی محمد رشیدالدین خان انکے جانشین ہوے۔ یہہ شمس الامرائے رابع امیر کبیر ثالث۔ اور کوریجنٹ ثانی تھے۔ محمد رشیدالدین خان کے دو فرزند تھے جو دونون فی الحال زندہ ہین یعنی نواب سر خورشید جاہ بہادر کے۔سی۔آئی۔ای اور نواب سر وقارالامرا بہادر۔کے۔سی۔آئی۔ای۔ موجودہ مدارالمہام۔ اول الذکر صاحب سنہ ۱۸۸۱ ع مین اپنے باپ کے جانشین بطور شمس الامرائے خامس اور امیر کبیر رابع کے ہوے۔

(محمد رشیدالدین خان چہارم شمس الامرا)

محمد معین الدین خان — فرزند مرحوم سر آسمان جاہ

خاندان سر سالار جنگ

نامور خاندان سالار جنگ کے زندہ اراکین معہ وارث صغر سن کے حسب ذیل ہیں۔

۱ عزیزالنسا بیگم صاحبہ۔ اہلیۂ متوفیۂ سالار جنگ اول۔

۲ نورالنسا بیگم۔ دختر بزرگ سالار جنگ اول و زوجۂ نواب مکرم الدولہ بہادر۔

۳ سلطان بخت بیگم۔ دختر دوم سالار جنگ اول و زوجۂ نواب بہرام الدولہ بہادر۔

۴ زینب بیگم صاحبہ۔ اہلیۂ سالار جنگ ثانی۔

۵ میر یوسف علی خان عرف قاسم خان۔ فرزند سالار جنگ ثانی جو فی الحال ہشت سالہ ہیں۔

۶ کریم النسا بیگم۔ دختر نواب منیرالملک بہادر جو فی الحال سیزدہ سالہ ہیں۔

جبکہ سر سالار جنگ ثانی کا انتقال ہوا تو صاحبزادہ کی عمر صرف ایک ہی مہینے کی تھی۔ اور کریم النسا کی عمر انکے والد نواب منیرالملک کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی۔ صاحبزادہ اپنی والدۂ ماجدہ کے ساتھ اور کریم النسا اپنی پھپی امان نورالنسا بیگم دختر اول سر سالار جنگ کے ساتھ محل میں رہتی ہیں۔ مسز لوریلین دایہ لڑکے کی محافظت کرتی ہے اور گاڑی میں جب سیر کو جاتے ہیں تو ہمراہ رہتی ہے۔ ابھی تو کچھ کچھ انگریزی اردو اور عربی میں بات کرسکتے ہیں۔ کیونکہ ابتک کوئی ادیب اور معلم انکے لئے مقرر نہیں کیا گیا۔ حضور نظام اور مدارالمہام دونوں صاحبزادہ کے محافظ ہیں۔ انکے لئے خاص آٹھ ماماءیں نوکر ہیں۔ کریم النسا کے لئے دو استانیاں نوکر ہیں۔ مس ایوانس انگریزی کی تعلیم کے لئے۔ اور فاطمہ بی عربی کے لئے۔ انکے لئے بھی کئی ایک ماماءیں نوکر ہیں۔

سالار جنگ کا خاندان آبا و اجداد کے وقت سے مشترک ہے۔ دونوں نوابوں کے انتقال کے بعد کل املاک زینت النسا بیگم صاحبہ والدۂ ماجدۂ سر سالار جنگ اول کے قبضۂ اختیار میں دی گئیں۔ انکا انتقال پانچویں ماہ مئی سنہ ۱۸۹۵ع کے روز ہوا۔ کوئی بالغ رکن خاندان کی عدم موجودگی میں حضور نظام نے بہ نظر الطاف شاہانہ انکے املاک کا انتظام اور بچوں کی محافظت اپنے ذمہ لی۔ اور بفرمان شاہی۔ مرقوم الذیل صاحبوں کی کمیٹی مقرر کی۔ راجہ صاحب رائے بہادر دھرم ونت۔ نواب عماد نواز جنگ بہادر اور کاپٹن ایف برکلیر آر۔ ای۔ آخرالذکر صاحب کمیٹی کے سکریٹری بھی تھے۔ کاپٹن برکلیر صاحب کو صاحبزادہ اور کریم النسا بیگم کی صحت و عافیت تندرستی اور سلامتی کا بھی ذمہ دار کیا تھا۔ بعدازآن بفرمان حضور نظام مورخہ ساتویں ماہ شوال سنہ ۱۳۰۷ھ نواب بہرام الدولہ بہادر اس کمیٹی کے صدر نشین قرار دئیے گئے۔ علاوہ بارہ دری اور اصطبل کے تمام مکانات اور کارخانجات کا انتظام بدستور سابق عظم صاحب خانساماں کی تحویل میں تھا۔

میر یوسف علی خان — عرف قاسم خان

حضور نظام نے کمیٹی کے انتظام املاک سے نا امید ہوکر۔ کہ وہ حضور کی مرضی کے موجب کارروائی نہ کرسکی۔ ایک کمیشن بہ شراکت مسٹر اے۔ جے۔ ڈنلاپ نواب اکبر جنگ بہادر و نواب عماد نواز جنگ بہادر مقرر فرمایا اور ایک حکم جاری کیا کہ املاک سالار جنگ کی مالی حالت دریافت کرے۔ جبکہ رپورٹ کیا گیا۔ جو قدرے مفصل و طول و طویل تھا۔ حضور نظام نے کمیٹی منتظم کو موقوف کردیا۔ اور رائے للتا پرشاد کو خدمت نظامت پر منتخب کیا۔

نواب فاخرالملک بہادر

خاندان نواب فخرالملک بہادر

نواب صاحب موصوف کے خاندان کا اصل وطن ملک ایران مین شہر طوس تہا۔اس خاندان کے اراکین ایک وقت مین محافظ روضۂ امام رضا علیہ التحیۃ والسلام تہے وہ خود بہی انہین کی اولاد مین تہے۔

جبکہ والئی تاتار محمود سلطان کے بیٹے عبداللہ خان نے طوس پر لشکر کشی کی تو دو بہائی میر نقی اور میر ابوالقاسم دونون کی شکست ہوئی اوروہ ہرات مین بہت سی دولت کے ساتہہ عزلت نشین ہوے۔انمین ارل الذکر صاحب خراسان کے حاکم اور روضہ کی کنجیونکے محافظ تہے۔میر نقی کے فرزند سید حسین کچہہ تو بہ سبب اپنی بے انتہا دولت کے اور کچہہ تو اپنی ہشیاری کے بہت سے دولتمند سوداگرون مین عزیز ہوگئے۔اس اثنا مین انکو اپنے باپ سے کچہہ نااتفاقی واقع ہوئی لہذا وہ خِواف کو چلے گئے اور جاکر خِواف کے حاکم خواجہ علاؤالدین کے پاس ٹہہرے خواجہ علاؤالدین نے انکو دور اندیش اور عقلمند نوجوان معلوم کرکے اپنی بیٹی سے شادی کردی۔

خواجہ علاؤالدین کے بیٹے خواجہ شمس الدین شاہنشاہ اکبر اعظم کے زمانے مین وزیر اعظم ہوے۔اور اسوقت میر حسین اپنے بیٹے میر کمال الدین حسن اور پوتے میر حسن کو ہمراہ لیکر ہندوستان مین وارد ہوے۔

میر حسین ملک بنگالہ مین بخشی گری کے عہدے پر مامور ہوے۔اور جنگ کاشمیر کے وقت پر انہون نے عمدہ خدمتین ادا کین جنکے لئے پبلک نے انکی بڑی قدر کی۔

میر حسین کے انتقال کے بعد انکے بیٹے میر حسن انکی جائے پر قائم ہوے۔انکے ساتہہ جن جن لوگون کو سابقہ پڑا وہ سب انکی عزت کرتے تہے۔

میر حسن خِوافی کے بیٹے میر کمال الدین حسن نے شاہ محمد امین قادری کے ہاتہہ پر جو ایک بڑے ولی گذرے ہین۔تعلیم پائی۔

خواجہ شمس الدین کی خواہش سے وہ ہندوستان آئے جہان انکا بہت عمدگی کے ساتہہ استقبال ہوا۔

انکو افواجِ بلخ پر سرداری دی گئی۔اور بعد ازآن وہ وزیر تہا تا مقرر ہوے۔

انکے بیٹے میر حسین امانت خان اول نے شاہ محمد امین الدین قادری کے ہاتہہ پر بیعت کی اور سنہ ١٠١٤ ہجری مین ہندوستان آئے۔اور جنگ رن مین شہزادہ خرم کے ہمراہ تہے۔اس لڑائی کے بعد انہین فوج کی سپہ سالاری دی گئی اور بعد چندے وزیر اعظم دکہن بنائے گئے۔شاہنشاہ انکی ہمیشہ تعریف فرماتے رہتے تہے اور اخیر تک انکے لئے عمدہ خیال رکہا۔اسوقت پر میر معین الدین امانت خان دوم تولد ہوے۔یہہ میر حسین امانت خان اول کے فرزند تہے کہ جنکے تولد کی پیشین گوئی ولی سید شاہ میر قادری نے کی تہی۔اس بچے کو سید شاہ میر قادری کے قدمون پر ڈالکر نہلایا گیا۔جنہون نے اسکو اپنا متبنی کرلیا۔جب امانت خان دوم حد بلوغ کو پہنچے تو ولئی بزرگ شیخ آدم لاہوری کے ہاتہہ پر بیعت کی۔سنہ ١٠٥٠ ہجریہ مین وہ اجمیر شریف مین سپہ سالار اور صوبیدار مقرر ہوے۔شہزادہ دارا شکوہ کے ہمراہ وہ قندہار گئے تہے۔

شاہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ مین وہ وزیر ممالک لاہور وملتان وکابل وکاشمیر ہوے۔جبکہ شہزادہ شاہ عالم حاکم ملتان ہوے تو امانت خان اسی جائے پر انکے نایب مقرر ہوے۔

مسیرالامرا مین جو ایک بڑی کتاب تواریخ ہے۔لکہا ہے کہ امانت خان دوم ہمیشہ اپنے آقا کے سچے اور وفادار ملازم رہے۔اور اپنے فرایض منصبی کو نہایت انصاف اور دیانت داری سے بجا لاتے۔ایک مرتبہ انکو حکم شاہی پہنچا کہ فلانے راجہ کو دربار شاہی مین حاضر کرے۔یہہ حکم جبکہ راجہ کو سنایا گیا تو اسنے امانت خان سے مخاطب ہوکر کہا کہ مین جب چلون کہ تم اسبات کا ذمہ لو کہ میری کسیطرح ہتک عزت نہوگی۔امانت خان نے اس ذمہ داری سے انکار کیا اور کہا کہ مین کیونکر ایسے شہنشاہ کے اطوار کا ذمہ دار ہوسکتا ہون کہ جسنے اپنے باپ اور بہائی سے ایسا سنگ دلی کا سلوک کیا ہو۔جاسوسون نے پادشاہ کو اسبات کی خبردی جس سے بہت خفا ہوکر پادشاہ نے انکو اپنی خدمت سے معزول کیا اور انکی جاگیرین اور منصب ضبط کرلئے۔لہٰذا امانت خان دوم تہوڑے زمانے تک بیکار رہے۔چونکہ انکی معطلی راست گوئی کے سبب سے ہوئی تہی اسلئے پادشاہ کا غصہ جب فرو ہوا۔اور انکی راست بازی پرغور کیا تو انکو پہر اُنکی خدمت عطا کی اور جاگیرین اور منصب وغیرہ جو کچہہ ضبط کیا تہا واپس دیا۔بلکہ اور انکے اعزاز بڑہا دئے۔مزید برآن انہین وزیر خالصہ مقرر کیا۔

حاصل کلام شاہنشاہ اورنگ زیب اُنکی بڑی عزت کرتے تھے یہانتک کہ اُنکو سپہ سالار اور وزیر دکھن اور ناظم اورنگ آباد مقرر کیا۔اسی وقت خانِ جہان خان کو کتاش حاکم دکھن مقرر ہوا۔

امانت خان دوم نے سنہ ۱۰۹۵ ھجریہ مین انتقال کیا۔

میان شاہ نور حاماوی نے جو ایک ولی تھے۔اور جنکا روضہ تاحال اورنگ آباد مین موجود ہی۔اُنکو بہت کچھہ علوم معرفت مین درک پیدا کرا دیا تھا۔انکے چار فرزند بڑے ارکان سلطنت ہوے۔

انکے بڑے بیٹے میر عبدالقادر دیانت خان اور دوسرے میر حسین امانت خان تھے۔یک تو وزیر صرف خاص ہوے۔اور دوسرے وزیر اعظم ہوے۔میر حسین امانت خان گجرات کے صوبیدار اور قلعہ سورت کے حاکم ہوے۔انکے بعد انکی جگھہ پر انکے بھائی میر عبدالقادر دیانت خان مقرر ہوے۔جو پہلے وزیر دکھن تھے۔تیسرے فرزند میر عبدالرحمٰن وزارت خان وزیر مالوا و بیجاپور۔اور چوتھے میر کاظم خان وزیر ملتان مقرر ہوے۔

میر کاظم خان کے بیٹے کا نام میر حسن علی خان تھا۔انہون نے بیس سال کی عمر مین انتقال کیا۔انکے ایک لڑکا میر عبدالرزاق نامی تھا جو بعد مین بخطاب شاہ نواز خان صمصام الدولہ بہادر مشہور ہوا۔ابھی تک اورنگ آباد مین ایک بہت بڑا چوک ہے جسمین بہت سی شاہانہ عمارتین موجود ہین۔یہہ شاہ نواز خان کا چوک کہلاتا ہے۔یہہ چوک اس زمانے مین اس خاندان کی کیا شان و شوکت تھی اسکی شہادت دے رہا ہے۔میر عبدالقادر دیانت خان کے بعد انکے بیٹے علی نقی خان دکھن کی وزارت کے عہدے پر قائم ہوے۔انکے بعد انکے پوتے میر محمد تقی وزارت خان اور انکے بعد انکے بھائی اس عہدے پر قایم ہوتے رہے۔نواب آصف جاہ کے زمانے مین میر محمد حسین خان خطاب امیرالدولہ منصور جنگ سے سرفراز ہوے۔یہہ صاحب بعد ازآن نواب صمصام الدولہ بہادر کے ہمراہ مارے گئے۔اورنگ زیب پادشاہ کے عہد سلطنت مین میر محمد کاظم کو بیجاپور مین ملازمت دی گئی۔مختلف مقامونپر کئی ایک بڑے بڑے عہدے پر مامور ہونیکے بعد۔جیسے کے وزارت ملتان و لاہور صوبیداری ملتان وغیرہ وغیرہ۔وہ وزیر کاشمیر مقرر کئے گئے۔انکا انتقال سنہ ۱۱۳۵ ھجریہ مین ہوا۔میر کاظم خان کے بیٹے میر حسن علی خان کا انتقال عین جوانی مین ہوا۔انکے بیٹے میر عبدالرزاق شاہ نواز خان صمصام الدولہ ۲۹ رمضان سنہ ۱۱۱۱ ھجریہ کو شہر لاہور مین تولد ہوے تھے۔اور نہایت کم سنی مین اورنگ آباد گئے۔نواب آصف جاہ نے انکو کئی ایک بڑے بڑے عہدون سے سرفراز فرمایا۔اور تھوڑے ہی عرصہ مین شاہ دہلی نے انہین وزیر برار مقرر کیا۔وہ اپنی خدمت مدت تک بجالاتے رہے۔اور اپنے کارہائے مفوضہ کو اس خوبی اور دیانت داری سے ادا کیا کہ ایک مرتبہ نواب آصف جاہ نے فرمایا کہ اسکے کامون پر مہر دیانت و امانت لگی ہوی ہے۔سنہ ۱۱۵۰ ھجری مین جبکہ نواب آصف جاہ کو حکم ہوا کہ محمد شاہ شاہنشاہ دہلی کی خدمت مین حاضر ہون تو انہون نے اپنے فرزند نواب ناظم الدولہ ناصر جنگ کو انکی زیر حفاظت رکھا۔نواب ناظم الدولہ ناصر جنگ نواب صمصام الدولہ سے ایسے خوش ہوے کہ انہون نے انکو باوجود دیوان برار ہونیکے اپنا معتمد اور دیوان بنایا۔نواب صمصام الدولہ نے اِن دونون خدمتون کو نہایت خوبی سے ادا کیا۔جب نواب آصف جاہ بہادر دہلی سے واپس آئے تو بعض بد بخت لوگون نے نواب ناصر جنگ کو باپ کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔اور نواب صمصام الدولہ کی مشورت کے خلاف نواب ناصر جنگ وہ کام کر بیٹھے۔لیکن عرصۂ قلیل مین انکی شکست ہوی۔نواب آصف جاہ کی فوج نے نواب ناصر جنگ کے ہاتھی کو گھیر لیا۔جسپر نواب صمصام الدولہ بھی بیٹھے ہوی تھے۔پھر حرزالله خان نبیرۂ سعدالله خان وزیر دہلی کی صلاح سے ہاتھی پر سے اوتر گئے۔نواب آصف جاہ اس خیال سے کہ نواب صمصام الدولہ بھی اس غدر مین شامل تھے۔انسے بد دماغ ہوگئے۔فلہٰذا نواب صمصام الدولہ نے کاروبار درباری مین دخل دینا چھوڑ دیا۔لیکن جب نواب آصف جاہ کو یہہ بات معلوم ہوی اور مقدمے کی حقیقت سے واقف ہوے۔تو آپسمین صفائی ہوگئی اور صمصام الدولہ کو پھر خدمت دیوانئی برار پر مقرر کیا۔نواب آصف جاہ نے جبکہ انتقال کیا تو نواب ناصر جنگ انکی جائے پر متمکن ہوے۔اور فوراً نواب صمصام الدولہ کو برار سے بلوا کر اپنا دیوان بنایا۔انہون نے دکھن کے چھہ پرگنون کا ایسا عمدہ اور قابل تعریف انتظام کیا کہ جب نواب نظام الدولہ بفرمان احمد شاہ دہلی کو گئے تو نواب صمصام الدولہ کے سپرد عنان مملکت کرگئے۔اور سونے کی انگوٹھی دینے کے وقت پر فرمایا کے یہہ خاتم سلیمان ہے۔ابھی نواب ناصر جنگ نربدا کے کنارے تک نہ پہنچے تھے کہ دوسرا فرمان ملا کہ وہ حیدرآباد واپس چلے جائین۔

نواب ناصر جنگ آرکٹ کو گئے اور وہان اپنے حریف مظفر جنگ کو میدان جنگ مین شکست دی۔نواب صمصام الدولہ نے نواب ناصر جنگ کو صلاح دی کہ آرکٹ مین زیادہ نہ ٹھہرین کیونکہ انکے لئے مناسب نہ تھا اور انورالدین خان کے بیٹے محمد علی خان کو انگریزون کے ہمراہ چھوڑ دیوین تاکہ فرنچون کو انکی گستاخی کی سزا دے۔اگرچہ انکو بخوبی معلوم تھا کہ صرف انگریز ھی اسکے لئے کفایت کرتے تے۔لیکن نواب ناصر جنگ نے انکی باتکہ نہ مانا اور وہین ٹھہرے رہے۔اسکا نتیجہ کیا ہوا۔اسکے یہان بیان کرنے کی ضرورت نہین۔نواب ناظم الدولہ کے انتقال کے بعد مظفر جنگ حاکم آرکٹ ہوے۔لیکن آرکٹ سے سفر کرتے ہوی اثنائے راہ مین کراپا کے قریب انتقال کیا۔

نواب صلابت جنگ۔امیرالممالک آصف جاہ بہادر

ثاني وارث حقیقی فرمانروا ہوے۔اور کرنول جاتے ہوے
کداپاسے گذرے۔نواب صمصام الدولہ لشکر کے ہمراہ کرنول
تک آئے۔اور پھر اپنے ہمراہ اپنے وفادار مشیر اور صلاح کار
میر غلام علی آزاد کو لیکر اورنگ آباد گئے۔چند روز وہان
ٹھہر کر حیدر آباد گئے جہان نواب صلابت جنگ کي خدمت
مین باریابي حاصل ہوی جنہون نے انکو حکومت حیدرآباد
عنایت فرمائي۔لیکن عرصۂ قلیل مین خدمت سے عزلت
اختیار کي اور اورنگ آباد واپس آئے۔

جب نواب صلابت جنگ امیرالممالک اورنگ آباد
کو تشریف لائے۔تو نواب صمصام الدولہ کو حضور مین بلوایا
اور اپنے اور وزیر شاہي کے درمیان شافي مقرر کیا۔اور ماہانہ
سات ہزار روپیہ کا وظیفہ موروثي اور سات ہزار سوار اور سات
ہزار پیادے پر سرداری عطا فرمائي کہ شان و شوکت برقرار
رکھہ سکین۔

۱۴ صفر سنہ ۱۱۶۷ ھجری کے روز نواب صمصام الدولہ کو
خطاب اور افسری عطا کي گئی۔چار برس تک نہایت عمدگي
اور عقلمندی سے انہون نے آصف جاہ ثاني کے خاص مشیر کا
کام کیا۔اونہون نے امور سلطنت کو بہتر حالت مین لاکر رکھا اور
مالی حالت کو نہایت استحکام دیا۔باوجود اخراجات کثیرہ کے
انہون نے آمد و خرچ کے مد مساوی کئے اور ظاہر کردیا کہ عرصۂ
قلیل مین بچت کي صورت نکالی جائیگی۔اسي موقع پر
نواب امیرالممالک راگھو بھونسلے کو سزا دینے کے لئے برار
تشریف لے گئے جسنے صلح کرنیکو پانچ لاکھہ روپیہ پیش
کئے۔نواب صمصام الدولہ نے اس جائے پر سریا راو کو گرفتار
کرکے اسکا ملک ممالک نظام کے ساتھہ ملحق کردیا۔یہہ
سریا راو آصف جاہ اول کے زمانہ سے باغي ہوگیا تھا اور سرکشی
اختیار کي تھی۔سنہ ۱۱۶۸ ھجری مین نواب صمصام الدولہ
نواب آصف جاہ کے ہمراہ راجۂ میسور کے ہان گئے جسنے
پچاس لاکھہ روپیہ پیش کئے۔بعد ازآن وہ حیدر آباد واپس
آئے۔اسي سال عالمگیر ثاني شاہ دہلی نے نواب صمصام الدولہ
بہادر کو ماہي مراتب مرحمت فرمایا۔یہہ رتبہ سوائے شاہی
خاندان کے اورون کو نہین دیا جاتا۔اور وہ بھي عزت افزائی
کي غرض سے۔سنہ ۱۱۶۹ ھجری مین بالاجی راو کے دکہن
اور ہندوستان پر قبضہ کرلینے سے بادشاہ اور بادشاہ کے ملازم
بہت ڈرے۔لیکن بالاجي راو نے یکایک خود کو حوالہ نواب
صمصام الدولہ کردیا۔سنہ ۱۱۷۰ ھجری مین نواب صمصام الدولہ
نے تہیہ کرلیا کہ مراٹھون کے سردار رام چندر کو ہزیمت دین
کہ جسنے نہ صرف قلعۂ بھالکی اور دوسرے مقامات
دور پر قبضہ کرلیا تھا بلکہ حکومت نظام کے برخلاف علم
سرکشي بلند کیا تھا۔

بالاجی راو کے مطیع کرنیکے بعد نواب صمصام الدولہ نواب
آصف جاہ ثاني کے ہمراہ اورنگ آباد گئے اور قلعۂ دولت آباد
سادات بخارا کے قبضۂ تصرف سے لیلیا۔اس اثنا مین
سپاہ کو تنخواہ دینے مین تاخیر ہونیکے باعث بعض مفسدون
نے انکو بھکا دیا کہ جسکے سبب سے انہون نے فساد کیا۔لہذا
سنہ ۱۱۷۰ ھجري مین انہین مفسدون کي ترغیب سے
نواب آصف جاہ ثاني نے نواب صمصام الدولہ کي جائے پر
بسالت جنگ کو مقرر کیا۔نواب صمصام الدولہ اپنی دولت
اور اپنے مصاحبون اور خدمت گارون کے ساتھہ قلعۂ دولت آباد
مین عزلت نشین ہوے۔

میر غلام علی آزاد جو نواب صمصام الدولہ کے نہایت وفادار
مشیر تھے تنہا نواب شجاع الملک بہادر کے پاس گئے۔
اور نواب صمصام الدولہ کے بابمین سفارش کي۔انہون نے کئي
ایک بار ملاقات کي اور آخرش محاصرۂ قلعہ دولت آباد
اٹھوا دیا۔اسوقت پر نواب نظام الدولہ آصف جاہ ثاني ایلچپور
اور دوسرے اضلاع کا دورا کرتے ہوے اورنگ آباد گئے۔
نواب امیرالممالک نے انکو اپنا ولي عہد مقرر کیا اور خطاب
نظام الملک آصف جاہ بہادر سے سرفراز فرمایا۔نواب آصف
جاہ ثاني نے میر غلام علی آزاد کو انہین کي خدمت مین
چھوڑا کیونکہ درمیان خود کے اور صمصام الدولہ کے ذریعۂ
اتحاد و مصالحت وہی ہوے تھے۔نواب صمصام الدولہ نے
اپنی خدمتون کي ایک فہرست تیار کي اور میر غلام علي
آزاد کو دي تاکہ اسپر نواب آصف جاہ کے دستخط کرالین۔
جنہون نے بعد غور و تامل کے اسپر اپنا دستخط ثبت کرکے
پھیر دیا۔اور نواب صمصام الدولہ کو ترغیب دی گئی کہ
نواب آصف جاہ بہادر کے روبرو حاضر ہون۔جب نواب
صمصام الدولہ کے آنے کي نواب آصف جاہ نے خبر سنی تو
اپنے امرا اور ارکان سلطنت کو حکم فرمایا کہ انکا استقبال
کرین۔سنہ ۱۱۷۱ ھجریہ مین یہہ واقعہ ہوا۔امرا اعظم
نے انکا استقبال کیا۔اور پھر بحضور نواب آصف جاہ ثاني حاضر
ہوکر مراسم آداب بجالائے۔اسی روز نواب امیرالممالک
سے بھی شرف باریابي حاصل ہوا۔وہ نواب آصف جاہ ثاني
کے ہمراہ شہر لاہور کو گئے۔جہان انہون نے اپنی جان کو حیدر
جنگ کے پھندے مین پھنسکر جوکھم مین ڈالا۔۲۶ رجب
سنہ ۱۱۷۱ ھجری کو وہ معہ فرزندون میر عبدالحی خان
۔میر عبدالسلام خان اور میر عبدالنبی خان کے قید کرلئے گئے
۔۳ رمضان سنہ ۱۱۷۱ ہجری کو انہین انکے چھوٹے فرزند
کے ساتھہ قتل کرڈالا۔انکے بیٹے میر عبدالحی خان۔صمصام
جنگ شمس الدولہ صمصام الملک صلابت جنگ کے عہد
حکومت مین برار کے دیوان اور گورنر و سپہ سالار قلعۂ دولت آباد
مقرر ہوے۔انہین نیز دیوان دکھن بھي بنایا گیا تھا۔جس
عہدے پر وہ مدت تک رہے۔میر جلال الدین اسحاق خان
میر محمد ناظم خان کے دوسرے فرزند کاشمیر کے گورنر
مقرر ہوے۔انکے چچا شاہ نواز خان نے جبکہ انکو بلوا بھیجا
تو وہ لاہور گئے۔شاہ نواز خان نے میر عسکری خان کي مصاحبت
سے انکو قلعۂ شوراپور کا کماندر بنایا۔لیکن سنہ ۱۱۹۶ ھ
مین انتقال کرگئے۔انکے تین فرزند تھے۔میر قاسم علی خان
جو افواج نظام کے سپہ سالار تھے۔میر کمال الدین خان داماد
میر عبدالحی خان جنہین سرکار سے منصب و جاگیرین

میر دیانت حسین۔ فرزند نواب فاخرالملک

مرحمت ہوی تہین—اور میر کاظم علے خان جو حضور نظام کے دربار مین امیر تہے—اس امیرکے دو فرزند تہے میر عسکر علی خان اور میر عباس علے خان نظام یار جنگ نظام یارالدولہ—حسام الملک—حسام الامرا خان خانان بہادر—اس جائیے پر نواب خان خانان بہادر کي والدۂ ماجدہ جہان سلطان بیگم (بنت محمد میر میران وزیر سلطان محمد قطب شاہ) کا احوال جنکو سلطان محمد قطب شاہ نے متبنٰي کرلیا تہا—بیجا نہ گا—

جب سلطان عبدالله قطب شاہ تولد ہوی تو سلطان بیگم کا عقد میر قائمہ سے کردیا—پہر عبدالله قطب شاہ کے عہد مین وزیر ہوے ہین—سلطان بیگم کي بیٹی صاحب بیگم کے دو بیٹیان ہوی (۱) شرف النسا بیگم والدۂ خان خانان (۲) پادشاہ بیگم والدۂ میر عالم—جب میر عالم حیدرآباد سے کلکتہ کو سفارت لیکر گئے تو نواب خان خانان انکے ہمراہ رکن اہل سفارت ہوکر گئے—اور جب ٹیپو سلطان اور حضور نظام کے درمیان جنگ شروع ہوئي تو جنگ مین نواب ناظم علي خان بہادر کے ہمراہ رکاب تہے—راجہ مہی پت راو نے جب کہ غدر کیا تو اسکے مقابلہ کے لئے بہی انکو بہیجا گیا تہا—جب انگریزی سپاہ سکندرآباد سے نواب مبارزالدولہ سے جنگ کرنیکو گئی تو نواب خان خانان اسکے ہمراہ تہے—نہایت جوانمردی سے ایک سیڑہي رکہکر محل کي دیوار پر چڑھہ گئے—نواب مبارزالدولہ نواب خان خانان کو مسلح اپنے سامنے آکر سلام کرتے ہوے دیکہکر حیران ہوگئے—اور انکے ہمراہ قلعۂ گولکنڈہ کو چلے آئے—اِن عمدہ خدمتون کے معاوضہ مین نواب خان خانان کو حضور نظام سے جاگیرین عطا ہوین جنکی سالانہ آمد بائس لاکہہ کي تہی—نواب خان خانان بہادر جنکو اپنے آقا اور سلطان کي خوشی ہمیشہ مد نظر رہا کرتي تہی—نواب آصف جاہ ثاني کے ہمراہ رکاب کارا کو گئے—

وہ کہُدلا کي جنگ مین بہی شریک تہے—جسمین انہون نے بہت سے کار نمایان کئے—

وہ بالطبع سپاہي تہے اور بہت سے زخم اور تلوار کے گہاؤ نے—جو انکے چہرے پر نمایان تہے—عوام الناس کے دلون پر انکی عظمت اور قدر کو بڑہا دیا تہا—

انکے بیٹے میر غلام حسین خان فخرالملک حسام الدولہ صفدر جنگ نے کئی موقعون پر سرکار کي عمدہ عمدہ خدمتین بجائي تہین—سنہ ۱۸۵۷ع مین جبکہ غدر برپا ہوگیا تو سرسالار جنگ اول کو نواب فخرالملک بہادر اور انکے لشکر پر اتنا اعتبار اور بہروسا تہا کہ انہون نے حضور نواب سے درخواست کي کہ نواب صاحب موصوف کي سپاہ کو برٹش لشکر کے ساتہہ جہان کہین ضرورت ہو جنگ کرنے کي اجازت دین—انہین یعنے نواب فخرالملک کو انگریزون کي حفاظت کے لئے معین کیا—نواب فخرالملک بہادر کے حکم سے انکی سپاہ نے انگریزون کو سلامتی کے ساتہہ برٹش سرحد پر پہنچا دیا—انکے دو فرزند ہین ایک کا نام نواب میر اسد علي خان نظام یار جنگ نظام یارالدولہ حسام الملک خان خانان بہادر اور دوسرے کا نام نواب میر سرفراز حسین خان صفدر جنگ مشیرالدولہ فخرالملک بہادر—

اب ہم ثاني الذکر صاحب کے مختصر حالات پر اختتام کرنیگے—نواب میر سرفراز حسین خان صفدر جنگ مشیرالدولہ فخرالملک بہادر تاریخ ۱۵ محرم سنہ ۱۲۷۷ ہجری مین پیدا ہوے تہے—انکی تعلیم عربی فارسی اور انگریزی مین ہوي ہے—جب تحصیل علم مین تکمیل ہوچکي تو انہون نے قانوني اور مالگذاري صغیون مین مہارت بہم پہنچانا شروع کیا اور عرصۂ قلیل مین کامیابي حاصل کي—اس اثنا مین نواب صاحب چونکہ شکار کے نہایت شایق تہے—کئي ایک برٹش افسرون کے ساتہہ شکار مین شامل ہوتے رہے—اور حقیقت تو یہہ ہے کہ امرائے حیدرآباد مین یہہ پہلے ہي امیر تہے جو انگریزون کے ساتہہ شکار مین آزادانہ شریک ہوے—اور یہہ اس امر مین پہلے ہي امیر تہے کہ جنہون نے اپنے خانگي امور مین بہی انگریزي راہ و رسم اختیار کیا—جسکی پیروی اب اکثر امرا کررہے ہین—

سنہ ۱۸۷۷ع مین جبکہ حضور ملکۂ معظمہ نے خطاب قیصرۂ ہند اپنے لئے منظور کیا تو حضور نظام کے ہمراہ رکاب نواب صاحب موصوف بہی دہلی گئے تہے—سنہ ۱۸۷۰ع مین حضور نظام کے ساتہہ اورنگ آباد اور سنہ ۱۸۸۴ مین انٹرنیاشنل نمایش دیکہنے کے خاطر کلکتہ—سنہ ۱۸۸۶ع مین ناند گاؤن (برٹش سرحد) کو جاکر ہزایکسلنسی مارکویس آف ڈفرن ایںڈ آوا کا استقبال کیا—یہہ صاحب اسوقت مین ہندوستان کے وایسرائے تہے—حضور نظام کي طرفسے وکالتاً وہ انکے ہمراہ اورنگ آباد کو گئے جہان بڑی ہوشیاری اور چالاکي سے انکی مدارات اور مہمانداری کا اہتمام کیا—انہون نے حضور وایسرائے کو تمام دلچسپی کے مقامات یعنے مقبرے روضے ایلورا کے غار اور قلعۂ دولت آباد وغیرہ کي سیر کرائي—

حضور نظام حال کے تخت نشین ہونیکے بعد ایک کاؤنسل آف اسٹیٹ یعنے مجلس اکابرین سلطنت مقرر ہوی—جسکے نواب فخرالملک بہادر ایک رکن تہے—یہہ مجلس سنہ ۱۳۰۰ ہجری کے اوایل مین مقرر ہوی تہی—چہہ مہینے کے بعد علاوہ رکنیت مجلس مذکور کے نواب فخرالملک بہادر وزیر صیغۂ پولیس بہی مقرر ہوے—وزیر پولیس کے طور پر جو جو عمدہ خدمتین نواب فخرالملک بہادر نے کین (جس عہدے پر آپ سنہ ۱۳۰۲ فصلی تک رہے) اسکی قدردانی مین حضور نظام نے انہین صیغۂ عدالت کي وزارت سے کہ جسمین بعد ازآن کئی ایک صیغے شامل کردئیے گئے—سرفراز فرمایا اور خطاب وزیر مرحمت کیا—انکے آفیشیل القاب وزیر و معین المہام عدالت وامور عامہ ہین—

جبکہ کیابینٹ کاؤنسل یعنے مجلس خاص مقرر ہوی

تو وہ اسکے ممبر مقرر ہوے وہ حیدر اباد کی مجلس واضع قوانین کے صدر ثانی بھی ہین-

انہون نے خاص حضور کے ہاتھونسے سنہ ۱۳۰۲ فصلی مین کورٹ آف واردس کا ذمہ لیا-

نواب فخرالملک بہادر کے چھہ بیٹے تین بیٹیان اور ایک نواسا ہے- جنکی تربیت مین وہ بہت ہی دلچسپی ظاہر فرماتے ہین- انکے فرزندونکے نام حسب ذیل ہین-

۱ نواب میر اکرام حسین خان بہادر
۲ نواب میر مکرم حسین خان بہادر
۳ نواب میر صفدر حسین خان بہادر
۴ نواب میر دیانت حسین خان بہادر
۵ نواب میر امانت حسین خان بہادر
۶ نواب میر وزارت حسین خان بہادر

انکے نواسے کا نام نواب افتخار حسین خان بہادر ہے-

ملک کی موجودہ حالت پر غور کرتے ہوے نواب صاحب موصوف نے یہی مناسب جانا کہ انہین مشرقی و مغربی دونون تعلیم دینی چاہئے- اس بات کو مد نظر رکہکے انہون نے اردو اور فارسی کے لئے قابل مولویون کو رکہا ہے اور مغربی علوم کے لئے یوروپین مرد اور عورتین ادیب رکہی ہین- ان بچونکی تعلیم و تربیت بہت کم سنی مین شروع کی گئی ہے- اس سبب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو- فارسی اور انگریزی تینون زبانین گویا انکی مادری زبانین ہین- زباندانی مین اور مختلف علوم مین انہون نے جو ترقی کی ہے اور جو مہارت بہم پہنچائی ہے- اس سے آئندہ کو ملک حیدرآباد کے لئے بہت کچھہ امیدین کی جاتی ہین- تکمیل علوم کے لئے چار بڑے فرزند انکے ادیب مسٹر تہرسٹن کے ہمراہ انگلنڈ بہیجے گئے ہین- پہر صاحب کیمبرج کے یک گراجوایٹ ہین- انکے دو بڑے بیٹے پارک ہل اندھرسٹ کے باشندے مسٹر راؤ سای کے ماتحت ابتدائی تربیت پاکر ایٹن کالج مین داخل ہوچکے ہین- اور دو چہوٹے بیٹے ابہی وہین ہین- ان نوجوان امیرون کی تعلیم کا رپورٹ جو السنئہ قدیم- فرنچ- علم ہندسہ اور علم حکمت کے تحصیل کرنیکے بابمین آیا ہوا ہے وہ نہایت تشفی آمیز ہے- اور نواب فخرالملک بہادر اور خیر خواہان مملکت کے لئے بہت تسکین بخش ہونا چاہئے-

اپنی اولاد کی تعلیم کس طرز کی ہونی چاہئے اس کے لئے تو نواب فخرالملک بہادر نے ملک بہر کے لئے گویا مثال قایم کی ہے-

نواب صاحب کی بڑی دختر کی شادی نواب میر شجاعت حسین شاہنواز خان- فتح یار جنگ صمصام الدولہ شجاع الملک بہادر سے ہوئی ہے- انسے نواب فخرالملک بہادر کے ایک نواسا میر افتخار حسین خان ہوا ہے- نواب صاحب نے اپنے آبا و اجداد سے ورثہ مین بڑی بڑی جاگیرین پائی ہین جہان انہین دیوانی و فوجداری دونون حقوق حاصل ہین-

میر وزارت حسین خان فرزند نواب فخرالملک

میر افتخار حسین خان – نواسۂ نواب فخرالملک

راجہ یان راجہ ـ راجہ چندولال مہاراجہ بہادر

خاندان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر

پیشکار حضور نظام

مہاراجہ کشن پرشاد دکہن کے ہندو خاندانون مین ایک نہایت معزز و ممتاز خاندان سے تعلق رکہتے ہین۔مہاراجہ کے قدیم ابا و اجداد کا وطن مالوف شمالی ہندوستان ہے۔اور انکے اجداد مین نہایت نامور اور ممتاز مشہور راجہ تودرمل ہوگئے ہین۔جو شاہنشاہ اکبر کے عہد سلطنت مین وزیر مالگذاری تہے۔

راجہ تودرمل کي اولاد مین پانچوین شخص رائے مولچند پہلے پہل آصف جاہ نظام الملک صوبیدار دکہن کے ہمراہ دکہن کو آئے۔آصف جاہ نظام الملک نے بعد از چندے اپنی آزادی حاصل کرلی اور ایک خاندان شاہی کي بنا ڈالی جو اب نظامان حیدرآباد کے نام سے مشہور ہین۔

نواب آصف جاہ نظام الملک کے ماتحت رائے مولچند خدمت کرورا پر مقرر تہے۔انکے بعد انکے فرزند رائے لچہی رام اس عہدے پر قایم کئے گئے۔لچہی رام کے دو فرزند تہے۔ایک رائے نانک رام اوردوسرے رائے نارایِن داس۔رای لچہی رام کے انتقال کے بعد انکا بڑا لڑکا رائے نانک رام اپنے باپ کي خدمت پر مقرر ہوا۔رائے نارایِن داس سنہ ۱۷۷٦ع مین انتقال کرگئے اور انکے دو فرزند چندولال اور گووند بخش کو انکے چاچا نانک رام نے پرورش کیا۔دکہن مین اس خاندان کو اس اوج عزت پر لانیکا کام چندولال کے لئے گویا مخصوص کیا گیا تہا۔جو عزت کہ اسکے جد اعلي راجہ تودرمل نے شمالی ہندوستان مین حاصل کي تہی۔

راجہ چندولال کا مختصر حال ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

چندولال سنہ ۱۷٦٦ع مین پیدا ہوے تہے۔محکمۂ چنگی مین پہلے پہل وہ ایک مختصر سے عہدہ پر مقرر ہوے۔اس وقت اس محکمہ پر حاکم اعلي انکے چاچا نانک رام تہے۔بعد انتقال نانک رام کے تہوڑی مدت کے پیچہے خود چندولال کرورا مقرر ہوے۔لیکن عرصۂ قلیل مین اس سے استعفا دیا۔سنہ ۱۸۰۴ع مین بہ عہد وزارت میر عالم چندولال بہت سے اعتبار اور ذمہ داری کے عہدون پر مقرر کئے گئے۔

سنہ ۱۸۰٦ع مین انہین پیشکار کا عہدہ مرحمت ہوا۔اور سنہ ۱۸۰۸ع مین بعد انتقال میر عالم سرکار نظام کے حقیقی وزیر یہی تہے۔اگرچہ صرف نام کے واسطے وزیر اعظم کا عہدہ منیرالملک کے حوالہ تہا۔

مہاراجہ چندولال کا خاصہ انکی سخاوت اور دریا دلی تہی کہ جسکی انتہا نہ تہی۔جبکہ عہدۂ پیشکاری پر تہے تو انہین محکمۂ مالگذاری سے سالانہ تین لاکہہ روپیہ بطور حق السعی کے ملا کرتے تہے۔علاوہ اسکے۔لوگون کو مختلف خدمتون پر رکہتے وقت انہین نذرانہ ملاکرتا تہا۔جو ایک بہت بڑی رقم ہوتی تہی۔لیکن باوجود اسکے مشہور بات ہی کہ مہاراجہ چندولال کو پیسونکی تنگی رہا کرتی تہی۔باایںہمہ انکے مزاج مین کسی طرحکا فخر و مباہات نہ تہا۔اور کسی طرحکی فضول خرچي بہی نہ تہی۔حقیقت تو یہہ ہے کہ انہون نے خود کو اورون کے لئے وقف کردیاتہا۔سخاوت کي ایسی شہرت ہوگئی تہی کہ دور و دراز ملک سے لوگ استمداد کے لئے انکے پاس آیا کرتے تہے۔اور کہتے ہین کہ کوئی مایوس نہین پہرا۔انہون نے سنہ ۱۸۴۵ کے سپتمبر مہینے مین خدمت کو چہوڑدیا اور ماہانہ تیس ہزار روپیہ کا وظیفہ مقرر ہوا۔اس وظیفہ کے ذریعہ سے وہ اپنی فیاضی کرتے رہے اگرچہ پیشتر کے موجب نہین۔وہ سنہ ۱۸۴۵ کے اپریل کي ۱۵ تاریخ کو انتقال کرگئے۔مہاراجہ چند ولال کا نام نامی سخاوت کے بابمین حیدرآباد کے اندر ضرب المثل ہوگیا ہے۔اس عجیب وغریب آدمی کي سوانح عمری سرہنری رسل نے لکہی ہے اسمین سے ہم کتنے ایک مضامین ذیل مین درج کرتے ہین۔یہہ سر ہنری ۱۸۱۱ سے سنہ ۱۸۲۰ تک حیدرآباد مین برٹش رزیڈنٹ تہے۔

صاحب موصوف لکہتے ہین کہ مہاراجہ چندولال نہایت تربیت یافتہ آدمی ہین کیا بہ اعتبار علم و فضل کے اور کیا بہ اعتبار پبلک افسری کے۔انکی مہارت پختہ۔انکی فہم و فراست تیز اور انکا حافظہ قابل تعریف ہے۔محنت مین چست اور سرکاری کامونمین۔پہر وہ ادني ہون کہ اعلي انہین بہت بڑا تجربہ حاصل ہی۔وہ تمام کامونکو بذات خود دیکہتے ہین اور جو زحمت کہ وہ اٹہاتے ہین ماننے مین نہین آتي۔انکی خاص دلچسپی علم اور موسیقی سے ہی۔رات کے بارہ بجے کے قریب انکا کام ختم ہوتا ہی۔اور پہر مجلس گانے بجانے والون سے آراستہ ہوتی ہے۔اس مجلس مین مشہور علما فضلا۔شعرا اور دوسرے کمال رکہنے والے لوگ بہی حاضر ہوتے ہین۔جنکے ساتہہ قریب ایک گہنٹے تک وہ مشغول رہتے ہین اور پہر خواب گاہ مین جاتے ہین۔انہین یقین ہے کہ نظام کي قوت اپنے آپ سے

راجہ بالا پرشاد راجہ ادھراج بہادر

بلند نہین رہسکتی اور یہی باعث ہے کہ وہ برٹش گورنمنٹ
کے ساتھہ بہت بڑی وفاداري سے پیش آتے ہین۔

ہندوستان کے پولٹیکس مین مہاراجہ چندولال نے پینتیس برس تک بہت بڑا حصہ لیا ہے۔اس مدت دراز مین ممالک نظام کا نہایت عمدہ اور کامل انتظام بطور وزیراعظم کے انہین نے کیا تہا۔لیکن اپنے آپکو پیشکار ہي کہلایا اور کبھی اس سے تجاوز کرنیکی خواہش نہین کي۔تواریخ ہندوستان مین یہہ نہایت نازک زمانہ تہا۔یہہ وہي زمانہ تہا کہ جسمین مرہٹون کي متفقہ قوت پامال کردی گئی۔پیشوا کي حکومت تاخت وتاراج کردی گئی اور اسوقت کے دو بڑے جنگجو شخصون کو دولت راو سندھیا اور جسونت راو ہولکر کو نیچا دکہاکر مطیع کردیا گیا اور ملک برار جو راگہوجی بہونسلے کے قبض و تصرف مین تہا۔شامل کردیا گیا۔یہہ وہی زمانہ تہا کہ پنداریون کے گروہون کو بٹہا دیا گیا۔اور انکے سرکش سردار کو گورنمنٹ برٹانیا کا فرمانبردار کردیا گیا۔اس سردار امیر خان کي اولاد ابتک ٹونک مین بلقب نواب حکومت کرتی ہے۔یہہ وہي زمانہ تہا کہ جسمین گورنمنٹ انگلیشیہ کا جھنڈا ہندوستان کے ایک مشہور قلعہ پر اوڑایا گیا۔یہہ بہرت پور کا قلعہ تہا اور ابتک ناممکن‌الفتح سمجہا جاتا تہا۔یہہ وہی زمانہ تہا کہ جسمین انگریزی سپاہ نے نیپال کے کوہی ملک مین اور برہما مین اپنے اسلحہ کي بزرگی ثابت کردی۔اور یہہ وہي زمانہ تہا کہ بالعوض مغلونکے انگریزی قوت کو بطور پیارمائونٹ پاور کے ہندوستان مین تسلیم کرلیا گیا۔جسکی اطلاع لارڈ ایمہرسٹ نے شاہ دہلی کو دی تہی۔مہاراجہ چندولال نے ان عجیب وغریب معاملات کو بغور دیکہا تہا۔جو یکے بعد دیگرے مسلسل وقوع پذیر ہوتے گئے۔اور اپنے دل مین یقین کرلیا کہ اپنے صاحب کي حکومت کي استقامت انگریزون کي دوستی پرہی موقوف ہے۔اور اس مطلب سے انہون نے اِن دونون گورنمنٹون مین روابط دوستی و اتحاد بڑہانے کي حتی‌الوسع کوشش کي۔اس ہندو پولیٹیشین کي ان عقلمندانہ اور دور اندیشی کي کوششونکو انگریز حکام نے کیا ہندوستان مین اور کیا انگلنڈ مین نہایت قابل قدر سمجہا۔

مہاراجہ چندولال کے دو فرزند تہے بالا پرشاد اور نانک بخش۔بالا پرشاد سنہ ۱۲۰۳ھ مین پیدا ہوے تہے۔اپنی جواني کے عالم مین وہ اپنے باپکو سرکاری کامون مین مدد دیا کرتے تہے۔انہین پہر کرورا کے عہدہ پر قایم کیا۔لیکن عرصہ قلیل مین انہون نے اپنی خدمت سے استعفا دیا۔انکے باپ کے انتقال کے بعد انہین خدمت پیشکاری پر قایم کرنا چاہا لیکن انہون نے انکار کیا۔انہین راجہ دھیراج بہادر کا خطاب دیا گیا ۔وہ پنج ہزاری منصب دار تہے اور چار ہزار سوار انکے زیر کمان رہا کرتے تہے۔وہ سنہ ۱۲۶۵ھ کے رجب کي ۲۷ تاریخ کو انتقال کرگئے۔

راجہ نانک بخش کیتنی ایک مدت تک کرورا کي خدمت پر رہے۔

راجہ رام بخش ابن راجہ گوند بخش جو مہاراجہ چندولال کے بہتیجے تہے بعد از وفات چندولال اولاً پیشکار مقرر ہوے اور پہر دیوان۔لیکن انہون نے کل پانچ برس خدمت کي اور بعد اسکے گوشہ نشینی اختیار کي۔

مہاراجہ نارایین پرشاد نارایندر بہادر راجہ ادھیراج بالا پرشاد کے بیٹے اور مہاراجہ چندولال کے پوتے ہوتے تہے۔انکی ولادت سنہ ۱۲۴۴ھ مین ہوئی۔عربی و فارسی علم مین بہت عمدہ مہارت رکہتے تہے۔انگریزی مین اتنی قدرت حاصل تہی کہ انگریزون کے ساتھہ بر آساني گفتگو کرسکتے تہے۔خانگي امورات مین اپنے اباواجداد کے طریقہ پر چلتے تہے۔اگرچہ وہ ایک ہندو تہے لیکن اعتقاد مین صوفی تہے۔اور کسی مذہب کي طرف میلان خاطر نہ رکہتے تہے۔ہزہائنس نواب ناصرالدولہ نے انکو اسی روز پیشکار مقرر کیا جسروز سالار جنگ اول کو مدارالمہام مقرر کیا۔(۱۳ جون سنہ ۱۸۵۳ع) ایسا کہتے ہین کہ عوام‌الناس پر اس بات کو ظاہر کرنیکے لئے کہ وہ دونون مین کسی طرحکا تفاوت نہین رکہتے ہین حضور نظام نے دونون کو معمولي خلعت ایک ہی وقت مین عطا فرمائے۔

ماہ ذی‌الحجہ ۱۲۷۳ھ مین نواب افضل‌الدولہ نظام حال کے والد نے انہین خطاب راجۂ راجایان مرحمت فرمایا اور پانچ قیمتی جواہر عطا کئے۔بعد ازآن انہین نارایندر بہادر کا خطاب دیا گیا۔

سنہ ۱۸۵۷ع مین غدر کے ہنگام پر جبکہ بغاوت کا سلسلہ دور دور پہیلا ہوا تہا۔مہاراجہ نارایین پرشاد پہلے ہي شخص تہے کہ جنہین معتبر ذریعہ سے حیدرآباد رزیڈنسي پر عوام‌الناس کے حملہ کرنیکے ارادے کي خبر ہوئی۔جو باغیون کے خفیہ ایجنٹون کے ساتھہ ملے ہوے تہے۔مہاراجہ نے یہہ خبر فوراً سالار جنگ کو پہنچائي اور صلاح دی کہ اچانک حملہ سے بچنے کي تدبیر کرنا لازم ہے۔اس خبر کي پوری پوری قدر اس فساد کے ہونے اور فوراً فرو کردئے جانیکے تہوڑے دنون کے بعد کي گئي۔امن و امان قایم ہونیکے بعد برٹش گورنمنٹ نے مہاراجہ کي قدر اور عزت افزائی اس طور پر کي کہ انہین عمدہ اور قیمتي تحفے تحایف عطا فرمائے۔

سنہ ۱۸۷۷ع مین انہین دہلی دربار کے موقع پر ایک چاندی کا تمغہ دیا گیا۔

سنہ ۱۸۸۳ع مین بعد اِنتقال سرسالار جنگ اول مہاراجہ نارایندر بہادر بشراکت و ہمرہئي سالار جنگ ثاني منتظم اوِل سلطنت مقرر ہوے۔انکي اس خدمت کے زمانے مین سرکار حیدرآباد نے جس عمدہ سے عمدہ کام کے لئے حکم نافذ فرمایا وہ سکندرآباد سے بیزواڑا تک ریلوے قایم کرنیکا تہا۔

مہاراجہ نارایین پرشاد نے ۱۴ رمضان سنہ ۱۳۰۶ھ کو ۶۲ برس کي عمر مین اِنتقال کیا۔

راجہ یان راجہ — راجہ نارائن پرشاد ، مہاراجہ نرندر بہادر

راجہ محبوب پرشاد

راجہ کشن پرشاد—راجایان راجہ
مہاراجہ بہادر پیشکار

راجہ چندا پرشاد راجہ بہادر

خاندان راجا راي رايان بہادر

خاندان راجا رای رایان بہادرکے خاندان کے بانی کرشنا جي پندت عرف بہالا راو تہے—وہ ایک وطن دار تہے اور صوبئہ اورنگ آباد مین سرکار دولت آباد کے ماتحت تاکلی تعلقہ مین لانب گانؤن اور ویرم گانؤن کے باشندے—انہین خوش نصیبی سے سنہ ۱۰۶۵ ہجري مین شہنشاہ دہلی شاہ جہان کے دربار مین باریابي ہوئی—اور نتیجہ یہہ ہوا کے دربار كي منصب داری عنایت كي گئی—اس خدمت پر وہ پینتیس سال رہے—انکی وفاداری—ایمانداری—اور چالاكي سے شاہ جہان ایسے خوش ہوے کہ بذات خود انکی بہبودی کا خیال رکہنے لگے—پندت جی اسّی سال كي عمر مین انتقال کرگئے—انکے دو فرزند تہے رای مورو پندت پانزدہ سالہ اور رای نارو پندت دوازدہ سالہ پہر دونون دربار شاہی مین تہے—دربار مین انکی بڑی خبرداري كي جاتی تہی—اور جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو انکی وفادار خدمتون کے باعث وہ بہی مورد الطاف شاہی رہي—اس سبب سے بہت لوگ انسے حسد کرنے لگے—اور اگر قابو پاتے تو ضرور انہین تکلیف پہنچاتے—نواب آصف جاہ اِن دونون بہائیون کو ایسا چاہتے تہے کہ دن بہر مین تہوڑا سا وقت بہی ضرور انکی صحبت مین گذارتے تہے—

جب انہون نے اپنے بیٹے ناظر جنگ کے غدر برپا کرنیکی خبر سنی تو دہلی سے نواب آصف جاہ ان دونون بہائیون کو لیکر روانہ ہوے—یہہ واقعہ سنہ ۱۷۴۰ ع مین ہوا—بڑے بہائی مورو پندت کو انکی ایمانداري اور نمک حلالی کے باعث سنہ ۱۱۶۳ ھ مین عہدۂ پیشکاری عطا ہوا—لیکن اس خدمت پر وہ دو ہی سال رہکر ۷۸ سال كي عمر مین انتقال کرگئے—انکے بعد انکے بہائی نارو پندت کو وہ خدمت دی گئی—اور وہ اپنے انتقال تک خدمت مذکور پر قایم رہی—انکی وفات ۲ شوال سنہ ۱۱۶۵ ھ مین ہوئی—جسوقت انکی عمر ۷۷ سال كي تہی—انکے دوفرزند تہے—شنکرجی پندت سی وہشت سالہ اور ہرباجی پندت سی و سہ سالہ—

رائی شنکرجی پندت کو محافظ اول دفاتر سلطنت كي خدمت سنہ ۱۱۶۴ ھ مین عہد سلطنت نواب امیرالممالک آصف الدولہ نواب سید محمد خان بہادر صلابت جنگ مین دی گئی—یہہ خدمت تاحین حیات وہ بڑي وفاداري اور ایمانداری سے سنہ ۱۱۷۳ ھ تک بجا لاتے رہے—اس سال مین انکا انتقال ہیضے کے اثر سے ہوا—وہ ۴۶ برس كي عمر مین وفات کرگئے—انکے دو فرزند تہے—رائے دہونداجی پندت سی سالہ اور رای ناناجی پندت بست وہشت سالہ—ہرباجی پندت متوفي کے بہائی—سنہ ۱۱۹۳ ھ مین ۷۰ سال كي عمر مین لانب گاؤن مین انتقال کرگئے—جہان تبدیل آب وہوا کے لئے گئے ہوئے تہے—کیونکہ شہر حیدرآباد مین انہین فالج کا مآدہ گرا ہوا تہا—انکے ایک ہی ایک لڑکا لکشمن پندت نامی تہا—

رای دہونداجی عرف گنیش داس اور رای ناناجی پندت بست و نہ سالہ اپنے باپ کے انتقال کے بعد نواب غفران مآب کے عہد مین محافظ دفاتر کے عہدے پر قایم کئے گئے—تہوڑے عرصہ کے بعد راي دہونداجی کو راجہ گیگدر كي جائے پر عہدۂ پیشکاری بہی دیا گیا—انکو خطاب راجہ رای رایان بہادر دیانت رام اور اوسکے تہوڑے ہي دنون کے بعد دیانت ونت کے خطاب سے ممتاز فرمایا—نواب رکن الدولہ بہادر کے عہد وزارت مین ناناجی پندت نے خطاب راجہ نانک رام امانت ونت ۲۶ ذي القعدہ سنہ ۱۱۸۵ ھ (۳۱ مارچ سنہ ۱۷۷۲ ع) کو پاے اور شادی کے موقع پر خلعت سے بہی سرفراز ہوے—حاصل کلام دونون نوجوان امرا پادشاہ کے اتنے منظور نظر ہوے کہ انہین علاوہ خلعت کے معاش و لوازمات بہی عطا فرمائی—بلکہ اِن دونون بہائیون کے ذریعہ سے اورون کو بہی خلعت دئے گئے—شاہی فرمان پہنچنے پر اور تبدیلئی وزارت کے وقت انپر الطاف شاہی بدستور جاری رہے—اور ہردم ہمراہ رکاب شاہی رہا کرتے تہے—راجہ دہونداجی پندت نے ۲۹ وین محرم سنہ ۱۱۹۸ ھ کو پچیس سال كي عمر مین انتقال کیا—اور اپنے بعد اپنے چہوٹے بہائی نانک رام امانت ونت اور تین فرزند رائے امیاچند راو—راي رام کا داس اور رائے آپا راو—کو چہوڑا—ناناجی پندت دہونداجي پندت کے چہوٹے بہائي اپنے آبا واجداد کے املاک وخطابات پر ممتاز فرمائے گئے—دہونداجي پنڈت کے آخری رسوم شہر صفر سنہ ۱۱۹۸ ھ مین ادا کئے گئے—ناناجی پنڈت ۲۳ شہر صفر سنہ ۱۳۰۰ ھ مطابق ۲۶ ڈسمبر ۱۷۸۵ ع کو انتقال کر گئے—اسوقت انکي عمر ۵۵ سال كي تہی—

رائی امیاچند راو—متوفي دہونداجي پنڈت کے بڑے بیٹے خطاب راجا اور منصب متصدی پر سنہ ۱۱۹۳ ھ کے

راجا .اے رایان بہادر

شہر ربیع الثانی میں ممتاز ہوئے۔ (ماہ اپریل سنہ ۱۷۷۹ع) لیکن عرصۂ قلیل میں انکا انتقال ہوگیا۔

رائی رامکا داس دھونداجی پنڈت کے دوسرے فرزند نے ۱۵ سال کی عمر میں ۱۱۹۳ھ کے شہر شوال کی ۸ تاریخ کو خطاب رائی اور منصب ہزاری پایا اور ۱۶ شوال سنہ ۱۱۹۵ھ وہ بہادری کے طور پر قائم کئے گئے۔ بیس برس کی عمر میں انہیں محافظ دفتر اور سررشتہ دار سررشتۂ جمعیت و منصب مقرر کیا۔ ۲۱ صفر سنہ ۱۱۹۸ھ کے روز انہیں راجہ رای رایان کا خطاب مرحمت ہوا۔ اور اس اعزاز کے متعلق جتنی چیزیں تھیں اونہیں دی گئیں مثلاً علم نقارہ آفتاب گیری۔ مورچھل اور عماری۔ اونکو تمام صوبجات دکھن کی معاش اور وطن یا سردیش پاندیگیری بھی دی گئی۔ اور علاوہ اسکے سردیش پاندیگیرئی پرگنۂ میدک۔ ڈلبرگہ۔ناندر وغیرہ بھی اور سردیش مکھی اور جاگیرہاے پرتابگڑہ مثلاً جات جاگیر۔ اعزاز جاگیر۔ انعام التمغہ۔ نگہداشت جمعیت۔ تفویض دہات تنخواہ دی گئیں۔ انہیں ۸ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۸ھ کو خطاب دیانت ونت مرحمت ہوا۔ اور دو ہزاری منصب اضافہ دیا گیا۔ اور ما سوا اسکے دو ہزار سوار اور جواہرات بھی عنایت کئے گئے۔ ایک منصب چار ہزاری اور علم و نقارہ بھی دیاگیا۔ اونکا خطاب شامراج اور جھالدار پالکی تھا۔ پھر منصب پنج ہزاری۔ علم و نقارہ وغیرہ عطا کیا گیا۔ اور وہ پیشکار ہوئے اور جبکہ اعظم الامرا پرنا تشریف لیگئے تھے تو حضور نظام کے روبرو عہدۂ وزارت کا کام انجام دیتے تھے۔ ۲۹ شعبان سنہ ۱۲۳۷ھ (۲ مئی سنہ ۱۸۲۲ع) انکا انتقال ۵۹ سال کی عمر میں ہوا۔ انکے ایک ہی لڑکا تھا راجہ چمنا راجا رام۔

دھونداجی پنڈت کے تیسرے فرزند راو آپا راو کو ۱۸ سال کی عمر میں خطاب دیانت رام ملا اور ۸ ذیقعدہ سنہ ۱۱۹۸ کو انہیں مہاراجہ ونت بہادر کا خطاب دیا گیا۔ نگہداشت جمعیت و پائگاہ خاص کے لئے انکے قبضہ میں جاگیریں بھی تھیں۔ جنکی سالانہ آمد گیارہ لاکھہ روپیہ کی تھی سنہ ۱۲۰۱ھ۔ ۱۱ رجب سنہ ۱۲۰۴ھ (۲۸ مارچ سنہ ۱۷۹۰ع) کو انہیں جھالردار پالکی علم نقارہ اور جواہرات ملے۔ سنہ ۱۲۱۳ھ (سنہ ۱۷۹۸ع) میں وہ ۲۳ برس کی عمر میں انتقال کرگئے۔

راجہ شری کرشنا راو راجہ شام راج بہادر کے بڑے فرزند ۱۵ رمضان سنہ ۱۱۹۶ھ اور بھوانی شنکر باپو راج ۱۲ شوال سنہ ۱۱۹۷ کو تولد ہوئے تھے۔ یہہ دونوں فرزند انہیں انکی پہلی بیوی سے تھے۔ لیکن جب اسکا انتقال ہو گیا تو راجہ شامراج نے دوسری بیوی کی۔ راجہ شامراج کے دونوں فرزند کی برابر پرورش اور برداشت انکے ماں باپ سے اس حالت نہو سکیگی اسلئے بخشی بیگم صاحبہ اہلیہ حضور نظام علی خان بہادر نے انہیں منگواکر اپنے محل میں رکھا اور انکی بہتری کی وہ بذات خود نگران رہیں۔ جب وہ اس عمر کو پہنچے کہ رسم جنئی یا زنار بندی ادا کی جاتی ہے۔ تو بیگم صاحبہ نے اور حضور نظام نے اسکے بندوبست کا حکم دیا اور انہوں نے بطور والدین کے رسم مزنہ ادا کیا۔ جو چار دن تک رہا۔ حضور نے نظام تمام دفاتر سلطنت کو بوقت ادائگئی رسم دیوان خانہ میں رکھنے کا حکم کیا اور اسوقت سے وہ وہیں رکھے جاتے ہیں۔ جب یہہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچے تو حضور نظام نے اول الذکر کو راجہ بہادر اور ثانی الذکر کو راجہ امانت رام کے خطابات دئے۔ اور دو ہزاری منصب بھی عطا فرمایا۔ راجہ بھوانی شنکر راو کو پیشکار مقرر کیا اور باپو راج بہادر کے خطاب سے ممتاز فرماکر خلعت جواہر نگار دیا۔ بھوانی شنکر باپو راج بہ سبب علالت کے بیدر گئے اور ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۲۱ھ (۲۱ فروری سنہ ۱۸۰۷ع) کو ۲۴ برس کی عمر میں وہیں انتقال کیا۔ انہیں کوئی اولاد نہ تھی۔

راجہ شامراج کے تیسرے فرزند چمنا راجہ رام اور بھوانی شنکر کے سوتیلے بھائی سنہ ۱۲۱۵ھ (سنہ ۱۸۰۰ع) میں تولد ہوئے تھے۔ اور ۲۳ شوال سنہ ۱۲۲۷ھ میں نواب سکندر جاہ بہادر نے انکو انکے سارے موروثی خطابات اور اعزاز عطا فرمائی۔ یعنے سردفتر دیوانی و مال صوبجات دکھن۔ سررشتہ دار سررشتۂ جمعیت اور منصب رسوم سردیش پاندیگری۔ تحریر پاو آنی و تحریر سررشتہ داری وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ۱۳ رمضان سنہ ۱۲۴۹ھ (۲۵ دسمبر سنہ ۱۸۳۳ع) میں انکا انتقال ہو گیا۔ انہیں کوئی اولاد نہ تھی۔ چمنا راجا کے بھتیجے راجہ جیرام راو کو راجہ رای رایان بہادر بنایا گیا۔ اور انہیں تمام موروثی حقوق و جاگیرات کے وغیرہ۔ تاریخ ۵ شہر رمضان سنہ ۱۲۴۹ھ کو عنایت ہوئے۔ لیکن ۱۹ شوال سنہ ۱۲۵۹ھ (۱۲ نومبر سنہ ۱۸۴۳ع) کو ۳۴ برس کی عمر میں انکا انتقال ہوگیا۔ انکے کوئی اولاد نہ تھی۔

راجہ نرہر راو فرزند عم راجہ جیرام راو ۲۱ برس کی عمر میں راجہ رای رایان کے طور پر گدی نشین ہوئے۔ انہیں

بھي تمام موروثی خطابات و جاگیرات عہد سلطنت نواب ناصرالدولہ بہادر مین عطا ہوے۔۔لیکن وہ بھي ۲۲ سال کي عمر مین ۱۲ صفر سنہ ۱۲۷٦ھ (۱۰ سپٹمبر سنہ ۱۸۵۹ع) کو انتقال کر گئے۔۔انکے ایک فرزند تھا راجہ شنکر راو۔۔

راجہ شنکر راو اپنے باپ کے جانشین ہوے۔۔انکا تولد ۲۷ رجب سنہ ۱۲٦۷ ھ (۹ جون سنہ ۱۸۵۰ع) کو ہوا تھا۔۔ ۳ جمادی الثاني سنہ ۱۲٦۷ ھ کو ان کي مونڈن کریا اداکي گئي۔اور خلعت و جواہرات سے حضور نظام افضل الدولہ بہادر نے ۲۵ رجب سنہ ۱۲۷۳ھ کو سرفراز فرمایا۔وہ راجہ بہادر اور امانت ونت اپنے باپ کے حین حیات تھے۔ اور بتاریخ ۱ ربیع الثاني ۱۲۷۳ھ وہ اپنے باپ کي جائے پر راے رایان ہوے۔جسکے لئے انہین خلعت و جواہرات مرحمت ہوے۔موروثي اعزاز اور موروثي عہدے معہ کل جاگیرات کے انہین سپرد کئے گئے۔ اور سلطنت مین انسے بھي انکے آبا و اجداد کے موافق ہي برتاؤ رہا کیا۔شادی کا خلعت انہین ۲۰ رجب سنہ ۱۲۸۲ ھ کو حضور افضل الدولہ بہادر کے عہد حکومت مین عطا ہوا۔ انکي دو رانیان تھین۔وہ نمک حلال اور وفادار خدمتگذار سلطنت تھے اور جہان تک ممکن ہوتا تھا سلطنت کي بہبودی اور فائدے کے لئےکوشان و ساعي رہا کرتے تھے۔وہ بہت کریم الطبع تھے اور اپنے عہدے کي خدمت پوري طرحسے بجالاسکتے تھے۔اور اپني عمر کا بہت حصہ انہون نے ادائیگي رسوم مذہبي مین صرف کیا تھا۔کل امور مین اپنے صاحب کے فائدے کا

راجہ راے رایان کے والد

خیال انہین مدنظر رہا کیا جیسے کہ انکے آبا و اجداد کو تھا۔ انہون نے ۳۸ سال کي عمر مین بتاریخ ۴ صفر سنہ ۱۳۰۴ھ (۱ نومبر سنہ ۱۸۸٦ع) انتقال کیا۔

متوفي راجہ شنکر راو کے خویش اور متبنٰي راجہ لچھمن راو کا جنم ۱٦ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۰ ھ کو ہوا تھا ۱۵ فروری سنہ ۱۸۷۴ع۔یہہ صاحب انکے جانشین ہوے۔انکے تولد کے وقت سے انکو راجہ شنکر راو کي پہلي راني صاحبہ نے بطور فرزندہي کے شمار کیا۔ مونڈن کا رسم راجہ شنکر راو اور راني صاحبہ نے روز پنجشنبہ ۸ شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۹ھ کو ادا کیا۔ جبکہ راجہ شنکر راو کا انتقال ہوا۔تو راجہ لچھمن راو ابھي کم سن تھے۔لہذا حضور نظام نے انکی کل جائداد و املاک و دفاتر اپنے قبضہ اور احتیاط مین رکھے اور تمام باتون کے حضور نظام بذات خود نگران رہے۔بتاریخ ۴ شوال سنہ ۱۳۰۹ھ حضور نظام نے انہین سہرا پنہایا اور بطور والد کے انکي شادي کا رسم اداکرنےکا بندوبست کیا۔ انکي شادی ۷ شوال سنہ ۱۳۱۲ ھ (۲۸ مارچ سنہ ۱۸۹۵ع) کو شہر رمضان مین جو معمولي دربار ہوتا ھے اسمین ہوئي۔سرکار نظام نے راجہ لچھمن راو کو تکمیل تعلیم و سن تمیز پر پہنچتے ہي انکے ملک املاک و جاگیرات پر اختیار دیدیا۔

راجہ لچھمن راو متبنی راجہ شنکر راو راے رایان امانت ونت بہادر

جبکہ متوفي شنکر راو راے رایان کے چاچا کھنڈے راو کي بیوی کے لڑکا ہوا — تو راجہ شنکر راو اور انکي راني نے جو ایک ضعیف القولي بی بي تھی—ارادہ کیا کہ اس بچے کو مطابق رسم سنستھان اپنا لڑکا بنالین—یہہ لڑکا راجہ لچھمن راو موجودہ مالک املاک سنہ ۱۸۷۴ع مین پیدا ہوا تھا—راني صاحبہ کا انتقال سنہ ۱۸۸۴ع مین ہوا اور راجہ شنکر راو نے پہلی نومبر سنہ ۱۸۸٦ع کو وفات پائی—

راجہ شنکر راو کے انتقال کے بعد اس کم سن راجہ کے موروثي دفاتر اور جاگیرات کا بندوبست اور محافظت حضور نظام کي سرکار کرتی تھي—اور اگرچہ اس عرصہ مین کئی ایک وزرا ہوگئے—لیکن نوجوان راجہ پر بدستور گورنمنٹ کي گویا آبائي نگرانی و محافظات رہا کي اور سنستھان کے حقوق اور اختیارات ہمیشہ محفوظ رہے—نواب لایق علی خان نے ڈسمبر سنہ ۱۸۸٦ع مین راجہ شرتي نواس راو کو ناظر املاک مقرر کیا—اور مارچ سنہ ۱۸۸۷ مین راجئہ مہاراج راجہ نارائندر پرشاد بہادر پیشکار کو انتظام کے لئے مقرر کیا—ستروین مارچ سنہ ۱۸۸۷ع کو انتظام املاک کے لئے ایک کمیٹي بہ سر پرستئي حضور نظام مقرر ہوئي جسمین کرنل مارشل حضور نظام کے پرائوٹ سکریٹری صدر اور نواب محبوب یار جنگ اور مسٹر اے—جے—ڈنلاپ اراکین اور مسٹر داسوندبی رام کمیٹي کے سکریٹری مقرر ہوے—علاوہ اسکے ایک سب کمیٹي جسمین باپو راو صاحب سر دفتر اور راو صاحب نارایں راو اور کشن راو صاحب تھے—یہہ سب کمیٹي —کمیٹي مذکور کے ماتحت کام کرتی تھي—اسمین مسٹر پیستن جي جیونجي جاگیرون کے تعلقدار کے طورپر کارروائي کرتے تھے—

سر آسمان جاہ بہادر کے عہدہ وزارت مین سنہ ۱۸۸۸ع مین مولوی محمود علي جاگیرون کے تعلقدار مقرر ہوے—اور راجہ لچھمن راو کي تعلیم و تربیت متوفي مسٹر ایچ—پي—ہدسن ایم—اے کے سپرد کي گئي—یہہ صاحب نظام کالج کے پرنسپال تھے—صاحب موصوف کے ہاتھہ پر راجہ صاحب نے تعلیم و تربیت مین اچھي ترقی کي اور کئي ایک مردانہ کمالات مین مہارت پیدا کي—راجہ لچھمن راو چھبیسوین اپریل سنہ ۱۸۸٦ع کو مدرسئہ عالیہ مین داخل ہوے—انہون نے تحصیل علم مین ایسی زبردست کوشش کي کہ سنہ ۱۸۸۸ع کے ڈسمبر مین بدست مبارک حضور نظام انہون نے ایک انعام بھی پایا—سنہ ۱۸۸۹ع مین راجہ صاحب مدرسہ کے بورڈنگ ہائوس مین رسیڈنٹ اسٹوڈنٹ کے طور پر رہنے لگے—ڈسمبر ۱۸۸۹ع مین اپنے طبقے کے امتحان مین کامیاب ہونے کے باعث انہون نے ایک دوسرا انعام پایا—اور سنہ ۱۸۹۰ع مین اور بھي ایک انعام تاریخ و جغرافیہ اور شہسواری کے لئے انہین ملا—سنہ ۱۸۹۱ع مین حضور نظام کے سالگرہ کے موقع پر مردانہ کھیلون مین راجہ صاحب نے جو ہنر اور کمالات اپنے گھوڑے اکلپس کے دکھلاے اونسے رزیڈنٹ صاحب اتنے خوش ہوے کہ انہین ایک نقروی پیالہ ہدیہ کے طور پر دیا اور سر آسمان جاہ نے نیزہ بازی مین کمال دکھلانیسے انہین یونیورس دیدیا—

سنہ ۱۸۹۲ع مین راجہ لچھمن راو نے امتحان مڈل اسکول مین کامیابي حاصل کي—یہہ امتحان کو اگلے ہي سال پاس کرلیتے اگر راجہ صاحب کي والدہ کے انتقال کے باعث انہین امتحان مین جانیسے رکنا نہ پڑتا—جبکہ نظام کالج مین داخل ہوے تو راجہ صاحب کي عمر صرف سولہ برس کي تھي اور اردو کے سوا اور کوئی زبان نہ جانتے تھے—اور قوي الجسم بھی نہ تھے—مگر پھر بھی انہون نے تحصیل علم مین بڑی جانفشاني کي اور امتحانون مین کامیاب ہی ہوتے رہی—وہ میاٹرک کے امتحان مین بھی کامیاب ہوجاتے—لیکن شادی نے انکي تحصیل کو کئی ایک روز تک روک دیا—جبکہ میاٹرک کے لئے تحصیل کررہے تھے توحضور نظام نے انہین ایک قیمتی کتاب انکی ترقئی تعلیم اور خوش اطواری کے لئے انعام مین دی—في الحال وہ اپنے مکان مین علم انگریزی—علم حساب اور پولیٹکل اکانومی کي تحصیل کررہے ہین—وہ بہت تیز طبع عمدہ شہسوار اور بلحاظ عادات و اطوار کے وہ ہرطرح اپنے ذمہ دار فرایض کے ادا کرنیکے لایق اور قابل نظر آتے ہین—

راجہ صاحب اپنی اسکول کي تعلیم کو پورا کرکے ۴ جنوری سنہ ۱۸۹۴ع کو اپنے مکان پر آئے—پھر چند ماہ انہون نے اپنے املاک کے امور کو دیکھا—اور اس عرصئہ قلیل مین معلوم ہوگیا کہ کس چالاکی سے کام کرتے تھے اور اپنے جوہر ذاتي سے سبھونکو اطمینان دلایا—جب نواب فتح نواز جنگ ہوم سکریٹری تھے تو انکے املاک کورٹ آف وارڈز کے سپرد کئے گئے تھے—اور مولوی شجاعت علی منتظم مقرر ہوے تھے—سر آسمان جاہ کے عہد وزارت مین اور جبکہ املاک کورٹ آف وارڈز کے تحویل مین تھے راجہ صاحب کي شادی ہوئي (۲ مئي سنہ ۱۸۹۲ع)—حضور نظام نے اپنے دست مبارک سے اس موقع پر انہین سہرا پہنایا—دعوت کے رقعون پر یہہ الفاظ تحریر کئے ہوے تھے—"برخوردار راجہ لچھمن راو خلف راجہ رای رایان امانت ونت بہادر"—ان رقعون پر سر وقارالامرا بہادر کے دستخط موجود تھے جو گورنمنٹ کي جانب سے کام کرتے تھے—رسم لگن یعنے نکاح خواني ۵ مئی سنہ ۱۸۹۲ع کے روز بڑی دھوم دھام اور بڑی شان و شوکت سے ادا کي گئی—اس موقع پر حضور نظام نے نفس نفیس دربار عام مین راجہ صاحب کو جواھرات عطا فرمائی—الحاصل راجہ رائی رایان بہادر کے انتقال کے بعد تمام

راجہ رائے رایان بہادر

املاک و حقوق و اختیارات پر حضور نظام بذات خود والدانہ اشفاق سے محافظ و نگران رہے۔

سنہ ۱۳۱۴ھ مین گورنمنٹ حضور نظام نے راجہ صاحب کو کل اختیارات حوالے کردئے ۔ کیونکہ اسوقت وہ اپنے فرائض متعلق اپنے آبائی جاگیرات کے ادا کرنیکے قابل سمجھے گئے ۔ راجہ صاحب کو حضور نظام کا ممنون و مشکور ہونیکا ۔ موقع بہت سی چیزون کے لئے ہے۔ لیکن علی الخصوص انکی کم سنی مین انکے املاک اور جاگیرات کی محافظت کے لئے۔ فی الحقیقت جو کچھہ حالت کہ اسوقت راجہ صاحب کی ہے یا آئندہ ہوگی۔ وہ بہت درجہ حضور نظام نے انکی بہتری کے لئے جو بذات خود خیال رکھا ہے اسکا نتیجہ ہے۔

شجرۂ راجہ رائے رایان بہادر

کرشناجی پندت

رائے مورو پندت — رائے نارو پندت

رائے شنکرجی پندت — رائے ہرباجی پندت

رائے لکشمن پندت

رائے دھونداجی پندت گنیش داس راجہ رائے رایان بہادر دیانت رام — رائے ناناجی پندت نانک رام بہادر امانت ونت

رائے ہرباجی پندت — رائے بھوان راو — رائے گووند راو — رائے کیشو راو

رائے امبا داس راو

راجہ اومکدت راو — رائے رام کا داس راجہ شام راج رائے رایان بہادر دیانت ونت — رائے آپا راو راجہ امانت رام مہاراجہ ونت بہادر

رائے کرشنا راو — رائے باپو راو — رائے رگھوپت راو

راجا شری کرشنا راو بہادر — راجہ بھوانی شنکر امانت رام بہادر — راجہ چندا راجہ رام راجہ رائے رایان امانت رام بہادر

رائے سندر راو — رائے کھندیراو — رائے بھوان راو — رائے نرہر راو — رائے جیرام راو

راجہ جیرام راو راجہ رائے رایان بہادر

رائے لچھمن راو — رائے کشو راو

راجہ نرہر راو راجہ رائے رایان بہادر

راجہ شنکر راجا رائے رایان بہادر امانت ونت

راجہ لچھمن راو

نواب سيد عبدالعلي خان بهادر

نواب سید عبدالعلی خان بہادر
اور
نواب علی محمد خان بہادر

یہ دونون امیر نواب شمشیر جنگ مرحوم کے (جو نواب شہر یارالملک کے پوتے تھے) فرزند ہین — اور سید محمد علی خان مشہور سید رضوی کے پوتے — یہ مشہور سید مالک تبریز واقع ایران کے وزیر تھے جہان کی آبادی ۱۷۰۰۰۰ کی ہے — نواب مشیرالملک بہادر سے بھی انکی قرابت ہے — انکے والد امور ریاست مین بڑے نامور اور ہر دلعزیز تھے اور اپنی ذاتی لیاقت اور بیغرضانہ کوششون سے ریاست حیدرآباد کے پولیس کمشنری پر مامور ہوئے تھے — یہ عہدہ موجودہ وزارت سے مطابقت رکھتا تھا — حضور نظام اس عہدے کے صاحبون کو ہمیشہ اپنے وزیر کہا کرتے تھے — سرسالار جنگ اعظم نے لنڈن کے شاہی دربار مین ریاست کی خوبی متعلق نواب شمشیر جنگ کا ذکر کیا تھا — جسکا تفصیلی بیان مرقع عبرت مین مذکور ہے — نواب شہریارالملک کے چھوٹے فرزند نواب میرحسین علیخان بہادر جو ان دونون نوابون کے چچا تھے بڑے ذی لیاقت امیر تھے اور خاصکر کے بعض علوم مین پوری پوری مہارت رکھتے تھے — گرچہ وہ بڑے دولتمند تھے لیکن باوجود اوسکے انہیں موجودہ طریقۂ زندگانی سے نفرت تھی اور اپنے آبا و اجداد کے قدیم طرز پر چلتے تھے — وہ اپنے سے کم درجہ کے لوگونکی صحبت کے کمال شایق تھے اور ہمیشہ فقیرونکے ہم جلیس — غریبون کے ساتھہ انکا سلوک قابل تعریف تہا — عندالضرورت انہیں مدد دیا کرتے تھے — وہ اپنے بزرگونکے مانند شاہی دربارون مین اپنے مرتبہ کے مطابق جاہ و حشم اور خاص باڈی گارڈ کے ساتھہ آیا کرتے تھے — حضور نظام نے بوجہ انکے اعلیٰ مرتبہ کے انکے مکان پر جو مولاعلی کے پہاڑ پر واقع ہے ایک مرتبہ قدم رنجہ فرمایا تہا — اور انکی نذر قبول کرکے اون کی فوج کا معائنہ کیا تہا —

مرحوم نواب شمشیر جنگ بہادر

نواب علي محمد خان بهادر

نواب شمشیر جنگ بہادر کے انتقال کے بعد ان دونون نوابون نے جنکے نام عنوان مین ذکر کئے گئے ہین اپنے چچا کے زیر ظل حمایت سنہ ۱۳۱۴ ھ مطابق سنہ ۱۸۹۶ع تک پرورش پائي ھے ـ انکی جاگیرون اور انکی مالگذاري کا خاص اپني ذات سے انتظام کیا ہے ـ یہ دونون نوجوان نواب عربي فارسي انگریزی اور علم ریاضي مین خوب مہارت رکھتے ہین ـ اور علاوہ اسکے فنون حربی مین بھی انہین مداخلت ھے حضور نظام نے ان دونون کو ایکے خانداني اعزاز پر مستقل فرمایا ہے

مرحوم سید محمد علی خان

نواب سید عبدالعلی خان کو انکی بیگم سے جو نواب سید فتح علی خان والي بیگم پلي کي دختر ہین ایک فرزند ھے ـ

نواب سید علی محمد خان نے نواب سید حسین علي خان بہادر کي (جو نواب مظفرالملک کے پوتے اور نواب سید فتح علی خان بہادر بیگم پلي کے بھائي ہین) لڑکي سے شادي کي ہے ـ ان دونون امیرونکو نواب آخرالذکر سے قرابت قریبہ ہونے کي وجہ سے بیگم پلی مین بہت بڑی جاگیر وراثتاً ملي ہے جو ہمیشہ ایکے خاندان مین باقی رہیگی ـ یہ جاگیر انگریزي گورنمنٹ کے زیر حفاظت ہے ـ سینکڑون برس ہوئے کہ یہہ جاگیرین نواب بیگم پلی کے قبضہ مین آئی تہین اور جنکی خود مختاری اورنگ زیب نے انہین دی تہی ـ اور پھر از روے عہد نامہ سنہ ۱۸۰۰ جو برٹش گورنمنٹ اور نظام کے درمیان ہوا حضور نظام نے اسکو بحال رکھا ـ اسوقت سے وہ خود مختاری موافق عہد نامہ سنہ ۱۸۶۲ کے علی حالہ باقی ہے

علاوہ سالانہ باون لاکھہ روپیہ کي جاگیر کے جو انہین وراثتاً پہونچی ھے ان دونون نوجوان نوابون کو بہت سے قصبات کي آمدني ہے جنکی تعداد بھی لاکھون سے کم نہین اور برار مین بھی انکی جاگیرات ہین ـ ان دونون صاحبون کے چال چلن نہایت مہذب ہین اور انہون نے عربستان ایران اور یوروپ کي سیر و سیاحت بھی کی ہے

راجہ شیوراج دھرمونت بہادر

راجه راجمان مہاراج راجه شیوراج دہرمونت بہادر آصف جاہی

راجه شیوراج بہادر دھرمونت آصف جاہی کے سلسلہ آبا و اجداد کے حالات بیان کرنا ایک مشکل کام ہے۔ کیونکہ اس خاندان کے تمام اراکین سوا ایک کے شہنشاہ اورنگ زیب کے عہد سلطنت مین ایک مکان کے گرنے سے دبکر مرگئے۔ جو ایک نفر اس حادثہ سے بچگیا اوسکو نواب آصف جاہ بہادر نے پرورش کیا اور دکھن کو اپنے ساتھہ لائے۔ نواب موصوف نے اپنا تمام خانگی کاروبار اس نوجوان راجہ کے حوالہ کیا۔ اور بعد ازآن چھہ اضلاع کی دفتر داری انکے سپرد کی۔ راجہ ساگرمل کے قائم مقام راجہ بھوانی داس دھرمونت ہوے۔ اور انکے جانشین مسلسل راجا خوشحال چند۔ راے چند راے اور راجا کرن ہوے جو لاولد انتقال کرگئے۔ انکے بعد انکے چھوٹے بھائی راجہ اندرجت مسند نشین ہوے جو راجا شیوراج کے باپ تھے۔

راجا شیوراج سنہ ۱۲۶۴ھ مین تولد ہوے۔ انہون نے پہلے پہل ریونیو ڈپارٹمنٹ مین اپنے باپ کی معاونت مین کام کیا اور ہمیشہ اپنے والد کے ہمراہ سرسالار جنگ اول کے دربار مین جایا کرتے تھے۔ سنہ ۱۲۹۰ھ مین انہین ریوینو کمشنر کے عہدے پر ترقی دیگئی۔ سنہ ۱۲۹۱ھ مین انہین خطاب راجا بہادر اور منصب موروثی عطا کیا گیا۔ انکے والد نے سنہ ۱۲۹۴ھ مین انتقال کیا۔ اور سنہ ۱۲۹۷ھ مین حضور نظام نے انہین اپنے بزرگون کے موروثی عہدے پر مقرر کرکے سرپیچ اور مروارید کا مالا عطا فرمایا۔ سنہ ۱۳۰۵ مین دھرمونت اور راجہ راجمان کے خطابات مرحمت کئے گئے۔

راجا صاحب موصوف امرائے دکھن کی جانب سے بطور وکیل کے لارڈ رپن وایسرائے ہند کی خدمت مین حاضر ہوے تھے۔ اثنائے مسافری مین جب بمبئی۔ الہ آباد وغیرہ اور جایون پر پہنچے تو انکی قوم نے انکی بڑی آوبھگت کی۔ اور واپس آنے پر انہین انکی قوم کی طرفسے ایک اڈریس چاندی کے کاسکیٹ مین دیا گیا۔ سنہ ۱۸۹۸ع مین وہ الہ آباد اور بنارس جاترا کو بھی گئے ہوئے تھے۔

راجا شیوراج علاوہ ریونیو کمشنر ملک نظام۔ سررشتہ دار منصب و جمعیت اور ناظر رسومات بھی ہین۔

ماسوا انکے بفرمایش مدارالمہام امرا مین جو کچہہ مقدمے ہون انکا بھی فیصلہ آپہی کرتے ہین۔

سرسالار جنگ کی املاک کی کمیٹئی ترستی کے آپ ایک رکن بھی تھے۔

راجا صاحبکو جبکہ کوئی راجہ یا نواب حیدرآباد ملاحظہ کرنے آتا ہے تو اسکی مہمانداری کا کام بھی دیا جاتا ہے۔ تاکہ ہر ایک کی حسب مراتب مہمانداری بجالاوین حضور نظام سے ملاقات اور تعارف بھی انہین کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔

سنہ ہجری مین راجا صاحب نے کایستھہ پاٹھشالا نام کا ایک مدرسہ قائم کیا جہان طلبا کو بغیر فیس کے میاتریکیولیشن تک انگریزی فارسی اور سنسکرت مین تعلیم دی جاتی ہے۔ دھرم پرچار کشور پاٹھشالا بھی جہان صرف وید۔ علم نجوم اور شاستر سکھلائے جاتے ہین۔ راجا صاحب نے قایم کیا ہے۔ علاوہ اسکے راجا صاحب نے اپنی جاگیرون مین متعدد مدرسہ فارسی اور دیسی زبان سکھلانے کے لئے کشادہ کئے ہین اور انکا خرچ آپ بذات خود اٹھاتے ہین۔

راجا صاحب کایستھہ سبھا کے صدر ہین۔ اور اپنی قوم کی بہبودی اور ترقی کے لئے ایک بڑی رقم سالانہ خرچ کرتے ہین۔ انہون نے سنہ ۱۳۰۴ ہجری مین ایک جیوبلی اسکالرشپ قایم کیا۔ اور حضور نظام کی تخت نشینی کے مبارک موقع پر انہون نے اپنے مدرسہ مین سنسکرت کی تعلیم جاری کی۔ سنہ ۱۸۹۷ع مین دائمنڈ جوبلی کے موقع پر انہون نے اپنے کل مدرسون کا امتحان لیا۔ اور کامیاب شدہ لڑکون کو اس مبارک موقع کی خوشی مین چاندی اور سونے کے تمغہ تقسیم کئے۔ ماسوا اسکے انہون نے ایک عظم الشان جشن منعقد کیا جسمین حیدرآباد کے تمام امرا و عمایدین تشریف فرما ہوے تھے۔ راجا صاحب کا عقد چار وقت ہوا ہے۔ آپکی چوتھی بیوی مہرانگر دریاباد کے رائے سورج ونت سنگھہ کی دختر ہے۔

نواب تہور جنگ اشرف الدولہ بہادر

خاندان اشرف الدولہ رکن الملک بہادر

نواب رکن الملک میر موسیٰ خان بہادر احتشام جنگ کا اصل نام میر محمد یار خان تھا۔ انکے دادا جبکہ ہندوستان میں آئے تو نواب آصف جاہ کو پڑھانے پر نوکر رکھے گئے۔ جنہوں نے انکو ترکی خان کے لقب سے معزز فرمایا۔ انکے انتقال کے بعد انکے فرزند میر موسیٰ خان کو وقایع نگار دیوگڑھ مقرر کیا اور محی الدین خان بہادر مظفر جنگ کے زیر نظر بیجاپور رسالہ کی صوبیداری عنایت فرمائی۔ میر موسیٰ خان کے انتقال کے بعد انکے فرزند محمد یار خان انکی جائے پر مقرر ہوئے۔ جو موروثی خدمت تھی۔ جب مظفر جنگ مارے گئے تو نواب صلابت جنگ کے پاس محمد یار خان کی باریابی ہوئی۔ تو انہیں لایق منصب اور خطاب میر موسیٰ خان بہادر جو موروثی تھا معہ کمیدانئی توپ خانہ کے مرحمت ہوئے بعد ازآن انہیں نواب شمس الملک شاہ نواز خان نے نواب آصف جاہ کی خدمت میں پیش کیا اور انکو وزیر مغفور کوتوالی کی خدمت عطا کی گئی۔ چونکہ یہ ہمیشہ صحیح النسب تھے۔ اسلئے انکا منصب چار ہزار روپیہ تک بڑھا دیا گیا اور علم نقارہ خطاب احتشام جنگ اور جھالردار پالکی انہیں عطا کی۔

سنہ ۱۱۷۷ھ میں انکا منصب سات ہزار روپیہ تک پھر بڑھا دیا گیا۔ اور چھ ہزار رسالہ کی افسری اور خطاب رکن الدولہ اور مستقل خدمت دیوانی دی گئی۔ وہ نہایت عقلمندی اور دور اندیشی سے امور سلطنت کو انجام دیتے رہے۔ اور ہمیشہ اپنے بادشاہ کے خیر خواہ رہے۔ انکی محبت اپنے بادشاہ سے اس درجہ تھی کہ آخر خدمت نظام میں انہوں نے اپنی جان گنوائی انکے انتقال کا سال بر حساب ابجد اس مصرع سے معلوم ہوسکتا ہے۔ ع سر جنت نصیب شد بر او۔ دوسری تاریخ حسب ذیل ہے۔ ع داخل آمد از شہیدان حسین۔ انکے خاندان کو انکی خدمتوں کی قدردانی کے عوض میں بڑی بڑی جاگیریں اور ایک معقول مبلغ عنایت کیا گیا۔

مرحوم رکن الملک کی یادگار میں ایک نہر کو رکن الملک باغ کہتے ہیں اور مولیٰ علی کے پہاڑ پر جاتے ہوئے ایک بارہ دری ہے جسے تات صاحب کی بارہ دری کہتے ہیں۔ یہ تات صاحب اس خاندان کا ایک نوکر تھا جو اپنی خدمت چھوڑکر گوشہ نشین ہوا تھا۔ اس پہاڑ کے دامن میں انکا روضہ ہے اور ایک مسجد بھی انکی یادگار میں بنائی ہوئی ہے۔ رکن الملک کے مصاحبوں میں ظفر الدولہ نامی ایک صاحب تھے۔ جنہیں انکے ذریعہ سے ایک منصب ملا ہوا تھا۔ وہ اسطرح اپنی ممنونیت ظاہر کرتے ہیں۔ "ظفر الدولہ بندۂ رکن الملک" یہ فقرہ قلعہ کی توپوں اور دوسرے مقاموں پر نقش کیا ہوا ہے بلکہ نقارون پر بھی ہے۔ یہ وہی ظفر الدولہ تھے جنہوں نے سدھیوں کے رسالے کی بنا ڈالی جو کئی ایک معرکوں میں ظفریاب ہوچکا ہے۔ اس رسالہ کو سالار جنگ اول عمدہ حالت پر لائے۔

نواب تہور جنگ اشرف الدولہ رکن الملک خان دوران بہادر اس نامور خاندان کے رکن اعظم ہیں۔

سنہ ۱۲۵۵ء میں حضور نظام سے انہیں میر علی حسین خان کا خطاب ملا۔ اور سنہ ۱۲۷۴ء میں خطاب تہور جنگ انہیں عطا کیا گیا۔ سنہ ۱۳۰۵ء میں انہیں انکا آبائی خطاب اشرف الدولہ اور سنہ ۱۳۱۱ء میں رکن الملک خان دوران بہادر دیا گیا۔ اور ولی عہد شاہزادے کی تعلیم و تربیت انکے سپرد کی گئی۔

نواب خان دوران کے دو فرزند ہیں۔ بڑے کا نام نواب میر محمد کاظم خان بہادر بشیر جنگ جنکی تصویر یہاں دی گئی ہے اور چھوٹے کا نام میر عنایت حسین ہے۔ نواب بشیر جنگ سنہ ۱۳۰۲ھ میں تولد ہوئے اور حسب دستور انہیں انکے باپ کے حین حیات بشیر جنگ بہادر کا خطاب عنایت ہوا۔ باوجود انکی طفلی کے وہ انگریزی اور دوسری باتوں میں بہت ہشیار ہیں۔ وہ اکثر اپنے ہم سبق طالب علموں میں بڑھکر ہی رہتے ہیں۔

سنہ ۱۲۰۹ھ میں انکی شادی فخر النسا بیگم صاحبہ نواب فخر الملک بہادر سے کھنڈالا میں ہوئی اور سنہ ۱۳۱۴ھ میں نواب عزیز الدولہ بہادر کی لڑکی سے شکر خوری ہوئی ہے۔

میر محمد کاظم خان بہادر بشیر جنگ

نواب صارم جنگ عزیزالدولہ بہادر

نواب صارم جنگ عزیزالدولہ بہادر

نواب موصوف کے جد اعلیٰ میر حیدر خان بہادر ممتاز جنگ اعتصام الدولہ اعتصام الملک تھے جنہیں یہہ خطابات ہز ہائنس نظام علی خان نے انکی صیغہ پیشکاری میں اعلیٰ خدمتوں کے صلہ میں مرحمت فرمائے تھے۔ انکے پانچ فرزند تھے (۱) رشیدالدولہ ناظم اول صیغہ پیشکاری عہد حکومت ہز ہائنس نواب سکندر جاہ۔ (۲) وحیدالدولہ (۳) عباس علی خان اعتصام الملک بہادر ثانی عرض بیگی (۴) میر دلاور علی خان بہادر قلعدار بیتاپاباری (۵) خورشید جنگ اعتصام الدولہ۔ فرزند چہارم میر دلاور علی خان کے دو فرزند ہوے میر محمد صالح خان بہادر جو عالم طفلی میں انتقال کرگئے۔ اور میر لطف علی خان بہادر صارم جنگ عزیزالدولہ اول جو ناظم محلات شاہی قلعدار بیتاپاباری اور جاگیردار گہات ناندورا تھے۔ انکے فرزند نواب میر غلام عسکری خان بہادر صارم جنگ عزیزالدولہ ثانی فی الحال اپنے آبا و اجداد کے خطابات اور جاگیرات پر متصرف ہیں۔ فی الحال انکے دو فرزند ہیں سید محمد علی خان بہادر اور میر لطف علی خان بہادر۔

نقشہ شجرہ

میر حیدر خان بہادر ممتاز جنگ اعتصام الدولہ اعتصام الملک

رشیدالدولہ — وحیدالدولہ — عباس علی خان — میر دلاور علی خان — خورشید جنگ

میر دلاور علی خان:
- میر محمد صالح خان (طفلی میں انتقال کرگئے)
- میر لطف علی خان صارم جنگ عزیزالدولہ

میر لطف علی خان صارم جنگ عزیزالدولہ:
- میر غلام عسکری خان بہادر صارم جنگ عزیزالدولہ ثانی

میر غلام عسکری خان بہادر صارم جنگ عزیزالدولہ ثانی:
- نواب سید محمد علی خان
- نواب میر لطف علی خان

سید محمد علی خان

میر لطف علی خان

نواب بہرام الدولہ بہادر

میر تراب علی خان

میر زین العابدین خان

MY TRUST IS IN GOD

ذکر نواب بہرام جنگ بہرام الدولہ بہادر

میر داور علیخان بہرام جنگ بہرام الدولہ بہادر ابن میر بہادر علیخان سطوت جنگ ثالث مرحوم ابن سید زین العابدین خان سطوت جنگ ثانی ابن سید عاقل خان ابن نواب میر زین العابدین خان بہرام الملک ابن میر امام علیخان برہان الدولہ ابن سید عاقل خان لب چاک سادات جلیل بارہہ سے ہین—اصل وطن قصبۂ سرسی ضلع مرادآباد ہے—سید عاقل خان لب چاک فرخ سیر بادشاہ دہلی کے عہد مین معزز ملازم سلطانی تہے—ہمراہ نواب نظام الملک آصفجاہ سات سو (۷۰۰) سوارون کے ساتہہ دکن مین آکر مقیم ہوئے—

نواب میر امام علیخان برہان الدولہ جاگیردار سرس کانرن ہزار منصب پنجہزاری رکہتے تہے—سہ ہزار سوار پر کمان اور صوبہ داری ایلچپور پر سرفراز تہے—بعدہ قلعداری نرمل و داروغگی ہرکارہاے سرکاری پر مامور تہے اور سنہ ۱۲۰۸ ہجری مین انتقال کیا—

نواب میر زین العابدین خان سطوت جنگ اول بہرام الدولہ بہرام الملک جاگیر و منصب ہفت ہزاری رکہتے تہے سہ ہزار سوار پر افسری اور پالکی جہالردار و علم و نقارہ و نوبت سے سکندر جاہ نظام دکن کے عہد مین سرفراز ہوے—بزمانہ دیوانئی میر عالم مرحوم ایک لاکہہ روپیہ کی جاگیر ذات کے سواے جاگیر قدیم محال کلپاک بہی رکہتے تہے—بہہ بڑے زندہ دل پہلوان اور عابد تہے—سواری انکی شہر مین بڑے ترک و شان سے نکلا کرتی تہی حسینی محل مین (جو شہاب جنگ مرحوم کو جہیز مین دیدیا گیا) عشرہ محرم مین بہت دہوم دہام سے جلسین کرتے تہے سنہ ۱۲۲۲ ہجری مین بمرض استسقا انتقال کیا—

نواب سید عاقل خان بہادر بڑے دلاور بہادر عقلمند اور آزمودہ کار تہے—بہت سے زمینداران سرکش کو بحکم نظام دکن قتل و قید کرکے شہر مین لائے تہے—منجملہ اُنکے کشنا ریڈی نامی رہزن کو راکہاپور کی لڑائی مین بڑی بہادری سے پکڑکر قتل کیا تہا—حج کو گئے ہوے تہے جہانسے وقت واپسی مقام آنمہ جرگائی مین پہونچکر بعارضہ فالج و لقوہ انتقال کیا نعش وہانسے لاکر مولا علی کے پہاڑ پر مقبرۂ مستقیم الدولہ مین (جو اُنکے داماد تہے) دفن کی گئی—

سید زین العابدین خان سطوت جنگ ثانی پندرہ برس کے سن مین اپنی جاگیرات قصبہ کلپاک و قصبہ گہات ناندورہ کے انتظام مین مصروف ہوئے صاحب منصب و خطاب تہے—شیر کے شکار کا بہت شوق تہا ایک بہت بڑے شیر نے ایکدفعہ انپر حملہ سخت کیا تہا با حواس رہکر اسکو مارا پیہہ ۱۲ ہاتہہ لنبا تہا—انکی شادی نواب مختارالملک مرحوم اول کی ہمشیرہ سے ہوی تہی—بمرض اسہال کبدی اٹہائیس برس کے سن مین انتقال کیا—

نواب میر بہادر علیخان سطوت جنگ ثالث مرحوم نہایت نیک نفس و منکسر و متین و حلیم و ملنسار تہے انکی شادی نواب فخرالملک مرحوم کی دختر سے ہوئی تہی—ایکبار شکار مین ہمراہ نواب فخرالملک حال گئے تہے دفعتاً بندوق چل گئی اور اسی صدمہ سے زہون سنہ ۱۳۰۱ ہجری مین انتقال کیا—

نواب میر داور علیخان بہرام جنگ بہرام الدولہ—ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۸۲ ہجری مین پیدا ہوئے—اب سن انکا کہ (سنہ ۱۳۱۶ ہجری ہے) ۳۴ سال کا ہے اپنے بزرگون کے قدم بقدم چلتے ہین شریف پرور و کرم گستر و با مروت ہین خاندانی جاگیرین (قصبہ کلپاک و قصبہ گہات ناندورہ و قصبہ خداوند پورو و نیل) انکے قبضہ مین ہین—انکو پہلے باضابطہ تعلیم ہمراہ فرزندان نواب مختارالملک اول (جو انکے خالو تہے) مدرسہ عالیہ مین دلوای گئی پہر انگلنڈ مین کئی سال تعلیم حاصل کرتے رہے—انکی شادی نواب مختارالملک اول کی صاحبہ النسب چہوٹی صاحبزادی سے بزمان وزارت نواب مختارالملک ثانی بڑی دہوم سے ہوی—نوابصاحب انگریزی بہت عمدہ و کامل جانتے ہین علم فارسی و عربی سے بہی آگاہ ہین—کار ملکی و مالی سے بہی واقف ہین—پولٹکس مین دخل ہے انکے خیالات لبرل ہین—نواب مختارالملک ثانی کے زمانہ مین معتمد دفتر خانگی و متفرقات و منصرم معین المہام عدالت سرکار عالی رہ چکے ہین—آخر تہوڑے دنون کے پہلے سالار جنگ اسٹیٹ کی انتظامی کمیٹی کے پریسیڈنٹ کئی سال رہچکے ہین نہایت خوبی سے سب کام کرتے رہے—ہر سال عشرہ محرم مین مجالسین انکے گہر مین بہت دہوم سے ہوتی ہین جسمین پانچ پانچ چہہ چہہ ہزار آدمی جمع ہوا کرتے ہین—انکی انتظام جاگیرات خانگی نہایت باقاعدہ طور سے ایک کمیٹی کے ذریعہ ہوتا ہے جسکے وہ خود پریسیڈنٹ ہین انکے دو فرزند اور دو دختر ہین—پہلے فرزند سید تراب علی جو سنہ ۱۳۰۲ ہجری مین پیدا ہوئے اور جنکا سن اب ۱۴ سال کا ہے مڈل کورس و نظم پڑہ رہے ہین—دوسرے فرزند سید زین العابدین جو سنہ ۱۳۰۵ ہجری مین پیدا ہوے ہیہے اور جنکا اب ۱۱ سال ہے—ابتدائی تعلیم انگریزی لے رہے ہین—نوابصاحب بڑے علم دوست عقل و فہیم شرفا پرور و مصاحب نوازی حوصلہ و سخی امیر ہین اخلاق انکا بہت اچہا ہے قوت و طاقت بہی اچہی ہے—نظام گورنمنٹ کے سچے خیر خواہ اور تاج برطانیہ کے بہی طالب ہین

نواب شوکت جنگ حسام الدولہ معین الملک بہادر

نواب محمد ابوالحسن خان شوکت جنگ حسام الدولہ بہادر اور نواب محمد مہدی حسن خان بے نظیر جنگ بہادر جناب محمد قاسم علی خان شوکت جنگ حسام الدولہ کے فرزند ہین جو حضور نظام کے کوتیگل کے چیف جسٹس تہے - انکے پردادا آغا معین خان بہادر جو ایران مین اصفہان کے باشندے تہے - انہین معین التجار کا خطاب اعلیحضرت شاہ ایران نے عطا کیا تہا - وہ مبارز خان کے عہد مین معہ ۳۰۰ غلامون کے ایران سے جلاوطن ہو کے حیدرآباد آئے اور یہان انہین خانی اور بہادری کے خطاب دئے گئے - اور سات ہزار کی جاگیر عطا ہوئی - انہون نے تارامامی پیٹہہ کے سیدون سے ایک خاندانی لڑکی سے شادی کی - نواب جعفر علی خان بہادر شوکت جنگ حسام الدولہ معین الملک اس بی بی کے بطن سے تولد ہوئے اور نواب آصف جاہ کے عہد مین سکاکرل راج کی انہین صوبہداری دیگئی - نواب معز الملک کے بعد نواب صلابت جنگ نے انہین اس عہدے پر مستقل کردیا تہا وہ ایک لشکر کے ساتہہ مرہٹے اور فرانسیس زمیندار باغیون کو سزا دینے کے لئے باغ نگر اور مچھلی بندر کے سرحد پر بہیجے گئے - اور انپر ہمیشہ فتحیاب ہوئے - اور انہین ریاست کو خراج دینے پر مجبور کرتے رہے - اسوقت انکے پاس سات ہزار کی جاگیر علاوہ انکے خاص استمت کے تہی - اور اعلیحضرت نظام صلابت جنگ کے خانگی دیوان کے عہدے سے بہی سرفراز تہے - اور چند روز کے بعد وزیر اعظم کا عہدۂ جلیلہ انکے سپرد ہوا اور محمد معین خان شوکت جنگ اور ہفت ہزار کے خطابات سے معزز و ممتاز ہوئے - اور سات ہزار روپیہ تنخواہ منصب کی اضافہ ہوئی - ایک وقت وہ موسیور بوسی کو بہی شکست دینے مین کامیاب ہوئے اور اوسکو ساحل سمندر تک مارکے

محمد مہدی حسن خان بے نظیر جنگ بہادر

بہگادیا - اپنی زندگی کے اخیر دنون یعنی ۱۱۷۳ھ مین رکہشاش بہون پر مرہٹون کے مقابل بڑی بہادری سے جنگ کی - اس جنگ مین انکی گردنمین ایک کاری زخم لگا جس سے بعد اختتام لڑائی کے انتقال کرگئے - اور اپنے ایک فرزند نواب ابوالحسن بہادر کو چہوڑ گئے - انکی پوری سوانح عمری توزک آصفیہ مین مندرج ہے - نواب ابوالحسن خان بہادر کو انکے والدنے گورنمنٹ مین ملازمت دی تہی - جس سے وہ بڑہتے بڑہتے اپنے والد کے حین حیات مین ہی نواب صلابت جنگ کے وزیراعظم کے سکریٹری کے عہدے پر پہنچگئے تہے - انکے والد کے انتقال کے بعد حضور سرکار نظام نے انہین ضرغام جنگ حسام الدولہ اور معین الملک کے خطاب سے سرفراز کرکے منصب شش ہزاری عطا فرمایا تہا - انہون نے اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کی جن سے محمد سامی خان پیدا ہوئے - انکے انتقال کے بعد انکے فرزند اونکی تمام جاگیرات اور خطابات کے مالک بنائے گئے - محمد سامی پہلے حیدرآباد مین اعلی کمشنر کرور گیری مقرر ہوئے - اور بعد مین میرعلی خان کے زمانہ مین عرض بیگی کی انہین خدمت دیگئی - انہون نے اپنی پہوپہی کی لڑکی سے شادی کی اور انسے نواب ابوالحسن خان بے نظیر جنگ پیدا ہوئے جنہین سنہ ۱۲۰۸ھ مین قلعہ کہمم دیا گیا اور نواب سکندر جاہ بہادر جب نظام حیدرآباد ہوئے تو انہین انکے والد اور دادا کے تمام خطابات و مناصب عطا کئے گئے - سنہ ۱۲۳۵ھ نواب ناصرالدولہ بہادر کے زمانہ مین معین الملک کے خطاب اور چار ہزاری کے منصب سے انکی عزت افزائی کی گئی - میرعالم کے عہد وزارت مین وہ ریزیڈنسی کورٹ مین وکیل مقرر ہوئے - اور انکی گورنمنٹ کے حکم سے انہین وہابیون کا بلوہ فرو کرنے کی درخواست کی گئی - انہون نے رستم علی خان فرزند عزاللہ خان عسکر جنگ شہریار الملک کی لڑکی سے شادی کی اور ان سے قاسم علی پیدا ہوئے جو اپنے باپ اور دادا دونون کی خوبیون کے جامع

نواب شوکت جنگ حسام الدولہ بہادر

تھے—انہین کونسل کے چیف جسٹس کا عہدہ دیا گیا اور ترکستان اور ایران
سے جو شاہی مہمان ریاست مین آتے ہین انکے آوبھگت کے لئے وہ
خاص وکیل مقرر کئے گئے — انہون نے جب شادي کي تودو لڑکے اور
ایک لڑکي پیدا ہوی — نواب شوکت جنگ انکے بڑے فرزند ہین جنکا
پورا نام اور خطاب اس مختصر سوانح عمری کے عنوان مین لکھا گیا ہي—
فارسي اور عربي کے عالم ہین—والد کے انتقال کے بعد جب انکی عمر بائیس
برس کي تھی تو وہ کونسل کے میر مجلس مقرر ہوئے — انہون نے نواب
شمشیر جنگ کي دختر سے شادي کي — انہون نے خوب سیر و سیاحت
کي ہے—اور مختلف لوگونکی عادات و اطوار سے بخوبی واقف و خبردار
ہین — انہون نے اپنے والد کے انتقال کے بعد امتحان میٹریکیولیشن پاس
کیا اور پھر قانون کے امتحان کیلئے کوشش شروع کي — اور مالگذاي
وعدالتی صیغون کے امتحانون مین بھی بیٹھے — نواب صاحب اب بھی
حتی الامکان اپنی معلومات کو وسعت دینے مین ہمیشہ کوشش
کرتے رہتے ہین محمد مہدی حسین خان بہادر بےنظیر جنگ صرف
۲۲ سال کي عمر کے تھے کہ انکے والد کا انتقال ہوگیا—اس سانحہ کے
بعد نوجوان نواب نے آپکو بالکل تحصیل علم مین مشغول کردیا—انہون
نے میاٹریکیولیشن تک انگریزی مین ترقی کي—اور بعد ازان اپنا خیال
اپنے ملک اور نیز برٹش انڈیا کي قانون داني کي طرف رجوع کیا—جس
مین بڑی کامیابي کے ساتھہ انہون نے رونیو اور جوڈیشیل ڈپارٹمنٹ
کا امتحان پاس کیا—اوسوقت سے ابتک تحصیل علم ہي مین مشغول
ہین—اور اس سے نہایت دلچسپي رکھتے ہین—

سید شاہ عبدالرحیم

مرشد حضور نظام

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

مولانا حضرت حاجی سید شاہ نورالدین قمیصی القادری ملک پنجاب کے سادھورا شہر سے سنہ ۱۲۵۰ھ مین وارد شہر حیدرآباد دکھن ہوے - سات برس تک شہر حیدرآباد مین مقیم رہے - اس عرصہ مین اونکے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ نے انکی شہرت ایسی بڑہادی کہ کیا عوام اور کیا خواص اور کیا زاہد اور کیا عالم سب انکی خدمت با برکت مین آتے اور بیعت سے مشرف ہوکر جاتے تھے - حضرت سبھونکو زہد و تقوی کی تعلیم کرتے تھے - حضور نظام نواب ناصرالدولہ نے کئی ایک خرق عادات اور کرامات انکے ملاحظہ فرمائے - اور بیعت سے مشرف ہوکر صوبۂ اورنگ آباد مین ضلع ناندیر مین دو گاؤن انہین دئے - حالات کی عدم موجودگی کے سبب ہم انکی خیراتون اور سخاوتون کا پورا پورا بیان کر نہین سکتے - سات برس کے بعد وہ حج بیت اللہ شریف و زیارت مدینۂ منورہ سے مشرف ہوکر ہندوستان کو لوٹے اور سیدھے پنجاب مین سادھورا گئے جو انکے آبا و اجداد کا وطن تھا - سات سال تک وہ ہندوستان مین جابجا مقدس و متبرک مقامون کی زیارت کرنیکے لئے پھرتے رہے - اور ہزارون آدمیون کو بیعت سے مشرف فرمایا پھر وہ حیدرآباد تشریف لائے جہان چند روز مقام کیا - اسوقت نواب افضل الدولہ بہادر انکی بیعت سے مشرف ہوئے اور صوبۂ بیدر کے سیدک ضلعۂ کربول مین انہین ایک گاؤن بطور ہدیہ دیا - حضور نظام اکثر شاہ صاحب کی ملاقات کو تشریف لیجاتے تھے اور بسا اوقات انہین محل مین بلوا لیتے تھے - انکے سوا ہزارون آدمی آتے تھے اور بیعت سے مشرف ہوکر جاتے تھے -

سنہ ۱۲۷۷ھ مین حضرت نے پھر عرب کو جانے کا قصد کیا اور حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوکر مدینہ منورہ کربلائے معلی نجف اشرف اور بغداد شریف کی زیارت کی -

سنہ ۱۲۷۸ھ مین پھر وہ حیدرآباد آئے - اور بعد چند روز کے نواب افضل الدولہ بہادر سے اپنے وطن مالوف کو جانے کی اجازت چاہی - حضور نے انسے دوری گوارا نفرماکر درخواست کی کہ شاہ صاحب اپنے بہتیجے اپنی دختر اور متعلقین کو حیدرآباد بلوالین - لہذا سنہ ۱۲۸۰ھ مین حضرت نے اپنے بہتیجے سید شاہ عبدالرحیم صاحب قمیصی القادری کو ہندوستان سے طلب فرمایا انکے حق مین دعائے خیر کی اور اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کیا -

سنہ ۱۲۸۳ھ مین شاہ صاحب کو حج کے لئے عربستان جانے کی اجازت ملی اور حج سے فراغت پانے کے بعد زیارت مدینۂ منورہ سے مشرف ہوئے -

سنہ ۱۲۸۴ھ مین وہ حیدرآباد کو لوٹے - سنہ ۱۲۸۵ھ مین نواب افضل الدولہ نے انتقال فرمایا - اور نواب میر محبوب علی خان حضور نظام حال انکے جانشین ہوئے -

سنہ ۱۲۸۷ھ مین حضور کی بسم اللہ خوانی کا رسم ادا کیا گیا - اور شاہ صاحب ہی نے انہین حروف تہجی پہلے پہل سکھلائے - اور شاہ صاحب ہی کے ہاتھ پر حضور نظام نے ختم قرآن شریف کیا -

سنہ ۱۲۹۵ھ مین حضرت کا مزاج ناساز ہوا - اور سید شاہ عبدالرحیم کو اپنا جانشین مقرر فرمایا - اسی سال ۶ شوال کو حضرت نے وفات پائی - اور دوسرے روز دفن ہوئے -

سنہ ۱۲۹۶ھ مین نواب سر سالارجنگ اول - نواب وقارالامرا اور دوسرے امرائے شہر خانقاہ حضرت پر تشریف لیگئے اور تعزیت ادا کی - ہر سال یوم مقررہ کو حضور نظام سر سالارجنگ سر وقارالامرا سر آسمان جاہ بہادر اور دوسرے امرا زیارت کو تشریف لیجاتے تھے اور شاہ عبدالرحیم صاحب سے بڑی دلجوئی سے برتاو کرتے تھے - حضرت کا مقبرہ مسجد اور خانقاہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے بنوائے اسموقع پر اسکا بیان بیجا نہوگا کہ حضرت حسنی اور حسینی سید ہین - اور سلطان الاولیا حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کی نسل سے ہین - اور سید شاہ عبدالرحیم بھی اسی نسل سے ہین -

سید شاہ عبدالرحیم کے تین فرزند ہین - سید شاہ عبدالحی قمیصی القادری - سید شاہ غلام نورالدین قمیصی القادری اور اور سید شاہ عبدالرزاق قمیصی القادری -

نواب محبوب یار جنگ ناظم الدولہ بہادر

نواب انتخاب جنگ بہادر

نواب انتخاب جنگ بہادر

نواب صاحب موصوف الصدر نواب صولت جنگ بہادر ثاني کے چھوٹے بھائي ہين۔وہ
سنہ ۱۲۸۱ھ کے شہر رجب کي ۲٦ وين تاريخ کو (سنہ ۱۸٦۴ء) مين تولد ہوے
تھے۔لہذا في الحال انکی عمر ۲۴ برس کي ہے۔ مدرسۂ مبارک مين وہ حضور نظام
کے ہم سبق تھے۔جسمين وہ سات برس کی عمر مين داخل ہوے اور وہين انہون نے انگريزی
-فارسی اور اردو مين تعليم حاصل کي اور سات برس کے عرصہ تک حضور نظام کي مصاحبت
مين سواری بھی سيکھي -چودہ برس کي عمر مين وہ مدرسۂ عاليہ مين داخل ہوے
- جہان انہون نے انگريزی تکميل کو پہنچائی - يہان انکے ہم سبق اور مصاحب سرسالار
جنگ ثانی اور راجہ کشن پرشاد موجودہ پيشکار اور وزيرِ افواجِ حضور نظام تھے۔جب
حضور نظام تخت نشين ہوے تو نواب صاحب نے تحصيل چھوڑدی اور انکے اسٹاف مين
شامل ہوے۔وہ انگريزی مين اچھی مہارت رکھتے ہين۔فارسي اردو انہين خوب معلوم
ہی اور عربی مين بھي ٹھيک ٹھيک دخل ہے سير وشکار مين انکا قدم بہت بڑھا ہوا ہی
کيونکہ انہون نے سواری اور نيزہ بازی مين نہايت پختہ تعليم لي ہوئي ہے۔حيدرآباد مين
وقتا فوقتا بہت سے معرکون مين انہون نے کئی ايک انعام حاصل کئے ہين۔جب ہز رايل
ہائنس ڈيوک آف کناٹ حيدرآباد تشريف لائے ہوے تھے۔تو نواب انتخاب جنگ
بہادر نے فنون سپاہ گری مين ڈيوک موصوف اور حضور نظام کے روبرو وہ وہ نيزے اور کرتب
دکھلاے کہ بڑے تجربہ کار بلکہ استادون کو حيرت مين ڈال ديا - حضور نظام نے
اس موقع پر انہين ايک نہايت قيمتي تلوار عطا فرمائي۔لارڈ ڈفرن اور دوسرے وايسراے
کي تشريف آوری کے موقعون پر بھي انکے کمال نے انکا خيال رجوع کيا تھا

اپنے بڑے بھائي کے موافق پھر صاحب بھي جاگيردار اور منصب دار ہين۔
ليکن علاوہ اسکے وہ بخشئي صرف خاص عالي غول پيدل اور صرف خاص رسالۂ بيقاعدہ
اور سپرنٹنڈنٹ سلح خانہ و پالکي خانہ بھی ہين۔نواب صاحب ان عہدون پر سنہ
۱۲۹۷ھ سے اپنے باپ مير ناظرعلي خان کے جا نشين کے طور پر مقرر ہين۔ماسواے ان
عہدون کے نواب صاحب شوال سنہ ۱۳۰۴ھ سے صيغۂ صرف خاص کے اسسٹنٹ ريونيو
سکريٹری ہين۔اس عہدے پر حضور نظام کے مخصوص فرمان سے وہ مقرر ہوے۔يہہ انکي
سمجھ اور چالاکي کا نتيجہ تھا۔ وہ شہر کے ميونسپال بورڈ کے ايک ممبر ہين۔ جسکے سنہ
۱۳۰۵ فصلی مين نايب صدر تھے

نواب صاحب بڑے عقلمند اور مہذب اور شايستہ خيالات کے آدمی ہين۔وہ
قابل اور منصف مزاج ہين۔اور اسکے کہنے کي ضرورت نہين کہ بہ سبب ان اوصاف
کے وہ شہر مين ہر دل عزيز ہين۔علي الخصوص انکی ہمدردی اور امداد مستحق اور غريب
لوگون پر مبذول رہا کرتي ھي۔وہ بڑے جفا کش اور محنتي آدمي ہين اور سستي اور عياشی
سے بڑی نفرت رکھتے ہين - انکا اورون سے برتاو بہت شفقت آميز ہی - اپنے قول کے پابند
اور امور خانگي اور امور عامہ مين بڑے راست باز ہين۔

نواب صولت جنگ بہادر ثاني

نواب صولت جنگ بہادر ثانی

نواب صاحب موصوف نواب انتخاب جنگ بہادر کے بڑے بہائی ہین - انکی ولادت ۱۲ محرم سنہ ۱۲۷۴ ھ کو ہوئی (۱۸۵۷ ء)-اب انکی عمر ۴۱ برس کي ہے اور انتخاب جنگ سے ۷ برس بڑے ہین انکے والد میر ناصر علی خان ایک جید عالم تہے-فارسی و عربی کے شاعر بہت بڑے متشرع اور نہایت منکسرالمزاج تہے-حقیقت مین انکی سادگی اور کشادہ دلی نے ان لوگون کے دلون مین جگہہ کرلي تہی-جنہین انسے نیاز حاصل تہا-اور انہین انکا دوست بنالیا تہا-اور یہی وجہ تہی کہ نواب افضل‌الدولہ بہادر مرحوم نے انہین اپنا خاص مصاحب کیا تہا-نظام مرحوم سرسالار جنگ کے درمیان تمام پوشیدہ اور ضروری معاملات انہین کے ذریعہ سے طے ہوتے تہے اور علاوہ اسکے بہت سی عزتون سے انہین سرفراز فرمایا تہا- ہرچند نظام مرحوم کا ارادہ تہا کہ انہین کوئي منصب عطا کرے لیکن ناصر علي خان نے قبول نہین کیا-چونکہ وہ خالي شہرت و عزت کو حقیر سمجہتے تہے اور بالکل عبادت خداکے لئے گوشہ نشین ہوگئے تہے اسلئے جب نواب صاحب نے بہت اصرار کیا تو انہون نے اپنے چہوٹے بہائي میر احمد علي خان کو جو دنیوی اعزاز کے خواہا تہے-خطاب دینے کي گذارش کي-اسلئے میر احمد علي خان نواب صولت جنگ بہادر کے خطاب سے ممتاز کئے گئے-مذکورۂ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صولت جنگ بہادر مرحوم کو یہ خطاب انکے بڑے بہائي میر ناصر علی خان کي وجہ سے مرحمت ہوا اور جب وہ فوت ہوئے تو انکے بہتیجے نواب صولت جنگ بہادر ثاني انکے جانشین ہوئے اور اکثر بڑے بڑے عہدون پر مامور-

نواب صاحب کا سلسلہ قریشی اور ہاشمی عربون سے ملتا ہے-انکے آبا و اجداد اورنگ زیب کے زمانہ مین ہندوستان مین آئے اور یہان کے مختلف حصون مین رہے اور اخیر مین علی عادل شاہ کے زمانہ مین بیجاپور مین جا بسے-نواب صاحب کے دادا جو چوتہی پشت مین تہے اور جنکا نام حاجي عبدالقادر خان تہا بیجاپور کے وزیر اعظم ملا احمد کے بہانجے اور داماد ہوتے تہے-اور معتبر خان کے خطاب سے ممتاز-ریاست بیجاپور مین پولٹیکل ڈیپارٹمنٹ کي اعلاي افسری انہین دیگئی تہی-جب اورنگ زیب نے بیجاپور کو فتح کیا تو معتبر خان کو اپنے ہمراہ دہلی واپس لیجاکر مذکورۂ بالا خطاب اور شاہزادۂ معظم کي اتالیقی سے معزز فرمایا-جب شہزادہ معظم اورنگ زیب کے انتقال کے بعد انکا جانشین ہوا-تو معتبر خان اسکی اجازت سے مکہ معظمہ کو حج کے لئے روانہ ہوئے اور وہان سات برس تک قیام کیا-جب وہ وہان سے ہندوستان لوٹے تو راستہ مین شاہ عالم کے موت کي خبر سنی-اسلئے وہ دہلي نہین گئے-اور دکہن ہی مین مقام کیا اس بات کا اظہار یہان بیجا اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا-کہ حیدرآباد کے وزیر اعظم سرسالار جنگ اول شیخ محمد علی کے پروتے تہے-جو خاندان عویسی ممبرون مین پہلے پہل اپنے والد عویسی ثاني کے ساتہہ ہندوستان آئے تہے-ریاست بیجاپور کے وزیر اعظم ملا احمد کي لڑکي سے شادی کي تہي-نواب صولت جنگ جاگیردار و منصب دار ہین اور سرکار حضور نظام کے فراش خانہ و چینی خانہ و شاگرد پیشہ کے (جس مین ادنیٰ و اعلیٰ شاہی خدمت گار شامل ہین) مہتمم ہین-اور صرف خاص کي بیقاعدہ فوجون کے بخشی بہي ہین-نواب کي پبلک اور پرائویٹ زندگی کے طرز سے انکی شریف خاندان کے ایک لایق ممبر ہونے کا ثبوت ملتا ہے-نواب صاحب بہت بڑے خوش اخلاق-بلند ہمت اور غریب نواز ہین-اور غریبون کے ساتہہ نہایت مہربانی سے پیش آتے ہین اور اپنے دوستون اور رشتہ دارون سے کمال کریمانہ سلوک کرتے ہین-اور انہین اپنی مقدور بہر مدد پہنچانے مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین کرتے-

نواب قادر جنگ ـ قربت یار الدولہ بہادر

نواب قادر جنگ قوت یارالدولہ بہادر

قادر جنگ ابن قوت جنگ بخارا مین یوجان کے سیدونکی اولاد سے ہین۔ اس خاندان مین سے میر حمزہ پہلے پہل ہندوستان مین وارد ہوئے خواجہ عبدالرحیم خان اور انکے جد اعلی میر احمد خان دونون مان کی طرف سے انکے جد امجد ہین۔ شاہنشاہ اورنگ زیب نے خواجہ عبدالرحیم خان کو اپنے خانگی توشہ خانے کا داروغہ مقرر کیا تہا۔ اور جب گولکندہ مفتوح ہوا تو انہین قلعہ کا خزانچی اور ملک مفتوح کا محتسب مقرر فرمایا۔ اورنگ زیب نے اس امیر کا ذکر اپنی کتاب کلمات طیبات مین کیا ہے۔ جہان وہ صفحہ ۱۲ مین یون فرماتے ہین کہ خواجہ عبدالرحیم انتقال کرگئے۔ ”وہ خداترس پابند شریعت اور بڑے دلاور تہے۔“

وقایع گولکندہ کا مصنف بیان کرتا ہے کہ خدمت احتساب اس امیر کو عطا کی گئی۔ اور پہر مصنف سیرالمتآخرین اپنی پہلی جلد مین قول مذکور کی تصدیق کرتا ہے۔ انسے پایا جاتا ہے کہ انہین خدمت احتساب شہر حیدرآباد بادشاہ عالمگیر نے عطا کی تہی۔ تاکہ عادات و اطوار و رواج کفار و مشرکین کے جو عوام الناس مین عبدالحسین نے پہیلا دئیے تہے نیست و نابود کردین۔ شراب خانے بند کرادین یا توڑ ڈالین اور انکے عوض مسجدین تعمیر کرائین۔

تزک جہانگیر جلد دوم باب ۱۹ صفحہ ۲۰۴ مین حضرت باقی باللہ کا جو اس زمانے کے ایک مشہور ولی اور قادر جنگ کی والدہ کی جانب سے جد تہے۔ ذکر کرتے ہوے مصنف کہتا ہے کہ اعلی حضرت شہنشاہ شاہ جہان اور شیخ باقی باللہ جانشین شاہ تاج الدین صاحب میدان جنگ مین ساتہہ کہڑے ہوے تہے۔ ان واقعات کا ذکر صاحب سیرالمتآخرین نے بہی اپنی دوسری جلد مین کیا ہے جہان وہ عبدالغنی ابن عبدالرحیم کی وفاداری کا ذکر کرتے ہین کہ انہون نے مشہور وزیر سید عبداللہ خان قطب الملک کے ساتہہ اسکی سازشون کی بابت مقابلہ کیا تہا جو اسنے سنہ ۱۱۲۳ ھ مین شاہنشاہ کی مخالفت مین کی تہین۔

صاحب سیرالمتاخرین بیان کرتا ہے کہ میر احمد خان ثانی کاشمیر کے حاکم مقرر کئے گئے۔ اور قران السعدین مین لکہا ہے کہ میر احمد خان حکومت برہان پور مین شاہزادہ بیداربخت کی طرفسے وکیل تہے۔ لہذا جبکہ سلطنت مغلیہ کا قیام تہا تو قادر جنگ کے آبا و اجداد کا شمار سلطنت کے بڑے بڑے امرا اور افسر مین تہا۔ اسکا ثبوت مذکور تصنیفات سے اور دوسری تاریخون سے ہوسکتا ہے۔

قادر جنگ کے خاندان نے عہد آصف جاہ مین دکہن کی طرف مراجعت کی۔ اور انکے ایک جد امجد میر ابو فقیر خان بقول صاحب تزک سنہ ۱۱۶۷ ھجری مین حیدر یار خان شیر جنگ کی معزولی پر دیوان مقرر کئے گئے تہے۔ صاحب حدیقۃ العالم بہی بیان کرتا ہے کہ ابتداے سنہ ۱۱۶۷ ھجری مین میر ابو فقیر خان بہادر حیدر یار خان شیر جنگ کے معزول کئے جانے پر دیوان بنائے گئے تہے۔

معاصرالامرا مین لکہا ہے کہ میر عبدالمنان خان جبکہ دکہن مین آئے تو عرصہ قلیل تک نظام الملک آصف جاہ کے خانگی امورات انکی تحویل مین دئیے گئے تہے۔ اور اسکے بعد وہ عزلت نشین ہوے۔ انکے بڑے فرزند معتمدالدولہ سردار جنگ عہد حکومت صلابت جنگ مین وزیر بنائے گئے تہے۔ وہ سنہ ۱۱۸۸ ھ مین وفات کرگئے۔ انکا مقبرہ میر جملہ کے تالاب مین ابتک موجود ہے۔

قادر جنگ میر فیض الدین علی خان کے داماد ہین۔ یہہ میر فیض الدین غازی الدین خان فیروز جنگ ابن آصف جاہ کے پوتے تہے۔ ولی فیض الدین علی خان وزیرالممالک۔ عمادالملک ابن غازی الدین خان فیروز جنگ ابن آصف جاہ کے پوتے تہے۔

قادر جنگ اپنے چچا میر عبدالسلام خان کے زیر سایہ پرورش پاے۔ یہہ عبدالسلام خان میر محمد علی خان حسام جنگ صارم الدولہ ابن میر عبدالسلام خان وزیر اعظم صلابت جنگ کے فرزند تہے۔ میر عبدالسلام خان وزیر اعظم صلابت جنگ عمدۃالملک (موسیور بوسی) کے ہاتہہ سے اس جنگ مین مارے گئے جسمین حیدر جنگ کی بہی جان گئی۔ اس شہید کی قبر اورنگ آباد مین موجود ہے۔

قادر جنگ نے پبلک لائف کے اندر سنہ ۱۲۶۸ مین قدم رکہا۔ یہہ زمانہ نواب ناصرالدولہ کا تہا۔ جنہون نے انہین جاگیر و منصب عطا فرمایا۔ ہز ہائنس افضل الدولہ نے سنہ ۱۲۷۸ ھ مین انہین تعلق مدرل اور عمبر پیٹ کا چارج دیا۔

سنہ ۱۲۸۶ مین انہین پولس کے انسپکٹر جنرل کا عہدہ دیا گیا۔ بعد ازآن آدیٹر جنرل۔ (محاسب اعلی)۔ سکریٹری گورنمنٹ ایریگیولر ٹروپس۔ ناظم مداخل صرف خاص۔ رکن رونیو بورڈ صرف خاص۔ اکاؤنٹنٹ جنرل صرف خاص۔ صدر تعلقدار صرف خاص۔ سکریٹری گورنمنٹ لوکل فنڈ و آب رسانی ہوے۔ وہ فی الحال صوبیدار بیدر ہین۔

ملک کی جو جو عمدہ اور نازک خدمتین انہون نے بجائی ہین انہین سرسالار جنگ اول نے بہت پسند فرمایا تہا۔

انکے آبا و اجداد مین دو فرد میر ابو فقیر خان معتمدالدولہ سردار جنگ اور شاہ نواز خان صمصام الدولہ صمصام الملک ایسے ہوے ہین کہ جنہین خدمت وزارت کا اعزاز بہی حاصل ہوچکا ہے۔

تمام مغلیہ سلطنت مین اس خاندان کے آبا و اجداد خدمات اعلی و معتبر پر ممتاز رہے ہوے ہین۔

متراي راجہ رامیسر راو اول

متوفي راجه راميسر راو بهيري بلونت بهادر
رئيس ونپرتي

متوفي راجه راميسر راو ۲۹ سپٹمبر سنه ۱۸۲۱ع مين ونپرتي سے آٹھه ميل کے فاصله پر رنگاپور گاؤن مين تولد ہوے تهے—بالکل طفلي مين يعني ابهي اکيسوين دن کي کريا ہونے نه پائي تهي که اسوقت کے راجه ونپرتي راجه رام کرشنا کان نے انہين متبنيٰ کرليا—اور سنه ۱۸۲۲ع مين سرکار سے خلعت عطا کيا گيا—انکے رضائي باپ کے انتقال کے بعد انہين راجه متوفي کي رانيون راماما اور نوچراما نے پرورش کيا—ليکن انکا بهي سنه ۱۸۲۳ اور سنه ۱۸۳۵ع مين يکے بعد ديگرے انتقال ہوگيا—زبان تلنگو اور فارسي مين انکو بہت اچهي تعليم دي گئي تهي—اور سنه ۱۸۳۵ع مين جبکه انکي عمر صرف ۱۴ سال کي تهي—انہون نے اپني رياست کي باگ اپنے ہاتهه مين لي—شروع شروع مين انکے کارپرداز کچهه کچهه اندهير کرنے لگے تهے—ليکن تهوڑے ہي عرصه کے بعد انہون نے اپني ذاتي جوہر امور رياست مين دکہلاے اور پهر سے کام صلح و آشتي اور عمدگي سے چلنے لگا—

رفته رفته راميسر راو نے خانگي طور پر انگريزي کي تعليم شروع کي اور چند روز مين لکهنے پڑهنے مين لياقت بہم پہنچائي—وہ سات زبانون مين مہارت رکهتے تهے—چنانچه فارسي—عربي—تيلوگو—کناري—تامل—مراٹهي—اور اردو اسطرح سے پهر اسي خاندان کے است بهاشا بهاري گوپالراو کے گويا پيرو تهے—وہ بڑي فصيح اور روان گفتگو کرتے تهے—انہين يوروپين لباس کا بڑا شوق تها اور ہميشه وہي پہنتے تهے—مغربي خيالات و اطوار کي طرف راغب رہتے تهے—اور اسي سبب سے انہون نے رزيڈنسي کے کئي ايک يوروپين افسرون سے گهري دوستي پيدا کي تهي—اور بڑي آزادي سے يوروپين سوسائٹي مين آمد و رفت رکهتے تهے—

خطاب بلونت حضور نظام نے انہين سنه ۱۸۴۳ع مين عطا فرمايا—سنه ۱۸۴۷ع مين وہ ملک ميسور مين جاترا کو گئے اور واپس آے تو شري رنگاپور مين قديم وشنو کے ديول کے بہتر انتظام کے لئے وہين کا طريقه قايم کيا—

سنه ۱۸۴۹ع مين حيدرآباد کے عرب جو ايک بہت شرير گروہ ہے—فساد پر آمادہ ہوے اور راجه سے اپنا موہوم قرض مانگنے لگے—اور چونکه پهر نہين ديسکتے تهے انہين پکڑ کر قيد کرليا اسوقت گورنمنٹ بهي کچهه متزلزل سي ہونے کے باعث انکي عرضي پر که جو انہون نے مدد کے لئے کي تهي خيال نہين ديا گيا—لہٰذا انہون نے زمين کے نيچے سے ايک سرنگ چاليس رار لمبي کهود کر تيار کي اور اس راہ سے نوين ڈسمبر سنه ۱۸۴۹ع کو بهاگ نکلے—

سنه ۱۸۵۲ع مين انہون نے گوپال پيٹه پر حمله کرکے اسے اپنے قبضه مين ليا اور دو سال تک اپنے تصرف مين رکها—انہون نے اپني رياست مين سنه ۱۸۵۰ع مين ايک دولت نہايت عمده طريقه پر قايم کي—سنه ۱۸۵۸ع مين انہون نے راجه وينکٹ آپا نايک بلوائي کو جسنے غدر کے وقت شرارت کي تهي—پکڑا جسکے لئے انہين ايک ڈبل بارل بندوق—ايک تلوار اور ايک ريوالور انعام مين ملا—ان دنون مين يهه بڑے جوانمرد سپاہي تهے اور بہت سي جنگون مين فتحياب ہوے تهے—اور چونکه انہون نے بہت سے چهوٹے چهوٹے رئيسون کو شکست دي تهي اسلئے انکو سنه ۱۸۵۸ع مين ضلعدار بنايا گيا تاکه باغيون اور بلوائيون کو گرفتار کرين اور اس اختيار کے ملنے سے مرقومة الذيل واقعات وقوع مين آے—اول مودينا ناگاپا کا محاصرہ کيا جو ايک زبردست رئيس اس جاے کا باغي تها—اکتوبر سنه ۱۸۵۸ع مين بهاگ گيا تها—ليکن بعد مين پکڑا گيا—اور سنه ۱۸۶۰ع مين ايک لڑائي کے اندر مارا گيا—دوسرا سنه ۱۸۵۹ع کے جولائي کي دوسري تاريخ کو قلعه لوکائي پلي کو سرنگ لگاکر اوڑا ديا—تيسرا جنگ الور جسمين کئي ايک باغي قيد کئے گئے دوسري سپٹمبر سنه ۱۸۵۹ع—چوتها قلعه راجاپور ليکر مسمار کرديا گيا اور زميندار کو چوبيسوين اکتوبر سنه ۱۸۵۹ع کو پکڑا پانچوان ستائيسوين اکتوبر سنه ۱۸۵۹ع کو جنگ ادکي روہيلون کے مقابله مين اور کئي ايک ايسے ہي واقعات—راميسر راو نے پهر دو رسالے تيار کئے جنہين حبشي رساله اور ونپرتي نيزہ باز کہتے ہين—يهه رسالے انہون نے حضور نظام کو دئے جو ابتک موجود ہين—اور حضور نظام سے انہين تنخواہ ملتي ہے—رساله حبشي حضور کا باڈي گارڈ ہے—

راميسر راو پہلے ہي شخص تهے جنہون نے سلطنت حيدرآباد مين رونيو سروے اور سلطنت ہندوستان کے دوسرے حصص کے طريقه پر جاري کيا—سنه ۱۸۶۱ع مين انکي رياست کي سروے لي گئي—اور دوسرے ہي سال قايم محصول زميندار مقرر کيا گيا—

راجہ صاحب نہ صرف جنگی طبیعت رکھتے تھے بلکہ جنگ میں ہمیشہ آگے رہتے تھے-اور اسی خاصہ اور وفاداری کے سبب سے انہوں نے برٹش گورنمنٹ سے جنگ کریمیا میں شامل ہونیکی اجازت چاہی تھی-اور نیز جنگ برما میں بھی-بعد ازآن ہندوستان کے غدر کے وقت بھی انگلش گرونمنٹ کي طرف کے نیک نیتی کے آثر دکھلائے اور فساد فرو کرنیکے لئے لشکری مدد دینا چاہا - گورنمنٹ نے بذریعہ اپنے سکریٹری کے ہز ہائنس کے خطاب سے مخاطب کرکے حسب ذیل جواب دیا-"میں نے آپ کا خط جسمین آپنے فساد فرو کرنیکے لئے لشکری مدد دینے کي درخواست کی تھی رائٹ آنربل گرونر جنرل ان کاؤنسل کے روبرو پیش کیا - اور مجھے ہدایت ہوی ہے کہ آپکو جوابًا اطلاع دوں کہ گرونر صاحب موصوف کو یقین ہے کہ آپکے سپاہ اگر میدان جنگ میں طلب کئے جاتے تو ضرور عمدہ خدمت دینگے - لیکن چونکہ دہلی واپس لے لي گئی ہے اور ہرطرف باغیوں کو سزا دینے کا معقول بندوبست ہوچکا ہے - اسلئے آپکے سپاہ کي مدد لینا في الحال لاحاصل ہے- مگر تاہم گورنر جنرل ان کاؤنسل مجھے ہدایت کرتے ہین کہ مین آپکو جتلاؤن کے گورنمنٹ آپکی شکر گزار ہے اور آپکے وفاداری اور دوستي کے خیالات پر اپنا اطمینان ظاہر کرتي ہے-سنہ ۱۸۶۲ع مین انہین وایسرائے و گورنر جنرل کي جانب سے ایک تلوار ایک بندوق اور ایک تپنچہ معہ ایک خط توصیف کے روانہ کئے گئے-جب غدر فرو کردیا گیا تو سر سالار جنگ اول کے سخت قواعد اور ضلعداروں کي اور راجہ رامیسر راو سپہ سالار فوج نظام کي کوششہائے بلیغ سے سنہ ۱۸۵۸ع مین صلح و امن قایم ہوا-

سنہ ۱۸۶۴ع مین رامیسر راو رسالے کے انسپکٹر مقرر ہوے اور سنہ ۱۸۶۶ع مین حضور نظام کي باقاعدہ فوج کے انسپکٹر جنرل قرار دے گئے-راجہ رامیسر راو اپنے دوستون مین سر رچرڈ ٹمپل لفٹننٹ گورنر - بنگالہ کو بھی شمار کرتے ہین جنہون نے سنہ ۱۸۷۷ع مین بماعث دوستی کے بندپتي مین آکر انسے ملاقات کي تھی-

رامیسر راو طبیعت کے سخی اور حق پرست تھے-اور خوش مزاجی اور ملنساری اونکے مزاج مین پڑی ہوی تھی-وہ بہت قابل اور لایق منتظم معاملات تھے-لیکن انکی عمر کا بہت بڑا حصہ جنگي معاملات مین بسر ہوا-حق تو یہہ ہے کہ لشکری لباس انکا خاص لباس ہوگیاتھا کیونکہ انہین اپني خدمت کا بڑا لحاظ تھا-سنہ ۱۸۶۶ع کے اکتوبر کي چوتھي تاریخ کو راجہ صاحب نے پیدا گودم گاؤن مین جو ونپرتي سے چھہ میل کے فاصلہ پر ہے ۴۵ سال کي عمر مین انتقال کیا - مرتے دم تک وہ حضور نظام کے ایک فوجي افسر تھے-

راجہ رامیسر راو ثانی

راجہ ونایک راو بہادر

راجہ وتہل سندر پرتاب ونت راجہ بہادر

راجہ ونایک راو کے جد اعلی

راجہ وتہل سندر پرتاب ونت راجہ بہادر ایک زمانہ مین حیدرآباد کے وزیر اعظم تھے—نواب نظام الملک والی عہد انکی بڑی قدر کرتے تھے—انہون نے اپنے آپکو نہ صرف اہل شمشیر بلکہ اہل قلم بھی ثابت کردکھایا—راجہ کے پیش خدمتون مین سے ایک شخص جانوجی بہوسلے رگوناتھہ راو سے خفیہ مراسلات رکھتا تھا—اور انہون نے ٹھہرا لیا کہ راجہ کو ترغیب دلاکر حضور نظام سے اورنگ آباد کے لشکر گاہ مین فوجون کو قیام دلانے کی اجازت حاصل کرنیکی کوشش کرین بہ سبب اسکے کہ اورنگ آباد قلمرو نظام کی سرحد پر واقع ہی—فوج کا ایک حصہ راجہ کے زیر کمانڈ چھوڑا اور حضور نظام دریاے گوداوری پار کرکے اورنگ آباد کی طرف بڑھے—جانوجی بہوسلے نے یہہ بات اٹھائی کہ سپاہ اپنی باقی تنخواہ کے لئے چلاتے ہین اور برسر فساد آمادہ ہین—اسنے یہہ حیلہ اسواسطے پیش کیا کہ راجہ کے لشکر کو جدا کردے—اسمین وہ کامیاب ہوا اور چالیس میل کے فاصلہ پر ڈیرا دیا—دشمن کے لشکر نے جو انسے کثیرالتعداد تھا راجہ کے لشکر کو اچانک آگھیرا—ایسے وقت پر راجہ صاحب نے اپنی سرداری کے ہنر کو ثابت کر دکھایا—وہ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے اور آخرش انکو شکست دیکر فتح نمایان حاصل کی—رگوناتھہ راو بلوائی راجہ کے عتاب سے بمشکل بچ نکلا—وہ ایک ہاتھی پر سوار تھا اور راجہ نے چاہا کہ اسکے ہودے کی رسی کو کاٹکر اسکو قتل کرے لیکن کسی نے کہا کہ رگوناتھہ میدان جنگ مین اور جاے پر ہے اور جو شخص کہ ہودے مین ہی وہ ایک برہمن ہے—اس حیلہ سے رگوناتھہ راو کی جان بچی—

مگر راجہ اپنی فتح کے بعد بہت نہ جئے—مراد خان نامی ایک شخص انکا کٹا دشمن تھا—جسنے ایک چوکیدار کو ورغلایا کہ انپر فیر کرے—اسنے ویسا ہی کیا اور راجہ کو مارڈالا صاحب رشید الدین خانی کہتا ہے کہ راجہ کے مرنیسے افواج مسلمانان کو بڑا نقصان پہنچا—صاحب حدیقہ عالم اسکا تذکرہ حسب ذیل کرتا ہی—راجہ کے مرتے ہی مسلمانون کی فوج کے پاؤن اُکھڑے—جو فتح حاصل کی گئی تھی وہ شکست شمار کی گئی اور دشمن جو شکست پاکر پسپا ہوگئے تھے اور بھاگنے کا ارادہ کرتے تھے پھر آے اور مسلمان لشکر پر چارون طرفسے حملہ آور ہوے—اور نتیجہ یہہ ہوا کہ بہت سے سپاہ شہید ہوے—بعض تہ تیغ کئے گئے اور بعض دریاے گوداوری مین ڈبادے گئے—اسطرح سے لشکر ایک سخت آفت مین مبتلا ہوگیا—جب ہز ہائینس نے راجہ کے مرنے کی خبر سنی تو انہون نے بذات خود معمولی رسم تعزیت ادا کئے—انہون نے مراد خان کو قلعہ گولکنڈہ مین راجہ کے قتل کے جرم پر قید کرایا اور بعد تحقیقات وہ گردن مارا گیا—

راجہ کے فرزند چمنا راو پرتاب ونت اپنے باپ کی جاے پر وارث ہوے—اور گورنمنٹ نے انپر اپنی عنایت مبذول فرمائی—انکو ایک پرسنل جاگیر عطا کی گئی جسکا محاصل ۳۵۰۰۰ روپیہ تھا—اور دوسری جاگیر فوج کے اخراجات کے لئے مرحمت کی کہ جسکا محاصل ۱۴--۱۱۸۷۵۲ تھا—انہین خطاب پرتاب ونت بھی عطا کیا گیا—وہ بھی اپنے باپ کی موافق امور سلطنت مین اپنی زندگی بھر حضور نظام کے مشیر و معتمد رہے—انکا انتقال سنہ ۱۲۲۰ ھ مین ہوا—

راجہ وِتہلداس فرزند راجہ چمنا راو اپنے باپ کی جاگیرون کے کل محاصل پر متصرف رہے—وہ بھی تاحین حیات گورنمنٹ کے معتمد رہے—انکا انتقال سنہ ۱۲۳۴ھ مین ہوا—انکے بعد راجہ گنیش راو خاندانی املاک پر متصرف ہوئے—انہین پیشکاری کا عہدہ دیاگیا—اور ایک سرپیچ زمرد سے مرصع اور سو اشرفی اور بیس ہزار روپیہ نقد اونکو عطا کئے گئے—انکے خاص ذاتی اعزاز کے لئے انہین حسب ذیل فوج کی خدمت سپرد کی گئی کہ وہ ہمیشہ انکے زیر احکام رہین—یک سو پیدل ۲۰ چوبدار ۲۰ خدمتگار ۱۰ منصب دار ۴ ہاتھی—اور کئی ایک شاگرد پیشہ لوگ—عمیز الملک کی حویلی انکے رہنے کے لئے دی گئی—اور راجہ شمبو پرشاد کو اختیار دیا گیا کہ انہین بیس ہزار روپیہ اخراجات کے لئے دئے جائین—سنہ ۱۲۶۵ ھ مین انکو چھہ گاؤن فوج کی پرورش کے لئے دئے گئے—اور بعد ازان انکو اختیار دیا گیا کہ سپاہ کی بھرتی اور خارجی انکی خوشی پر موقوف رہے—وہ ایک وقت مین حیدرآباد کے وزیر اعظم تھے—اور نواب سراج الملک کی وزارت کے ایام مین وکیل بھی تھے—

راجہ گنیش راو کے انتقال کے بعد جو سنہ ۱۲۹۲ ھ مین ہوا—راجہ ونایک راو انکے جانشین ہوے اور خاندانی املاک و جاگیرات پر فی الحال متصرف ہین—حسب روبکار مدارالمہام نمبر ۶۱۹ انکا نام بھی مستثنی جاگیردارون کی فہرست مین داخل کیا گیا اور انہین اپنی جاگیرون پر دیوانی و فوجداری اختیارات دے گئے—راجہ ۲۵ ذی القعدہ سنہ ۱۲۷۸ ھ (۲۵ مئی سنہ ۱۸۶۲ع) ضلعہ احمد نگر کے کوتول قصبہ مین تولد ہوے تھے—انہون نے حیدرآباد کے مدرسہ عالیہ مین تعلیم پائی ہے—اور انکو انگریزی اور فارسی اور مرتھی کے پانچوین درجہ تک کی تحصیل ہے—سنہ ۱۸۷۶ع مین انکے باپ کے انتقال کرجانسے انہین مسند نشین کیا گیا—اور اپنے باپ کے مطابق وہ بھی وہی منصب و جاگیر کے محاصل کا استفادہ لے رہے ہین—انہون نے اپنے دماغ کو سیر و سیاحت سے پختہ کیا ہے—وہ بنارس—گیا—دوارکا—رامیشر اور اور مقامون پر جاترا کو جا چکے ہین—ضلعہ اورنگ آباد مین پیمپری اور جہری اور ضلعۂ برہانی مین دوسری اس نام کی انکی جاگیرین ہین جہان وہ بذات خود جاکر تمام دیوانی اور فوجداری مقدمون کی تحقیقات کرتے ہین—راجہ ابھی جوان آدمی ہین—اور تعجب نہین کہ تاریخ حیدرآباد مین یہہ بھی اپنے آبا و اجداد کے موافق آئندہ نامبری اور شہرت حاصل کرین—

اب بی۔ اے کی کلاس میں رہکر گریجوایٹ ہونے کے خواہشمند ہیں۔ یہ امتحان انکے خاندان میں آج تک کسی نے پاس نہیں کیا تھا۔ یہ پہلے ہی صاحب ہونگے۔

ان راجہ نے ہندوستان کے اکثر حصص میں سیر و سیاحت کی ہے۔ سنہ ۱۸۹۳ میں یہ تبدیل آب و ہوا کے لئے مہابلیشور گئے ہوئے تھے جہاں لارڈ ہارس۔ ہز ہائینس آغا خان۔ کمانڈر انچیف۔ مہاراجہ کولاپور۔ اور راجہ جمکھنڈی سے ملاقات کی۔ مہابلیشور پر یہ راجہ میراج کے مہمان تھے۔

سنہ ۱۳۱۱ ھ میں حضور نظام نے انہیں راجہ بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اور اسی سال انہیں سرشتہ داری کے منصب سے معزز و ممتاز کیا گیا۔ وہ ایک تعلیم یافتہ مہذب مستعد اور انسان دوست جنٹلمین ہیں۔ انہوں نے کایستھوں کے لئے ایک سوسائٹی مسمی "بہ کایستھہ ینگ مین امپروومنٹ سوسائٹی" قائم کی ہے جسکے وہ خود پریسیڈنٹ ہیں۔ وہ ایک فصیح اللسان مقرر اور عمدہ لکچرار ہیں۔ اور کئی پبلک جلسوں میں صدارت کا عزو شرف حاصل کرچکے ہیں۔ سنہ ۱۸۹۶ ع میں انہیں شہر کی میونسپالٹی کا اور نیز لنگرخانہ کی اسکیم سوسائٹی کا ممبر بنایا گیا۔ بچپن سے راجہ صاحب بڑے پابند مذہب ہیں اور تیرتھہ کے لئے جگنناتھہ۔ سرینگم۔ تنجاپور اور دوسرے مذہبی مقامات کو جاچکے ہیں۔

راجہ لکھمی چند

راجہ اندر کرن بہادر آصف جاہی

راجہ اندر کرن بہادر آصف جاہی راجہ راجمان مہاراج آصف نوازونت مرلی منوہر بہادر کے فرزند ہیں۔ انکی ولادت سنہ ۱۸۷۴ میں ہوئی۔ بچپن ہی سے وہ تحصیل علم کے کمال آرزومند تھے جب وہ بارہ برس کے ہوئے تو مدرسہ اعزہ میں انہیں داخل کیا گیا۔ جہاں انہوں نے اچھی ترقی کی۔ چار برس کے بعد مدراس یونیورسٹی کا مٹریکیولیشن امتحان کامیابی کے ساتھہ پاس کیا۔ جب سے وہ کالج میں داخل ہوئے وہاں کے پروفیسر ہمیشہ انکی ذاتی لیاقت انکی مستعدی اور انکی زود فہمی کی تعریف کررہے ہیں۔

سنہ ۱۸۸۸ میں وہ اپنے والد کے ہمراہ نیلگری گئے ہوئے تھے تو وہاں انکے والد کی درخواست سے لارڈ کونیمارا نے جو اسوقت مدراس کے گورنر تھے کئی مضامین میں انکا امتحان کیا۔ اور انکے جیامٹری کے جوابات سے ایسے خوش ہوئے کہ انہیں عالم ریاضی کہنے لگے۔ مٹریکیولیشن امتحان پاس کرنے کے بعد وہ نظام کالج میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱۸۹۶ ع میں جب انہوں نے مدراس یونیورسٹی کا ایف۔ اے۔ کا امتحان پاس کیا تو حضور نظام نے انہیں انکی کامیابی کی مبارک باد دی۔ یہ نوجوان راجہ

راجہ اندر کرن بہادر آصف جاہی

خاندان

نواب حسین دوست خان ارادت جنگ سالارالدولہ سالارالملک بہادر

نواب غلام جیلانی خان بہادر اور نواب خلیل اللہ خان بہادر نواب حسین دوست خان ارادت جنگ سالارالدولہ سالارالملک کی اولاد میں ہیں — اور نواب حسین دوست نواب محمد اسلم خان بہادر کی اولاد میں ہیں — پہر صاحب یعنی محمد اسلم خان بہادر ایک شاعر تہے اور شایان تخلص کرتے تہے — پہر صاحب ایک جانب سے حضرت جعفر طیار اور دوسری جانب سے سادات بنی فاطمہ کے نسل سے تہے — نواب اسلم خان کے بیٹے کا نام نواب حسین دوست خان تہا جو ایک وقت پر سراج الدولہ والا جاہ کے زمانہ میں ملازم گورنمنٹ مدراس تہے — اس وقت انہیں خطاب خان بہادر ملا تہا — نواب حسین دوست خان اس خاندان کے پہلے ہی شخص ہیں جو حیدرآباد کو آئے — یہاں راجہ چندولال مدارالمہام نے انکی بڑی تعظیم و تکریم کی — چونکہ صاحب موصوف نہایت تربیت یافتہ آدمی تہے — اسلئے انکو تعلقداری کی جاہ ان اضلاع پر دی گئی کہ جسکا محصول سالانہ پچاس لاکہہ روپیہ وصول ہوتا تہا — جسمیں فی سیکڑا ساڑہے بارہ روپیہ خاص انہیں حاصل ہوتے تہے — حضور نظام کے روبرو پیش کئے جانیپر انہیں ارادت جنگ سالارالدولہ سالارالملک کا خطاب — اور پنجہزاری منصب عطا ہوا — علاوہ اسکے جاگیریں معہ اعزاز لاحمر دی گئیں جنکی سالانہ آمدنی ایک لاکہہ سے زیادہ ہی —

نواب غلام جیلانی خان جنکی تصویر یہان شایع کی

گئی ہے - نواب سالارالملک کے پرتے ہین - انکے والدا اعتزاد جنگ نے نواب سالارالملک کے انتقال کے بعد اپنے بہائی نواب شیر افگن جنگ سے محاصل تعلقداری مین شمولیت رکھی جسکے کارہائی مفوضہ دونون کیا کرتے تہے - نواب حسین دوست خان کے اِن فرزندونکے انتقال کے بعد اجارے کا طریقہ موقوف کردیا گیا - لیکن جاگیرین جو دی گئی تہین وہ انکے قبض و تصرف مین رہین - نوا غلام جیلانی خان اور نواب خلیل اللہ خان کو - جنکے فوٹوگراف ہم یہان شایع کرتے ہین - داعیہ ہی کہ وہ حضور نظام کی مملکت کے قدیم جاگیر دارون سے ہین - ان نوجوانون کو اس بات کا فخر ہی کہ وہ ایک نہایت معزز خاندان سے ہین - مثلاً نواب شیر افگن جنگ کو جو نواب غلام جیلانی کے چچا ہوتے ہین اور نواب خلیل اللہ خان کے دادا - حضور نظام سرحد مملکت پر کمانڈر اِن چیف مدراس کے استقبال کے لئے روانہ کیا کرتے تہے - جبکہ انکا سالانہ دورا سکندرآباد کو ہوا کرتا تہا - اُن دنون مین ریلوے کا وجود دکن مین بالکل نہ تہا - جنگ برگور وکولاس مین جو فتحین نصیب ہوئین انسے بہی انکی شہرت بڑھہ گئی - نواب شیر افگن خان بہادر کے فرزند نواب اعظم جنگ جو نواب خلیل اللہ خان کے والد ہوتے ہین - اُنکی شادی قاضی القضات حیدرآباد کے خاندان مین ہونسے اس خاندان کی شہرت و عزت اور بڑہ گئی - اس خاندان کے اراکین خاص سیدون کے ساتہہ شادی بیاہ کا رواج رکہتے ہین اور اور کسی کے ساتہہ نہین - نواب غلام جیلانی خان ورزش کے نہایت شوقین ہین - اور گولی خوب مارتے ہین - ملکۂ معظمہ کی جوبلی کے موقع پر سنہ ۱۸۸۷ ع مین انہون نے سفر یورپ کیا -

ماسوا اسکے انہون نے مکۂ معظمہ کا حج اور مدینہ شریف کی زیارت بہی کی ہی - نواب خلیل اللہ خان کی طبیعت حصول علم کی طرف راغب ہے - ملک کے عمدہ عمدہ مدرسون مین انہون نے تعلیم پائی ہے - انہون نے بورڈ آف رونیو مین بطور اتاچی کے کام کیا ہے اور فی الحال گورنمنٹ ملازمتکے لئے خود کو لایق بنا رہے ہین اور بالکل یہی انکی املاک کی آمدنی پر تکیہ کرنا نہین چاہتے

نواب میر نثار حسین خان بہادر

نواب میر نثار حسین خان بہادر

میر غلام حیدر خان ممتاز جنگ اعتصام الدولہ اعتصام الملک بہادر جو نواب میر نثار حسین خان کے ایک مورث اعلیٰ تھے۔ سنہ ۱۱۲۳ ھجریہ مین تولد ہوے تھے۔ انہون نے دولت آباد سے ہجرت کرکے اورنگ آباد مین قیام کیا۔ اور اس جائے پر قاضی شیخ الاسلام خان کے ہاتھہ پر تربیت پائی۔ حضور نظام نے انکی لیاقت سے خوش ہوکر انہین قلمدان مراسلت سپرد کیا۔ اور ساتھہ ہی ایک جاگیر عطا کی اور ماہانہ پانسو روپیہ کا وظیفہ مقرر کردیا۔ سنہ ۱۱۸۹ ھجریہ مین انہین ہزاری منصب ایک ہزار سوار کی سرداری۔ ایک جھنڈا۔ اور خطاب خان بہادر عطا کیا گیا۔ سنہ ۱۱۹۶ ھجریہ مین دو ہزاری منصب نقارہ اور خطاب ممتاز جنگ پایا۔ اور سنہ ۱۱۹۷ ھجریہ مین منصب پنج ہزاری۔ اور تین ہزار سوارونکی سرداری دی گئی۔ اِسی سال مین خطاب اعتصام الدولہ اور جھالردار پالکی عطا ہوئی۔ انکے ذاتی املاک کی آمدنی اسوقت پچیس ہزار تھی۔

میر محمد علی خان بہادر حیدریار جنگ رشید الدولہ فرزند میر غلام حیدر خان سنہ ۱۱۸۵ ھجریہ مین تولد ہوے تھے۔ حضرت مغفرت منزل نے بہ سفارش نواب میر غلام حیدر خان بہادر اعتصام الملک انہین ضلع کندرپور اور بیجاپور کے مراسلہ نگار اور اخبار نویس کا عہدہ عطا فرمایا۔

میر اسماعیل علی خان بہادر حیدر یار جنگ رشید الدولہ رشید الملک بہادر فرزند میر محمد علی خان بہادر رشید الدولہ سنہ ۱۲۱۲ ھ مین پیدا ہوے تھے۔ انہون نے خطابات حیدریار جنگ و رشید الدولہ دونون ایک ہی دن پائے۔ اور سنہ ۱۲۵۶ ھ مین۔ خطاب رشید الملک ہفت ہزاری منصب اور پانچ ہزار سوارون پر سرداری اور نقارہ انہین دیا گیا۔ وہ نہایت چالاک طبیعت کے آدمی تھے اور بارہا حضور نظام نے انہین بخششین عطا کی ہین۔ ایک دفعہ جبکہ سراج الملک نے استعفا دیا تو انہون نے مدارالمہامی کے کام کو بھی نو مہینے تک بخوبی انجام دیا۔ جسمین نواب سیف جنگ انہین معاونت دیتے تھے۔ انہون نے سنہ ۱۲۶۷ ھ مین انتقال کیا۔

نواب میر نثار حسین خان بہادر فرزند میر اسماعیل رشید الملک ۲۴ ذیعقد سنہ ۱۲۵۶ ھ مین تولد ہوے تھے۔ سنہ ۱۲۸۲ ھ مین انہین تیسرے درجہ کے تعلقدار کی جائے دی گئی۔ اور عرصہٴ قلیل کے بعد مستقل تعلقدار درجہٴ دویم مقرر ہوے۔

اپنے بھائیون کے انتقال کے سبب جبکہ انہون نے اپنی خدمت سے علٰحدگی اختیار کی۔ تو انہین ۴۰۰ روپیہ وظیفہٴ ماہانہ دیا گیا۔ علاوہ اسکے ذاتی اور آبائی املاک کی آمدنی کا بھی حظ اٹھاتے ہین۔ انکے چار بیٹے میر غلام حیدر۔ میر عسکری۔ میر محمد تقی اور میر عابد علی اور دو بیٹیان ہین۔ انکے بڑے بیٹے میر غلام حیدر فی الحال لوکل فنڈ کے مینیجر ہین۔

نواب سرورالملک بہادر

نواب سرور جنگ بہادر

نواب آغا میرزا بیگ خان سرور جنگ سرورالدولہ سرورالملک اصل میں چغتائی مغول ہیں۔ اور دہلی کے ایک نہایت معزز خاندان کے ممبر۔ شاہی خاندان سے بوجہ ازدواج و ہمقومی کے انکا رشتہ ہوگیا ہے۔ نواب کے آبا و اجداد سلاطین دہلی کے زمانہ میں اور نیز اسکے بعد انگریزی گورنمنٹ کے ماتحت اعلی عہدوں پر مامور تھے۔ ان میں سے ایک اشرف الدولہ میرزا اشرف بیگ خان نامی ہیں جنھوں نے کوئل کی لڑائی میں لارڈ لیک کو مدد دی تھی۔ اور انکے دوسرے بزرگ جوادالدولہ میرزا فضل بیگ خان نے راجہ رام موہن رائے کو وکالتاً انگلنڈ کو روانہ کیا تھا تاکہ وہان کی پارلیمینٹ میں شہنشاہ دہلی کی تکالیف کا تذکرہ کریں۔

آغا میرزا بیگ سنہ ۱۸۴۹ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ہنوز وہ بہت کم سن تھے کہ انکے والد کا انتقال ہوگیا۔ اُنکے چچا میرزا عباس بیگ خان نے جو لاولد تھے مثل اپنے فرزند کے اُنکی اور انکے بھائیوں کی پرورش کی اور اپنی جاگیرات کا انہیں مختار بنا دیا۔ میرزا عباس بیگ خان کے نام سے گورنمنٹ آف انڈیا خوب واقف ہے کیونکہ پنجاب کی لڑائی میں انکی نمایاں خدمتوں نے انہیں سر ہنری لارنس کا خاص دوست بنادیا تھا۔ اور جب سر ہنری لارنس اودھہ کو منتقل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ میرزا کو بھی وہان لیتے گئے سر ہنری لکھنو میں مارے گئے لیکن لارڈ کیننگ نے غدر کے بعد میرزا کی خدمات کے صلہ میں انہیں اودھہ کا تعلقدار بنا کر بڑا کانون کی ضبط کی ہوئی جاگیر جو سیتاپور کے اضلاع میں واقع ہے انہیں ہمیشہ کے لئے مرحمت کردی یہ جاگیر ابتک ان کے خاندان کے قبض و تصرف میں ہے۔ چونکہ یہ خاندان دہلی سے لکھنو منتقل ہوگیا اس لئے کیننگ کالج میں زیر سر پرستی جنرل باروجو اودھہ کے چیف کمشنر اور انکے خاندان کے بڑے دوست و سر پرست تھے آغا کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ انہوں نے قبل از اپنے انتقال کے میرزا عباس بیگ کی درخواست سے سر سالار جنگ سے جو انسے بالخوبی واقف تھے آغا کی سفارش کی تھی۔

آغا سنہ ۱۸۷۲ میں جب حیدرآباد آئے تو سر سالار جنگ نے موافق انکے خاندانی اعزاز کے انسے ملاقات کی۔ اور اپنے فرزندون نواب لایق علی خان سر سالار جنگ دوم اور نواب منیرالملک کی تعلیم کے لئے انہیں مقرر کردیا۔ اسوقت ایک کی عمر بارہ برس کی تھی اور دوسرے کی گیارہ برس کی۔

اسوقت حضور نظام کی تعلیم شروع نہیں ہوئی تھی۔ اسکے لئے گورنمنٹ آف انڈیا اور انکے محافظون کے درمیان خط و کتابت ہورہی تھی۔ سر سالار جنگ اول نے حضور نظام کی تعلیم کی نگرانی کے لئے کپتان جان کلارک کو منتخب کیا تھا۔ لیکن ایک خاندانی تعلیم یافتہ دیسی جنٹلمین کی تلاش تھی تاکہ وہ اس اہم کام میں کپتان کلارک کو مدد دیوے۔ حضور نظام کے محافظون نے اس نازک کام کے لئے آغا کو منتخب کیا۔ اور جب کپتان کلارک وارد حیدرآباد ہوئے تو انسے اس بارے میں مشورت کی۔ انہوں نے چند روز تک آغا کا امتحان کیا۔ اور مطمئین ہوکر انہیں اپنا اسسٹنٹ بنا لیا۔ اسوقت سے آغا کی بہت جلد ترقی شروع ہوئی۔ وزیر اعظم مرحوم کا انکے انتقال کے وقت تک آغا پر پورا پورا بھروسا تھا۔ اور دوسرے امرا بھی مثلاً نواب رشیدالدین خان امیر کبیر دوم۔ نواب خورشید جاہ موجودہ امیر کبیر۔ اور مہاراجہ پیشکار بھی انکی خدمات کی قدر کرتے تھے۔ انکی وابستگی اپنے پادشاہ سے اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ حضور نظام بھی انکے والہ و شیفتہ ہوگئے تھے۔ جیسے انکے بزرگون نے اپنی حسن خدمات سے برٹش گورنمنٹ کے نزدیک جگہ کرلی تھی۔ ویسے ہی آغا بھی چپ چاپ بغیر لوگون پر ظاہر کرنے کے اپنی حسن خدمات سے حضور نظام کے مورد عنایات رہے تھے۔ اُنکے بزرگون میں ایک نواب سمیع اللہ خان بہادر ہیں کہ جنھوں نے لارڈ نارتھ بروک کو مصر کے پولٹیکل مشکلات کے حل کرنے میں بڑی مدد دی تھی۔ غرض جب حضور نظام کی مسند نشینی کا موقع آیا تو پہلے ہی دربار میں انکی حسن خدمات کے صلہ میں انہیں نواب سرور جنگ کے قدیم خطاب سے معزز فرما کے ماہوار سات سو روپیہ کی دوامی پنشن مقرر کردی۔ لیکن وہ اس پنشن کے بعد کچھہ خانہ نشین نہیں رہے بلکہ حضور نظام کی اعانت کے لئے ہمیشہ انکی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔

نواب سرور جنگ کی سوانح عمری حضور نظام کی تخت نشینی سے ریاست کی پولٹیکل تواریخ کے ساتھہ متعلق ہے اسلئے ہم یہان اسکا مفصل بیان کرنا نہیں چاہتے صرف اسقدر کہنا چاہتے ہیں کہ نواب ابتک حضور نظام کے مورد الطاف و عنایات ہیں۔ اگرچہ چند روز کے لئے وہ اپنی مستعدانہ خدمت سے علیٰحدہ ہوگئے ہیں۔ حال ہی میں حضور نظام نے آنہیں دولہ اور ملک کا خطاب مرحمت فرمایا ہے۔

نواب شہزور جنگ بہادر

محمد جہانگیر بیگ خان بہادر شہزور جنگ خلف الصدق احمد بیگ خان بہادر معظم جنگ لطف الدولہ لطف الملک ابن محمد تراب بیگ خان بہادر معظم جنگ ابن غالب بیگ خان بہادر معظم جنگ لطیف الدولہ خلف محمد لطیف بیگ خان بہادر کے بزرگونکا وطن مالوف پایہ تخت ولایت برلاس ہے۔ قبیلہ چغتائی سے ہیں حضرت امیر تیمور گورگان کے زمانہ میں وارد شہر دہلی و شاہجہان آباد ہوکر بظہور کارہائے نمایاں مورد عنایات و توجہات شاہی ہوئے اور معاش و مناصب عمدہ سے وقتاً فوقتاً سرفراز ہوتے رہے۔ شہر دہلی میں عمارات رفیعہ متصل فصیل لعل قلعہ تیار کرکے مقیم رہے اگرچہ فی الحال تمام مکانات ریلوے سڑک و اسٹیشن میں شامل ہوگئے لیکن چند منزل دکانیں و چند قطعہ مکانات ہنوز محلہ اشرفی کٹہرہ میں موجود ہیں۔ باقی تمام انگریزی قبضہ میں ہوگئے۔ جد اعلی محمد لطیف بیگ خان بہادر معظم جنگ لطیف الدولہ بہمرہی رکاب سعادت حضرت مغفرتمآب علیہ الرحمہ بلدۂ خجستہ بنیاد اورنگ آباد میں وارد ہوکر بہ تعمیر مکانات لایقہ تاقیام بندگان عالی بلدۂ موصوفہ میں مقیم رہے۔ بعد حضرت مغفرت مآب کے عہد میں وارد بلدۂ ہذا یعنی حیدرآباد ہوئے اور جمعیت سوار و پیادہ سے بدستور بزرگان سرفراز رہے علاوہ جمعیت کے داخلہ فوج صرف خاص و اہتمام شکارخانہ سرکار عالی بھی متعلق رہا۔ جد مرحوم محمد تراب بیگ خان معظم جنگ بزمان صغرسنی اعلیحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی فیمابین نواب سرسالار جنگ مختارالملک مرحوم مدارالمہام نواب اقتدارالملک وقارالامرا بہادر مرحوم کوریجنٹ مکمل مقرر تھے اور ابواب ریاست کے بارہ میں نواب صاحبین موصوفین کے فیمابین مشورہ نواب موصوف ہی کے استصواب سے ہوتا تھا۔ گویا اوسی عہد میں مرجع خواص و عوام تھے۔ والد مرحوم احمد بیگ خان بوفور عنایت خسروانہ اعلیحضرت مدظلہ العالی خطاب معظم جنگ لطف الدولہ لطف الملک و نوبت و گھڑیال و معاش موروثی و خدمت شکار خانہ سے سرفراز رہے اور اونکے فرزند محمد جہانگیر بیگ خان صغرسن سے فطانت سعی و متانت خرد میں منظور نظر خاقانی رہکر خدمت موروثی مہتممئی شکار خانہ و خطاب شہزور جنگ و نوبت و گھڑیال و جاگیرات سے سرفراز ہیں وقت شکار حاضر دربار شاہی رہاکرتے ہیں۔ ہرگونہ مراحم خسروانہ سے سرفراز ہیں بہادر ممدوح امیر صاحب ذی توقیر ذی علم اور ذی اخلاق ہیں۔ آدمیت و مروت و کشادگی ہمت میں بےنظیر ہیں مکانات متعددہ و باغات تخمیناً دولاکھہ روپیہ کے موجود ہیں

شری راجہ رتنا ساردھی ایاراو بہادر

شري راجہ پارتھا ساردھي آپاراو بہادر
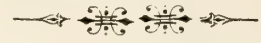
شمال سرکار میں کسی زمیندار کا نام بطور منتظم کے اتنا مشہور نہیں ہے جتنا کہ شري راجہ پارتھا ساردھي آپاراو کا۔ یہ پلاونچا اور شری بھدر چلم کے راجہ ہیں۔ زمیندارئي آسوا راو بہت قدیم ہے۔ اب وہ پلاونچا اور شری بھدر چلم زمینداری کے نام سے مشہور ہے۔ یہہ دونون زمینداری کے نام اسواسطے ہوئے گئے کہ راجایان پہلے پلاونچا میں رہتے تھے پھر شری بھدر چلم میں رہنے لگے۔ آسوا راو کا خطاب مسلمانون کے زمانے کے پیشتر پرتاپ رود را مہاراجہ ورنگل نے اس زمینداری کے مالکون کو عطا کیا تھا۔ انکے آبا و اجداد میں ایک صاحب شریر گھوڑون کو درست کرنے میں بڑے چالاک تھے۔ پرتاپ رود را مہاراجہ نے یہہ سنکر انہیں ایک گھوڑا دکھلایا کہ جو بہ سبب شرارت کے مدت سے اصطبل میں بندھا ہي رہا تھا۔ اور پوچھا کہ ایا اسپر سواری کرسکوگے۔ اسنے قبول کیا۔ انہون نے نہ صرف سواری کي بلکہ اسکو اتنا ٹھیک بنادیا کہ خود مہاراجہ اسپر آساني سے سواری کرنے لگے۔ مہاراجہ اس سے اتنے خوش ہوے کہ انہیں اسوا راو یعنے شہسوار کا خطاب عطا کیا۔ اسوا سنسکرت میں گھوڑے کو کہتے ہیں۔ یہہ انکا خانداني خطاب ہوگیا ہے اور راجہ صاحب حال بھی اسی خطاب سے مخاطب ہیں۔

اس زمینداری کے حکام پرتاپ رود را مہاراجہ کي شاہ دہلي کے ہاتھہ پر شکست ہونے کے بعد بطرر خود حکومت کرنے لگے۔ سنہ ۱۳۲۴ع میں جبکہ تیمور لنگ نے ہندوستان پر حملہ کرکے اپنے آپ کو دہلي میں شہنشاہ کہلایا اوس وقت آناپا اسوا راو اس زمینداری پر حکمران تھا۔ سنہ ۱۷۹۶ع میں زمیندارون نے فوجي خدمات ادا کرنے سے انکار کیا۔ اس کے تھوڑے ہي عرصہ کے بعد نرسینہہ اسوا راو مارا گیا اور یہہ زمینداری سرکار نظام کے تحت انتظام آئي۔ ظفرالدولہ کے انتقال کے بعد نرسینہ راو کے ایک وارث راجہ رامچندر اسوا راو نے زمینداری کو پھر اپنے قبضہ تصرف میں لیا اور ایک سال حکمراني کي۔ ونکٹ رام نرسینہہ اسوا راو نے جو راجہ آناپا اسوا راو کي اولاد میں اکیسوان شخص تھا۔ نواب آصف جاہ بہادر کے ہاتھہ سے تازہ سند سنہ ۱۷۹۸ع میں پائی۔ بعد اسکے اسکا بیٹا راجہ نرسینہہ اسوا راو حکومت پر آیا۔ اسکا جانشین ونکٹ رام اسوا راو ہوا تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑ کر مرگیا۔ تین بیٹونمیں بڑا بیٹا تو شادی کئے بغیر مرگیا۔ دوسرا بیٹا مسند پر بیٹھا لیکن تھوڑے ہي عرصہ میں وہ بھي انتقال کرگیا۔ پھر تیسرا بیٹا راجہ سیتا رام چندر سوائی اسوا راو نے باگ انتظام اپنے ہاتھہ میں لي۔ لیکن اسنے ایک ساہوکار کے پاس اپني املاک گرو رکھی۔ اُن دنون میں وہ تعلقہ جو دریاے گوداوری کے بائین کنارے پر واقع ہے حضور نظام نے برٹش گورنمنٹ کے حوالے کیا۔ سیتا رام چندر اسوا راو بغیر شادي کئے کے مرگیا۔ اوسکے ورثا میں سواے اسکي ماں راني لکھشمي نرسما راو اور ایک بہن کے کوئي نہ تھا۔ املاک معہ کل شرایط جاگیرداري دوامي کے راني کے نام پر قدیم القاب و خطابات کے ساتھہ رجسٹر ہوئي۔ گرو رکھنے والے ساہوکار نے بارہ برس تک مزے لوٹ کے مقدمہ دائر کیا۔ اور قرض اور سود اور سود کا سود ملاکر اتني بڑی رقم انکے ذمہ نکالي کہ اصل رقم سے تین حصہ زیادہ تھي۔ راني نے مقابلہ کیا لیکن ہار گئي۔ اور ساہوکار نے املاک ضبط کي اور چھہ لاکھہ روپیہ کا حکم نامہ حاصل کیا۔ راني کے انتقال کے بعد انکي بیٹي کے فرزند راجہ پرتھا ساردھي آپا راو نے جو املاک کے وارث تھے پھر مقدمہ دائر کیا۔ راجہ حال آپا راو کي اولاد میں اٹھارویں شخص ہیں۔ وزیا آپا راو نے نواب آصف جاہ سے سنہ ۱۷۶۳ع میں سند حاصل کی تھي۔ جسمیں اسکو زمینداري نزود کہ جسمیں اٹھارہ تعلقہ ہیں دي گئی تھي۔ انکو دوسری سند نوبت و جھالردار پالکی کي اور اور ایک سند راجہ بہادر منصب دار سوائي کے خطاب اور لقب تھور و حلالات دستگاہ کي ملی تھی۔ جب سرکار نظام نے شمال سرکار برٹش گورنمنٹ کو دیا اسوقت راجہ نارایا آپا راو کے تین فرزند تھے۔ انمیں سے بڑے شری راجہ ونکٹ نرسمہا آپا راو نے پہلے پہل اٹھارہ تعلقون پر حکمراني کي۔ سنہ ۱۸۰۲ع میں برٹش گورنمنٹ نے ان تمام زمینداریونکا پرمانٹ سٹلمنٹ کرنیکي کوشش کي۔ اوسي وقت شری راجہ رام چندر آپا راو نے اپنے حصہ کے لئے مقدمہ دائر کیا۔ علیہذا انکي جاگیر کے دو حصہ ہوگئے۔ ایک نزود اور دوسرا نداداوول۔ اول الذکر راجہ رام چندر آپا راو بہادر کو ملي اور ثاني الذکر شری راجہ وینکٹ نرسیمہا آپا راو بہادر کو۔ تیسرا لڑکا نرسیمہا آپا راو بہادر کمسن تھا۔ کوئي اسکے فائدے کا نگران نہ تھا۔ اور گورنمنٹ نے اسکا تعارف نہ سبب اسکا نام نرسیمہا ہونیکے نہ کیا۔ (مدراس ریگیولیشن نمبر ۴ سنہ ۱۸۲۹ع) لیکن نرسیمہا آپا راو نے اپنے حصہ کے لئے سوپریم گورنمنٹ کو عرضي کي۔ جبکہ سوپریم گورنمنٹ کو معلوم ہوا کہ کوئي غلطي واقع ہوئي ہے۔ لہذا ریگولیشن مذکور رد کردیا۔ اور اسکو دو گاؤن کي جاگیر اور دو مٹھہ تانگیلا مدی اور بھوبندرا نزود اور نداداوول جاگیرون سے دلوادئے جنمیں چودہ گاؤن ہیں۔ اسکے بعد راجہ وینکادری آپا راو بہادر جانشین ہوے جو سنہ ۱۸۹۱ع میں انتقال کرگئے۔ اور انکے بیٹے راجہ پارتھا ساردھي آپا راو بہادر انکے قائم مقام ہوے۔ راجہ پارتھا ساردھی آپا راو بہادر راني لکھشمي نرسما کے نواسے ہیں۔ جو خاندان اسوا راو کي اخیر زمینداري تھي۔ برٹش گورنمنٹ نے انکے حقوق وراثت کو بحال رکھا اور جاگیر کا بھدر چلم حصہ بھی انکے حوالے کرکے انکے نام پر سنہ ۱۸۶۹ع میں رجسٹر کیا۔

نواب محمد کمال خان بہادر

نواب محمد کمال خان بہادر
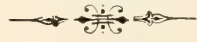
نواب محمد کمال خان بہادر نواب محمد بودن خان بہادر کے پوتے ہین۔ سنہ ۱۲۴۲ھ مین نواب محمد بودن خان بہادر کو حضور نظام ناصرالدولہ کے عہد سلطنت مین بہ سبب انکی جوانمردی اور حسن انتظام کے سو سوار اور تین سو پیادون کی جمعداری ماہانہ ایک ہزار روپیہ کی تنخواہ سے دی گئی تھی۔ پھر خدمت راجہ چندولال بہادر کی سفارش سے انکو ملی تھی۔ جو اس زمانے مین مدارالمہام تھے۔ محمد بودن کرنول کے قریب علی پور نامی گاؤن کے باشندے تھے۔ بعدازآن مورچال مین جو جوانمردی انہون نے دکھلائی اسکے صلہ مین انہین ایک ہزار روپیہ کا منصب دیا گیا اور خطاب بہادر سے سرفراز ہوئے۔ پھر سراج الدولہ بہادر کے عہد وزارت مین جو کہ سرسالار جنگ اعظم کے دادا تھے۔ انہون نے بہ حیثیت تعلقدار کے کئی ایک ضلعون مین فتنہ و فساد فرو کردیا اور نہایت عمدہ اور لایق تعریف انتظام وضبط ونسق کیا اسکے لئے انہین نوبت دی گئی۔ نواب کمال خان یک اولی العزم آدمی ہین۔ انہون نے اپنے دادا سے پائی ہوئی دولت کے ذریعہ بہت سے املاک بمبئی مین خرید لئے ہین جہان وہ اپنا بہت سا وقت گذارتے ہین۔

ڈوسا بھائی نوشیروانجی چینائی ایسکوایر

مسٹر ڈوسا بھائی مسٹر نوشیروانجی چینائی کے فرزند ہیں جو سکندرآباد کے ایک ہردل عزیز باشندے تھے۔ انکی تعلیم بمبئی میں ہوئی تھی۔ وہ فرسٹ کوریجنٹ کی ملازمت میں بطور منصب دار کے سولہ برس کی عمر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو ایسا سر برآوردہ کیا کہ سر آسمان جاہ نے اپنا انگریزی صیغہ انکے حوالے کیا اکیس برس کی عمر میں انہیں ایک پائگاہ کے تعلقدار کی جاے دی گئی سنہ ۱۸۷۱ع میں وہ سر آسمان جاہ کے پرائیوٹ سکریٹری مقرر کئے گئے۔ اور انکے ہمراہ یورپ کو گئے۔ جبکہ وہ مدارالمہام مقرر ہوے تو مسٹر ڈوسا بھائی انکے اے۔ڈی۔سی۔ بھی بنائے گئے سر آسمان جاہ کے عہد وزارت میں انہوں نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمت بجائی اور اپنے آپکو ہردل عزیز بنایا تھا۔ جبکہ سر آسمان جاہ وزارت سے دست بردار ہوے تو انہوں نے اپنی خدمت اے۔ڈی۔سی سے استعفا دیا۔ جسکے لئے انہیں سلطنت سے پنشن ملتا ہے۔ اور فی الحال وہ اپنی اصل خدمت پر یعنے پرائیوٹ سکریٹری مقرر ہیں۔

ڈوسا بھائی نوشیروانجی چینائی ایسکوایر

نادر بہبود علی میرزا شہزادۂ نادری

نادر بہبود علی میرزا شاہ ایران نادرشاہ کی نسل میں ساتویں پشت پر ہیں۔ انکے دادا اور نانا نظام سکندر جاہ کے عہد سلطنت میں دکھن میں آکر مقیم ہوئے۔ ہز ہائنس نظام ناصرالدولہ کے عہد میں انکے نانا نے نواب نظام علی خان کی ایک پوتی سے شادی کی تھی۔ اور انہیں ایک جاگیر و منصب عطا کیا گیا۔ نادر بہبود علی میرزا کے ماں باپ حیدرآباد میں تولد ہوئے تھے۔ اور وہ خود بھی سنہ ۱۲۱۴ھ میں یہیں پیدا ہوے۔ لہذا فی الحال انکی عمر ۴۰ برس کی ہے۔ وہ ایک تعلقدار ہیں اور درجۂ دوم کے مجسٹریٹ بھی۔ انہیں قانون اور منطق میں اچھا دخل ہے۔ اور سلطنت نظام کے باشندوں کی بہتری کا خیال ہر وقت مد نظر ہے۔ موجودہ نواب بہرام الدولہ بہادر کی بہن سے انکی شادی ہوی ہے اور انسے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

نادر بہبود علی میرزا شہزادۂ نادری

جیمس ڈاکوسٹا

مسٹر جیمس ڈاکوسٹا نواب سرخورشید جاہ بہادر کے پرائویٹ سکرٹری ہیں۔ اور اپنی ذاتی لیاقت سے اس درجہ کو پہنچے ہوے۔ انکے استقلال اور انکی اعلی لیاقت نے اس درجہ کے حاصل کرنے میں انہیں بڑی مدد دی ہے۔ بچپن ہی سے انہوں نے مذہب کو اپنا راہنما بنا لیا تہا۔ اور اپنے دوستوں کے نزدیک وہ بڑے باریک بین و دور اندیش ہیں۔ اونہیں فن مصوری میں بہت بڑا دخل ہے۔ انہوں نے سرسالار جنگ اول کے لئے چند تصریریں تیار کی تہیں۔ جب سرخورشید جاہ نے اسی فن میں انکی شہرت سنی تو سنہ ۱۸۷۰ میں انہیں اپنی ملازمت میں رکہہ لیا۔

سنہ ۱۸۸۱ میں جب سرخورشید جاہ اپنے والد مرحوم کے جانشین ہوے تو مسٹر ڈاکوسٹا کو اپنا پرائویٹ سکرٹری اور اپنے خزانے کا افسر اعظم مقرر کیا۔

سنہ ۱۸۹۵ میں جب مسٹر ڈاکوسٹا لندن کو گئے تہے تو ایک لیوی کے دربار میں جو حضور ملکہء معظمہ کی طرف سے منعقد ہوا تہا تو انہوں نے حضور پرنس آف ویلز کی خدمت میں پیش ہونے کی عزت حاصل کی تہی۔

جیمس ڈاکوسٹا

مسٹر راے للتا پرشاد

مسٹر راے للتا پرشاد سالار جنگ کی خاندانی جاگیر کے ناظم ہیں اور راے مختارالل صاحب کے فرزند اور راجہ رام پرشاد لالہ بہادر کے پوتے ہیں۔ جو حیدرآباد کے ایک امیر تہے۔ انکا ننہال اصل میں آصف جاہ نظام الملک اول کے ساتہہ دہلی سے آیا ہوا تہا۔ اب اس خاندان کے افسر راجہ راجہان راجہ شیو راج دہرم ونت بہادر ہیں۔

مسٹر راے للتا پرشاد سرسالار جنگ اول کے حکم سے انجینرنگ کالج میں داخل ہوے تہے۔ اور کالج کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وہ وزیر صیغہء مالگذاری کے اتاچی مقرر ہوئے۔ اسکے بعد شوراپور کے دوم تعلقدار۔ اور پہر صدر تعلقدار کے مددگار ہوئے۔ اوسکے بعد صیغہء مالگذاری کے آئین و قوانین کی تشریح کے لئے وہ حضور نظام کے محل میں مقرر ہوئے۔ اور پہر انہیں تعلقدار اول کا عہدہ دیا گیا۔ اور اب وہ سالار جنگ کی جاگیر کے منتظم ہیں۔

مسٹر راے للتا پرشاد

ضلع اورنگ آباد

تاریخی بیان

دکھن کے ایک حبشی سردار ملک عنبر یا سیدی عنبر نے سنہ ١٦١٠ع مین شہر اورنگ آباد کی بنا ڈالی اور اس کا نام کِرکی رکھا سردار مذکور کسی زمانہ مین ایک حبشی غلام تھا لیکن بوجہ اپنی فراست و دانائی کے رفتہ رفتہ نظام شاہی بادشاہت کا وکیل ہوگیا تھا۔اوسکی ریاست و حکومت قابل تعریف تھی۔اور وہ فی الحقیقت احمد نگر کی نظام شاہی سلطنت کا مالک و مختار تھا۔اور اپنے زمانہ مین اِس استقلال و ثابت قدمی کے ساتھہ مغلون سے لڑتا رہا کہ شہنشاہ جہانگیر نے بیزار ہوکر اپنے تذکرے مین جہان اسکا ذکر کیا ھے اوسکو سب دشتم سے یاد کیا ھے۔سنہ ١٦١٢ مین ملک عنبر نے اورنگ آباد کے قریب مغلونکی فوج کو ایک لڑائی مین سخت شکست دی۔لیکن اسکے تین برس بعد معاملہ بالکل برعکس ہوگیا اور ملک عنبر نے قطب شاہی اور عادل شاہی متحدہ فوجون سے شہر اورنگ آباد کے قریب ایک شکست فاش پائی۔اُس دن رات اگر زیادہ تاریک ہوتی تو اوس کی سپاہ مین سے ایک شخص بھی جانبر نہین ہوسکتا۔اوسکی دوسری صبح کو شہر اورنگ آباد پر مغلی فوجون نے اپنا قبضہ کرلیا۔اور اس کے محافظ تمام فرار کر گئے۔سنہ ١٦١٥ مین بعض راجپوتون نے ملک عنبر کے قتل کی کوشش کی۔چنانچہ انمین سے ایک شخص اسکو کسیقدر زخمی کرنے مین کامیاب بھی ہوا لیکن ملک عنبر کی جان بچگئی اور سازش کرنے والے تمام ملک عنبر کے سپاہون کے ہاتھہ سے ایک ایک کرکے تکڑے تکڑے کردئیے گئے۔سنہ ١٦٢١ع مین دوسرے بار مغلی فوجون نے اوسکی سپاہ کو شکست دی۔اور اسکو برہان پور سے اورنگ آباد جسپر وہ اس اثنا مین پھر قابض ہوچکا تھا بھگا دیا۔اور آپ بھی اسکے تعاقب مین روانہ ہوئین۔لیکن پیشتر اسکے کہ وہ وہان آن پہونچین ملک عنبر بادشاہ نظام الملک کو اپنے ہمراہ لیکے دولت آباد چلتا ہوگیا۔مغلی فوجین صرف تین دن اورنگ آباد مین رہین لیکن اس عرصہ قلیل مین اُنہون نے اُن سارے مقامون کو جو بیس (٢٠) برس کے عرصہ مین تیار ہوئے تھے۔تباہ و تاراج کردیا۔جب وہ وہان سے واپس ہوئین تو ملک عنبر فوراً پھر اورنگ آباد چلا آیا اور سنہ ١٦٢٢ مین جب شاہ جہان نے اپنے والد شہنشاہ جہانگیر کے برخلاف غدر کرکے برہانپور کا محاصرہ کیا تو ملک عنبر نے اسکی اعانت کے لئے اورنگ آباد سے فوج بھیجی۔لیکن شاہ جہان کو اس محاصرہ مین ناکامی ہوئی اور وہ وہان سے بالا گھاٹ کو روانہ ہوگیا۔اوس کے چند روز بعد ملک عنبر نے بیجاپور کے عادل شاہ سے جھگڑا مول لیکے چاہا کہ مغلون کے سپہ سالار مہابت خان کی اطاعت قبول کرکے اس سے طالب امداد ہو۔لیکن مہابت خان نے پہلے ہی سے عادل شاہ کو مدد دینے کا فیصلہ کرلیا تھا۔اس لئے ملک عنبر کو سخت مایوسی ہوئی۔اور سوائے اس کے کچھہ بن نہ پڑی کہ اورنگ آباد کو غیر محفوظ حالت مین چھوڑ کے اپنے بادشاہ نظام الملک کو ساتھہ لے قادرآباد چلاجائے۔وہان جانے کے بعد ملک عنبر نے پھر از سرنو ایک جرار فوج جمع کرکے احمد نگر پر چڑھائی کی اور مغلی اور عادل شاہی متحدہ فوجون کو بیجاپور کے قریب جو عادل شاہی دارالسلطنت تھا بہت بڑے نقصان کے ساتھہ شکست دی۔اور اِس جنگ مین جو قیدی اوس کے ہاتھہ آئے انہین دولت آباد بھیجدیا۔سنہ ١٦٢٦ مین اورنگ آباد کے قریب اسی ٨٠ برس کی عمر مین ملک عنبر کا انتقال ہوگیا اور اسکی لاش روضہ مین جو وہان سے چودہ میل پر واقع ھے اسیکے تیار کئے ہوئے مقبرے مین دفن کی گئی۔وہ اپنے زمانہ کا بے نظیر سپاہ سالار لاثانی مدبر اور پہلے درجہ کا معامل تھا۔اوس کا ملک اوس کے زمانۂ حکومت مین بہت سرسبز و آباد تھا اور زراعت بھی خوب ہوتی تھی۔دکھن مین اسکی رعایا بہ نسبت اور وہان کی سلطنتون کے نہایت خوشحال و فارغ البال تھی۔

ملک عنبر کے بعد اوسکا بیٹا فتح خان اوسکا جانشین ہوا اور اس نے بھی اپنے باپ کی طرح مغلون کے ساتھہ لڑائی جاری رکھی۔اسی وجہ سے مغلی سپاہ سالار نے برہانپور سے اورنگ آباد پر چڑھائی کی۔اس وقت نظام شاہی بادشاہ دولت آباد مین تھا۔جب اوس کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے ایک ایلچی کے ساتھہ سپاہ سالار مذکور کو تین لاکھہ ہُن بطور رشوت کے بھیجے۔اوس نے اوسکو قبول کرکے اوسکے معاوضہ مین بالاگھاٹ کا ملک احمد نگر تک تمام اُس کو واپس دیدیا۔سنہ ١٦٣٢ مین جب مغلون نے دولت آباد پر فتح پائی تو نظام شاہی ملک تمام دکھن کے صوبہ مین ملحق کردیا گیا۔اور شہنشاہ دہلی کیطرف سے مہابت خان اوسکا ویسرائے

مقرر ہوا ۔ سنہ ۱۶۳۵ میں شہزادہ اورنگ زیب کو جو شاہ جہان کا تیسرا بیٹا اور جہانگیر کا پوتا تہا ۔ دکہن کی صوبہ داری دیگئی ۔ جہان وہ سنہ ۱۶۴۳ تک حکومت کرتا رہا ۔ اُس کے زمانہ صوبہ داری میں نظام شاہی بادشاہون نے آخرالامر مغلون کی اطاعت قبول کی ۔ اسکے دس (۱۰) برس بعد پہر اورنگ زیب دوبارہ دکہن کا صوبہ دار مقرر ہوا ۔ اور کرکی کو اپنا دارالریاست بنا کے اپنے نام سے اسکا نام اورنگ آباد رکہا ورنہ اسوقت تک اوسکو کرکی ہی کہا کرتے تہے ۔ اس نے یہین سے گولکنڈے کے قطب شاہی بادشاہ کے ساتہ جنگ شروع کی تہی ۔ سنہ ۱۶۵۷ میں معظم خان یا میر جملہ کو جو پہلے قطب شاہی بادشاہ عبداللہ قطب شاہ کا وزیر تہا ۔ شاہ جہان نے دہلی سے دکہن کو روانہ کیا ۔ جب وہ اورنگ آباد پہونچا تو اورنگ زیب نے اس کو قید کرلیا ۔ لیکن چونکہ وہ مخفی طور پر اورنگ زیب کی شہنشاہی کا طرفدار تہا اس لئے دوسرے سال اس کے ساتہہ روانہ مالوا و آگرہ ہوا ۔ اورنگ زیب اپنے باپ شاہ جہان کو قید کرکے آپ شہنشاہ ہند ہوگیا ۔ اوسکی سلطنت میں دکہن کا دوسرا ویسرائے راجہ جے سنگہہ تہا ۔ لیکن چونکہ اسکو بیجاپور کے ساتہہ ایک لڑائی میں منہزم ہوکر مجبوری کے ساتہ اورنگ آباد آنا پڑا اس لئے اورنگ زیب نے خفا ہوکر اوسکو دہلی واپس آنے کا حکم بہیجا لیکن وہ راستے ہی مین انتقال کر گیا ۔ سنہ ۱۶۳۴ کے قریب قریب مراٹہے دکہن میں زور پکڑنے لگے ۔ اور باری باری سے اپنے مطلب کے موافق کبہی خود مختار دکہن کے بادشاہون کے برخلاف مغلون کو اور کبہی مغلون کے برخلاف اُنہیں مدد دینے لگے ۔ یا کبہی خاص اپنے فائدے کے لئے تنہا یا شرکت کے ساتہ دونون سے لڑنے لگے ۔ سنہ ۱۶۶۶ میں شیواجی کو جو مراٹہون کا راجہ تہا جب دہلی جانے کی ترغیب دلائی گئی تو وہ اورنگ آباد کے راستہ سے روانہ ہوا ۔ اسکاٹ نے اپنی تاریخ دکہن میں اسکی کیفیت یون لکہی ہے کہ جب شیواجی اورنگ آباد پہونچا تو اسکے ساتہ پانسو (۵۰۰) جرار سوارونکا رسالہ اور اتنے ہی جوانمرد سپاہیونکی پیدل فوج عالیشان زرق برق وردیان پہنے ہوئے تہی تمام شہر کے لوگ متعجب ہوکر اوسکے دیکہنے کو شہر کے باہر نکلے ۔ اسوقت صف شکن خان جو سہ ہزاری امیر اور وہانکا نائب حاکم تہا شیواجی کو ایک مراٹہا زمین دار سمجہکے اس سے ملاقات کرنے کے لئے ایک عام دربار منعقد کرکے اپنے امراً کے ساتہ اسکا منتظر بیٹہا رہا ۔ اور اسکے استقبال کے لے اپنے بہتیجے کو شہر کے باہر روانہ کیا تاکہ اوسکو ہمراہ لیکے دربار میں آوے ۔ شیواجی کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور سیدہا میرزا راجا کے محل کا رخ کیا ۔ راستہ میں جب اسکو خبر ہوئی کہ حاکم اورنگ آباد دربار میں اوسکی ملاقات کا منتظر بیٹہا ہوا ہے تو غصہ سے کہنے لگا کہ صف شکن خان کون ہے یہان کس عہدے پر معین ہے ۔ اور کیون وہ میری پیشوائی کو نہین آیا غرض وہ اسکے بہتیجے اور اسکے ملازمون کو رخصت کرکے آپ میرزا راجہ کے محل میں اُتر پڑا ۔ شام کو جب صف شکن خان اور دوسرے امرا درباری شان و شوکت کے ساتہ وہان اسکی ملاقات کو آئے تو اس نے صرف لب فرش تک انکی پیشوائی کی ۔ اور دوستانہ طور پر اسکے ساتہ باتین کرنے لگا ۔ دوسرے دن اس سے باز دید کی ملاقات کی ۔ صف شکن خان اور دوسرے امیرون نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اسکی ضیافتین کین ۔ جب تک کہ اسکو خزانہ سے روپیہ ملنے کا حکم نہوا تب تک وہ وہین تہوڑا رہا ۔ اور پہر دہلی کو روانہ ہوکر وہان صحیح و سالم پہونچ گیا ۔

دہلی میں شہنشاہ اورنگ زیب نے اوس کی ویسی خاطر و مدارات نہین کی جیسی وہ امید رکہتا تہا اس لئے وہ ناراض ہوکر اِس خوف سے کہ مبادا اسکی ناراضگی ظاہر ہو اور وہ قید کرلیا جائے وہان سے نکل بہاگا ۔ اور اپنے وطن میں پہونچکر مغلی سلطنت کے ساتہ جنگی کارروائی شروع کردی اوسوقت اورنگ زیب کا فرزند شہزادۂ معظم دکہن کا صوبہ دار تہا اور دلاور خان سردار فوج بیجاپور کے محاصرہ میں مصروف اور مہابت خان سپہ سالار تہا ۔ معظم نے چاہا کہ اپنے باپ کے برخلاف غدر کرے لیکن اوسکو دلاور خان کا کہٹکا تہا اسلئے اسکو اپنے راستہ میں سے نکال دینے کے لئے اسپر نمک حرامی کا الزام رکہکے باپ کو اطلاع دی کہ وہ سرکش ہوگیا ہے ۔ یہ پڑہتے ہی بادشاہ نے دلاور خان کو دہلی واپس آنے کا حکم بہیجا بادشاہ کے حکم کے مطابق جب وہ دہلی کو جاتے ہوئے اورنگ آباد پہونچا تو اوس کو وہان شہزادے کی سازش کی خبر ہوگئی اُسیوقت شہنشاہ کو اس امر سے اطلاع کرنے کے لئے قاصد دوڑا دیئے ۔ معظم نے اورنگ آباد کے باہر ۸۰۰۰۰ فوج جمع کی تہی ۔ جب اس کو اس سازش کے طشت از بام ہونے کی خبر ہوئی تو دلاور خان کو پکڑنے کے ارادےسے اسکا تعاقب کیا لیکن وہ ہاتہہ نہ آیا اورنگ زیب کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو فوراً روانۂ دکہن ہوگیا ۔ معظم نے دیکہا کہ اب اوسکا باپ آتا ہے تو اسکی خدمت میں ایک معذرت نامہ روانہ کیا اور یہ حیلہ درپیش کیا کہ میں نے آپکے حکم کے مطابق دلاورخان کو گرفتار کرنے کے لئے اسکا تعاقب کیا تہا ۔ ورنہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں ۔ غرض سنہ ۱۶۷۲ میں شہزادہ معظم اور مہابت خان دونون دہلی کو واپس بلوا لئے گئے ۔ اور خان جہان بہادر کو دکہن کی صوبہ داری دیگئی ۔ سنہ ۱۶۷۵ میں مراٹہون کی فوجین اورنگ آباد سے کوئی تیس (۳۰) میل کے فاصلہ پر آن پہونچین ۔ لیکن مغلی فوجون نے اُنہیں ایسی شکست دی کہ انہیں بغیر وہان سے فرار ہونے کے چارہ نرہا ۔ سنہ ۱۶۷۹ میں پہر مراٹہون اور مغلون کے درمیان جنگ شروع ہوئی ۔ لیکن مراٹہون کی عادت تہی کہ وہ میدان میں جمکر نہیں لڑتے تہے ۔ اور نہ بڑے بڑے شہرون پر حملہ کرتے تہے ۔ بلکہ دشمن کے چہوٹے چہوٹے شہرون کو تاخت و تاراج کرکے فرار کرجاتے تہے ۔ چنانچہ انکی اس کارروائی کی نسبت ایک مرتبہ شیواجی کے لڑکے اور اسکے

جاے نشین سنبھاجی نے کہا تھا۔ کہ اگر ہم برہانپور اور اورنگ آباد پر جو دکہن مین مغلی سلطنت کے بڑے بڑے شہر ہین حملہ کرین تو اورنگ زیب بالکل بر افروختہ ہوکے ایک عظیم الشان فوج سے آمادۂ پیکار ہوجائیگا۔ پہر خدا کو خبر کہ لڑائی کا انجام کیا ہو۔ ایک مرتبہ برہان پور پر مراٹہے حملہ کرنے کو تہے کہ دکہن کے صوبہ دار خان جہان کو خبر ہوئی۔ وہ براہِ اجنٹا و فرداپور اورنگ آباد سے انکے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن بوجہ اوسکی مماطلت کے مراٹہے وہان سے نکل بہاگئے۔ اورنگ زیب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ایسا خفا ہوا کہ اسیوقت خان جہان کو دہلی واپس بلوا کر اوسکی بیحرمتی کي اور خود آپ بہ نفس نفیس مراٹہون سے لڑنے کے لئے روانہ دکہن ہوا۔ برہان پور مین چار مہینے قیام کرکے اورنگ آباد آیا وہان چند روز توقف کرکے غالباً سنہ ۱٦٨۴ مین بیجاپور کے محاصرہ کے لئے کوچ کیا۔

کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بعد پہر اوسکو وہان آنے کا اتفاق نہین ہوا شہزادۂ عظیم الشان جو بعد مین اپنے بہائی معظم کے ساتہہ جنگ مین مارا گیا سنہ ۱۷۰۷ مین اپنے باپ کے انتقال کے بعد اورنگ آباد آیا جہان چین خلیج خان سے جو بعد مین نظام الملک کے خطاب سے معزز ہوا ہے اوسکی ملاقات ہوئی۔ وہ وہین رہتا تہا۔ شہزادہ عظیم الشان اوس کو ساتہہ لیکے برہان پور روانہ ہوا۔ لیکن وہان پہونچکر اس کے ساتہہ ایسا بُرا سلوک کیا کہ جسکی وجہ سے وہ اس سے علحدہ ہوکر پہر اورنگ آباد واپس چلا آیا۔ اس تاریخ سے سلطنت مغلیہ زوال پذیر ہونے لگی اور سنہ ۱۷۲۰ مین جب دکہن کي ریاست خود مختار ہوگئی اور حیدرآباد اوسکا پائے تخت مقرر ہوا تو اورنگ آباد کي تاریخی شان و شوکت بالکل ناپید ہوگئی۔

شہر اورنگ آباد

اورنگ آباد جو ضلعہ اورنگ آباد کا خاص شہر ہے ریاست کے جنوب و مغرب میں ایک کسیقدر اونچی وادی میں دریائے دوم کے کنارے پر جو گوداوری کی ایک شاخ ہے - واقع ہے - اور گوداوری شہر کے اوپر کی پہاڑیوں میں سے نکلی ہوئی ہے اورنگ آباد ڈھونڈ اور منماڑ اسٹیٹ ریلوے لائن پر احمد نگر سے ٦٨ میل - اور جی - آئی - پی ریلوے پر نندگانون سے ٥٦ میل پر ہے - اس ضلع کی آبادی ٢٩٠٩٥٦١ اور خاص شہر کی آبادی ٣٢٨٨٧ ہے - یہ شہر ایک ناہموار زمین پر آباد کیا گیا ہے - اُسکے سطح زمین کو پہاڑیوں کے دامن میں اور ڈھالوانوں کے اطراف کو سنگ موسول کے پشتے میندھہ باندہے ہوئے چلے گئے ہین - جن مین سے ایک پشتہ شہر پناہ کی دیوار کے شمال و مشرق کے کونے میں نکلا ہوا ہے - جس پر اُس دیوار کا ایک مضبوط پایہ بنایا گیا ہے - اس شہر کی ایک مستطیل شکل ہے - اُسکا سب سے زیادہ طول شمال و مشرق کے کونے سے جنوب و مغرب کے کونے تک ڈہائی میل ہے - اسکا فاصلہ شمال سے جنوب تک سوا میل - اور اسکا گھیراؤ تقریباً چھہ میل سے کچھہ زیادہ - شہر پناہ کی دیوار پتھر کی ہے - اور نہایت مضبوط لیکن زیادہ اونچی نہیں - بعض مقامات پر تو فقط ١٤ ہی فیٹ ہے - اور نہ اوسکے اطراف کوئی خندق وغیرہ ہے - اس دیوار کے مصارفکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اسپر تین لاکھہ روپیہ صرف ہوا - اورنگ زیب نے یہ دیوار بنوائی تھی - اسکی تعمیر کچھہ استحکام شہر کے لئے نہیں ہوئی تھی - بلکہ مراٹھون کے دفعیہ کے لئے - اس دیوار میں چارون طرف چار بڑے بڑے پھاٹک - برابر ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہین مشرقی دروازہ کا نام خاص دروازہ ہے اور مغربی دروازہ کا مکہ دروازہ - شمال کے دروازے کو دِلّی دروازہ کہتے ہین اور جنوب کے دروازہ کو پائٹن دروازہ - اسکی شہر پناہ کی دیوار کے زاویون پر اور نیز درمیان میں مناسب مقامون پر نصف مدور برج بنے ہوئے ہین - اور اسکے شمالی مشرقی زاویہ کے برج سے تمام شہر اور اوسکے اطراف و جوانب کا منظر بے روک ٹوک دکہلائی دیتا ہے - شہر کا کسیقدر حصہ پست ہے - اور کسیقدر بلند - اسکے مکانات تمام تقریباً جہاڑون کے پتون سے ڈہکے ہوئے ہین - اگر اُس مین اِدہر اودہر مینار اور گنبد نظر نہین آتے تو دیکہنے والے کو بہی گمان ہوتا کہ وہ شہر نہین بلکہ ایک جہاڑی ہے - اور اُس کے اطراف کنارون پر جو آم اور املی کے درختون کے جُھنڈ ہین انسے اور بہی اس گمان کی تصدیق ہوتی ہے - اورنگ آباد مین جیسے اقسام کے خوبصورت منظر ہین ویسے اور مقامون پر شاذ و نادر ہی ہونگے - شہر مین جو مینار اور تاڑ کے جہاڑ کثرت سے ہین وہ خاص مشرقی وضع ظاہر کر رہے ہین - اسکے مغربی جانب مین دو یا تین جدا جدا پہاڑیان اُفق کو کاٹتی ہوئی دکہلائی دیتی ہین جن مین سے ایک کی چوٹی پر دولت آباد کا مشہور قلعہ بنا ہوا ہے - اور

مقبرۂ بیگم رابعہ دورانی - اورنگ آباد

بیگم رابعہ دورانی کے مقبرہکا محراب

اسکے پیچھے شمالی پہاڑیون کا سلسلہ چلا گیا ہے جو دہندلا ہوتے ہوتے نظرون سے غایب ہوجاتا ہے —

اورنگ آباد مین جو مشہور عمارت ہے وہ بیگم رابعہ دورانی کا خوشنما روضہ ہے — جو سنہ ١٦٦١ مین بیگم پورے کے حوالی مین بنایا گیا — یہ خوبصورت روضہ شہزادہ عظیم الشان نے اپنی مان رابعہ دورانی کي یادگار مین جو اورنگ زیب کي چاہتا بیوی تھی بنوایا تہا — کہتے ہین کہ اُسپر تقریباً چھہ لاکھہ اڑسٹھہ ہزار روپیہ صرف ہوا لیکن صوبہ دکہن کے قدیم فرد حساب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپر اٹھارہ لاکھہ روپیہ صرف ہوا ہے — اور غالباً یہی حساب صحیح معلوم ہوتا ہے — یہ روضہ آگرے کے تاج بی بی کے روضہ کا نمونہ ہے اور مثل اوسکے چوطرف میلون کے فاصلہ پر سے دکہلائی دیتا ہے — اس کے اطراف ایک وسیع صحن ہے ٥٠٠ گز لمبا اور ٣٠٠ گز چوڑا — اور اس مین ایک پرفضا باغ لگا ہوا ہے — اوسکي جنوبی دیوار کے درمیان جو احاطہ کے گرد ہے ایک خوبصورت دروازہ ہے — جسکے اوپر باجے کا ایک کٹھہرا ہے — یہ دروازہ دو سو برس کے آگے کي مغلی صناعی کا ایک عمدہ نمونہ ہے اس مین پتھہ نہایت عمدگی اور خوبصورتی سے نصب کئے ہوئے ہین اس مین ساگوان کے دو پٹ ہین پندرہ پندرہ فیٹ اونچے — جن پر نہایت عمدہ بیل بوٹے کے پیتل

بیگم رابعہ دورانی کے مقبرے کا بیرونی حصہ

کے پتر چڑھے ہوئے ہین — اس مین جو پیتل کي میخین ہین وہ بھی نہایت خوبصورت ہین — دوسرے تین طرف کي دیوارون مین تین گنبد دار مکان ہین — جہان سے روضہ تک صحن کے درمیان کھرنجے کي وسیع سڑکین ہین — یہ روضہ سنگ سرخ کے ایک اونچے چبوترے پر بنا ہوا ہے جسکے دونون طرف دو اونچے اور پتلے مینار ہین — اوس چبوترے کي سیڑھیان بہت خوبصورت ہین اور اُن پر ویسا ہی ایک ساگوان کا چھوٹاسا دروازہ ہے جیسا احاطہ کا بڑا دروازہ ہے — چبوترے کے کنارے پر پتھر کا ایک وسیع حوض ہے اور اس چبوترے پر دوسرا ایک چبوترا ہے اوس سے کسیقدر بلند — اسکو بھی سفید سنگ مرمر کي دو سیڑھیان لگی ہوئی ہین — یہ روضہ مربع ہے — اور اوسکے اوپر ایک عظیم الشان سنگ مرمر کا گنبد ہے — جسکے چارون طرف ویسے ہی چھوٹے چھوٹے دوسرے چار گنبد ہین — اور اسکے ایک زاویہ پر ایک ایک مینار — دوسرے چبوترے سے روضہ کے دروازے تک سیڑھیان ہین جن پر سے روضہ مین داخل ہوا جاتا ہے — اس روضہ مین بیگم موصوفہ کي قبر ہے اور اس قبر کے اطراف سنگ مرمر کي ایک ہشت پہلو اور مشبک دیوار ہے جو مثل چلمن کے ہے — یہ قبر سنگ مرمر کے چبوترے پر ہے — اس سے کوئی ایک فیٹ اونچی — اور اسکے بیچمین ایک مربع جگہہ ہے مٹی سے بہری ہوئی — قبر پر ایک زردوزی غلاف چڑہا ہوا ہے جو موسم برسات مین

بیگم رابعہ دورانی کی مسجد - اورنگ آباد

اٹھالیا جاتا ہے - تاکہ اسلامی قاعدے کے مطابق اسپر بارش ہو - اُسکے لئے گنبد کی چوٹی کے نیچے پانچ چھوٹے سے کھلے دریچے ہین جن مین پرنالے لگے ہوے ہین اور اُن پرنالون مین سے قبر پر پانی گرتا ہے - دوسرے چبوترے سے جسکا ذکر اوپر گذرا - روضہ کے اندر کے کٹہرے پر جانے کے لئے جہان سے دیکھنے والون کو وہ شاہی قبر نظر آتی ہے سیڑھیان ہین - مذکورۂ بالا دریچونکی درازونمین سے ایک ایسی خفیف سی سنجیدہ روشنی قبر پر پڑتی ہے جو اُس مقام سے مناسبت رکھتی ہے - اس روضہ کے تعمیر کے لئے جیپور سے پتھر لایاگیا تھا - اس کے ساتھ جو مسجد ملحق ہے وہ اسکے مغرب مین ایک چبوترے پر ہے جسکے داہنی طرف کو برابر نیچے دوسری ایک قبر ہے جس مین بیگم کی دایہ مدفون ہے - رابعہ دورانی کے روضہ کی عمدگی زاید الوصف ہے - اور یہ روضہ ان پہلے درجہ کی مغلی عمارتون مین داخل ہے جو انکے جاہ و جلال اور انکی صناعی ظاہر کر رہی ہین -

کہتے ہین کہ جب اورنگ آباد کا ستارہ سمت الراس پر تھا تو اوسکی آبادی دو (۲) لاکھہ کی تھی - لیکن اب چوطرف مکانات مسجدین اور روضے ویران پڑے ہوے ہین - ہر سول کی سڑک پر اور ایک خوبصورت روضہ ہے - جو اسلام خان کی یادگار مین بنا ہوا ہے - اور وہ بھی بالکل خراب حالت مین ہے - بیگم پورے مین قدیم یورپین لوگونکا ایک قبرستان ہے - جس مین کوئی بیس قبرین ہین - یہ قبرستان کوئی ٦٥ پینسٹھہ برس سے بند پڑا ہے - اور علاوہ اسکے ارمنی لوگون کی بھی بہت سی قبرین ہین جو اورنگ زیب کے زمانہ مین وہان کے متمول رعایا مین داخل تھے - اور سلطنت مذکور کے انقراض کے بعد بالکل معدوم ہوگئے -

بارا کل کے قریب نظام کا ایک قدیم شاہی محل ہے جسکو آصف جاہ نے بنوایا تھا - اور چوک کے پاس سر سالار جنگ کی ایک وسیع عمارت ہے جو چوک کی

سڑک کے ایک طرف اِس ناکے سے آس ناکے تک چلی گئی ہے۔ سرسالار جنگ کے آبا و اجداد گذشتہ نظامون کے زمانے مین یہان کے حُکّام تھے۔

قلعہ آرک مین اورنگ زیب کا محل ہے جسکا احاطہ شہر کے مکہ دروازہ سے دلی دروازے تک پھیلا ہوا ہے۔ اس محل کے پانچ پھاٹک ہین جن مین سے اب صرف تین مستعمل ہین۔ اوسکی دیوار مین جا بجا نگے کے راستے بنے ہوئے ہین۔ اور اس پر نصف مدور بروج ہین۔ جہان کسی زمانہ مین توپین چڑھی ہوئی تھین۔ غرض شاہی محلات اور عدالتی محکمے ویران پڑے ہین۔ اور ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے جس مین اورنگ زیب نماز پڑھا کرتا تھا۔ وہ بھی اگرچہ ویران ہوگئی ہے لیکن ابتک اسکا ایک حصہ باقی ہے۔

قطب شاہی سلطنت کے زمانہ مین اورنگ آباد کی تجارت بڑے پایہ پر تھی۔ اور اورنگ زیب کے زمانے مین دکھن مین اورنگ آباد ایک مضبوط اور بڑا شہر تھا۔ آصف جاہ نظام اول کے زمانہ تک بھی یہ تجارت کا مرکز رہا ہے۔ لیکن حیدرآباد مین دارالریاست کے تبدیل ہونے کے بعد اورنگ آباد پر زوال آگیا۔ اور اب چند روزون سے پھر از سرنو اوسکی تجارت شروع ہوئی ہے۔ گیہون۔ روئی۔ دیسی ساخت کا اسباب اور برتنون کی خوب تجارت ہوتی ہے۔

اورنگ آباد کا کنٹونمنٹ شہر کی مغرب مین ایک میل پر دریائے قوم کے دوسرے طرف واقع ہے اور وہان حیدرآباد کنٹنجنٹ کے تین رجمنٹ بطور گیریسن کے رہتی ہین۔ اسکے نزدیک گُھڑدوڑ کا میدان ہے۔ کنٹونمنٹ مین گورنمنٹ کے باغات۔ مسافرون کا بنگلہ۔ پوسٹ آفس اور دوسری پبلک عمارتین ہین۔ اور ایک اچھا بازار ہے اور نیز وہان ہفتہ وار ہاٹ بھرتا ہے۔

سنہ ۱۸۵۳ع کے اخیر مین اورنگ آباد کنٹونمنٹ کی فوجون اور عربون مین ایک سخت لڑائی ہوئی۔ جسکی کیفیت یہ ہے کہ عربون کی ایک جماعت دیول گانو کے اجہ مانسنگ راؤ کی ملازم تھی۔ راجہ بالکل قرضدار ہوگیا تھا اس لئے انکی تنخواہ دے نہ سکا عربون نے بگڑکے راجہ کو قید کرلیا۔ اور اوسکو دھمکی دی کہ اگر ہماری تنخواہ بے باق نکردی جائیگی تو تجھکو جان سے مار ڈالا جائیگا۔ بریگیڈیر مین کو جو کنٹونمنٹ کا کمانڈر تھا راجہ کی خوفناک حالت کی اطلاع دیگئی۔ تو اوس نے اسیوقت عربون کو کہلا بھیجا کہ راجہ کو قید سے چھوڑ دین۔ لیکن انہون نے مانا نہین۔ بریگیڈیر نے محض فوجون سے انکو ڈرانے کے لئے ایک پیدل رجمنٹ اور ایک سوارونکا رسالہ معہ ایک توپخانہ کے لیکر اُن کے مقام پر جو جسونت پورے مین روشن دروازے کے باہر ایک مندر کے قریب تھا جا پہونچا۔ اور دیکھا کہ عرب ایک نہایت محفوظ اور مضبوط مقام پر لڑنے کے لئے آمادہ ہین۔

اُنہین فوجون کی دہشت دلانے کے بعد چند افاسر شہر پناہ کے باہر دیوار سے لگے ہوے ایک چبوترے کے پاس بیٹھے ناشتہ کررہے تھے۔ کہ یکایک ایک چاؤش عرب قلعہ کی صفیل پر نظر آیا۔ اور اسکے اشارےکے ساتھ ہی افسرون اور سپاہیون پر گولیون کی باڑھہ چلنے لگی۔ یہ باڑھہ جیسی غیر متوقع تھی ویسی ہی مہلک بھی تھی۔ طرفتہ العین مین ہلڑ مچگیا۔ احمدنگر کا لفٹننٹ بوزول جو رخصت پر اورنگ آباد آیا ہوا تھا اپنی خوشی سے اس لڑائی مین شریک ہوکر معہ دوسری سپاہ کے مارا گیا۔ پھر عام طور پر گولیان چلنے لگین۔ کپتان پارکر جو ٦ انفنٹری کا کمانڈر تھا۔ مارا گیا۔ اور لفٹننٹ واگن کے ایک کاری چوٹ لگی جسکی وجہ سے وہ بعد مین مرگیا۔ غرض ایک سخت مقابلہ کے بعد عربون کو منہزم اور منتشر کرکے مذکور راجہ کو قید سے چھوڑ دیا گیا۔ لیکن کنٹنجنٹ کی فوجین بغیر نقصان کے واپس نہین ہوئین پندرہ سے زیادہ آدمی مارے گئے اور چالیس زخمی ہوے۔

مرقومۃ الذیل قصہ ہز اکسلنسی مدارالمہام حضور نظام کے موجود افیشیل سکرٹری مسٹر فریدون جی جمشید جی نے جو قبل ازین اورنگ آباد کے تعلقدار تھے یون لکھا ہے۔

سنہ ۱۸۵۷ مین اگرچہ اورنگ آباد مین غدر نہین ہوا لیکن خوف بلکہ سخت خوف سے خالی نہین تھا۔ قریب تھا کہ غدر ہوجائے۔ لیکن بال بال بچگیا۔ مین جسوقت کا ذکر کر رہا ہون اسوقت کنٹونمنٹ مین انفنٹری کی دوسری رجمنٹ اور ایک توپخانہ کی بیاٹری تھی۔ اور تیسرا رسالہ جو یہان مقیم تھا وہ اسیوقت مالےگانو کو چلا گیا تھا۔ اور اوسکی جگہہ پر مومن آباد سے پہلی کیولری آرہی تھی۔ چونکہ وہ تعب سفر سے خستہ ہوگئی تھی اس لئے چند گھنٹے استراحت کے لئے ایک چھوٹے سے قریہ مین جسکا نام پیپل گانون ہے اور اورنگ آباد سے کوئی چودہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اُتر پڑی۔ یہان اسکو پہلے پہل ممالک مغربی و شمالی کے غدر کی خبر گوش زد ہوئی۔ تمام سپاہیون مین ایک سخت جوش پھیل گیا۔ کیونکہ ایک تو غیر مناسب وقت پر دور و دراز سفر پر مجبور کرنے کی وجہ سے انکے دلونمین تشویش پیدا ہوگئی تھی اور اسپر غدر کی ہیبت ناک افوا ہین طُرّہ ہوگئین انکو یقین ہوگیا انہین مفسدون کے مقابلہ کے لئے دہلی کو لیجایا جاتا ہے۔ اسی اندیشہ مین وہ شاید ۹ جون سنہ ۱۸۵۷ مین اورنگ آباد آن پہونچے۔ اور شہر کے باہر کہین کالے چبوترے اور کیولری کے لائینون کے درمیان فروکش ہوے۔ اونکے ورود کے ساتھ ہی فوجون کی نارضامندی کی افواہ اڑنے لگی۔ اسوقت دو معتمد اور مستقل مزاج سکھہ سادہو سنگھہ اور صاحب سنگھہ نے جنکے نام یاد رکھنے کے قابل ہین مخفی طور پر آنکر مس ہاوس مین افسرون کو اطلاع دی کہ رجمنٹ مین فتنہ انگیز باتین ہو رہی ہین۔ اور اوسکے ساتھ ان لوگون کے نام ظاہر کرکے جو اسکے بانی تھے انہین تاکید کی کہ آج شام کے مقررہ پریڈ مین جو گھوڑون کے

اورنگ آباد کي مسجد

ملاحظہ کے لئے ہونے والا ہے نہ آئین–ورنہ غدر برپا ہونے کا خوف ہے–لیکن چونکہ انگریزی فوجی افسرون کي گہٹی مین یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ وہ اپنے فرض منصبی کي ادائیگی کا بہت بڑا خیال رکہتے ہین اس لئے اس اطلاع کي انہون نے کنچہ پرواہ نہین کي–اور جان جوکہون پریڈ مین حاضر ہوے–لیکن خوش قسمتی سے کسی قسم کا بلوہ نہ ہوا مگر صاحب عقل و اہل فراست کو نا اتفاقی کے آثار نظر آرہے تہے–لشکری سوار تمام ترش مزاج اور تندخو تہے–اور اگرچہ وہ ان احکام کو بجا لاتے تہے جو انہین دئے جاتے تہے لیکن بشاشت و شادمانی سے نہین بلکہ ناخوشی و جبر سے–لیکن یہ صرف رسالہ ہی نتہا جو باعث خوف و دہشت ہو بلکہ اودہر کے دور دست ملک سے ٢٥٠ دوسو پچاس آدمی دوسری انفنٹری مین بہرتی ہونے کے لئے آے تہے–اس لئے انگریزی افسرون کو نہایت فکر و تشویش ہوئی کیونکہ دو یا تین سرجنون کو ملاکر بہی بارہ آدمی مشکل سے ہوسکتے تہے–انگریزی افسرون کو یہ خوفناک اور غلط افواہین گوش زد ہونے لگین کہ انہین قتل کرنے انکے گہرون کو مع انکے اہل و عیال انکے نظرون کے سامنے جلانے اور ان کي چہاؤنی پر حملہ کرکے لوٹ مار کرنے کي خفیہ سازشین اور لگاتار کوششین ہورہی ہین–اور ایسی ہی دوسری بہت سی خبرین چلی آتی تہین–لیکن باوجود انہین اپنی سلامتی کے، خوف و خطر کے اور باوجود اپنی بے بس عورتون اور معصوم بچون کي بدقسمتی کے افکار و اضطرابات کے وہ اپنے ظاہری چال چلن سے اس بات کو ثابت کرتے رہے کہ فوج پر انکا پورا پورا بہروسا ہے–اور بدگمانی کو دور کرنے کے لئے وہ حسب عادت اپنی اپنی رجمنٹون کے لائنون مین برابر حاضر ہوتے رہے–ایک وقت سر شام انہین معلوم ہوا کہ انفنٹری کے لائنون مین بعض شریر لوگ جو سوارون کے لباس مین ہین–اور اس جگہ سے ناواقف–آنکر کنٹونمنٹ مین انگریزی افسرون کے مکانات دریافت کررہے ہین–آدہی رات کو تیسری کیولری کا ایک سپاہی برہان بخش نامی چہپکر انفنٹری کے کمانڈر کپتان اسپیڈ کے پاس چلاآیا–یہ شخص حسن اتفاق سے اسوقت لائنون مین موجود تہا–اور کپتان اور اوسکی بیوی سے بہت محبت رکہتا تہا–انہین اطلاع دی کہ کیولری کے سپاہی غالباً آج علی الصباح کنٹونمنٹ پر حملہ کرنے کي تیاری کررہے ہین–یہ بات سنتے ہی کپتان نے اپنے عورت بچے اور دوسری دو چار لیڈیون کو بیل گاڑی مین سوار کرکے اس معتمد اور وفادار برہان بخش کے ہمراہ احمد نگر کو روانہ کردیا–اس گاڑی پر سفید پردہ پڑا ہوا تہا تاکہ اسلامی زنانہ سواری معلوم ہو–یہ لوگ صحیح و سالم احمدنگر پہونچ گئے–لیکن اسی اثنا مین آسمان پر ایک کالی گہٹا چہاگئی بادل کي گرج اور بجلی کي چمک کے ساتہ ایسی موسلا دہار بارش شروع ہوئی کہ پرنالون سے نہرین جاری ہوگئین–ہوا

اس زور سے چل رہی تھی کہ جہاز اور مکانات ہل رہے تھے۔ کمبولری والون نے بازار مین ایک سبز جھنڈا گاڑا تھا۔ وہ ہوا کے زور سے گر پڑا۔ اس طوفان کے برپا ہونے اور جھنڈے کے گرنے سے وہ لوگ سہم گئے اور اور خیال کیا کہ انپر آسمانی غضب ٹوٹ پڑا ہے اور خدا اُن سے راضی نہین۔ یہ عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ اس آسمانی طوفان نے بلوہ کو روک دیا۔ لیکن یہ میرا خیال نہین ہے اور نہ مین یہ کہہ سکتا ہون کہ اس خیال کی کوئی بنا ہو۔ غرض بہت جلد یہ نازک وقت آن پہونچا۔ اور طوفان کے دوسرے روز افسرون کو معلوم ہوا کہ بعض اچھے لفنگے سپاہیون کی بدنیتی پر مطلع ہوکے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے کنٹونمنٹ پر حملہ کرکے اس کو لوٹنے کے لئے شہر سے آن پہونچے تھے۔ لیکن بعد مین یہ خبر غلط نکلی۔ غرض افسرون نے اس خبر کو سنتے ہی اپنی دور اندیشی سے فوراً اسکا انتظام کردیا۔ اور دو انفنٹری کی کمپنیون کو جمع کرکے پُل پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ پل دریاے قوم پر بنا ہوا ہے اور کنٹونمنٹ کو اس مقام سے جدا کرتا ہے۔ جہاں کمبولری کے سپاہی فروکش تھے۔ یہان اس بات کا ظاہر کردینا ضروری ہے کہ ہر ہر کمبولری کے یوروپین افسر اپنی لائنون مین نہین رہتے تھے۔ بلکہ کنٹونمنٹ کے بنگلونمین رہتے تھے۔ چونکہ کمبولری کے سپاہی اپنے وہم و گمان مین مبتلا تھے۔ اور جانتے تھے کہ اُنپر انکے افسرون کا اعتماد نہین ہے اس لئے یکایک انہین خیال ہوا کہ انفنٹری کے لوگ انپر حملہ کرنے والے ہین۔ اور اس خیال سے تمام کمبولری کی لائنون مین سخت گھبراہٹ پھیل گئی۔ تُرہی کی آواز جو رات کو ہوا کمبولری کی لائنون مین اڑا لیجاتی تہی اس سے وہ گھبرا کے چونک اٹھتے تھے اور اس خیال سے کہ انکی لائنون پر حملہ ہوا چاہتا ہے۔ ہتیار سنبھال گھوڑون پر زین کس اور اونپر سوار ہوکے بغیر کسی انتظام کے کنٹونمنٹ کی طرف بِکٹ فوج روانہ کرتے تھے۔ اگرچہ کمبولری نے شتاب زدہ کارروائی کی لیکن اکثر باتین بری الذمہ ہونے کی تھین۔ جو اگر فہمایش کیجاتین تو انکی تقصیر بہت کچھہ خفیف کردیتین لیکن ظاہراً ہرطرح سے وہ گورنمنٹ کے برخلاف آمادہ تھے اور بلوائی۔ جب سے بلوے کے آثار کنٹونمنٹ مین ظاہر ہوئے تھے۔ تب سے ایلغار سے کام لیا جاتا تھا اور حیدرآباد کے حکام کو ان واقعات کی خبر دی گئی۔ اس پر حکم صادر ہوا کہ جلد فوج کا ایک دستہ پونہ سے اورنگ آباد کو روانہ ہو۔ اِدہر وہ دستہ ہنوز راستہ طے کرتا ہوا چلا آتا تھا اور اُدہر اورنگ آباد کی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تہی۔ توپخانہ مشتبہ تھا۔ پیادون پر سے بھروسا اٹھگیا تھا اور سوارون کی حالت سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حملہ کربیٹھین۔ غرض بلوہ ہونے مین کوئی کسر باقی رہی تہی کہ اتنے مین کمبولری کو خبر پہونچی کہ بمبئی کے رسالے قریب آن پہونچے تو وہ گھبرا گئی اور اپنے جان جوکھون کا خیال کرکے حسب عادت بالکل غریب

اور فرمانبردار ہوگئی۔ اس اثنا مین پونا کی فوج طول و طویل منازل کو قطع کرتی ہوئی اور راستہ کی سختی اور تکالیف اٹھاتی ہوئی کرنل اوڈبرن کے ماتحت اورنگ آباد آپہونچی۔ یہ فوج تین حصون مین منقسم تہی۔ پہلا حصہ چودہوین حصار کا کپتان گال کے ماتحت۔ اور دوسرا حصہ توپخانہ کا کپتان ولکمب کے ماتحت۔ یہ دونون یوروپین فوجین تھین۔ اور تیسرا حصہ بمبئی کی دیسی انفنٹری کا کرنل فولیٹ کے ماتحت۔ جنرل اوڈبرن سیدہا کمبولری کے لائنون مین چلے آئے۔ رسالون کی قواعد شروع ہوئی۔ توپون کو باروت سے بھرنے کا حکم ہوا ۲۵ وین انفنٹری اس پر معین ہوئی اور حصار اسکی اعانت پر آمادہ ہوئے۔ اور پھر ترہی کی صاف آواز نے حکم سنایا کہ رسالہ کے سپاہی بغیر گھوڑون کے پریڈ پر حاضر ہون۔ اس حکم کی برضا و رغبت فوراً تعمیل ہوئی۔ بعدازان انہین حکم ہوا کہ توپ خانہ کے توپون کے سامنے کھڑے ہوجائین۔ کیا اس حکم کی تعمیل مین ذرا بھی اندیشہ یا توقف ہوا؟ نہین۔ نہین۔ بلکہ نہایت استقلال اور نہایت فرمان برداری کے ساتھہ جیسے ہمیشہ پریڈ پر ہوا کرتی ہے تمام سپاہی اپنے اپنے مقام معینہ پر حاضر ہوئے۔ چند لحظہ تک سواے رُپ رُپ کے اور کوئی آواز سنائی نہین دیتی تہی اور ہر ایک شخص بادب توپ کے منھہ پر اسکے چمکتے ہوے پیتل کے اُن سوراخون کو غور سے گھورتے ہوئے کھڑا تھا جو فقط ایک حکم کا اشارہ پاتے ہی اوسکی ہلاکت کیواسطے کافی تھے۔ یقیناً اس بارے مین کسیقدر غلط فہمی تہی کیونکہ مجرم اور خطاوار کبھی اس اطاعت و فرمانبرداری کے ساتہ تعمیل حکم نہین کرتے۔ اور مفسدون اور فتنہ انگیزون کی کبھی ایسی حالت نہین ہوتی۔ جنرل اوڈبرن اور دوسرے افسرون کے دلون مین جو اس قابل یادگار صبح کو وہان جمع ہوے تھے ایسے شبہات گذرے ہون لیکن ظاہراً انکا کچھہ ثبوت نہین تھا۔ سب چپ چاپ کھڑے ہوے تھے۔ چند لحظون کے بعد جنرل اوڈبرن نے مہر خاموشی توڑی۔ اور سوارون کے پہلے رسالہ کے رسالدار کو پکار کے کہا کہ جن جن لوگون نے غدر کا ارادہ کیا تھا انکے نام ظاہر کئے جائین رسالدار نے پہلے رسالہ کے اول جمعدار کا نام لیا۔ اسنے دیکھا کے اب قلعئی کھلگئی اور قریب ہے کہ اسکا کام تمام ہوجائے۔ مایوس ہوکے اپنے لشکر کو فیر کرنے کا حکم دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ بندوقین چلائین یہ دیکھتے ہی سب کے ہوش وحواس باختہ ہوگئے۔ لیکن توپون کو بتی نہین دی جاسکتی تہی۔ کیونکہ جنرل اوڈبرن دوسری انگریزی افسر اور بلوہ انگیز بالکل ملے ہوے تھے۔ بلوائی اس اضطراب کو غنیمت سمجھکے اپنے اپنے گھوڑون کے طرف بھاگے اور انکے پاؤن کی رسیان کاٹ۔ اور انپر سوار ہوکر چوطرف بھاگنے لگے۔ یہ بھاگڑ بالکل وحشت انگیز تہی۔ گویا وہ گھڑدوڑ تہی جو موت اور زندگی کے درمیان ہو رہی تہی۔ انکے پیچھے توپون پر بتی پڑی اور دھنا دھنا کی آواز سے جنگل و پہاڑ گونجنے لگے۔ کئی گھوڑے جو بندھے ہوئے تھے ہلاک ہوگئے۔ اور دوسرے رسیان تڑاکر بد حواسی سے چوطرف

اورنگ زیب کي مسجد کا اندروني حصہ

بھاگنے لگے۔اور قریباً دس (۱۰) مرتبہ گولے چلے۔ایک بہرا ضعیف بوہرا اور ایک بوڑھیا جو اتفاقاً وہان سے جارہے تھے گولون کا نشانہ ہوگئے۔لیکن مفسدون کو کچھ نقصان نہین پہونچا۔ابھی توپون کے اخیر گولون کي صدائے بازگشت پہاڑیون سے کم نہوئی تھی کہ چودھوین ڈراگون نے بھاگے ہوے سوارون کا تعاقب کیا۔لیکن چونکہ وہ بوجہ سفر دور و دراز کے بالکل تھکے ہوئے تھے۔اس لئے انکی گرفتاری مین کامیاب نہوسکے۔ اس خوفناک بلوے مین فوجکے دو حصے وفادار رہے اور اسی وجہ سے بمبئی انفنٹری نے اُنہین کچھ ایذا نہین دی۔ میر فدا علی نامی ایک دفعدار نے اپنے لشکرکے افسر کپتان ایبٹ پرپستول چلائی تھی۔لیکن وہ بال بال بچگیا اسکے لئے میس ہاوس مین اسیوقت کورٹ مارشل قائم ہوا۔بعد تحقیقات و اثبات جرم کے اسکو اسی شام کو پھانسی دیدیگئی۔پھر چند روز تک متواتر کورٹ مارشیل کے اجلاس ہوتے رہے اور کوئی ۲۴ آدمیون پر جرم قائم ہوا۔انمین سے ۲۱ بندوق سے اور ۳ توپ سے اڑا دیئے گئے۔پہلی کمپوازی پھر بدلاباد کو جو حضور نظام کي سرحد ہے کوچ کرگئي اور وہان دوسری تین کمپوازیون مین سے اس مین سپاہی بھرتی کئے گئے۔اس سے دوبارہ اسکو اپنی اصلی قوت حاصل ہوگئی۔جس سے وقتاً فوقتاً اُسنے بلوے کے زمانہ مین عمدہ اور وفادار خدمات بجا لاکے اپنے دامن حال سے بدنامی کے داغ کو مٹا دیا۔

محمدي پل اور دروازہ

دریاے گوداوری
محل اورنگ زیب کے کہنڈر
مسجد و قلعہ

چوک بازار
دروازۂ مقبرۂ اسلام خان
بالا حصار

دولت آباد

اورنگ آباد کے ضلع مین دولت آباد ایک شہر ھے معہ ایک پہاڑی قلعہ کے - یہ شہر سنہ ۱۱۸۳ مین چالک یاس کے یا داوا راجاؤن نے تعمیر کر کے اسکا نام دیوگڑہی رکہا تہا - اور قدیم تانبے کے پترون کي تحریر سے پایا جاتا ھے کہ بہجاپور کے بدلے یا داوا سلطنت کے راجاؤن نے اسکو آباد کیا تہا - انکي سلطنت سنہ ۱۲۹۴ تک قایم رہي اسي سال علاؤالدین مالمرد جو اپنے چچا جلال الدین کي طرف سے جو خاندان خلجی کا پہلا پادشاہ گذرا ھے اودھ اور بدایون کا حاکم تہا - یکایک آٹہہ ہزار سوارون کے ساتھ خاندیس پر سے ہوتا ہوا - ایلچپور کو مفتوح کر کے جناح استعجال پر دولت آباد آن پہونچا اسوقت یہان کا یا داوا راجہ رام چندر نامی تہا - جب اسکو خبر ہوئي تو اپنی فوج لے ساتھ شہر کے باہر ملا اور چار میل کے فاصلہ پر دونون مین ایک سخت لڑائي ہوئی - آخر ہندو منہزم ہوکے بہاگے - علاؤالدین نے انہین مہلت ندی اور انکا ایسا تعاقب کیا کہ قلعہ کے محافظ اسکے حملہ کو روک نہ سکے اور آسانی سے شہر مفتوح ہوگیا - یہ مہم جس مین صرف آٹہہ ہزار سوار تہے ایک بڑی بہاری فوج کا مقدمۃ الجیش سمجہی گئی - تمام دکہن مین عموماً اضطراب پہیل گیا - اور اکثر راجہ بعوض اسکے کہ اپنی مجتمعہ فوجون سے دشمن کا مقابلہ کرین منفرد طور پر اوس کے حملہ سے اپنی اپنی مقبوضات کو محفوظ کرنے مین مصروف ہوگئے - خیال کیا جاتا ھے کہ اسی حسد و خود غرضی نے بعد مین مسلمانون کو دکہن اور جنوبی ہند فتح کرنے کي ہمت دلائي -

راجہ رامچندر نے تجویز کي کہ پچاس من (فی من ۸۰ رتل) سونا - بہت سے موتی - دوسرے جواہرات - اور جنگی ہاتہی جو پہلے ہی سے گرفتار کرلئے گئے تہے پیش کش کرکے صلح کي درخواست کرے - علاؤالدین نے بہی منظور کر کے قیدیون کو رہا کردیا - اور چاہتا تہا کہ شہر کو خالی کرے لیکن اس اثنا مین راجہ رامچندر کا لڑکا کہ جسکے ساتہہ بہت سی فوج تہی - شہر کے باہر آن پہونچا - اسکو اپنی فوجی قوت پر اتنا گہمنڈ تہا کہ برخلاف باپ کي راے کے علاؤالدین کو پیغام بہیجا کہ بہتر ھے کہ تم ہمارا مال غنیمت واپس کرکے اپنے وطن کو مراجعت کرجاؤ ورنہ نتیجہ بُرا ہوگا - یہ سنتے ہی علاؤالدین کي آتش غضب بہڑک اٹہی وہ اسوقت اپنی فوج کے ایک حصہ کو قلعہ کي محافظت کے لئے چہوڑ کے باقی فوج لے ساتھ شہر کے باہر نکلا اور دونون مین جنگ شروع ہوگئی - اس جنگ مین قریب تہا کہ علاؤالدین کي شکست ہو - لیکن اثنا مین قلعہ کی محافظ فوج باہر نکل آئی - ہندو سمجہے کہ شمال سے نئی فوج کمک کے لئے آئی ھے - مارے

نظارۂ دولت آباد

خوف کے بہاگنے لگے اور پہر از سرنو صلح کی کوشش ہوئی لیکن اب اس شرط پر کہ رامچندر ٦٠٠ من سونا ٧ من موتی — دو من جواہرات ١٠٠٠ من چاندی — ٥٠٠٠ ریشمی طاقیے — اور دوسری بہت سی قیمتی چیزین پیش کش کرے علاوہ اس کے ایلچپور اور اوسکے مضافات سے دست بردار ہو — اور ہر سال خراج ادا کرتا رہے — غرض صلح ہو گئی — مال غنیمت مین بہت سے ایسے جنگی ہاتھی علاؤالدین کے ہاتہ آئے جو تیر اور تلوار چلا سکتے تہے — دولت آباد کی فتح اس لئے قابل یادگار ہے کہ دکہن مین یہ پہلا شہر ہے جسکو مسلمانون نے ابتدا مین مفتوح کیا تہا —

سنہ ١٣٠٣ مین رامچندر نے ادائگی خراج مین خلاف ورزی کی اسکی تنبیہ کے لئے ملک کافور (جو ایک خواجہ سرا غلام تہا —) ایک فوج کے ساتہ دولت آباد بہیجا گیا اس نے رام چندر اور اسکے لڑکے کو منہزم کرکے قید کرلیا — اور انہین ساتہہ لیکے معہ مال و اسباب غنیمت فتحیابی کے ساتہ دہلی روانہ ہوا — معلوم ہوتا ہے کہ پادشاہ نے رامچندر کے ساتہ کچہہ بد سلوکی نہین کی — بلکہ اسکو چتر اور راے رایان کا خطاب اور لاکہہ تنکہ دیکے اوسکے وطن کو واپس بہیجدیا — راجہ اس سلوک سے بہت خوش ہوا اور جب تک زندہ رہا موافق عہد و پیمان کے خراج گزار رہا —

سنہ ١٣٠٩ع مین جبکہ سلطان علاؤالدین (جسنے سنہ ١٢١٩ع مین اپنے چچا کو قتل کرکے سلطنت ضبط کرلی تہی) ورنگل کے راجہ کے ساتہ لڑائی مین مصروف تہا اور اسکی فوج ملک کافور کے زیر کمانڈ دولت آباد کے ضلع مین پڑی ہوئی تہی — تو رامچندر نے اپنی وفاداری ظاہر کی اور فوج کو رسد پہونچانے مین ہر قسم کی مدد دی — فوج مذکور چند روز دولت آباد مین قیام کرکے جب وہان سے روانہ ہوئی تو رامچندر نے خلجی جنرل ملک کافور کی کئی منزلون تک مشایعت کی —

دوسرے سال ملک کافور جب دولت آباد کو ورنگل سے مال غنیمت کے ساتہ واپس آیا تو اسکو معلوم ہوا کہ رام چندر انتقال کرگیا اور اسکی جگہ پر اسکا لڑکا سامکارا تخت نشین ہوا ہے — اس سامکارا کے خیالات مسلمانون کی نسبت اچہے نہین تہے اس لئے جب اس نے سنہ ١٣١٢ع مین خراج بہیجنے سے انکار کیا تو پہر ملک کافور کو اسکی تنبیہ کے لئے بہیجا گیا — وہ راجہ کے ملک کو تاخت و تاراج اور راجہ کو قتل کرکے پہر دہلی روانہ ہوگیا — لیکن جاتے وقت دکہن مین انتظام قایم رکہنے کے لئے کچہہ فوجین متعین کردین — اوسکے چند روز بعد دہلی مین امرائے دربار اور ملک کافور نے سلطان کے برخلاف سازش کی — دولت آباد مین ہارپولا نامی جو رام چندر کا داماد تہا اس موقع کو غنیمت سمجہکے مسلمانون کی

چاند مینار — دولت آباد

اطاعت سے آزاد ہونے کے لئے بلوہ کر بیٹھا۔ اور اسلامی فوجون کو دولت آباد سے نکال کے اپنے تئین دکھن کا راجہ مشہور کردیا۔

سنہ ۱۳۱۶ع مین سلطان علاؤالدین کو زہر سے مارڈال کے اوس کے تیسرے لڑکے مبارک خان نامی کو قید کرلیا گیا۔ اور اسکے پانچ ہفتہ بعد ملک کافور بھی جو تخت سلطنت غصب کرنے کے لئے سازش کررہا تھا مارڈالا گیا۔ اسکے مرنے کے بعد مبارک خان قید سے نکل کے تخت سلطنت پر سوار ہوا اور اپنا لقب سلطان قطب الدین رکھا۔ سنہ ۱۳۱۸ع مین سلطان نے خاص اپنے کمانڈ مین جدید فوجین لیکر دکھن مین ہارپولا پر چڑہائی کي۔ شاہی فوجون کا قریب پہونچنا ہی تھا کہ ہارپولا اور اوسکے متعلقین فرار کرگئے۔ لیکن سلطان نے اسکا تعاقب کرکے اوسکو گرفتار کرلیا۔ اور پھر زندہ اوسکی کھال کھنچوا کے اس کھال کو دولت آباد کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اس راجہ کے ساتھہ یا داوا کي سلطنت منقرض ہوگئی۔

سلطان چند روز تک دولت آباد مین رہکے وہین سے دکھن کو مطیع کرنے کي کارروائی کرتا رہا اور جب دہلی کو واپس جانے لگا تو ملک یحیل لکھی کو دکھن کا گورنر مقرر کیا لیکن چند روز بعد اس نے بھی سرکشي کي اس لئے اسکو گرفتار کرواکے اوسکی ناک اور کان کٹوا دئے۔ اور اسکی جگہہ پر دوسرا گورنر مقرر ہوا۔ سلطان مبارک اپنی سلطنت کا تمام کاروبار ایک منکردین اور نو مسلم ہندو کو جسکا نام خسروخان تھا سپرد کرکے آپ عیش و عشرت مین مشغول ہوگیا۔ ملک کافور جو خسرو خان کا بڑا دوست اور سرپرست تھا اوسیکی سازش سے قتل ہوگیا تھا۔ اسکے بعد جب پورے اختیارات اسکو حاصل ہوے تو موقع کو غنیمت سمجھکر سلطان کو قتل کرکے تخت سلطنت پر چڑھہ بیٹھا اور اپنا لقب سلطان ناصرالدین رکھا۔ اگرچہ ظاہر وہ پیرو مذہب اسلام تھا لیکن باطناً سخت مخالف۔ ور یہی وجہ تھي کہ اکثر وہ کلام مجید کي توہین کرکے اوسپر بیٹھتا تھا اور مسجدون مین منبرون پر بت رکھوا تا تھا۔ چنانچہ بہت جلد اوسکو اسکی سزا ملی۔ ا ر سنہ ۱۳۲۰ع مین قتل کردیا گیا۔ اس شخص سے خلجی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

اسکے بعد غازی ملک خان گورنر بنگالہ جو خسرو خان کے قتل مین شریکِ غالب تھا۔ سلطان غیاث الدین کے لقب سے تخت سلطنت ہند پر سوار ہوا۔ اور تُغلق سلطنت قایم کي۔ سنہ ۱۳۲۱ع مین اس نے اپنے بڑے فرزند الف خان کے زیرفرمان ورنگل پر ایک مہم روانہ کي۔ الف خان جب دولت آباد پہونچا تو وہان اسکی بڑی آؤبھگت ہوئی۔ ورنگل کے حملہ مین پہلے تو وہ نا کام رہا اور جب تک کمک آن نہ پہونچی اسکو دولت آباد واپس آنا پڑا۔ پھر کمک آنے کے بعد اس نے ورنگل پر چڑہائی کي اور چند روز کے محاصرہ مین اوسکو فتح کرلیا۔

سنہ ۱۳۲۵ مین سلطانِ غازی پر دہلی مین ایک شامیانہ گرپڑا جسکی وجہ سے وہ دبکے مرگیا اور اسکی جگہہ پر اسکے لڑکے نے تخت نشین ہوکر سلطان محمد تُغلق اپنا لقب رکھا۔

سنہ ۱۳۳۸ مین اس کو خیال پیدا ہوا کہ بعوض دہلی کے دولت آباد کو اپنا پاے تخت بنائے اس لئے عام رعایا کو دہلی خالی کرکے وہان اپنے ساتھہ چلنے کا حکم دیا۔ دولت آباد دہلی سے ۸۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔

ابن بطوطہ جو ٹانجیر کا رہنے والا تھا اپنے سفرنامہ مین دولت آباد کا حال سلطان محمد تُغلق کے زمانہ مین یون بیان کرتا ہے۔ کہ سلطان محمد نے دہلی کو ویران کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا ہے۔ اس لئے اس نے وہان کے تمام مکانات اور مسافرخانہ انکے مالکون سے خرید کرکے انہین قیمت ادا کردی اور دولت آباد چلنے کا حکم دیا۔ پہلے تو وہ لوگ اس حکم کي تعمیل مین ناراض تھے۔ لیکن جب شہنشاہی حکم سے تمام شہر مین منادی ہوگئی کہ تین دن کے بعد کوئی شخص دہلی مین رہنے نپائے تو وہ مجبور ہو کے وہان سے نکلنے لگے۔ لیکن بعض لوگ اپنے مکان مین چھپ رہے۔ سلطان نے خانہ تلاشی کا حکم دیا۔ اوس کے غلامون نے۔ راستے مین دو آدمی دیکھے جنمین ایک مفلوج تھا اور دوسرا اندھا۔ جب انہین سلطان کے حضور مین لایا گیا۔ تو مفلوج کو توپ کے منھہ پر رکھکے اڑا دیا اور اندھے کي نسبت حکم دیا کہ اسکو دہلی سے دولت آباد تک جو چالیس دن کے فاصلہ پر تھا زمین پر کشان کشان لیجایا جاے۔ راستہ مین اوس بیچارے غریب کے پرخچے اڑگئے اور صرف اسکی ایک ٹانگ دولت آباد تک پہونچی۔ غرض تمام باشندگان دہلی اپنا سارا مال و اسباب اور اشیاء تجارتی وہین چھوڑ کے روانہ دولت آباد ہوگئے۔ دہلی بالکل ویران ہوگئی۔ ابن بطوطہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے جسپر مجھکو کامل اعتماد تھا مجھہ سے کہا کہ سلطان نے ایک روز سر شام اپنے کوٹھے پر چڑھکے۔ دہلی مین چارون طرف نگاہ کي نہ اس کو کہین آگ نظر آئی نہ دہوان اور نہ روشنی۔ خوش ہوکر کہا کہ اب مجھے اطمینان حاصل ہوا اور اب میرا دل ٹھنڈا ہوا۔ اسکے چند روز بعد اس نے مختلف اضلاع کے باشندون کو لکھا کہ دہلی کو پھر از سرنو آباد کرین۔ لیکن باوجود دوسرے شہرون کے ویران ہونے کے دہلی ہرگز آباد نہوسکی۔ واقعی دنیا مین وہ ایک بہت بڑا شہر ہے۔ سیاحِ مذکور کہتا ہے کہ جب ہم اس شہر مین داخل ہوے تو ہم نے اوسکو بالکل خالی اور واگذاشتہ پایا۔ اور آبادی بہت ہی تھوڑی سی تھی۔

دوسرا مورخ ضیاؤالدین نامی جو تاریخ فیروز شاہی کا مصنف ہے یون بیان کرتا ہے کہ دہلی ایسی ویران ہوگئی تھی۔ کہ ایک بلی اور ایک کُتا تک شہر کے کسی مکان

مشرقي دروازہ - قلعۂ دولت آباد

مین کسی محلہ مین اور کسی کوچہ و بازار مین نظر نہین آتا تہا - وہان کے دیسیون کے گروہ کے گروہ اپني عورتون - بچون - قرابت دارون - ماماوٴن اور نوکرون کے ساتہ وہان سے نکلنے پر مجبور ہوگئے تہے - یہہ لوگ پشتہا پشت سے وہین کے باشندے چلے آتے تہے - اس جلا وطني سے سخت شکستہ دل ہوگئے تہے - انمین سے بہت سون نے بوجہ تعب سفر کے رستے ہي مین سے بعوض دولت آباد کے ملک عدم کا راستہ لیا اور جو لوگ وہان صحیح و سالم آنکر پہونچے - انہین جلا وطني کے رنج و الم نے مایوس کرکے اور کُڑہا کُڑہا کے مارڈالا - دولت آباد کے اطراف و جوانب مین جو کافرون کي زمین تہي مسلمانون کے قبرستان ہي قبرستان ہوگئے - حالانکہ سلطان ان کے ساتہہ کیا راستہ مین اور کیا دولت آباد پہونچنے کے بعد نہایت کشادہ دلي اور فراخ حوصلگي سے پیش آیا تہا - لیکن باوجود اس کے وہ جلا وطني کا صدمہ نہین سہ سکتے تہے - آخر جان بلب ہوکے ہندوٴن کي زمین مین دفن ہوے - ان لوگون مین بہت ہي تہوڑے لوگ ایسے زندہ تہے جنہین پہر اپنے وطن کو مراجعت کرنے کا اتفاق ہوا —

اس وقت سے اسکا نام دولت آباد ہوا - ورنہ پیشتر اس کے وہ دیوگڑہي کے نام سے مشہور تہا - اس کي رونق بڑہانے کے لئے تمام رستون پر درخت لگائے گئے - تمام گلي کوچے درست کئے گئے - قلعہ کي دیوار کے اطراف ایک گہري خندق کہودي گئي - اور بہت سے وسیع اور **عظیم الشان** محل تعمیر کئے گئے —

اوس کے چند روز بعد شمالي ہندوستان کے **ایک گورنر** نے سرکشي کي اور سلطان کو اسکي تنبیہ کے لئے **بذاتہ وہان** جانا پڑا - جب اسکو سزا دیگئي تو اس نے دہلي کو **مراجعت** کي اور دو سال تک وہین ٹہرا رہا - اور پہر **دولت آباد آن** کر ملا بار کے ہندو راجاوٴن سے جنگي کارروائي **شروع کي** - چونکہ ایک مدت تک وہ لڑائیون مین مصروف رہا اس لئے اس کا خزانہ خالي ہوگیا - جب روپیہ کي **ضرورت** ہوئي تو اس نے اس بہانہ سے کہ اس کا تانبا اور **پیتل** دوسرون کے چاندي اور سونے کے برابر ہے - بعوض **چاندي اور** سونے کے سکون کے جدا جدا قیمت کے تانبے کے سکے جاري کئے - اس سے ملک مین بربادي شروع ہوگئي اور **تجارت** ایک لخت موقوف - آخر مجبور ہوکے اس نے تانبے کے سکے واپس لئے - اور انکي قیمت کے مطابق چاندي اور سونے کے سکے دئیے - اس وجہ سے جب خزانہ بالکل خالي ہوگیا - تو اسنے امیرون اور نیز دوسري رعایا سے زبردستي روپیہ وصول کرنے کي کارروائي شروع کي - یہانتک کہ بہتون نے اس ظلم کي وجہ سے خود کُشي کرلي - سلطان جب ورنگل کے محاصرہ مین مصروف تہا تو اس کے لشکر مین وبائے ہیضہ شروع ہوئي - اور وہ خود بہي اس مین مبتلا ہوکر معالجہ کے لئے دولت آباد واپس چلا آیا - اور

سیدھی کھدی ہوی چٹانین اور خندق — دولت آباد

حکم دیا کہ جسکو دہلی جانا ہو وہ چلا جائے — لیکن چونکہ اسوقت لوگ وہان سکونت پذیر ہوچکے تھے — اس لئے بہت تھوڑے لوگ دہلی گئے — شمالی ہندوستان مین پھر فساد شروع ہوا — اور سلطان اس کے فرو کرنے کے لئے پھر دولت آباد سے وہان گیا — اسکی عدم موجودگی مین دکھن کے جدید مفتوحہ اضلاع مین بغاوت شروع ہوگئی اور سوائے ایک دولت آباد کے دکھن کا کُل ملک اوسکے ہاتھ سے نکل گیا — اور دولت آباد کے لوگ بھی بوجہ اوس کے پیشتر کے ظلم و ستم کے اوس سے ناراض تھے — اس لئے وہان بھی سازشین شروع ہوگئین چند مہینے بعد ایک شخص امیر علی شاہ نامی نے (جو جاگیر خان بانی سلطنت بہمنی کا بھتیجا تھا — دولت آباد سے محصولات جمع کرنے کے لئے گلبرگہ بھیجا گیا تھا) بغاوت کی لیکن وہ قید کرلیا گیا — اسکے بعد پانچ برس تک کوئی فتنہ وفساد نہین ہوا — لیکن پھر دکھن کے بعض گورنرون نے غدر برپا کرکے بہمنی سلطنت قائم کرلی — اور گلبرگہ اسکا پایہ تخت مقرر ہوا —

ابن بطوطہ اس شہر کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ وسعت و عمدگی مین ویسا ہی ہے جیسا دہلی کا شہر —

دین ابوالعباس احمد ایک دمشق کا باشندہ دولت آباد کی نسبت جبکہ وہ تعمیر ہو رہا تھا یون بیان کرتا ہے — کہ اس شہر کے بہت سے حصہ ہین اور ہر ایک حصہ مین بہت سی مسجدین — بازار — اور کنوئن وغیرہ ہین — اور صناع لوگ وہان رہتے ہین گویا ہر ایک حصہ بجائے خود ایک آزاد اور الگ شہر ہے —

دولت آباد سنہ ١٥٢٥ع تک بہمنی بادشاہون کے اختیار مین رہا اور پھر انکے زوال کے بعد نظام شاہی بادشاہون کے قبضہ مین آیا — اور انکے پاس سے پھر اکبر کے اختیار مین — احمد نگر چھن جانے کے بعد جو نظام شاہی بادشاہون کا پائے تخت تھا — ملک عنبر نے کرکی (اورنگ آباد) کو جدید نظام شاہی پائے تخت مقرر کیا اور دولت آباد انہین بادشاہون کے قبضہ مین رہا — جب وہ احمد نگر سے نکال دئے جاتے تھے تو وہین آنکر پناہ لیتے تھے — لیکن آخر سنہ ١٦٣٢ع مین جبکہ ملک عنبر کے لڑکے فتح خان نے نظام شاہ کو مروا ڈالا — تو شاہ جہان کے سپہ سالار نے دولت آباد کا قلعہ فتح کرلیا — خان خانان سپہ سالار فوج ایک گیریسن قلعہ مذکور مین متعین اور فتح خان اور نظام شاہی بادشاہ کو قید کرکے برہان پور روانہ ہوگیا — بیجاپور کے سپہ سالار نے ایک ایلچی کے ساتھ صلح کی شرطین روانہ کین لیکن وہ منظور نہین ہوئین اس لئے اس نے دولت آباد پر چڑہائی کی — کیونکہ اس کو معلوم ہوگیا تھا — کہ وہان بہت تھوڑی سی مغلی فوج ہے اور رسد بھی بالکل کم — اس نے قلعہ کی مورچہ بندی نہین توڑی بلکہ اسپر قبضہ کرکے محاصرہ شروع کردیا — چونکہ شہنشاہی افسر وہان کے دیہاتیون کے ساتھ مہربانی سے سلوک کرتے تھے اس لئے وہ قلعہ کی گیریس کو

رسد پہونچاتے رہے—لہذا محاصرہ کرنے والون کو کامیابی نہین ہوئی—جب انہون نے یہ خبر سنی کہ مغلی فوجین واپس آرہی ہین تو—محاصرہ اٹھا کے وہان سے چلتے ہوگئے—

مراٹھون راجہ ساہو کے ماتحت نظام شاہی سلطنت کو پھر از سرنو قائم کرنے کی کوشش کی—لیکن مدّعی سلطنت کو معہ اسکے اور دو رشتہ دارون کے گوالیار کے قلعہ مین قید کردیا گیا—اسکے پچاس برس بعد جب گولکنڈہ مفتوح ہوا تو قطب شاہی بادشاہ ابوالحسن کو دولت آباد مین قید کرکے رکھا گیا—اور نیز شیواجی کا فرزند سمبھاجی بھی سنہ ۱٦۹۰ع مین اپنی مان اور بیٹیون کے ساتھ وہین قید ہوا—

سنہ ۱۷۰۷ مین اورنگ‌زیب کے انتقال کے بعد جب آصف جاہ نے حیدرآباد کی خود مختار ریاست قایم کی تو یہ قلعہ اُسکے قبضہ مین آیا جو ابتک اسی کی اولاد مین ہے—

دولت آباد اورنگ آباد کے شمال و مغرب مین نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اسکی آبادی تقریباً پندرہ (۱۵۰۰ سو کی ہے—قلعہ ایک مخروطی چٹان پر تعمیر کیا گیا ہے جو دامن سے ایک سو پچاس فیٹ کی بلندی پر کسیقدر ڈہالو ہے—اور وہ پہاڑی جسپر وہ چٹان ہے سطح زمین سے تقریباً عمودی شکل مین کوئی ٦۰۰ فیٹ اونچی ہے اس قلعہ مین خندق کے اوسطرف ایک کٹہرا ہے اور سرنگ برباد کرنے کا پورا انتظام—باہر کی دیوار کا گھیرا ۲¾ میل ہے دیوار کے اور بالائی قلعہ کے دامن مین تین فصیلین ہین—باہر کی دیوار ابتدا مین شہر کو گھیرے ہوئی تھی—جو قلعہ کے نیچے اسکے اطراف آباد تھا—لیکن اب وہان ایک بڑا کھنڈر ہے اور دیوگڑہ کے بڑے شہر کے عوض صرف ایک قصبہ باقی رہگیا ہے—جس مین چند جھونپڑے ہین اور ان مین اکثر حضور نظام کی پولیس جو قلعہ کی محافظت کے لئے معین ہے رہتی ہے—وہ قلعہ اب ایک شاہی قید خانہ کے طور پر مستعمل ہے چٹان کی چوٹی پر ایک جھنڈا اور ایک توپ ہے اسکے اندر کوئی قابل ذکر عمارت نہین—چاند مینار (فتح کا برج) ۲۱۰ فیٹ اونچا ہے—اور دامن مین اسکا گھیرا ستر فیٹ کا ہے—جسکی شکل ایک گاؤدم سنگین چبوترے کی ہے وہ پندرہ فیٹ اونچا ہے اور اس مین چوبیس کمرے ہین یہ مینار علاؤالدین بہمنی نے سنہ ۱۴۳۵ع مین قلعہ کی فتح کی یادگار مین بنایا تھا—مینار نیچے سے اوپر تک گاؤدم ہوتا ہوا چلا گیا ہے—اوسکے درمیان ایک بڑا کٹہرا ہے جس مین پہلے ستونونکی قطار تھی—اس مینار مین نیچے سے اوپر تک ایرانی چمکدار اینٹ لگے ہوے دکھلائی دیتے ہین جو نہایت خوبصورت ہین لیکن نزدیک جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اینٹ نہین بلکہ چونے پر ہیرے کی قطع کا مربع نقش کرکے اسپر ایک قسم کے آبدار رنگ سے استرکاری کی گئی ہے—جنوب مین ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور اسکی جنوبی دیوار مین ایک بڑا کتبہ ہے جسپر فارسی مین مینار کی تعمیر کی تاریخ سنہ ۸۴۹ھ (عیسوی سنہ ۱۴۲۵) کندہ ہے لیکن دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مینار مسلمانون کی پہلی فتح کی یادگار مین سنہ ۱۲۹۴ع مین تعمیر ہوا تھا—حقیقت مین یہ انکی صناعی کا جنوبی ہندوستان مین ایک عمدہ نمونہ باقی ہے—اوسکے قریب جین دہرم کے ایک وسیع مندر کے کھنڈر ہین جو بعد مین دیبی کالی کی پرستش گاہ بنادی گئی تھی—اس سے پچاس فیٹ پر ایک بڑا پھاٹک ہے جسکا نام لال دروازہ ہے—اس دروازہ مین مضبوط میخین اور لوہے کی سلاخین ایسی جڑی ہوئی ہین—جو ہاتھی کی قوت کو روک سکین اور وہ اسیواسطے اتنا مضبوط بنایا بھی گیا—باہر کی دیوار مین فقط دو دروازے اب مستعمل ہین ایک مکہ دروازہ اور دوسرا روضہ دروازہ—یہ دیوار ابتک مضبوط ہے اوسکی بلندی بیس فیٹ سے تیس ۳۰ فیٹ تک ہے اور اسکے زاویون پر مدور برج بنے ہوئے ہین—مکہ دروازے اور روضہ دروازیکے تقریباً وسط مین سے ایک پگڈنڈی نکلی ہوئی ہے جو اندرونی دروازے کو جاتی ہے—یہ دروازہ قلعہ کی چار دیوارون مین سے جو اوسکو گھیری ہوئی ہین پہلی دیوار کو جاتا ہے—یہ دروازہ خندق کی دیوارون کے درمیان ایک کھلی ہوئی جگہ ہے جس مین پھاٹک نہین صرف ایک طرف ایک بھاری لوہے کی زنجیر لٹک رہی ہے—یہ زنجیر خوف کے وقت اس دیوار سے دوسری دیوار تک جو اسکے سامنے ہے آڑی لگائی جاتی ہے تاکہ ہاتھی اندر نہ آنے پائین—باہر کی فصیل اور دوسری فصیل کے درمیان ٦۵ فیٹ کا فاصلہ ہے اور اس سے عبور کرنے کے بعد ایک بڑا مربع پھاٹک ملتا ہے—جسکے پٹ ۷ انچہ موٹے ساگوان کے ہین اور اُن پر لوہے کے پتر معہ لوہے کی بڑی بڑی میخون کے چڑھے ہوے ہین—تاکہ ہاتھی اسے اندر گرانے نپائین—اِن پھاٹکون کے دونون طرف کوئی چالیس فیٹ اونچے برج ہین اور ساگوان کے مضبوط ڈنڈون سے مسدود—داہنی طرف ایک مسجد کے کھنڈر ہین جو کسی مقدس بزرگ نے بنوائی تھی—آٹھہ فیٹ کے فاصلہ پر دوسرا پھاٹک آتا ہے جو بہ نسبت متذکرہ بالا پھاٹکون کے زیادہ اونچا اور زیادہ بلند ہے—اس مین جو بڑے بڑے حصے ہین—ان سے ہندوؤنکی تعمیر کا سراغ لگتا ہے—اس پھاٹک سے تیسرے پھاٹک کو جو سڑک جاتی ہے وہ سیدہی طرف کو مُڑتی ہے اور وہان سے کوئی ستر یا اسی فیٹ پر دوسری فصیل ہے—پھاٹک کی بائین طرف کو ایک اونچا نصف مدور برج ہے—جسمین ایک خوبصورت پتھر کی تراشی ہوئی کھڑکی بالکل ہندؤن کی وضع کی ہے—اس پھاٹک کے آگے ایک دوسرا چھوٹاسا دروازہ ہے جو قلعہ کے نشیبی حصہ کو جاتا ہے—کالا دروازہ جو چاند مینار کے قریب ہے جسکا ذکر آگے ہوچکا—چوتھا پھاٹک ہے—اور اس سے ذرا آگے بڑھکے پانچوان پھاٹک آتا ہے—یہ پھاٹک قلعہ کی ڈہیوڑی سے ملا ہوا

چینی محل دولت آباد

ہے۔ اسکے اندر ایک بارہ سیڑیون کا زینہ ہے جو چھٹے دروازے سے ملحق ہے۔ اسکي چھت پر ایک ہندوانی وضع کے وسیع مکان کے کھنڈر ہین۔ دوسرے پچاس یا ساٹھہ سیڑیون کي چڑھائی کے بعد ساتوان پھاٹک آتا ہے جو غالبًا تمام قلعہ مین بہت ہی قدیم ہے۔ اس پھاٹک کے بائین طرف ہندو راجاؤن کے قدیم محل کو جانے کا راستہ ہے۔ اور یہان کے کھنڈر بڑے بڑے ہین۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر آٹھوان پھاٹک ہے لیکن حقیقت مین یہ ایک ڈھوڑی ہے جس سے چالیس قدم پر داہنی طرف کو چینی محل کے کھنڈر ہین۔ جہان قطب شاہی اخیر پادشاہ ابوالحسن معروف بہ تاناشاہ کو سنہ ۱۶۸۷ع مین اورنگ زیب نے قید کیا تھا۔ اور جسکا نامکمل روضہ ابتک گولکنڈے مین باقی ہے۔ صرف محل کے باہر کي دیوارین ایستادہ ہین جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک نہایت خوبصورت محل کي ہین۔ تاناشاہ نے یہان سنہ ۱۷۰۱ع مین انتقال کیا۔ اور سید راجُو قتال کے روضہ مین مدفون ہوا۔ چینی محل کے کھنڈر کے اوپر ایک مدور برج ہے۔ جس پر ۲۰ فیٹ لمبی ایک توپ چڑھی ہوئی ہے۔ اسکے منھہ کا قطر ۸ انچہ کا ہے۔ اس توپ کے دونون طرف دو نشان ہین جن سے پایا جاتا ہے کہ کبھي اس سے کام لیا گیا تھا۔ وہ نشان توپ کے گولے کے ہین جو غنیم کي طرف سے پھینکا گیا۔ اوسپر فارسی مین بہت سي عبارتین کندہ ہین جن مین سے ایک یہ ہے کہ "یہ قلعہ کي منہدم کرنے والی ہے"۔ اس سے چند گز آگے بڑھکے قلعہ کي بلندی پر جانے کے لئے ایک پتھر کا تنگ پُل ۳۰ فیٹ چوڑا خندق پر بنا ہوا ہے۔ اس پُل کو حال مین مرحوم سرسالارجنگ اول نے بنایا تھا۔ اس کے پیشتر وہان مرتے سے تین چار تختے لگے ہوئے تھے جس پر سے اوپر کو جایا جاتا تھا۔ پُل پر ایک چھوٹی سی ڈھوڑی مین سے اوپر کي چڑھائی ہے۔ اور پھر دوسری چھوٹی سی سیڑھیان ایک اونچے برج کو گئی ہوئی ہین۔ یہ برج اورنگ زیب نے بنایا تھا۔ اس کے اطراف ایک راستہ ہے جو ایک چھوٹے سے ساگوان کے دروازے تک جاتا ہے۔ یہ دروازہ بھاے کٹھرے کا ہے۔ جو

کتبہ قلعۂ دولت آباد

مسجد اورنگ زیب — روضہ

تقریباً ساٹھ فیٹ لمبا ہے—اور اسکے کنارے پر ایک مربع صحن ہے جسکے ایک کونے میں نصف شکستہ سیڑھیاں ہیں جہاں سے ایک بلند مقام پر جہاں دوسرے شاہی محل کے کھنڈر ہیں جایا جاتا ہے—اور نیز مذکورۃ الصدر صحن سے دوسرے کٹھرے کو جانے کا راستہ ہے—یہ کٹھرا تقریباً ساٹھ فیٹ لمبا ہے—ایک چھوٹی سی ڈھیوڑی اور ایک پہاڑ کے اندر کھدا ہوا راستہ اندر کے کمرے تک گیا ہے—اس راستہ کے کنارے پر دوسری ایک سیڑھی ہے جسکے اوپر ایک چھوٹا سا چبوترہ ہے جہاں سے خندق نظر آتی ہے—اور پھر ایک دوسری چالیس سیڑھیوں کی چڑھائی کے بعد ایک چوک آتا ہے جو ۳۰ سے ۲۰ فیٹ تک مربع ہے—اس چوک سے پہاڑی کھدا ہوا راستہ تمام ہوتا ہے—یہاں لوہے کے ایک بڑے کڑی آدھے انجر موٹے پتر کے کنجھر حصے باقی ہیں کہ جو محاصرین کی آمد کو روکنے کے لئے بنایا گیا تھا—یہ پتر دروازے میں لگا دیا جاتا تھا—اور اوسپر بڑی آگ سلگادی جاتی تھی—جب وہ بالکل سرخ ہو جاتا تھا تو کنارے سے آنا غیر ممکن ہوتا تھا—اسکے قریب پہاڑ میں ایک بڑا سوراخ ہوا کے لئے کھدا گیا ہے—اس مقام سے دوسری سیڑھی نمبر سلطان کے چلہ کو اور ایک چھوٹا سا راستہ داہنی طرف نشیب میں کوڑی تالاب کو جاتا ہے—یہ تالاب محض چٹان میں ایک شگاف ہے لیکن اس میں مدس برناگر چٹان کی چوٹی کے ہمیشہ چشمہ کا تازہ پانی بھرا ہوا رہتا ہے—برابر اُس کے نیچے دوسرا ایک چٹان میں کھدا ہوا حوض ہے—چالیس فیٹ لمبا اور تیس فیٹ چوڑا—اوسکو جانبی تالاب کہتے ہیں—چلہ سے ایک اونچی چڑھائی ہے جو ایک خوبصورت پتھر کے شامیانہ میں چوٹی کے قریب لیجاتی ہے—یہ شامیانہ بالکل ہندوانی طرز کا ہے—قدیم بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوگڑھ کے ہندو راجہ اکثر موسم گرما اسی میں بسر کرتے تھے—شاہ جہان اور اورنگ زیب کا بھی موسم گرما کا یہی مسکن تھا—اُس شامیانہ کے پیچھے ایک اور سیڑھی ہے جہاں سے پہاڑ کی چوٹی کے برج میں جایا جاتا ہے—اس برج پر حضور نظام کا پھریرا اوڑ رہا ہے—یہ پہاڑی کوئی تین سو (۳۰۰) فیٹ مدور ہے وہاں ایک توپ دھری ہوئی ہے—جسپر کھدا ہوا ہے—کہ ”طوفان برپا کرنے والی“—اس برج کے داہنی طرف چوٹی پر ایک چھوٹا سا مدور راستہ ہے—جو ایک کونے میں جاتا ہے—یہ کونا کسقدر فاصلہ پر پتھر میں کھدا ہوا ہے—یہاں ایک ہندو تپسیا جنارد ہن سوامی نامی پندرھویں صدی میں رہتا تھا—

روضہ

روضہ یا خلدآباد دولت آباد سے شمال میں پانچ میل پر اور اورنگ آباد سے بارہ میل پر واقع ہے—اور اسکے اطراف ایک مضبوط اور پائدار شہر پناہ ہے جسکو اورنگ زیب نے بنوایا تھا—روضہ سطح سمندر سے ۲۰۰۰ فیٹ بلند ہے اور ایک عمدہ جگہ پر واقع—اسکی آب و ہوا بہت معتدل ہے—اکثر موسم گرما میں لوگ وہاں جایا کرتے ہیں—کسی زمانہ میں یہاں بہت بڑی آبادی تھی لیکن اب بالکل تھوڑی سی ہے—شہر پناہ کی دیوار کی بلندی کا اوسط بیس فیٹ ہے—اسکے چار پھاٹک ہیں—پہلا نقارخانہ—جب کوئی معزز مہمان آتے تھے تو انکی خیر مقدم کے لئے اس دروازہ پر نقارے بجا کرتے تھے—

مقبرہ و روضۂ زین الدین و ملک عنبر

مقبرہ برہان الدین - روضہ

اس لئے وہ اس نام سے مشہور ہوا-دوسرا پنگورا-اسکے نام کي وجہ یہ ہے کہ اسکے نزدیک اس نام کا ایک تالاب ہے تیسرا لنگرو-یہ پہاتک مشرق میں ہے اور سب سے بڑا-اور چوتہا منگل پیتہہ جنوب مین ہے - روضہ کے معنے قبرستان کے ہین اور وہ دکہن کے شیعیون کي کربلا ہے-اس مین بہت سے نامور مسلمان مدفون ہین جن مین شہنشاہ اورنگ زیب اور اوسکا دوسرا بیتا عظیم الشان آصف جاہ بانی ریاست حیدرآباد-ناظر جنگ اسکا دوسرا فرزند-ملک عنبر نظام شاہی اخیر پادشاہ کا مقتدر وزیر اعظم-تاناشاہ گولکنڈے کا اخیر جلا وطن پادشاہ-اور علاوہ انکے دوسرے بہت سے لوگ ہین جنکے نام یاد نہین ہین-روضہ کي اسقدر شہرت کا سبب یہ ہے کہ وہان دو (۲) ولیون کے مقبرے ہین-جنمین سے ایک کا نام برہان الدین ہے اور دوسرے انکے بہائی کا نام زربخش-اور سواے انکے دوسرے بہت سے بزرگ مدفون ہین-یہان کوئی پندرہ سے بیس تک گنبددار مقبرے ہین اور کوئی چودہ سو سادی قبرین-شہر کے شمالی اور جنوبی پہاتکون کے درمیان اورنگ زیب کا مقبرہ ہے-اُسکي ایک گنبددار ڈہیوڑي ہے جسکو سنہ ۱۷٦۰ مین اورنگ آباد کي ایک طوایف نے بنوایا تہا-اس ڈہیوڑي کے اندر ایک بڑا چوک ہے جسکے تین طرف کماندار مکان بنے ہوئے ہین-چوک کي مغرب مین ایک بڑي مسجد ہے اور اس کے روبرو شمال مین ایک کشادہ دروازہ ہے جو اندر کے دوسرے چوک مین جاتا ہے-اس چوک کے جنوب و مشرق کے زاویہ مین اورنگ زیب کے مقبرے کا دروازہ ہے جسکے داہنی طرف اندر اسکي قبر ہے-اس مقبرے کے سامنے ایک ویسي ہی لمبی سي پست عمارت ہے جیسی باہر کے چوک مین ہے-اورنگ زیب کي قبر بالکل سادی ہے کیونکہ اس نے مرتے وقت وصیت کي تہي کہ اسکي قبر موافق حکم کلام مجید کے بالکل سادی غریبون کي سي ہو-حقیقت مین یہ شہنشاہ بڑا متقي و پرہیزگار تہا-لیکن باوجود اسکے اسنے اورنگ آباد مین اپني بیوی رابعہ دورانی کا مقبرہ نہایت عالیشان بنایا تہا-یہ بات کچہہ کم تعجب انگیز نہین-بیان کیا جاتا ہے کہ اسکي وصیت کے موافق اسکے دفن و کفن کے اخراجات اُس آمدنی مین سے کئے گئے تہے جو اس نے اپنے ہاتہ سے ٹوپیان سیکر اور انہین فروخت کرکے جمع کي تہین-یہ آمدنی پانچ روپیہ سے زیادہ نہین تہی-اور دوسرے آٹہہ سو پانچ روپئے تہے-جو کلام مجید کي نقلین لکہکے اونکے ہدیہ سے اسنے جمع کئے تہے-یہ روپیہ غریبون اور محتاجون کو تقسیم کیا گیا-سنگ مرمر کي

بیگم کي مسجد — روضه

مشبک جالی قبر کي مغربی جانب کو کوئی پانچ فیت اونچي هے۔ اور اسکا دروازه منقش ساگوان کا هے۔قبر پتهر کے چبوترے کے بیچمین سطح زمین سے کوئی آدهی فیت اونچي هے ۔ اُسپر کوئی نقش و نگار نهین ۔ چبوترے کے اطراف بهت سے پتلے لکڑے کے ستون ایک ڈهانچے کو تهامے هوئے هین جو قبر کے اوپر هے۔اداے رسومات کے مواقع پر اِس ڈهانچے مین زربفت کے پردے لگائے جاتے هین۔اور دوسرے وقت قبر پر صرف ایک سفید چادر پڑي رهتی هے اور نه اسپر کوئی کتبه هے۔بعد از انتقال کے اورنگ زیب کو خلد مکان کا خطاب دیا گیا تها اس لئے روضه کا نام خلدآباد رکها گیا۔

اورنگ‌زیب کے مقبرے کي مشرق مین چند قدم کے فاصله پر اسکے دوسرے فرزند اور اسکي بیوی کي قبر هے۔ اور اسکے قریب ایک تیسری قبر هے جو کسی بزرگ کي لڑکي کي هے۔یه قبرین ایک چهوتے سے سنگ مرمر کے مربع احاطه مین هین۔جسکے اطراف سفید سنگ مرمر کي جالي۔ اور جالی کے چارون کونون پر چار چهوتے سے مینار هین۔شهزادهٔ عظیم الشان جسکي یه قبر هے آگرے کے قریب اپنے بڑے بهائی کے ساته تخت نشینی کے لئے جنگ کرتے هوئے مارا گیا تها۔اورنگ‌زیب کے مقبرے اور ان قبرون کے احاطه کے درمیان ایک بزرگ سید زین‌الدین نامی کي قبر هے جو سنه ۷۷۱ھ (مطابق سنه ۱۳۷۰ع) مین فوت هوے تهے۔یه مقبره اونکي وفات کے بهت مدت بعد اونکے مریدون مین سے کسي نے بنوایا تها۔ یه ایک متبرک اور مقدس مقام هے جو نهایت احتیاط کے ساته همیشه مقفل رهتا هے۔سال مین صرف ایک مرتبه ان کے عرس پر اسکو کهولتے هین۔

آصف جاه نظام اول حیدرآباد اور انکی بیوی کا مقبره اورنگ زیب کے مقابل هے۔یه دونون قبرین سنگ سماق کے چبوترے پر جس مین سنگ‌مرمر کي پچکاری هے بنی هوئی هے۔اور انکے اطراف سنگ سماق کي دس (۱۰) فٹ اونچی جالی هے۔آصف جاه نے برهان‌پور مین سنه ۱۷۴۸ع مین انتقال کیا تها۔اونکے بائین طرف چند قدم کے فاصله پر ناظر جنگ کي قبر هے۔جس نے صرف دو سال حکومت کي تهي۔اور سنه ۱۷۵۰ع مین دغا سے مار ڈالا گیا تها۔آصف جاه کي قبر کے اسطرف حضرت سید برهان‌الدین کا چله هے۔یه بزرگ روضه مین سنه ۷۴۴ھ (۱۳۴۴ع) مین فوت هوئے تهے۔ انکی نسبت بیان کیا جاتا هے که وه شمالی هندوستان سے چوده سو مریدون کے ساته تقریباً سنه ۱۲۹۹ع مین یهان آئے هوئے تهے۔تاکه دکهن کے هندؤن مین مذهب اسلام کو پهیلائین۔جب علاؤالدین نے دیوگڑهی کا محاصره کیا تها تو انکے مریدون نے اسکو مدد دی تهی۔مسلمانون کا اعتقاد هے که اس چله مین جناب پیغمبر خدا صلی الله علیه وسلم کے ریش کے موئے مبارک هین۔جن مین خود بخود بڑهنے کي

طاقت ہے-اور اسیوجہ سے وہ ہر سال بڑہتے رہتے ہین-یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہان مرقومۃ الذیل خرق عادت ظہور مین آئي تہی-وہ یہ کہ رات کے وقت چاندی کے چہوٹے چہوٹے جہاز چلے کے جنوب مین کہرنجے مین سے اوگتے تہے-جنہین وہان کے ملازم صبح کو اٹہاکر توڑ دیتے تہے اور پہر انہین بازار مین فروخت کرتے تہے-اِس آمدني سے سید کے مریدونکی پرورش ہوتی تہی - اور زیارت گاہ کي حفاظت کي جاتی تہی-اس چلہ کے دروازے سفید اور زرد منقش فلزات سے منڈہے ہوئے ہین-یہان سے کسیقدر فاصلہ پر مغرب مین کسی زمانہ مین ایک خوبصورت مقبرہ بنّی بی بي کا تہا جو اورنگ زیب کي بہو تہی-اور اسکے اطراف و جوانب پُر فضا باغات تہے-لیکن اسوقت وہان صرف ایک جہاڑی رہگئی ہے-اس مقبرے کے اطراف ایک اونچی پتہر کي دیوار ہے-جسکے چارون کونون پر چار گنبد دار برج اور منقش دریچے ہین-شہر سے ایک میل پر ملک عنبر کا مقبرہ ہے جو اخیر نظام شاہی سلطنت کا ایک مشہور و معروف وزیر گذرا ہے-اسی نے اورنگ آباد کي تعمیر کي تہی-سنہ ١٦٢٦ع مین جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس مقبرہ مین اسکو دفن کیا گیا-یہ مقبرہ بالکل سادے پتہر کا ہے اور اوسکے اوپر ایک گنبد-اس مقبرے سے کسیقدر فاصلہ پر نانا شاہ کي قبر ہے - جو گولکنڈے کا اخیر پادشاہ تہا-اور دولت آباد مین قید کي حالت مین سنہ ١٧٠١ع مین مرگیا-

——

جالنا

جالنا ایک چہوٹاسا شہر ہے جس مین کوئی ٨٠٠٠ کي آبادی ہے-اور ضلع اورنگ آباد مین شہر اورنگ آباد سے اڑتیس میل پر قادرآباد کے مقابلہ مین دریاے لنڈیکا کے داہنے کنارے پر ایک عمدہ مقام پر واقع ہے-مقامی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بنا رام کے زمانہ مین جو سنہ عیسوی کے ایک ہزار سال پہلے گذرا ہے ہوئی تہی-اور اسکی عورت سیتا یہین رہتی تہی-اسکے اطراف کا ملک پہاڑی ہے-

لیکن بڑے بڑے پہاڑ نہین-اور جو پہاڑیان ہین ان مین زیادہ کرکے ٹراپ کي چٹانین ہین-جو اکثر مقامات مین شکستہ ہوگئی ہین اور ان کے اوپر ایک قسم کے لال کنکر ہین جو جونے سے مخلوط ہین-جالنے کي ہوا-ویسی ہی عمدہ اور صحت بخش ہے-جیسے بعض اور جنوبی مقامات کي ہے اور زراعت کے لئے نہایت مفید-چند سال کے آگے بہت سے انگریزی میوے اور انگریزی بقولات کي یہان پیداوار ہوئی تہی جو حیدرآباد اور بمبئی وغیرہ کو بہیجی گئی-مثلاً موسم سرما مین انجیر انگور-آڑو اور اسٹرابری بہت عمدہ ہوئی تہی-اور اسٹرابری مقدار مین ویسی ہی تہي جیسے انگلنڈ مین ہوا کرتی ہے-ہان اسکے ذایقہ مین کسیقدر فرق تہا-

لیکن اگر ذرا خیال اسکی طرف متوجہ کیا جاتا تو یقین تہا کہ یہ نقصان بہی دور ہو جاتا-مٹر-لوبیا-کوبی-گاجر-چقندر-شلجم-اجوان-پیاز-آلو کالی فلاور-اور اسکے علاوہ دوسری اقسام کي دیسی بہاجی ترکاری یہان کثرت سے ہوتی ہے-

جالنے مین قدیم الایام مین ٢٠٠٠٠ بیس ہزار کي آبادی تہی لیکن اب وہ کسیقدر ویران ہے وہ ایک وسیع شہر ہے جسکے چہوٹے سی قلعہ اور نیز دوسرے مکانون کي اعلیٰ درجہ کي تعمیر سے جو تراشیدہ پتہر کے ہین-پایا جاتا ہے کہ وہ قدیم زمانہ مین ایک نہایت متمول اور عمدہ شہر تہا-

اس کا قلعہ سنہ ١٧٢٥ع مین قابل خان نے شہر کے مشرقی جانب مین ایک ندی کے کنارے پر بنوایا تہا اوسکي شکل مربع ہے اور اسکے ہر زاویہ پر نصف مدور برج ہین-اب اس مین سوارون کا ایک چہوٹاسا دستہ تحصیلدار کے زیر حکم رہتا ہے

قلعہ کي فصیلون کے اندر ایک مشہور باولی ہے جس مین بہت سے کتہرے اور کمرے ہین قلعہ کے پہاٹک پر ایک کتبہ ہے-جس پر فارسی مین اوسکی بنا کي تاریخ اور اسکے بانی کا نام کندہ ہے-اس شہر کي تاریخ سواے ہندؤن کي قدیم روایتون کے اور کچہہ نہین-اس شہر کا دکہن کي کسی قدیم تاریخ مین ذکر نہین ہے-اکبر کے زمانہ مین اوس کے ایک سپہ سالار کي جاگیر مین تہا-اور اسکے بعد اورنگ زیب پیشتر تخت نشینی کے کبہی کبہی وہان آنکر رہتا تہا-

——

قادرآباد

قادرآباد کنٹونمنٹ کے ساتہ مل کے ایک چہوٹاسا شہر ہے-جسکی آبادی ٧٥٠٠ کي ہے اور جالنا کے مقابلہ مین ندی کے دوسرے کنارے پر واقع ہے اسکے اطراف پتہر کي شہر پناہ کي دیوار ہے-کوئی چالیس برس کے پیشتر یہان اور جالنا مین روئی اور ریشم کي اچہی تجارت ہوتی تہی-ریشمی عمدہ اور خوبصورت ساخت کا کپڑا یہان تیار ہوکر ہندوستان مین چوطرف جاتا تہا اور بڑی قدر سے فروخت ہوتا تہا-لیکن اب یہ تجارت یک لخت موقوف ہوگئی ہے-

کنٹونمنٹ جو شہر کے متصل ہے کسیقدر نشیب مین ہے اور جدید جالنا کہلاتا ہے-اوسکے سامنے ایک سے دو میل کے فاصلہ تک پہاڑیون کي ایک قطار ہے اور اسکا درمیانی حصہ ایک بیضاوی شکل کا ہے-یہ کنٹونمنٹ سنہ ١٨٢٧ع مین حیدرآباد کنٹنجنٹ فوجکے واسطے تعمیر ہوا تہا-بالفعل اسکی آبادی اتنی ہی ہے جتنی قادرآباد کي ہے-یعنے دونون مین قریب بیس ہزار کے ہے-قادرآباد سے جنوب مین تین سے چار میل تک ایک عیسائی قصبہ ہے-بیتہل نامی-جسکو مترفی ڈاکٹر نارائن شیشادری نے آباد کیا تہا-

جالنا کے برہمن قدیم جالنا مین ایک مقام بتلاتے ہین جہان رام کا محل تھا اور سیتا وہان رہتی تھی اسوقت اس شہر کا نام جانکاپور تھا۔لیکن رفتہ رفتہ ایک مدت مین ایک مسلمان جولاھے کي خواہش کے مطابق جس نے شہر کے آراستہ کرنے مین بہت کچھہ روپیہ صرف کیا تھا قادرآباد ہوگیا۔

رام اور سیتا کا بیان اس مقام پر دلچسپی سے خالی نہوگا اس لئے ہم مختصر ذیل مین درج کرتے ہین۔جالنا کے برہمنون کا قول ھے کہ رام اور سیتا دونون اپنے ایام جلا وطنی مین جنوب مین گھومتے گھومتے جالنا تک پہنچے تھے۔یہ رام اجودھیا کے راجہ دساسرت نامی کا بڑا لڑکا تھا۔اجودھیا قدیم زمانہ مین اس ضلع مین واقع تھا جسکو اب ہندوستان مین اودھہ کہتے ہین۔سیتا اسکو ایک شرط مین ملی تھی جسکا بیان یون ھے کہ شیزا نے ایک نہایت سخت کمان رکھدی تھی اور اعلان دیدیا تھا کہ جو شخص اس کمان کو کھینچے شہزادی سیتا اسکو ملے۔یہ سنکے بہت سے سردار اور شہزادے جمع ہوے۔کیونکہ سیتا اپنے زمانہ مین ایک نہایت خوبصورت عورت تھی۔لیکن سوا‌ے رام کے کوئی اس کمانکو کھینچ نہ سکا۔اور سیتا اسکو مل گئی۔بعد مین وہ اپنے باپ کا ولیعہد مقرر ہوا لیکن دساسرت کي چھوٹی عورت نے جو رام کي سوتیلی مان تھی مکر وفریب سے اپنے خاوند کو بہکا کر اپنے فرزند بھرت نامی کو ولیعہد بنوایا اور رام و سیتا کو چودہ ۱۴ برس تک دیس بدر کرایا۔یہ دونون بھٹکتے ہوئے جنوب مین اس مقام پر آئے جسکو اب آلہ‌آباد کہتے ہین۔اور وہان سے دریا کو عبور کرکے والمیکا کے حجرے تک جو باندا کے جنگلون مین واقع تھا آن پہونچے۔اس اثنا مین اجودھیا مین دساسرت کا انتقال ہوگیا تو اسکي عورت نے چاہا کہ اپنے بیٹے کو تخت نشین کرے لیکن اس نے انکار کیا اور یہ کہکر کہ یہ حق میرے بھائی رام کا ھے اسکي تلاش مین نکلا۔جب دونون مین ملاقات ہوئی تو آپس مین خوب بحث و تکرار ہوئی رام نے کہا کہ جبتک میرے باپ کے حکم کے مطابق چودہ برس پورے نہ ہونگے مین اپنے وطن کو واپس نہین آونگا۔الغرض بھرت مجبور ہو لے وطن کو واپس چلا گیا اور وہان محض اس غرض سے رام کے نام سے حکومت کرنے لگا۔کہ چودہ برس کے بعد جب وہ واپس آئیگا تو سلطنت اسکے حوالہ کردی جائیگي۔راون جو ہندوستان کے جنوب مین لنکا کا بادشاہ تھا۔سیتا کے حسن کي شہرت سنکر اور غائبانہ اسکا عاشق ہوکر اسکو ڈھونڈھتا ہوا وہان آن پہنچا۔چونکہ اسوقت رام شکار کو گیا ہوا تھا اور سیتا اکیلی تھي اس لئے موقع کو غنیمت سمجھہ اوسکو گرفتار کرلیا اور ایک جادو کي گاڑی مین بٹھلاکر ہوا مین اوڑاتا ہوا وہانسے لنکا کو روانہ ہوگیا۔جب رام شکار سے واپس آیا اور حقیقت سے مطلع ہوا تو اپنی چاہتا بیوی کو اس موذی کے پنجہ سے چھوڑانے کے لئے ایک مہم تیار کي۔ جس مین بندرون اور ریچھون کا ایک بڑا لشکر تھا۔بندرون کے سپہ سالار کا نام ہنومان تھا جب وہ ہندوستان اور سیلان کے درمیان کي آبنائے پر پہونچے تو ہنومان اسپر سے کود کے لنکا مین داخل ہوا۔اور سیتا کو راون کے قید مین گرفتار دیکھکے رام کو آنکر خبر کي پھر بندرون کے لشکر نے اس آبنائے پر ایک پل بنایا جو موجودہ جغرافیہ مین آدم کے پل کے نام سے مشہور ھے رام نے اس پل پر سے عبور کرکے راون سے جنگ کي اور اسکو قتل کرکے سیتا کو چھڑا لایا۔سیتا اپنی عصمت کا ثبوت دینے کے لئے قدیم رواج کے مطابق دہکتی ہوئی آگ مین کود پڑی۔اور اگنی نے جو عناصر کا دیوتا ہے اوسکو صحیح وسالم رام تک پہونچا دیا۔غرض جلا وطنی کے چودہ برس تمام ہونے کے بعد رام سیتا کو لیکے فتحمندی کے ساتھہ اجودھیا واپس گیا اور وہان چند روز تک بڑے جاہ وجلال کے ساتہ حکمرانی کي۔اس عرصہ مین جب قحط سالی شروع ہوئی تو رام کو سیتا کي عصمت کے بارے مین جب وہ لنکا مین راون کے قید مین تھی شک گذرا اسوجہ سے اس نے سیتا کو دیس بدر کردیا۔وہ پھر دوبارہ گھومتی گھامتی والمیکا کے حجرے تک آن پہونچی اور وہین رہنے لگی۔اوسکے بطن سے وہان رام کے دو فرزند پیدا ہوے۔سولہ (١٦) برس کي جلا وطنی کے بعد اوس مین اور اسکے پشیمان خاوند مین صلح ہوگئی۔رام سیتا اور انکے دونون بچے مل جل کے باہم رہنے لگے۔

بیتھل

بیتھل نامي ایک قصبہ تین سو ایکر زمین کي وسعت مین جالنا سے چار میل پر واقع ہے۔خود اسکے نام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ایک عیسائی قصبہ ہے اور اطراف و جوانب کے قصبات مین کوئی چالیس میل تک جتنے عیسائی رہتے ہین انکا ہیڈ کوارٹر ہے۔یہ قصبہ سنہ ١٨٦٧ء مین ڈاکٹر ناراین شیشادری نے جو فری چرچ آف اسکاٹلنڈ کا ایک دیسی پادری تھا آباد کیا تھا۔ خاص بیتھل مین کوئی دو یا تین سو عیسائی ہین لیکن اسکے متعلق دوسرے قصبات مین

ڈاکٹر شیشادری کا گھر—بیتھل

جنکا اوپر ذکر کیا گیا تقریبا تیرہ سو عیسائیون کي آبادی ہے۔ بیتھل کے بیچون بیچ ایک مضبوط پتھر کا گرجا گھر ہے جسکی تعمیر کے لئے ڈاکٹر نامبرد نے انگلنڈ امریکا بمبئی اور حیدرآباد مین چندہ جمع کیا تھا۔اوسکے اطراف مربع شکل مین مکانات بنے ہوئے ہین۔اس گرجا کے اوپر ایک گنبد تھا جو پچیس میل کے فاصلہ سے نظر آتا تھا۔یہان کے دیہاتی لوگ اس گنبد کو اپنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ لیکن حال مین کسیقدر شکستہ ہوجانے کے باعث موجودہ پادری نے اس کو اتروادیا۔یہان کے لوگ اسکے اتار نے کے سخت مخالف تھے۔اور وہ باہمی چندے سے اوسکی مرمت کرنے پر راضی۔غرض ڈاکٹر شیشادری کو اس بات کا فخر تھا کہ تمام ہندوستان مین یہی ایک گرجا ہے جو حقیقت مین عیسائیون کے ہاتھ سے بنایا گیا ہے۔ڈاکٹر نامبرد نے

مدرسہ بیتھل

پیشتر اسکے کہ چندہ جمع کرنے کے لئے روانہ ہوا۔وہان کے لوگون کو سنگ تراش۔بڑھئی اور راج ہونے کي تعلیم دی تھی۔اور حقیقت مین یہ تعلیم نہایت عمدہ تھی۔ڈاکٹر شیشادری نے چونکہ اکثر لٹیرون اور ڈاکوؤنکو جو ہر سال جالنا کے تعلقہ مین لوٹ مار کرتے اور لوگون کو ستاتے تھے۔اپنی تعلیمات سے حضور نظام کي فرمانبردار رعایا بنادیا تھا۔اس لئے سرسالارجنگ اعظم نے خوش ہوکر اسکی درخواست کے مطابق رعایتی شرطون پر زراعت و کاشتکاری اور عیسائی قصبہ کي آبادی کے لئے یہ جگہ مرحمت کي تھی۔پہلے پہل ڈاکٹر نے حسب صلاح اپنے دوستون کے زیادہ جگہ کي درخواست نہ کی صرف ایک ہزار ایکر کي درخواست کي جس مین سے چار سو ایکر مکانون کے لئے چھوڑ دیئے اور باقی کي زمین کے جدا جدا حصہ کرکے خفیف شرایط پر اپنے لوگون مین زراعت کے لئے تقسیم کردئے۔پھر وہ قصبہ جلدی سے آباد ہوگیا۔ڈاکٹر نے جب عیسائیون کي کثرت دیکھی تو مذکور بالا دورہ کیا اس دورے مین علاوہ عیسائیون کے بمبئی کے بھاٹیون اور حیدرآباد کے مسلمانون نے بڑی بڑی رقمین چندے کي مرحمت فرمائین۔بعض دیسی جنٹلمین اور خاصکر کے نواب مختارالملک مرحوم نے گرجا کے قیام کے لئے سالانہ عطیہ

گرجا گھر – بیتھل

مقرر کردیا۔جب سنہ ۱۸۷۷ مین وہ بنکے تیار ہوا تو ڈاکٹر نے مدارالمہام سے پھر دوبارہ درخواست کي کہ ۳۰۰ ایکر زمین جس پر وہ قصبہ آباد کیا گیا ہے لوگون کے فائدے اور نیز گرجا کي محافظت کے لئے سرکاری محصول سے بری کردی جائے چنانچہ سرسالارجنگ نے اپنی کشادہ دلی اور بلند حوصلگی سے جیسے ہندو اور مسلمانون کو معاف کیا کرتے تھے۔ اوسکو بھی معاف کردیا۔ڈاکٹر شیشادری اوس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو پشت در پشت سے نظام کے ملک مین بسا ہوا تھا۔ اور یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ اسکا خاندان بھی ایک مدت سے ہندو خانقاہ کا موروثی مالک چلا آتا تھا۔جو بیتھل سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔اوسکے عیسائی ہونے کي وجہ یہ ہوئی کہ اوسکو انگریزی سیکھنے کا بچپن سے شوق تھا۔ہرچند کہ اسکو انجیل کي تعلیم دیگئی۔لیکن اس کو اس سے دلچسپي نہین تھی وہ فقط زبان کي خواہشمند تھا۔اس نے پونا اور بمبئی مین انگریزی تعلیم پائی تھی۔ چند روز تک تو وہ اون وعظون کو سنتا رہا جو مذہب عیسوی کے خلاف ہوا کرتے تھے۔اور اپنے تئین ہندو مذہب کا سخت طرفدار سمجھتا تھا۔لیکن بعد مین رفتہ رفتہ اسکو معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی مذہب اوسکے عقاید کے موافق ہے تو وہ مذہب عیسوی ہی ہے اس لئے اسنے فری چرچ آف اسکاٹلنڈ مین سنہ ۱۸۴۳ع مین بپتسما لیکر علم الٰہیات کے کلاس مین داخل ہوا۔اور سنہ ۱۸۵۱ مین پادری بنگیا۔

پائیٹن

پائیٹن ضلع آورنگ آباد مین امباجوگائی سے شمال و مغرب مین تقریباً پچاس میل پر دریائے گوداوری کے شمالی کنارے پر واقع ہے۔ہندو پائیٹن کو نہایت متبرک جگہ سمجھتے ہین۔اسکے متعلق بہت سے تواریخی قصے ہین۔ اسکی صناعی کي شان و شوکت ایک مدت ہوئی کہ مفقود ہوگئی ہے۔اور موجودہ شہر قدیم شہر کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔قلعہ کي دیواریں جو جنوبی و مغربی زاویہ مین بہت

ونچی اونچی ہین تمام منہدم ہوگئی ہین—جہان پہلے سالی واہانا کا مندر تہا وہان اورنگ زیب نے ایک مسجد بنادی هے جسکی دیوارین منہدم ہوگئی ہین—قدیم مکانون کے بہت سے منقش تختے نہایت عمدہ اور قابل دید ہین—دروازون پر جو عمدہ نقش و نگار کیا ہوا تہا اوسکے بعض ٹکڑے نقشہ ۲۲ مین بتلائے گئے ہین—ان مندرون کی ساخت بالکل سادی هے اور قیاساً معلوم ہوتا هے کہ وہ حال کے زمانہ کی ہین لیکن ہندؤنکا کہنا هے کہ اُنمین سے بعض مندر سالی واہانا کے بنائے ہوئے ہین—ان مندرون مین تین مندر شموا کے ہین اور دو ایکناتہہ کے—یہ ایکناتہہ ہندؤن مین یہان ایک شخص مقدس گذرا هے—جو دریائے گوداوری مین سنہ ۱۵۹۹ع مین عمداً ڈوبگیا اور اسکے علاوہ اسکے دوسرے مندر دوسرے دیوتاؤن کے ہین—ان سب مین واشمناوا مندر جو وجایا پینڈورنگ کا هے بہت بڑا هے—اور اسکے ساتہ بہی ایکناتہہ کا نام ملا ہوا هے—اس مندر کے مشرقی دروازے پر گیارہ کتبہ ہین جن مین لکہا ہوا هے کہ ایکناتہہ دیوتا وِتہل کا اوتار تہا—اسکی تعلیم مؤثر خوشی تہی—کرشنا خرد آپ اوسکا خدمتگار ہوگیا—اسنے اپنے پاؤن کی ٹہوکر سے بہت سے استدراج کئے—اسنے رامایانا—رُکمنی—سویام وارا اور دوسری کتابون کا دیسی زبان مین
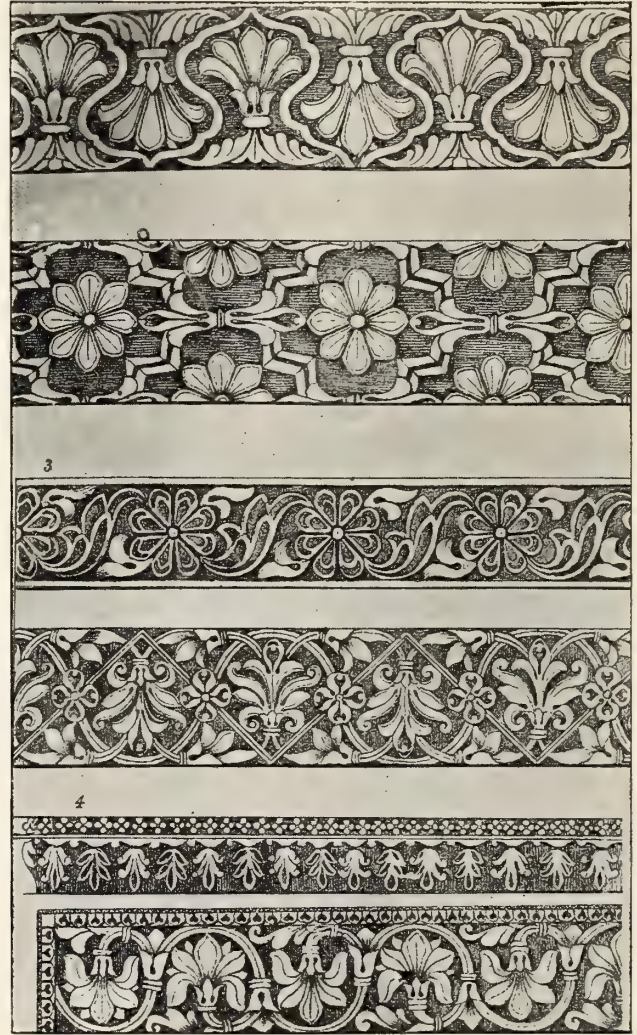
نقشہ ۲۲—لکڑے پر نقش کے نمونے پائٹن

ترجمہ کیا هے—اور جو شخص ہر روز ایکناتہہ کی تعریف پڑھتا هے جیسا کہ یہان کندہ کیا ہوا هے ہمیشہ خوش و خرم اور سرسبز و آباد رہیگا اور جنارد ہن یا بشنو کا مورد عنایات رہیگا—پائٹن کو منگی پائٹن بہی کہتے ہین—جو کسی زمانہ مین اندہرا راجاؤن کا پائیہ تخت تہا جو سنہ عیسوی کے ابتدا مین بڑے مقتدر گذرے ہین—انکے تیس شہر تہے تمام شہر پناہون سے محصور—اور وہ جنگ کے میدان مین ایک لاکہہ پیدل دس ہزار سوار اور ایک ہزار ہاتہی لاسکتے تہے—انکا تخت بعد مین دہاواکاٹاکا ہوا تہا جسکو اب بجواڑا کہتے ہین—انکی حکومت تمام تلنگانہ اور شمالی دکہن پر پہیلی ہوئی تہی—پرپلس کا مصنف جو ارتہرین سی کا رہنے والا تہا بیان کرتا هے—"کہ دکہن مین پائٹانا جو باروگازا (بہروچ) سے بیس دن کے فاصلہ پر هے ایک بڑی تجارت گاہ هے—اور نیز تگارا جو وہان سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر مشرق مین دوسرا شہر هے وہ بہی ایک ویسی ہی تجارت گاہ هے—ان دونون شہرون سے واگنون کے راستہ بارگوزا اور نیز دوسرے قطعۂ ملک مین پائٹن سے ایک قسم کا پتہر جسکو اونکس کہتے ہین لایا جاتا هے—اور تگارا سے اقسام کا سن کا کپڑا—طرح طرح کی ململ—پگڑیان—دوسرے رنگین کپڑے بہت سی تجارتی اشیا سواحل کے اضلاع سے جو وہان آتی ہین انکی زیادہ قدر ہوتی هے—اور ہندوستان کے اکثر ملکون کو بہیجی جاتی ہین—اونکس پتہر ابتک ارسکے اطراف مین گوداوری کے کنارے پر نکلتا هے—لیکن وہ عمدہ نہین ہوتا—تگارا کو لاسن اور یول نے گلبرگہ مین داخل کیا هے اور ہم نے اورنگ آباد مین—لیکن اوسکی تحقیقات اوسوقت پر ہوسکتی هے جب کوئی قدیم کتبہ وغیرہ نکلے—اگر اوپر کے بیان سے جغرافی فاصلہ تقریباً انگریزی چوہتر یا ستاسی میل کا شمال و مشرق مین لیا جائے تو برار کے شہر میکار کو جایا جاتا هے—جہان کوئی قدیم پائے تخت نہین هے—روضہ جہان قدیم شہر کے آثار ہین اور جو ایلورا کے غارون کے قریب واقع هے—وہ اس فاصلہ سے کوئی نصف هے—اگر یہہ جگہہ یعنے روضہ چہوڑ دیاجائے تو دوسرا صرف ایک جونار هے جو میکار کے فاصلہ کے ساتہہ مطابقت کرتا هے—لیکن وہ مغرب و جنوب مین واقع هے—جونار مین یہ خوبی هے کہ وہ ساحل کے بہت نزدیک هے—کہتے ہین کہ بڑا راجہ سالی واہانا کہ جس کی سلطنت سے "سکا" کا سن شروع ہوا هے—یہین پیدا ہوا اور پہلی صدی مین یہین سلطنت کی—اسکی سلطنت سکا کے ۲۹۴ تک (۳۷۲ع) قایم رہی هے—اوسکا جانشین ایک برہمن راجہ تہا جسکی سلطنت کا بانی سدرا کا هے جسکا خاندان ۵۸۸ برس سلطنت پر قایم رہا هے اوسکے بعد سکا ۸۸۲ مین بائی ورتہ نے ایک راجپوت سلطنت قایم کی جو سکا ۹۳۶ تک رہی پہر ایک گونڈ راجہ کو بادشاہت ملی اس نے دیوگڑہی کو اپنا پائے تخت بنایا وہان اسکی بادشاہت کل بیس برس رہی اوسکے بعد ایک

بھی بادشاہ ہوا اور پانچ برس تک حکمرانی کی۔ سالی وہانا کی نسبت بہت سی حکایتیں بیان کی جاتی ہین لیکن انمین سے جو زیادہ مشہور ہے اور عام طور پر مانی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک برہمن کی لڑکی تھی نہایت خوبصورت و حسین۔ ایک روز وہ دریاے گوداوری پر پانی بھرنے کے لئے آئی۔ وہان سانپون کا بادشاہ جسکو شیش کہتے ہین اسپر عاشق ہوگیا۔ اگرچہ وہ ہنوز عورتون مین شامل نہین ہوئی تھی لیکن باوجود اسکے شیش کی خدائی طاقت نے اوسکو حاملہ کردیا۔ جب اوس کے اقربا کو اوسکے حمل کی خبر ہوی تو اوسکو مکان سے نکال چھوڑا۔ وہ دوسرے مکانون مین نوکری کرکے اپنی قوت بسری کرتی تھی۔ جب حمل کی مدت تمام ہوی تو سالی وہانا پیدا ہوا۔ اسیوقت سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ لڑکا ہونہار ہے۔ اسوقت مالوے مین ایک بڑا راجہ بکرماجیت نامی تھا۔ اسکو نجوم کے ذریعہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ وہ ایک دو سالہ لڑکے کے ہاتھہ سے مارا جائیگا۔ اس نے اسکی جستجو شروع کی۔ اور سالی وہانا کا سراغ لگا کے اوس سے جنگ کرنے کے لئے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھہ پائٹن آیا جہان سالی وہانا تھا۔ سالی وہانا کی خدائی طاقت کے آثار بچپن ہی سے ظاہر ہورہے تھے۔ چنانچہ جب بکرماجیت سے لڑائی شروع ہوی تو سالی وہانا کھیل کے طور پر مٹی کے پتلے۔ گھوڑے اور ہاتھیان بنا کے کنوین مین پھینکتا تھا اور اوس مین وہ جاندار ہوکر بکرماجیت کے مقابلہ کے لئے نکلتے تھے۔ غرض بکرماجیت مارا گیا اور اسکی فوج منہدم ہوگئی۔ وہ کنوان جس مین اوس کے پتلے پھینکنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے بالفعل مسلمانون کی ایک مسجد کے صحن مین بتلایا جاتا ہے لیکن بکرماجیت اور سالی وہانا کے جنگ کی داستان مشتبہ نظر آتی ہے۔ کیونکہ مالوے کا عظیم الشان راجہ بکرماجیت کا سن ۱۳۶ برس پیشتر سالی وہانا کے ہے۔ شاید سالی وہانا نے کسی دوسرے اوجین کے راجہ کو شکست دی ہو نہین کہ بکرماجیت کو جو سمت کا موجد ہے۔ جین لوگون کا قول ہے کہ سالی وہانا نے انکا مذہب قبول کرکے بہت سے برہمنون کے مندر برباد کردئے تھے۔ وہ ان عالمون کی جو پائٹن مین اوسکے دربار مین حاضر ہوتے تھے نہایت قدر و منزلت کرتا تھا۔ لیکن اوس کے ساتھہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ برہمنون پر سخت ظلم کرتا تھا اور ان کی لڑکیون کو زبردستی چھینتا تھا۔ چنانچہ انمین سے ایک برہمن کی لڑکی نے جسکو اوس نے جبر سے چھینا تھا۔ خدائی اوتار لے کے اس کو گوداوری مین ایک سانپ کے باندی مین گھسنے پر مجبور کردیا جہان وہ غرق ہوگیا۔ اور برہمن لوگون کو اس کے ہاتھہ سے نجات ملی

ریاست نظام مین پائٹن سب سے زیادہ قدیم شہر ہے آسوکا راجہ کے ایک کتبہ سے جو سنہ عیسوی کے ۲۲۶ برس پیشتر کا ہے پائٹن کے شہر کی قدامت ظاہر ہوتی ہے لیکن ہندو اوسکو اور زیادہ قدیم بتلاتے ہین اور کہتے ہین کہ برہما جب تمام عالم کو پیدا کرچکا تو مقدس دریاے گوداوری کے کنارے یہ جگہہ اپنے رہنے کے لئے پسند کی اور وہان پائٹن کا شہر بنایا۔ غرض برہما کے بعد یہان جو عظیم الشان راجہ ہوا ہے وہ سالی وہانا ہے۔

سان کھیڑا

پائٹن سے شمال و مغرب مین گوداوری کے اٹھارہ میل اوپر سان کھیڑا واقع ہے یہ کسی زمانہ مین بہت بڑا شہر تھا لیکن اب بالکل ویران ہوگیا ہے اوسکے اطراف مین قدیم
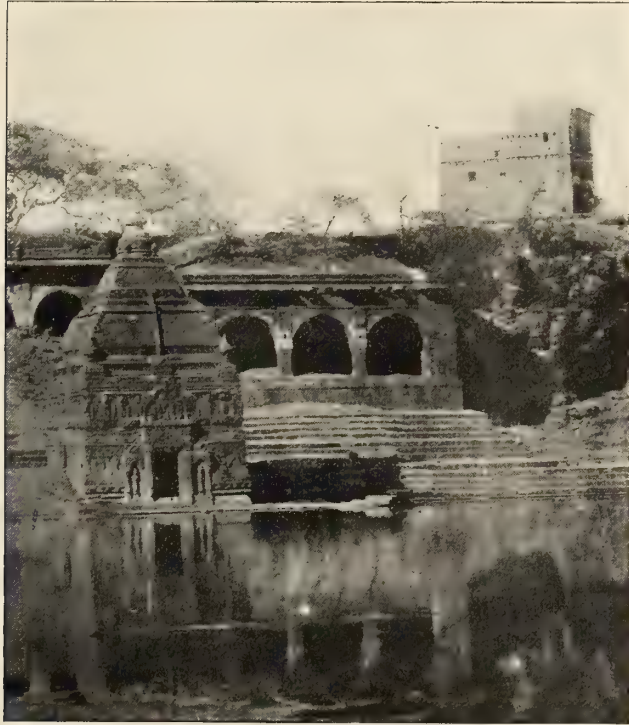
سان کھیڑا مین قدیم مندر (نقشہ ۲۳)

مندرون کے کچھہ کچھہ آثار پائے جاتے ہین۔ سان کھیڑا مثل ایک پہاڑی جزیرہ کے ہے۔ جس پر ایک چھوٹی سی خانقاہ ہے۔ یہ خانقاہ زمانۂ قدیم مین ایک گوسائین کا مکان تھا۔ اوسکے ساتھہ کنارے پر ایک دہرم شالا ہے اور ندی کے نیچے نرسنہا کا ایک چھوٹا سا مضبوط مندر ہے جس مین اسیوقت پر جایا جاتا ہے جب دریا پایاب ہوتا ہے (نقشہ ۲۳) دریا اور قصبہ کے درمیان دوسرا ایک مندر شیوا کا ہے۔ جسکی اصلی تعمیر مین بہت کچھہ ردو بدل ہوگیا ہے۔ لیکن اوسکے اندر کی عبادتگاہ۔ ستون۔ اور نیز دوسرے بعض مقامات کوئی آٹھہ سو برس پیشتر کے ہین۔ (نقشہ ۲۴) ستونون کی اصلی حالت مین کچھہ فرق نہین آیا۔ انمین سے چار منڈپ کے نیچے ہین اور باقی دوسرے مقامون پر۔ جو ستون منڈپ مین ہین انکا جواب دیوارون مین ہے چنانچہ نقشہ ۲۵ سے ان کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔

سان کھیڑے سے شمال مین چھہ میل پر سندرواڑا ہے جو ایک مشہور شہر ہے اور سندرواڑے سے آٹھہ میل پر اورنگ آباد اور احمد نگر کے درمیان والوج ہے جو سان کھیڑے سے تقریباً آٹھہ میل دور ہے۔

مان کھیڈرا کا مندر ستون اور اسکا جواب (نقشہ ۲۵)

بیڑ

ریاست حیدرآباد کے اکثر اضلاع کے مطابق ضلع بیڑ مین بھی جو قسمت اورنگ‌آباد مین واقع ہے اوسی نام کا ایک بڑا شہر ہے۔جسکی آبادی ۱۸۹۹۴ ہے اور اوسکے ضلع کي آبادی ۶۴۲۷۲۲۔بیڑ دریاے بنسورا کے بائین کنارے پر اوس بڑی سڑک پر واقع ہے جو بارسی سے اورنگ آباد کو جاتی ہے۔دونون یعنے اورنگ آباد و بارسی کے درمیان کوئی پچاس پچاس میل کے فاصلہ سے واقع ۔ اور بارسی روڈ اسٹیشن سے جو جی-آئی-پی-ریلوے لائین پر ہے ۴۸ میل پر اور احمدنگر کے برابر مشرق مین۔اگرچہ بیڑ بہت قدیم شہر ہے لیکن اسکی تاریخ کا کہین پتا نہین ملتا۔ بجز اسکے کہ وہ چالکیان راجاؤن کے جو کلیان مین حکمران تھے ایک خراج گزار کا پائے تخت تہا۔اور پھر رفتہ رفتہ وہ دولت‌آباد کے یا داواس راجاؤن کے ماتحت ہوگیا۔بیڑ اُن اضلاع مین سے ایک تہا جو محمد تغلق کے زیر حکومت تھے۔چنانچہ سنہ ۱۳۴۲ع مین وہ خود یہان آیا ہوا تہا اور اسیکے قریب اوسنے نہایت شان و شوکت کے ساتھہ اپنے ایک دانت کو جو نکلوایا گیا تہا دفن کیا تہا۔اس دانت کي قبر اتبک موجود ہے اور نہایت احتیاط سے رکھی گئی ہے۔بیڑ بعض قسم کے چرمی سامان کے لئے مشہور ہے۔

مومن آباد

قسمت اورنگ‌آباد مین بیڑ کے ضلع مومن‌آباد ایک چہوٹا سا شہر ہے سطح سمندر سے ۲۵۰۰ فیٹ بلند ہے۔اور بارسی روڈ اسٹیشن سے شمال و مشرق مین اٹھتر میل۔اور بیدر سے شمال و مغرب مین نوے میل پر۔سنہ ۱۸۱۷ع سے وہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ایک اسٹیشن ہے اور اس سے تہوڑے فاصلہ پر شمال و مغرب مین امبا جوگائی کا بہت قدیم شہر ہے۔جس کے قدیم قلعہ کے بروج مین بہت عمدہ اور پرانے مندر موجود ہین ۔ امبا جوگائی جائی بالا کا جو کلیان کے راجاؤن کا ایک بڑا باجگزار تہا پائے تخت تہا۔لڑائیون مین اور غالباً سنہ ۶۲۹ اع کي لڑائی مین اسکو بہت بڑا نقصان پہونچا۔کیونکہ اس بیقاعدے زمانہ مین اسکے بہت سے مندر برباد ہوگئے۔اوسکے ایک برج مین تیرہوین صدی کا ایک مندر ہے جو برج سے پیشتر بنا ہوا ہے اس مندر مین تین برآمدے ہین اور ایک عبادت گاہ اور اوسکے رخ پر ایک چہوٹی سی ڈیوڑہی۔اسکے ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک ۳۷ فیٹ ۳ انچہ کا فاصلہ ہے۔اوسکے دروازے کے اوپر معمولی طور پر ایک ناگ کا سر ہے۔منڈپ کي چہت کے اوپر ہندوانی طرز کا ایک سادہ گنبد ہے اور مغربی برآمدے کے جنوب مین سنگ مرمر کي سل پر ایک کتبہ ہے جسپر سکا کا ۱۱۶۲ سن کندہ ہے۔یہ سن سنگھانا یا سمہا کے زمانہ کا ہے جو دیوگری کا (سنہ ۱۲۱۰-۱۲۴۹ تک) تیسرا یا داوا راجہ ہوگیا ہے۔ شہر کے درمیان ایک دالان ہے جسکو چوباری کہتے
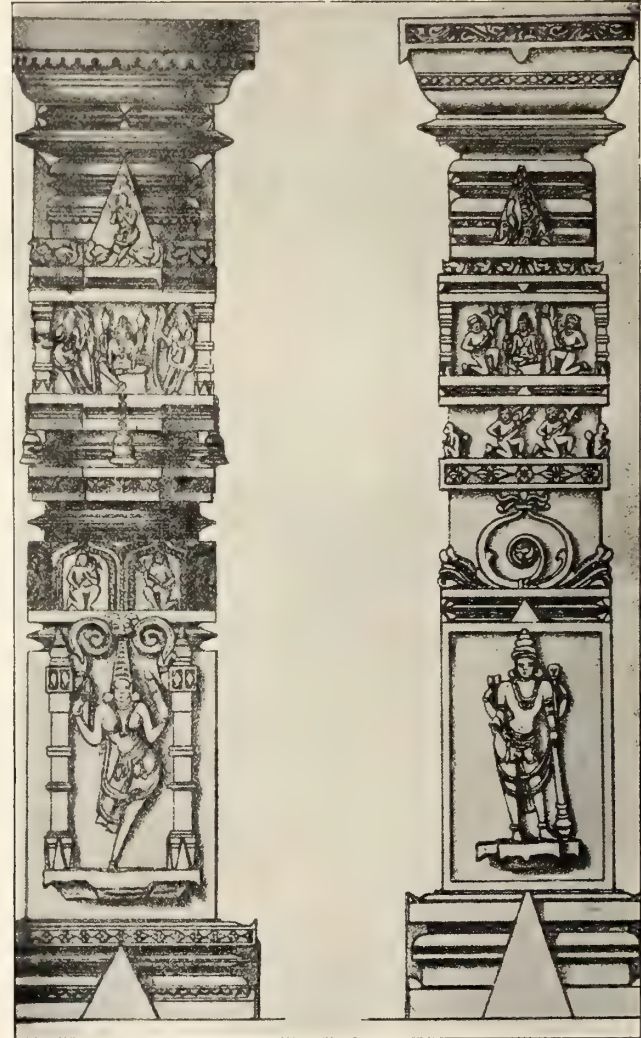
ہین۔ یہ ۱۱ فیٹ اور ۸ انچہ مربع ہے۔اسکی چہت کے نیچے آٹھہ ستون ہین اور ایک نہایت خوبصورت گنبد۔ستونون کی وضع ہیماد پنتی کی ہے۔جنکے کگرون پر دو دو اور چار چار ہاتھہ کی چہوٹی چہوٹی تصویرین ہین۔گنبد کے دروازے کے پٹاو کے اوپر پانچ قطارین نوکدار نقش و نگار کی ہین جن مین چوبیس مورتین ہین اور ہر ایک کے نیچے ایک ایک تصویر۔اور دوسری اتنی ہی دیبیون کی بیٹھی ہوئی مورتین ہین اسکے باہر کی کارنس نیچے سے ملحق ہوگئی ہے۔اور دوسرے کنارے پر ”گتائی“ کی قطار ہے۔یہ عمارت بالکل اون چہوٹے مندرون کے منڈپ کی سی ہے جو بارہوین یا تیرہوین صدی مین بنی ہین۔شہر کے شمال مین بعض منہدم مندرون کے آثار پائے جاتے ہین۔سڑک کی طرف پُل کے قریب مومن آباد سے کسیقدر مغرب
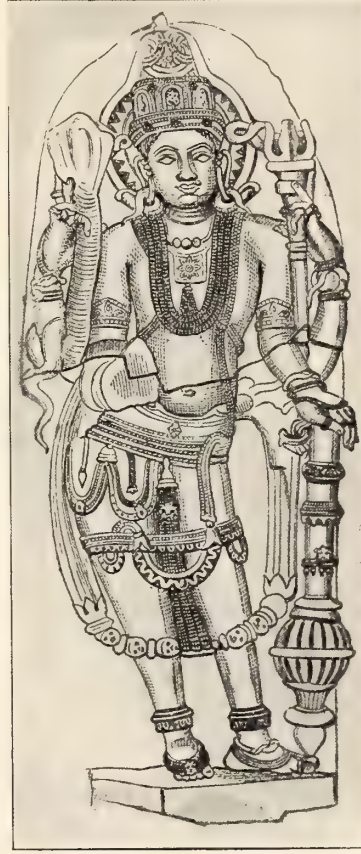
شیوا (نقشہ ۲۰)

مین شیوا کی ایک بڑی مورتی ہے (نقشہ ۲۰) یہان بہت سے برہمنی اور جینی مندرون کے غار تہے۔انمین سے اب صرف ایک باقی رہگیا ہے جو بالکل کامل ہے اور جسکو جوگائی سبھا منڈپ کہتے ہین۔یہ منڈپ موجودہ شہر کے باہر ہے شمال و مغربی جانب مین (نقشہ ۲۱) اوس

جوگائی سبھا منڈپ (نقشہ ۲۱)

چٹان مین کہدا ہوا ہے۔جو شمال و مشرقی کونے سے مشرق مین جہکی ہوئی ہے۔اسکی مغرب مین ایک ذرا سے فاصلہ

پر چلچاول ہے اور یہ دونون پہلو بہ پہلو ہین۔درمیان مین فقط ٦ فیٹ کا فاصلہ ہے۔اور گانو کے باہر دوسرے مندر کے کھنڈر ہین۔جن سے پایا جاتا ہے کہ سنہ ۱۲۰۰ عیسوی کے کسیقدر بعد کے ہین۔

دارور

داروڑ ایک قلعہ اور ایک چہوٹا سا شہر ہے جو ضلع بیڑ مین شہر بیڑ سے جنوب و مغرب مین اور امباجوگائی سے مغرب مین بیس بیس میل پر واقع ہے۔داروڑ کا قلعہ جسکی شکل مستطیل ہے۔شہر سے ایک فرلانگ پر ہے۔اور نہایت مضبوط پتھر کا۔اور اوسکے اطراف ایک عمیق خندق ہے۔یہ قلعہ کسی زمانہ مین بیجاپور کی سلطنت کی سرحدی چوکی تھی۔

ناندر

قسمت اورنگ آباد مین ضلع ناندر کا خاص شہر ہے جسکی آبادی ۱۳۱۰۵ اور اس کے ضلعہ کی آبادی ٦۰۳۲۰۵۲۹ ہے۔یہ شہر حیدرآباد سے شمال و مغرب مین تقریباً ۱۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور گوداوری کے شمالی کنارے پر اوس بڑی سڑک پر واقع ہے جو حیدرآباد سے ہنگولی کو جاتی ہے۔یہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ایک اسٹیشن ہے جو سرحد برار سے بیس میل پر اور ناندڑ سے پچہتر میل پر ہے ناندڑ کی آبادی کا بڑا حصہ سکھون کا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ شہر ایک بادشاہ کا پایۂ تخت تھا جو عیسوی چوتھی صدی کے اوسط مین حکمران تھا۔لیکن اب وہ سکھہ گرو گوبند کی جو نانک کا ایک پوتا تھا۔یادگار مین مشہور ہے۔یہ نانک سنہ ۱۷۰۸ع مین مقتول ہوا تھا سنہ ۱٦۰۳ع مین ملک عنبر نے شہنشاہ اکبر کے سپہ سالار سے ناندڑ ہی کے قرب و جوار مین شکست پائی تہی۔سنہ ۱٦۳۱ع مین جب معلی سپہ سالار کو حکم ہوا کہ بیجاپور جا کے عادل شاہ سے جبراً خراج وصول کرے تو وہ ناندڑ ہی کے راستہ سے گیا تہا جب وہ یہان پہونچا تو قلعہ قندہار کے دیکھنے کے لئے چند روز یہان ٹہرا یہ قلعہ ناندڑ سے شمال و مغرب مین چھبیس میل پر بنا ہوا ہے۔گرو گوبند کی نسبت مورخ خفی خان کہتا ہے کہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جب بہادر شاہ نے حیدرآباد کو کوچ کیا تو گرو گوبند جو بانئی مذہب سکھہ نانک کا ایک پوتا تھا اوس کے ساتھہ شریک ہونے کے لئے دو یا تین سو نیزہ دار سوارون اور تھوڑے سے پیدلون کے ساتھہ آیا۔بہادرشاہ کہتا ہے کہ گرو گوبند کی عادت تہی کہ وہ دنیا دارون مذہبی جنونیون اور نیز اقسام کے

مویشیون کا میلہ — نانڈیڑ

لوگون کو وعظ سنایا کرتا تھا۔ ایک روز ایک افغان جو اکثر اس کے وعظ مین آیا کرتا تھا مجلس مین بیٹھکے اس کا بیان سن رہا تھا کہ اتنے مین گرو کی زبان سے بعض ایسے الفاظ نکلے جو ایک دیندار مسلمان کو بد معلوم ہون۔ انہین سنتے ہی افغان غضبناک ہوگیا۔ اور اسیوقت بلالحاظ گرو کے فضل و کمال کے چھری بھونک کے اوسکو مار ڈالا۔

جس مقام پر گرو گوبند مارا گیا وہان ایک سکھہ کالج ہے۔ نانڈیڑ مین گرو کی قبر اور اوسکا مندر دونون دیکھنے کے قابل ہے۔ مسٹر کوسنس حسب ذیل بیان کرتا ہے کہ مین ایک روز مغرب کی نماز کے وقت اس مندر کو دیکھنے گیا۔ جب صحن مین پہونچا تو مجھہ سے جوتے اوتار نے کی درخواست کی گئی۔ مین نے جوتے اوتارتے دیکھا کہ اکثر لوگ جو بندگی کے لئے وہان آتے ہین۔ مندر کے اطراف کی سیڑھیون پر چڑھنے کے پیشتر ایک چھوٹے سے مربع حوض مین ہاتھہ پانو دھوتے ہین اور پھر اوپر جاتے ہین۔ گرو کی قبر اس مندر کے بیچ کے مربع کمرے مین ہے اور اسکے چارونطرف چار چاندی کے پترون سے

نانڈیڑ کے نزدیک مقبرے

سکھونکا مندر — گرو دادا — نانڈیڑ

دریائی گودا ری پر کا نظارہ — ناندڑ

بندھے ہوے دروازے ہین—اور ایک چھجے دار برآمدہ بڑے بڑے ستونون پر ہے—اوس مین پردے اور چلمنین لٹک رہی ہین—جس مین قبر کے تینون جانب بند دروازون کے مقابلہ مین قالین بچھے ہوئے ہین اور قالینون پر تپائیان ہین جن پر ریشمی غلاف چڑہے ہوے ہین اور انپر گرنتھ کی جو انکی مذہبی کتاب ہے پانچ نقلین دہری ہین — اور چوتھی طرف کا دروازہ کہلا ہوا ہے اور اسکے سامنے بھي ویسی ہي ایک بڑی کتاب کہلي پڑی ہوی ہے—اور ایک پوجاری تپائی کے نیچے پانو رکہکے بیٹھا ہوا نہایت غور سے اسکا مطالعہ کررہا ہے—ایک طرف دو سپاہی بندوق ہاتھہ مین لئے ہوئے پہرے پر کہڑے ہوے ہین تاکہ غیر شخص کو جسکي نسبت کسی قسم کا شک ہو اندر نہ آنے دین اور دوسری طرف ایک جماعت گویون کي ستار اور جہانجہ بجاتے ہوے بیٹھي ہے—یہ راگ چند مغرب کے لوگون کو پسند نہین لیکن حقیقت مین مثل اور دیسی باجون کے کچھہ برا نہین—کبھی کبھی بعض قوال اسکے ساتہ آہستہ آہستہ کچھہ گاتے بھي جاتے ہین—دو پیتل کے شمعدان جس مین بہت سی بتیان ہین قالین پر گرنتھہ اور منبرے کے دروازے کے بیچ مین رکھے ہوے ہین—جب یہہ شمعین روشن ہوین تو وہان کا نظارہ نہایت خوش آئند ہوگیا — معبد کے دروازے کے ایک طرف بہت سی دودہاری تلوارین نیامون مین بند پڑی ہوئی ہین—جو منت مین چڑہائی گئی تہین—اور دوسري طرف فولاد کے بکتر اور دوسرے ہتیار ہین—لمبی تلوارون کے پہل اچھي طرح سے صیقل کئے ہوئے ہین—دروازے کي چوکہٹ کے اوپر ایک طرف پیتل کے گہنٹے لٹک رہے ہین اور دوسری طرف نرسنگے—یہ نرسنگے ویسے ہی بجائے جاتے ہین کہ جیسے ہندوؤن کے سنکھہ—تیل کي دہندلی روشنی نے اوسکے تمام آویزون قالینون اور ریشمی غلافون وغیرہ کو دہندلا کردیا ہے—

جب اُن بتیون کي روشنی جلادار فولاد اور پیتل کے گہنٹون اور چاندی کے دروازون پر پڑتی ہے تو اونکی اورہی کیفیت ہوتی ہے—لمبي لمبی ڈاڑھیون والے واجب التعظیم سکھہ فقرا گہرے رنگ کے نیلے کپڑے جسم مین پہنے ہوے بڑے بڑے ڈوپٹے سر پر باندھے ہوے—اور فولاد کے حلقے اور مراتب کے نشان لگائے ہوے قبر کو سجدہ دیکے طواف کرنے لگے اسوقت گہنٹون ستارون اور گیتون کي آواز کے ساتھہ ہي سب دروازے کہل گئے اور چنور بردارون نے دونون طرف اپنی اپنی جگہہ پر کہڑے ہوکر اپنے چاندی کے سکیتلون کو زور سے جہولانا شروع کیا—قبر دہندلی روشنی مین برابر دکھلائی نہین دیتی ہے—اوسپر ایک ریشمی غلاف احتیاط سے لپیٹ کے رکہا گیاتہا—پہر ایکبارگی دروازے بند ہوگئے—اور پہر چند منٹ کے بعد کہلے—قبر کے اطراف بخور جلایا گیا—مین نے دیکہا کہ قبر کے اوپر اور اوسکے اطراف کوئی پانسو انواع و اقسام کے ہتیار دہرے ہوے تہے—فقیرون

نے گانا شروع کیا اور پھر دروازے بند ہوگئے۔گرنتھہ کی کتابین بند کر کے رکھدی گئین اور مغرب کی عبادت ختم ہوی

ناندڑ کسی زمانہ مین بہت مستحکم تھا - لیکن اب قریب الانہدام ہے —

—— * ——

قندھار

قندہار کا قدیم قلعہ ناندڑ سے جنوب و مغرب مین پچیس میل پر ہے - اور کہا جاتا ہے کہ کسی زمانہ مین وہ سوما دیو نامی راجہ کا پاے تخت تھا۔ جو چوتھی صدی عیسوی مین حکمران تھا۔ وہ ایک لڑائی مین منہدم ہوکے مارا گیا۔ اوسکا جانشین اوس کا ایک لڑکا ہوا جو اس کے انتقال کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اوسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ اسی نے ورنگل کے کلیان راجاؤن کا سلسلہ قایم کیا تھا - غرض شاہی افسر نے جو حاکم قلعہ تھا - قندہار کا قلعہ پہلے بہمنی پادشاہ کے حوالہ کردیا اس کے بعد سنہ ۱۶۳۰ع مین مغلون نے نذر خان کے زیر کمان اس کا محاصرہ کیا لیکن محاصرے کے پیشتر نظام شاہی سپہ سالار سرفراز خاں نے قلعہ اور شہر کے درمیان اس سے ایک سخت جنگ کی لیکن مغلی فوجین غالب آئین اور سرفراز خان کے بہت سے لوگ مارے گئے۔اور باقی کے فرار ہوگئے اس کے بعد ہرچند عادل شاہی اور نظام شاہی جدید فوجین قلعہ کی مدد کو آئین۔لیکن نذر خان نے انہین پس پا کرکے سرنگ کے ذریعہ سے قلعہ کی فصیلون کو بہت کچھہ نقصان پہونچایا۔ جب گیریسن نے دیکھا کہ اب مقابلہ بیکار ہے تو قلعہ خالی کردیا۔یہ محاصرہ کل ساڑھے چار مہینے رہا۔

—— * ——

ہنگولی اور آونڈھا

ہنگولی جو حیدرآباد کنٹنجنٹ کا ایک اسٹیشن ہے ناندڑ سے شمال مین چالیس میل پر ضلعہ پربہنی مین ہے اور اسکی آبادی ۱۱۹۶۶ کی ہے۔یہ ایک روئی کا بڑا بازار ہے اس کے شمال و مغرب مین چودہ میل پر آونڈھا کا قصبہ
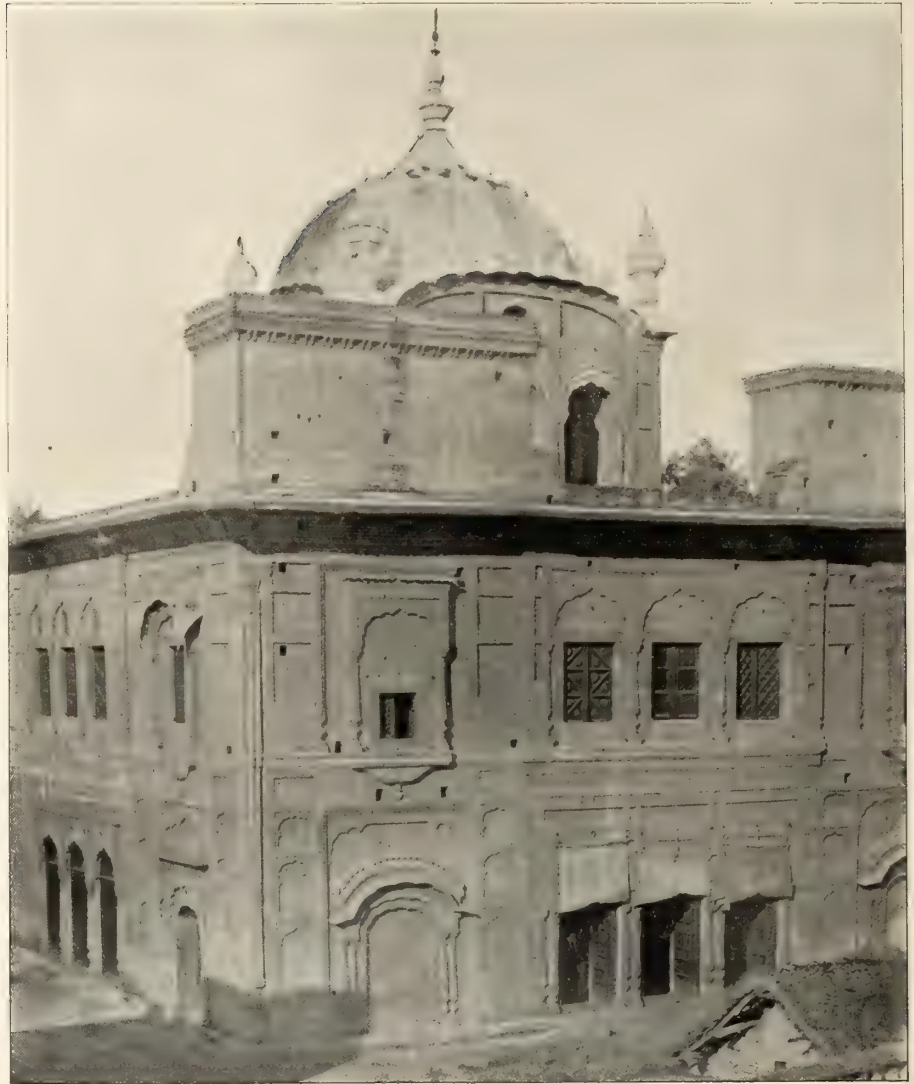
سکھون کا مندر - ناندڑ

ناندڑ بازار

اؤندہا نہایت عمدہ موقع پر آیا ہوا ہے اسکي زمین نہایت ہموار اور اچہي مزروعہ ہے اور اسکے اطراف پہاڑیان —لیکن اسکے جنوب و مشرق مین راستے کسیقدر بلند اور نا ہموار ہین—کیونکہ اس طرف کا ملک بہ نسبت اوسکے زیادہ نشیب مین ہے—اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک نہایت قدیم جگہہ ہے — کیونکہ وہان کي زمین مین قدیم آثار کثرت سے پاے جاتے ہین—چنانچہ وہان کي دیوارین بہ نسبت اُن منہدم دیوارون کے جو اطراف شہر کے ہین بہت ہی پرانی معلوم ہوتی ہین—

گودری بازار

ہے جہان مہادیو کے ایک بڑے مندر کے کہنڈر ہین—یہ مندر پتھر کا ہے اسکا پایہ اور اسکي دیوارین تمام منقش ہین — کہتے ہین کہ اس کے اوپر کے حصہ کو اورنگ زیب نے برباد کردیا تہا—لیکن دو سو برس کے پیشتر کسی متمول ہندو نے اسکي کسیقدر مرمت کي—اوسکے پایہ پر جو نقش و نگار ہے وہ بالکل ایلورا کے کائلاسا کے غارون کا سا ہے — مسٹر کوسنس اس مندر کي نسبت لکہتے ہین کہ آؤندہا مین ناگناتہہ کا مشہور مندر ہے—جسکا کسیقدر حصہ مرمت کیا گیا ہے—باقي کا حصہ جسکي وضع اور تعمیر وغیرہ کلیان جنکش کے پاس جو قدیم مندر امرناتہہ کا ہے اس سے بالکل مشابہت رکہتا ہے—امرناتہہ کا مندر نوین صدی کا بنا ہوا ہے اسلئے گمان کیا جاتا ہے کہ غالباً یہ بہی اوسی زمانہ کا ہوگا—یہہ مندر شہر کے جنوب مین شہر پناہ کے باہر ہے اسکي دیوارین سیاہ پتھر کي ہین جن کے حصہ پر نقش و نگار کیا ہوا ہے اور اوپر کا حصہ سادہ اور بد نما چونے کا—معبد کي زمین بہ نسبت دالان کے بالکل پست ہے اس لئے مہادیو کا لِنگ دروازے پر سے صاف نظر نہین آتا—

مہادیو کے لِنگ جو تمام ہندوستان مین پہیلے ہوے ہین انمین سے ملک نظام مین فقط دو لنگ ہین ایک یہان اور دوسرا ایلورا کے غارون مین—

اوسکے نزدیک دوسرا ایک چہوٹاسا مندر ہے فقط اینٹون کا بنا ہوا— یہ مندر زمانۂ قدیم کے فن تعمیر کو ظاہر کرتا ہے—اوسکي شکل ستارہ نما ہے اور اوس کے تیز کرِ کرِے ناب گویا پتھر ہی کے معلوم ہوتے ہین اس قسم کے مندرون کے آثار شمالی گجرات مین بہی پائے جاتے ہین—اس مین شک نہین کہ جس زمانہ مین پتھر تعمیر کے کام مین نہین لیا جاتا تہا—تو عمارتین فقط اینٹ ہی کي بنتي تہین اور اس سے پیشتر لکڑے کي—جسکے نمونے ابتک قدیم غارون مین موجود ہین—

—— :o: ——

اورنگ آباد کي تعمیرات کا بیان

ضلع اورنگ آباد کي تعمیرات کي وضع زیادہ کرکے انڈوآرین اور چالوکین ہے لیکن اوسکے ساتہہ جین—دریویڈین—اسلامی پٹہان اور مغلی وضع کي عمارتین بہي موجود ہین—

انڈوآرین طرز—انڈوآرین مندر جو اس ضلع مین ہین—انکي تعمیر مین ڈریویڈی وضع بہی بہت داخل ہو گئي ہے—حقیقت مین یہ دونون طرز گویا آپس مین الٹ پلٹ ہوگئے ہین—چنانچہ جو قدیم اور عمدہ مندر سیور واقع تعلقہ بائزاپور مین ہے—اوسکي وضع کچہہ تو سکرا کے مندر کي سي ہے—اور کچہہ اوریسا کے مندرون کي سی—سِکرا کے مندر مین ہر ایک چیز مکرر سِکرر بنائي گئی ہے مثلاً اوسکے برآمدے کي سقف مین برج کو پہونچنے تک کئي درجہ ایک دوسرے سے بالکل مشابہ ہین اور یہ طرز گیارہوین صدی کي ہے—دوسرا ایک مندر کائیگاؤن گوداوری مین انڈوآریا کي وضع کا ہے—جو رامیسور مہادیو کا کہلاتا ہے یہہ مندر سنہ ۱۷۷۲ مین مہاراجہ سیندھیا کے حسب درخواست جب کہ اسکو وہان سے گذرنے کا اتفاق ہوا تعمیر ہوا تہا—اس مندر کے نیچے کا حصہ تراشے ہوئے پتھر کا ہے—لیکن اوپر کا حصہ چونے اور اینٹ کا—حقیقت مین یہ ایک عمدہ تعمیر ہے—اور اس مین بہي سِکرا کي وضع اختیار کي گئي ہے اسکے برآمدے اور منڈپ پر جو صدر کے رخ پر ہین انڈوسارا سینک وضع کے گنبد ہین—

ایلورا کي مشہور پہاڑیون سے مغرب مین کوئي پونے میل پر ایک قصبہ اسی نام کا ہے جس مین عمدہ مندر انڈوآریا کی وضع کا حال ہی مین تعمیر ہوا ہے—

اہلیا بائی کے مندر کا برج (نقشہ ۳۹)

یہ مندر بڑے ملہار راؤ ہولکر کے فرزند کھنڈیراؤ کي بیوی اہلیہ بائی نے بنوایا تہا (نقشہ ۳۹) سنہ ۱۷۵۴ع مین کمبھیر کے محاصرے مین ملہار راؤ مارا گیا—تو اس کا جوان پوتا اوس کا جانشین ہوا—لیکن وہ بہی مسند نشینی کے بعد نو مہینے سے زیادہ نہین جیا—اسلئے گورنمنٹ نے اہلیہ بائی کو مسند حکومت پر بٹھلایا—یہ ایک نہایت لایق عورت تہی—اور پوری کامیابی کے ساتہہ چالیس برس تک اسنے حکومت کي ہے—بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ ہولکر کے خزانہ پر قابض ہوئی تو منت کي کہ اس کا تمام روپیہ خیرات کے کامون مین صرف کرے—چنانچہ اسکے مطابق اس روپیہ سے اس نے بہت سے دہرم شالے مذہبی مکانات کنوین اور مندر وغیرہ بنوائے—جس مین سے مذکورۂ بالا ایک مندر ہے—اہلیہ بائی کا انتقال سنہ ۱۷۹۵ع مین ہوا—

ایلورا کے قصبہ مین ایک مربع چشمہ ہے جسکے اطراف ایک دیوار اندر سے تقریباً ۱۰ فیٹ اونچی ہے—اور اس دیوار کے احاطہ مین چارون طرف ایک وسیع چبوترہ ہے—اور اس چبوترے سے لگی ہوئی پانی تک سیڑھیان کٹی ہوئی ہین اور سیڑھیون پر چار چھوٹے چھوٹے مندر ہین—ہندو لوگ اس تالاب کو شیوا سے منسوب کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہہ تالاب شیوا کا مسکن تہا—جہان وہ رہتا تہا—اسلئے انکے نزدیک اس مین اشنان کرنا باعث برکت خیال کیا جاتا ہے—اس تالاب کے مشرق مین ایک احاطہ ہے جس مین ایک مندر ہے ۸۴ فیٹ لمبا اور ٦١ فیٹ چوڑا (نقشہ ۳۹) اس کا اندر کا دالان جس مین بہت سے کھمبے ہین ۲۵ فیٹ مربع ہے اور دالان کے تین طرف تین دروازے ہین اور دروازون کے باہر برآمدے جنکی چھت کے نیچے دو دو ستون ہین آٹہہ آٹہہ فیٹ اونچے—اندر کے دالان کي چھت کے نیچے آٹہہ کھمبے ہین—اور پیچھے کي دیوار سے ملے ہوئے چار—یہ دالان مربع ہے اس کي پیمایش باہر سے ۱۱ فیٹ ۹ انچہ کي ہے اور وہ کسیقدر بلند چبوترے پر واقع ہے جو ہمیشہ ہندو مندرون کے منڈپ کا وسط ہوتا ہے—

منڈپ کے پیچھے معبد کا پیش دالان ہے ۱۰ فیٹ ۳ انچہ لمبا اور ۷ فیٹ ۹ انچہ چوڑا—اور اس کے سامنے دو پتلے سے ستون ہین اور ایک دروازہ—یہ معبد بہ نسبت اور مندرون کے معابد کے بہت بڑا ہے یعنے ١٦ فیٹ ۴ انچہ مربع اور اس مین کالے پتھر کا مہادیو کا ایک لنگ ہے نہایت مصفا اس معبد کي زمین منڈپ کي زمین سے کوئی ڈہائی فیٹ نشیب مین ہے—یہہ لنگ ایک یا جلاویدی مین کمال احتیاط سے رکھا گیا ہے—اسکے داہنی طرف ایک نالی ہے جس سے اس لنگ کے دہوؤن کا پانی باہر کے تالاب مین جاتا ہے—اس مندر کے باہر ایک تہہ خانہ ساڑہے تین فیٹ اونچا اور چارون طرف سے کوئی چار فیٹ آگے نکلا ہوا ہے—اس کے پیش دالان کے اوپر ایک دوسرا منزلہ ہے جس مین ایک چھوٹا سا معبد ہے اور منڈپ کي چھت پر سے اس مین جایا جاتا ہے بیچ کے دالان کے اوپر ایک بہت بڑی اونچی اور عمدہ تراشی ہوئی کماندار بیٹھک ہے—اسمین ایک مورتی ہے—اور مورتی کے دونون طرف دو چھوٹے چھوٹے کلس ہین اور کلسون پر دو چھوٹے سے اسلامی وضع کے گنبد—اُسکے معبد کے اوپر ایک مربع اور گاودم برج بنا ہوا ہے—اسکے اوپر جو بڑا گنبد ہے وہ دکہن کے اسلامی گنبدون سے مشابہت رکہتا ہے—

چالوکي وضع—اس وضع کے ستارہ نما مندر اس ضلع مین زیادہ نہین ہین—لیکن جتنے ہین وہ نہایت خوبصورت ہین—مثلاً سان کہیڑے مین جو دریاے گوداوری پر ایک قصبہ ہے اس وضع کے دو مندر ہین اور بائزاپور مین مہادیو کا ایک مندر—اس ثانی الذکر مندر کي چھت گاودم ہے—اور اوسکے سرے پر ایک چھوٹا سا گنبد اور ایک مینار ہے—اور ایسا ہی ایک مندر بسار مین ہے جو سنہ ۱٦۹۴ع مین بنا ہے اوسکی پانچ سیڑہیان ہین اور اوپر کو ایک کمرکہی گنبد اور ایک اونچا مینار ہے—یہ وضع چالوکی مندرون مین بہت کم

پائی جاتی ہے-اسکے مینار سادے ہین-لیکن برج پر اقسام کے نقش و نگار ہین-اس ضلع مین جو دوسرے مندر ہین وہ چندان قابل دلچسپی نہین-پائٹن کي کہ جسکا بیان کہین درج ہوچکا ہے-تعمیری خوبصورتی ایک مدت ہوئی کہ مفقود ہوگئی ہے-

گوداوری کے پہاڑی کنارون پر جو سیڑھیان کہدی ہوئی ہین انمین اکثر مقامون پر چہوٹے سے ترکي وضع کے کمرے ہین جنمین سے بعض کي شکل مندرون کي سي ہے-دریاے گوداوری پرگنگل واڑی پائٹن اور دوڈالی کے درمیان تیس گہات ہین لیکن پائٹن کا گہات سب سے اچھا ہے-یہ گہات سنہ ۱۷۲۴ع مین بنایا گیا اس کي سیڑھیان بہت لمبی ہین-اور سیڑہیون کے دونون طرف ہشت پہلو مینار ہین جن پر ایک ایک مندر ہے ان مین سے ایک مین ایک بیراگی رہتا ہے-اور دوسرے مین گنپتی کي مورت ہے اسکے قریب پہاڑ کے اوپر کوڑی مات نامی ایک عمارت ہے-

جین کي وضع-جین کے مندرون مین ابتدا مین وہارا کے مربع کثیرالذاویہ چوک تھے جن کے اطراف چھوٹے چھوٹے کمرے معہ جین کي مورتیون کے تھے اور انمین ایک مربع یا مدور یا جناویدی جو سِکرا کي بناوٹ کي تھی-جین کے مندرون کي قدیم وضع کي ایک اندرسبھا ہے جو ایک پہاڑ مین ایلورا کے غارون مین ہے-یہ اندرسبھا سنہ عیسوی کے ۷۵۰ برس آگے کي بنی ہوئی ہے-کالی کا مندر جو دولت آباد کے قلعہ کے دامن مین ہے جین لوگون کي دوسری عمارت ہے اس کا ایک بڑا حصہ مسجد سے متبدل ہوگیا ہے اور باقی حصہ کے سقف کے نیچے ایک سو پچاس مربع ستون ہین جن مین نہایت عمدہ اور منقش مورتین کہدی ہوی ہین-اجنٹا کے نزدیک آنوا مین بہی جین کي وضع کا ایک عمدہ مندر ہے اسکی عبادت گاہ اور مینار منہدم ہوگیا ہے-لیکن اسکا عالیشان منڈپ باقی ہے-جسکا دائرہ ۲۱ فیٹ کا ہے-اور اس گنبد کے نیچے بارہ ستون ہین اور ایک ایک ستون چہوڑ کے ایک ایک گنبد-غرض یہہ ایک نہایت عمدہ اور مکمل مندر ہے-

جین کے مندرون کے اوپر جو حال مین تعمیر ہوے ہین مغسی بڑے بڑے گنبد ہین—

ڈریوڈی وضع-حضور نظام کے ملک مین یہہ وضع کچہہ خاص طور پر جدا نہین بلکہ ہندو-آریا-اور چالو کي وضعون سے ملی ہوی ہے-اس وضع کے جتنے مکانات ہین انسے تیرہوین صدی کا پتا لگتا ہے لیکن دریوڈی وضع کي تعمیر کا زمانہ سولہوین اور سترہوین صدی تہی-سان کہیڑے مین جو گوداوری پر واقع ہے شیوا کا ایک قدیم مندر ہے-جو بعد مین از سرنو دریوڈین وضع کا بنایا گیا تہا-اسکے ستون اور اسکے اندر کا زیادہ حصہ معہ معبد کے بتخانہ کے اصلی تعمیر سے تعلق رکہتا ہے-لیکن اوسکے مربع معبد کے پہلوؤنمین شمالی وضع کي بعض تعمیرین بڑہادی گئي ہین-اوس مین ایک دہلیز منڈپ سے ملی ہوی ہے-اور منڈپ کے نیچے چار ستون اور دونون طرف دو کمرے ہین-ستونون پر شیوا کے مندرون کا معمولی نقش و نگار ہے جو آٹہوین صدی سے بارہوین صدی تک مروج تہا-جالنا مین بہائرونا تھہ کا ایک مندر ہے جو ایک سو پچاس برس آگے بنا ہوا ہے-اوسکي شکل مربع ہے اور چارون طرف چار چبوترے اور چبوترون پر چار مینار معہ چہوٹے گنبدون کے ہین-امبڈ مین ایک خوبصورت مندر کہنڈوبا کا ہے-جسکے ساتہہ اور دوسرے دو مندر ملے ہوے ہین-ان سبہون کے اطراف ایک پتھر کي دیوار اور کٹہرا ہے-اور دروازے کے اوپر نوبت خانہ-اسکے صحن مین ایک شیر کي مورت ہے جو چار چہوٹے چہوٹے ہاتہیون پر کہڑي ہوئ ہے-اور اوسکے منہہ مین بہی ایک ہاتہی ہے-اس مندر مین بہت سی خوبصورت مورتین ایدہر اودہر ہین

—*—

اسلامی تعمیرات

اس ضلع مین اس قسم کي تعمیرات کثرت سے پائی جاتی ہین مثلاً مقبرے-مسجدین-مدرسے اور سرائین وغیرہ وغیرہ-انمین جو سب سے قدیم تعمیرات ہین وہ چودہوین صدی کي پٹھاني وضع کي ہین-اگرچہ تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے پیشتر جب محمد تغلق شاہ نے بعوض دہلي کے دولت آباد کو اپنا پاے تخت بنایا تہا تو وہان بہت سے عمدہ مکانات بنواے تہے-لیکن انمین سے اب بہت تہوڑون کے آثار باقي ہین-اسکے بعد اقسام کي عمارتین ظہور مین آئین-جن مین زیادہ کرکے مقبرے ہین-پٹھانی اور مغلی دونون وضع کے جو نہایت شوق سے بنائے گئے ہین-انکی وضع بالکل مکمل اور نہایت عالی شان ہے-اسکے بعد دکہن کي سلطنتون نے اورہی وضعین ایجاد کین-لیکن انمین سے اکثرون نے پہلے پہل ہندو عمارتون کي تعمیر شروع کي جو تمام ملک مین بہيلي ہوی ہین اور خاصکر کے ورنگل مین جہان ایک بہت بڑے مندر کو توڑ کر اسکے اسباب سے دیوارین اور دروازے بنائے گئے ہین لیکن بعد مین مسلمانون نے ہندواني وضع کو ترک کرکے اپني خاص کمانندار عمارتون کو شروع کیا-چنانچہ اورنگ آباد کي عمارتین ویسی ہي ہین جیسی گلبرگہ بیدر اور گولکنڈے کي ہین-لیکن اونمین کسیقدر وضع جین لوگون کي عمارتون کي سی ہے-مثلاً قدیم مکانات مین اسلامی عظمت کے ساتہہ ہندوانی نقش و نگار بہی شامل ہین-لیکن سنہ ۱۳۱۶ کے بعد مسلمانون نے یک لخت ہندواني وضع موقوف کردی اور خاص اپني طرز جاری کی-اسلئے مسلمانون کي تعمیرات بہی جداگانہ وضع کي ہوگئین—

پٹھانی وضع

روضہ کے قریب ایک مقبرہ ھے گنج روان گنج بخش کا – جسکے پٹھانی گنبد کی شکل نعل کی سی ھے – یہ بزرگ سب سے پہلے تیرہوین صدی کے آخر مین اس ضلع مین آئے ہوے تھے اور نیز دوسرے اولیا کے مقبرے بھی ہین جو چودہوین صدی مین گذرے ہین – لیکن انمین سے بعضون مین اسکے بعد وقتاً فوقتاً کچھہ کچھہ اضافہ کیا گیا ھے – ولی زین الدین کے مقبرے کے اطراف ایک بڑا صحن ھے اور اسکے دروازے پر پیتل چاندی اور کانسے کے پتر چڑھے ہوے ہین – جسکے اوپر ایک نوبت خانہ بھی ھے – اس مقبرے کے مقابلہ مین برہان الدین کا مقبرہ ھے اوسکے دروارے بھی ویسے ہی ہین – لیکن اسکے صدر کے رخ پر ایک مسجد ھے – جالنا مین تین ولیون کے جدے جدے مقبرے ہین جنمین سے ایک شاہ لطیف قادری کا ھے جو برہان الدین کے ساتھہ دکھن کو آئے ہوے تھے – سید سعادت کا بھی یہان چودہوین صدی مین گذر ہوا تھا – انکا مقبرہ پائٹن مین ھے جسکا گنبد نکیلا ھے اور اینٹ کا بنا ہوا – اس گنبد سے معلوم ہوتا ھے کہ وہ بعد مین بنا ہوا ھے – جالنا مین ایک مقبرہ ھے زچہ اور بچہ کا اوسکی وضع ہو بہو اون پٹھان بادشاہون کے مقبرون کی سی ھے جو پرانی دہلی مین مدفون ہین – اسکا کمرا مربع ھے اور اوسکے اطراف ایک تنگ برآمدہ ھے جسکے ہر ایک رخ پر تین کمانین مربع ستونون کی ہین – بڑے گنبد کے تہ مین اطراف کنول کے پہول ہین – اس مقبرے کے ہر ایک کونے پر ایک ہشت پہلو مینار ھے اور مینار پر نعل کی شکل کا چہوٹا سا ایک ایک گنبد – اوسکے بازو کی دیوارین مشبک پتھر کی ہین – جالنا مین اس مقبرے کی نسبت ایک مشہور قصہ ھے کہ ایک مست ہاتھی نے ایک عورت کا پیچہا کیا تہا – جب اوسنے دیکھا کہ پناہ کی کوئی جگہہ نہین ھے تو دعا کی کہ یا اللہ زمین پہٹے اور مین سما جاؤن اوسکی دعا مقبول ہوی وہ زمین مین سما گئی یہ مقبرہ اس مقام پر اسکی یادگار مین بنا ہوا ھے – جالنا کی جمعہ مسجد جمشید خان نے سنہ ۱۵۵۷ع مین بنائی تھی – اوسکی شکل مستطیل ھے – اور تین طرف سے مسدود اور چہت کے کونون پر چہوٹے سے کمرکپی گنبد ہین – بڑے گنبد کی تہ مین کنول کے پہول اور اوپر نقش و نگار ھے اور اوسکے پتلے مینار مغلی وضع کے ہین – اوسکا صحن بہت بڑا ھے اور چوطرف دیوار سے گہرا ہوا اور اوس دیوار مین مسافرون کے لئے کماندار کمرے بنے ہوے ہین – روضہ مین ملک عنبر اور اوسکی بیوی کی قبر بازو بازو مین ھے – یہ شخص سنہ ۱۶۰۴ع مین مرتضی نظام شاہ دویم کا وزیراعظم تہا – اور کرکی یعنے اورنگ آباد مین اقامت گزین – جہان اسنے بہت سی مسجدین اور مکانات بنوائے ہین – شہر کا بہار کل دروازہ اور نانکنڈے کا محل – اسی کیطرف منسوب کیا جاتا ھے – اس محل مین بعد مین نظام آصف جاہ رہتے تھے اور انکے بعد نظام علی خان لیکن اب یہہ محل حالت انہدام مین ھے – کہا جاتا ھے کہ ملک عنبر نے سنہ ۱۶۰۰ع مین سات مسجدین بنوائی تھین جو کالی مسجدون کے نام سے مشہور ہین – دولت آباد کی جمعہ مسجد اصل مین جین کا ایک مندر تہا – لیکن بعد مین مسجد سے مبدل کردیا گیا – اس مین احمد شاہی سلطنت کے جین لوگون کا ایک ستونی دالان ھے جو تبدل پذیر ہوا ھے – اس مسجد مین چہیانوے تراشے ہوے ستون ہین اور دولت آباد مین دو یا تین مسجدین اسی قسم کی ہین

مغلی وضع

ابتدائی مغلی تعمیر کی وضع سادی اور خوبصورت تہی – اکبر کے زمانہ مین نہایت خوش وضع نقش و نگار فراوانی کے ساتھہ ظہور مین آیا لیکن اورنگ زیب کی تخت نشینی کے بعد بہت جلد اس مین زوال آگیا اور اسکے زمانہ کی بہت سی عمارتین اینٹ کی ہین جن مین چونے کا نقش و نگار ھے – مغلون نے بڑے بڑے گنبد اور پتلے پتلے مینار اور نکیلی کمانین ایجاد کین جن مین فوراً پٹھانون کے نکیلی وضع کی کمانون سے امتیاز ہوسکتا ھے – شہنشاہ اورنگ زیب کی بیوی رابعہ دورانی کا روضہ سنہ ۱۶۶۰ع مین اوسکے لڑکے عظیم الشان نے بنوایا تہا – اس کا ارادہ تہا کہ یہ روضہ آگرے کے تاج محل سے ٹکر کہائے – لیکن تعمیر مین اسقدر جلد زوال شروع ہوگیا تہا کہ وہ کسی بات مین اسکا مقابلہ نکرسکا – لیکن پہر بہی اورنگ آباد مین وہ ایک نہایت خوبصورت عمارت ھے جس کا بیان اورنگ آباد کے فصل مین لکھا گیا ھے – بنی بیگم کے مقبرے کی کیفیت بہی جو اورنگ زیب کی بہو تہی روضہ کے باب مین مندرج ھے – ایک مقبرہ جو اورنگ آباد کے دلی دروازے کے باہر ایک باغ مین ھے وہ مغلی وضع کا ھے – لیکن اس مین بہی پٹھانی وضع ملی ہوی ھے – یہہ روضہ پیر اسماعیل کا ہی جو شاہزادہ اورنگ زیب کے اتالیق تہے – اس باغ کا دروازہ نہایت عظیم الشان ھے – اور اس کی کمان مثل ایک طاق کے لمبی اور نکیلی ھے لیکن اسکی آمد و رفت کا دروازہ ایک چہوٹی سی نکیلی کمان مین سے ہے – جو اخیر مین ہے – اسکے چبوترے کے ہر ایک کونے پر ایک چہوٹا سا مینار مع ایک بڑے گنبد اور کنگرے کے ہے – یہ مقبرہ مربع ہے – اوسکے ہر ایک طرف پانچ نکیلی کمانین ہین اور کونون پر گنبد دار مینار – اورنگ آباد کی چوک کی مسجد شایستہ خان نے سنہ ۱۶۶۵ع مین بنوائی ھے – اسی سال لال مسجد مفتی زین العابدین نے جو زمانۂ اورنگ زیب مین ناظر تعمیرات تہا – بنوائی ہے – یہ مسجد سنگ موسی کی ہے اور اسمین لال چونے کا نقش و نگار ہے –

اورنگ آباد کے محمود دروازے کے قریب ایک باغیچہ مین شاہ مظفر کا مقبرہ ہے جو اورنگ زیب کے مرشد تھے۔ اور جنھون نے سنہ ۱۶۸۷ع مین انتقال کیا تھا۔ یہ مقبرہ چھوٹا سا سنگ سماق کا ہے اور بالکل سادہ اس کے اطراف پتھر کے ستونون پر کمانین ہین۔ ایک مدرسہ ایک مسجد ایک کچہری۔ ایک مکان اور ایک مسافرخانہ اس مسجد سے ملا ہوا ہے اور اسکے اندر بہت سے پتھر کے حوض ہین۔ انمین سے اکثر مکانات سنہ ۱۶۹۵ع مین ایک امیر نے بنوائے ہین جو چین خلیج خان نظام اول کے مصاحبون مین تھا۔ اور جسکے گولکنڈے پر چڑھائی کے وقت سنہ ۱۶۸۷ع مین ایک کاری زخم لگا تھا۔ اورنگ آباد کے بازار مین ایک بڑی مسجد ہے شاہی گنج نامی جسکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ جنوبی ہندوستان کی عمدہ مساجد مین سے وہ ایک ہے۔ اوسکی تعمیر سنہ ۱۷۲۰ مین ہوئی تھی اسکی کرسی بہت اونچی ہے اور اسکے صدر کے رخ پر ایک محراب دار دروازہ نہایت عمدہ کمانون کا۔ جو ہندوستانی اور عربی وضع کی ہے اسکے ستون پتھر کے ہین جن مین سے چوبیس اندر ہین اور چھہ پیاچھے کی دیوار مین۔ ان کھمبون سے وہ مسجد مربع ہو گئی ہے۔ اس کے بیچ مین ایک بڑا گنبد ہے۔ اور گنبد کی تہ مین کنول کے پھول اور اوسکے اوپر ایک عالی شان کلس۔ اسکے چارون کونون پر چار مینار ہین۔ اس مسجد کے صحن مین دو بڑے حوض ہین جن کے دروازے پر بھی دو مینار ہین۔

پائٹن مین سندر بیگ کی مسجد تقریباً سنہ ۱۶۲۰ع مین بنائی گئی ہے۔ یہ شخص اپنے وقت کا ایک بڑا سوداگر تھا۔ اور وہان کی جمعہ مسجد سنہ ۱۶۳۰ع مین اس مقام پر بنی ہے جہان سالی وہانا کا محل تھا۔ یہ مسجد تمام پتھر کی ہے اور اسکا دالان ۷۷ فیٹ لمبا اور ۲۴ فیٹ چوڑا ہے۔ اسکے سامنے ایک بڑا صحن ہے۔ ۱۷۵ فیٹ لمبا اور ۱۴۵ فیٹ چوڑا اسکے اطراف ایک دیوار ہے جس پر مینار ہین۔

اورنگ زیب کا مقبرہ۔ اورنگ زیب کا مقبرہ برہان الدین کے روضہ کے احاطہ مین ہے جو بالکل سادہ ہے اور سنگ سماق کے چبوترے پر بنا ہوا جسکی مفصل کیفیت روضہ کے باب مین آچکی ہے۔ اس شہنشاہ عظیم الشان کا انتقال اسکی سلطنت کے پچاسوین سال۔ اور نواسی برس کی عمر مین روز جمعہ ۲۴ مارچ سنہ ۱۷۰۷ع کو ہوا جب وہ صبح کی نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوچکا تھا۔ اس نے اِن لفظون مین وصیت کی تھی کہ اس خاکی بندے کو کسی نزدیک کے قبرستان مین لیجاؤ اور زمین مین دفن کرو۔ پس اسیکے مطابق وہ سادگی کے ساتھہ ایک ولی کے پہلو مین دفن کیا گیا۔

متذکرۂ بالا بیان کے متعلق مدراس کے ایک اخبار مین مرقومتہ الذیل مضمون حال ہی مین چھپا تھا۔ جو دلچسپی سے خالی نہین۔ اس مین ہندو مندرون کے رسومات سے بحث کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسٹر ری جو مدراس گورنمنٹ کے ناظر آثار قدیم ہین اپنی سال گذشتہ کی رپورٹ مین جو گورنمنٹ کے پیش کی گئی۔ بعض دلچسپ پتھرون کی نسبت جو انہین بلہاری مین دستیاب ہوے یون بیان کرتے ہین۔ کہ قدیم زمانہ کے ہندو معمار اور علما۔ دیوتاؤن کو نئے مندرون مین قایم کرتے وقت بعض عمدہ اور عجیب رسومات ادا کرتے تھے۔ ان رسومات سے حسب اعتقاد اونکے مورتیون مین جان آجاتی تھی۔ اور اوسکے بغیر وہ پتھر یا فلزات کے ٹکڑون سے زیادہ وقعت نہین رکھتے تھے جنوبی ارکاٹ کے کلکٹر نے جانچ پر تال کے لئے ایک بڑا تانبے کا پتر بھیجا جس پر ایک بیٹھی ہوی تصویر کندہ تھی۔ اوسکے جسم کے اکثر حصون پر مربع اور مثلث ترسول کی علامتین تھین۔ اور تلنگی زبان مین اونپر کچھہ عبارت لکھی ہوی۔ یہ پتر جسکو شاسا نام کہتے ہین۔ ”آشتا بندھا نام“ کی ادائگی مین مندر مین استعمال کیا جاتا تھا۔ جب کوئی ایک نیا مندر تعمیر ہوتا تھا تو شاسا نام کی اخیر تحریر کی جاتی تھی تاکہ اوسکی وجہ سے اس بت مین جان آجاے جسکے واسطے وہ مندر تیار ہوا ہو۔ پھر وہ اس شاسا نام کو معہ اقسام کے جواہر اور نو فلزات کے اوس مقام پر جہان مورتی قایم کی جاتی تھی۔ دفن کیا جاتا تھا۔ یہہ گویا اس مورتی کی جان تھی۔ اور بغیر اوسکے وہ بیکار۔ پوجاری لوگ اس امر کی تحقیقات کے لئے کہ کب تک اس مین جان رہیگی اور کب تک انکی دعائین قبول ہوا کرینگی رسومات ادا کرتے ہین۔ اوسوقت وہ مورتی اپنی جان کی مدت بیان کرتی ہے اور کس قسم کی پوجا کرنی چاہئے۔ اور کون کونسی دعائین قبولیت کے لئے پوجاریون کو کرنی چاہئے انہین سکھلاتی ہے۔ اس مدت کے دو حصے ہوتے ہین ایک اوسکی جان کی طاقت کے قایم رہنے کا اور دوسرا اوسکے زوال کے شروع ہونے کا۔ غرض جب مدت مقررہ پوری ہوچکتی ہے تو نئی روح اس مین پھونکی جاتی ہے اور اگر ضرورت ہو تو نیا شاسا نام بھی لکھا جاتا ہے۔ اس شاسا نام کو ماہوترا کالی کہتے ہین۔ اس کے سر کے بیچمین جو تصویر ہے وہ کالی کی ہے اور گمان کیا جاتا ہے کہ وہی اسکے رہنے کی جگہہ ہے۔ اوسکے سر کے ”اوپر بیجک شارام اوم“ ہے اور اوسکے بدن مین پنچا کا شارام۔ وہ اسوارا کی تصویر ہے جسکے معنے پانچ حرفون کے ہین جو انسان کے حواس خمسہ کو ظاہر کرتے ہین۔

اورنگ آباد کے کسان

مندرجہ ذیل دلچسپ بیان جو اضلاع اورنگ آباد کے کسانون کی نسبت ہے مسٹر فریدون جی جمشید جی کی اجازت سے انہین کی شایع کی ہوی کتاب مین سے لیا گیا ہے۔ جس زمانہ مین انہون نے یہ کتاب لکھی اسوقت وہ شمال و مغربی حصہ کے محکمہ بندوبست و پیمایش کے ناظر تھے۔

ضلع اورنگ آباد کي زراعتي آبادی مين زياده کر کے کنبي لوگ ہين—ليکن انکے ساتھہ مسلمان—پرديسي—بنجارے—بهيل—ڈهنگر—مہار—کاہور اور تيلي وغيره بهي ہين جنکے بلالحاظ مذہب و ملت کے چار حصہ کئے گئے ہين—پہلے حصے مين وه لوگ ہين جو کشت کاری کي عوض دوسرا روزگار کرتے ہين—دوسرے حصہ مين وه لوگ ہين جنہين بوجہ انکے خانگي امور کے زراعت کي فرصت نہين ملتي اسلئے يہ صرف نگرانی کيا کرتے ہين—اور انکے اہل و عيال اور مزدور کهيتون کا کام—تيسرے حصہ مين حقيقی اور سچے کسان ہين—جو اپنا تمام وقت کهيتون مين بسر کرتے ہين—يہ لوگ مزدورون سے کام نہين ليتے بلکہ اپنی ذات سے اور اپنے خاندان کے لوگون کي مدد سے محنت کيا کرتے ہين—چوتهے حصہ مين مفلوک الحال کسان ہين—جنکے پاس تهوڑی سی زمين هے اور ايک يا دو بيلون کي جوڑي—ليکن کرايہ کے بيلون سے يہ لوگ ہل چلاتے ہين—

پہلے حصے مين زياده کرکے برہمن—متمول مراٹهے—آسوده حال پٹيل—اور فارغ البال کاريگر ہين—برہمن کهيتون مين کبهی کام نہين کرتے—مراٹهون کي عورتين پرده کرتی ہين—پٹيل مزدورون کے ذريعہ سے زراعت کرتے ہين—

دوسرے درجہ مين بڑے بڑے گانٶن کے پٹيل متمول کنبی—تيلي—دوسرے تجارت پيشہ لوگ اور مالی ہين—پٹيلون کے متعلق علاوه انکے خانگی امور کے سرکاری خدمات بهی ہين—اور بڑے بڑے باغون کے مالک ہين—تيلی اور دوسرے تجارت پيشہ لوگونکا وقت انکے روزگار مين بسر ہوتا هے—اور مالي اپنے باغونکی پيداوار فروخت کرنے کے لئے اطراف و جوانب کے قصبات کے ہفتہ وار بازارون مين جايا کرتے ہين—يہ لوگ اپني ذات سے کهيتون مين کام نہين کرتے بلکہ اپنے خاندان کے لوگ اور مزدورون سے کام ليتے ہين اور آپ نہايت احتياط سے انکی نگرانی کرتے ہين—انکے پاس علاوه زمينون کے دودهيل بهينسين—گائين—اور گهوڑيان وغيره ہين—اگرچہ اُنی معاش کا ذريعہ کاشتکاری ہي هے ليکن انہين گوپاگر هے کي آمد بهی بہت زياده هے—

تيسرے درجہ مين خاص کر کے کنبي ہی ہين—جو اصل کاشتکار ہين—انمين بعض مالی ہين بعض پرديسی اور بعض ڈهنگر—يہ لوگ اپنے اہل و عيال کے ساتھہ اپنا تمام وقت کهيتون مين صرف کرتے ہين اور اسي کو اپنی معاش کا ذريعہ سمجهتے ہين—انکي زمينون مين بهاجي ترکاری وغيره بهی ہوتی هے ليکن وه آسوده حال نہين ہين—مبادا اگر کبهي ايک فصل اچهی نہو تو وه بہرحال برداشت کرسکتے ہين ليکن اسکے ساتھہ دوسری فصل بهی ويسي ہي آئے اور رياست انہين محصول معاف نکرے تو وه بالکل مفلس ہوجاتے ہين—

چوتهے حصہ مين جو کنبی—ڈهنگر—مالی—مہار اور مانگ وغيره ہين—انمين سے بہت کم لوگون کے پاس تهوڑی سی زمين هے—جنہين وه اپنے بيلون کے ساتھہ کرايہ کے بيلون سے جوتتے ہين—انمين سے اکثر لوگون کے پاس ايک يا دو بيلون سے زياده نہين—اور نہ انکی پاس کوئی زمين هے اس لئے وه دوسرون کے ساتھہ شرکت کرتے ہين—اور نہايت تنگی سے قوت بسری—جب قحط سالي ہوتي هے تو سب سے پہلے وہی اسکا شکار ہوتے ہين انمين بعض لوگ ايسے ہين کہ وه کهيتون مين مزدوری کرتے ہين اور انکے بچے بالے—مويشيون کو چرانے اور جانورون کو کهيتون سے اوڑانے پر نوکر ہوتے ہين—انہين ماہانہ بالکل تهوڑی سی آمدني ہوتی ہے—گرمی کے موسم مين جب انہين کهيتونمين مزدوری نہين ملتی تو ماڑواڑيون برہمنون اور دوسرے لوگون کے پاس نئے يا پرانے مکانونکی تعمير و مرمت پر نوکر ہوتے ہين—جب کوئی کسان خاص اپنی زراعت کرتا ہے تو وه چوتهے درجہ مين شمار ہوتا ہے—ليکن جنہين بوجہ افلاس کے نہ اپنی زمين جوتنے کي طاقت اور نہ دوسرون کے ساتھہ جو انسے زياده آسوده حال ہين شراکت مين کاميابی ہوتی ہے—تو وه مجبوراً روز کي محنت مزدوری سے اپنی معاش پيدا کرتے ہين—

اس نسبت کي تحقيقات نہايت دلچسپ ہوگی کہ ان چار درجون کے ہريک شخص کا بيان گويا انکی کل قوم کا بيان هے ہر ايک ضلعہ مين دس تعلقونمين سے سات کي پيمايش ہوچکی ہے—چنانچہ اس کا خلاصہ مندرجہ ذيل نقشہ سے ظاہر ہوتا ہے اور اس سے تمام اضلاع کے کسانون کي حالت کا بخوبی اندازه ہوتا ہے—ان تعلقون کي تعداد اس طرح پر ہے—

پائٹن

مدارج کشتکاران	حساب ایکڑ	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ..	۱۰۰ سے ۷۹۹ تک ...	۳۷۵	۱۲
تیسرا درجہ ..	۲۵ سے ۹۹ تک	۱۹۳۵	۶۰
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۸۸۵	۲۸
	میزان .	۳۱۹۵	۱۰۰

وایجاپور

مدارج کشتکاران	حساب ایکڑ	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ..	۱۰۰ سے ۵۹۹ تک ...	۷۱۷	۲۰
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۲۱۹۴	۶۱
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۶۶۴	۱۹
	میزان .	۲۵۷۵	۱۰۰

گنڈاپور

مدارج کشتکاران	حساب ایکر	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ..	۱۰۰ سے ۱۰۰۰ تک ...	۵۲۰	۱۳
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۲۲۴۴	۵۸
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۱۱۲۱	۲۹
	میزان ..	۳۸۸۵	۱۰۰

امبڈ

مدارج کشتکاران	حساب ایکر	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ...	۱۰۰ سے ۹۰۰ تک ...	۱٫۰۲۴	۱۴
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۴۵۰۹	۶۱
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۱۷۸۱	۲۵
	میزان .	۷۳۲۲	۱۰۰

کنناڈ

مدارج کشتکاران	حساب ایکر	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ...	۱۰۰ سے ۶۰۰ تک ...	۳۴۱	۹
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۲۴۴۷	۶۱
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۱۲۲۴	۳۰
	میزان ..	۴۰۱۲	۱۰۰

بھوکردھن

مدارج کشتکاران	حساب ایکر	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ...	۱۰۰ سے ۶۰۰ تک ..	۳۰۲	۱۱
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۱۷۴۴	۶۲
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۷۶۴	۲۷
	میزان ..	۲۸۱۰	۱۰۰

سلوڈ

مدارج کشتکاران	حساب ایکر	تعداد کشتکاران	اوسط کل کشتکاران
دوسرا درجہ ...	۱۰۰ سے ۸۰۰ تک ...	۲۱۵	۱۱
تیسرا درجہ ...	۲۵ سے ۹۹ تک	۱۱۹۵	۶۲
چوتھا درجہ ...	۵ اور اس سے کم سے ۲۴ تک	۵۲۱	۲۷
	میزان ...	۱۹۳۱	۱۰۰

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا حصہ تیسرے درجہ کے کسانوں کا ہے—اور دوسرے اور چوتھے درجہ کے کسان وایجاپور کے تعلقہ میں قریب قریب ایک حالت میں ہیں لیکن دوسرے تعلقوں میں چوتھے درجہ کے لوگ بہ نسبت دوسرے درجہ کے لوگوں کے بہت زیادہ ہیں—لیکن اوپر کے نقشہ میں پہلے درجہ کے لوگ جو نہایت آسودہ حال ہیں بوجہ انکی زمینیں کم ہونے کے چوتھے درجہ کے لوگوں کے ساتھہ شامل کئے گئے ہیں اس ضلعہ کے زمیندار بموجب ذیل تقسیم کئے گئے ہیں —

آسودہ حال بوجہ دوسری آمدنیوں کے		۱۳	فیصدی
صرف آسودہ حال لوگ	... ...	۶۱	"
غریب و مفلس ...	... ...	۲۰	"

کنبی لوگون کي زندگی اور اطوار

کنبی لوگ سادہ مزاج—نیک چلن — خلیق—دیانت دار—قناعت پیشہ — اور رحمدل ہیں — نہ انہیں دنیا کے مکرو فریب کي کچھہ خبر ہے اور نہ روپیون کي کچھہ پروا—اِدہر انکے ہاتھہ میں روپیہ آیا کہ اودہر خرچ ہوگیا—انہیں مطمئن کرنا کچھہ مشکل نہیں—انکي خواہشین لمبی چوڑي نہیں ہوتین—نہ انہیں کامیابی کي زیادہ خوشی ہوتی ہے اور نہ ناکامی کا زیادہ رنج—انکے مزاج میں تحمل بہت ہوتا ہے—اور مشکل کے وقت سخت برداشت کرتے ہیں—نئی رسم و رواج سے انہیں سخت نفرت ہے اور اپنے موروثی حقوق کا بہت بڑا خیال—جب کسي سے بکھہڑا ہوتا ہے تو وہ اخیر تک لڑے بغیر نہیں رہتے—بڑی بڑی تکلیفون کي وہ نہایت تحمل و بردباری و توکل سے برداشت کرتے ہیں—لیکن جب انکی ذاتی وطن داری کے حقوق میں دست اندازي کي جاتی ہے تو وہ آپے سے باہر ہوجاتے ہیں — ہرچند کہ اس سے انہیں کچھہ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اسکی وجہ سے اور وہ زیربار ہوجاتے ہیں—پولا کے تہوار کي جب سواری نکلتی ہے تو اسمیں حسب دستور اگر انکے بیلونکو جگہہ ندی جاے یا ہولي کے ڈھیر کو آگ دینے میں غلطي سے کوئی دوسرا انپر مقدم ہو تو آگ بگولا ہوجاتے ہیں اور محکموں اور ضلع کے افسرون کے پاس فریاد رسی کے لئے دوڑا دوڑی مچا دیتے ہیں——

کنبیونکی خانگی زندگي بہت خوشی سے گذرتی ہے—وہ شفیق خاوند ہیں اور مہربان باپ شرابخواری کي بری عادت سے وہ بالکل مبرا ہیں اور مہمان نوازی میں لاثانی—فقیر کبھی انکے دروازیسے مایوس نہیں پھرتا—غرض جتنی اچھي عادتیں ہیں اکثر انمیں پائی جاتی ہیں اور بری عادتیں بہت کم — وہ صبح کو سویرے اٹھتے ہیں اور رات کو دیرسے سوتے ہیں—گرمی کي سخت موسم اور آفتاب کي تیز شعاعون میں برشکال کے عین موسلا دہار میں جاڑے کي چمکتی ہوی سردی میں وہ صبح سے شام تک کھیتونمیں محنت مزدوری کرتے رہتے ہیں—سواے ایک سادی اور موٹی کملی کے انکے بدنون میں کچھہ نہیں ہوتا—حقیقت

مین انکي زندگي نہایت سختي سے بسر ہوتی ہے—لیکن اس امر کا انکار نہین کیا جاسکتا—کہ باوجود ان تمام باتون کے انکے مزاج مین بے پروائی بہت ہے—نہ انمین جوش و سرگرمی ہے اور نہ سبقت کي خواہش—انکا کام بہت دھیرج کا ہوتا ہے—نہ وہ زمینون کو برابر جوتتے ہین اور نہ اچھي تخم پاشی کرتے ہین—انکے کھیت اکثر گھانس وغیرہ سے بھرے ہوئے ہین—غرض ان امور مین انکے رقیب پردیسی انسے بڑھے ہوے ہین—انکی زمینین آراستہ ہوتی ہین تخم پاشی عمدہ ہوتی ہے—کھیتونکی حفاظت کیجاتی ہے اور گھانس وغیرہ اوگنے نہین پاتا ہے—

کنبی عورتین بہ نسبت مردون کے زیادہ محنتی زیادہ سرگرم اور زیادہ چالاک ہین—مکانکے کُل امور انہین سے تعلق رکھتے ہین—ندی اور کنوین سے پانی بھر کے لانا—اناج پیسنا—روٹی پکانا—جھاڑہ دینا—مٹی اور گوبر سے مکانونکو لیپنا—برتن مانجنا—کپڑے دھونا—بچے سنبھالنا—وغیرہ وغیرہ—لیکن باوجود ان تمام باتون کے دنکو وہ مردونکے ساتہ کھیتونمین کام بھی کرتی ہین—اِنمین جو زیادہ غریب ہین وہ ان کامون سے فارغ ہوکے جنگل سے ایندھن اور گھانس کے گٹھے باندھکے گانونمین بیچنے کے لئے لیجاتی ہین—اور اسکی آمدني سے نمک تیل اور دوسری ضروری چیزین اور خاصکر کے اپنے چھوٹے بچون کو پلانے کے لئے افیم خرید کرلاتي ہین—اور فخر کرتی ہین کہ انکی ذاتی آمدنی سے انکے بچون کے لئے افیم خریدی جاتی ہے—اگر گھر کي کُل عورتون کے لئے کھیتون مین کافی کام نہین ہوتا ہے تو انمین سے بعض دوسرون کے کھیتونمین مزدوری کرتی ہین — انکی آمدنی انکے خاوندون کي آمدنی سے کچھہ کم نہین ہوتی—جس کنبی کے گھر مین اوسکی قرابت دار عورتین زیادہ ہون وہ زیادہ خوش نصیب ہے—کیونکہ وہ اسپر بوجھہ نہین ڈالتین بلکہ اسکی آمدنی کو بڑہاتی ہین—وہ سر پر لکڑیونکا بھاری بوجھہ لئے ہوئے اور بچہ کو پیٹھہ سے لٹکائے ہوے چھہ (٦) سات (٧) میل کے فاصلہ پر بازار کو جاتی ہین اور وہان لکڑیون کو بیچ اور مکان کے لئے ضروري چیزین خرید—پھر روٹی پکانے کے لئے نہایت جلدی سے گھر کو واپس آتی ہین—کنبیونکی زبان معمولی مراٹھی ہے جسکو پراکرت کہتے ہین—ضلع اورنگ آباد کے جنوبی حصہ مین خالص مراٹھی بولی جاتي ہے لیکن شمال مین کسیقدر خراب—کنبیون مین فیصدی ایک شخص لکھنا پڑہنا جانتا ہے—یہی سبب ہے کہ جو مراٹھي مین اچھا علم یافتہ ہوتا ہے تو وہ بہت بڑا معزز سمجھا جاتا ہے—

دکھن مین گانون کي دو قسمین ہین—ایک کو قصبہ کہتے ہین اور دوسرے کو موضع—بقول گرانٹ ڈف کے جہان بازار ہے وہ قصبہ ہے اور جہان بازار نہین وہ موضع ہے—ضلع کے جنوبي حصہ مین قصبات ایک دوسرے سے بہت نزدیک ہین انکا فاصلہ ایک سے چار یا پانچ میل تک ہے—لیکن شمالی پہاڑی زمین مین تین سے دس یا بارہ میل تک اکثر قصبات سایہدار درختون مین واقع ہین—اور دور سے اونکا منظر بہت اچھا معلوم ہوتا ہے—علی الخصوص تھکے ہوئے مسافرونکو جب دور سے وہ درخت نظر پڑتے ہین تو انکا دل باغ باغ ہوجاتا ہے—کیونکہ انہین یقین ہوتا ہے کہ یہان گانون ضرور ہوگا—پھر جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے ہین تو ان جھاڑون کے پتون مین سے گڑھیون کے برج — خوبصورت مندر— اور خاکي رنگ کے کوٹھے دکھلائی دینے لگتے ہین—گانونکا راستہ ان خوشنمادار جھاڑون کي قطارون مین ہوتا ہے جو سبزاچي ہوے کھیتون کے اطراف ہوتے ہین اور جن مین بعض دیہاتي گیت گاتے ہوے موٹ کے بیل چلاتے ہین—اور بعض کھیتونمین کام کرتے ہین—انکي آواز دور سے نہایت خوش آئند ہوتي ہے—انکے نزدیک ندیان جاری ہین—جن مین کہین مرد اور عورتین نہاتي ہین—اور کہین بھینسین پڑي ہوتي ہین—اونسے کسیقدر فاصلہ پر بکریون کے گلے ہوتے ہین—جنکے ساتھہ چرواہے کا چھوکرا اپنے جھبڑے کتے کو لئے ہوئے ہوتا ہے—کنبیون کي کنواری لڑکیان اور انکي مائین حیا کے ساتھہ صاف ستھری رنگین ساڑیان باندھے ہوئے ندي کے کنارے پاني کے گھڑے سر پر دھرے ہوئے چلتي پھرتي نظر آتي ہین — قصبہ کے باہر دیوار کے قریب کھاد کے ڈھیر لگے ہوئے ہوتے ہین جن سے ایک قسم کي بو آتي رہتي ہے انسے گذرنے کے بعد گانو کا پھاٹک آتا ہے جہان ایک مہار پہرے پر موجود ہوتا ہے—وہ مسافرون کو دیکھتے ہي نہایت خلق کے ساتھہ انکي ضروریات کي طرف متوجہ ہوتا ہے—گانو مین صفائي نہین ہوتي—راستہ اور مہریان کس مپرسي کي حالت مین پڑی ہوی ہوتی ہین—مکانات بے ترتیبي کے ساتہ ادھر اودھر منتشر—یہ دیکھتے ہوئے مسافر دھرم سالا کو جاتے ہین جو مثل شاہي مکان کے معلوم ہوتا ہے اسکے سامنے گانو کے پٹیل کا عالي شان مکان ہوتا ہے—جسکے مقابلہ مین غریب گانو والونکے مکانات کچھہ اصل و حقیقت نہین رکھتے بلکہ ادب سے سر جھکائے ہوئے ہوتے ہین—گانو مین کوئي ایسا شخص نہین جو پٹیل سے واقف نہو—کیا مرد کیا عورت اور کیا بچے سب اوسکے موٹے جسم اوسکي توند اور اوسکي دگمگاتي ہوی چال کو خوب پہچانتے ہین—گاؤ کے باہر دیوار کے ایک کونے مین چند غریب جھونپڑے ہین جن مین مہار لوگ رہتے ہین جو ہندوؤنکے نزدیک مردود ہین اور انہین گانو کے اندر رہنے کا حکم نہین—

گانون مین اکثر قصبات کے لوگ عموماً آسودہ حال ہین لیکن موضع کے لوگ اکثر غریب—بعض قصبات ایسے بھي ہین جو کسي زمانہ مین خوب آباد تھے لیکن اب خراب ہوگئے ہین—اطراف پتھر کي منہدم دیوار ہے جس مین کہین کہین قدیم کمان دار پھاٹک ہین جو اسکي گذشتہ شان و شوکت کو ظاہر کررہے ہین—

شمالی حصہ کي پہاڑي زمين کے مرضع علی العموم ويرانون کے سے ہوتے ہين—اور اونچے اونچے ٹيلون پر واقع—انمين سايہ دار درختون کا نام نہين—اور انکي مٹي کي ديوارين بالکل بانکي اور ٹيڑہي ہين—نہ انمين مسافرونکي خبر گيري ہوتي هے اور نہ مہمانونکي پرسش—

طلوع آفتاب سے بہت پہلے گانؤنکے لوگ ہوشيار ہوکر اپنے اپنے خانگي کانمونمين مصروف ہوتے ہين رات کے سناٹے مين گيتون کے ساتہہ انکي چکي پيسنے کي آواز نہايت خوش آئند ہوتی هے—جہان تڑکا ہوا کہ گانون والے کاندہونپر ہل لئے ہوئے اور بيلون کو ہانکتے ہوے گہر سے باہر نکلے اور کہيتون کو چلے—اور چرواهے کا لڑکا اپنے مويشيون کو چرانے ليجاتا هے اور اسکا وفادار کتا آگے پيچہے دوڑتا ہوا مويشيون کو منتشر ہونے نہين ديتا— عورتين کنؤنسے پاني کہينچنے مين يا قريب کي نہرون سے گہڑے بہر بہر کے لانے مين مصروف ہين اور نديون پر جمع ہو کے آپس مين غپ شپ اوڑا رہي ہين—کنبيونکے بچے گہري نيند سے چونک اوٹہے ہين اور قصبہ کے غبار آلود راستون پر کہيل کود کررهے ہين—اوسکے بعد دو پہر کے کہانے کي تياريان ہوتي ہين—مکانون سے دہوان نکلنا شروع ہوتا هے يہ اسوقت تک باقي رہتا هے کہ جب مکانون کے دروازے بند ہوتے ہين—اور عورتين بچون کے ساتہہ اپنے اپنے خاوندون کے لئے توکرون مين کہانا ليکر کہيتون مين جانے لگتي ہين—جہان دو پہر ہوی اور سورج سمت الراس پر آيا کہ تمام گانو مين سکوت ہوگيا— کوئي آواز نہين نکلتي—يہانتک کہ نہ کتے بہونکتے ہين اور نہ کوے کائين کائين کرتے ہين بلکہ تمام پرندے ڈاليون اور پتون مين بيٹہے بيٹہے اونگنے لگتے ہين—معلوم ہوتا هے کہ يہان نيچر خود آرام مين هے—

اسطرحسے جب تمام دن گذرا اور شام ہوي کہ آفتاب کے مغرب مين ڈوبتے وقت عورتين واپس آنے لگتي ہين گليون کے راستے مين گرد و غبار بلند ہوتا هے مندر کے روبرو گانؤ کے مانگ نرسنگا بجاتے ہين—مکانون مين دہيمي دہيمي روشني شروع ہوتي هے اور پہر ايکبارگي گانو مين ہل چل شروع ہوجاتي هے اور پہر تمام لوگ کاروبار مين مصروف ہوتے ہين—ايک کے بعد ايک مزدور محنت مزدوری کر کے تہکے ماندے واپس آتے ہين اور کہانا کہانے کے بعد گانؤ کي چاوڑي يا دہرم سالا يا ماروتي کے مندر کے پاس استراحت کے لئے جمع ہوکر حقے سلگاتے ہين—آپس مين خيالات کا تبادلہ—خوش طبعی کي باتين—اور سرکاری عہدہ دارون کي لياقت کي گفتگو وغيرہ ہوتی رہتی ہے—اگر کسی کو راگ کا شوق ہوتا ہے تو وہ اپنا ستار لئے ہوئے بيٹہا ہے—اور کسی نامور شخص کي تعريف مين گيت گاتا ہے—رات کے گيارہ بجے تک يہ چہل پہل رہتی ہے اوسکے بعد جب چراغ گُل ہوئے کہ پہر سکوت ہوگيا سوا ے کتون کے بہونکنے کے اور کوئی آواز سنائی نہين ديتی—

گڑہی يا قلعہ ايک مضبوط عمارت ہوتی ہے اور گانؤ کے مکانون سے بہت اونچی دوسرے مکانات سادے اور مسطح سقف کے ہين يا پہوس کے جہونپڑے—قديم الايام مين جب لڑائيونکا بازار گرم رہا کرتا تہا اور جان و مال معرض خطر مين رہتا تہا تو گانؤ کا بڑا پٹيل اپنے رہنے کے واسطے گڑہی بناتا تہا—جس مين وہ اور اوسکے بال بچے لٹيرون کي تاخت و تاراج سے محفوظ رہتے تہے اور دوسرے گانؤ والون کو بہی پناہ ديتے تہے—جو شخص اضلاع مين سياحت کرتا ہے وہ کہين کہين ايسی گڑہيون کے کہنڈر ديکہتا ہے—گڑہی کے اطراف ايک اونچی سی ديوار ہوتی ہے يا تو چونے اور اينٹ کي يا فقط چکنی مٹی کي—يہ چکنی مٹی کي ديوار ايسی مضبوط ہوتی ہے کہ نہ مواسم اسپر کچہہ اثر کرسکتے ہين اور نہ ايام—چونے اور اينٹ کي ديوار اسکا مقابلہ نہين کرسکتی—وہ بہت جلد خراب ہوجاتی ہے—اس ديوار پر چوطرف برج ہوتے ہين—اوس مين ايک وسيع اور مضبوط پہاٹک اندر جانے کے لئے ہوتا هے—جسکے پٹون مين لوہے کي ميخين جڑی ہوئی ہين تاکہ ہاتہی اوسکو نقصان نہ پہونچا سکين—دروازے کے سامنے ايک پيش دالان ہوتا ہے—جہان کہيتون مين کام کرنے والے بيٹہا کرتے ہين—اس پيش دالان کے اندر دروازے سے ملا ہوا ايک بڑا دالان ہوتا ہے جس مين دو دہيل گائين اور پٹيل کا خاص گہوڑا بندہا ہوا رہتا ہے—اس دالان سے گذرنے کے بعد ايک کہلا ہوا چوک آتا ہے—جسکے چارون طرف برآمدہ ہی يہان لوگ سويا اور بيٹہا کرتے ہين—اس برآمدے مين جدا جدا کمرے ہوتے ہين جن مين سے بعضون مين عورتين رہتی ہين اور بعضون مين باورچيخانے اور حمام وغيرہ ہوتے ہين—بعض بعض گڑہيون مين تہخانے بہی ہوتے ہين جن مين اناج بہرا جاتا ہے—

يہ گڑہيان اب بہت تہوڑی سی رہگئی ہين—کيونکہ اکثر آسودہ حال کسانون نے اينٹ يا پتہر کے مضبوط مکانون مين رہنا شروع کيا ہے—ان مکانون کے اطراف ايک بلند ديوار ہوتی ہے اور اس مين ايک چہوٹا سا دروازہ اندر کے صحن سے ملا ہوا اور اس سے ذرا آگے بڑھکے ايک بڑا دالان آتا ہے جسکی شکل ايک وسيع برآمدے کي سی ہے—اوسکے سقف اور ستون لکڑی کے ہين—اس دالان کے اندر دوسرا ايک صحن ہے اور اسمين چہوٹے چہوٹے کمرے ہين جو سونے اور پکانے کے کام مين آتے ہين ان مکانون کے کوٹہے مسطح اور مضبوط ہين—ہندؤنکے معمولی مکانات مين جو ان اضلاع مين بنائے جاتے ہين روشنی اور ہوا کا چندان لحاظ نہين رکہا جاتا—انمين اکثر پلنگ تانبے اور پيتل کے برتن—کپڑون کي گہڑيان—بچہونے—اناج کے خُم—ايندہن سوکہی ترکارياں چکيان اور دوسرا خانگی اسباب بکہرا ہوا پڑا رہتا ہے—جب آگ سلگتی ہی اور دہوين کو نکلنے کي کافی جگہہ نہين ملتی—تو تمام کمرے مين بہر جاتا ہے ايک تو مويشيون کے طويلے کي بدبو دوسرا دہوئين کا اندہيرا تيسری عورتون کي بک بک اور چوتہی بچون کے رونے کي آواز سے مسافر اگہبرا اٹہتا ہے اور چاہتا ہے کہ حتی الامکان جلد وہان سے نکل بہاگے—

دوسرے حصہ کے اکثر کسان اچھے مکانون مین رہتے ہین۔ جنکے باہر گلی مین ایک دیوار ہوتی ہے جو مکانونکے صحن سے ملی ہوئی رہتی ہے۔اس صحن مین کپڑے دہوے جاتے ہین۔اور برتن مانجہے جاتے ہین صحن سے گذرنے کے بعد ایک چھوٹے سے دروازے مین سے ایک دالان مین جایا جاتا ہے انمین سے اکثر مکانات کي شکل ڈہانچے کے سی ہے جنکی سقف کے نیچے لکڑے کے سات یا آتھہ انچہ مربع کھم ہوتے ہین اور انپر مربع یا مستطیل شہتیر اور تختے جمائے ہوے۔ان ستونون کے درمیان متی کي دیوارین ہین جنکی وجہ سے مکان کا اندروني حصہ نظر نہین آتا۔یہ لوگ چہت کے تختونپر سجی کا تیل چہڑکتے ہین جس سے نہ دیمک لگتی ہے اور نہ شگاف آتا ہے۔ انمین سے بعض مکانات ایک مقرری حدتک بن تراشے ہوے پتھرون یا چونے کے بنتے ہین اور پہر متی اور اینٹ سے اتھاے جاتے ہین۔

ان مکانونمین علاوہ ایک بڑے دالان کے تین یا چار چھوٹے چھوٹے کمرے چار سے چودہ فیٹ تک مربع ہوتے ہین جنمین سے ایک مین باورچیخانہ دوسرے مین اناج وغیرہ۔ اور تیسرے مین چار پائیان تانبے اور پیتل کے برتن اور چکیان وغیرہ ادہر اودھر بکھری ہوئی پڑی رہتی ہین۔یہ کمرے صاف ہوتے ہین۔ہر روز انمین جھاڑو دیجاتی ہے اور اکثر متی یا گوبر سے لیپا جاتا ہے۔ان مکانون کے احاطہ مین یا بعض وقت کھیتون مین رات کو مویشیون کے باندہنے کے لئے ایک چھپر بناتے ہین جہان نگہباني کے لئے گھروالون مین سے ایک شخص اور کھیت کے مزدورون مین سے ایک شخص سویا کرتا ہے

تیسرے حصہ کے کاشتکارون کے مکانات دوسرے حصہ کے کاشتکارون سے کچہہ زیادہ تفاوت نہین رکھتے بجز اسکے کہ انکا پتھر چونا اینٹ اور لکڑی وغیرہ ہلکی قیمت کي ہوتی ہے اور مقدار مین وہ انسے چھوٹے ہوتے ہین۔اور انمین صحن نہین ہوتا۔

چوتھے درجہ کے کاشتکار بالکل خراب جھونپڑون مین بود و باش کرتے ہین۔یہ جھونپڑے اسقدر چھوٹے ہوتے ہین کہ گھر کے تمام لوگ انمین سما نہین سکتے انمین ایک یا دو توٹی پھوٹی چار پائیان ایک چکی تھوڑے سے پیتل اور متی کے برتن۔ایک کے اوپر ایک چڑہاے ہوئے۔ چندیون کے ایک یا دو بچھونے۔اور جلانے کا ایندہن ہوتا ہے۔ جو انکے گھر کا کُل سامان ہے۔

مکان کے اخراجات ایک عمر رسیدہ عورت کے متعلق ہوتے ہین۔جو حقیقت مین نہایت سلیقہ شعار ہوتی ہے۔ اور نہایت تجویز وکفایت شعاری سے اخراجات چلاتی ہے۔ مثلاً تازہ دودھہ سے مکھن بناکر بازار مین بکواتی ہے اور مٹھا گھر کے کام مین لاتی ہے۔پہلے اور دوسرے درجہ کے کسانون مین گھر کي بیوی ایک سال کا اناج گھر مین بھر کے رکھتی ہے اور بھاجی ترکاری وغیرہ کنبی کے خاص باغ سے منگواتی ہے۔

پہلے درجہ کے کسان دن مین تین وقت کھایا کرتے ہین۔ مثلاً فجر کے نو بجے ناشتا۔جس مین جواری یا باجری کي روتی دودھہ یا دہی اور چٹنی ہوتی ہے۔دوپہر کا کھانا ایک اور دو بجے کے درمیان ہوتا ہے۔اور اس مین جواری یا باجری کي روتی دال۔اور مٹھے کي کڑھی۔اور رات کے کھانے مین روتی اور بھاجی ترکاری۔کنبیون کو اکثر بیگن کا سالن بہت بھاتا ہے اور خاصکر کے دکھن کے اس حصہ مین۔ انکی عادت ہے کہ پہلے مرد اور بچے کھاتے ہین۔جنکے کھلانے کے لئے عورتین کھڑی ہوتی ہین۔جب وہ کھا چکتے ہین تو وہ انہین کے جھوٹے برتنون مین کھانے کو بیٹھتی ہین۔ مزدورونکا کھانا عورتونکے متعلق ہوتا ہے۔وہ ہر ایک مزدور کو علاوہ دال اور کڑی کے سیر بھر روتی دیاکرتی ہین اس درجہ کي کیا عورت اور کیا مرد تین یا چار دن سے نہاکر کپڑے بدلتے ہین اور پاک و صاف رہتے ہین۔

دوسرے درجہ کے کسانون مین قاعدہ ہے کہ جو شخص مکان مین سب سے بڑی عمر کا ہوتا ہے وہ گھر مین رہتا ہے۔ اور دوسرے لوگ علی‌الصباح کھیتونکو رات کي بچی ہوی روتی ساتھہ لیکے روانہ ہو جاتے ہین۔راستہ مین کسی نہر یا کنوین پر نہا دہوکے کپڑے بدل لیتے ہین۔آتھہ یا نو بجے ناشتا کرتے ہین۔دوپہر کو انکے کھانے کے لئے عورتین باجری یا جواری کي تازی روتیان دال اور مٹھے کي کڑی یا بھاجی ترکاری لاتی ہین۔پہر رات کے آتھہ اور نو بجے کے درمیان مکانون پر کھانا کھایا کرتے ہین۔وہی روتی دال اور بھاجی ترکاری لیکن اسکے ساتھہ چٹنی ضرور ہوتی ہے کیونکہ کنبی لوگ بغیر چٹنی کي کبھی کھانا نہین کھاتے۔اور چوتھے یا پانچوین روز کپڑے بدلتے ہین

تیسرے درجہ کے کسان بھی دن مین تین وقت کھایا کرتے ہین لیکن ہمیشہ روتی پیاز یا چٹنی۔

اس سے ظاہر ہوتا ھے کے پہلے اور دوسرے درجہ کے کسانون کي حالت بہ نسبت تیسرے درجہ کے کسانون کے بہت اچہی ھے۔

پہلے اور دوسرے درجہ کے کسانون کا معمولی لباس ایک اچھي اور وزن دار پگڑی انگرکھا اور بھاری دہوتی ھے۔اور اکثر چاندي کا زیور انکے جسم مین ہوتا ھے لیکن سونے کا کبھي کبھي۔اور تیسرے کلاس کے کسانون کا بھی ویسا ہي لباس ھے لیکن قیمت مین اس سے ہلکا۔وہ انگرکھے کے عوض کملی۔یا دوپتہ اوڑھتے ہین۔اور زیور شاذ و نادر ہی پہنتے ہین۔ پہلے اوردوسرے درجہ کے کسانون کي عورتین بھاری ساڑھیان اور چولیان پہنتی ہین۔اور تیسرے درجہ کي ہلکی۔اور دونون چاندی کا زیور پہنتی ہین۔لیکن چوتھے درجہ کے کسانون کا لباس بہت خراب ہوتا ہے اونکی کمر سے ایک میلا کپڑا بندہا ہوا سر پر ایک معمولی پگڑی۔اور جسم پر ایک موتی سی کمل اور انکے پاس ایک پھٹی ہوئی مرزائی ہوتی ہے۔جو تہوارون مین پہنی جاتی ہین۔انکی عورتون کے

پاس دو موٹی سی ساڑھیان اور دو ہلکی چولیان۔بس ان لوگونکا لباس ہوچکا۔یہ لوگ ایسے غریب اور ایسے قانع ہین کہ اچھی فصلون مین بہی انمین خوش حال لوگ بہت کم نظر آتے ہین۔

کنبی لوگون کي عمرین اکثر بڑی ہوا کرتی ہین۔کوئی قصبہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوگا جس مین بڑی بڑی عمر کے لوگ موجود نہون۔انکی احتیاط انکا خوراک اور انکی ورزش انکی صحت و تندرستی کا باعث ہے۔کنبیون کو اکثر طحال۔تپ لرزہ۔اسہال۔ہیضہ اور نارو وغیرہ کي بیماریان ہوا کرتی ہین۔جب وہ بیمار ہوتے ہین تو حکیم یا ڈاکٹر کي دوا نہین کرتے۔بلکہ چند معمولی جڑی بوٹیون کو جمع کرکے انسے اپنا علاج کرلیتے ہین۔لیکن انکے نزدیک عمدہ سے عمدہ علاج گرم لوہے یا سونے کے ٹکڑے یا بھلانوین سے داغ دینا ہے۔ان داغون کا ایسا عام رواج ہے کہ کنبیون مین برابر آدہے لوگ ہونگے کہ جنکی پیٹھہ اور گردن پر ایسے داغ ہون۔

کنبیون کے پاس آشوب چشم کا بھی ایک نادر علاج ہے وہ ایک قسم کي کالی مرچ کے باریک سفوف کو آنکھون مین چھڑکتے ہین اگرچہ اسوقت انہین تکلیف ہوتی ہے لیکن اس سے فائدہ بہت ہوتا ہے۔

کنبي لوگ بڑے ضعیف الاعتقاد ہین۔جب وہ بیمار ہوتے ہین تو علاوہ ان معالجونکے وہ جھو منتر سے بھي رجوع لاتے ہین اونکا اعتقاد ھے کہ دس مین سے نو بیماریون کا باعث ارواح خبیثہ ہین وہ جسمون مین داخل ہو کے تکلیف پہونچاتی ہین۔اسلئے جن لوگون کو جھو منتر مین دخل ہوتا ھے۔انہین بلوا کے انسے علاج کرواتے ہین۔بازو اور گلے مین گنڈے اور پاؤنمین کالا ڈورا بندھواتے ہین اور انکا دم کیا ہوا پاني پیتے ہین۔ان منترون سے انکا اعتقاد ھے کہ ارواح خبیثہ سے انہین نجات ملتی ھے اور انکا اثر دایمي اور فوري ہوتا ھے—

جب وبائے ہیضہ اور چیچک کنبیون مین پہونچتی ھے تو بڑا غضب ڈہاتی ھے سینکڑون آدمي انکا شکار ہوتے ہین۔لیکن خوشي کا مقام ھے کہ یہ بیماریان انمین مدت سے ظاہر ہوتی ہین—

خاص کنبیون کے تہوار یہ ہین (۱) ہولی (۲) پولا (۳) دوالی (۴) دسہرا (۵) گڈی پاڑوا (٦) ناگ پنچمی (۷) اکہاتی (۸) سنکرات—

ہولی کا تہوار جو پہاگن مین پورن ماشی سے پندرہ دن آگے شروع ہوتا ھے (مارچ) برابر پانچ روز تک رہتا ھے۔اس تہوار مین مکان کي بیوي اچھے اچھے کھانے تیار کرتی ھے جن مین اکثر میٹھی روٹیان ہوتی ہین اور گانؤ کا پٹیل ہولی کے ڈھیر مین میٹھی روٹی۔چانول اور دوسری غذائین اگنی یعنے آگ کي دیبي کو بھینٹ چڑہا کے پہلے آگ دیتا ھے۔اوسکے بعد دوسرے کنبی اپنی اپنی نذرین چڑہاتے ہین۔اسي تیوہار پر کنبیون مین خواہ کوئی کیسا ہی پرہیزگار کیون نہ ہو لیکن شراب پئے بغیر نہین رہتا—

پولا کا تہوار جو شراون کے اخیر روز آتا ھے (آگست)۔بیلون کا تہوار ھے۔اس روز ان سے کچھہ کام نہین لیا جاتا۔اونکے سینگ رنگے جاتے ہین انہین نہلایا جاتا ھے اور شام کو باجے گاجے کے ساتھہ انکي سواري نکلتي ھے۔جو بیل سب سے زیادہ پیارا ہوتا ھے اسکا مالک اسکو اپنی بیوی کا زیور اور ساڑھی اوڑہاتا ھے بڑا پٹیل اس سواري کے آگے ہوتا ھے۔اور دوسرے لوگ بیلون کے ساتھہ۔اس روز بیلون کو میٹھي روٹیان تیل مین بھگو کے کھلائی جاتی ہین

دیوالی یا روشنی کا تہوار کارتک کے نئے چاند کو ہوتا ھے (نومبر) اور تین روز تک برابر جاری۔اس تہوار مین مکانون کو صاف کرکے سفیدی لگائی جاتی ھے۔اور خوب روشنی کي جاتي ھے۔بڑے قصبون مین میٹھي روٹیان اور دوسرے اچھے اچھے کھانے تیار ہوتے ہین۔مہار عورتون مین جو عورت افسر ہوتی ھے اسکو بڑا پٹیل ایک ساڑھي ہدیہ دیتا ھے اور بلوتے دارون کي عورتون کو ایک ایک چولی۔کنبیون کي قرابت دار عورتون کو بھي اسکي طرف سے چولیان ہدیہ ملتی ہین—

دسہرا کا تہوار جو آشون سدھہ کي دسوین کو آتا ھے (اکتوبر) ایک ہی روز رہتا ھے اس روز گانؤ کے بڑے پھاٹک اور دیبی کے مندر کے پاس گانؤ کا پٹیل دو یا تین بکڑے کاٹ کے پوجا پاٹ کرتا ھے۔اُس روز بھي اچھے اچھے پکوان پکتے ہین اور آلات زراعت پوجے جاتے ہین۔

گڈی پاڑوا چیتر کي سُدھہ پہلی کو آتا ھے (مارچ) یہ ہندوؤن کے نئے سال کا تہوار ھے۔اس روز ایک لمبا بانس یا ڈنڈا جسکے سرے پر ایک پیتل کا لوٹا ہوتا ھے۔ہر ایک گھر کے سامنے گاڑا جاتا ھے اور مذہبی رسومات ادا کئے جاتے ہین۔اس روز بہی مٹھائي اور دوسرے نفیس پکوان پکتے ہین۔جہاڑون کو جہولے باندھے جاتے ہین اور تمام کنبی بڑی خوشیان مناتے ہین—

ناگ پنچمي۔یعنے سانپ کا تہوار۔یہ تہوار ساون کي سُدھہ پانچ کو آتا ھے (جولائی) اور خاص عورتون کا تہوار ھے۔اس مین وہ نہا دہو اور کپڑے بدل کر پتھر کے ناگ کي مورت کي پوجا کرتي ہین۔اس روز بھي اچھے اچھے کھانے پکتے ہین اور مرد پینگ بڑہاتے ہین—

اکہاتي۔یہ تہوار بہي خاصکر کے عورتون کا ھے اور وہ اس روز گاوری دیبي کي مورت کي جو لکڑی یا پیتل کي ہوتي ھے پوجا کرتي ہین—

سنکرات کے تیوہار کے روز جو پاؤش ودھہ پانچ کو آتا ھے (جنوری)۔بعض مذہبی رسومات ادا ہوتے ہین اور رشتہ دارون اور دوستون کو تِل تقسیم کیجاتی ھے۔کنبیون کا قاعدہ ھے کہ اس تاریخ تک گیہون اور جواری کو جو کھیتون مین پک کے تیار ہوتي ھے چھوتے نہین۔اور اس روز پہلے پہل اس کو کام مین لاتے ہین ہولدا کا موسم اس روز سے شروع ہوتا ھے۔اس روز بھی مٹھائیان وغیرہ بنتی ہین—

کنبیون کا دوسرا ایک تہوار ہے جو دیوتا کہنڈوبا کی یادگار مین منایا جاتا ہے جسکو کہنڈوبا کا ست کہتے ہین—اوس روز بہی مٹہائیان وغیرہ تیار ہوتی ہین اور مذہبی رسومات ادا کئے جاتے ہین—رات کو کہنڈوبا کی مورت کے سامنے مشعلین سلگائی جاتی ہین—بارش کے موسم مین کنبی لوگ اپنے ابا و اجداد کی یادگار مین پترا کی رسم ادا کرتے ہین اور پترا بہادرا پد کی ودہہ پہلی کو شروع ہوتا ہے—اور مہینہ بہر رہتا ہے—تیسرے درجہ کے کسان لوگ یہ سارے تہوار مناتے ہین—لیکن فرق اتنا ہے کہ انکے پکوان تہوارون کے روز زیادہ تکلف کے نہین بلکہ غریبانہ ہوتے ہین—چوتہے درجہ کے کسانون کے پکوان مین جو ان تہوارون مین ہوتے ہین جوار یا باجری کی روٹیان ہوتی ہین جن مین گڑ ملا ہوا رہتا ہے—

کنبی لوگون مین جب بچہ نو یا دس برس کا ہوتا ہے تو اوسکی شادی کردیجاتی ہے—پہلی رسم منگنی کی ہوتی ہے اور پہر ایک یا دو برس پیچہے شادی کی—یہ لوگ شادی کے لئے—ویساکہہ جیٹہہ—مرگیسور—ماگہہ—اور پہاگن کو مبارک مہینے سمجہتے ہین—اور انہین مہینون مین شادیان کرتے ہین—منگنی کی رسم ایک ہی روز ہوتی ہے—لیکن شادی کو تین چار روز لگتے ہین—ان لوگون مین جو شادی بڑی دہوم دہام سے ہوتی ہے—اسکا صرف ۵۰۰ سے ۸۰۰ روپیہ تک ہوتا ہے اور تیسرے درجہ کے کسانون مین ۲۰۰ سے ۵۰۰ تک اور چوتہے درجہ کے لوگون مین ۷۵ سے ۱۵۰ تک—اُنمین کا آدہا روپیہ سونے اور چاندی کے زیورات پر صرف ہوتا ہے اور آدہا شادی کے اور اخراجات وخیرات وغیرہ پر—بچون کی ولادت پر کنبی لوگ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ۵ روپیہ سے ۱۵ روپیہ تک صرف کرتے ہین—

انکے ہان جب موت ہوتی ہے تو تجہیز وتکفین کے اخراجات اونکی حیثیت پر موقوف رہتے ہین مثلاً پانچ روپیہ سے ساٹہہ روپیہ تک—کنبیون مین کوئی جلاتے ہین اور کوئی گاڑتے ہین جیسے انکے گہرانے کا رواج—

کنبی علی العموم شُدر قوم مین شمار کئے جاتے ہین—یہ قوم ان چار قومون مین سے اخیر ہے جن مین ہندو مذاہب تقسیم کئے گئے ہین—ڈاکٹر مونیر ولیم کسانون کو وشیا یعنے تیسری قوم مین شمار کرتا ہے—کنبیون کی پوجا کا آئین ویسا ہی ہے جیسا ادنیٰ مذہب کے ہندؤنکا—اور وہ مسلمانون کا محرم بہی مناتے ہین—اور مسلمان پیرون کے میلون مین بہی شریک ہوتے ہین—یہ لوگ جن دیوتاؤنکی پوجا کرتے ہین انکے نام یہ ہین—(۱) کہنڈوبا (۲) ماروتی (۳) گنپتی (۴) مہادیو (۵) دیوی (۶) موسوبا (۷) وٹہوبا—ان دیوتاؤنمین جو انکے محافظ ہین وہ صرف دوہی ہین یعنے کہنڈوبا اور دیوی—لیکن بعض وقت موہونی راج کو بہی شریک کرتے ہین—

اکثر متمول کنبی اپنے اپنے گہرون مین گنپتی کی پیتل یا پتہر کی—مہادیو اور اسکے ملازم نندی کی فقط پتہر کی اور کہنڈوبا کی چاندی یا پیتل کی مورتیان رکہتے ہین—اگر کوی کنبی اونچے درجہ کا ہوتا ہے تو وہ صبح کے اشنان کے بعد انمین سے کسیکی پرستش کرتا ہے اور وہ اسطرحسے کہ اسکو صاف پانی مین دہوکر اوسکے نزدیک ایک تیل کا چراغ سلگاتا ہے اور روٹی دودہہ وغیرہ اسکے پاس رکہتا ہے—

ہر ایک گانو مین اس گانو کا ایک خاص مندر دیہی ماروتی کا ہے—اور علاوہ اسکے اکثر گاؤنمین گنپتی—کہنڈوبا—وٹہوبا—اور دیہی کے جدا جدا مندر ہین—انمین اکثر مندرون کو گورنمنٹ کی طرف سے انعام مین جاگیرین ملی ہوی ہین—یا نقد روپیہ ملا کرتا ہے—لیکن بعض مندرون کے اخراجات لوگونکی اعانت پر منحصر ہین—کنبیون مین جو شخص پرہیزگار ہوتا ہے وہ جبتک اپنے نگہبان دیوتاؤنکی پوجا نہ کرلے کبہی کہانا نہین کہاتا—کنبیونکا چال چلن بالکل سیدہا سادہا اور انکا مذہبی طریقہ نمایش سے بالکل پاک ہے—

اضلاع گلبرگہ

گذشتہ تاریخی بیان

ابتدا میں گلبرگہ ایک ہندؤںکا شہر تہا اور ورنگل کے راجاؤن کے ماتحت ـ لیکن سنہ ۱۳۲۳ع مین شہزادہ الغ خان نے جو بعد مین دہلی کا شہنشاہ محمد تغلق ہوا اسکو پرتاپ ارد راسے چہین لیا۔لیکن اوسکے بیس برس بعد دکہن کے گورنرون نے اسکے برخلاف بغاوت کی۔اور علاؤالدین حسن شاہ گنگوئے بہمنی کو اپنا پادشاہ بنالیا۔اوسکا نام اصل مین حسن تہا اور وہ سنہ ۱۲۹۰ع مین نہایت غریبی کي حالت مین پیدا ہوا تہا۔لیکن رفتہ رفتہ سلطان محمد تغلق شاہ کے ملازمون مین داخل ہوگیا تہا۔جب کہ سلطان نامبرد نے اپنا پاے تخت بعوض دہلی کے دولت آباد کو مقرر کیا۔تو وہ اسکی ملازمت مین تہا۔اسکے پیشتر وہ تیس برس تک ہلواہے کا کام کرتا رہا اسکے چال چلن بالکل بےعیب تہے۔اوسکے پادشاہ ہونے کي نسبت مرقومۃ الذیل نقل یون بیان کي گئی ہے۔کہ وہ اپنی نوجوانی مین دہلی کے ایک برہمن گنگو نامی کے پاس جو شاہی منجم تہا نوکر تہا۔ایک روز وہ اپنی آقا کي زمین مین ہل چلا رہا تہا کہ اوسکو زمین مین ایک مٹی کا برتن ملا جو اشرفیون اور روپیون سے بہرا ہوا تہا۔اس نے وہ برتن ایمانداری کے ساتھہ اپنے صاحب کے حوالہ کردیا۔وہ اسکی دیانت سے اسقدر خوش ہوا کہ اسی وقت سلطان غازي الدین کو اس کي ایمانداری کي اطلاع دی۔سلطان کو اسکی چال ایسی بہائی کہ فوراً اسکو نوکر رکھکے ایک سو سوارون کا افسر بنا دیا۔برہمن گنگو نے جب اوسکی یہ کامیابی دیکہی تو علم نجوم سے اسکا زایچہ کہینچکر معلوم کیا کہ کسی نہ کسی روز وہ ضرور پادشاہت کے رتبہ کو پہونچیگا۔برہمن نے حسن کو اوسکی آئندہ عظمت و شان کی خبر دی اور از راہ مکر و فریب اوسکو ترغیب دلاکر اس سے مستحکم وعدہ لیا کہ اگر تو کبہی پادشاہ ہوجاوے تو میرے نام پرسے اپنا نام حسن گنگو رکہے اور نیز مجہکو صیغہ مالگذاری کے وزیر کے عہدے پر مقرر کرے۔غرض جب حسن پادشاہ ہوا تو یہ دونون اقرار پورے کئے اور اس وجہ سے اسکے نام کے ساتہ ہندو کا نام شامل ہوگیا۔

بڑی مسجد گلبرگہ

قلعہ اور خندق — گلبرگہ

جب محمد تغلق شاہ نے دولت آباد مین اپنا پایۂ تخت منتقل کیا تو حسن گنگو قتلغ خان کے ماتحت ایک افسر تھا — جو جدید گورنر ہوا تھا — اس نے حسن گنگو کو کونچی کا حاکم مقرر کیا — جو اسوقت قلمرو نظام مین داخل ہے — وہان اس نے چند سال بسر کئے — اور اس عرصہ مین وہ ایک فوج کا سردار اور ایک جاگیردار ہوگیا تھا —

چونکہ محمد تغلق سے لوگ بوجہ تبدیل دارالسلطنت کے اور نیز بوجہ اوسکی حکمت عملی کے کہ جس سے ملک تقریباً دوالیہ ہوگیا تھا — بالکل ناراض تھے — اسلئے اس نے چاہا کہ ایک بھاری فوجی مہم تیار کرے لیکن کچھ فائدہ ندیا اور تمام ملک مین غدر برپا ہوگیا — اسکا مفصل بیان دولت آباد کے باب مین مذکور ہوچکا ہے — اس غدر مین محمد تغلق نے عمادالملک کو حکم دیا کہ بعض باغیون کا جو بھاگ کے گلبرگہ چلے گئے ہین تعاقب کرے — حسن گنگو بھی ان باغیون مین تھا — اسکو یہ موقع اچھا ہاتھ آیا جسکا وہ ایک مدت سے منتظر تھا — اس نے اسی وقت پندرہ ہزار کی فوج جمع کرکے بیدر کی راہ لی — لیکن چونکہ عمادالملک کے ساتھہ تیس ہزار کی فوج تھی — اس لئے حسن گنگو نے ورنگل اور نیز اپنے شریک سلطان اسماعیل کی دولت آباد سے کمک کے آنے تک توقف کیا — اوسکے بعد عمادالملک کے ساتھہ ایک سخت لڑائی ہوئی — جس مین عمادالملک مارا گیا — اور اسکی فوج کی شکست ہوگئی — اس لڑائی کے بعد حسن گنگو دولت آباد آیا اور اپنے ساتھی سلطان اسماعیل کے ساتھہ شریک ہوگیا — حسن کی اس فتحیابی نے سلطان اسماعیل کے ہمراہیون پر ایسا زبردست اثر ڈالا کہ وہ بجائے سلطان اسماعیل کے حسن کو اپنا بادشاہ بنانے پر آمادہ ہوگئے — اسماعیل مجبور ہوکے کہنے لگا کہ چونکہ حسن مجھسے زیادہ عمر رسیدہ ہے اسلئے بادشاہت کے وہی لایق ہے — غرض نہایت جوش اور کمال خوشی کے ساتھہ حسن سلطان علاؤالدین حسن گنگوے بہمنی کے خطاب سے مخاطب ہوکے تخت سلطنت پر سوار ہوا — یہ جدید سلطنت سنہ ۱۳۴۷ع مین شروع ہوی — او اس کا پایۂ تخت گلبرگہ مقرر ہوا — اور دولت و آباد و بیدر بھی اس مین شامل ہوگئے — علاؤالدین نے اپنے قدیم آقا برہمن گنگو کو طلب کرکے حسب اقرار شاہی خزانہ کا وزیر مقرر کردیا — دوسرا ایک شخص تھا ملک سیف الدین نامی جو تدبیر سلطنت و حکمرانی مین اپنا مثل و نظیر نہین رکھتا تھا — اسکو وزیر اعظم کا عہدہ دیا گیا — بادشاہ نے اور انتظام سلطنت کے استحکام کے لئے مصلحتاً اپنے لڑکے کی اوس کی لڑکی کے ساتھہ شادی کردی — یہ شادی نہایت دہوم دہام سے ہوی — بیان کیاجاتا ہے کہ اس شادی مین دوسو مرصع تلوارین خاص امراکو اور دس ہزار بہاری بہاری اقسام کے خلعت امرا اور دوسرے لوگون

گو تقسیم ہوے۔تمام رعایا کي راتدن ضیافتین ہوتی رہین۔ گلبرگہ کے راستون مین بڑے بڑے انجن لگا دئیے گئے تھے اور ان مین طرح طرح کے حلوے اور مٹھائیان اور انواع و اقسام کي نعمتین پک پک کے لوگون کو تقسیم ہوتی تھین اس شادی کا جشن برابر ایک سال تک رہا۔اور اخیر روز امیرون نے پادشاہ کو نذرین گذرانین جن مین اقسام کے جواہر۔اشرفیان اور تمام ملکون کے عمدہ عمدہ تحایف موجود تھے۔یہ پادشاہ اپنی رعایا مین بڑا ہردلعزیز ہواہے اوسکی رعایا مین زیادہ کرکے اجنبی لوگ تھے۔اوسکی کل عادتون سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ پادشاہت ہي کے لئے پیدا ہوا تھا۔اوسکے زمانہ مین کوئی بغاوت نہین ہوی الّا ایک کے کہ اسکا مرتکب معزول سلطان اسمعیل تھا۔پادشاہ نے اوس کو امیرالامرا کا عظیم الشان خطاب دیا تھا۔لیکن باوجود اسکے وہ اس سے خوش نہین ہوا اور وزیر اعظم کے عہدے سے رشک و حسد کرکے مخفی طور پر سازش کي کہ پادشاہ کو قتل کرکے آپ اسکی جگہ پر پادشاہ بن بیٹھے۔لیکن خود اوسکے متعلقین مین سے ایک شخص نے یہ بات ظاہر کر دی۔تمام امیرون کے روبرو اسماعیل پر بغاوت و نمک حرامی کا الزام رکہا گیا۔اور بعد ثبوت جرم کے اوسکی گردن اوڑادی گئی۔اگرچہ یہ کارروائی سخت تھی۔لیکن پادشاہ کا عدل و انصاف اسیکا مقتضی تھا۔لیکن باوجود اسکے اوس نے اوسکی جاگیرات ضبط نہین کي۔بلکہ اسکے عوض اسکے بیٹے کو وہي مرتبہ اور خطاب دیا جو اسمعیل کو دیا گیا تھا۔

واقعہ مذکورہ کے چند روز بعد ورنگل کے راجہ نے چاہا کہ سلطان کي اطاعت و فرمانبرداری سے دست بردار ہو۔ لیکن سلطان کي سفارت اور اوسکی دوستی کا خیال جو ایک مدت سے ان کے آپس مین چلی آتی تھی غالب آگیا اور وہ سلطان کي خواہشون کي تکمیل کرنے اور اس خراج کے دینے پر راضی ہو گیا۔جو شہنشاہ دہلی کو دیا کرتا تھا۔اسکے بعد سلطان نے ایک فوج کرناٹک کو جو ہندوستان کے جنوب مین ہے روانہ کي۔اور واقعی وہ نہایت کامیابی کے ساتھ واپس ہوی اور سلطان کو وہان سے بے حساب اور قیمتی مال غنیمت ہاتھ آیا۔سنہ ۱۳۵۷ مین گجرات کے ایک ہندو راجہ نے سلطان سے فوجی اعانت کي درخواست کي اوس نے اوسکی درخواست کو منظور کرکے تیس ہزار کي جمعیت تیار کي جسکے ایک حصہ پر اپنے فرزند محمود کو مقرر کیا اور باقی کي فوج آپ اپنے ساتھہ لیکے روانہ ہوا۔لیکن راستہ مین بیمار ہو کے پھر گلبرگہ واپس آگیا۔سلطان کو اسوقت خیال ہوا کہ اب اسکے زندگی کے دن تمام ہوے تو اسنے اپنے ملک کو چار حصون مین تقسیم کرکے امیرونکے حوالہ کر دیا۔پہلا حصہ گلبرگہ سے مغرب مین ڈابلؒ اور جنوب مین رایچور اور مدگل تک وزیر اعظم کے سپرد ہوا۔ دوسرا حصہ چول کا جو دولت آباد اور میرپٹن کے درمیان وقع ہے۔اپنے بھتیجے کبیر محمد کے حوالہ کیا۔تیسرا حصہ ماہر ماگر کا معہ ایک حصہ برار کے صفدر خان کو مرحمت کیا۔چوتھا ضلع بیدر اندور کاولاس اور تلنگانہ کا اپنے فرزند محمود کو بخشا۔پادشاہ چھہ مہینے تک بیمار رہا لیکن اس حالت مین بھی امورسلطنت برابر چلاتا رہا۔ اس مدت مین اس سے بہت سی فیاضیان اور نوازشیں ظہور مین آئین چنانچہ اس نے تمام قیدیون کو رہا کر دیا۔ سوائے سات قیدیون کے کہ جنکے جرم نہایت سخت تھے۔ اور انہین اپنے فرزند محمود کے حوالہ کر کے وصیت کي کہ میرے انتقال کے بعد جیسا مناسب معلوم ہو انکے ساتھہ سلوک کرے اور اپنی وفات کے چند روز پہلے بہت سا روپیہ غریبون کو تقسیم کیا۔۱۰ فروری سنہ ۱۳۵۷ع کو سڑسٹھہ برس کي عمر مین بیس سال کي سلطنت کے بعد اوسکا انتقال ہوا۔اوسکا مقبرہ قلعہ کي مغرب مین واقع ہے۔

سلطان علاؤالدین کے بعد اوسکا بیٹا محمودشاہ تخت نشین ہوا جسکی تخت نشینی نہایت دہوم دہام اور نہایت شان وشوکت سے ہوی۔اس جشن پر بے حساب روپیہ اٹھا۔ اس پادشاہ یعنی محمودشاہ کے دربار کي عظمت و شان کي نسبت فرشتہ یون بیان کرتا ہے۔”اس نے اپنے تخت کي چتر پر نصب کرنے کے لئے ایک سونے کا گنبد بنوایا تھا جس پر موتی جڑے ہوئے تھے اوراس گنبد پر ایک مرصع ہُما تھا جسکے سر پر ایک بیش قیمت لعل تھا جو بیجانگر کے راجہ نے نذر گذرانا تھا۔اوس نے اپنے نوکرون کي تعداد بڑہادي تھی۔امیرون اور افسرون کے چار درجے مقرر کئے تھے۔اور ایک کو ایک ایک خدمت سپرد کي اور ہر ایک کے لئے دربار مین حاضری کا جدا جدا وقت مقرر کیا۔ہر روز سوائے جمعہ کے عام دربار کیا کرتا تھا۔اور دوپہر کو ظہر کي اذان تک کاروبار سلطنت مین مشغول رہتا تھا۔ تخت پر سوار ہونے سے پیشتر ہمیشہ وہ اپنے باپ کي تعظیم مین اوسکو جھک کے بوسہ دیا کرتا تھا۔اوسکے تخت نشیني کے اخراجات معہ اخراجات اسکے مان کے مکہ معظمہ کو امیرون اور سردارون کي ایک جمعیت کے ساتھ حج کو جانے کے اسقدر بڑھگئے کہ اسکا خزانہ تقریباً خالی ہو گیا۔جب بیجانگر اور ورنگل کے راجاؤن کو اوسکے خزانہ کي حالت معلوم ہوی تو موقع وقت کو غنیمت سمجھکے اور نیز نوجوان بادشاہ کو سلطنت جدید کے تخت پر متمکن دیکھکے ایلچیون کے معرفت اوسکو پیغام دیا کہ تمہارے باپ نے جو ملک ہمارا چھین لیا ہے مناسب ہے کہ وہ واپس کردیا جائے۔چونکہ محمود شاہ اوسوقت جنگ کے لئے آمادہ نہین تھا اسلئے انکے جواب مین اسوقت تک لیت ولعل کرتارہا کہ جب تک پوری تیاري نہوچکے۔ اسکے بعد انہین ایلچیون کے ساتھہ کہلا بھیجا کہ تم جلدی سے خراج روانہ کردو۔انہون نے انکار کیا اور آپس مین جنگ جھڑ گئی۔ورنگل کے راجہ نے قلعہ کاولاس کا محاصرہ کیا۔لیکن بادشاہ نے اوسکو شکست دیکے ورنگل تک اوسکا

پادشاہونکے مقبرے — گلبرگہ

تمام ملک تاخت و تاراج کردیا—بہمنی سپہ سالارنے اوسکو مجبورکرکے خراج—اخراجات جنگ اور سلطان کی خدمت مین بیش بہا تحائف روانہ کرائے—اسکے بعد کئی سال تک امن و امان رہا—اور پادشاہ اپنے سلطنت کے استحکام اور گلبرگہ کی ترقی اور آراستگی مین مصروف رہا—بعض لوگون کا خیال ہے کہ گلبرگہ کی بڑی مسجد انہین ایام مین تیار ہوئی—لیکن وہان کے لوگون کی زبانی پایا جاتا ہے کہ اصل مین یہہ مسجد نتھی—بلکہ دیوان عام تھا—جہان عظیم الشان تخت رکھا گیا تھا—

سنہ ۱۳۷۱ع مین بعض گھوڑون کے تاجرون کو جو گلبرگہ آرہے تھے—راستہ مین ورنگل کے راجہ نے روک کے جبراً اونسے عمدہ عمدہ گھوڑے خرید کرلئے—اس سے دوسری دفعہ آپس مین جنگ چھڑ گئی—جس مین پھر ہندو منہدم ہوے اور ورنگل کے راجہ کا لڑکا ونایک دیو قید کرلیا گیا—جب وہ سلطان کے حضور مین آیا تو نہایت گستاخانہ اور بےادبانہ جواب دئے—جس کے لئے اسکی زبان قطع کرکے اس کو آگ مین جلا دیا گیا—جب راجہ کو یہ خبر پہونچی تو ایسا غضب ناک ہوا کہ پادشاہ کو ہنگام مراجعت گلبرگہ سخت تکلیف دی اور تمام مال و اسباب چھوڑ کے چلے جانے پر مجبور کردیا اور علاوہ اسکے چار ہزار آدمیون مین سے جو بادشاہ کے ہمراہ تھے پچیس سو مارے گئے—پادشاہ خود بھی زخمی ہوکر کاولاس مین فروکش ہوا—یہان اسکا وزیر اور اوسکی باقی فوجین آنکر اس کے ساتھہ شامل ہوگئین—ورنگل کے راجہ کو اس سے بھی تشفی نہوی تو اس نے بیجانگر کے راجہ کو اپنے ساتھہ شریک کرکے شہنشاہ دہلی کی خدمت مین ایک عرضی روانہ کی کہ اگر آپ ہماری اعانت کرین تو ہم بہمنی سلطنت کو نیست و نابود کرکے بہت بڑا خراج آپکی خدمت مین روانہ کرینگے—لیکن پادشاہ دہلی نے انکار کیا اور محمود شاہ کو اس بات کی خبر ہوی—تو پھر از سر نو لڑائی شروع کردی اور اپنی ذات سے ورنگل پر چڑہائی کی اور دوسری فوج سے گولکنڈے کا محاصرہ کیا—یہہ فوجین برابر دو سال تک میدان جنگ مین رہین—اور اخیر مین راجہ نے بالکل عاجز اور مجبور ہوکے صلح کی درخواست کی—اور وہ اس شرط پر منظور ہوی—کہ راجہ ۳۰۰ ہاتھی ۲۰۰ عمدہ گھوڑے ۲۳ لاکھہ روپیہ اور گولکنڈے کا پہاڑی قلعہ معہ اسکے مضافات کے پادشاہ کے پیش کش کرے—راجہ نے قبول کیا اور آپس مین صلح ہوکر امن و امان قایم ہوگیا—پادشاہ نے بیدر مین آنکر اپنی فوجین توڑ دین—

اوسکے بعد گلبرگہ مین دونون کے درمیان ایک عہدنامہ ہوا—جسکے روسے سلطان محمود اور اسکے جا نشین راجہ مذکور کی حفاظت کے ضامن و کفیل ہوگئے—راجہ نے اسکے عوض محمود شاہ کو ایک قیمتی مرصع تخت جو دہلی کے شہنشاہ سلطان محمد تغلق کے ہدیہ کے لئے تیار کیا گیا تھا—نذر گزرانا—اس تخت کی نسبت فرشتہ یون بیان کرتا ہے—کہ یہ تخت نو فیٹ لمبا اور تین

قیمت چوڑا۔ آبنوس کا بناہوا تہا۔ اور اسپر سونے کے پتر چڑہے ہوے تہے۔ ان پترون پر نہایت بیش قیمت، جواہرات نصب تہے۔ سلطان محمود کے زمانہ مین چند سال بعد جب وہ انکو ایا گیا تو اوسکی قیمت ساڑہے تین کڑوڑ روپیہ کي ٹہہری۔ پادشاہ نے اوس کو توڑکے اوسکے جواہرات تمام گلدانون اور پیالون مین جڑوا دئے" غرض جب یہ تخت گلبرگہ آیا تو دیوان عام مین رکہوا دیا گیا۔

اس عہدنامہ کي خوشی مین گلبرگہ مین ایک بڑی دہوم دہام کا جشن شروع ہوا۔ اور دور دور سے لوگ اسکے دیکہنے کے لئے آئے۔ انمین قوالون کي ایک جماعت بہی تہی۔ اس نے سلطان کو ایسا محظوظ کیا کہ حالت نشہ مین اس نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ انکے انعام کے لئے بیجانگر کے راجہ پر ایک ہنڈی لکہکے انکے حوالہ کرے۔ وزیر نے اس حکم کو بادشاہ کے نشہ پر محمول کرکے اسوقت ہنڈی روانہ نہین کي۔ لیکن دوسرے دن جب پادشاہ نے اوسکی نسبت دریافت کیا تو وزیر نے عرض کیا کہ مین نے ہنوز لکہا نہین ہے کیونکہ مجہکو یہ دریافت کرنا تہا کہ واقعی پادشاہ کا یہی مصمم ارادہ ہے۔ یا حالت نشہ مین یہ الفاظ زبان مبارک سے صادر ہوے۔ پادشاہ نے فرمایا کیا تو یون سمجہتا ہے کہ میری زبان سے کوئی لفظ مہمل اور بے معنے نکلتا ہے۔ نہین نہین بلکہ مین نے جو حکم تجہے دیا ہے۔ وہ درستگئی حواس اور تصمیم ارادہ سے تہا نہین کہ نشہ شراب کي حالت مین۔ وزیر نے اسیوقت ہنڈی لکہکے قاصد کے ساتہہ بہیجدی۔ بیجانگر کے راجہ نے جب اوسکو دیکہا تو آگ بہبوکا ہوگیا اور سلطاني قاصد کو گدہے پر بٹہلا کے تمام شہر مین پہرایا اور اسیوقت تیس ہزار سوار۔ تین ہزار ہاتہی۔ اور ایک لاکہہ پیدل کي فوج جمع کرکے مدگل کے قلعہ پر چڑہہ دوڑا۔ وہان کي تمام گیریسن کو قتل کرکے اسپر قابض ہوگیا۔ اس عرصہ مین محمود شاہ دولت آباد اور گلبرگہ مین فوج جمع کرنے مین مصروف تہا۔ مذکور گیریسن مین سے ایک شخص بچکے وہان بہاگ آیا اور بادشاہ کو اس خونریزی کي خبر دی تو اسنے غضب ناک ہوکر اسکے قتل کا حکم دیا۔ اور کہا کہ مین ایسے شخص کي صورت دیکہنا نہین چاہتا۔ کہ جو اپنے جوانمرد رفیقون کو قتل ہوتے ہوے دیکہکے وہان سے بہاگ آیا ہو اور پہر اسیوقت قسم کہائی کہ جب تک مین اسکے انتقام مین ایک لاکہہ ہندؤن کو قتل نکرونگا اپنی تلوار نیام مین نرکہونگا۔ اسکے بعد ایک چہوٹی سی جمعیت کے ساتہہ دریاے کرشنا کو عبور کرکے اوس پار چلاگیا۔ ہندؤنکی فوجین گہبرا کے ادہونی کو مراجعت کرگئین۔ لیکن انپر چہاپا مارکے سخت خونریزی کے ساتہہ انہین شکست دی۔ اور انکے ہاتہین۔ گہوڑون اور توپون کو چہین لیا۔ راجہ خود جان بچاکے اور اپنے تمام خزانہ کو وہین چہوڑکے بہاگ نکلا۔ ستر ہزار ہندو بلا لحاظ عمر و جنس کے مارے گئے وہ خزانہ اور بیحساب لوٹ پادشاہ کے ہاتہہ آئی۔ سلطان مدگل مین فروکش ہوا۔ اور برسات کے موسم کے بعد ایک فوج کے ساتہہ جس مین ایک توپخانہ زیر کمانڈ یوروپین اور ترکي گولندازون کے تہا ادہوني پر چڑہائي کي۔ اسوقت بیجانگر کے راجہ کرشنا راؤ کے پاس ایک مشہور ہندو جنرل تہا۔ اس نے راجہ سے سوال کیا۔ کہ مین مسلمان پادشاہ کو زندہ پکڑ لاؤن یا نیزے پر اسکا سر۔ راجہ نے کہا جیسا ممکن ہو۔ غرض ۲۲ ماہ اگست سنہ ۱۳۶٦ کو ایک سخت جنگ ہوی۔ جس مین ہندو منہدم ہوے اور مذکورہ بالا جنرل مارا گیا۔ اوسکے بعد عام خونریزی شروع ہوی۔ ہندؤنکی فوجین شکستہ ہوگئین۔ راجہ سے بغیر بیجانگر کو بہاگنے کے کچہہ بن نہ پڑي۔ محمود شاہ نے بیجانگر کا محاصرہ کیا۔ لیکن جب دیکہا کہ اوسکو مفتوح کرنا مشکل ہے تو بیماری کا بہانہ کرکے گلبرگہ کو واپس ہونے کے قصد سے نکلا راجہ نے اسکا تعاقب کیا دوسری رات کو جب شہر سے دور ہوگیا تو بادشاہ نے یکایک پلٹ کے اوسکي فوج پر چہاپا مارا۔ ہزارہا ہندو قتل ہوگئے اور پہر ہندؤنکي عام خونریزی شروع ہوي اخیر مین راجہ نے سخت مجبور ہو کے صلح کي درخواست کے لئے بادشاہ کي خدمت مین ایلچي روانہ کئے بادشاہ نے کہا کہ مین نے فقط ایک لاکہہ ہندؤنکے قتل کرنے کي نیت کي تہي نہین کہ ایک لخت تمام ہندؤنکو نیست و نابود کرنے کي لیکن اوسکے ساتہہ یہ بہي کہا کہ اگر دو لاکہہ ہندو بہي قتل ہوجائین تو بہي مین اوسوقت تک صلح کي درخواست کو منظور نکرونگا کہ جب تک راجہ قوالونکو میرے حکم کے مطابق انعام ندے۔ ایلچیون نے منظور کرکے آخر قوالونکو روپیہ دیا۔ محمود شاہ نے اوسوقت کہا۔ کہ خدا کا شکر ہے کہ جو حکم مین نے کیا تہا اوسکی تعمیل ہوی۔ اور تاریخ مین میرا حکم مہمل داخل نہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پادشاہ کو اس قتل عام کا سخت رنج ہوا۔ اس لئے اس نے قسم کے ساتہہ یہ عہد کر لیا کہ آئندہ کبہی فتح کے بعد مین اپنے کسی دشمن کو قتل نہین کرونگا۔ اور اپنے جانشینون سے بہی ایسی ہی قسم لونگا۔ فرشتہ بیان کرتا ہے کہ اسوقت سے دکہن مین جنگ کے قیدیون کي حفاظت کا قانون جاري ہوگیا۔ غرض پادشاہ نے جب گلبرگہ کو مراجعت کي۔ و دولت آباد مین فساد شروع ہوا۔ جسکے لئے اسیوقت اسکو وہان جانا لازم ہوا۔ پائیٹن مین اس نے مفسدونکو شکست دی اور وہ دولت آباد بہاگ گئے۔ انکا پیچہا کرکے دولت آباد کا محاصرہ کیا۔ لیکن رات کو مفسد اوسکو خالي کرکے گجرات کو فرار ہوگئے اور فرار کے پیشتر انہون نے اپنے بال بچون کو ایک ولی کے سپرد کردیا۔ جنکا نام شیخ عین الدین تہا۔ جب بادشاہ نے انسے ملاقات کي درخواست کي تو انہون نے اسلئے کہ بادشاہ شراب خوار تہا۔ منظور نہین کیا۔ حکم ہوا کہ شیخ شہر چہوڑکے چلے جائین یہ سنتے ہی وہ وہان سے نکل کے برہان الدین کے مقبرے مین داخل ہوگئے اور سلطان کو کہلا بہیجا کہ اب کون مجہکو یہان سے نکال سکتا ہے۔ اس پیغام

سے بادشاہ کو رحم آیا اور براہ مہربانی انہین پیغام دیا کہ مین تمہارا مطیع ہون اور تم بھی میرے مطیع ہوجاؤ–شیخ اس شرط پر راضی ہوئے اور اسکی اطاعت قبول کی کہ وہ شراب خواری سے باز آئے اور لٹیرون کو سزا دی–اور اس پیغام کے ساتھ انہون نے سلطان کو غازی کا لقب بھیجا–بادشاہ نہایت خوش ہوا–اور آپس مین ملاقات ہوئی–جب فساد کو موقوف کرکے وہ گلبرگہ واپس آیا تو حکم دیا کہ تمام شراب کی بھٹیان برباد کردی جائین–اور قوانین سلطنت پر پورا پورا عملدرآمد ہو–دکھن مین جسقدر لٹیرے تھے سبھون کو نابود کرکے اور انکے سر کاٹ کے گلبرگہ کے باہر لٹکا دیئے گئے تاکہ دوسرون کو عبرت ہو–اوسکے بعد اوسکی سلطنت مین امن و امان رہا–اور ہمسایہ کے تمام ہندو راجا ہمیشہ برابر خراج بھیجتے رہے–بادشاہ کی عادت تھی کہ ہر سال اپنے ملک کا دورہ کرتا اور اپنی لوگون کی فریاد خود اپنی ذات سے سنتا–آخر ۳۱ مارچ سنہ ۱۳۷۴ کو اس نے انتقال کیا اور اوسکے باپ کے پہلو مین دفن ہوا–اوسکی قبر پر کھدا ہوا ہے–"تمام خام خیالی ہے"–جیسے محمود شاہ نے مال ودولت جمع کی تھی بہمنی سلاطینون مین کسی نے نہین جمع کی–بیان کیا جاتا ہے کہ اسکے زمانہ سلطنت مین ۵۰۰۰۰۰ ہندو قتل ہوئے–

محمود شاہ نے اپنے نامور باپ کی قایم کی ہوئی سلطنت کو مستحکم کرنے مین بہت بڑی کامیابی حاصل کی–وہ ایک بہادر جوانمرد آدمی تھا–اور اسکی فوجی لیاقت بہت بڑھی ہوئی تھی–اکثر جنگون مین اس نے اپنے دشمنون کی بڑی بڑی فوجون کا تھوڑے لشکر سے مقابلہ کیا ہے–محمود شاہ کے بعد اسکا بیٹا مجاہد شاہ بادشاہ ہوا–اوسکی عمر اسوقت انیس برسکی تھی–وہ ایک بلند قد اور نہایت زورآور شخص تھا–اس نے تخت پر بیٹھتے ہی بیجانگر کے راجہ سے کرشنا اور تنگبدرا دریاؤن کے درمیان بعض قلعون کا مطالبہ کیا–راجہ نے جواب دیا کہ یہ تو نہین ہو سکتا بلکہ تم میرے رایچور اور مدگل کے قلعے واپس کردو–اس سے دونون مین جنگ چھڑ گئی–مجاہد شاہ نے ایک لشکر جمع کرکے ادہونی پر پیش قدمی کی–اور وہان اپنی فوج کے ایک حصہ کو اوسکے محاصرہ کے لئے چھوڑ کے آپ نے بیجانگر پر چڑھائی کی–راجہ شہر کی جنوب مین چلا گیا–لیکن بادشاہ نے جب اسکو وہان پر تنگ کیا تو وہ دوسرے پھاٹک سے شہر مین داخل ہو گیا–اور محاصرے کے دوران مین بہت سی لڑائیان ہوئین–کہ جنمین ایک مین تو قریب تھا کہ وہ مارا جائے لیکن بچگیا شہر کے باہر ایک مشہور مندر پر قبضہ کرکے بادشاہ نے جب بُت کے منہہ پر مارا تو ایک پوجاری جو قریب مرگ تھا کہنے لگا–اس کام کی پاداش مین تو اپنے ملک مین داخل ہونیکے قبل مرجائیگا–یہ اسکی پیشین گوئی پوری ہوی–بادشاہ کو مجبوری کے ساتھہ محاصرہ اٹھانا پڑا لیکن ۷۰۰۰۰ ستر ہزار ہندؤن کو قید کرکے انکے ہمراہ ادہونی کو وانہ ہوا–اور نو مہینہ تک اسکا محاصرہ کیا–لیکن رسد تمام ہونے کی وجہ

سے وہ وہان سے مدگل چلا گیا–وہان چند روز آسایش مین گذارے ایک روز جب مچھلی کا شکار کرتے کرتے اسکی بینائی مین فرق آگیا تو لوگ وہان سے اسکو خیمہ مین اٹھا لائے–اسکے چچا داؤد خان نے اسکے قتل کی سازش کی اور ایک رات کو جب وہ سو رہا تھا تو داؤد خان معہ دوسرے تین آدمیون کے اسکے خیمہ مین چلا آیا–بادشاہ کا غلام اسکو دیکھتے ہی چلانے لگا–بادشاہ کی آنکھہ کھل گئی لیکن بہ سبب فقدان بصارت کے اس سے کچھہ نہ ہوسکا اور داؤد خان نے اسکی چھاتی مین خنجر بھونک دیا–اور اسکے ہمراہیون مین سے ایک شخص نے غلام کو مار ڈالا–یہ واقعہ ۱۴ اپریل سنہ ۱۳۷۸ کو وقوع مین آیا–بادشاہ کی میت گلبرگہ لائی گئی–اور داؤد خان بادشاہ ہوگیا کیونکہ مجاہد شاہ کے کوئی اولاد نتھی–

داؤد خان نے فوج کو مطیع کرلیا اور جب گلبرگہ واپس آیا تو وہان بڑی دھوم دھام سے اسکی تخت نشینی کی رسم ادا ہوی–لیکن پھر جب اس کے استحقاق کے بارے مین امیرون مین جھگڑا اٹھا تو وزیر اعظم ملک سیف الدین غوری نے اپنی کوششون سے اسکو فرو کردیا–لیکن مجاہد شاہ کی بہن داؤد خان کی تخت نشینی سے راضی نہین تھی اسلئے اوسکے قتل کی سازش کرکے ۱۹ مئی سنہ ۱۳۷۸ کو جب وہ مسجد مین نماز پڑھہ رہا تھا تو اسکو قتل کرادیا اوسکے بعد داؤد خان کے لڑکے کو جو نو برس کی عمر کا تھا–تخت پر بٹھلانے کی کوشش کی گئی–لیکن مجاہد شاہ کی بہن نے جو اس لڑکے پر متسلط تھی اس غریب کی آنکھین نکلوا کے اعلان دیدیا کہ میرے بھائی کے قاتل کا لڑکا کبھی مستحق سلطنت نہین ہوسکتا–امرائے دربار نے اوسکو دھیما کرکے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے–اوسکو بادشاہ کے انتخاب کی اجازت دی اوس نے بادشاہ علاؤالدین اول کے چھوٹے فرزند محمود شاہ کو بادشاہ مقرر کیا–

محمود شاہ دویم کی سلطنت امن و امان کی تھی–لیکن اس نے تخت نشین ہوتے ہی پہلے پہل جو کارروائی کی وہ مجاہد شاہ کے قاتلون کا قلع و قمع تھا–ضعیف وزیر اعظم سیف الدین جو داؤد خان کے بادشاہ ہوتے ہی اپنی عہدے سے مستعفی ہوگیا تھا–اوسکا صلاح کار اور گلبرگہ کا گورنر مقرر ہوا محمود شاہ ایک عقلمند اور اچھا بادشاہ گذرا ہے–وہ بہت سی زبانین جانتا تھا اور اکثر علوم مین کامل مہارت رکھتا تھا–اوسکی سلطنت مین کوئی جنگ نہین ہوئی–بلکہ اسکا دربار دور و نزدیک کے شاعرون اور عقلمندون کا مجمع تھا–اوسکی رائے تھی کہ قلم بہ نسبت تلوار کے زیادہ زورآور و طاقتمند ہے–اس لئے اوس نے اپنے قلمرو مین بہت سے مدرسے قایم کئے–اور انجیل کے مفسرون کو وظیفے اور غریب اور اندھون کو تنخواہین مقرر کردین–اوسکی ایک ہی بیوی تھی جس سے وہ نہایت محبت رکھتا تھا–زمانہ قحط سالی مین اسنے دس ہزار بیل گجرات سے اناج لانے کے لئے مقرر کئے تھے اور وہ اناج اسکی رعایا

کو ارزان قیمت پر فروخت کیا جاتا تھا۔اسکا انتقال ۲۰ اپریل سنہ ۱۳۹٦ کو ہوا۔رعایا اسکو بہت چاہتی تھی اوسکے انتقال کے دوسرے روز وزیر اعظم سیف الدین نے ایک سو سات برس کی عمر مین انتقال کیا۔اسکی سلطنت مین صرف ایک ہی فساد ہوا۔جسکے مرتکب دولت آباد کا گورنر اور اسکے دونون بیٹے تھے۔لیکن وہ سب مارڈالے گئے۔اور بہت جلد فساد فرو ہوگیا اسکے انتقال کے بعد اوسکا بیٹا غیاث الدین سترہ برس کی عمر مین تخت سلطنت پر سوار ہوا۔یہ ایک نہایت لایق بادشاہ تھا۔لیکن افسوس ہے کہ ایک مقتدر ترکی غلام جسکا نام لال چین تھا اوسکا دشمن ہوگیا اور اسکی وجہ یہ ہوی کہ وہ چاہتا تھا کہ آپ وزیر ہو لیکن جب بادشاہ نے دوسرے شخص کو وزیر بنایا تو اس نے اسکے برخلاف سازش کی۔اس غلام کی ایک خوبصورت لڑکی تھی بادشاہ چاہتا تھا کہ اس کو اپنے حرمون مین داخل کرے۔غرض ۱۹ جون سنہ ۱۳۹٦ کو لال چین نے ایک بہت بڑا جشن کیا۔جس مین بادشاہ معہ اپنے ملازمون کے موجود تھا۔لال چین نے اوس کو ورغلاکر اوس کے نوکرون کو وہان سے نکلوادیا۔اور جب بادشاہ اکیلا رہگیا تو خنجر سے اوسکی دونون آنکھین نکال کے اوسکو قید کرلیا اور پھر اوس کے تمام ملازمون کو قتل کرکے اوسکے بھائی شمس الدین نامی کو جو پندرہ برس کی عمر کا تھا۔پادشاہ بنادیا۔

داؤد خان کے تین لڑکے تھے۔محمود سنجر۔فیروزخان اور احمد خان۔ان تینون کی انکے چچا محمود شاہ دوم نے اچھی تربیت کی تھی۔اور وہ بڑے ذی علم تھے۔لوگون کو گمان تھا کہ محمود شاہ کے بعد فیروز خان اسکا جانشین ہوگا۔کیونکہ محمود سنجر کو مجاہد شاہ کی بہن نے اندہا کردیا تھا۔محمود شاہ دوم نے اپنی دونون بیٹیان دونون چھوٹے بھائیون کو دی تھین۔جب غیاث الدین معزول ہوا تو اُن دونون کی عورتون نے اوسکے انتقام کے لئے اپنے خاوندون کو اشتعالک دی۔جب یہ بات لال چین پر ظاہر ہوی تو چاہا کہ انپر غدر کا الزام رکھکے انہین گرفتار کرلیوے لیکن وہ مغرور ہوکے ساگر چلے گئے۔ساگر ایک مضبوط قلعہ تھا پاے تخت کے نزدیک۔وہان سے ان دونون نے پادشاہ سے معافی طلب کی۔اور اطلاع دی کہ انکا ارادہ کبھی فساد کا نہین تھا بلکہ وہ صرف لال چین کو خفیف و معذب کرنا چاہتے تھے۔

پادشاہ نے انکی عذرخواہی قبول نہین کی ان دونون نے مجبوراً تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھہ دریائے بھیما پر پیش قدمی کی۔اور وہان دوسرے امرا کی شرکت کے منتظر رہے۔کوئی آیا نہین۔بلکہ مخفی طور پر انہین خطوط روانہ کئے کہ بادشاہ اور اس کی مان سے معاف طلب کرین۔یہ پڑھکے وہ سونچ مین تھے کہ اب کیا کیا جائے کہ اتنے مین فیروز خان کی ایک فقیر سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ مین بادشاد کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوا ہون۔یہ سنکر وہ دونون روانہ ہوے۔جب شہر مین داخل ہوے تو نومبر (سنہ ۱۳۹٦) فیروز خان بارہ مسلح خدمتگارونکو ساتھہ لیکے بادشاہ کے دربار مین حاضر ہوا۔لیکن پیشتر اس کے اپنے بھائی احمد خان سے انتظام کرلیا تھا کہ بہر حال اتنے آدمی اپنے ہمراہ لیکے قلعہ مین گھس آئے جو ملازمان دربار پر غالب آسکین۔وہ اس انتظام کے مطابق اسیوقت تین سو آدمی ہمراہ لیکے قلعہ مین داخل ہوا۔جب وہان سے دربار مین پہونچا تو سمجھا کہ شاید اوسکی سازش ظاہر ہوگئی اسلئے اپنی جانکے خوف سے پہرےوالون کا قتل کرنا شروع کردیا جب انکا کام تمام ہواتودربار مین گھس آیا پادشاہ اور لال چین دونون فرار ہوگئے انہین ڈہونڈ ہتے تھا وہ دونون محل کے ایک تہ خانہ مین ملے وہین انہین قید کردیا فیروز خان اپنی خوش نصیبی کو غنیمت سمجھکے بادشاہ ہوگیا اور شمس الدین کی آنکھون مین جو کم سن تھا سلائی پھرا کے اوسکو بیدر مین قید کردیا۔

فیرروز شاہ کی سلطنت نومبر سنہ ۱۳۹٦ کو شروع ہوئی اور ایسی ترقی پذیر ہوئی کہ اسکے جاہ و جلال کا ستارہ عین عروج پر پہونچگیا سنہ ۱۳۹۸ مین بیجانگر کے راجہ نے رایچور دواب پرحملہ کیا۔اسپرسے پادشاہ نے دریاے کرشنا پر پیشقدمی کی دونو کنارون پر۔دونون کی فوجین پڑی ہوی تھین اور دریا مین بہیاآئی ہوئی تھی۔چند روز یونہی گذرگئے جب پانی کم ہوا تو دونون مین مقابلہ ہوا۔اور عین لڑائی مین راجہ کا لڑکا مارا گیا راجہ اس کی لاش لیکے بھاگا اور پادشاہ بیجانگر تک اسکا تعاقب کرکے راستے مین جسقدر ملک اسکا آیا تباہ وتاراج کرتا ہوا چلا گیا۔ اس لڑائی مین فیروز شاہ نے بہت سا مال غنیمت اور روپیہ راجہ سے وصول کیا۔اور قدیم شرطون پر آپس مین صلح ہوگئی۔اوسی سال فیروزشاہ نے برار مین کھریلا کے راجہ سے جنگ کی۔اور اسکو موافق قرارداد بہمنی پادشاہ اول کے خراج دینے پر مجبور کیا۔سنہ ۱۴۰۱ مین جب اوسکو خبر پہونچی کہ تیمور کا ارادہ ہندوستان کو فتح کرنے کا ہے۔تو فیروزشاہ نے اوسکی اطاعت قبول کرکے اسکو ایک عرضی لکھی تیمور نے خوش ہوکے اپنے ایک فرمان مین مالوا اور گجرات کو اسکی سلطنت مین ملحق کردیا ان ملکون کے پادشاہ اوس کی دوستی کے خواہشمند ہوئے لیکن باطن مین اسکے برخلاف بیجانگر کے راجہ کو مدد دینے کا وعدہ کیا۔

سنہ ۱۴۰٦ مین بیجانگر کے راجہ نے اپنی فوج کی ساتھہ مدگل پر چڑہائی کی۔اسکی وجہ یہ ہوی کہ وہان ایک سنار کی لڑکی حسن و جمال مین نہایت مشہور معروف تھی اور راجہ چاہتا تھا کہ اس پر قابض ہوجائے جب بادشاہ کو اس حملہ کی خبر ہوئی تو وہ بیجانگر پر چڑھہ دوڑا لیکن بیجانگر ایک ایسا مضبوط شہر تھا کہ اسپر فتح پانا کچھہ آسان نہین تھا اس لئے اسنے جنوب کی طرف حرکت کی اور اپنے بھائی کو اپنے آگے تاخت و تاراج کے لئے روانہ کیا۔اس نے

بیحساب مال غنیمت اور ساٹھہ ہزار قیدیون کے ساتھ مراجعت کی۔اسکے بعد راجہ نے صلح کی درخواست کی اور وہ اس شرط پر منظور ہوی کہ راجہ اپنی لڑکی کی پادشاہ کے لڑکے کے ساتھہ شادی کردیوے۔اور علاوہ اسکے دس لاکھہ ہن پانچ من موتی۔پچاس ہاتھی۔دو ہزار غلام اور بانکاپور کا قلعہ بادشاہ کے حوالہ کرے۔غرض بیجانگر مین بڑی دہوم دہام سے شادی ہوی۔اور پادشاہ اور راجانے آپس مین نہایت گرمجوشی ظاہر کی۔شادی کے انصرام کے بعد جب وہ دونون آپس مین رخصت ہونے لگے تو اسوقت ایسے کلمات درمیان مین آئے کہ جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ باوجود اس رشتہ داری کے ہنوز دونون خاندان کی قدیم بغض و عداوت بالکل مفقود نہین ہوی۔

فیروزشاہ جب گلبرگہ واپس آیا تو اس سنار کی لڑکی کا خیال آیا کہ جسکے لئے یہ جنگ ہوی تھی۔حکم دیا کہ وہ دربار مین لائی جائے۔جب وہ حاضر ہوی تو کل اہل دربار اُس کے حسن سے دنگ ہوگئے اور کہنے لگے کہ جیسا سنتے تھے اس سے ہزار حصہ بڑھکے پایا۔چونکہ بادشاہ سن رسیدہ ہوگیا تھا اسلئے اپنے فرزند حسن خان سے اسکی شادی کردی۔اور اُس کے رشتہ دارون کو جاگیرین اور انعامات مرحمت فرمائے۔اس پادشاہ کے زمانہ یعنے سنہ ۱۴۱۲ مین مشہور ولی خواجہ بندہ نواز گیسودراز دہلی سے گلبرگہ آئے اور پیشین گوئی کی کہ اسکے بعد اسکا فرزند پادشاہ نہین ہونیکا بلکہ اسکا بھائی احمدشاہ مالک تخت و تاج ہوگا۔

سنہ ۱۴۱۷ مین فیروز شاہ گلبرگہ سے قلعہ پنگل کی فتح کے لئے روانہ ہوا۔ایام محاصرہ مین اسکی فوج مین ایک وبا پھوٹی اور ہزارہا آدمی مرگئے۔آپس مین نا اتفاقی پھیلی اور امرا پادشاہ سے جدا ہوگئے۔جب یہ خبر ہندو راجاؤنکو پہونچی تو انہون نے ورنگل کے راجہ کے ساتھہ شریک ہوکے پنگل پر پیش قدمی کی اور ایک سخت لڑائی کے بعد پادشاہ کو شکست دی۔اس لڑائی مین قریب تھا کہ

دروازۂ روضۂ شاہ بندہ نواز۔گُلبرگہ

خود پادشاہ گرفتار ہوجاوے لیکن بال بال بچگیا ہندؤن نے مسلمانون کو خوب دل کھولکے قتل کیا اور میدان جنگ مین انکے سر پھینک دئے اور پھر گلبرگہ تک پادشاہ کا پیچھا کر کے اسکے ملک کو تاخت و تاراج کردیا یہ گویا اُن خونریزیون کا انتقام تھا جو مسلمانون نے زمانہ گذشتہ مین کی تھین۔اور ایسا انتقام لیا کہ مسلمانون کے ہوش بگڑ گئے۔فیروز شاہ نے اس مصیبت مین گجرات کے پادشاہ سے استمداد کی۔لیکن وہ بوجہ اپنے خاص بکھیڑون کے اسے مدد نہ دے سکا آخر پادشاہ کے بھائی خان خانان نے کئی لڑائیون کے بعد دشمنون کو شکست دی۔لیکن فیروز شاہ کو ان مصیبتون کا اسقدر صدمہ پہونچا کہ اوسکی صحت و تندرستی اور اسکا دماغ دنون خلل پذیر ہوگئے۔اس پادشاہ کے دو غلام تھے ایک ہوشیار اور دوسرا بدر۔یہ دنون پادشاہ کے صلاح کار تھے۔انہون نے اس سے کہا کہ اگر تمہارا ارادہ اپنے فرزند حسن خان کو جانشین کرنے کا ھے تو بہتر ھے کہ تم اپنے بھائی کا کام تمام کردو۔ و اِلّا تم اپنے ارادہ مین کبھی کامیاب نہوگے۔پادشاہ نے اونکی نصیحت پر عمل کرکے چاہا کہ اپنے بھائی کو قید کرادے لیکن وہ اپنے فرزند کے ساتھہ اپنی جاگیر کو فرار کرگیا۔چونکہ اسکے پاس کافی جمعیت نتھی اسلئے اسنے دوسرون کو اپنے ساتھہ شریک ہونے کی اشتعالک دی۔اور رفتہ رفتہ ایک ہزار جوان اکٹھا ہوگئے۔بادشاہ کے دونون صلاح کار آٹھہ ہزار فوجکے ساتھہ آگے بڑھکے چاہتے تھے کہ اسکا مقابلہ کرین لیکن احمدشاہ میدانکی لڑائی کو ٹال رہا تھا۔اس عرصہ مین بنجارونکی ایک جماعت سے اسکی مڈبھیڑ ہوگئی۔انکے پاس دو ہزار بیل اور تین سو گھوڑے تھے۔اس نے وہ سب انسے خرید کرلئے اور انکی ایک چھوٹی فوج بنائی۔تاکہ دشمن کو دہوکا دیوے۔انکے آگے چند سوارون کو معہ بھالے اور جھنڈیون کے رکھدیا اور مشہور کیا کہ بعض راجاؤن نے مجھے کمک بھیجی ھے اور آپ پادشاہی

فوج سے جو ہوشیار اور بدر کے ماتحت تہی مقابلہ کے لئے اپنی حقیقی فوج سے آگے بڑہا اور جہوٹی فوج کو حکم دیا کہ لڑائی کے شروع ہوتے ہی یکایک تیزی کے ساتہہ جنگل سے نکل آئے-ہوشیار اور بدر کو پہلے سے یہ خوف تہا کہ حقیقت میں کہیں اسکو مدد نہ ملی ہو-جب لڑائی کے وقت یکایک وہ فوج جنگل سے نکل آئی تو اوسکو دیکہتے ہی مارے دہشت کے دونوں کے حواس باختہ ہوگئے اور بہاگنا شروع کردیا-احمدشاہ نے انکا پیچہا کیا اس عرصہ میں اور مقامات سے بہی اوسکو کمک آن پہونچی-بادشاہ اگرچہ بیمار تہا-لیکن باوجود اسکے وہ ایک جدید فوج اپنے بہائی کے مقابلہ کے لئے خاص اپنی زیر کمان لیکے روانہ ہوا-لیکن گلبرگہ کے قریب ہی اوسکی شکست ہوگئی تو وہ شہر میں چلا آیا-اور جب دیکہا کہ مقابلہ لاحاصل ہے تو مُلک بہائی کے حوالہ کرکے حکم دیا کہ پیشتر اوسکے انتقال کے وہ اسکے سامنے تخت نشین کیا جائے اس حکم کی تعمیل ہوئی-اور اسکے دس دن بعد یعنے ۲۵ سپتمبر سنہ ۱۴۲۲ کو اسکا انتقال ہوگیا-احمد شاہ نے نہایت جاہ و جلال کے ساتہہ اسکو مدفون کیا فیروز شاہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے فرزند حسن خان کو احمد شاہ کے سپرد کرکے اسکے لئے سفارش کی تہی

فیروزشاہ تمام بہمنی بادشاہوں میں سب سے بڑا ہوگیا ہے وہ اکثر زبانوں کو جانتا تہا اور فلسفی اور علم معقولات کا بڑا عالم اور موسیقی کا عاشق و دلدادہ تہا-اوس نے با قاعدہ فوجیں تیار کی تہیں اور ایک شہر دریاے بہیما پر فیروز آباد کے نام سے بنوا کے نہایت آراستہ کیا تہا-اکثر تفریح طبع کے لئے وہ وہیں رہا کرتا تہا-اوس میں بہت سے محل بنواے تہے جن میں اوسکی متفرق اقوام کی بیگمیں رہا کرتی تہیں - مثلاً عرب سرکیشین جارجین - ترکی - روسی - چینی - افغانی - راجپوت - بنگالی - گجراتی - تلنگی - مرائہی وغیرہ اور وہ اپنی ان تمام بیگمات سے اُن انکی خاص زبان میں بات چیت کیا کرتا تہا - جدا جدا محل ہونے کی وجہ سے بکہیڑے ہونے نہیں پاتے تہے اور وہ سبھوں کو ایک نظر سے دیکہتا تہا-فیروز شاہ نے ملک کی تجارت کو خوب ترقی دی تہی-تمام ملکوں کو جہاز روانہ کئے تہے اور غیر ملکوں کے ذی علموں کو اپنے دربار میں جمع کیا تہا-

احمد شاہ ۱۵ سپتمبر سنہ ۱۴۲۲ کو تخت سلطنت پر بیٹہا-اور دل کہول کے انعامات و اکرامات بخشے-اپنے بہتیجے یعنے مرحوم بادشاہ کے فرزند کو سکونت کے لئے فیروز آباد دیدیا اور اسکے لئے ایک بڑی رقم وظیفہ کی مقرر کردی-چونکہ یہ شہزادہ سیر و شکار اور عیش و عشرت میں مصروف رہتا تہا نہی بادشاہ کو کسی طرحکی تکلیف نہیں دی-لیکن دوسری سلطنت میں اوسکو اندہا کرکے اوسکے محل میں قید کردیا گیا-مرحوم بادشاہ کے دونوں وزیر مورد الطاف ہوے انمیں سے ایک کو امیرالامرا کا خطاب ملا-اور دوسرا دولت آباد کا گورنر مقرر ہوا-غرض احمد شاہ ان امور سے فارغ ہوکے اون شکستوں کا انتقام لینے پر مستعد ہوا جو اوسکے بہائی کو دی گئی تہیں اور چالیس ہزار کی فوج کے ساتہہ بیجانگر کے راجہ کے ملک پر چڑہائی کی - پہلے پہل دونوں کی فوجیں دریاے تمبدرا کے دونوں کناروں پر یونہی ایک دوسرے کو دیکہتی ہوئی پڑی رہیں-اور پہر احمدشاہ ایک رات دریا کو عبور کرکے صبح کے وقت اس پار اتر آیا-اسکی فوج کا ایک دستہ گنے کے کہیت میں تاخت و تاراج کررہا تہا کہ وہان خود راجہ بہی موجود تہا لیکن انہوں نے اس کو پہچانا نہیں - سمجہے کہ کوئی دیہاتی ہے اوسکے سرپر گنوں کا بوجہہ رکہکے اپنے خیمہ تک لے آئے-لیکن وہ وہان سے بچکے نکل بہاگا اور پہر اپنے سرداروں کو ہمراہ لیکے اپنی بد انتظام فوج کے ساتہہ بیجانگر روانہ ہوگیا-احمد شاہ نے دیکہا کہ بیجانگر کے محاصرے سے کچہہ فائدہ نہوگا تو اسکے ملک کو تاخت وتاراج کرنا شروع کردیا-بہت سے شہر غارت ہوگئے-

روضۂ شاہ بندہ نواز- گلبرگہ

ایک روز پادشاہ تنہا شکار کھیل رہا تھا کہ یکایک دشمنون کي ایک پارٹي سے مڈبھیڑ ہوگئي–پادشاہ سے کچھ بن نہ پڑی بھاگنے لگا انہون نے اوسکا پیچھا کیا–پادشاہ نے ایک احاطہ مین پناہ لي اسیوقت اوسکے سردار وہان آن پہونچے اور پادشاہ کو بچالیا–ان سردارون مین جو شخص پہلے اسکي مدد کو آن پہونچا اسیوقت اسکو خطاب مرحمت کرکے برار کا گورنر مقرر کردیا پھر آپس مین صلح ہوگئي–اسکے بعد بادشاہ گلبرگہ آنکر دو برس تک انتظام رفع تکالیف قحط سالي مین مصروف رہا–

سنہ ۱۴۲۴ مین ورنگل سے لڑائي چھڑ گئي – کیونکہ وہان کے راجہ نے خراج دینے سے انکار کیا پادشاہ نے گولکنڈے پر چڑہائي کي–اور اپنے سپہ سالار کے ماتحت دوسرے فوج کو راجہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا پھر جنگ راجہ کے حق مین نہایت مضر ہوئي وہ خود مارا گیا–اوسکي فوجون کو نہایت نقصان کے ساتھہ شکست ملي – اور ورنگل تمام تاخت و تاراج ہوگیا–سلطان نے پیش قدمي کرکے قلعہ پر قبضہ کر لیا–فرشتہ کہتا ہے–کہ وہ اسکے مدفون خزانون پر جو ایک مدت سے محفوظ رکھے گئے تھے–اور جن مین ہر سال راجاؤن کي کفایت شعاري سے زیادتی ہوتي آتي تھي متصرف ہو گیا–سپہ سالار اور فوجون کو انعام و اکرام تقسیم کرنے کے بعد احمد شاہ گلبرگہ کو واپس آیا–اس کے دوسرے سال ایک زمیندار نے بغاوت کي–لیکن وہ معہ اوسکے چھہ ہزار ہمراہیون کے مارڈالا گیا اوسي سال کلیانا کے ہیرے کي کھان پادشاہ کے قبضہ مین آگئي–بہت سے مندر مسجدون سے مبدل ہوگئے–پادشاہ نے ایک سال کے بعد گلبرگہ مراجعت کي–سنہ ۱۴۲۶ مین مالوے کے پادشاہ نے کھیرلا کے راجہ کے ملک پر چڑہائي کي–راجہ نے احمد شاہ سے کمک مانگي–پہلے تو وہ اوسکي کمک کے لئے روانہ ہوا–لیکن بعد مین خیال آیا کہ مسلمان کے مقابلہ مین ہندو کی مدد کرنا مناسب نہین–اسلئے فسخ عزیمت کرکے واپس ہوگیا–مالوے کے پادشاہ نے اس خیال کو اسکي بزدلي پر محمول کرکے–اوسکے ملک پر حملے کرنے شروع کردئے–احمد شاہ اسکي اس حرکت سے خفا ہو کے اوسیکي تنبیہ کے لئے اپني فوج کے ساتھہ روانہ ہوا–جب دونون کي مڈبھیڑ ہوئي تو احمد شاہ نے اس سختي کے ساتھہ اسپر حملہ کیا کہ اسکي فوج بالکل منہزم ہوگئي–مالوے کا پادشاہ مفرور ہوگیا–احمد شاہ نے اسکا تعاقب کرکے اوسکے دو ہزار سپاہي قتل کردیئے اور اسکا مال و اسباب اور ہاتھي وغیرہ سب چھین لئے–اور انکے ساتھہ پادشاہ کے حرم بھي اس کے قبضہ مین آگئے–پادشاہ نے ہنگام مراجعت بیدر کے قدیم شہر مین نزول کیا–اور وہ اسے ایسا پسند آیا کہ بعوض گلبرگہ کے اسکو پاے تخت بنانے کے ارادے سے از سر نو اسکي تعمیر شروع کردی جو رفتہ رفتہ سنہ ۱۴۳۱ مین تمام ہوئي –

سنہ ۱۴۲۹ مین اس نے ایک فوج کوکن کو بھیجي–اگرچہ پہلے پہل اوسکو وہان کامیابي ہوئی لیکن پھر گجرات کے پادشاہ نے اپنے ملک کي حفاظت کے لئے اوسکي فوجون کو کئي لڑائیون مین متواتر شکستین دین اور اسکے سپہ سالار اور نیز دوسرے افسرون کو قید کرلیا–احمد شاہ چاہتا تھا کہ ان شکستون کا انتقام لینے کے لئے چڑہائي کرے لیکن آپس مین صلح ہوگئي–پادشاہ نے ۱۹ فبروری سنہ ۱۴۳۵ کو بیدر مین انتقال کیا–اور اس وقت سے وہ بہمني پادشاہونکا پائے تخت مقرر ہوگیا–پادشاہ کے انتقال کے چند روز پہلے ایک بہت بڑی رقم کربلائے معلي کو بھیجي گئي تاکہ وہان مقدس لوگون مین تقسیم کیجائے جس مجتہد کے ساتھہ یہ رقم بھیجي گئي وہ پادشاہ سے جب مرخص ہوکے باہر نکلا تو شاہي خاندان کے ایک افسر شیر ملک نامي سے اسکا سامنا ہوگیا–مجتہد نے اسکي تعظیم نہین کي اس نے بگڑ کے گھوڑے پر سے اسکو کھینچکے نیچے گرادیا–مجتہد نے پادشاہ سے شکایت کي–پادشاہ نے اسیوقت اوسکو ہاتھي کے پیر کے نیچے کچلوا ڈالا–دوسرے بہمني بادشاہون کا تاریخي احوال بیدر کے بیان مین لکھا جائیگا–

سنہ ۱۴۹۵ مین ایک حبشي خواجہ سرا دستور دینار نامي نے جو گلبرگہ کا گورنر تھا چاہا کہ خود مختار ہوجائے لیکن اسوقت کے پادشاہ محمود شاہ نامی نے ایک فوج بھیجکے اسکی سرکوبی کي اور اس کو قید کرلیا–لیکن پھر اسکی خطا معاف کي گئی اور وہ اسی عہدے پر مقرر ہوگیا–سنہ ۱۴۹۸ مین دستور دینار اور بیجاپور کي فوجونمین لڑائی ہوی جس مین وہ مارا گیا اور اسکی فوج کي شکست ہوی گلبرگہ بیجاپور کے پادشاہ کے قبضہ مین آگیا سنہ ۱۵۱۴ مین امیر برید نے پھر گلبرگہ کو اس سے واپس لیکر دستور دینار کے فرزند جہانگیر خان کو دیدیا–لیکن پھردوبارہ بیجاپور کي فوجون نے اوسکو منہزم کرکے گلبرگہ چھین لیا–جہان اوسی سال محمود شاہ کے لڑکے کي اسمعیل عادل شاہ کي لڑکي کے ساتھہ بڑی دہوم دہام سے شادی ہوی –

اس زمانہ سے گلبرگہ سلاطین مغلیہ کے دکھن کے حملہ تک عادل شاہی پادشاہون کے ماتحت رہا–جب سنہ ۱۶۳۱ مین شاہ جہان کے سپہ سالار آصف خان کو بیجاپور کے پادشاہ کے ملک پر حملہ کرنے کا حکم ہوا–تو اس نے گلبرگہ پر چڑہائی کي–اور دیکھا کہ وہان کا حاکم اور اس کي تمام رعایا قلعہ مین پناہ گزین ہوی ہے–تو شہر کو تاخت و تاراج کرکے واپس چلا گیا کیونکہ اسکو خیال ہوا کہ قلعہ مین باروت گولہ زیادہ ہوگا اسلئے اسکے محاصرے سے کوئی فائدہ مترتب نہوگا–اسکے بعد سنہ ۱۶۳۵ مین خان جہان نے پھر نواحی گلبرگہ مین خوب تاخت و تاراج کیا لیکن اس نے بھی قلعہ کو نہین چھیڑا–پھر سنہ ۱۶۵۷ مین جب بیدر پر مغلی فوجونکا قبضہ ہوگیا تو معظم خان (میر جملہ) نے اوس پر حملہ کرکے اسکو بھی داخل سلطنت مغلیہ کرلیا–اُسوقت سے اسکے گورنر دہلی سے مقرر ہوکر آیا کرتے تھے اور قلعہ مین ایک گیریسن رہتا تھا–ان گورنرون مین سے ایک کا نام ارادت خان تھا–جس نے اپنے نام سے ایک تاریخ لکھی ہے–

سنہ ۱۶۸٦ مین بیجاپور کے مفتوح ہونے کے بعد شہنشاہ اورنگ زیب خواجہ بندہ نواز کي زیارت کے لئے گلبرگہ آیا تھا–چند روز کي اقامت کے بعد وہان سے گولکنڈے چلا گیا–اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جو سنہ ۱۷۰۷

مین واقع ہوا۔گلبرگہ پر نظام اول کا قبضہ ہوا اور وہان کے حاکم نے انکی اطاعت منظور کرلی۔

گلبرگہ کے سلاطین بہمنیہ کي فہرست

۱	علاؤالدین	...	۱۳۴۷ سے ۱۳۵۷ تک
۲	محمود شاہ	...	۱۳۵۷ سے ۲۷۴ تک
۳	مجاہد شاہ	...	۱۳۷۴ سے ۱۳۷۸ تک
۴	داؤد خان	...	۱۳۷۸ سے ۱۳۷۸ تک
۵	محمود شاہ دوم		۱۳۷۸ سے ۱۳۹۶ تک
٦	غیاث الدین	...	۱۳۹٦ سے ۱۳۹٦ تک
۷	شمس الدین	...	۱۲۹٦ سے ۱۳۹٦ تک
۸	فیروز شاہ	...	۱۳۹٦ سے ۱۴۲۲ تک
۹	احمد شاہ	...	۱۴۲۲ سے ۱۴۲۴ تک

شہر گلبرگہ

گلبرگہ کا شہر بہت بڑا ہے اور قسمت گلبرگہ کا سرکاری ہیڈ کوارٹر۔اس مین ۲۸۲۰۰ کي آبادی ہے۔اسکے ضلع کي آبادی ٦۴۹۲۵۸ ہے اور اسکے کل قسمت کي آبادی ۹۹۹,۲۴۳۰-گلبرگہ بمبئی اور رایچور کي-جی-آئی-پی-ریلوے لائن پر بمبئی سے ۳۵۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔رایچور سے گلبرگہ تک تمام لہراتے ہوئے میدان ہین اور انکے اطراف پہاڑیان۔موسم برسات اور نیز اوسکے بعد چند روز تک شہر اور اوسکے اطراف و جوانب سبزہ زار سے بھرے ہوئے رہتے ہین۔انکی تعریف ڈکنس کے اس فقرے سے ہوسکتی ہے جو جنوبی انگلنڈ کے نشیبی مقامات کي نسبت لکھا گیا ہے ''اندرونی زمین کا ایک وسیع قطعہ ہے جو اقسام کي چھوٹی پہاڑیون اور سرسبز سطحون سے گھیرا ہوا ہے''۔موسم گرما مین اس کي شکل بالکل بدل جاتی ہے وہ مثل اور ہندوستان کے شہرون کے ایسا تپا ہوا رہتا ہے کہ جسکو دیکھنے سے ہیبت معلوم ہوتی ہے۔

گلبرگہ کے اکثر موجودہ مقامات دلچسپی سے خالی نہین جو نواب یارجنگ بہادر کے بنائے ہوئے ہین۔نواب موصوف سنہ ۱۸٦۵ سے ۱۸۸۰ تک قسمت گلبرگہ کے صوبہ دار تھے۔انہون نے اپنے زمانہ حکومت مین شہر اور اوس کے نواحی کو خوب آراستہ کیا۔شہر ریلوے اسٹیشن سے شمال مین دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔اور دونون کے درمیان ایک ہی سڑک بنی ہوئی ہے۔اس سڑک کے دونون طرف بنگلے اور سرکاری دفاتر ہین۔مسافرونکا بنگلہ جو قریب اسٹیشن کے واقع ہے بہت اچھا ہے اور اس مین راحت و آرام کا کل اسباب موجود۔اس بنگلے

محل صوبیدار۔گلبرگہ

باغ عامہ—گلبرگہ

لے روبرو پرمٹ گھر ہے—اور اسکے قریب انگریزی ڈاکخانہ
—وہان سے نصف میل پر صوبہ دار قسمت گلبرگہ کا
نہایت خوبصورت بنگلہ جو بالکل انگریزی طرز پر آراستہ
ہے ایک وسیع صحن مین واقع ہے—اُس بنگلے کي تعمیر
کو بیس برس کا عرصہ ہوا—صوبہ دار کا محکمہ اوس کے قریب
ایک میدان مین ہے—ریلوے اسٹیشن اور شہر کے بیچ
مین ایک پرفضا پبلک باغ ہے جس مین ایک بینڈ
اسٹانڈ ہے—اور بینڈ اسٹانڈ کے اطراف پانی کے چشمے—
اور اسکے قریب عجائب خانہ—کلب اور ٹینس کي جگہ
ہے—اس عجائب خانہ کے بعض قدیمی اشیا مین سیاہ پتھر
کي چند سلّیان ہین جن پر عبارت کھدی ہوی ہے—یہ سلیان
اصل مین گلبرگہ اور رایچور کے قلعہ کي ہین—اس باغ کو
بنے ہوئے بیس برس کا عرصہ ہوا—اوس مین نارنگی-نیبو-آم-
سیتا پھل-کیلے—اور ناریل-وغیرہ کے جھاڑ ہین—یہان ناریل کے
جھاڑ مدراس سے لاکے لگائے گئے تھے—اب بڑھتے بڑھتے انکی
تعداد تخمیہ اوپر دوسو کے پہونچگئی ہے—اوس کے بیچمین

مشرقي دروازہ—قلعۂ گلبرگہ

محکمۂ تعلقدار- گلبرگہ

جو چمن ہے اس مین گلاب کے پہول - اور حب السلاطین کے جہاڑ کثرت سے ہین اس باغ مین علاوہ میوون اور پہولون کے اقسام کي بہاجی ترکاری بی ہوتی ہے- اوسکی آمدنی وہان کے اخراجات کو جو ماہوار تقریباً چار ہزار روپیہ کے ہین کفایت کرتی ہے- اس باغ کے سامنے حضور نظام کي انفنٹری فوج کے مکانات ہین- شہر کے داہنے طرف ایک بڑا محبوب ساگر نام کا تالاب ہے- یہ تالاب قدیم زمانہ کا ہے لیکن حال مین اسکو مرمت کرکے موجودہ حضور نظام کے نام سے موسوم کیا گیا- آج چوبیس برس ہوئے کہ اوس کے اطراف ایک وسیع پشتہ بنایا گیا ہے اسی تالاب سے شہر اور اسکے اطراف و جوانب کے باشندون کو عمدہ پانی میسر آتا ہے- اس تالاب کے جنوب مین تعلقدار اول کا محکمۂ عدالت ہے- جسکی عمارت تمام پتہر کي اور نہایت مضبوط ہے- اوسکے اوپر دو برج ہین- چونکہ اسکی کرسی بہت اونچی ہے اس لئے اسکی شکل ایک قلعہ کي ہوگئی ہے-

شہر مین داخل ہونے کا پہاٹک بہت خوبصورت ہے جس مین اسلامي طرز کي کمانین ہین اور کمانون پر چاند اور تارے بنے ہوئے ہین- شہر کي خوبصورتی مین کوئی کلام نہین اس مین چار بڑي بڑی سڑکین جو شہر کے چارون طرف سے آنکر جہان بیچمین ملی ہین- وہان ایک بڑا فوارہ ہے اور فوارے پر شاہی پہریرے کا جہنڈا- اس جہنڈے پر سرکاری جشن کے مواقع پر حضور نظام کا زرد پہریرا چڑہایا جاتا ہے- اس شہر کے چار خوبصورت دروازے ہین جہان سے مذکورہ بالا سڑکین نکلی ہوی ہین- اس مین ایک بازار ایک ہسپتال ایک دواخانہ- ایک ہائی اسکول- اور ایک لیبریری ہے اور یہ تمام صوبہ دار نامبرد کے بنائے ہوئے ہین- اس کے جنوبی دروازے کے قریب

قید خانۂ گلبرگہ

کتبہ دروازہ عجائب خانہ - گلبرگہ

قالیچہ باف - گلبرگہ

حضور نظام کا ڈاکخانہ ہے-اور اوس کے بائین طرف ضلع گلبرگہ کا بڑا جیل خانہ-اسکی اطراف پتھر کي شہر پناہ ہے جسکے کونون پر پہرے والون کے لئے برج بنے ہوئے ہین-شہر نہایت وسیع اور مصفا ہے-مذکور جیلخانہ بالکل ہوادار اور صاف ہے-
اس مین جو مکانات ہین انکی شکل بارکون کي سی ہے-اس مین جو قیدی ہین انکی حالت بہت اچھی ہے-انمین کوئی شاکي نظر نہین آتا-سچ تو یہ ہے کہ اگر انکے پیرونمین زنجیرین نہوتین تو کبھی تمیز نہین ہوتی کہ وہ قیدی ہین-اس جیلخانہ کي تعمیر پر ایک لاکھہ اور چار ہزار روپیہ صرف ہوا-اور قیدیون کے ہاتھ سے وہ بنوایا گیا-بالفعل اس مین ۷۵۰ قیدی ہین-جنمین چارسو دایم الحبس ہین-صوبۂ گلبرگہ کے چارون طرف سے اُن قیدیون کو یہان روانہ کیا جاتا ہے جنکی قید کي مدت دراز ہو-ان قیدیون مین بہت سی قومین شامل ہین-مثلاً بھیل-بیدار-کائیکارس-پردیسی-عرب اور روہیلے وغیرہ-جیلخـــانہ ایک ایسا دلچسپ مقـام ہے جو جیلخانہ نہین معلوم ہوتا بلکہ ایک سرسبز اور متمول صناعون اور دستکارون کي نو آبادی معلوم ہوتی ہے جس مین تمام لوگ نہایت خوشی سے اپنے اپنے پیشہ مین مصروف ہین-اسکے اطراف ایک بلند دیوار ہے جس مین صرف ایک ہی دروازہ ہے اور دروازے پر چوکي پہرہ-اسکے

قالیچہ باف - گلبرگہ

افسر ایک لایق-زندہ دل اور خوش طبع شخص ہین جنکا نام نواب علی یاور جنگ ہے-انکی آفس مین ان تمام دستکاریون کے نمونے موجود ہین جو جیل مین تیار ہوتی ہین-ریشمی کپڑا جو لباس کے لئے نہایت موزون ہے اور جسکی قیمت اوسکے پھنہ کے مطابق فی گز دو روپیہ سے ساڑھے چار روپیہ تک ہے اور ریشم و سوت کا ملا ہوا کپڑا فی گز ۱۲ آنہ کا یہان تیار ہوتا ہے اور علاوہ اسکے رنگ برنگ کي سوسیان-ساڑھیان-دھوتیان-چارجامے-رضائیان-روئی-اور اون کے قالین-ریشمی قالین-ٹیبل کلاتھہ

پردے - ریشمی اور سوتی رومال - خیمے - بید کی چٹائیان - اور چلمنین نہایت عمدہ یہان تیار ہوتی ہین - یہان کفش‌دوزی اور جلد بندی بھی امتحاناً داخل کی گئی جس مین بہت کامیابی ہوئی - صنعتون اور دستکاریون مین یہ جیل خانہ کانپور کے جیلخانہ سے جو ممالک مغربی و شمالی مین واقع ہے برابر مقابلہ کرسکتا ہے - جن چھپرون مین قالین بنتے ہین وہ لمبے لمبے اور چوطرف کشادہ ہین - انکے بیچمین صرف ایک دیوار ہے قالین کو بننے کے بعد ایک بڑے بیلن پر لپیٹکے ایک کھائی مین لڑھکا دیتے ہین - یہ نہایت پائدار ہوتے ہین - حال مین اس جیل کے سوپرنٹنڈنٹ کو حکام کیطرف سے اطلاع دی گئی ہے کہ آئندہ تمام فوجی وردیان اور لشکر اور پولس کے سپاہیون کے انگریزی جوتے اسی جیل خانہ‌مین تیار کئے جائینگے —

شہر کے مغربی پھاٹک سے گلبرگہ کا مشہور قدیم قلعہ کوئی پاؤ میل کے فاصلے پر ہے - لیکن چونکہ اب وہ قریب الانہدام ہے اسلئے محکمہ تعمیرات کا خیال اوسکی مرمت کی طرف رجوع ہوا ہے یہ قلعہ دکھن کی قدیم تاریخ کے دلچسپ زمانہ کی ایک عمدہ یادگار ہے اسکی مرمت تو ہوگی لیکن کبھی یہ امید نہین ہوسکتی کہ گورنمنٹ اوسکی پوری پوری مرمت پر بے حساب روپیہ صرف کریگی - یہ کام ریاست کے اون دولتمند امیرون کاہی جو آثار قدیم کے حفاظت مین زیادہ دلچسپی لیتے ہین - ایسے امیرون کی تعداد حیدرآباد مین افراط سے ہے اگر کبھی وہ کشادہ دلی سے پیش آئین تو یقین ہے کہ یہ آثار قدیم از سرنو جدید ہوجاین - اس قلعہ مین ایک مکان کی دیوارین معہ غلام گردش کے ابتک کھڑی ہوئی ہین اور اسکے سنگین دروازے کا ایک حصہ بھی موجود ہے - اسکے وسیع کھنڈرون سے پایا جاتا ہے کہ کسی زمانہ مین یہان عمدہ عمدہ شاہی محلات ہونگے -

بڑی مسجد گلبرگہ

اس سنگین دروازے کے روبرو ایک نصف مدور احاطہ ہی - جس مین کنوین اور تالاب ہین - غالباً وہ قلعہ کی گیرسن کے استعمال کے لئے بنائے گئے ہین - ابتک انکا پانی استعمال مین آرہا ہے - اور انکی حفاظت کی جاتی ہے - اس محل کے کھنڈر کے شمال مین دو پھاٹک ہین - اور دونون مین ایک سو گز کا فاصلہ ہے - جس مین ایک بڑا کھنڈر ہے - یہ کھنڈر ایک مسافر خانہ کا معلوم ہوتا ہے جو غالباً یہانکی عظیم الشان مسجد کے زائرون کے لئے بنایا گیا تھا —

مصلی یا جانماز

کتبہ - قلعۂ گلبرگہ

جتنے سیاح اور جتنے عالمان آثار قدیم نے اس مقام کا ملاحظہ کیا ہے وہ اس عظیم الشان مسجد کی بڑی تعریف کرتے ہیں—اور کہتے ہیں کہ یہ مسجد تمام ہندوستان میں لاثانی تھی—اس مسجد میں علاوہ اسکی وسعت کے خاص صفت یہ ہے کہ اسکے صحن پر کہ جو حسب دستور پھاٹک اور مسجد کے درمیان ہے—ایک چھت ہے اور چارون طرف کمانین اور ان کمانون مین سے صحن مین روشنی آتی ہے—مسٹر فرگیوسن اپنی کتاب (مسمی ایسٹرن آرکٹکچر) کے ۵۴۴ وین صفحہ پر اس مسجد کی نسبت بیان کرتے ہین—کہ "یہ مسجد ہندوستان کی تمام پٹھانی مسجدون مین نہایت خوبصورت اور نہایت قدیم ہے"—اور پھر وہ کہتے ہین کہ اگر یہ بھی ویسی ہی منہدم ہوجائے کہ جیسے اسکی اطراف کی عمارتین ہوگئی ہین تو سخت افسوس ہوگا—بالفعل اس مسجد کی پوری مرمت ہورہی ہے—نظام گورنمنٹ نے اسکے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی اجازت دی ہے—
اس ریاست کے اکثر قدیم آثار کیا یہان اور کیا دوسرے مقامون پر گورنمنٹ کی طرف سے مرمت ہو رہے ہین—پس اس صورت مین یہ کہنا سخت غلطی ہے—کہ نظام گورنمنٹ آثار قدیمہ کی مرمت کی طرف جو

اس کے ملک مین افراط سے ہین متوجہ نہین ہوتی—لیکن اس مرمت کے اختتام کو ایک مدت چاہئے—اس نقشہ سے جو یہان دیاگیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۸۹۷ مین اس مسجد کے گنبد کی مرمت مین کیونکہ معمار مصروف تھے—اب اس مسجد کے گنبد دور سے سفید نظر آرہے ہین—اس مسجد کی لمبائی دو سو سولہ فیٹ ہے اور چوڑائی ایک سو چھہتر فیٹ اور اسکا دائرہ ۳۸۰۱۶ فیٹ ہے پہلے اسکا دروازہ ایک چھوٹے سے صحن مین تھا جس مین بعض قبرین تھین لیکن اب وہ اور نیز بڑا دروازہ دونون بند کردئے گئے ہین—اس مسجد کے بیچمین دو دروازے ہین ایک شمال مین اور دوسرا جنوب مین—انکے پیش دالان مسجد کے سقف سے کوئی اٹھارہ فیٹ اونچے ہین—مسجد کی چھت زمین سے چھتیس فیٹ بلند—اور بازو کی کمانین بھی ویسی ہی ہین—شمال و جنوب مین چودہ چودہ کمانین ہین لیکن مشرق مین نو—اور مغرب مین دیوار اور قبلہ ہے—چھت کے نیچے پتھر کے ایک سو ستون ہین—بارہ بارہ قدم اونچے—جن کے سرون پر خوبصورت کمانین ہین—مشرق مین جو کمانین ہین انمین سے ممبر تک نو راستے ہین—اور ہر ایک بارہ فیٹ چوڑا—لیکن دو راستے جو باہر ہین وہ پچیس قدم چوڑے ہین—ان دو راستون کے ستون پر

بڑی مسجد - گلبرگہ

قلعہ - گلبرگہ

نسبت دوسرے ستونون کے پست ہین - اصل مسجد مین چونتیس ستون ہین - اوس کے بیچ کی محراب بارہ برس ہوے کہ نئی بنائی گئی ہے - اور اس مین چونے کا نقش ونگار ہے - قبلہ کی داہنی طرف ممبر ہے اور بائین طرف سنگ مرمر کی ایک سِلی جس پر فارسی عبارت کندہ ہے - یہ پتھر قلعہ کی دیوار مین سے نکالا گیا ہے - اس مسجد کے سقف کے درمیان اوپر کو ایک بڑا گنبد ہے — اور اس کے اندر تمام نقش و نگار - جب اسکی مرمت ہوگی تو وہ نہایت خوشنما نظر آئیگا - اس بڑے گنبد کے دونون طرف دو چھوٹے گنبد ہین اور انکے اندر بھی ویسا ہی نقش ونگار ہے - اس مسجد مین سوا اسکے اور کوئی نقش و نگار نہین لیکن باوجود اس سادگی کے وہ نہایت شاندار ہے - بیچ کے بڑے گنبد کے نیچے اور چھت کے اوپر کوئی دس فیت کی اونچی کرسی ہے — اس گنبد کی بلندی سطح زمین سے ایک سو ستر فیٹ کی ہے - اس کے دونون طرف دو چھوٹے گنبد ہین - اور مشرقی دروازے کے شمال وجنوب مین دو - اور باقی کی چھت پر بہت سے اور چھوٹے گنبد ہین — یعنے لمبائی مین پچھتر اور گولائی مین ستائیس - اس سنگین عمارت پر کل ایک سو سات گنبد ہین اس مسجد کو غالباً بہمنی سلطنت کے دوسرے پادشاہ محمود نے سنہ ۱۳۶۵ مین بنوایا ہے جس نے گلبرگہ کو آراستہ کرنے کے لئے شاہی مکانات کی تعمیر پر بے حساب روپیہ صرف کیا تھا اور اپنے کل عملہ کو نہایت عظیم الشان بنایا تھا -

قلعہ کے بیچ مین بالا حصار ہے جسکو سلطان علاؤالدین نے سنہ ۱۳۵۵ مین تعمیر کیا تھا - یہ ایک قابل دید اور عالیشان عمارت ہے - اور عمودی شکل مین زمین سے اٹھی ہوی - اوسکی بلندی ۸۵ فیٹ کی ہے اور اس کے سرے پر جو چارون طرف دیوار ہے اوسکی وسعت چودہ فیٹ ہے - اوسکی سیڑھیان مغربی جانب مین بہت وسیع ہین - اور ۶۰ فیٹ بلند - اسکی بلندی پر تین قدیم توپین ہین جن مین سے ایک چودہ فیٹ لمبی ہے - اور اس کے پانچ حلقے ہین جیسا کہ نقشہ مین دکھلایا گیا ہے - یہ توپین وہان سے اتروا کے ایک طرف رکھدی گئی ہین - بالا حصار کے نزدیک ایک چھوٹی سی ویران مسجد ہے جس کے چھوٹے ستونون مین دو ستون ایسے ہین جنسے نقش ونگار کا سراغ ملتا ہے - اسکے پیچھے ایک گلی ہے جو مغربی دروازے کو جاتی ہے اور دونون طرف بڑی سڑکین - ان کھاندار عمارتون کی ہین جنمین شاہی فوجین مقیم تھین - انکے چھتون کی شکل گاؤدم ہے - انکی تعمیر کے اسباب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے کسی ہندوؤنکے مندر کا تھا - مذکور گلی کے کنارے پر ہندوؤنکی

مغربی دروازۂ گلبرگہ

چور گنبد گلبرگہ

کاروان سرا — متعلقۂ شاہ بندہ نواز

وضع کا ایک دروازہ ہے جسکی دونون طرف دو چھوٹے سے منقش ستون ہین۔ اس دروازے کے نزدیک بائین طرف کو ایک چھوٹی سی مسجد ہے جسکی پست کمانون کے نیچے کوئی چار فیٹ ہندوانی طرز کے ستون ہین۔ اس مسجد سے پتا لگتا ہے کہ وہ پہلے بہت منقش ہوگی اس مسجد کی حال ہی مین مرمت ہوی ہے اور سفیدی لگائی گئی ہے۔ اسکی مرمت کے وقت کوشش کی گئی تھی کہ ہندوانی وضع کے ستون کو انکی اصلی سیاہ حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ جسکی وجہ سے مسجد نہایت خوشنما ہوگئی ہے۔ اس مسجد کے ورے جنوب مین ایک برج ہے۔ جس پر ۲۸ فیٹ لمبی ایک توپ ہے اوسکے بیس حلقے ہین۔ اسکے

قدیم توپ – قلعہ – گلبرگہ

نزدیک قلعہ کی دیوار میں ایک پتھر کی سِل ہے جس پر کندہ ہے کہ ملک سندر نے جو ایک انجنیر تھا – بیجاپور کے ابراہیم عادل شاہ کے زمانہ میں اسیکے حکم سے یہ برج تعمیر کرکے اس پر یہ ترپ چڑہائی تھی – مغربی دروازے کو پہونچنے کے پیشتر دوسرا ایک دروازہ اسلامی طرزکا ہے – اور مغربی دروازہ مین دو ساگوان کے پٹ ہین جواب ہمیشہ بند رہتے ہین – لیکن بائین طرف کی دیوار مین ایک کہڑکی ہے – اس دروازے کے اوپر دونون طرف دو برجیان ہین جن سے وہ مشہور ہوگیا ہے – اس کے باہر سے اسکے اطراف کا منظر نہایت خوشنما نظر آتا ہے – اوسکے باہر کی حصار مٹی کی ہے – اور چٹانون پرآنے کی وجہ سے بہت اونچی ہوگئی ہے اندر کی دیوارون کی شکل "میڈیول" ہے – کنگورے – برجیان – فصیلین – اور حصارین – وغیرہ جو ایک کے اوپر ایک اٹھی ہوی چٹانون پر واقع ہین – بالکل ملی ہوی معلوم ہوتی ہین – اوس کی دو فصیلون کے درمیان سوکہی کہائی ہے جس مین بہاجی ترکاری وغیرہ افراط سے ہوتی ہے — اور اس مین کہین کہین تاڑ کے جہاڑ بھی ہین – جب اس پر دہوپ پڑتی ہے تو اسکا منظر قابل دید ہوتا ہے – علی الخصوص پل پر سے – جسکو دیکہنے سے مصورون کو ایک جوش پیدا ہوتا ہے –

قلعہ کے جنوب و مغرب مین چودہ میل کے فاصلہ پر ایک قدیم گنبد دار دُھندلی عمارت ہے – جسکو چور گنبد کہتے ہین – شہر کے لوگ اسکا تاریخی حال یون بیان کرتے ہین کہ سنہ ۱۴۲۰ مین ایک متمول صرآف نے یہ عمارت تعمیر کرکے چاہا تھا کہ مشہور ولی خواجہ بندہ نواز کی نذر کرے – لیکن انہون نے اسکو اسوجہ سے قبول نہین کیا کہ وہ سود خوار تھا اور کہا کہ سود کے روپیہ سے جو مکان تعمیر ہوا ہو وہ انکے کسی مصرف کا نہین – اسلئے وہ مکان یونہی پڑا رہا – چونکہ وہ شہر سے کسیقدر فاصلہ پر تھا اس لئے ایک مشہور لوٹیرے نے مخفی طور پر اسکو اپنا مسکن بنا لیا تھا – اس مین وہ اور اسکے ساتھی رہا کرتے تھے ایک مدت تک یہ لوگ اطراف کے مقامات مین لوٹ مار کر کے یہان آنکر پناہ گزین ہوتے تھے – ایک مرتبہ اُن چورون کے سردار نے بھیس بدل کر خواجہ بندہ نواز سے بہی ملاقات کی – اور انہین بہی لوٹا – گلبرگہ کے باشندون کو ہرگز اس بات کی خبر نتھی کہ وہ لوٹیرا ان سے اتنا نزدیک رہتا ہے – ایک مرتبہ خود اسی نے مارے شیخی کے یہ حال ظاہر کردیا اسکو یقین تھا کہ اگر میرے لئے جستجو ہوگی تو مین اسکے مخفی راستون مین بچ رہونگا – بہر حال مثل چوہے کے اوسکو اوسکے سوراخ مین سے کہینچکر نکالا گیا – اور بعد ثبوت جرم کے محکمہ عدالت کے حکم سے قتل کردیا گیا – اوسکے قتل کے وقت لوگ نہایت جوش کے ساتھہ اظہار مسرت کررہے تھے – اس عمارت کی چہت زمین سے کوئی پچاس فیٹ اونچی ہے اور اسکے اوپر کا گنبد اور تیس فیٹ بلند ہے – اسکے چارون کونون پر چار برجیان ہین اور انپر چہوٹے چہوٹے سے گنبد – اس کے بیچکا دالان ۷۴ فیٹ لمبا اور ٦٦ فیٹ چوڑا ہے اور اس کا پہاٹک ۱۱ فیٹ لمبا اور ۸ فیٹ چوڑا اور کسیقدر اینٹ سے بنا ہوا – یہ عمارت کچہ ایسی بڑی نہین ہے – لیکن اسکے راستے اور سیڑہیان جو گنبد اور برجیون کو گئی

ہوی ہین ایسي پیچیدہ ہین کہ دیکھنے والون کو بڑی دیر تک پریشان کردیتی ہین۔بالفعل اس عمارت مین اطراف و جوانب کے کسان رہتے ہین۔

قلعہ کے مغرب مین گلبرگہ کے پہلے سلطان علاؤالدین حسن گنگو شاہ بہمنی کي قبر ہے جس نے سنہ ۱۳۵۹ مین انتقال کیا تھا۔اوسکی قبر پر لکھا ہوا ہے کہ دنیا کے نامور لوگون کي تاریخ مین یہ شخص قابل مرتبۂ بلند ہے۔

شہر سے مغرب مین ایک میل کے فاصلہ پر سات پادشاہون کے سات مقبرے ہین جنہون نے سنہ ۱۳۵۹ سے سنہ ۱۴۳۵ تک یکی بعد دیگرے سلطنت کي ہے۔

روضۂ [illegible] الدین

روضۂ رکن الدین

ان مذکور سات مقبرون کي مشرق مین کوئی آدھے میل پر مشہور ولی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا روضہ ہے۔اس روضہ کا ایک بڑا کماني دروازہ ہے جس مین نوبت خانہ ہے اور دروازے کے اندر ایک صحن ہے۔اور صحن مین مسجد مدرسہ اور مسافر خانہ ہے ان عمارتون کي نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱٦۸٦ مین جب اورنگ زیب گولکنڈے کو جاتے ہوے انکي زیارت کے لئے یہان آیا تھا تو اسنے بنوائی ہین۔لیکن یہ بیان غلط معلوم ھوتا ھے بلکہ غالباً یہ عمارتین سنہ ۱۴۲۲ مین احمد شاہ نے جو فیروز شاہ کے بعد پادشاہ ہوا تھا بنوائی تہین کیونکہ اسکو ان سے کمال درجہ کا اعتقاد تھا اور انکے ساتھہ نہایت کشادہ دلی سے پیش آتا تھا۔اس نے انکے لئے ایک دارالعلوم بہی تعمیر کروایا جسکے مصارف کے لئے بہت سے قصبات اور جاگیرین وقف کردی تہین۔علاوہ اس کے اس روضہ کے ایک حصہ سے جو صحن مین ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤن کے کسی مندر کا اسباب اسکی تعمیر مین صرف ہوا ہے۔یہ حقیقت مین اورنگ زیب کے زمانہ سے بہت آگے کا ہے۔اس روضہ کي نسبت گمان کیا جاتا ہے کہ سنہ ۱٦۴۰ مین انکی اولاد مین سے کسی نے بنایا ہے۔اسکی دیوارون پر سنہری حرفون مین کلام اللہ کي آیات لکہی ہوئی ہین۔اس روضہ کے اندر سوا ے مسلمانون کے اور کوئي شخص نہین جاسکتا۔اور جو لوگ اندر کے صحن مین جاتے ہین انہین جوتے نکالنے پڑتے ہین۔یہ ولی سنہ ۱۴۱۲ مین فیروزشاہ کے زمانہ سلطنت مین دہلی سے گلبرگہ آئے تھے۔بادشاہ نے انکی نہایت تعظیم و توقیر کي تہی یہانتک کہ فیروزآباد سے نو میل کا فاصلہ طے کرکے اونکے استقبال اور خیر مقدم کے لئے گلبرگہ آیا تھا۔فیروزشاہ کے بھائی احمد شاہ کو ان سے کمال محبت تہی۔اسنے ان کے لئے شاہی محل بنوایا تہا اور ہمیشہ انکے وعظ مین موجود رہتا تہا انکے آنے کے چند روز بعد تقریباً سنہ ۱۴۱۵ مین فیروز شاہ نے ان سے استدعا کي کہ اسکے فرزند حسن کے حق مین جو ایک ضعیف اور عیاش نوجوان ہے دعا کرین۔لیکن انہون نے انکار کیا اور کہا کہ سلطنت کا تاج و تخت اوس کے بہائي کے مقدر مین ہے۔یہ سنکے پادشاہ سخت غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ وہ شہر چہوڑ کے نکل جائین۔اوسکا سبب لوگون پر ظاہر کیا کہ وہ اور ان کے مرید عام امن و امان کو سخت نقصان پہونچانے والے ہین۔خواجہ نے اسکے حکم کي تعمیل کي اور شہر سے باہر نکل کے اس مقام پر جا بیٹھے جہان بالفعل انکا روضہ ہے۔اس کے چند سال بعد بادشاہ نے اپنی سلطنت اپنے دو غلامون کے حوالہ کردی۔انہون نے جب دیکھا کہ پادشاہ کا بھائی احمد لوگون مین روز بروز ہردل عزیز ہوا چلا جاتا ہے۔تو انہین سخت رشک و حسد پید ہوا۔جس کي

نظارۂ گلبرگہ

قلعہ رائچور

وجہ سے انہون نے پادشاہ کو ترغیب دلائی کہ اسکی آنکہین نکلوادی جائین — لیکن احمد کو عین وقت پر خبر ہوگئي تو وہان سے نکل بھاگا — اور جاتے وقت اپنے فرزند کے ساتھہ اس مقدس سید کي قدمبوسی کو حاضر ہوا اور انسے ہمت چاہي — اس ملاقات کي نسبت فرشتہ بیان کرتا ہے کہ سید نے اپنے فرزند کے سر پر سے عمامہ اتار کے اوسکے دو حصہ کئے اور آدہا احمد کے سر پر باندہا اور آدہا اس کے لڑکے کے — اور پھر انکے سر پر ہاتھہ رکھکے دونون کے لئے پادشاہي کي دعا کي — غرض احمد اپنے ساتھہ چار سو آدمیون کو لیکے مغرور ہوگیا — پادشاہ نے اس کا تعاقب کرکے اس سے کئي لڑائیان کین لیکن ہر وقت شکست پاتا رہا آخر مجبور ہو کے سلطنت اس کے سپرد کردی — غرض اسطرحسے اس مقدس بزرگ کي پیشین گوئی تمام ہوی — مسلمان اب تک ان کے روضہ کي نہایت تعظیم و توقیر کرتے ہین — اور ہر سال ہزارون آدمي انکي زیارت کو آتے ہین — خیال کیا جاتا ہے کہ اگر گلمرگہ مین یہ مقدس روضہ نہوتا تو کب کے وہ نیست و نابود ہوگیا ہوتا — یہان ہر سال خواجہ صاحب کا عرس ہوتا ہے اور چودہ روز تک برابر جاری رہتا ہے ہزارہا آدمي دور و دراز سے آن کے اس مین شریک ہوتے ہین — اس عرس مین بہت بڑی تجارت ہوتي ہے اور یہی سبب ہے کہ یہ شہر رفتہ رفتہ بہت آباد ہوگیا ہے — اس بزرگ کي اولاد اون کے کئی برس بعد بالکل عیاش ہوگئي تھي اس لئے انہین گلبرگہ سے نکالکر گورنمنٹ کے طرف سے ایک شخص انکی جاگیر وغیرہ کے انتظامات کے لئے مقرر کیا گیا — لیکن اس کے قبل وہ اون کے اولاد کے سپرد تھی — بیان کیا جاتا ہے کہ ابتک انکی اولاد باقی ہے اور انکی زیارت کو آیا کرتي ہے —

چار گنبد کے قریب ایک پہاڑی پر اور ایک مقدس روضہ ہے جو رکن الدین نامي بزرگوار کا ہے یہ بزرگ سنہ ۱۳۹۵ مین گذرے ہین — وہ ابتدا مین شہر کے اندر رہتے تھے اور خواجہ بندہ نواز کئي روز تک انکے مہمان رہے ہین — لیکن پھر دونون مین نااتفاقي ہوگئي اور ایک دوسرے سے جدا ہوگئے — رکن الدین نے کہدیا کہ مین کبھي بندہ نواز کي صورت نہین دیکھنے کا — اوس کے بعد وہ اس مقام پر چلے گئے جہان بالفعل انکا روضہ ہے — قلعہ کے نزدیک اور ایک بزرگ کا روضہ ہے جو سنہ ۱۲۸۰ع مین یہان آئے ہوے تھے — انکا نام

خندق — رائچور

تعلقدار کا کورٹ رائچور

سراج الدین تہا۔ ان دونون روضون کا بہی کچہہ کم ادب نہین کیا جاتا اور ہمیشہ ہزارون آدمی انکی زیارت کو آیا کرتے ہین۔

سنہ ۱۸۸۳ کے اخیر مین ایک پارچہ بافی کا کارخانہ بنام گلبرگہ محبوب شاہی مل یہان قایم کیا گیا۔ اور خود حضور نظام نے اسکی رسم افتتاح ادا کی۔ حضور نظام نے اس شہر کی بہبودی و ترقی کے لئے گلبرگہ مل کے حصہ خرید نے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

سلطان فیرروز شاہ نے سنہ ۱۴۰۰ مین اپنے لئے گلبرگہ کے قریب دریائے بہیما کے کنارے پر ایک شہر بنام فیروزآباد بسایا تہا۔ لیکن یہ شہر نہین تہا بلکہ ایک نزہت گاہ تہی جو اسکے انتقال کے بعد زوال پذیر ہوگئی۔

گلبرگہ کی آب وہوا معتدل ہے اور مقیاس الحرارت ۸۲½ درجہ رہتا ہے لیکن بعض وقت موسم گرما مین بہت زیادہ ہوجاتا ہے۔

رائچور

رایچور حضور نظام کے ملک کے قسمت گلبرگہ مین ایک نہایت مشہور شہر ہے کیونکہ وہ جی-آئی-پی ریلوے اور مدراس ریلوے کا جنکشن ہے۔ اسکا فاصلہ بمبئی سے ۴۴۳ میل کا اور ضلع رایچور کا خاص شہر۔

قلعہ یا گڑہی رائچور

فیل کدہ رایچور

اس کي آبادی سنہ ۱۸۹۱ کي اخیر مردم شمارت مین ۲۳۱۷۴ تھی لیکن اس کے ضلع کي ۵۱۲۴۵۵ - رایچور کي نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ دکھن کے جنوب مین وہ ایک نہایت قدیم شہر ہے - چنانچہ اس کے قلعہ مین ایک کتبہ ہے جس پر ۱۲۹۴ کا سنہ کندہ ہے اور اس سے معلوم ہوتاہے کہ گورے گنگا یا رودی وارو نے اسکو بنایا تھا - جو ردرا دیو کا داہنا بازو تھا - گورے گنگا یا راجہ پراتا پارد را دیو کا وزیر اعظم اور سپہ سالار تھا - یہ راجہ سنہ مذکور مین ورنگل کا فرمانروا تھا - لیکن اس کے بعد وہ بیجانگر کے راجہ کے ماتحت ہوگیا - جب دکھن مین بہمنی سلطنت قایم ہوئی تو اوسکے بادشاہون نے راجائے مذکور سے اوسکو چہین کے اپنی سرحد کا ایک عظیم الشان قلعہ بنا لیا تھا - راجہ نے پھر انسے واپس لینے کي بہت سي کوششین کین اور بہت سی خونریز لڑائیان ہوین - چنانچہ انمین سے پہلی لڑائی سنہ ۱۴۳۵ مین واقع ہوئی لیکن اوسکو لے نہ سکا - اور جب بہمنی سلطنت کے منقرض ہونے کے بعد پندرہوین صدی کے اخیر مین رایچور بیجاپور کي عادل شاہی سلطنت مین داخل ہوگیا لیکن سنہ ۱۵۱۹ مین اس قلعہ کو معہ دوسرے قلعون کے پھر بیجانگر کے راجہ نے چھین لیا - اور جب اورنگ زیب نے بیجاپور اور گولکنڈے پر فتح پائی تو رایچور بھی اس کے تصرف مین آگیا - اور اسوقت سے ابتک حیدرآباد کے زیر حکومت ہے - رایچور - دواب - اور بعض دوسرے اضلاع سنہ ۱۸۵۳ کے عہدنامہ کے مطابق نظام نے انگریزون کو دیدئے تھے - لیکن پھر سنہ ۱۸٦۰ مین برٹش گورنمنٹ نے اسکو نظام کے حوالہ کردیا -

قلعہ کے تین طرف جو پتھر کي فصیلین اور برج ہین وہ نہایت مضبوط ہین ار انکے اطراف کھائی ہے - اور اسکے چوتھی طرف ایک نہایت اونچی پہاڑی تقریباً ۲۹۰ فیٹ کي ہے اور اسکے پرے شہر ہے - اندر اورباہر کي فصیلون کے درمیان کي زمین پر زراعت و کاشتکاری ہوتي ہے - باہر کي فصیل بیجاپور کے بادشاہ نے اسپر قابض ہونے کے بعد بنوائی ہے - اوسکے کتبے سے اسکی تکمیل کي تاریخ ظاہر ہوتي ہے - یعنے سنہ ۱۵٦۳ سے سنہ ۱٦۱۹ تک - اندر کي فصیلین نہایت مضبوط اور پائدار ہین اور کمال احتیاط سے تعمیر کي گئین - جس مین پتھر کي بڑی بڑی چٹانین صرف کي گئی ہین - ان چٹانون مین سب سے بڑی چٹان ۴۱ فیٹ اور چھہ انچہ لمبی اور ۴ فیٹ ٦ انچہ اونچی ہے - مسٹر ایچ گوسنس کہتے ہین کہ رایچور کے قلعہ مین جو چیز سب سے زیادہ دلچسپ ہے وہ اسي

بڑے پتھر پر تحریری نقش - رایچور

چٹان کا ایک لمبا اور قدیم خوشنما کتبہ ہے جو تلنگی زبان مین دیوار کے ایک پتھر مین واقع ہے۔یہ پتھر مغربی دروازے سے چند گز کے فاصلہ پر ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قلعہ گورے گنگا یاردی وارو نے سنہ ۱۲۹۴ع مین بنوایا تھا۔اور نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ورنگل کے قدیم راجاؤن کی یہ دوسری عمارت ہے۔رایچور سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے بیجانگر کے راجاؤن اور بہمنی پادشاہون کے درمیان باعث جنگ و جدل رہا ہے۔غرض جس پتھر پر وہ کتبہ ہے اس سے بڑا پتھر تمام قلعہ مین کوئی نہین اور یہی وجہ تھی کہ اسکے لئے وہی انتخاب کیا گیا۔کیونکہ اسکے اکھڑنے اور برباد ہونے کا کچھ خوف نہین تھا۔وہ ۴۱ فیٹ اور چھہ انچہ لمبا ہے اور اس کا کتبہ ۱۳ فیٹ کا اس پتھر کے نزدیک دوسرا ایک پتھر ہے جس پر اس بڑے پتھر کے کہان سے یہان لانے کی کیفیت کندہ ہے۔اس مین پتھر کی ایک بڑی اور وزن دار چار پہیون کی گاڑی تراشی ہوی ہے اور اسپر وہ پتھر رکھا ہوا ہے۔اور وہ پیاچھے اسقدر جھکا ہوا ہے۔کہ زمین کو لگنے کے قریب ہے۔اس گاڑی کو بہت سے بھینسون کی جوڑیان جتی ہوی ہین اور انکی قطار آگے بڑھتے بڑھتے اسقدر چھوٹی ہوگئی ہے کہ بھینسون کی شکل نظر نہین آتی اور نہ انکی گنتی ہوسکتی ہے۔غالباً دوربین سے دیکھنے کے لئے عموماً ایسا کندہ کیا گیا ہے۔اس پتھر کے اوپر بھینسون کو ہانکنے کے لئے ایک شخص ہاتھہ مین کوڑا لئے ہوئے بیٹھا ہے اور دوسرے لوگ ڈھیکلیان اوس کے پہیون کے نیاچے دے رہے ہین۔علاوہ اوسکے اور بہت سے نقش اسی قسم کے اس مین موجود ہین۔

رایچور کے قلعہ کی چوٹی پر سے شہر اور اوسکے نواحی کا ایک عمدہ نظارہ ہوتا ہے۔قلعہ مین ایک قدیم توپ ہے۔۲۰ فیٹ چار انچہ لمبی۔بارہ لوہے کی سیاخون سے بنی ہوی جس مین تین حلقے ہین۔

ریلوے اسٹیشن سے جو سڑک قلعہ کو جاتی ہے اس پر کوئی ایک میل کے فاصلہ سے محبوب باغ ہے۔نہایت آراستہ اور اس باغ مین یوروپین اور دیسیون کا کلب ہے جسکے ساتھہ بلیارڈ روم۔ریڈنگ روم۔ٹینس چرک۔وغیرہ ہین۔اسٹیشن سے کوئی ڈیڑھہ میل پر تعلقدار اول کا محکمہ ہے جس کی عمارت ایک چٹان پر نہایت مضبوط بنی ہوی ہے۔اور قلعہ کے اندر

فیل خانہ اور کند۔آنا گندی

راجہ کا محل - راجہ کا محل اور جگناتھ جی کی گاڑی - ویزیا نگر

شکل ـدھش — ویزا نگر

حیلخانہ — خزانہ — مدرسہ — اور حضور نظام کا دوا خانہ ہے جس مین ایک یوروپین ڈاکٹر ملازم ہے — جیل خانہ کے لئے راجہ کا قدیم محل انتخاب کیا گیا ہے — اوس کے نزدیک ایک قدیم ہندؤنکا مندر ہے — جس پر اسلامي طرز کے مینار اضافہ کئے گئے ہین — دوا خانہ کے بازو ہاتھي دروازہ ھے جسکي وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اوسکی قریب ایک پتھرکا تراشا ہوا ہاتھی موجود ہے اس پھاٹک کے باہر سے شہر شروع ہوتا ہے — جو ایک میل لمبا ہے — اورجسکا ایک حصہ قلعہ کے باہرکي فصیل سے گھرا ہوا ہے — شہرسے شمال مین کوئی پانچ میل پر کنٹونمنٹ ہے — جہان حضور نظام کي تیسری انفنٹری کا ایک دستہ رہتاھے — ریلوے اسٹیشن پر رفرشمنٹ روم اور ویٹنگ روم ہین — اور شہر مین دو مسافرون کے بنگلے — جن مین کا ایک اسٹیشن کے پاس ہے اوردوسرا محکمہ عدالت کے نزدیک اور علاوہ اس کے اسٹیشن کے نزدیک ایک انگریزی ڈاک خانہ اور ایک مدرسہ ملازمان ریلوے کے بچون کي تعلیم کا ہے —

جب سے ریلوے ہوی رایچور کي تجارت بہت بڑھہ گئی یہان بہت سے دیسی متمول تجار ہین جنکی تجارت زیادہ کرکے غلہ روئی اور دوسرے دیسی اشیا کي ھے جو مدراس اور بمبئی کو بھیجی جاتی ہین — رایچور مٹي کے مصفا اور چمکدار برتنون اور جوتیون کے لئے مشہور و معروف ھے اس مین شک نہین کہ آئندہ یہ شہر اور ترقی پذیر ہوگا — کیونکہ وہان کا موجودہ تعلقدار اول ایک نہایت لایق اور مدبر شخص ہے —

نظارہ اناگندي

دریا کے بیچ قبر — ویزا نگر

اناگندي

اناگنڈی ضلعۂ رایچور مین ایک قدیم شہر اور قلعہ ہے جو شہر رایچور سے جنوب و مغرب مین چوراسي میل پر اور ہاسپٹ سے جو سدہرن مرا تہا ریلوے کا اسٹیشن ہے نو میل پر واقع ہے—اناگنڈی تنگبدرا کے شمالي کنارے پر ہے اور اناگنڈی کے راجاؤن کا جو بیجانگر کے راجاؤن کي اولاد مین چلے آتے ہین پائے تخت ہے—یہان سے بیجانگر کے کہنڈر جو اوسکے مقابل پر دریائے مذکور کے اوس پار ہین برابر نظر آتے ہین—اناگنڈی کي نسبت کہا جاتا ہے کہ اسکو سولہوین صدی کے آغاز مین نرسنہانے تعمیر کیا تہا—یہہ شہر رامایذا کے قدیم شہر کشکندا کے جگہ سے قریب ہے—رام کو یہین خبر پہونچي تہي کہ راون سیتا کو لیکر بہاگا ہے—اس سے مطلع ہونے کے بعد کشکندا کے فرمانروا کي اعانت سے وہ سیتا کو چہڑا لایا—اس افسانہ وار زمانہ کے بعد اناگنڈی کا ذکر یاوانا س کے متعلق آیا ہوا ہے—جو عیسوی بارہوین صدی کے اوسط مین تہا—جب بیجانگر کي سلطنت ۱۳۳٦ مین قایم ہوئي تو اناگنڈی اسکا ایک علاقہ ہوگیا—اسکی فصیلین جو اب بالکل منہدم ہوگئی ہین دو قطارون مین تہین ایک شمالي مشرق مین اور دوسری جنوبي مغرب مین—شہر کے شمال مین ایک سخت دشوار گذار پہاڑیون کي قطار ہے جس پر بڑی بڑی چٹانین واقع ہین اور چٹانون کي چوٹیون پر اونچي اونچي دیوارین—اور دیوارون پر ہندوانی وضع کے برج ہین—ان پہاڑیون کي کہنچ و پیچ جگہون مین جانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے جو مشرقی جانب کي گہاٹي مین نہایت مضبوط بنا ہوا ہے—بیجانگر کي سلطنت کے بانیون کے پاس ایک مشہور عالم تہا مادہو نامی جو ودہیارن کے لقب سے مشہور تہا—جس کے معنے علم کے بیابان کے ہوتے ہین—ڈاکٹر برنل کے قول کے مطابق وہ سنکر اچاریا کا جو سایانا کے نام کے بعد ونکا مفسر ہوگیا ہے—گما ہوا جانے مین تہا—بیجانگر پہلے اسکے نام سے مرسوم تہا—

لیکن بعد مین اسکا نام بیجانگر ہوگیا—جسکے معنی فتح کي جگہ کے ہین—اس جدید سلطنت کے وقوع مین آنے کے بعد وہان کے راجاؤن اور بہمنی بادشاہون کے درمیان کبھی صلح و آشتی ہوتی رہی اور کبھی لڑائی جہگڑا—بیجانگر کے راجاؤن کي سلطنت کے عین عروج کے زمانہ مین (سنہ ۱۵٦۰) انکا پائے تخت نہایت وسیع تہا لیکن اسکے بعد سنہ ۱۵٦۵ مین دکہن کے اسلامی بادشاہون نے باہم متفق و متحد ہو کے اس سے سخت جنگ کي تو راجہ منہزم ہوگیا اور سخت خونریز و عصب جنگ کے بعد بیجانگر و اناگنڈی دونون تباہ و تاراج ہوگئے—

خادم بفرمان جی

قیصر فریڈرک نامي کے بیان سے جو ذیل مین درج ہے بیجانگر کي حالت بعد از جنگ کے یون پائی جاتي ہے—

مین نے بہت سے بادشاہون کے محل دیکہے لیکن یہہ بیجانگر راجاؤن کے شاہي محل کا ثاني نظر سے نہین گذرا—اس محل کے نو دروازے ہین—ایک کے بعد ایک پانچ دروازون پر افسرون اور سپاہیون کا پہرا رہتا ہے—اور چار دروازون پر خانسامون کا اور ان سے گذرنے کے بعد آخر مین راجہ کا محل آتا ہے—اس شہر کا گہیراو چوبیس میل کا ہے جس مین بہت سے ٹیلے بہي آگئے ہین—عام مکانات کي دیوارین مٹي کي ہین—لیکن تین محل اور تمام مندر بہترین سنگ مرمر کے ہین—

کرنل میڈوز ٹیلر جنہون نے سنہ ۱۸۵۹ مین بیجانگر دیکہا تہا اسکي نسبت یون بیان کرتے ہین—

صبح کے ناشتے کے بعد مین میانہ مین سوار ہو کے شہر کے مغربي حصہ کي سیر کو گیا—وہان مین نے دیکہا کہ جنوب کي پہاڑیون سے اسکي حد بندی ہوگئي ہے—اور وہ شہر کي حفاظت کے لئے گویا مضبوط فصیلین ہوگئي ہین—انکے بیچ مین صرف ایک ہی درہ اور رامائن ملے پہاڑون کي شاخ ہے یہ وہی درہ ہے کہ جس مین سے سنہ ۱۲۷۸ مین بہمنی بادشاہ مجاہد شاہ

ہنومان — وزیا نگر

مندر — آنا گندی

مندر شاہي محل

مندر — ہنومانا نچي

مندر — وزیا نگر
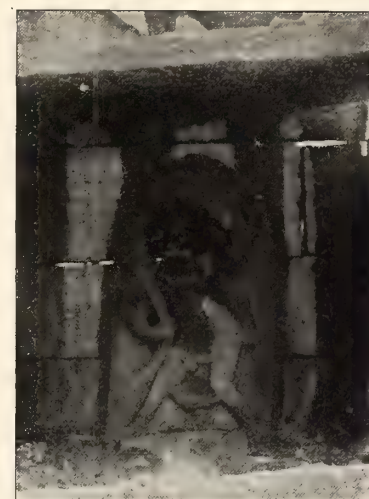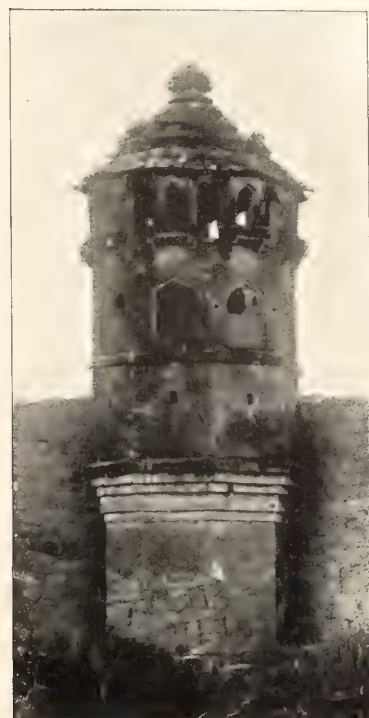
گہس آیا تہا—اور شہر پر فتح پانے کي بہت سي کوشش کي تہي—چنانچہ اس نے اپنے ایک سپہ سالار کو شہر کي مغرب مین ایک بلندی پرجو فتح کي کنجی تہي قابض ہونے کا حکم دیا تہا—لیکن اس نے غفلت کي—اور بادشاہ بجز ایک فصیل کو جہان ہنومان کي ایک بہت بڑی مورتی پتہر کي ایک چٹان مین کہدی ہوئی ہے عبور کرنے کے اور کچہہ نکرسکا—راجہ کي خوابگاہ کے محل کي وضع اسلامي اور گاتہک ہے جسکے اوپر کے کمرے نہایت خوش وضع ہین—اگر وہان سے چمگادڑون اور ابابیلون کو نکال دیا جائے تو وہ رہنے کے قابل ہین اس کے بلند برج سے جو گاتہک خیمہ کے اوپر بنا ہوا ہے شہر کا عمدہ منظر دکہلائی دیتا ہے—اس کا ہاتہی خانہ اور خزانہ ابتک اچہی حالت مین ہین—راجہ کے محل کے کہنڈر اور اس کے وسیع صحن معہ بہت سے عمدہ مقامات کے نہایت دلچسپ ہین چہت کے نیچے چٹانون سے تراشے ہوئے اونچے اونچے پتہر کے ستون ہین جنمین سے بعضون کي شکل اوپر کو گہوڑون اور شیرون کي سی ہے اور گہوڑون کي پشت پر عورتون کي تصریرین ہین اور بعضون کے اطراف دبلی پتلی تصویرون کي نہایت دلکش قطارین ہین—محل کے اندر کا ہرایک حصہ خوشنما نقش و نگار سے بہرا ہوا ہے اور بعض نقوش مثل آئینہ کے چمک رہے ہین—اوس کے تہ خانہ کے باہر بہی جہان ہاتہیون کي قطار ہے—بہت سے مختلف نقوش ہین اور انکے باہر نکلے ہوئے کنگرون کا جہکاؤ نہایت عمدہ ہے—غرض اس کے کل حصون سے ایک ایسی خوبصورتی ظاہر ہوتی ہے جو کہین کسی ہندوانی عمارت مین نہین دیکہی گئی—جس زمانہ مین کہ ٹیپو سلطان نے بیجانگر پر چڑہائی کي تہی تو چاہا تہا کہ سرنگ سے اوسکی چہت کو اڑا دیوے لیکن وہ ایسی مظبوط تہی کہ سوائی ایک سوراخ کے اوسکو اور کچہہ نقصان نہ پہونچا—آخر ٹیپو نے پشیمان ہو کے کہا کہ مجہکو خواب ہوا ہے کہ اس مقدس مندر کو نہ اوڑاؤن—غرض جس دیوتا کو یہ وقف کیا گیا ہے وہ وٹہل ہے یا کرشنا—راجہ کے آبا و اجداد مین سے ایک نے چاہا تہا کہ پدنا پور سے بڑي مورت کو لا کے یہان رکہے—کیونکہ اسکے لئے یہ نہایت مناسب مقام تہا—لیکن دیوتا نے قبول نہین کیا—اس لئے یہ مقام بالکل سنکلاپ کردیا گیا—مندر کے وسط کے قریب مجہکو ایک بڑی اور خوبصورت گاڑی نظر آئی جیسے تہوارون مین استعمال کي جاتی ہے اور یہ گاڑی بہی پتہر ہی کي ہے اوس کے پہئے ایسے عمدہ تراشے ہوے ہین کہ ذراسا ڈہکیلنے سے پہرنے لگتی ہین—ماتن پروت پر سے جو ایک بڑی چٹان ہے اور جس مین سیڑہیان کہدي ہوین ہین—مین نے اطراف و جوانب کا ایک نہایت عمدہ منظر دیکہا—وہان سے تمام شہر کي وسعت صاف نظر آتی ہے مثلاً تمام خوشنما مندر—مکانون کي قطارین—چوطرف کي پہاڑیان—دریا کا راستہ جو پہاٹک کے اوپر اور نیچے ہے

اور نیلے راما ملّلے کے پہاڑ جو جنوب مین پہیلے ہوئے ہین—وغیرہ وغیرہ راجہ نے مجہے مجاہد شاہ کي لڑائی کا میدان—اور کملاپور کا تالاب دکہلایا یہ منظر ایسا خوشنما تہا کہ کبہی فراموش نہین ہوسکتا—

اس نامور خاندان کا ایک وارث جیسے اوپر بیان کیا گیا اب تک اناگنڈی مین رہتا ہے اور اسکو بہی راجہ کا خطاب دیا گیا ہے—

دریائے مذکور سے عبور کرنے کے لئے بڑے بڑے ٹوکرے ہین جن پر چمڑا منڈہا ہوا ہے—دریا کے بیچ مین ایک پتہر کي چٹان ہے جس پر کرشنا دیو راجا کي قبر ہے—جو سنہ ۱۵۳۰ مین مرا تہا—اور دریا کے نشیب مین کوئی آدہے میل پر ویسے ہی دوسرے دو مقبرے ہین اور اناگنڈی کے فرودگاہ کے قریب ایک مندر ہے جس کے دروازے کوئی سترہ برس کے آگے مدراس کے عجائب خانہ کو بہیجدئے گئے اس فرودگاہ سے نصف میل پر موجودہ پادشاہ کا محل ہے—بالفعل اناگنڈی کا شہر ایک چہوٹا سا ہے جس مین ۱۵۰۰ کي آبادي ہے—یہان سے دو میل کے فاصلہ پر ایک اونچی پہاڑی پر ہنومان کا مذکورۂ بالا مندر ہے جو ایک فیٹ اونچی چٹان مین کہودا گیا ہے—اس کا رنگ لال ہے لیکن اس کے کسیقدر حصہ پر روپہلی ورق چڑہے ہوے ہین—اس مندر کے اخراجات راجا کے ذمہ ہی—

بیجانگر کي وسعت اور اسکے شان و شوکت کي نسبت عبدالرزاق اپنی تاریخ مطلع السعدی مین یون بیان کرتا ہے—(ایلیٹ اور ڈاوسن کي تاریخ جلد ۴ صفحہ ۸۹) بیجانگر کے شہر کا ثاني نہ دنیا مین کسی نے آنکہون سے دیکہا ہے اور نہ کانون سے سنا ہے—اوسکے اطراف سات فصیلین ہین جو ایک کے اندر ایک بنی ہوی ہے—پہلی یعنے باہر کي فصیل کے اطراف مین ایک میدان ہے پچاس گز چوڑا جس مین کوئی چہہ چہہ سات سات فیٹ لمبے پتہر نصب کئے ہوئے ہین جنکا آدہا حصہ اوپر ہے اور آدہا حصہ زمین مین گڑا ہوا—ان پتہرون کي وجہ سے نہ کوئی پیدل فوج فصیل مین داخل ہوسکتی ہے اور نہ سوارون کے رسالے—ساتوین فصیل جو سبہون کے بیچ مین اور شہر کے اطراف ہے اوسکی زمین ہرات کے بازار سے دس حصہ زیادہ ہے—اور اس مین راجہ کا محل ہے—باہر کي فصیل کے شمالی دروازے سے جنوبی دروازے تک دو فرسنگ کا فاصلہ ہے اور اتناہی فاصلہ مشرقی اور مغربی دروازون کے درمیان ہے پہلی دوسری اور تیسری فصیل کے درمیان اناج کے کہیت، باغات اور مکانات وغیرہ ہین—اور تیسري سے ساتوین فصیل تک نہایت کثرت سے دوکانین اور بازار ایک دوسرے سے بالکل ملے ہوئے ہین—راجہ کے محل کے سامنے ایک دوسرے کے مقابلہ مین چار بازار ہین اور ہر ایک بازار کے اوپر ایک اونچا اور چہجہ دار راستہ اور ایک عظیم الشان کٹہرا ہے لیکن
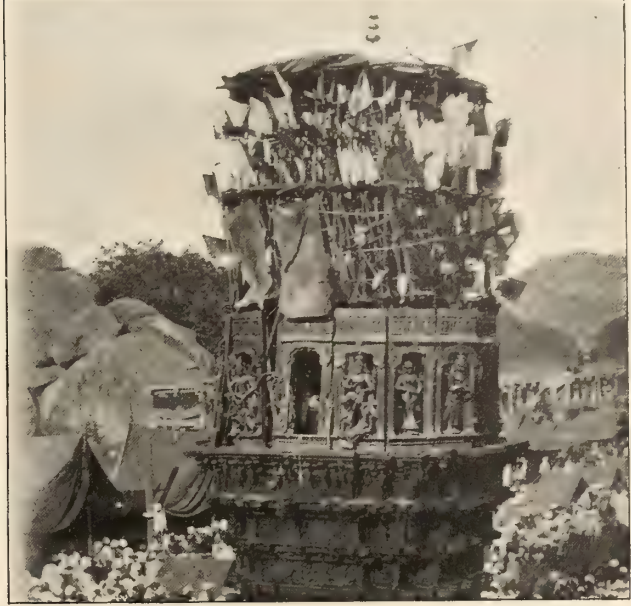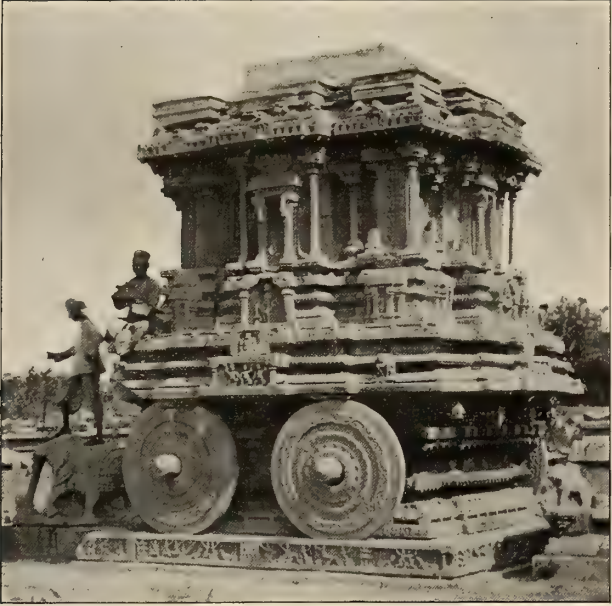
شہر کا رتھ — ہمپی
پنپاپتی مندر
نظارۂ دریا

بٹھہ کی مندر کی گاڑی — ہمپی
مستورات کے لئے حمام
چٹائی کے بنے ہوے کشتیان

قلعہ - نیپال

انکی بلندی راجہ کے محل سے کم ہے۔بازار ایسے لمبے اور چوڑے ہیں کہ پھولوں کے بیچنے والے اگرچہ انکے دوکانوں کے سامنے اونچی چوکیاں ہیں لیکن باوجود اسکے وہ دونوں طرف سے فروخت کرسکتے ہیں۔اس شہر میں تازے اور خوشبودار پھولوں کی بہت افراط ہے اور انکا استعمال بھی بہت ہوتا ہے۔کیونکہ یہاں کے لوگ بغیر اسکے رہ نہیں سکتے۔ہر ایک جنس کے سوداگروں کی دوکانیں پاس پاس ہیں۔اور جوہری یاقوت موتی۔ہیرے اور زمرد آشکارا بازار میں بیچتے ہیں۔راجہ کے محل کے اطراف بہت سی پتھر کی نہریں اور نالے ہیں جن میں نہایت صاف و شفاف پانی جاری ہے اس محل کے داہنی طرف ایک بڑا دیوان خانہ ہے جہاں وزیر اعظم کی کچہری ہے۔اسکی شکل چہل ستون کی سی ہے اوسکے صدر کے رخ پر ایک اونچا کٹہرا ہے کوئی سات فیٹ اونچا۔جسکی لمبائی ۳۰ گز کی اور چوڑائی چہہ گز کی ہے اس کٹہرے میں دفتر رکھے جاتے ہیں اور متصدی لوگ لکھتے بیٹھتے ہیں۔ان لوگوں کی تحریر دو قسم کی ہے۔ایک ناریل کے پتوں پر جو دو گز لمبے اور دو انگل چوڑے ہوتے ہیں اس پر وہ لوہے کے نوکدار قلم سے لکھتے ہیں۔جن میں کسی قسم کا رنگ نہیں ہوتا۔اور یہ تحریر زیادہ پائدار نہیں ہوتی۔لیکن دوسری قسم کی تحریر دیرپا ہوتی ہے اور اسکی ترکیب یہ ہے کہ پہلے ایک سفید سطح کو کالا کرتے ہیں اور پھر اس پر ایک قسم کے نرم پتھر سے جو مثل قلم کے تراشا ہوا

پرانی دیوار۔قلعہ نیپال

دروازہ — شہر کُپّال

ہوتا ہے لکھتے ہین اسلئے اسکے حرف سفید ہوتے ہین اور صفحہ سیاہ۔اِس تحریر کي وہ زیادہ قدر کرتے ہین۔اسکے ستون دار دیوان خانہ کے بیچ مین ایک اونچی نشست گاہ ہے اور اس پر ایک خواجہ سرا جسکو دمامک کہتے ہین بیٹھکر عدل و انصاف اور انتظام سلطنت کرتا ہے۔اس نشست گاہ کے نیاچے دونون طرف چوبدار صف بستہ کہڑے ہوتے ہین جب کوئی فریادي آتا ہے تو وہ چوبدارونکي صفون مین سے آگے بڑھتا ہے۔اور زمین خدمت کو بوسہ دیکے پہنے نذر گذرانتا ہے اور پہر اپني فریاد پیش کرتا ہے اسکے بعد دمامک اس ملک کے عدل و انصاف کے قوانین کے مطابق احکام جاری کرتا ہے۔دوسرے کسیکو اعتراض کي مجال نہین ہوتی۔جب دمامک کچہری سے اٹھکر جاتا ہے تو چہہ اقسام کے رنگ کے چہاتے اوسپر کہلتے ہین۔اور تُرہیان بجنی شروع ہوتي ہین۔راستہ مین لوگ دونون طرف اوسکے لئے دعاے دولت و اقبال کرتے رہتے ہین۔پیشتر راجہ کي خدمت مین حاضر ہونے کے اوسکو سات دروازون مین سے عبور کرنا ہوتا ہے جہان سرکاری

قلعۂ بہادر بندر

شہرپناہ کا دروازہ۔کہپال
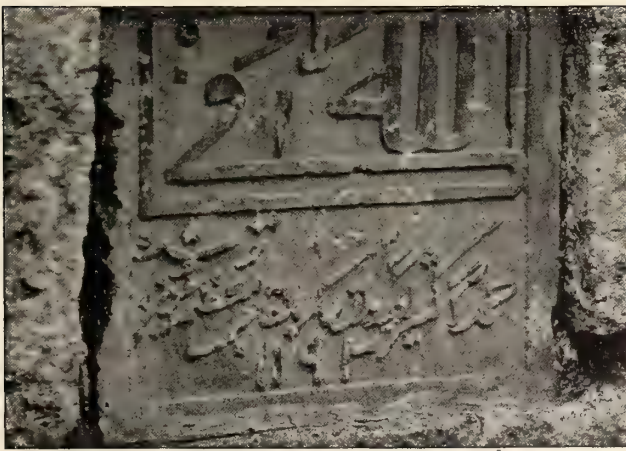
کتبہ قریب دروازہ۔کہپال

ملازم بیٹھے رہتے ہین-ایک ایک دروازے پر سے ایک ایک چپاتا بند اور جدا ہوتا جاتا هے-جب وه ساتوین دروازے مین داخل ہوتا هے تو کوئی چپاتا اوسکے اوپر نہین ہوتا-محل مین جاکے راجہ کو وه معاملات کي خبر دیتا هے اور پہر کسیقدر عرصہ کے بعد اپنے مکان کو جو راجہ کے محل کے پیچھے هے چلا جاتا هے-شاہی محل کے بائین طرف کو ٹکسال هے جس مین تین قسم کے سونے کے سکے ڈھالے جاتے ہین-جس مین دوسری دہات بہی مخلوط ہوتی هے-ایک سکہ کا نام ویراہا هے-اوس کا وزن ایک مثقال جو کوپا کے دو دینار کے برابر هے-دوسرے سکہ کا نام پرتاب هے جو اوسکی آدہی قیمت کا هے-تیسرے کا نام فنام هے-جو پرتاب کا دسوان حصہ هے-ان تینون مین احیر کا سکہ زیادہ مروج هے اور علاوہ انکے ایک چاندی کا سکہ ہوتا هے-جو فنام کي چھٹہی قیمت کا هے-اوسکو تار کہتے ہین-اسکا بہی بڑا رواج هے-تار کا تیسرا حصہ تانبے کا سکہ هے جسکا نام جیتل هے-اس ملک کا قاعده هے کہ ہر شاخص مقرري وقت پر تمام قلمرو مین زر محصول ٹکسال کو لیجاتا هے جو اسپر واجب الادا ہوتا هے-اور جسکا وه مقروض ہوتا هے اسکو خزانہ سے ہر چار مہینون کو روپیہ دیا جاتا هے-یہان کسیکو جاگیرات وغیره نہین اس ملک کي آبادی کا بیان آساني سے نہین ہوسکتا-یہان شاہی خزانہ مین کوٹھریان ہین اور کوٹھریون مین گڑھے-جو سونے اور جواہرات سے مملو ہین-اس ملک کے تمام باشندے کیا اعلیٰ اور کیا ادنیٰ حتیٰ کہ بازاریون تک کانون مین سونے کي بالیان-گلے مین ہار اور بازوون-کلائیون اور انگلیون مین سونے کے زیورات پہنتے ہین-

ایڈورڈ باربروسا جسنے سولہوین صدی کے آغاز مین ہندوستان کي سیاحت کي تہی-بیجانگر کي تجارت و دولت کو دیکھکے متحیر ہوگیا تہا-وه بیان کرتا هے کہ یہ ایک نہایت آباد ملک هے-یعنی الماس-پیگو کے یاقوت-چین اور سکندریہ کا ریشمی کپڑا-کافور-مشک-فلفل سیاه اور ملابار کے صندل کي یہان بہت بڑی تجارت ہوتی هے-

—⁂—

کپال

کپال ضلع رایچور مین سدہرن مراٹھا ریلوے پر بلاری سے مغرب مین ستاون میل پر ایک قدیم پہاڑی قلعہ اور ایک قصبہ ہے جسکی آبادی ۵۵۰۰ کی ہے ریلوے اسٹیشن سے ایک میل کے فاصلہ پر شہر ہے اوسکے پانچ پہاٹک ہین جن مین سے ایک پہاٹک بڑا اور کماندار ہے اس مین جدا جدا دو قلعے ہین ایک بلندي پر اور دوسرا نیچے-بلندی کا قلعہ ایک اونچي پہاڑی پر ہے جسکي وسعت کئي مربع میلون کي ہے-یہ قلعہ شہر سے کوئی چار سو فیٹ اونچا ہے کسی زمانہ مین یہ نہایت مضبوط تہا-اوسکے شمال و مشرق مین ایک کہائي ہے اور مغرب مین ایک پہاڑی ہے جسکي شکل عمودی ہے-اوسکے دامن مین ایک بڑا تالاب ہے جس سے تمام لوگ پاني پیتے ہین-اس قلعہ کو صرف ایک ہي سیڑہی ہے جو پہاڑیون مین کہیں و بیچ کٹی ہوئی ہے جو سیڑہی سب سے اوپر ہے وه ایک خطرناک اور کہوکلي چٹان پر ہے جس مین باروت بہری جاتی ہے-یہان پانچ کنوین ہین دو نیچے کے قلعہ مین اور تین اوپر کے قلعہ مین انمین سے ایک کے نزدیک سپاہیون کے برآکس ہین جو پاني کي حفاظت پر مامور تہے اس قلعہ پر جو توپین چڑہی ہین انکا حساب غیر ممکن ہے ابتک اوپر کي فصیل پر بہت سی قدیم توپین ہین اس قلعہ پر سنہ ۱۷۸٦ مین ٹیپو سلطان نے قبضہ کرلیا تہا-اور سنہ ۱۷۹۰ مین انگریزی اور نظام کي فوجون نے چھہ مہینے تک اسکا محاصره کیا تہا-اور آخر کو بہت سی جانین ضایع ہونے کے بعد وه مفتوح ہوا اور اوسکے دوسرے روز بہادر بندر نامي دوسرا قلعہ جو ایک بلند پہاڑی پر کوئی دو میل شمال مین واقع ہے مفتوح ہوگیا-اوسکے دوسرے سال یہ دونون قلعے نظام حیدرآباد کو دیدئے گئے-اوپر کا قلعہ نہایت قدیم گمان کیا جاتا ہے لیکن نیچے کا قلعہ حال ہی مین تعمیر ہوا هے اور جسکی مرمت ٹیپو سلطان کے فرنچ انجینیرون نے کي ہے-سنہ ۱۸۵۷ مین کپال پر ایک باغی برہمن بھین راو جسنے شوراپور کے نوجوان راجہ کو غدر مین انگریزونکے مقابلے پر ابھارا تہا-قابض ہوگیا تہا-لیکن جب اس نے دیکھا کہ وه قلعہ کي حفاظت نہین کرسکتا تو معہ ہمراہیون کے نیچے اوترنے لگا اور سب کے سب وہین پر قتل کردئے گئے-اور دوسرے لوگون نے بوجہ فاقہ کشی کے اطاعت قبول کرلی-

کپال سالار جنگ کے خاندان کي جاگیر ہے-جو سرسالار جنگ اول کو اوس جاگیر کے عوض دیا گیا جو برار کے ملک امانی مین واقع تہی-

———

مدگل

مدگل لنگ سوگر کے ضلع مین ایک پہاڑی قلعہ ہے-خاص شہر سے جنوب و مغرب مین دس میل کے فاصلہ پر-اور اناگنڈی سے کوئی پچاس میل پر-یہان کي آبادي ۳۵۰۰ کي هے یہ عین پہاڑون کے بیچ مین ہے اور شمالی حد پر بہت سی بڑی چٹانون کے اوپر بنا ہوا ہے-اسکی طولاني شمال سے جنوب تک ساڑھے چار فرلانگ اور مشرق سے مغرب تک ساڑھے تین فرلانگ هے-اوسکا شمالی حصہ میدان مین هے-لیکن جنوبی حصہ چڑھتے چڑھتے ایک بہت اونچی پہاڑی پر پہونچا ہے-اوس کي پتھر کي فصیلون کي دو قطارین ہین اوس کي خندق دو سو سے تین سو فیٹ تک چوڑی ہے-اگرچہ اسمین حال مین بہت کچھ تبدیلیان ہوگئي ہین-

لیکن باوجود اسنے قدیم واقع کے ابتک آثار باقی ہین۔اسپر بوجہ افراط سے ہین اور نہایت مضبوط۔اس قلعہ مین جو حصہ حال مین اضافہ کیا گیا وہ یہ ہے کہ بڑے بڑے مشبک پتہر اوسکی فصیلون کے اوپر چڑہائے گئے ہین قلعہ کا اندرونی حصہ تقریباً منہدم ہوگیا ہے۔لیکن باہر کا حصہ معتدل حالت مین ہے۔چٹان کی چوٹی پر ایک خوبصورت تفریح طبع کا مکان ہے دوسری چٹان پر ایک بڑی توپ چڑہائی گئی ہے۔سنہ ۱۲۴۹ ۵۰ مین مڈگل یادارہ راجاؤن کے ایک گورنر کا دارالریاست تہا لیکن بعد مین ورنگل کے راجاؤن کے قبضہ مین آگیا اور ان سے چودہوین صدی کے آغاز مین مسلمان پادشاہون نے چہین لیا۔جب محمد تغلق کے دکہن کے گورنرون نے بغاوت کی اور گلبرگہ مین بہمنی سلطنت قایم ہوئی تو مڈگل اس جدید سلطنت کے سرحدی قلعون مین شامل ہوگیا۔لیکن سنہ ۱۲۷۳ مین بیجانگر کے راجہ نے وہان کی بہمنی فوج متعینہ کو کاٹ کے اوسپر قبضہ کرلیا تہا۔پہر محمد شاہ نے اسکو خوب سزا دی۔اور ایک لشکر مڈگل کو بہیجکے راجہ کو وہان سے بہگا کے اوسکی چاروں فوجون کو شکست و نابود کردیا۔بعد انقراض بہمنی سلطنت کے بیجاپور کے بادشاہ اسپر متصرف رہے لیکن جب اورنگ زیب نے بیجاپور پر فتح پائی تو وہ اسکے قبضہ مین آگیا۔بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے اسکے بروج کے حصہ کرکے اپنے افسرون کے نام سے موسوم کردیا۔یہان ایک چہوٹی سی رومن کیتہولک کی نوآبادی ہے جسکو اصل مین سمنت ژیویر کے ایک معتقد پادری نے جو گوا سے آیا تہا بسایا تہا۔اوسکے لئے بیجاپور کے اکثر پادشاہون نے اوقاف مقرر کردئے تہے جنکی آمدنی ابتک انکے قبضہ مین ہے۔تاریخ مین مڈگل کا نام ایک سنار کی لڑکی کے ساتھہ مذکور ہے جو وہان رہتی تہی۔اور جسکے لئے ایک بڑی جنگ ہوی۔لیکن بعد مین گلبرگہ کے فیروز شاہ کے فرزند حسن خان کے ساتہہ سنہ ۱۴۰۶ مین اسکی شادی ہوگئی۔

شوراپور

شوراپور لنگ سرگر کے ضلع مین ایک شہر ہے رایچور سے شمال و مغرب مین اٹہتیس میل پر اور یادگیری سے جی-آئی-پی-ر سے بانمیس میل۔یہ شہر سنہ ۱۸۶۰ تک بیدر کی چہوٹی سی ریاست کا پایہ تخت تہا جہان کا راجہ نظام کا باج گزار تہا۔یہ ریاست تیرہوین صدی مین بیدر راؤن کے ایک سردار نے قایم کی تہی اس خاندان کی اولاد میسور اور جنوبی مرہٹا کے ملک مین کثرت سے پائی جاتی ہے۔یہ سردار جو نایکون کے نام سے مشہور ہین اصل مین لٹیرے تہے لیکن بعد مین انہین بہت بڑا اقتدار حاصل ہوگیا۔اور انکی جماعتین بیجاپور اور گولکنڈے کے بادشاہون کے پاس ملازم ہوگئین۔انہون نے اورنگ زیب کے ساتہہ جنگ کرنے مین مرہٹون کو مدد دی۔اور سنہ ۱۷۰۴ مین اورنگ زیب کو ایسا تنگ کیا کہ وہ خود ایک فوج لیکے انکی سرکوبی کے لئے آن پہونچا۔اور انہین وہان سے نکل کے شوراپور جانے پر مجبور کردیا۔نایکون کی اولاد نے نظام اول کی اطاعت قبول کرلی لیکن انکی ریاست پر اسقدر

واڑی کے قریب یادگیری قلعہ

روپیہ باقي تھا کہ جسکے عوض انہین سنہ ۴۲-۱۸۴۱ مین دریاے کرشنا کے جنوب مین ایک حصہ نظام کے حوالہ کرنا پڑا- اور اسوقت پر ایک انگریزي افسر اس ریاست کي نسبت رپورٹ کرنے کے لئیے مقرر ہوا-اوسکے بعد سنہ ۱۸۴۴ مین اوسکي جگہ کپتان میڈوز ٹیلر جو بعد مین کرنل ہوے مقرر کئے گئے جو بوجہ راجہ کي کم سني کے سنہ ۱۸۵۳ تک حکومت کرتے رہے سنہ مذکور مین جب راجہ عمر کو پہنچکر مسند نشین ہوا تو کپتان میڈوز ٹیلر عہدے سے علیحدہ ہوگئے-

سنہ ۱۸۵۸ مین مذکور راجہ انگریزون کے برخلاف ایک سازش مین شریک پایا گیا اگرچہ بہت کوشش کي گئي کہ اسکو اس حرکت سے باز رکھے لیکن اس نے مانا نہین چنانچہ اسکی فہمایش کے لئے کپتان کیمبل مامور ہوے- جب وہ وہان گئے تو اوسکے ساتھیون نے انہین قتل کي دہمکیان دین اور اسیوقت کنٹنجنٹ فوجکا ایک دستہ ان کي حفاظت کے لئے روانہ کیا گیا- راجہ کے ہمقرمون نے معہ چند عربون اور روہیلون کے اس دستہ پر حملہ کیا لیکن منہزم ہوگئے اس عرصہ مین راجہ بھاگ کے حیدرآباد چلا آیا اور وہان بعد مین گرفتار ہوگیا اوسکی تحقیقات کے لئے سکندرآباد مین ایک فوجی کمیشن مقرر ہوی اور بعد ثبوت جرم بغاوت کے اوسکو پھانسی کاحکم دیاگیا- لیکن پھر اوس حکم کو بدل کے پانچ برس کي سزاے قید دی گئی- جب وہ ویلور کے قلعہ واقع مدراس پریسیڈنسي کو لیجایا جاتا تھا تو اسنے راستہ مین خودکشی کرلی--

سنہ ۱۸۶۰ کے انگریزی عہد نامہ کے مطابق ریاست شوراپور نظام کے حوالہ کردیگئی اور ابتک وہ انہین کے ماتحت ہے-

کرنل میڈوز ٹیلر دوسرے مرتبہ شوراپور روانہ کئے گئے جب وہ وہان پہونچے تو لوگون نے نہایت گرمجوشي سے انکی آؤ بھگت کي- جس زمانہ مین وہ ریاست کے انتظام پر مامور تھے اسکی ترقی نہایت عمدہ اورآمدني دگني ہوگئی تھی- جب وہ ریاست نظام کے حوالہ ہوی تو وہان کے لوگون کو کرنل موصوف کے چلے جانے سے سخت رنج ہوا انکی رخصت کے وقت تمام سرداران بیدر اپنے ملازمون اور اہل و عیال کے ساتھہ زار زار روتے تھے اور پکارتے تھے کہ ہماری عورتین صبح کو چکی پیستے وقت تمہاري تعریف کے گیت گائینگی اوررات کو تمہارا نام لیکے چراغ روشن کرینگے- خدا کرے کہ پھر تم ہمارے پاس واپس چلے آؤ اور ہمپر حکومت کرو غرض کئي سال کے بعد جب وہ انگلنڈ سے واپس آئے تو ان مین سے اکثر لوگ چلتے ہوے- شوراپور سے حیدرآباد کو انکي ملاقات کے لئے گئے-

کرنل میڈوز ٹیلر شوراپور کے مغربی سرحد پر دریاے کرشنا کے گرنے کا حال یون بیان کرتے ہین کہ دریائے کرشنا دکہن کي اونچي زمین کو چھوڑکر ۴۰۸ فیٹ کے نشیب مین تقریباً تین میل شوراپور کے نشیبی سطح پر کسیقدر مڑکے اس زور سے گرتا ہے کہ اسکي آوازعلی الخصوص سیلاب کے وقت کوئی تیس میل تک سنائی دیتی ہے اوسکی پھنگیان جن مین قوس قزح نظر آتی ہین ہوائین ایسی اونچی اوڑتی رہتی ہین کہ انسان دیکھکے متحیر ہوجاتا ہے- جس مقام پر اس کا پاني گرتا ہے وہان ایک عمیق نالا ہے جس مین گرداب پیدا ہوکر اوسکي موجین چوطرف پھیل جاتي ہین اور ایک دوسرے سے ٹکرا کر بہت بلندی تک کف اوچھالتي ہین-

---

چنداپور

چنداپور ہ ڈگل سے شمال و مغرب مین تیرہ میل پر ایک قصبہ ہے مدور شکل کا- جس کے قریب تالیکوٹ مین سنہ ۱۵۶۵ مین دکہن کے چار اسلامي بادشاہون اور بیجانگر کے راجہ راما راے کے درمیان ایک مشہور لڑائی ہوئی تھی- ہندوؤن نے کاکشنگی اور تنگڈل مین چنداپور کے پاس جہان کشنا پایاب ہے بہت مضبوط قلعے بنائے تھے جن کے آثار ابتک باقی ہین جب مسلمانون کي فوجین سلطان پور مین جو چنداپور کے مقابلہ مین ایک قصبہ ہے نظر آئین تو ہندوؤن نے خیال کیا کہ شاید وہ دریا کو عبور کرکے اس پار چلے آنیکي کوشش کرینگی اسلئے وہ اپنی فوج کا بڑا حصہ اوسکے قریب لیگئے- اور دوسرے پایابون پر تھوڑی تھوڑی سي فوجین تعینات کردین- لیکن مسلمانون نے ثاني الذکر مقامون سے رات کو عبور کرکے یکایک انپر چھاپا مار کے انہین پسپا کردیا- اور پھر دونون مین ایک نہایت سخت اور خونریز جنگ ہوئی جس مین ہندوؤن کا سردار مارا گیا اور ان کي فوجین بالکل منہزم اور نابود ہوگئین-

---

نادرگ

قسمت گلبرگہ کے ضلع نلدرگ مین اسي نام کا ایک چھوٹا سا شہر ہے جس کي آبادي صرف ۴۰۰۰ کي ہے- لیکن اس ضلع کي آبادي ۶۵۰،۰۰۰ کي ہے- نلدرگ کا شہر شولاپور سے مشرق مین جو جي-آئی-پي لائن پر ایک اسٹیشن ہے پچیس میل پر واقع ہے- یہ ضلع انمین سے ایک ہے- جو نظام نے موافق عہد نامہ سنہ ۱۸۵۳ کے انگریزون کے حوالہ کئے تھے اور پھر سنہ ۱۸۶۰ مین انگریزون نے اس کو معہ رایچور کے نظام کو واپس دیدیا-

نلدرگ کا پہاڑی قلعہ نہایت مضبوط ہے اوسکي فصیلین بعض مقامات پر بیس فیٹ موٹي ہین- اور وہ ایک ایسی زمین پر بناہوا ہے جو دریاے بوری مین مثل ایک جزیرہ نما کے ہے- اس قلعہ کا حال کرنل میڈوز ٹیلرکي کتاب سے جسکا نام "دہي اسٹوری آف مائی لائف ہے" مختصراً ذیل مین درج کیا جاتا ہے- نلدرگ کا قلعہ ان تمام مقامون مین جو میری نظر سے گذرے نہایت دلچسپ اور ہموار ہے اور سیاہ چٹانون کے اس سطحہ کو جو دریاے بوری مین نکلا ہوا ہے احاطہ کئے ہوے- اسکی چوٹي کے اطراف سیاہ پتھر کي کُندرے ہین جنکي بلندي ۵۰ سے

۲۰۰ فیٹ تک هے۔اور اس چوتي کا کنارہ دریا سے کم و بیش دو سو فیٹ اونچا هے۔جو قلعہ کے دامن میں دونون طرف بہ رہاهے۔پہاڑي کے کنارے پر تین طرف فصیلین ہین اور فصیلون پر بروج۔اسکا گھیراؤ غالباً کوئي ڈیڑھہ میل کا ہوگا۔اوسکي تمام فصیلون اور بروج کي اچھي طرح سے مرمت کي گئي هے۔باہر سے یہ قلعہ صرف بڑا ہی نہین بلکہ نہایت خوبصورت معلوم ہوتا هے۔اِس سر زمین کي تاریخ مین نلدرگ ایک مشہور جگہ هے۔

چودہوین صدی مین مسلمانون کے حملہ کے پیشتر یہان ایک راجہ تھا جو چالوکین کي سلطنت کا خراج گذار تھا۔ یہ سلطنت ۲۵۰ سے ۱۲۰۰ عیسوی تک رہي هے اور اسکا پاے تخت کلیانا تھا جو یہان سے ۴۹ میل کے فاصلہ پر واقع هے۔لیکن مجھکو اوسکا تاریخی حال جو قابل اعتماد ہو نہین مل سکا۔بہمني سلطنت کے جو سنہ ۱۳۵۱ سے سنہ ۱۵۲۶ تک رہی هے مغربي قلعونمین جو سرحد پر واقع تھے نلدرگ کا قلعہ بھي شامل تھا۔گمان کیا جاتا هے کہ سلطنت مذکور نے ان قلعونکو جو پہلے مٹي سے بنے ہوے تھے پتھر کے بنوا دیئے۔اوسکے بعد سنہ ۱۴۸۹ مین جب بہمني سلطنت کے حصے بکھرے ہوگئے تو نلدرگ بیجاپور کے عادل شاہون کے حصہ مین آیا جنھون نے اسکو اور زیادہ مضبوط و مستحکم کردیا۔اس قلعہ پر ہمیشہ عادل شاہي اور نظام شاہي پادشاہون مین جھگڑا ہوتا رہا کیونکہ یہ قلعہ دونون سلطنتون کي سرحد کے درمیان واقع تھا اور باری باری سے دونون اسکا محاصرہ کرتے رہتے تھے چنانچہ اس کي جنوبي دیوار مین توپ کے گولون سے جو دڑاڑین بڑ گئی ہین اس کي پوري پوری تصدیق کرتی ہین لیکن انکی مرمت کردیگئی هے سنہ ۱۵۵۸ مین جب علی عادل شاہ کو نلدرگ آنے کا اتفاق ہوا تو اسنے اوسکے مغربي رخ کو توڑ کے از سرنو اوسکی تعمیر کي اور اسکے مغربی کنارے پر ایک بہت بڑی لشکر گاہ بنائی جو دوسرے بروج سے ۹۰ فیٹ اونچی تھی اور علاوہ اسکے دریاے بوري کے آرپار ایک پتھر کا پشتہ بنایا هے۔جو افراط سے پاني کو روک کے وہان کي گیریسن کے لئے ہمیشہ مہیا رکھتا تھا۔

قلعہ کے اندر ایک مسجد هے اور اسکی فصیل کے باہر دو۔اور وہان سے مغرب مین ڈیڑھہ میل پر کھنڈوبا کا ایک مندر هے جہان ہرسال جاترا ہوا کرتی هے اس مندر مین کوئي بت وت نہین۔لیکن جاترا کے موقع پر اندورا سے ہر سال ایک بت یہان لاتے ہین اور بڑی دہوم دہام سے چند روزتک وہان اسکو رکھتے ہین—

تلجا پور

تلجاپور نلدرگ سے شمال و مغرب مین کوئي اٹھارہ میل پراور شولاپور سے جو۔جی۔آئی۔پی۔لائن پر بمبئی سے ۲۸۳ میل پرهے شمال و مشرق مین کوئی پچیس میل کے فاصلہ پر واقع هے۔تلجاپور بالاگھاٹ کے کنارے پر حیدرآباد کي مغربی سرحد پرهے۔یہ بالاگھاٹ اس مقام کو کہتے ہین جہان سے دکھن کي اونچی زمین مغرب کي طرف جھکتی هے یہ مقام ہندو جاتریون مین مشہور و معروف هے اوروہ اسلیئے کہ یہان دیوتا بھواني نے اشورا یادیو مہیساکو مارڈالا تھا۔جو بھینسے کے شکل مین ظاہر ہواتھا۔چونکہ تلجا اس دیوتا کے جو شیواکا شریک تھا بہت سے نامون مین سے ایک نام هے اس لئے یہہ شہر اس نام سے موسوم کیا گیا۔یہان ایک مندر هے جس مین ایک چھوٹی سی سیاہ پتھر کي شفاف مورتی هے جوبعض برہمنون کو وادی مین ملی تھی۔اسکی نسبت خیال کیا گیا هے کہ خود تلجانے اپنی اس فتح کے یادگار مین جو اسکو وہان نصیب ہوی تھی اس مورتی کو اپني مہرباني سے وہان رکھدیا تھا اس مندرکا اندروني حصہ پست هے صرف ٦ فیٹ کا۔اور اسکے بڑے دالان مین سولہ ستون ہین اور اسکی پست دیوارمین جو بطور چلمن کے بنی ہوئی هے شمال وجنوب کے دروازون کے پاس بہت سے چھوٹے ستون ہین۔مغرب مین تلجا کا بت رکھا ہوا هے۔اورمشرق مین اسکے خاوند شبوا کا۔ اس مندرمین دواونچے مربع برج ہین۔جن مین جاتراؤن مین چراغ سلگائے جاتے ہین۔اس مندرکے اطراف ایک دیوارهے جس مین مشرقی رخ پر اوسکا دروازہ اور سیڑھیان ہین۔اوسکے اندر کے مکانات طرح طرح کي وضع کے ہین جو متفرق زمانون مین بنے ہین۔لیکن انمین کوئي ایسا نہین جو سولہوین صدی کے اخیر کا سراغ دیتاہو اور اکثر چیزین اس زمانہ سے زیادہ کي ہوی یا نئی بنائي ہوی ہین—

دہارا سینوا

دہاراسینوا تلجاپورسے شمال مین کوئی بارہ میل پر عین بالاگھاٹ کے کنارے پرسطح دریا سے ۲۰۰۰ فیٹ اونچا هے۔شہر سے شمال و مشرق مین دو میل کے فاصلہ پربہت سے پہاڑی غار ہین جو ایک نرم چٹان مین آساني سے گھسی جاتے ہین۔بالکل ناہمواری کے ساتھہ کھودے ہوے ہین۔ چٹان کي بربادی کي وجہ سے غار بھی خراب ہوگئے ہین۔یہ غارکل سات ہین جن مین چار ایک نالے مین شمالی جانب مین واقع ہین اور تین جنوبی جانب مین۔پہلے اول الذکر تین غار جین لوگون کے ہین اور ثاني الذکر غالباً وشنو کے۔شمال مین پہلا غار جو مغرب کے کنارے پربنا ہوا هے ناتمام اورقابل ذکرنہین هے لیکن دوسرے ایک بڑے غارکا جو مشرق مین چند فاصلہ پرکوئي دس فیٹ کي بلندی پرواقع هے البتہ بیان ضروری هے۔اس غارکا صدرکا تمام رخ بجز ایک چھوٹے سے حصہ کے منہدم ہوگیا هے اور دروازہ بالکل پٹا ہوا۔اسکے سامنے ایک برآمدہ هے ۷۸ فیٹ لمبا اور۱۰ فیٹ چوڑا اور اسکے اندر کا دالان بالکل مربع نہین هے۔کیونکہ اسکے پیچھے کا حصہ ۸۵ فیٹ کا اور سامنے کا حصہ ۷۹ فیٹ کا اور اوسکا عمق ۸۰

فیٹ کا ھے—اس دالان مین ۳۲ ستون ہین چارون طرف برابر لگے ہوے—بازو کي ہرایک دیوار مین آٹھہ آٹھہ کمرے ہین ہرایک کوئی ۹ فیٹ مربع—اس کے بیچمین پیاچھے کي طرف تین تین کمرے ہین اور انمین سے ایک مین جو معبد کے بائین طرف ھے—ایک مورتی ہری نارائین کي ہے—جو اب پوجی جاتی ہے—اور دوسرے کمرے مین جو معبد سے ملا ہوا ہے—ایک ننگے جینکی مورتی ھے—یہ مورتی زانو سے چھہ فیٹ اونچی اور اوس کے دونون زانؤن مین چھہ فیٹ کا فاصلہ—اسکا معبد ۱۹ فیٹ ۳ انچہ چوڑا اور پندرہ فیٹ لمبا ہے—اور سطح سے ۱۳ فیٹ بلند—اوس مین ایک کالي مورتي پر سواناتھہ کي جو تیئیسوان ترتنکارا ھے ایک تخت پر چار زانو تکیہ دئے بیٹھي ہوئي ہے—جو ۴ فیٹ اونچا اور ٦ فیٹ ۱۰ انچہ چوڑا ہے—اس تخت کے اطراف ۵ فیٹ چوڑا راستہ ہے (نقشہ ۱٦) اسکے ہاتھہ اس کے گود مین—اور ہتیلیان پھری ہوین—اس تخت کو شیر اٹھاے ہوے ہن—اور اس کے سامنے دو ہرن ہین اوس کے پیاچھے سے بہت سے سر دیو مالا جانورون کے نکلے ہوئے ہین جنکے پیاچھے دو چنوربردا ہین سرون پہ اور گلے مین بہت سے زیورات پہنے ہوئے اور انکے سرون پر آسماني قوال ہین—جو ہوا مین اوڑ رہے ہین اور گلے کے ہار کا ایک ایک کنارا پکڑے ہوئے—ایک بڑا سانپ جسکے سات پھن ہین—اوس مورتي پر سایہ کئے ہوئے اور اس کے اطراف کنڈلي مارے ہوئے ہے اس سانپ کے ہرایک پھن پر ایک چھوٹا سا تاج ہے—اس مورتي کا رنگ کالا ہے—اور دوسری مورتیون کا مختلف—دالان مین چار ستون جو معبد کے سامنے ہین گول اور بڑے ہین (تصویر ۱ نقشہ ۱٦) اور باقي کے ان سے چھوٹے—یہان کا نقش و نگار ایک ہي قسم کا ہے (تصویر ۲-۳ نقشہ ۱۷) مین انکی عمدہ مثالین دیگئی ہین—ایک چھوٹا سا حصہ اوسکے سامنے کي مشرقی بلندی کے کنارے پر اب تک باقی ہے—۲ فیٹ ۱۱ انچہ باہر نکلا ہوا جسکے اوپر ایک قطار چھوٹی سی تصویرون کي ھے جس کے نیاچے ایک کٹھرا ہے آٹھہ انچہ موٹا اور کٹھیرے کے اوپر ساڑھے بارہ انچہ کي دیواری تختہ بندی—اس تختہ بندی کے اطراف مربع گوشون مین جین لوگون کي بیٹھی ہوئی تصویرون کي قطار معہ انکے بونے ملازمون کے ہے جو بالکل مٹ گئی ہین (نقشہ ۱۸) تیسرا غار چھوٹاسا ہے اور اسکے بازو کے غار مین ایک دالان ہے ۲۸ فیٹ عمیق اور ۲۷ فیٹ وسیع—اوسکے ستون تمام منہدم ہوگئے ہین—اسکا معبد کوئی ۹ فیٹ ٦ انچہ عمیق اور ۱۲ فیٹ لمبا ہے اس مین ویسی ہي جین کي تصویرین ہین جیسے دوسرے غارون مین—لیکن بالکل بگڑی ہوئی—اسکے بیچ مین ایک دروازہ ہے جسکے اوپر تین سادی پٹان ہین (نقشہ ۱۹) اور اس کا چوکھٹا گول بڑے دروازے کے اوپر ایک اوتھلی کماني محراب ہے—اخیر غار جو شمال مین ہے چھوٹاسا اور بالکل بھدا ہے—معلوم ہوتا ہے کہ اس مین کبھی پرستش وغیرہ نہین ہوئی ہوگی—جنوبی غار سادے بہت چھوٹے اور قابل ذکر نہین ہین لیکن ان مین صرف ایک ہے جو جین دہرم کا نہین معلوم ہوتا بلکہ وشنو کا معلوم ہوتا ہے—ایک کمرے مین گایون کے گلے ہین—اور انکے ساتھہ گولنین انمین سے کوئی دودہ دوھہ رہی ہے—اور کوئی متھہ رہی ہی اونکے بیچمین کرشن اور بالارام کھڑے ہوئے ہین—ان غارون کي تعمیر کا زمانہ معلوم کرنا مشکل ہے—لیکن قیاس کیا جاتا ہے کہ شاید وہ سنہ ۵۰۰ عیسوي مین بنے ہون—

پرندا
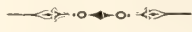
پرندا ایک قدیم قلعہ ہے بارسی روڈ اسٹیشن سے جی—آئی—پی—لائن پر نو میل دور—اور ضلع نلدرگ مین واقع—یہ قلعہ محمود خواجہ گوان نے جو بہمنی دوسرے بادشاہ سلطان محمود نامی کا نامور وزیر تھا بنایا ہے—اس بادشاہ نے سنہ ۱۴٦۲ سے سنہ ۱۴۸۲ تک سلطنت کي ہے—اس وزیر نے اپنے عہد وزارت مین بہت سے قلعے بنائے اور بہت سی مہمات سرکین—اس قلعہ کے اطراف ایک چوڑی سی کھائی ہے—اور اسکی فصیلین اور بروج وغیرہ نہایت مضبوط وسیع اور پتھر کے بنے ہوئے ہین جن پر بڑی بڑی توپین چڑہائی گئی تھین—

سنہ ۱٦۰۵ مین دہلی کے مغلی شہنشاہون نے جب احمد نگر کو فتح کرلیا تو نظام شاہی بادشاہ نے پرند کو اپنا دارالریاست بنایا اس کے بعد شاہ جہان کے سپہ سالار اعظم خان نے سنہ ۱٦۳۰ مین اسکا محاصرہ کیا—لیکن کاچہ فائدہ ندیا اس محاصرے کي کیفیت یہ ہے—کہ جس زمانہ مین بیجاپور سے لڑائی ہو رہی تھی اعظم خان خاص اسی غرض سے کہ پرندے کے قلعہ کو مفتوح کرے—اور اسکے ہاتھیون اور خزانہ کو جو اس مین بھیجا گیا تھا چھین لیوے اسکے قرب و جوار مین پڑا ہوا تھا اس نے راجہ جیسنگ کو شہر اور پیٹھہ کي تاراجی کے لئے روانہ کیا تھا—راجہ نے پہلے پیٹھہ کو لوٹا جو قلعہ سے بائین طرف ایک کوس کے فاصلہ پر تھا—اسکے بعد شہر پر چڑہائی کي جسکے اطراف مٹی کي شہر پناہ ۵ گز اونچی اور ۳ گز موٹی معہ تین ہاتھہ کي کھائی کے تھی—اس نے جب اپنے ہاتھیون سے فصیل کو توڑ ڈالا تو وہان کي گیریسن قلعہ کي کھائی مین فرار کر گئی—شہر کے غارت کے بعد پھر اعظم خان وہان آن پہونچا—تا کہ دشمن کے ہاتھیون پر قابض ہو—سات ہاتھی پکڑے گئے اور انکے ساتھہ بہت سی لوٹ مار ہاتھہ آئی—اعظم خان نے قلعہ کے تین طرف سے محاصرے کو سخت کردیا اور خندق کو پاٹ کر قلعہ کے پھاٹک کے مقابلہ مین خندق سے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ سے توپین لگادین اور خوب گولہ باری کي لیکن باوجود اسکے اسکو فتح نہ کرسکا—اور

ایک مہینہ کے بعد محاصرہ اٹھا کے دارور چلا گیا۔ سنہ ۱۶۵۳ مین جب شہزادہ شجاع ایک بڑی فوج کے ساتھہ برہانپور آیا تو مغلی سپہ سالارنے پھر اوس سے فتح پرندا کي درخواست کي۔شہزادہ نے اسکی درخواست کو منظور کرکے اسکا محاصرہ کیا۔لیکن اوسکے لشکرگاہ مین بد انتظامی ہونے کي وجہ سے کامیابی نہین ہوی۔ اوسکے بعد اورنگ زیب نے اوسکو فتح کرلیا۔ جسوقت سنہ ۱۷۰۷ مین اورنگ زیب کے مرنے کي خبر آئی تو اوسکا بیٹا شہزادہ کام بخش پرندے ہی مین تہا۔

پرندا کا قلعہ ابتک اچھا مضبوط ہے لیکن شہر اکثر جگہ پر منہدم ہوگیا ہے۔

چتگوپاہ اور کالگہی

یہ پائگاہ کي جاگیر ہے جو نواب سرآسمان جاہ بہادر کے علاقہ مین ہے اور حیدرآباد سے مغرب مین ایک سو میل پر گلبرگہ کے قریب واقع۔اس مین دو بڑے ضلع ہین اور بہت سے تعلقے جو گلبرگہ کے اطراف چالیس میل کے فاصلہ تک گئے ہوئے ہین۔چتگوپاہ کا ضلع بیدر کے نزدیک چار تعلقون مین منقسم ہے چتگوپاہ۔گہورواڑی۔اکیلی اور فرید آباد۔پہلے تین تعلقے بڑے ہین اور انمین گنا کثرت سے ہوتا ہے۔اور ایک قسم کي شکر ہوتی ہے جسکو لیدری کہتے ہین جسکی برآمد کثرت سے ہے اور انمین آم کے جہاڑ بہت ہین۔کالگہي کا ضلع بہی چار تعلقون مین منقسم ہے۔چیتا پور۔افضل پور۔دریب شوراپور کے شمس آباد۔اور ادسنگری۔یہ اخیر تعلقہ حیدرآباد سے شمال و مغرب مین ۲۵۰ میل پر واقع ہے۔اورنگ آباد کے قدیم شہر کے پاس۔ کالگہی کا ضلع سمندری بمبون کے لئے بہت مشہور ہے۔ چیتا پور کے تعلقہ مین پتہر کي کہانین ہین۔جہان سے مشہور شاہ آباد کا پتہر افراط سے باہر جاتا ہے۔یہان السی اور جواری کي پیداوار کثرت سے ہے زمین بہت اچہی ہے اور سال مین دو مرتبہ اناج ہوتا ہے افضل کي قدیم اور دلچسپ عمارت بیجاپور کے افضل خان نے دوسو برس آگے بنوائی تہی۔ ان تعلقون کے شمال و مغرب مین دریاے بہیما جاری ہے۔ جو قدرتي طور پر اسکی سرحد ہوگئی ہے۔اس ضلع کي آمدني بوجہ عمدہ انتظامات کے جو زمین کي پیمایش کے بارے مین عمل مین لائے گئے ہین روز افزون ترقي پر ہے۔

قسمت بیدر

تاریخی بیان

گلبرگہ کے بیان مین لکھا گیا کہ احمد شاہ نے سنہ ۱۴۲۹ مین اپنے پایہ تخت کو گلبرگہ سے بیدر کو منتقل کیا تھا۔ اس جدید پایہ تخت کی تکمیل سنہ ۱۴۳۱ مین ہوی۔ روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ورنگل کے راجاؤن کی دولت عروج پر تھی تو اسی زمانہ مین اس مقام پر جہان اب بیدر واقع ہے ایک مندر تھا کہ جسکے دیکھنے کے لئے بہت دور دور سے لوگ آتے تھے۔ ورنگل کے راجاؤن سے بھی ایک راجا اسکے دیکھنے کو آیا تھا۔ اُس نے اس مندر کے لئے بہت جاگیر وقف کی تھی۔ جہان اسکے اطراف رفتہ رفتہ ایک شہر آباد ہوگیا۔ وہ قدیم ہندؤنکا شہر نل اور دمن کا مسکن تھا۔ کہ جنکا قصہ مشہور و معروف ہے۔ قدیم زمانہ مین وہ ہندو ریاست کا پایہ تخت تھا۔ لیکن جب ورنگل کے راجاؤن پر زوال آیا اور دکھن مین بد انتظامی پھیلی تو خلجی خاندان نے بیدر پر قبضہ کر لیا۔ اور بہمنی سلطنت کے ظہور تک وہ اسپر قابض و متصرف رہی۔ الف خان نے جو غازی الدین تغلق کا بڑا لڑکا تھا۔ سنہ ۱۳۲۲ مین اسکا محاصرہ کرکے اوسکو مفتوح کیا۔ اسوقت بیدر کا ضلع اتنا وسیع تھا کہ سالانہ ایک کڑوڑ روپیہ اس سے وصول ہوتا تھا۔

جب شہنشاہ کے گورنرون نے سنہ ۱۳۴۴ مین غدر کیا تو اس نے اپنے داماد عمادالملک کو انکی سرکوبی کے لئے روانہ کیا وہ آنکر بیدر کے قلعہ مین مقیم ہوا۔ ظفر خان نے جو بعد مین گلبرگہ کا پہلا بادشاہ ہوا پندرہ ہزار سوارون کے ساتھہ بیدر پر چڑہائی کی۔ لیکن فوراً عمادالملک پر حملہ نہین کیا۔ اوسکی وجہ یہ تھی کہ ورنگل کے راجہ سے پندرہ ہزار پیدل اور دولت آباد کے حاکم سے پانچہزار سوارون کی کمک آنے کو تھی۔ جب یہ کمک آن پہونچی تو شہر کے نزدیک ایک سخت لڑائی ہوی جس مین عمادالملک مارا گیا۔ اور

ہندو کا مندر—دیپ پلی

اسکی تیس ہزار کي فوج سخت خونریزی کے ساتھہ منہزم ہوی۔ اوسکے بعد جب ظفر خان گلبرگہ کا پادشاہ ہوا تو بیدر کو سلطنت بہمنی کا ایک صوبہ بنالیا۔ بیدر کا نام تاریخ مین اسوقت تک نظر نہین آتا ھے جب تک کہ احمد شاہ نوین بہمنی سلطنت کے پادشاہ گلبرگہ نے وہان اپنے پائے تخت کو منتقل کرنے کا مصمم ارادہ نہین کرلیا۔ یہ پادشاہ سنہ ۱۴۲۴ مین بیدر مین انتقال کرگیا اور اسی مقبرے مین دفن ہوا جسکو اس نے اپنے لئے بنوایا تہا۔ اسکے مرنے کے چند روز پیشتر تقریباً سنہ ۱۴۳۰ مین اس نے اپنی سلطنت کے چار حصہ کرکے چار بیٹون کو تقسیم کردئیے۔ علاؤالدین جو اسکا بڑا لڑکا اور اوسکا ولیعہد تہا اوسکو بیدر مین رکہکے اوسکے چہوٹے بہائي کو اسکا شریک کردیا۔

علاؤالدین شاہ دوم سنہ ۱۴۳۴ع مین بیدر مین تخت نشین ہونے کے بعد اپنے چہوٹے بہائی۔ محمد خان کا بہت ادب کرتا تہا۔ اور اسکے ساتھہ بڑی عمدگی سے پیش آتا تہا۔ چنانچہ اوسکو بہت سے قیمتی تحائف دئے۔ محمد خان کو ایک مہم دیکے بیجا نگر کے مقابلہ کو بہیجا کیونکہ وہان کے راجہ نے خراج بہیجنے مین خلاف ورزی کي تہی۔ محمد خان نے راجہ پر فتح پائي اور اس کے ملک کو برباد کرکے اسپر سخت جرمانہ کیا۔

اس نمایان فتح کے بعد محمد خان کو لوگون نے اسکے بہائی کے برخلاف غدر کرنے کي ترغیب دي۔ اس لئے دو امیرون کو جو اسکے ساتھہ اوسکے بہائي کے بہیجے ہوئے تہے قتل کرکے محمد خان نے بیجا نگر کے راجہ کو اس غدر مین شریک ہونے کي ترغیب دلائي۔ وہ راضی ہوگیا۔ محمد خان نے اوسکی اعانت سے رایچور دوآبہ کے تمام قلعہ اپنے قبضہ مین کرلئے یہ سنکر اسکے بہائي نے اسپر لشکر کشی کي اور دونونمین ایک سخت اور لمبی لڑائی ہوئي۔ جس مین محمد خان کي شکست ہوئي۔ اور وہ جنگل کو فرار کرگیا۔ چند روز کے بعد محمد خان عاجز ہوکے اپنے بہائي علاؤالدین کي خدمت مین حاضر ہوا اور اس نے بہي اسکے ساتھہ برادرانہ برتاؤ کرکے اسکی خطا معاف کي اور تلنگانہ کي گورنری پر بہیجدیا۔ وہ اخیر عمر تک وہین اپنے عیش و عشرت مین مصروف رہا۔ بادشاہ نے جو اپنے بہائي کے ساتھہ ایسا رحیمانہ سلوک کیا۔ اسکي وجہ یہی معلوم ہوتي ھے کہ شاید اس کے باپ نے اپنے چہوٹے بیٹے کي حفاظت و محبت کے لئے اوسکو وصیت کي ہو۔ بہر حال بادشاہ اس کے ساتھہ غیر معمولی سخا و کرم سے پیش آیا۔

سنہ ۱۴۳۶ مین بادشاہ نے کوکن کے راجاؤن پر ایک جنگي مہم روانہ کي۔ جو کامیابي کے ساتھہ بہت سا مال غنیمت لے کے واپس آئی جس مین وہان کے ایک راجا کي ذي علم وذی لیاقت لڑکي بہي موجود تہی۔ بادشاہ نے اسیوقت اس سے شادی کرلی۔ اور اسکو اپنا مورد الطاف بنا دیا۔

اسکي پہلی بیوی اس حرکت سے سخت خفا ہوین۔ اور اپنے باپ ناظر خان کو جو خاندیس کا بادشاہ تہا لکہا کہ میرا خاوند اپنی ہندو عورت کو مجھپر فوقیت و ترجیح دے رہا ھے۔ ناظرخان کو اس ہتک عزت سے جو ایک کافرہ عورت کي وجہ سے اوسکی لڑکي اور اسکی نسبت ظہور مین آئی سخت غصہ آیا اور برار پر حملہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ اس حملہ کے لئے اس نے گجرات کے بادشاہ سے استمداد کي۔ جب وہان سے کمک آئی تو اس نے برار پر لشکر کشی کي اور اکثر بہمنی افسرون کو اپنے ساتھہ شریک ہونے کي ترغیب دلائی۔ وہان کا گورنر خان جہان قلعہ مین پناہ گزین ہوگیا۔ جب علاؤالدین کو اسکی خبر ہوی۔ تو اسیوقت دولت آباد کے حاکم ملک التجار محمود گاوان کو ایک فوج کے ساتھہ برہانپور کو جو خاندیس کا پائے تخت تہا روانہ کردیا۔ اس مہم کو کامیابی حاصل ہوي۔ اور پائے تخت کو تباہ و تاراج کرکے شاہی محل کو جلا کر خاکستر کردیا۔ اور پہر وہان کے باشندون کے پاس سے روپیہ وصول کرکے برار پر قابض و متصرف ہوگیا۔ پہر فتحیاب سپہ سالار اُس عظیم غنیمت کے ساتھہ جس مین بہت سے ہاتھي اور توپین وغیرہ تہین مراجعت کے لئے نکلا علاؤالدین اس فتح سے اتنا خوش ہوا کہ جب وہ سپہ سالار بیدر کے قریب پہونچا تو اسکے استقبال کو آگے بڑہا۔ اور انعام و اکرام سے اوسکو مالامال کردیا۔ چونکہ اس فتحیاب لشکر مین زیادہ کرکے مغول تہے اس لئے حکم ہوا کہ آئندہ بعوض دکہنیون اور حبشیون کے مغول ہي فوج مین بہرتی کئے جائین۔

اسوقت بیجا نگر کے راجہ راے دیو نے اپنی فوج کو ازسرنو آراستہ کرنے کا عزم کیا۔ کیونکہ اس کے پیشتر نہ وہ مسلمانون کے برخلاف زیادہ ترقی کرسکتا تہا اور نہ مسلمان اوس کے برخلاف اسلئے اب اس ارادہ کو عمل مین لانے کے لئے اوسنے اپنی خدمت مین مسلمانون کو نوکر رکہنا اور انہین جاگیر بخشنا شروع کردیا۔ اونکے لئے ایک مسجد بہی بنوائی اور انہین انکے مذہبی رسومات اداکرنے کي پوري پوری اجازت دی۔ اور حکم دیا کہ ادائے رسومات مذہبی مین کوی انکا مانع و مزاحم نہوے۔ اس بارہ مین یہان تک اسنے مبالغہ کیا کہ کلام مجید کو ایک بیش بہا میز پر اپنے تخت کے سامنے رکہوادیا تاکہ دیندار مسلمان اوسکے حضور مین کلام مجید کا ادب و احترام کرین۔ اس تدبیر سے بہت کم عرصہ مین اسکے پاس ایک اسلامی فوج جمع ہوگئی۔ جو تیر اندازی مین پوری پوری مہارت رکہتي تہی۔ انہون نے ہندؤن کو بہی یہہ فن سکہلایا۔ اور بہت جلد ساٹہہ ہزار تیر اندازون کي جمعیت موجود ہوگئی۔ علاوہ اسکے اس کے پاس دولاکہہ پیدل اور اسی ہزار سوار نیزہ دار تہے۔ راجہ دیو نے چند سال اس عظیم الشان لشکر کي تعلیمات مین بسر کئے اور جب انہین خوب مکمل کردیا تو سنہ ۱۴۴۳ مین میدان جنگ مین نکلا۔ اور دریاے تنگبدرا کو عبور کرکے مدگل کا قلعہ چہین لیا۔ اور رایچور کے محاصرے کے

لئے ایک فوج روانہ کی ــ بہمنی بادشاہ علاؤالدین نے بہی تلنگانہ ــ برار اور دولت آباد سے فوجین جمع کرنی شروع کی لیکن یہہ متفقہ فوجین پچاس ہزار سوار اورساٹہہ ہزار پیدل سے زیادہ نہین تہین ــ یہ فوج اس فوج کے مقابلہ مین جو بیجانگر کے راجہ کے زیر حکم تہی بہت ھی کم تہی ــ لیکن علاؤالدین کے پاس بہت بڑا توپ خانہ تہا ــ اس نے اپنے نامور سپہ سالار ملک التجار محمود گاوان کو رایچور اور نیز دوسرے قلعون کے محاصرے اٹہا دینے کے لئے روانہ کیا ــ اور آپنے رائے دیو راجہ کے مقابلہ کے لئے کوچ کیا ــ رائے دیو مدگل کے قلعہ کے دامن مین خیمہ زن تہا ــ دونون کے درمیان تین سخت لڑائیان ہوین ــ پہلی لڑائی مین ہندو فتحیاب ہوے اور مسلمان کو سخت نقصان کے ساتہہ شکست ہوی ــ اور دوسری دو لڑائیون مین مسلمان فتحمند ہوئے ــ چنانچہ تیسری لڑائی مین راجہ مارا گیا اس سے اسکی فوج مین سخت اضطراب پہیلا ــ تمام ہندو قلعہ مین پناہ گزین ہوگئے ــ انکے تعاقب کے جوش و سر گرمی مین دو بہمنی افسر قلعہ مین گہس گئے ــ جنہین قید کرلیا گیا ــ یہ سنکے مسلمان بادشاہ نے رائے دیو کو لکہا کہ میرے دو افسرون کی جان میرے نزدیک دو لاکہہ ہندؤن کی جان کے برابر ھے ــ اگر رائے دیو کبہی ان دونون کو قتل کرے تو اسکے انتقام مین دو لاکہہ ہندؤن کی خونریزی کیجائیگی ــ اسکے پیشتر بہمنی بادشاہ محمود شاہ نے بہی ویسی ہی دہمکی دی تہی ــ اور اس کو پورا کیا تہا ــ اسپر سے راجہ نے دونون کا چہوڑ دینا مناسب خیال کیا ــ اس کے بعد دونون مین عہدنامہ ہوا اور سلطان راجہ کو بہت سے تحفے تحایف دیکر اپنے پائے تخت، کو واپس آیا ــ اور یہ صلح اس کی زندگی تک قائم رہی ــ

علاؤالدین بیدرکو واپس آنے کے بعد عیش و عشرت مین ایسا مشغول ہوا کہ امور سلطنت سے بالکل چشم پوشی کرلی ــ اور چار پانچ مہینون مین ایک مرتبہ دربار مین آتا تہا کیونکہ اسکا وقت ہمیشہ بادہ نوشی اور خوبصورت عورتون کی بوسہ بازی اور راگ و رنگ مین گذرتا تہا ــ

سنہ ۱۴۵۳ مین ملک التجار محمود گاوان نے کوکن کے ہندو راجاؤن کو مطیع کرنے کے لئے چڑہائی کی ــ چند عرصہ تک تو وہ فتحیاب رہا اور بعد مین ایک حیلہ سے اوسکی فوج ایک کمینگاہ مین لائی گئی اور تقریباً سات ہزار سپاہی قتل کردئیے گئے ــ

سنہ ۱۴۵۷ مین پادشاہ نے ایک مدت کی علالت کے بعد بیدر مین انتقال کیا ــ اسنے اپنی سلطنت کے ابتدا مین بڑی مستعدی لیاقت اور انتظام ظاہر کیا تہا ــ پائے تخت کو خوب آراستہ کیا تہا ــ اور لایق اور ایماندار لوگون کو چوطرف اپنی قلمرو مین روانہ کئے تہے ــ وہ بڑا تیز فہم اور ذی علم بادشاہ تہا ــ اور نہایت فصیح اللسان ــ اسکے مرنے کے بعد اسکے سب سے چہوٹے لڑکے کو فوراً اسکا جانشین کرنے کی کوشش کی گئی کیونکہ اسکا بڑا لڑکا ہمایون نہایت ظالم اور سنگدل تہا ــ بہرحال جب ہمایون نے اپنے والد کے انتقال کی خبر سنی تو یکایک سازش کرنے والون کے سرپر آن پہونچا اور شاہی محل کے گارڈ کی مدد سے اپنے چہوٹے بہائی اور امرا کو گرفتار کرلیا ــ اپنے بہائی کو تخت سے نیچے کہینچکے معہ اور امرا کے قید کردیا ــ ہمایون کی سلطنت صرف تین سال رہی یعنے سنہ ۱۴۶۰ ع تک اور پہر اسکا انتقال ہوگیا ــ لیکن اس قلیل مدت مین اس نے وہ ظلم و ستم کئے کہ جس کا کچہ حساب نہین ــ تخت نشینی کے چند روز بعد وہ ایک بہت بڑی فوج کے ساتہہ تلنگانہ کو روانہ ہوا تاکہ وہان کے فساد کو فرو کرے ــ باغیون کو شکست دی ــ اور وہان سے تلنگانہ کے زمیندار کی جس نے باغیون کو مدد دی تہی سرکوبی کو گیا ــ اوریسہ کے راجا نے زمیندار کی کمک کو ایک فوج بہیجی جس نے بادشاہ کو شکست دی ــ اسیوقت بادشاہ کو خبر ہوی کہ چہوٹے شاہزادے حسن خان کو قید سے نکال کے تخت پر بٹہلانے کی سازش ہو رہی ھے ــ حسن خان اور اسکے دوست ولی حبیب اللہ کو یوسف نے جو مرحوم پادشاہ کا ایک ترکی غلام تہا قید سے آزاد کردیا ــ اس غلام نے نہ صرف دونون کو قید سے رہا کیا بلکہ مرحوم پادشاہ کے اور دو فرزندون کو معہ دوسرے بہت سے قیدیون کے چہوڑ دیا ــ جب ہمایون اپنے پائے تخت کو واپس ہوا تو ایک سخت غمناک ماجرا وقوع مین آیا ــ پہلے اس نے پہرے والون کو سزادی جنکی تعداد دو ہزار کی تہی ــ یہ سزا نہایت سخت تہی اور وہ سب کے سب قتل کردئیے گئے ــ پہر کوتوال شہر کو لوہے کے پنجرے مین بند کرکے ہر روز اوسکے جسم کے الگ الگ ٹکڑے کئے جاتے تہے اور وہ اسکو کہلائے جاتے تہے ــ اس عذاب مین وہ مرتے وقت تک گرفتار رہا ــ اور اس عرصہ مین اس نے آٹہہ ہزار کی فوج حسن خان شہزادے کے مقابلہ مین بہیجی ــ لیکن وہ شکست پاگئی جب بادشاہ کو اسکی خبر ہوی تووہ مارے غصہ کے آپے سے باہر ہوگیا اور ایک کمکی فوج روانہ کی ــ اور اس فوج کے افاسر کے اہل و عیال کو گرفتار کرکے قسم کہائی کہ اگر کبہی یہ فوج منہزم ہوئی یا اسکے افسر حسن خان کے طرفدار ہوگئے تو انکے عورت بچے تمام قتل کردئیے جائینگے ــ اس قسم کا پورا پورا اثر پڑا فوج نے شاہزادے کو شکست دی اور وہ معہ اپنے رفقا کے بہاگ کے بیجانگر کو چلا گیا ــ تاکہ وہان ہندؤن کے پاس پناہ گزین ہو ــ جب وہ بیجا پور کے متی کے قلعہ کے پاس پہونچا تواسکے گورنر نے اوسکو کہلا بہیجا کہ اگر آپ اس قلعہ مین آجائین تو آپ کو پناہ مل سکتی ھے ــ حسن خان نے فقیر حبیب اللہ اور یوسف ترک کے مشورہ سے اِس دعوت کو قبول کرکے معہ اپنے آٹہہ سو سوارون کے قلعہ مین داخل ہوگیا ــ لیکن وہ گورنر دغاباز نکلا رات کے وقت سبہون کو گرفتار کرلیا ــ حبیب اللہ شہید کئے گئے ــ شہزادہ اور اسکے رفقا زنجیرون مین قید کرکے بیدر کو بادشاہ کے پاس بہیجدئیے گئے ــ ہمایون شاہ نے مارے غصہ کے اپنے ظلم و ستم کو انتہا کو پہنچانے کی غرض سے حکم دیا کہ شاہی چوک اور بازار کے دونون طرف

سولیان تیار کي جائین۔ اور احاطہ کے درمیان مختلف مقامات پر مست ہاتھي اور وحشي درندے رکھے جائین۔ اور نیز دیگون مین تیل اور پانی گرم کیا جائے۔ اسکے بعد بادشاہ اس خوفناک تماشے سے اپنی آنکھین ٹھندی کرنے کے لئے بالاخانہ پر چڑہا۔ پہلے اپنے بھائی حسن خان کو ایک غضب ناک شیر کے سامنے پھنکوا دیا جسنے فوراً اوسکو پھاڑ کے اسکے ٹکڑے ٹکڑے کردئے۔ اسکے بعد یوسف ترک اور اسکے ہمراہی سات رفیق قتل کئے گئے اور انکی عورتون کو گھرون سے کھینچ کے اُنچون سے شاہی محل کے صحن مین اس خوفناک طریقہ سے انکی آبرو ریزي کروائی کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا۔ دوسری بہت سی ایسی ہولناک سزائین اور مردون اور عورتون کو دی گئین جو ظالم ضحاک و حجاج کے خیال مین بھی نگذری ہون۔ کوي سات ہزار آدمی مثل باورچیون اور خدمتگارون وغیرہ کے قتل کئے گئے۔ بعضے خنجرون سے اور بعضے کلہاڑیونسے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ بعضون کي کھال کھینچی گئی اور بعض گرم پانی اور گرم تیل مین جلا دئے گئے۔ یہ خوفناک حادثہ ماہ اگست سنہ ۱۴۶۰ مین واقع ہوا۔ ہمایون شاہ نے اور بھی بہت سے بیگناہ شاہزادون کو قتل کیا۔ محض اس خوف سے کہ مبادا وہ بھی کہین حسن خان کي تقلید نکرین۔ اور علاوہ اسکے خاص اسکے دربار کے بہت سے امرا بھی اوسکا شکار ہوئے۔ اسکے بعد سلطان نے اور اس سے زیادہ حقارت آمیز سختیان اور نفس پرستیان شروع کین۔ کوئی عورت خواہ وہ کیسی ہی رتبہ کي تھي لیکن اسکے ہاتھہ سے محفوظ نہین رہی۔ اسکا ظلم و ستم یہان تک خوفناک ہوگیا تھا کہ جب امرا اوسکے دربار مین حاضر ہوتے تھے تو پہلے اپنے اہل و عیال سے آخری رخصت ہوتے تھے۔ کیونکہ انہین یقین نہین ہوتا تھا کہ وہ پھرکے واپس آئینگے۔ یہ شیطان ملعون سنہ ۱۴۶۰ مین اپنے ایک غلام کے ہاتھہ سے مار ڈالا گیا۔

ہمایون کے مرتے وقت اسکا بڑا بیٹا نظام شاہ جسکی عمر صرف آٹھہ برس کي تھی تخت نشین ہوا۔ لیکن اسکی طرف سے اسکی مان جو ایک بڑی ذي لیاقت عورت تھی قائم مقام ہوئي۔ دو شخص جو بڑے ایمان دار اور تجربہ کار تھے اسکے مشیر و وزیر ہوئے ایک کا نام خواجۂ جہان تھا اور دوسرے کا ملک التجار محمود گاوان۔ سلطنت مین بہت جلد امن و امان ہوگیا۔ لیکن متوفی بادشاہ کي بد انتظامی کي وجہ سے ہمسایہ کے راجاؤن نے بادشاہ کو کم سن دیکھکر اسکی قلمرو پر حملہ کردیا۔ پہلے اوریسہ کے راجہ اور تلنگانہ کے زمیندارمین اتفاق ہوگیا اور اس اتفاق کے بعد دونون بہمنی ملک پر کولاس تک حملہ کر بیٹھے۔ انکی متحدہ فوجین پیش قدمی کرتے کرتے بیدر سے دس میل کے فاصلہ پر پہونچ گئین۔ یہان بادشاہ کي چالیس ہزار کي فوج نے جسکا سپہ سالار خواجہ جہان تھا۔ انکا مقابلہ کیا اور انہین ایسی شکست فاش دی کہ انسے سوائے بھاگنے کے اور کچھہ بن نہ پڑي۔ اسکے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ وہ ایک بہت بڑی رقم پیشکش دین۔ دوسرا حملہ مالوے سے ہوا۔ اور غنیم بیدر کي شہر پناہ تک پہونچگیا۔ بادشاہ اور اوسکی مان قلعہ مین پناہ گزین ہوکر جرانمردي کے ساتھہ اسکو بچاتے رہے۔ اسوقت گجرات کے بادشاہ سے استمداد کي گئی اور وہ اپنی فوج کے ساتھہ سرحد پر آن پہونچا اور وہان خواجہ محمود گاوان اپنی بقیہ فوج کے ساتھہ اسکا شریک ہوا۔ اور دونون نے بالاتفاق بیدر کے محاصرے کو اٹھانے کے لئے کوچ کیا۔ جب مالوے کے بادشاہ کو ان دونون فوجون کي آمد کي خبر ہوئی تو وہ وہان سے مالوے کو راہی ہوگیا۔ اور بہمنی فوج نے نہایت جوش و غضب کے ساتھہ اسکا تعاقب کیا۔ جب غنیم ملک کے باہر نکال دیا گیا تو نظام شاہ نے گجرات کے بادشاہ کو قیمتی تحفے ارسال کئے۔ پھر سلطنت مین امن و امان ہوگیا۔ اور قرار دیا گیا کہ جولائی سنہ ۱۴۶۲ مین نوجوان بادشاہ کي شادی کیجائے۔ لیکن عین شادی کي تیاریون مین یکایک اسکا انتقال ہوگیا۔

اسکے بعد محمود شاہ جو ہمایون شاہ کا دوسرا بیٹا تھا نو برس کي عمر مین پادشاہ ہوا۔ وہی قائم مقامی بحال رہی۔ جیسے کہ اسکے بھائی کے زمانہ مین تھی اور وہ دونون شخص یعنے خواجہ جہان اور محمود گاوان مشیر و وزیر رہے۔ چونکہ خواجہ جہان کے متعلق بادشاہ کي تعلیم وتربیت اور خزانہ کي نگہباني تھی اسلئے اسکو حرص پیدا ہوئی اور اس ارادہ سے کہ آپ ہی پورا پورا مختار کار ہوجاے اپنے شریک خواجہ محمود گاوان کو سرحد پر روانہ کرکے اپنے خاص دوستون کو بڑی بڑي خدمات پر معین کردیا۔ اور قدیم امیرون سے جاگیرین چھین کے ان کے حوالہ کردین۔ اور شاہی خزانہ سے بہت سا روپیہ اوڑالیا۔ جب ملکہ نے اسکی یہ کیفیت دیکھی تو اسکو بادشاہ کے حضور مین سردربار قتل کرکے محمود گاوان کو واپس بلوالیا اور اسکو وزارت کے پورے اختیارات دیدئے اسکے اور ملکہ کے متفقہ انتظامات سے سلطنت مین وہی امن و امان جاری ہوگیا جو پیشتر تھا۔

سنہ ۱۴۶۷ء مین جب پادشاد کو چودہوان برس شروع ہوا تو اسی کے خاندان مین سے ایک لڑکي کے ساتھہ بڑی دہوم دہام سے اسکي شادی ہوی۔ اور سلطنت اسکے حوالہ کي گئی اوسکی والدہ جس نے نہایت عمدگی سے سلطنت کي تھی عزلت نشین ہوگئی۔ لیکن محمود گاوان اسیطرحسے وزارت پر باقی رہا۔ اس کے بعد بادشاہ کو فتوحات کي خواہش پیدا ہوی اور سنہ ۱۴۶۷ مین مالوے کے پادشاہ کے مقابلہ کے لئے ایک مہم روانہ کي کیونکہ اس نے قلعہ کھیرلا پر قبضہ کر لیا تھا۔ نظام الملک جس نے پادشاہ کے حکم سے خواجہ جہان کو سردربار قتل کیا تھا۔ برار کي گورنری پر مامور ہوا۔ اسکے ساتھہ اسکا ایک نوجوان دوست یوسف عادل خان نامی بھی تھا۔ نظام الملک نے قلعہ کھیرلا کا محاصرہ کرکے ایک سخت مقابلہ کے بعد اوسکو واپس لے لیا۔ اور بہت سی لوٹ اسکے ہاتھہ آئی۔ اس فتح کے ہوتے ہی دو راجپوت

سلام کے بہانہ سے اسکی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسکو قتل کردیا لیکن وہ بہی اسیوقت مارڈالے گئے-یوسف عادل خان اور دوسرے ایک ترکي افسر کو وہان کي حکومت ملی-یہ دونون قلعہ مین ایک مضبوط گیریسن کو چہوڑ کے معہ بہت سے مال غنیمت کے بیدر کو واپس آئے-محمود شاہ نے پہر سلطان مالوا کے ساتہہ ایک عہد نامہ کیا جس کے روسے برار دکہن کي سلطنت مین بحال رہا اور کہیرلا کا قلعہ سلطان مالوا کو دیا گیا-یوسف خان کي پادشاہ نے نہایت قدر کي اور اوسکو دربار مین ایک اعلیٰ خدمت دیگئی-

سنہ ۱۴۶۹ مین محمود گاوان دریائی ڈاکوؤن کے مقابلہ کے لئے ایک مہم کے ساتہہ مغربی سواحل کو روانہ ہوا-یہ مہم تین سال تک رہی اور اس عرصہ مین خواجہ گاوان نے بہت سے قلعہ جن مین گووا بہی شامل تہا فتح کئے-یہ بندر بیجانگر کے راجہ کا تہا-اسکے بعد محمود گاوان بیدر کو واپس آیا اور بہت سا زر و جواہر اپنے ساتہہ لایا-پادشاہ نے اسکی بڑی عزت و توقیر کي-اور اسکو بڑے بڑے خطابات عطا کئے اور اسکے لئے پبلک طور پر جشن منعقد فرمایا-پادشاہ اور پادشاہ کي مان اسکے محل مین آئین اور ایک ہفتہ تک وہین رہین-اسوقت ملکہ نے اوسکو "بہائی" کے خطاب سے مخاطب کیا-فرشتہ لکہتا ہے کہ محمود گاوان انکے مرخص ہونے کے بعد ایک کمرہ مین گیا اور وہان خلعت اوتار کے چلا چلا کے خوب رویا-اور اسکے بعد فقیری لباس پہن کے باہر نکلا-اور تمام ذی علم لوگون کو فقیرون کو اور سیدون کو جمع کرکے اپنا تمام روپیہ جواہر اور مال و اسباب انمین تقسیم کردیا-سوائے ہاتہی گہوڑے اور کتب خانہ کے اور کچہہ باقی نرکہا اور پہر خدا کا شکر کیا کہ نفس امارہ نے جنکی وجہ سے اوسپر غلبہ کرنا چاہا تہا-وہ اس سے دور ہوگئے-جب اس حرکت کي نسبت اس سے سوال کیا گیا تو اسنے جواب دیا کہ جب سلطان نے میرے مکان پر قدم رنجہ فرمایا اور ملکہ نے مجہے اپنا بہائی کہا تو مجہکو پادشاہ کے حضور مین اسقدر غرور اور اسقدر نفس امارہ کا غلبہ ہوا کہ اس سے میرے حواس مختل ہوگئے-جب پادشاہ نے اس کا سبب دریافت کیا مین نے بیماری کا بہانہ کردیا-پادشاہ کے رخصت ہونے کے بعد مین اپنی دولت سے علیحدہ ہوگیا-گہوڑے اور ہاتہی اسلئے باقی رکہے کہ وہ پادشاہ کي ملکیت ہین اور کتب خانہ اس لئے کہ طالب علمون کے لئے وقف ہے-اُسکے بعد وہ ہمیشہ سادہ لباس پہنتا-اور بے شان و شوکت زندگی بسر کرتا اور ہمیشہ خیرات کرتا رہا-

سنہ ۱۴۷۱ مین اوریسّا کے راجہ ہمبر نے سلطان سے مدد مانگی-سلطان نے اسیوقت ملک حسن کے ماتحت ایک فوج روانہ کي جس نے ایک باغی غلام کو جو مالک تخت ہوگیا تہا منہزم کردیا-راجہ نے اپنے تئین اسوقت پادشاہ کا خراج گذار مشہور کیا-اور ملک حسن بہت سا مال غنیمت لیے کے واپس آیا-سلطان نے اس خدمت کے صلہ مین اوسکو تلنگانہ کي صوبہ داری دی-یوسف عادل خان جو خواجہ گوان کا متبنیٰ ہوا تہا دولت آباد کا حاکم مقرر کیا گیا-اس نے اسکے قرب و جوار کے بہت سے قلعے واپس لے لئے جن مین وراگر کا قلعہ بہی شامل تہا-یہ قلعہ مراتہا راجہ جے سنگہ کے قبضہ مین تہا-یہ راجہ اوایل مین سلاطین بہمنی کا خراج گذار تہا لیکن بعد مین خود مختار ہوگیا تہا-یوسف نے چہہ مہینہ تک اس قلعہ کا محاصرہ کیا اسوقت راجہ نے بتنگ آکر اس سے درخواست کي کہ اگر مجہکو معہ اہل و عیال یہان سے نکلنے کي اجازت دی جائے تو مین قلعہ سے دست بردار ہوتا ہون-فوراً یہ اجازت دیگئي اور بہت سا زر و جواہر اور بہت سا ملک بغیر قتل و خونریزی کے یوسف کے ہاتہہ آیا-اور ایسی ہی کامیابی اسکو رنجی کے راجہ کے مقابلہ مین ہوئی-اسکے بعد وہ بے حساب مال و دولت کے ساتہہ بیدر کو واپس آیا-اِن فتوحات سے پادشاہ اِن سے ایسا خوش ہوا کہ اور بہي اوسکی عزت افزائي فرمائی-اسکے بعد محمود گاوان اور یوسف عادل خان پادشاہ کے ایسے مورد الطاف و اعطاف ہوے کہ دوسرے دکہنی امرا کو انسے رشک و حسد پیدا ہوا-اور دکہنی لوگ مثل ایک زخمی سانپ کے انکے بغض و عداوت پر آمادہ ہوگئے-

سنہ ۱۴۷۲ مین بیجانگر کے راجہ نے گووا کو واپس لینے کا ارادہ کیا جب سلطان کو اس بات کي خبر ہوئي تو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتہہ اپنی والدہ اور محمود گاوان کو ہمراہ لیکے اوسکے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا-اس مہم مین ملکہ کا انتقال ہوگیا-اور اوسکی میت دفن کے لئے بڑی دہوم دہام کے ساتہہ بیدر کو روانہ کي گئی-خاصکر اس ملکہ کي دور اندیشی چالاکي اور تدبیر سے اس پادشاہ کي سلطنت کا ابتدائی زمانہ نہایت سرسبز و کامیاب تہا-اوسکے انتقال کے بعد نوجوان پادشاہ عیش و عشرت مین بڑکر خاندان بہمنی کے زوال کا باعث ہوا-جب اس نے محاصرہ کرکے بلگام کو فتح کیا تو اسکو معہ اسکے مضافات کے محمود گاوان کي جاگیر مین مرحمت کردیا-اسکے دو برس بعد دکہن مین سخت قحط سالی ہوئی-اس قحط سالی کي وجہہ سے پادشاہ کي فوج کي تعداد بہت کم ہوگئی-جب یہ خبر تلنگانہ اور اوریسہ مین پہونچي تو وہان کے راجاؤن نے مسلمانون کي اطاعت سے بری ہونے کا ارادہ کرلیا-انہون نے لشکر کشي کرکے گوداوری اور کرشنا کے درمیان کے ملک کو تاخت و تاراج کردیا-لیکن محمود شاہ نے اپنی ذات سے انکا مقابلہ کرکے انہین وہان سے نکالدیا-اور سّیلا کا راجہ کنڈاپلی کے قلعہ مین پناہ گزین ہوا اور اوریسہ کے راجہ کا اسکے پائے تخت تک تعاقب کرکے اوسکو خوب لوٹا-اوسکے بعد سلطان نے کنڈاپلی کا محاصرہ کیا-اور اسپر فتح پائی-اس مین ایک مندر تہا اس کو اپنے ہاتہہ سے مسمار کرکے وہان کے بہت سے برہمنون کو قتل کردیا-اوسکے بعد دوسری ایک مہم نرسنگہہ راے کے مقابلہ پر بہیجی جس کے

ماتحت کرناٹک اور تلنگانہ کے درمیان کا تمام ملک اور نیز ایک حصہ سواحل بحری کا تھا۔ جس مین مچھلی بندر بھی شامل تھا۔ اور اس حملہ مین وہ کامیاب ہوا اور کنچی کے بڑے مندر کو منہدم کرکے بہت سا مال و جواہر وہان سے لوٹا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مندر سارا سونے سے منڈھا ہوا تھا اور اس مین تمام جواہر جڑے ہوئے تھے۔ جسقدر سونا چاندی اور جواہر لیجانا ممکن تھا لیکے سلطان نے اپنے ملک کو مراجعت کی۔ اس مہم کی کامیابی زیادہ کرکے محمود گاوان کی طرف منسوب تھی جو پادشاہ کے ہمراہ تھا۔ خواجہ کا اقتدار بہت بڑھا ہوا تھا اس وجہ سے دکھنی امیرون نے اسکی تباہی کی سازش کی۔ اور ظریف الملک کو جو ایک دکھنی تھا۔ اور مفتاح کو جو حبشی تھا اس سازش کو عمل مین لانے کے لئے منتخب کیا۔ یہ دونون وزیر کے مہر بردار سدھی غلام کے ساتھہ مل کے اسکے جانی دوست ہوگئے اور اسکے ساتھہ شراب پینے لگے۔ ایک روز جب وہ غلام بالکل مخمور تھا انھون نے اس سے کہا کہ اس کاغذ پر تم وزیر کی مہر کردو۔ یہ ہمارے ایک دوست کا حساب ہے۔ جس پر مختلف صیغون کی علامتین ہوچکی ہین۔ اب فقط ایک وزیر کی مہر باقی ہے۔ چونکہ وہ غلام شراب سے بدمست تھا۔ بغیر اس کاغذ کو کھولنے کے جہان انھون نے بتلایا مہر کردی۔ یہ دونون بدبخت اس کامیابی پر خوش ہوکے اسی رات کو نظام الملک کے پاس گئے۔ جس نے اس کاغذ پر محمود گاوان کی طرف سے راے اوریسہ کے نام پر ایک خط لکھا۔ جسکا مطلب یہ تھا کہ مین محمود شاہ کی عیاشی اور سنگدلی سے سخت بیزار ہون اور دکھن آسانی سے مفتوح ہوسکتا ہے۔ اور راج مندری کے سرحد پر کوئی نامور افسر نہین ہے اور تم اسپر برابر حملہ کرسکتے ہو۔ چونکہ اکثر فوج کے سپاہی اور افسر میرے ساتھہ ہین اسلئے مین ایک بڑی فوج کے ساتھہ تمھین مدد دے سکتا ہون۔ جب ہم دونون ملکے اس سلطنت کو مغلوب کرینگے تو پھر اسکے دوحصہ کرکے دونون آپس مین تقسیم کرلینگے ظریف الملک اور مفتاحِ حبشی یہ خط بادشاہ کے ہاتھہ مین دینے کے لئے مقرر کئے گئے۔ محمود شاہ نے جب وزیر کی مہر دیکھی تو مارے غصہ کے آپے سے باہر ہوگیا۔ اور نظام الملک نے اس موقع کو غنیمت سمجھکے محمودِ گاوان کے برخلاف جھوٹھہ سچ باتون سے اور اسکے کان بھردئیے۔ بادشاہ کو اسوقت کچھہ سمجھہ نہین پڑی۔ بغیر غور و تامل کرنے کے محمود گاوان کو بلوا بھیجا۔ وزیر کے دوستون نے اوسکو جانے سے منع کیا اور کہا کہ آج کے روز اور کسی حیلہ سے آپ دربار مین حاضر ہونے سے معافی طلب کرین۔ اور پادشاہ کا غصہ اترنیکے بعد تشریف لے جائین۔ ممکن ہے کہ اس عرصہ مین اس خط کے بنانے والون کا پتا لگجائے اور وہ سزایاب ہون۔ لیکن محمود گاوان نے نہین سنا اور معرض خطر مین واقع ہونے کا عزم کر لیا۔ اور جواب مین یہ شعر پڑھا۔

چون شہید عشق در دنیا و عقبیٰ سرخروست
خوش دمی باشد کہ مارا کشتہ زین میدان برند

میری ڈاڑہی اسکے والد کی خدمت مین سفید ہوگئی اور اب اگر اسکے بیٹے کے ہاتھہ سے خون مین رنگی جائے تو میری عزت کا باعث ہے۔ بہت سے امیرون نے جو اس کے دوست تھے پیغام بھیجا کہ ہمنے آپکی نسبت نہایت خوفناک کیفیت سنی ہے اور ہمارے پاس ایک ہزار کی جمعیت موجود ہے اگر آپ گجرات کو فرار کرنا چاہین تو ہم سب آپکی خدمت مین حاضر ہوتے ہین اور اپنی جانون کو آپ پر سے نثار کرتے ہین۔ لیکن اسنے جواب دیا کہ بہت مدت تک مین اپنے آقا کی خدمت مین ایک نہایت معزز و ممتاز عہدے پر سرفراز رہ چکا ہون۔ جس مین مین نے کبھی کوئی خطا اور جرم نہین کیا۔ اور پادشاہ کے عدل و انصاف پر ہمیشہ مطمئین رہا۔ اب مجھے یقین ہے کہ دشمنون کی اس ناحق تہمت پر باور کرکے وہ کبھی اپنے وفادار خادم کو سزا نہین دینے کا۔ اگر کبھی اسنے سزا بھی دی تو مجھکو لازم ہے کہ مین اس سزا کو اٹھا لون۔ آپ لوگون نے جو تجویز میرے لئے پیش کی ہے وہ آپکی محبت و دوستی کے وجہ سے ہے۔ مگر میرے لئے نمک حرامی اور فساد کا باعث ہے۔ اسکے بعد وہ آمادۂ قتل ہوکے دربار مین حاضر ہوا۔ محمود شاہ نے غصہ اور سختی سے اس سے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنے آقا سے نمکحرامی کرے اور وہ ثابت ہووے تو اوسکی سزا کیا ہونی چاہئے۔ خواجہ نے جرائت سے جواب دیا کہ ایسا بد بخت جو فتنہ و فساد کرنا چاہے اپنے صاحب کے برخلاف وہ کبھی رحم کا مستحق نہین ہوسکتا۔ پادشاہ نے اسوقت وہ خط اوسکو دکھلایا۔ اس نے اس کو دیکھکے قران کی یہ آیت پڑھی سُبحانک بہتان عظیم۔ اور کہا کہ یہ مہر میری ہے لیکن خط میرا نہین ہے اور نہ مجھکو اسکے بارے مین کچھہ خبر ہے اور پھر یہ اشعار پڑھے۔

باخداے کہ جوہر امرش
اہل معنی بخون دل سُفتند
کہ چون بہتان یوسف وگرگ است
انچہ از بند دشمنان گفتند

بادشاہ اسوقت شراب سے مخمور تھا۔ نشہ مین کچھہ سمجھہ نہ پڑی۔ اور چونکہ اس کی سلطنت بہت جلد زوال پذیر ہونے کو تھی اسلئے اس نے اور زیادہ تحقیقات نہین کی۔ اور اپنے تخت پر سے اٹھکے اپنے حبشی غلام کو خواجہ کے قتل کا حکم دیا۔ محمود گاوان نے اسوقت بادشاہ کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ مجھسے ضعیف آدمی کی موت کو حقیقت مین کچھہ دیر نہین لگتی۔ لیکن اے بادشاہ اس سے آپکی سلطنت جاتی رہیگی اور آپ تمام عالم مین بد نام ہو جائینگے۔ پادشاہ بغیر اسکا جواب دئے کے جھٹ پٹ محل سرا مین چلا گیا۔ حبشی غلام تلوار کھینچکے خواجہ کی

طرف بڑھا خواجہ قبلہ رخ ہوکے دو زانو بیٹھہ گیا اور کہا کہ لاالہ الااللہ محمد الرسول اللہ۔جب تلوار اوسکے سر پر پڑی تو الحمدللہ علی نعمۃ الشہادۃ کہا۔اور شہید ہوگیا اس طرحسے محمود گاوان اٹھہتر برس کے سن مین مارا گیا۔اوسکے مرنے کے تہوڑے ہي عرصہ کے قبل اوس نے اپنی آقا محمود شاہ کي تعریف مین ایک قصیدہ لکھکر تمام کیا تہا۔آصف خان گیلاني جو ایک عظیم الشان افسر تہا۔اور خواجہ کا دوست اتفاق سے اسوقت موجود تہا اس حبشي غلام نے بغیر حکم پادشاہ کے اسکو بہی قتل کردیا۔

خواجہ کو تمام لوگ دل سے چاہتے تہے اور اسکے بے رحمانہ قتل سے سبہون کو ساخت رنج و ملال ہوا اسکی فیاضي بہت بڑہی ہوی تہی۔اسنے اپنے قتل کے دو سال آگے بیدر مین بہت بڑا دارالعلوم بنا یا تہا۔وہ بڑا علامہ اور بڑا شاعر تہا۔اکثر امیر اسکے ناحق کي خونریزی سے بر افروختہ ہوگئے تہے۔اور جب پادشاہ نے انہین بیدر کو مراجعت کرنے کا حکم دیا تو انہون نے اپنی فوجین پادشاہی فوجون سے علٰحدہ کرلین اگرچہ وہ بیدر کو واپس آئے۔لیکن شہر مین داخل ہونے سے انکار کیا اور اپنے اپنے علاقون کو چلتے ہوگئے۔سلطان کو جب اسکے بڑے جنرل نے چہوڑ دیا تو وہ فیروز آباد مین گوشہ نشین ہوکر وہان عیاشی اور شرابخواری مین اپنی زندگي بسر کرنے لگا۔اگرچہ وہ ظاہر مین مشغول عیش وعشرت رہتا تہا۔لیکن باطن مین وہ سخت رنج واندوہ مین مبتلا تہا اور اسکی تندرستي دن بدن خال پذیر ہوتی جاتی تہی۔آخر وہ سخت بیمار ہوکے بیدر کو واپس آیا۔جہان اسکو کسیقدر صحت ہوی۔لیکن پہر بہی عیاشی اور شرابخواری کي طرف رجوع ہوکے آخرالامر مرگیا۔مرنے کے تہوڑی وقت پیشتر وہ چلاکے رونے اور کہنے لگا کہ خواجہ محمود گاوان میرے تکڑے تکڑے کررہا ہے۔اسکا انتقال ۲۴ مارچ سنہ ۱۴۸۲ کو ہوا۔

محمود شاہ دوم کا بیٹا محمود شاہ سیوم بارہ برس کي عمر مین تخت نشین ہوا اور تمام بڑے بڑے صوبہدار اوسکي نذر کے لئے بیدر مین حاضر ہوئے۔لیکن محمود شاہ دوم کے انتقال سے خاندان بہمني کي آزادی اور خود مختاری جاتي رہي۔نیا پادشاہ اپنے وزیر نظام الملک کے ہاتہہ مین مثل ایک پتلے کے تہا۔تمام سلطنت مین فتنہ و فساد شروع ہوگیا۔جب پادشاہ ایک مہم پر تلنگانہ گیا تو اسکی غیرحاضری مین وزیر نے چاہا کہ حتي الامکان شاہي خزانہ سے زر و جواہر لیکے فرار کرجائے۔لیکن وہان کے حاکم پر یہ سازش کہل گئی۔نظام الملک کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا۔جب سنہ ۱۴۹۰ مین پادشاہ بیدر کو واپس آیا تو دکہنیون اور حبشیون نے بالاتفاق سازش کرکے چاہا کہ اوسکو قید کرلیوین لیکن وہ بال بال بچ گیا۔پیہم تین دن تک سازش کرنے والون کو کہیت کہیت کے قتل کرتا رہا۔بہت سے آدمی مارے گئے اسکے بعد پادشاہ نے چالیس روز تک اپني سلامتي کا جشن منایا۔جب اس سے فارغ ہوا تو امور سلطنت کو اپنے خاص ملازمون کے سپرد کرکے آپ عیش و عشرت مین مصروف ہوگیا۔جب صوبہدارون نے اسکي یہ کیفیت دیکہي کہ امور سلطنت سے بالکل غافل ہوگیا ہے تو وہ خود مختار ہوگئے۔انمین پہلے یوسف عادل شاہ تہا۔وہ اپنے دوست اور رفیق دریاخان کو ہمراہ لیکے سنہ ۱۴۸۹ مین بیجاپور چلتا ہوگیا اور وہان پہونچکر اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کردیا۔اسکے بعد دولت آباد کے صوبہدار نے اسکي تقلید کي اور نظام شاہي سلطنت قایم کرکے احمدنگر کو اپنا پائے تخت مقرر کیا۔اور پہر عمادالملک برار کا پادشاہ ہوا۔اسکے بعد سنہ ۱۵۱۲ مین قطب الملک نے گولکنڈے اور تلنگانہ مین اپني پادشاہت قایم کي۔قاسم برید نے جو نظام الملک کے بعد وزیر مقرر ہوا تہا پادشاہ کو یوسف عادل شاہ کے ساتہہ جنگ کرنے کي ترغیب دلائي۔لیکن وہ اس کوشش مین کامیاب نہین ہوا اور پادشاہ کو منہزم ہوکے بیدر واپس آنا پڑا۔سنہ ۱۵۰۴ مین قاسم برید کا انتقال ہوگیا اور اسکا بیٹا امیر برید وزیر ہوا۔اور پہر بیجاپور کے ساتہہ جنگ کا اعلان دیا گیا۔جس مین یوسف عادل شاہ کي شکست ہوئي۔وہ مجبور ہوکے اپنے پاے تخت سے بہاگا لیکن برار سے کمک پاکے پہر اس نے بیدر کي شاہي فوجون پر حملہ کیا اور انہین شکست دی۔سنہ ۱۵۱۰ مین یوسف عادل شاہ کا انتقال ہوگیا۔اور سنہ ۱۵۱۴ مین امیر برید کو گولکنڈے سے مدد آئي اور پہر اسنے بیجاپور پر پیشقدمي کي۔جہان اسماعیل عادل شاہ نے اُسے شکست دي اور پادشاہ اور اسکے فرزند کو قید کرکے بیدر کو بہیجدیا۔بیدر کو آتے ہی پادشاہ برار کو مفرور ہوگیا اور پوری حکومت امیر برید کے ہاتہہ آگئي۔پہر عمادالملک نے پادشاہ کو مدد دي اور اس نے بیدر پر چڑہائي کي۔بیدر کے قریب پہونچکر یکایک پادشاہ امیر برید کي فوج کے ساتہہ مل گیا اور عمادالملک کو واپس جانا پڑا جب پادشاہ دوسرے مرتبہ امیر برید کے ہاتہہ آیا تو اس نے اسکو قید کرلیا۔غرض ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۵۱۸ کو محمود شاہ سیوم چہتیس برس کي سلطنت کے بعد بیدر مین انتقال کرگیا۔

احمد شاہ دوم اپنے باپ کے بعد اسکا جانشین ہوا لیکن دو برس کے بعد وہ بہي مرگیا۔امیر برید نے اسکو اسقدر تنگ دست کر رکہا تہا کہ جس سے بیزار ہوکے وہ اپنے شاہي تاج کو توڑ توڑ کے اسکا جواہر فروخت کرتا تہا۔

علاؤالدین شاہ سیوم سنہ ۱۵۲۰ مین اپنے باپ کي جگہ پر پادشاہ ہوا لیکن وزیر کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ اسکے عزل کے درپے ہے تو اسکو قید کرلیا اور پہر چند روز کے بعد مروا ڈالا۔

اخیر پادشاہ کا بہائي ولي اللہ تخت پر بٹہلایا گیا لیکن

اسکي سلطنت صرف دوہي برس رہي۔اسکے مرنے کے بعد کليم اللہ جو احمد شاہ دوم کا بيٹا تھا سنہ ۱۵۲۲ مين پادشاہ بنايا گيا اسکی مان يوسف عادل شاہ کي لڑکي تھي۔جو بيجاپور مين خود مختار پادشاہ ہوگيا تھا۔کليم اللہ نے مخفي طور پر شہنشاہ دہلي کے پاس ايک عرضي بھيجي جسکا مضمون يہ تھا کہ ميرے نمک حرام اور باغي ملازمون نے مجھکو سلطنت سے محروم کر رکھا ھے اگر اسوقت آپ ميری مدد کرين تو مين آپ کو دولت آباد اور برار کے صوبہ حوالہ کردونگا۔ليکن شہنشاہ دہلي اس عرضي کي طرف متوجہ نہين ہوا۔جب وزير کو يہ بات معلوم ہوئی تو پادشاہ کے ساتھہ سخت بيرحمانہ سلوک کيا۔سنہ ۱۵۲۶ مين پادشاہ بھاگ کے اپنے مامون کے پاس بيجاپور چلا گيا اور اسکے بعد احمد نگر کے پادشاہ نظام شاہ کے دربار مين رہا کرتا تھا جہان اسکا انتقال ہوگيا۔اس پادشاہ سے سلاطين بہمنيہ کا خاتمہ ہوگيا۔يہ سلطنت ايک سو اناسي برس تک رہي۔

بيدر کے بہمني پادشاہون کي فہرست

۹ احمد شاہ (جسنے اپنا پاے تخت سنہ ۱۴۲۹ مين گلبرگہ سے بيدر کو منتقل کيا تھا) ۱۴۳۴

۱۰	علاؤالدين دوم	... ۱۴۳۴ سے ۱۴۵۷
۱۱	ہمايون شاہ	... ۱۴۵۷ سے ۱۴۶۰
۱۲	نظام شاہ	... ۱۴۶۰ سے ۱۴۶۳
۱۳	محمود شاہ دوم ...	... ۱۴۶۶ سے ۱۴۸۲
۱۴	محمود شاہ سيوم ...	... ۱۴۸۲ سے ۱۵۱۸
۱۵	احمد شاہ دوم	... ۱۵۱۸ سے ۱۵۲۰
۱۶	علاؤالدين سيوم	... ۱۵۲۰ سے ۱۵۲۰
۱۷	ولی اللہ شاہ	... ۱۵۲۰ سے ۱۵۲۲
۱۸	کليم اللہ شاہ	... ۱۵۲۲ سے ۱۵۲۶

بيدر کے بريد شاہی سلاطين

قاسم بريد جو اس سلسلہ کا باني کہا جا سکتا ھے اصل مين گُرجستان کا ايک غلام تھا۔اور محمود شاہ سيوم کے زمانہ مين وزير ہوگيا تھا۔اس نے حقيقت مين پادشاہ کو قيدی بنا کے عملی طور پر خود آپ سلطنت کي۔ليکن سنہ ۱۵۰۴ع مين اسکا انتقال ہوگيا۔اوسکے بعد اسکا بيٹا امير بريد اسکا جانشين ہوا۔سنہ ۱۵۲۶ع مين کليم اللہ شاہ کے فرار ہونے کے بعد سلطنت کے پورے اختيارات امير بريد کے ہاتھہ آگئے۔سنہ ۱۵۲۹ع مين بيجاپور کے پادشاہ اسمعيل عادل شاہ نے ايک بڑی فوج کے ساتھہ بيدر پر چڑھائی کي۔امير بريد اور اودگير کے قلعہ مين پناہ گزين ہوا اور اپنے بڑے بيٹے کو بيدر کے قلعہ کي حفاظت کے لئے چھوڑ ديا۔گولکنڈے کے پادشاہ نے اوسکی مدد کے لئے ايک فوج بھيجي ليکن اوسکو بھی شکست ديگئي۔امير بريد نے برار کے پادشاہ عماد شاہ سے استمداد کي اور اسنے اپنے دوست کي رہائی کے لئے ايک بڑی فوج کے ساتھہ کوچ کيا۔ليکن بيجاپور کے پادشاہ نے ترغيب ديکر اسکو واپس کرديا۔امير بريد نے پھر صلح کي درخواست کي اور اپنے بيٹے کو حکم ديا کہ بيدر چھوڑ کے اودگير کو چلا جائے۔اسمعيل عادل شاہ نے شہر مين داخل اور شاہي محل پر قابض ہوکے برار کے حاکم کو بلوا بھيجا۔اور جب وہ آيا تو اسکے روبرو بہمنی پادشاہون کے خزانہ کو اطراف کي رياستون اور اپنی فوج مين تقسيم کرديا۔ليکن اس تقسيم کے پيشتر اس نے عماد شاہ کو اجازت دی کہ جو تمہارا جی چاھے سو اس مين سے اٹھا لو۔اس نے اسلئے اپنے واسطے کچھہ نہين رکھا۔تاکہ لوگ يہ نہ سمجھين کہ بہمنی پادشاہ کے زر و جواہر کي لالچ سے اس نے جنگ کي ھے۔اسکے بعد دونون پادشاہ اپنے اپنے پاے تخت کو روانہ ہوگئے۔اوسکے چند روز بعد امير بريد نے بيجاپور کي فوجون کے ساتھہ شامل ہوکے تلنگانہ پر چڑھائی کي۔بيجاپور کا پادشاہ اس لڑائی مين امير بريد سے ايسا خوش ہوا۔کہ اوسکو بيدر واپس ديديا ليکن اس شرط پر کہ کليان اور قندہار وہ اسکے حوالہ کرے۔جب امير بريد کو بيدر واپس ملا تو اس نے ايفاے شرط سے چشم پوشی کي اور اُن قلعون کے دينے سے انکار کيا۔بيجاپور کے پادشاہ نے اسيوقت اسپر چڑھائی کي۔امير کو احمدنگر کے نظام شاہ نے مدد دي۔اور دونون کے درميان سخت لڑائی ہوئی اورالاخير مين بيجاپور کے پادشاہ نے فتح پائی۔صلح ہونے کے بعد عادل شاہ اور امير بريد نے بالاتفاق تلنگانہ پر لشکر کشی کي ليکن بيجاپور کے پادشاہ کا انتقال ہوگيا۔اسکے انتقال کي وجہ سے اسکی سلطنت مين بد انتظامی ہوگئي۔اسوقت امير بريد اور احمد نگر کے پادشاہ نے اس بد انتظامی سے فائدہ اٹھانے کے لئے اسکے ملک پر حملہ کرديا۔وہان کا پادشاہ منہزم ہوکے بيجاپور سے گلبرگہ چلا گيا۔ليکن بعد مين اسنے دونون کو شکست ديکے اپنا پاے تخت انسے واپس لے ليا۔سنہ ۱۵۴۹ع مين دولت آباد مين امير بريد کا انتقال ہوا اور اسکی لاش دفن کے لئے بيدر کو روانہ کيگئي۔

امير بريد کے بعد سنہ ۱۵۴۹ع مين اسکا بيٹا علی بريد اسکا جانشين ہوا۔اسنے اپنے لئے شاہ کا لقب رکھا۔احمد نگر کے پادشاہ مرتضیٰ نظام شاہ نے بيدر کو ايک فوج بھيجي۔ليکن علی بريد کو بيجاپور کے پادشاہ نے مدد دی اور محاصرہ اوٹھگيا۔علی بريد شاہ نے سنہ ۱۵۶۲ع مين انتقال کيا۔اور اسکا بيٹا ابراہيم تخت نشين ہوا۔اوسکی سلطنت مين کوئی امر قابل تذکرہ نہين ھے۔ابراہيم بريد کا انتقال سنہ ۱۵۶۹ مين ہوا اور اوسکی جگہہ پر اسکا بھائی قاسم بريد دوم پادشاہ ہوا اسے تخت نشين ہوکے چند روز ہوئے تھے کہ خود اسکے فرزند ميرزا علی نے اسپر لشکر کشی کي اور اسکو منہزم کيا۔وہ بھاگ کے بھاگ نگر (حيدرآباد) کو چلا گيا۔اور مرتے دم تک وہين رہا۔

ميرزا علی بريد سنہ ۱۵۷۲ع مين تخت نشين ہوا اور سنہ ۱۶۰۹ع مين بيجاپور کے پادشاہ سے شکست پائی۔اس لڑائي

كي وجہ یہ ہوی کہ میرزا علی برید نے اپنی لڑکي کے جہیز مین جسکی شادی بیجاپور کے پادشاہ کے لڑکے سے ہوئی تہي موافق قول و قرار کے بعض اضلاع کے دینے مین کوتاہی کي تہی۔پادشاہ نے میرزا علی برید کو قید کرکے بیجاپور بہیجدیا جہان وہ تا دم زندگي مقیم رہا۔اوسکے بعد بیدر کي سلطنت بیجاپور مین شامل ہوگئی اور علی برید جو میرزا کا جائے نشین تہا اسکا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔

بریدي پادشاہون کے نام

۱	قاسم برید ...	... ۱۴۹۲	سے	۱۵۰۴	تک
۲	امیر برید ...	... ۱۵۰۴	سے	۱۵۴۹	تک
۳	علی برید (پہلا شاہ)	... ۱۵۴۹	سے	۱۵۶۲	تک
۴	ابراہیم برید ...	... ۱۵۶۲	سے	۱۵۶۹	تک
۵	قاسم برید دوم	... ۱۵۶۹	سے	۱۵۷۲	تک
۶	میرزا علی برید	... ۱۵۷۲	سے	۱۶۰۹	تک
۷	علی برید دوم (بیجاپور کے ساتہہ ملحق ہوگیا) ۱۶۰۹				

سنہ ۱۶۵۶ع مین شہزادہ اورنگ زیب نے بیدر کا محاصرہ کرکے ستائیس روز کے بعد اوسکو مفتوح کیا۔اور وہ بہی ایک اتفاقیہ وجہ سے ورنہ ممکن نہین تہا۔یعنے وہ یہ کہ مرجان نے جو وہان کا گورنر تہا ایک برج کے پیچہے ایک گڑہا کہود کے اس مین بارود بہردی تہی۔لڑائی کے وقت وہ اپنے بیٹون اور ملازمون کے ساتہہ اوس برج کے نزدیک کہڑا ہوا تہا۔اور نہایت جوانمردی اور ہمت کے ساتہہ حملہ کو روکنے کي کوشش کررہا تہا۔اسوقت محاصرین کیطرف سے ایک بان آئی اور گڑہے مین گری۔فوراً ایک دہماکا ہوا جس سے جوانمرد حاکم سخت زخمی ہوا۔جب اوسکو جینے کي امید نرہی تو اسوقت قلعہ کي کنجیان شہزادہ اورنگ زیب کو بہیجدین۔اور وہ دوسرے دن شہر مین داخل ہوا۔پہلے مسجد مین جاکے حکم دیا کہ شہنشاہ دہلی کے نام کا خطبہ پڑہا جائے اور پہر ایک قلعہ دار کو اس قلعہ کي محافظت کے لئے مقرر کرکے آپ وہان سے چلتا ہوگیا۔

دکہن مین نظام اول کي خود مختاري تک بیدر پر سلاطین مغلیہ کا قبضہ رہا اوسکے بعد وہ مثل دوسرے قلعون کے نظام کي حکومت مین آگیا۔

ہندو کا مندر—بیچ بلی

بیدر ایک قدیم شہر ہے اور اوسکا قلعہ بہت کچھہ تاریخی دلچسپی رکھتا ہے۔یہ شہر بیدر کي قسمت کا بڑا شہر ہے جسکی آبادی ١١٣١٥ ہی اور اسکی قسمت کي ٣١٥٣٨٠٣ اور اسکے اصلاع کي آبادی ٣٨۴٨٠٥٧ کي ہے۔ اس قسمت کا رقبہ ٢٢٨١٩ مربع میل ہے اور اسکے اضلاع کا ٢٨٦٥ – یہ شہر نظام ریلوے کے لنگم پلی اسٹیشن کے شمال و مغرب مین اسی ٨٠ میل پر واقع ہے اور جی۔آئی۔پی ریلوے لائین کے گلبرگہ اسٹیشن سے جنوب و مشرق مین اٹھاون میل پر۔ان دونون اسٹیشنون سے گھوڑے کي گاڑیون مین تین دن مین اور بیل کي گاڑیون مین چہہ دن مین جایا جاتا ہے۔لیکن پہلا راستہ بہ نسبت دوسرے راستے کے آمد و رفت کے لئے بہت اچھا ہے۔بیدر ایک نہایت عمدہ اور بلند زمین پر واقع ہے۔اوسکي بلندی سطح سمندر سے ٢٣٣٠ فیٹ ہے اور حیدرآباد سے ٥٠٠ فیٹ۔اسی عمدگی کي وجہ تھی کہ احمد شاہ نے گلبرگہ سے یہان اپنا پائے تخت منتقل کیا جسکا بیان پیشتر ہوچکا ہے۔جب بہمنی سلطنت پر زوال آیا تو علی برید نے جو بریدی سلطنت کا تیسرا بادشاہ تھا اور جسنے اپنے لئے شاہ کا لقب تجویز کیا۔ بہت سی قدیم عمارتون اور گمبدون کو جو بہمنی پادشاہون نے بنایا تھا۔توڑکر مسمار کردیا۔لیکن باوجود اسکے پھر بھی بہت سی دلچسپی کي چیزین اس مین موجود ہین۔

محمود شاہ دوم کي۔سلطنت مین جو سنہ ١۴٦٢ سے سنہ ١۴٨٢ تک قائم رہی تھی۔اس شہر نے بہت کچھہ ترقی کي ہوگی اور بہت وسیع ہوا ہوگا۔کیونکہ ایک مورخ اوسکی نسبت یون بیان کرتا ہے کہ یہ شہر گویا جادو اور طلسمات سے گلبرگہ کے شمال مین اسقدر جلد رونق پذیر ہوگیا۔کہ تمام ہندوستان کے بلکہ تمام دنیا کے عمدہ شہرون مین شمار کیا جاتا ہے۔احمد آباد بیدر کي بڑي مسجد اپنی سادگی اور عمدگی مین کئی صدیون تک اپنا مثل و نظیر نہین رکھتی تھی۔اور موتی مسجد کي خوبصورتی جس مین تمام جواہر جڑے ہوے تھے ایک مدت تک سیاحون کے تعجب کا باعث تھی۔جس سے وہ مشرقی دولت کا اندازہ کرسکتے تھے۔شہر اور قلعہ کي مضبوطی ابتک ویسی ہی ہے کہ جیسے ابتدا مین تھی۔دیکھنے والے متعجب ہوتے ہین۔شہر کے اطراف ایک اونچی شہر پناہ کي دیوار ہے اور اسکے ساتھہ ایک سوکھی خندق ملی ہوئی اور فاصلہ فاصلہ سے اسپر برج بنے ہوئے ہین جو کم و بیش منہدم ہوگئے ہین۔اور دیوار کے اطراف کي کھائی چٹانون مین کھدی ہوئی ہے۔اس دیوار مین نیرہ دروازے ہین جن مین سے آٹھہ بالکل بند ہین اور انپر کتبے کھدے ہوے ہین۔شہر پناہ کے اندر کسی زمانہ مین ٦٠١٠ فصیلین تھین جن مین سے اسوقت بہت سی ٹوٹ پھوٹ گئی ہین اور جو باقی ہین اُن کي دیوارین بنائی گئی۔شاہ گنج کے برج کو دو طرف سے سیڑھیان ہین ایک کو دس ١٠ پیڑھي اور دوسری

مدرستہ العلوم کے کھنڈر۔بیدر

مسجد جامع - بیدر

کو سولہ ١٦ - اس برج کی دیوار ٥٠ فیٹ چوڑی ہے جو آسانی سے سرکاہ بنائی جاسکتی ہے - شہر پناہ پر بہت سے برج ہیں کوئی آٹھہ آٹھہ فیٹ کے - اور چہہ چہہ سو فیٹ کے فاصلہ سے توپوں کے لئے چبوترے بنے ہوئے ہیں - اس دروازے سے مغرب میں ایک بڑا برج نظر آتا ہے جسکو فتح برج کہتے ہیں - یہان ایک بہت بڑی توپ بندگون کی رکھی ہوئی ہے جو ایک نیلی دھات ہے اور اس توپ پر سنہری حرفوں میں ایک کتبہ ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ توپ ماہ محرم سنہ ٨٨٨ ھ میں قاسم برید شاہ کی سلطنت میں بنی تھی - اور اسکے دوسرے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس توپ کا گولہ چہہ من اور آدھے سیر کا تھا اور اس میں بارت ایک من اور دس ١٠ سیر بھری جاتی تھی اگر زیادہ فاصلہ ہوتا تھا تو اور دس ١٠ سیر زیادہ کی جاتی تھی - فتح برج دروازے سے شاہ گنج کا دروازہ ١٣٥٠ قدم پرے اسکی کمان چوبیس فیٹ اونچی اور بارہ فیٹ اور آٹھہ انچہ چوڑی ہے - کمان کے سرے سے برج کے سرے تک سات فیٹ ہیں - اسکے قریب جو کھائی ہے اس کا عمق سولہ فیٹ ہے - اور اسکے نزدیک کی شہر پناہ سولہ فیٹ اونچی - مغرب میں آگے بڑھکے دوسری تین توپیں دھری ہیں جن میں دو پر سنہ ١١٣٥ ھ کندہ ہے ان توپوں پر محمد قاسم کا نام ہے انکے نزدیک دوسری ایک چھوٹی سی توپ ہے - دوسرے برج میں اور ایک توپ چار گز لمبی ہے - اور اسکے بازو کے برج میں ایک تیسری توپ گیارہ فیٹ لمبی ہے -

بیدر کا شہر چار حصوں میں منقسم ہے اور ان چار حصوں کے بیچ میں ایک سیاہ برج ہے ٧١ فیٹ اونچا جسکو چوپارہ کہتے ہیں - اس برج کی تعمیر کو کئی صدیاں گذر گئیں - ہندؤں کی سلطنت میں اسکو دیپ مالا کہتے تھے - اور جاتراؤں میں اسپر روشنی کی جاتی تھی - اس برج کو قریب جنوب و مشرق میں دو دیواریں ہیں جو اصل میں ایک مندر کی تھیں لیکن اب اس مندر کا کچھہ اثر باقی نہیں رہا - اس برج سے جو سڑک جنوب میں جاتی ہے وہ شہر پاسل تالیم کی نواح تک پہونچتی ہے - فتح دروازے سے جو راستہ چوپارہ کو جاتا ہے اسکی داہنی طرف کو ایک بڑی مسجد ہے اور بائیں طرف کو جمعہ مسجد - یہ مسجد آثار قدیم کا ایک عمدہ نمونہ ہے - اس راستہ پر ایک ہندوؤں کا مندر ہے - جسے گووند مہاراج کا مندر کہتے ہیں - جہاں ہر روز غریبوں کو مفت کھانا کھلایا جاتا ہے - یہاں سال میں دو بار جاترا ہوا کرتی ہے - چوپارہ کے شمال میں جو جگہ ہے اسکو مانیر تالیم کہتے ہیں - چوپارہ سے تھوڑے فاصلہ پر دوسری سڑکیں ہیں جو محبوب گنج - چیتا خانہ اور شاہ گنج کو جاتی ہیں - محبوب گنج بیدر کا ایک بڑا

بازار ہے۔اور چیتے خانہ میں حضور نظام کے شکاری چیتوں کو شکار کی تعلیم دی جاتی ہے۔اور اس سے آگے بڑھکے سیدھی طرف ایک کمانی دروازہ ہے جسکو درگاہ رامن کہتے ہیں۔ اسکے قریب ہی شاہ گنج ہے۔جو مسافروں کے بنگلہ کو جاتا ہے۔صدیق شاہ کی تعلیم چوبارہ کے مغرب میں ہے۔اوسکے قریب ایک مقام بالکل برہمنوں سے بھرا ہوا ہے اور وہیں پولیس سوپرنٹنڈنٹ کی آفس ہے۔پولیس کوارٹر گارڈ اور فوجداری کی رہین ہے۔مسافر خانہ کے بائیں طرف کو ایک مدرسہ ہے جو بالکل منہدم ہوگیا ہے اور اسکے قریب بیدر کا سول دوا خانہ ہے۔ اور اس سے آگے بڑھکے داہنی طرف کو ایک مکان کے کھنڈر ہیں جس میں نواب ناصرالدولہ موجودہ حضور نظام کے دادا پیدا ہوئے تھے اور حضور سکندر جاہ تین سال تک اس میں رہ چکے ہیں۔اسکے تھوڑے فاصلہ پر ایک بڑا کنگرہ دار پھاٹک ہے۔یہ پھاٹک سید نعمت الله ولی کرمانی کی جو کرمان واقع ملک ایران کے ایک بہت بڑے ولی تھے یادگار میں بنا ہوا تھا۔انکے پوتے سید شاہ خلیل الله بہمنی سلطنت کے نویں بادشاہ سلطان احمد کے زمانہ میں بیدر کو آئے ہوئے تھے اور بادشاہ موصوف انکا مرید ہوا تھا۔ ڈسٹرکٹ ڈاکٹر کا مکان تل گھاٹ کے سامنے داہنی طرف کو واقع ہے۔

بیدر کی مسجدیں۔شاہی محلات۔حمامات۔باغات۔ اور بہت سی عمارتیں جو بہمنی بادشاہوں کے زمانہ کی بنی ہوئی ہیں۔بہت وسیع اور پُرتکلف عمارات تھیں۔اگرچہ بریدی سلطنت کو تین سو برس کا عرصہ گذر گیا۔لیکن باوجود اسکے ابتک اس سلطنت کی عظمت و بزرگی کے بہت سے آثار باقی ہیں۔ان سبھوں میں جو سب سے زیادہ مشہور کھنڈر ہیں وہ اس عظیم الشان مدرسہ کے ہیں جو سنہ ۱۴۷۲ع میں خواجہ محمود گاوان نے بنوایا تھا۔اس مدرسہ کا بڑا حصہ سنہ ۱٦۹۵ع میں باروت کے میگزین کے دھما کے سے اوڑ گیا۔اسکی کیفیت یہ ہے کہ اورنگ زیب نے جب بیدر کو فتح کیا تو اس مکان میں اوسکی فوج کا ایک حصہ رہتا تھا۔ اور باروت کا میگزین بھی اسی میں تھا۔لیکن اوسکو یکایک آگ لگ گئی اور اس سے اس مکانکی چوتھائی بالکل برباد ہو گئی۔ اس میں ایک برج اور ایک پھاٹک بھی شامل تھا۔اس دھما کے سے اوسکے اطراف میں ایک ہولناک بربادی ہوئی لیکن باوجود وسکے اوس مدرسہ کے بہت سے ایسے آثار باقی ہیں جو اوسکی گذشتہ شان و شوکت کو ظاہر کر رہے ہیں۔سر رچرڈ ٹمپل نے سنہ ۱۸٦۱ میں اسکا معائنہ کیا تھا۔وہ اس کی نسبت یوں لکھتے ہیں۔اس شہر میں جو سب سے زیادہ خوبصورت عمارت ہے وہ مدرسہ ہے۔اسکا خارجی حصہ کسی زمانہ میں چمکدار نیلگوں تھا جس کا بڑا حصہ ابتک باقی ہے۔ یہ عمارت ہندوستان کی کل قدیم عمارتوں میں نہایت خوبصورت ہے۔ اسکی تعمیر کو دو برس اور نو مہینے لگے تھے۔اسکا رقبہ ۲۰۵ فیٹ لمبا اور ۱۸۰ فیٹ چوڑا ہے اور اسکا ایک بڑا پھاٹک مغربی جانب کو تھا۔جہاں دو برج تھے کوئی ایک سو فیٹ اونچے جن میں کا ایک ابتک باقی ہے۔اسپر بہت سا رنگین نقش و نگار ہے اور کلام مجید کی آیتیں سفید حرفوں میں لکھی ہوئیں جسکے حروف تین سے زیادہ فیٹ لمبے ہیں۔ اس برج سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ عمارت نہایت عالی شان تھی۔اس برج میں جو کمرے ہیں انکے اطراف ایک سو فیٹ مدور جگہ ہے۔اس کے تین جانب کے درمیان بڑے بڑے دالان تھے ۲٦ فیٹ چوڑے اور ۵۲ فیٹ لمبے اور انکی بلندی مکانکی بلندی کے برابر تھی جو تین منزلہ کا ہے۔ہر ایک دالان پر اسکے کنارے کی طرف ایک ایک گنبد تھا۔باہر کی دیوار کے علی الخصوص سامنے کے حصے رنگ دار چونے کے تھے۔اور اسکے سرے پر کلام الله کی آیتیں سبز اور سنہری حرفوں میں لکھی ہوئیں تھیں۔ خواجہ محمود گاوان نے جو اس کا بانی تھا۔ قتل ہونے کے قبل کوئی تین ہزار جلدیں اس کالج کے کتب خانہ میں جمع کی تھیں وہ ایک بڑا ذی علم اور مشہور فیاض آدمی تھا۔نہیں معلوم وہ کتابیں کیا ہوئیں انکا کچھہ پتا نہیں ملتا۔
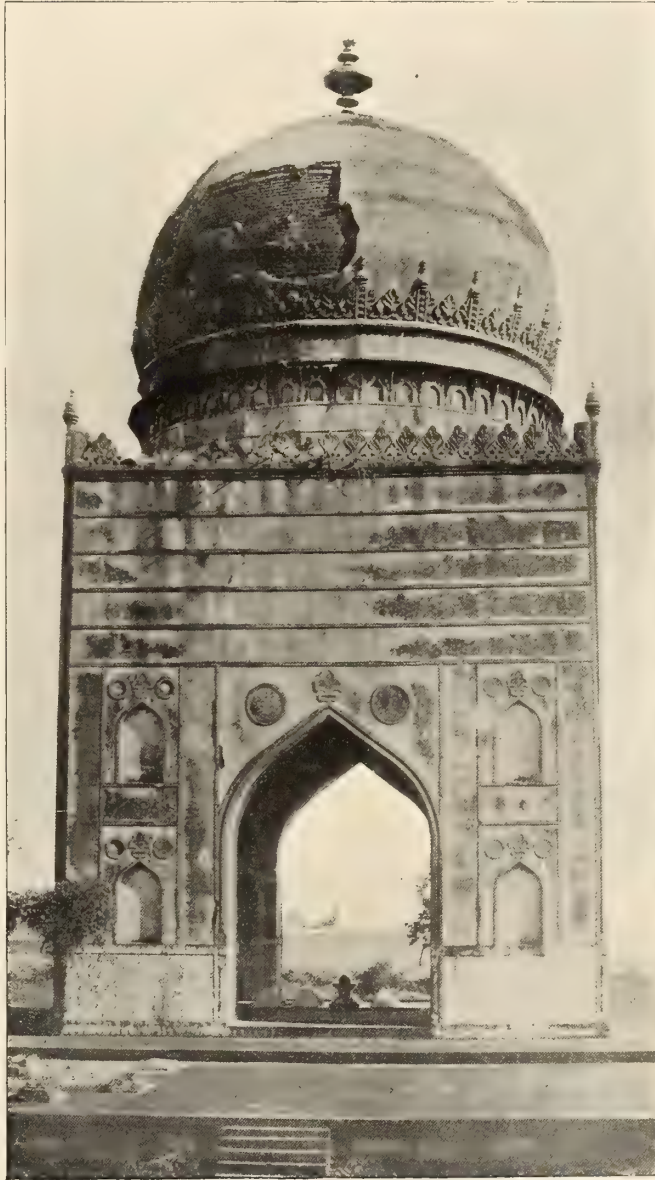
مقبرۂ امیرعلی بریدشاہ بیدر

بیدر میں بہت سی چیزیں تیار ہوتی ہیں۔جن میں وہاں کے برتن مشہور و معروف ہیں وہ ایک خاص دھات سے بنائے جاتے ہیں جنہیں بدری برتن کہتے ہیں۔ان برتنوں کا بیان اسی

کتاب میں صنعتوں کے باب میں درج ہوچکا ہے—سنہ ۱۸۷۵ میں جب حضور پرنس آف ویلز ہندوستان کو آئے تھے تو ان کے ہدیہ کے لئے بہت سے بدری برتن تیار کئے گئے تھے—اور اب وہ انکے ہندوستانی عجائب خانہ میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جا رہے ہیں—

بیدر سے آٹھہ میل کے احاطہ میں مرقومۃ الذیل تالاب ہیں—اندورا—کیروار—کارنجا—پاپور—ملکاپور—خواجہ جہان—باؤجی—کماروارٹی—اور بلورا—ان تالابوں میں جاہی مرغابیاں اور دوسرے پرندے کثرت سے پائے جاتے ہیں—اور قصبوں کے نزدیک جنگلی سور بھی مل آتے ہیں—خاص کرکے جہاں گنے کے کھیت ہیں—چونکہ اسکے قریب کوئی گنجان جنگل نہیں ہے اسلئے وحشی درندے مثل شیر اور چیتے وغیرہ کے وہان نہیں پائے جاتے ہیں—لیکن صرف خاص کے انکل تعلقہ میں ریچھہ کثرت سے ہیں—یہ تعلقہ بیدر کے شمال و مغرب میں چھتیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے—

——❀❀❀—— ——

بیدر کا قلعہ

بیدر کا قلعہ نہایت وسیع اور مستحکم ہے اوسکی تعمیر سنہ ۴۲۸ ع میں شروع ہوئی تھی اور تکمیل سنہ ۱۴۳۱ میں ہوئی اور اسکے افتتاح پر بیحد خوشیاں منائی گئی تھیں—اس قلعہ کا رقبہ تین میل کا ہے اور فصیلیں پچاس فیٹ اونچی—اوسکے اطراف تین خندقیں ہیں ۷۵ فیٹ چوڑی اور ۴۵ فیٹ گہری—یہ قلعہ شہر کے مشرق میں ہی اور بہمنی سلطنت کے آثار میں سب سے بڑا—سب سے مضبوط اور سب سے زیادہ محفوظ ہے—اس کے بروج میں بہت سی بڑی بڑی توپیں ہیں جن میں سے ایک ۲۳ فیٹ لمبی ہے اور منہ کے پاس ۲۵ انچہ مدور—یہ توپ نہایت مصفا اور نہایت شفاف ہے—ان میں سے بعضوں پر بنانے والے کا نام اور بارود وغیرہ کی تعلیم لکھی ہوئی ہے—

اس قلعہ کے تین پیچدار دروازے جنوب و مشرق میں ہیں—باہر کے دروازے کا نام شیرزہ دروازہ ہے اوسکی وجہ یہ کہ اسپر شیر کی تصویر کندہ ہے—اس کے اندر دوسرا ایک پھاٹک ہے جسپر ایک چھوٹی سی نقارخانہ کی عمارت ہے—جہان اسوقت پانچوں وقت نوبت بجا کرتی ہے—اس نقارخانہ کی دیواریں تمام رنگین اور منقش ہیں اور اس سے آگے بڑھکے گنبد دروازہ ہے جو تمام بیدر کے دروازوں سے بڑا ہے—دروازے کے اوپر ایک بڑا اور اونچا گنبد ہے جس پر کسی زمانہ میں عمدہ نقش و نگار تھا—اوس گنبد میں جو کرنجا ہی اسکا ہندو بہت ادب کرتے ہیں—اس قلعہ کے اندر کے تمام شاہی محلات پتھر کے بنے ہوئے تھے—انمیں سے ایک کا نام رنگ محل تھا کیونکہ اوسکے سامنے کی دیواریں رنگین کویلو کی تھیں—یہ بیدر کے بادشاہوں کا خاص شاہی محل تھا انمیں بعض کمروں میں جہان زمانۂ گذشتہ میں قدیم ہندوں کے مندر تھے اس محل کا پہلا منزلہ چونے اور اینٹ کے ڈھیروں سے بھرا ہوا ہے اور اسکے نیچے اترنے کے لئے سیڑھیوں کی ضرورت ہی—اسکے درمیان کی کمان پر ایک فارسی کتبہ ہے جس سے خوشامد اور چاپلوسی ظاہر ہورہی ہے—اس عمارت کے سامنے کا حصہ جسکے اطراف اونچی دیوار ہے اب بطور جیلخانہ کے استعمال کیا جاتا ہے اور پیچھے کا حصہ ویران پڑا ہی—اسی میں ایک کنواں ہے ۱۵۰ فیٹ گہرا—جس میں سے اوپر کے منزلہ تک پانی کھینچا جاتا ہے—اوپر کو ایک حوض ہے—اس میں نل لگے ہوئے ہیں ان نلوں کے ذریعہ سے صحن میں پانی پہنچایا جاتا ہے—

رنگ محل سے کسیقدر فاصلہ پر ایک دوسری بہت بڑی توپ ہے پندرہ فٹ لمبی—اور ننگری کی دھات سے بنی ہوی—لیکن وہ شکستہ ہوگئی ہے—وہ بھی اس زمانہ کی اور توپوں کے برابر نہایت شفاف اور کتبوں سے بھری ہوی ہے—اس توپ کے پاس جانے کے لئے میگزین کو عبور کرنا پڑتا ہے—جہان بیان کیا جاتا ہے کہ نظام شاہ نے اپنے بھائی میر محل علی خان قلعدار کو قید کر رکھا تھا—اسکے جنوب میں تخت محل کے کھنڈر ہیں—جن میں بہت سے سانپ ہیں—اور ایک محل ہے جسکا نام گنجان محل ہے—یہ محل بادشاہ کا خاص مسکن تھا—اور اسکے قریب ترکش محل میں جو چار منزلہ کا ہے بادشاہ اپنا دربار منعقد کیا کرتا تھا—

اس قلعہ میں ٹکسال—ترکی حمام—سلح خانہ اور دوسرے بہت سے میگزینوں کے کھنڈر ہیں—دوسری عمارت جو قابل ذکر ہے وہ ایک منہدم مسجد ہے جو قدیم محلات کے قریب بنی ہوی ہے—اس مسجد کا نام موتی مسجد ہے جو حقیقت میں نہایت خوبصورت ہے—علاوہ اسکے دوسری ایک سولہ ستون کی مسجد ہے جسکی لمبائی ۲۹۵ فیٹ اور چوڑائی ۷۷ فٹ کی ہے علاوہ اٹھارہ محرابدار ستونوں کے جو سامنے ہیں—قبلہ کے اطراف کی دیوار میں ساٹھہ گول کھم ہیں جسکا قطر ۴ فٹ اور تین انچہ ہے—یہ کھم اسکی سنگین چھت کو تھامے ہوے ہیں—جسپر چوراسی ۸۴ چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں—یہ مسجد سولہ کھم کی اسلئے کہی جاتی ہے کہ اسکے سامنے سولہ کھم ہیں—اس مسجد پر کوی کتبہ نہیں—لیکن باوجود اسکے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پندرہویں صدی کے بہمنی بادشاہوں کے زمانہ کی ہے—بیدر اس ضلعہ کے تعلقدار اول کا صدر مقام ہے اور ضلعہ کا انجنیر بھی وہیں پر رہتا ہے—

فرنچ سیاح تھیونات جو سنہ ۱٦٦۷ ع میں بیدر کو آیا ہوا تھا اوسکی نسبت یوں لکھتا ہے کہ یہہ ایک بڑا شہر ہے اوسکے اطراف ایک دیوار ہے اینٹ سے بنی ہوی—جس پر کنگرے ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے بروج اور نپر توپیں دھری ہوئیں جن میں بعضوں کا منہہ تین فیٹ چوڑا ہے—اس جگہ علی العموم تین ہزار کی تعیناتی فوج رہتی ہے جس میں آدھے سوار اور آدھے پیادے ہیں اور انکے ساتھہ سات سو توپچی ہیں—چونکہ یہ ایک عمدہ شہر ہے اسلئے یہاں کی فوجکی حالت نہایت اچھی ہے تاکہ دکھن کے برخلاف ہمیشہ آمادہ

رهے—یہان کا گورنر شہر کے باہر قلعہ مین رہتا هے—یہ ایک متمول گررنمنٹ هے اور یہانکا گورنر اورنگ زیب کے باپ شاہ جہان کا سالا تہا—اس کي درخواست کے مطابق اسکو برام پور کي حکومت دیگئي—کیونکہ اخیر لڑائی مین اس گورنر نے بیجاپور کے بادشاہ کي ایک فوج بنائی تہی—اسکے چند روز بعد مین نے بیدر کے راستہ پر نئے گورنر کو دیکہا وہ ایک عجمی تہا—خوبصورت—اور بہت بڈہا—اسکی سواری جارہی تہی—آگے بہت سے پیدل ہاتہہ مین جہنڈیان لئے ہوئے تہے—اور انکے پیچہے سات ہاتہی—اور ہاتہیون کے پیچہے حاکم پالکی مین بیٹہا ہوا—اور اسکے بعد بہت سی زنانی پالکیان جن پر لال پردے پڑے ہوے تہے—آرہی تہین—ایک پالکی مین جو کہلی تہی دو چہوٹے بچے تہے—ان پالکیون کے ڈنڈے چاندی کے منڈہے ہوئے تہے—انکے بعد بہت سي زنانی گاڑیان تہین—جن مین سے دو کو بڑے بڑے چہہ فیٹ اونچے بیل جتے ہوے تہے اور سب کے اخیر مین سامان کي گاڑیان اور اونٹ تہے جنکی محافظت کے لئے سوارونکا رسالہ تہا—

بیدر مین بادشاہون کے مقبرے

بیدر مین بہمنی بادشاہون کے مقبرے شہر سے شمال مین کوئی پانچ یا چہہ میل پر واقع ہین—انکی تعداد کل دس هے—وہ تمام بڑے بڑے مستطیل چبوترون پر مربع شکل مین بنے ہوئے ہین اور انپر ویسے ہی گنبد جیسے گلبرگہ مین ہین—ان سبہون مین احمد شاہ کے مقبرے کا گنبد بہت بڑا هے—یہ مقبرہ اسنے اپنی زندگي مین بنوایا تہا—اوسکے نیچے کا درجہ چارون طرف پچاس پچاس فیٹ کا ہے اور اسکی دیوار بارہ فیٹ موٹی اس مین چار کمانین ہین ۲۷ فیٹ اونچي اور اسکا گنبد ۱۲۰ فیٹ بلند—گنبد اور دیوارین ابتدا مین اوپر سے نیچے تک اقسام کے رنگ برنگ کے پتہر سنہری تختون پر نصب کئے گئے تہے اگرچہ زمانہ نے مشرقي دولت کے آثار مٹا دئیے ہین—اور بہت سے کتبے محو ہوگئے ہین لیکن باوجود اسکے انمین سے ہنوز ایک باقی هے جس پر یہہ لکہا ہوا هے کہ ”اگر میرا دل دُکہے تو اسکا علاج ایک شراب کا پیالہ هے اور مین چین پاتا ہون“

گنبد کے اوپر جو کتبہ هے اس مین بادشاہ کے خاندان کا شجرہ جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا هے نقش کیا ہوا ہے—امیر برید شاہ کي قبر شہر کے مغربي دروازہ سے کوئی آدہے میل کے فاصلہ پرهے اسکا پہاٹک نہایت عظیم الشان هے اور اسپر ایک نقارخانہ بنا ہوا هے—حقیقت مین یہ مقبرہ نہایت خوبصورت اور عمدہ صناعي کا نمونہ هے اسکي بلندی دیکہنے مین اتني نظر نہین آتي کہ جتني حقیقت مین هے—وہ ۱۵۴ فیٹ کے مربع چبوترے پر واقع ہی جو خاکستری اور گندمی رنگ کے پتہرون سے بنا ہوا اور ساڑہے چار فیٹ اونچا ہے—اوسکے اوپر اس سے چہوٹا ایک دوسرا چبوترا ہے ۸۲۰ فیٹ مربع—اور قبرین ۹ فیٹ اور آٹہہ انچہ کي ہین—اسکے چار دروازے ہین—ہر ایک ۳۰ فیٹ اور نو انچہ چوڑا—اور دہلیز سے کمان تک ۰ : فیٹ ٦ انچہ کا فاصلہ—اوسکی دیوارین ۵۷ فیٹ بلند ہین اور اوسکے اوپر خوب صورت کنگر بنے ہوئے ہین—اوسکا گنبد مقبرے کي مربع سطح سے ۳۷ فیٹ اونچا ہے—اور اوسکی چوٹی زمین سے ۱۰٦ فیٹ بلند—مقبرے کے اندر کي دیوار مین تین قطارین—رنگ برنگ کے چمکدار پتہرون کي ہین اور کمانون کے اوپر سنہری حرفون کے کتبے—ہر ایک دروازے کے دو حلقہ ہین اور انمین عربی عبارت کندہ—ان تمام کتبون مین قرآن مجید کي آیتین لکہی ہوئی ہین سچ تو یہ ہے—کہ روپیہ اور صنعت جسقدر کارروائی کرسکتی ہے وہ سب اس مین موجود ہے اوسکے قریب بہت مقبرے ہین جو امیر کي عورتون کے خیال کئے جاتے ہین—امیر برید کے مقبرے کي داہنی طرف دوسرا ایک مقبرہ قاسم برید کا ہے—اور علاوہ اسکے دوسرے اٹہارہ مقبرے ہین جن مین ۵ بادشاہون کے ہین جو بریدی خاندان مین گذرے ہین—تین مسجدین—ایک درگاہ ایک کنوان اور تین قدیم باغات کي جگہہ—ان مقبرونکی شمال مین موجود ہین—اور جنوب مین زین الدین شاہ کنج نشین او مخدوم شاہ قادري کے مقبرے معہ ایک مسجد کے ہین—اور نشیب مین دو اور مقبرے—اور دوسری ایک چہوٹی سی مسجد ہے—ان مقبرون مین سے ایک سید سعادت کا هے جنہین ہندو اور مسلمان دونون مانتے ہین اور جہان پر جمعرات کو بہت سے لوگ انکے فاتحہ اور نذر کے لئے جمع ہوتے ہین—اوسکے قریب ایک معدني پاني کا چشمہ ہے جس مین نہانے سے بہت جلد بیماریون سے صحت حاصل ہوتی ہے—اسکے علاوہ ان چشمون کي نسبت یہ بہی مشہور ہے کہ انمین پیہم چالیس روز نہانے سے جو حاجت ہو بر آتی ہے—یہان دوسرے اور بہت سے چشمے ہین انمین سے ایک کے پاس ایک مسجد بہی ہے جسکو اورنگ زیب نے بنوائی تہی—اور اسپر پُرجوش کتبے کندہ ہین—تل گہاٹ کے دروازے کے پاس ملتاني شاہ کي قبر ہی—جسکی مسلمان نہایت عزت و توقیر کرتے ہین—اور شاہ عبدالعزیز معین اللہ کي درگاہ جو گلبرگہ کے خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے پوتے تہے شہر کے جنوب و مشرق مین واقع ہے—اس مین بغیر جوتے اتارنے کے اندر جانے کي اجازت نہین—اس درگاہ کا جنوبی دروازہ نہایت خوبصورت ہے—

پاتل و نگري دروازے سے کسیقدر فاصلہ پر شاہ کلیم اللہ کا روضہ ہے جو بہمنی پادشاہ احمد شاہ کے مرشد تہے—اِس روضہ کے باہر تین کٹہرے ہین—اور سب سے نیچے کا کٹہرا پندرہ فیٹ چوڑا ہے—اور دوسرا بہت تنگ اور تیسرا بالکل بہت کشادہ—اسی روضہ کے احاطہ مین دو قبرین ہین جن مین ایک نہایت منقش و پرنگار ہے—دوسری قبرون مین جو اسکی قریب ہین—تمام حبشیون کي قبرین ہین جو بیدر مین فوت ہوئے—

ہمناباد

ہمناباد جو بیدر سے جنوبی مغربی سڑک پر تیس میل کے فاصلہ پر ہے ایک بڑا شہر ہے جسکے اطراف شہر پناہ بنی ہوئی ہے لیکن اس مین بہت آثار قدیم پائے جاتے ہین۔ ردرا کالا کا مندر (نقشہ ۱) فقط ایک ہی ہے جو ایک سو پچاس برس کا پرانا ہے۔ اس مندر کے سامنے ایک دہلیز ہے ۴۴ فیٹ چوڑی اور نیچے تمام ستون ہین جو کسی قدیم مکان کے معلوم ہوتے ہین۔اسکی دیوارین ۳۰ فیٹ اونچی ہین اور مندر کے اوپر ایک برج ہے ۷۲ فیٹ بلند اور اسپر تمام مورتین بھری ہوئی ہین۔بعض انمین سے قد آدم کي ہین اور اقسام کے رنگ کي۔

نقشہ دوسرا

ناراین پور

یہ مقام ہمناباد کي شمال و مغرب مین کوئی دس میل پر واقع ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر قدیم زمانہ مین کلیان کا متبرک مقام تھا۔لیکن دکھن کي خانہ جنگیون نے جو عظمت و بزرگي کے حاصل کرنے کے لئے برابر چھہ سو برس تک جاری رہین اسکو بڑا نقصان پہونچایا۔اور علی الخصوص سنہ ۱۶۳۵ مین جبکہ خان جہان نے اسکے اطراف کے ملک کو تاخت و تاراج کیا تھا اسکو سخت نقصان پہونچا۔

یہ قصبہ ایک تالاب کے کنارے پر واقع ہے۔جسکے قریب تراشیدہ سنگ ریزے کوئی ایک میل تک پڑے ہوئے ہین۔گورنمنٹ نظام نے ایکے نمونے جانچ پرتال کے لئے گورنمنٹ بمبئی کو بھیجے ہین۔انمین سے ایک (پلیٹ ۲ نقشہ ۵) ہندوستان کے عجائب خانہ مین رکھا ہوا ہے۔اور دوسرا (نقشہ ٦) بمبئی کے ایشیاٹک میوزیم مین ہے۔صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ نمونے ایک عمدہ مندر کے ہین جو منہدم ہوگیا۔ان نقشون مین سے دوسرے کا سر (تصویر ٦ نقشہ ۳) جس مین جواہرات تفصیلی بیان ہے۔ایک دیوار مین بنا ہوا تھا۔جو موجودہ طرز کي عمارت ہے قصبہ مین ان دونون مندرون کے بہت کم آثار باقي ہین۔ایک مندر ہماد پنتي وضع کا ہے۔لیکن اس مین سوائے ایک منڈپ اور ایک دہلیز کے جو معبد کو جاتی ہے اور کوئی چیز باقي نہین۔بڑا مندر ایک عظیم الشان ساخت کا تھا اور غالباً نیلنگا کے مندر سے زیادہ قدیم ہے (نقشہ ۳
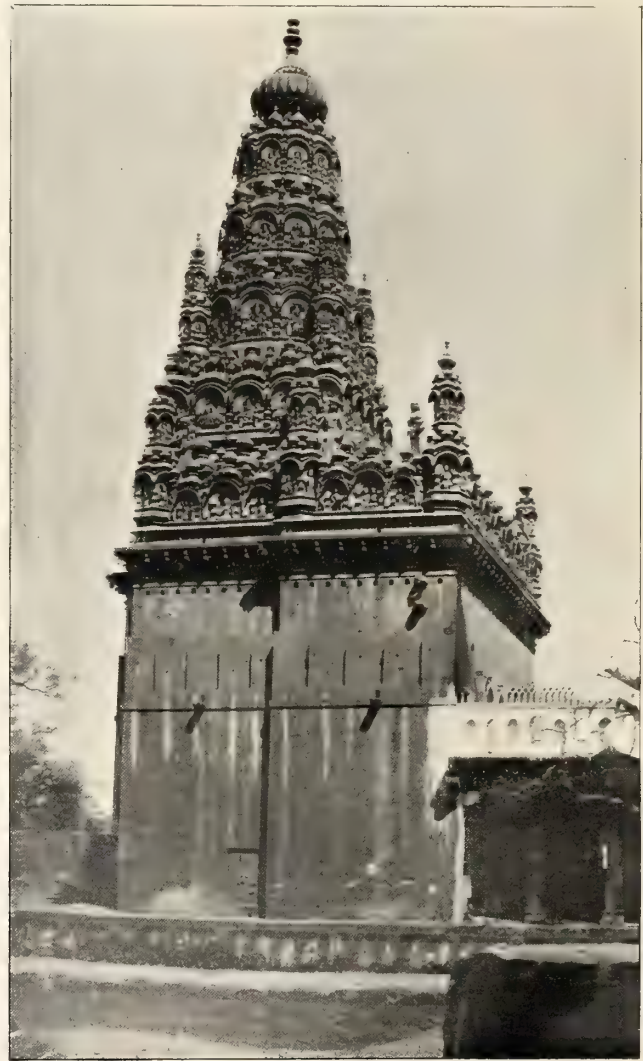
نقشہ پہلا

نقشہ تیسرا

نقشہ چھٹا

نقشہ پانچواں

نقشہ ساتواں

نقشہ چوتھا
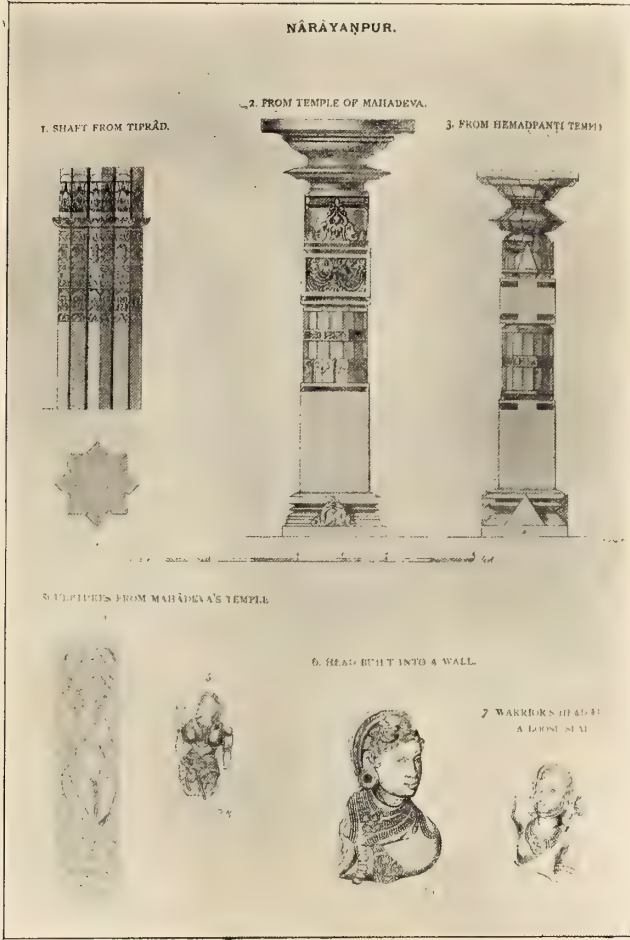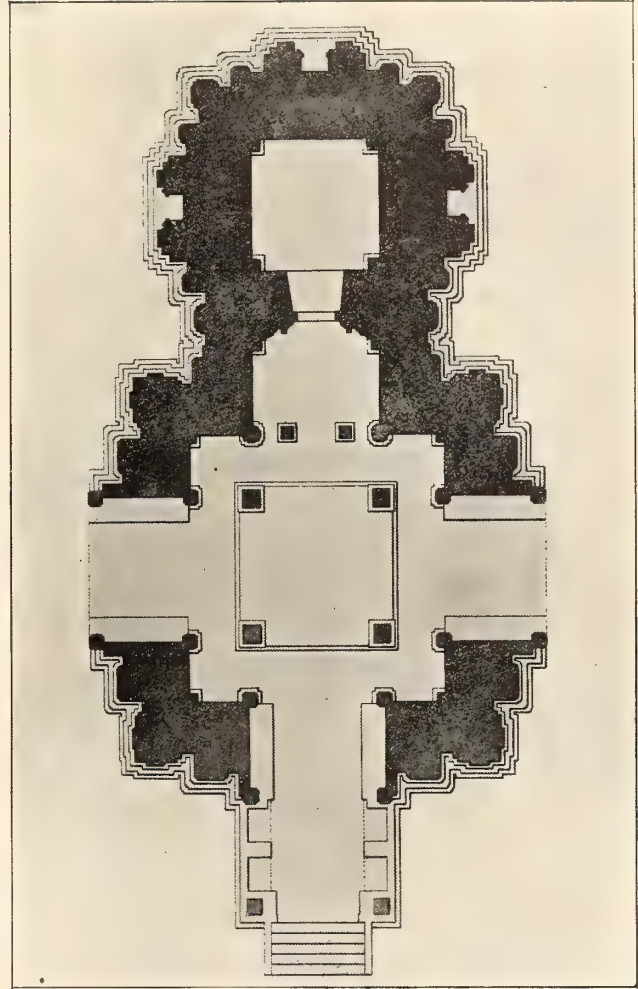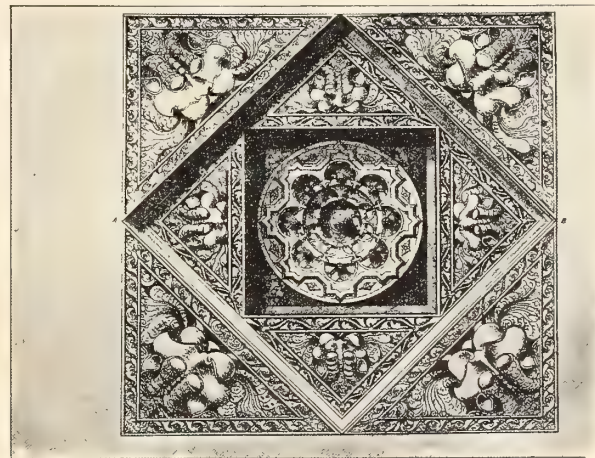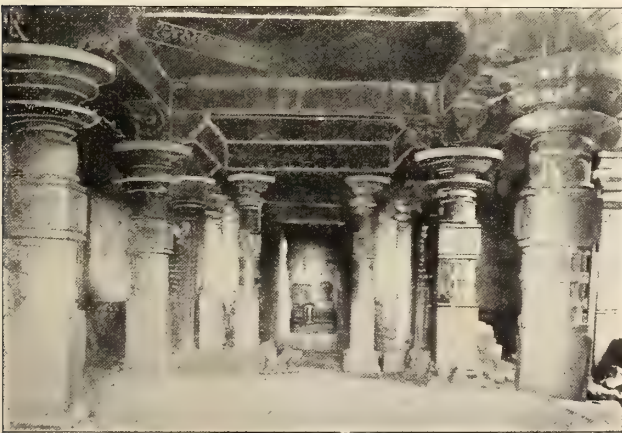
سے نقشہ ۷ تک) اسکے زاوئے تمام مساوی ہیں۔ اوسکے دونوں ستونوں کے کگر کا اور نیز باہر کے دیوار کا نقش و نگار قریب قریب یکساں ہے۔ یہہ مندر بڑے بڑے پتھروں سے بنا ہوا ہے۔ اکثر جگہہ پر دروازے کے بناو سے زیادہ پست نہیں ہے۔ اسکے درمیان ایک بڑا دالان ہے ۲۰ فیٹ ۱۰ انچ مربع - اس میں چار ستون ہیں ۹ فیٹ ٦ انچ بلند۔ اس دالان کو تین کمانیں ہیں جن میں سے اندر جایا جاتا ہے۔ اسکے جانب میں جو مغربی رُخ پر ہی ایک پیش دالان تھا جسکی سقف کے

نیچے دو پتلے سے ستون ہین—اوسکا درمیانی مقام اور بازو کے رقبے معمولی طور پر مسقف ہین—اور نقشہ ۷ مین جیسا دکھلایا گیا ہے ویسے مکمل—

پتھر کی تراشی ہوئی سلین—معبد—دالان اور نیز دوسرے مقامات پر پڑے ہوئے ہین ایک مین دو پہلوان لڑ رہے ہین اور انمین سے ایک کی عجیب پگڑی کی تصویر دکھلائی گئی ہے—(تصویر ۷ نقشہ ۳) انمین سے ایک کہم اسی نقشہ مین ہی (تصویر۲)—بعد مین اسکے اندرونی حصہ مین گنے پکائے جاتے ہین جس سے اوسکی چھت کالی ہوگئی ہے—(نقشہ ٦) اس عمارت کو شریر لوگون کے ہاتھ سے اور نیز ان جہاڑون سے جو دیوارون مین اوگے ہین سخت نقصان پہونچا ہے—اوسکا پایہ ٹوٹ گیا ہے اور دیوارین گرگئی ہین اور زمین درہم و برہم ہوگئی ہے (نقشہ ۵) اوس کے معبد مین جہان ایک سادہ لنگا ہے) ایک دروازے سے جو اونچا منقش ہے جایا جاتا ہے—اسکے کگر پر باہر کی طرف مورتون کی دو قطارین ہین—جن مین تمام عورتون کی مورتیان اقسام کی شکلون مین ہین—بعض ناچتی ہین—(نقشہ ۲ تصویر ۷ نقشہ ۳ تصویر ۴-۵) بعض ننگی اور انکی رانون سے سانپ لپٹے ہوئے—اور بعضے اقسام کے کپڑے پہنے ہوئے—انمین کوئی ویسے نہین نظر آتے جسکے کمر پر سوائے زیور کے اور کوئی شی ہو

کلیان

یہ ایک شہر ہی جسکی آبادی ۱۳۰۰۰ کی ہی—اور

یہہ حیدرآباد سے شمال و مغرب مین چودہ میل پر ہے اور نارائن پور سے چار میل اوس قدیم سڑک پر جو تلجاپور سے حیدرآباد کو جاتی ہی واقع ہی—یہہ مقام کسیقدر وسیع ہی اور قدیم زمانہ مین یہہ چالوکین سلطنت پر پائے تخت تہا جسکی حکومت بہت بڑے رقبہ پر جو اوس وقت کنتالا دیس کہا جاتا تہا پہیلی ہوئی تہی—یہہ ملک شمال مین دریائے نربدا سے پہیلتا ہوا جنوب مین تنگبدرا تک گیا ہوا ہے—اسکے مغرب مین بحرالعرب ہے اور گوداوری تک شمال و مشرق مین مشرقی گہاٹون کے سلسلہ تک جنوب و مشرق مین پہیلا ہوا ہے—یہ بات تحقیق طور پر معلوم نہین ہوی کہ کلیان پہلے پہل کب اس سلطنت کا پائے تخت ہوا—لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۹۷۳ع مین یہ دارالسلطنت ہوا—اور سنہ ۱۰۴۰ع سے سنہ ۱۰۹٦ع تک اسکو وسیع اور خوبصورت کیا گیا—درمیانی زمانہ مین کلیان مین بہت سے بڑے بڑے اور عظیم الشان مندر اور محل بنائے گئے—لیکن بعد مین جو چار سو برس تک جنگین ہوتی رہین ان مین اسکا ستیاناس ہوگیا—ہندؤن کی عمارتین برباد ہوگئین اور موجودہ شہر فقط مسلمانون ہی کا ہے—اوسکے اطراف کی پشتہ بندیون سے پایا جاتا ہے کہ وہ قدیم زمانہ مین بہت وسیع ہوگا—اوسکے ایک طرف پہاڑ کی اونچی چوٹی ہے—جس مین بہت سے سادی گڑہے کہدے ہوے ہین—وہان ایک مارونی کا مندر ہے—اوسکی سیڑہیون پر دو پتھر ہین جو کسی قدیم مندر کے معلوم ہوتے ہین (تصویر ۱ نقشہ ۲) دوسری تصویر سے معلوم ہوتا ہے کہ ویسا ہی ایک پتھر اوسکے احاطہ سے اٹہا کے ایک درگاہ کو لیجایا گیا—اطراف و جوانب کے ملک مین بہت سے گڑھے چٹانون مین کہدے ہوئے ہین—لیکن انمین سے کوئی قابل بیان نہین—

اکنا گاما گاوی

کلیان کے جنوب مین تپراد کے قریب اکنا گاما گاوی ہے—اوسکے برآمدے مین بعض نہایت عمدہ تراشے ہوئے ستون ہین—چند چہوٹے کمرون کے مقابلہ مین جنکے نیچے ایک غار معہ چند چہوٹے کمرون کے ہے—یہ ستون کسی نہایت قدیم مکان کے معلوم ہوتے ہین جو وہان سے نکال کے اسی برآمدے مین لگائے گئے—(تصویر ۱ نقشہ ۳) سے اسکی کیفیت ظاہر ہوتی ہے—ان ستونون پر جو نقش و نگار ہے وہ تیرہوین صدی کا مروج ہے—

سیتا پور

اس مقام پر جو کلیان اور نارائن پور کے درمیان ہے ایک چہوٹا سا تالاب ہے اور اسکے کنارے پر ایک مندر—جسکی تعمیر مین معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے اور قدیم مندر کا اسباب صرف ہوا ہے—کیونکہ اوسکے پتھرون کی تصویرین تمام مٹی ہوئی ہین—سیڑہیون کے دونون طرف جو پتھر باہر لگے ہوئے ہین—اونمین ہاتھیون کی تصویر کندہ ہے—جن مین سے ایک نقشہ ۲ تصویر ۳ مین دکھلائی گئی ہے—اور دوسرا ٹوٹا ہوا پتھر تصویر ۴ مین دکھلایا گیا ہے—

نیلنگا

نیلنگا کلیان سے شمال مین چوبیس میل پر ہے—اور ترنا ندی کی ایک شاخ پر واقع ہے—کسی زمانہ مین یہ ایک عمدہ مقام تہا—یہان شیوا کا ایک مندر ہے—جسکی طرز

نقشہ آٹھوان

نقشہ نوان
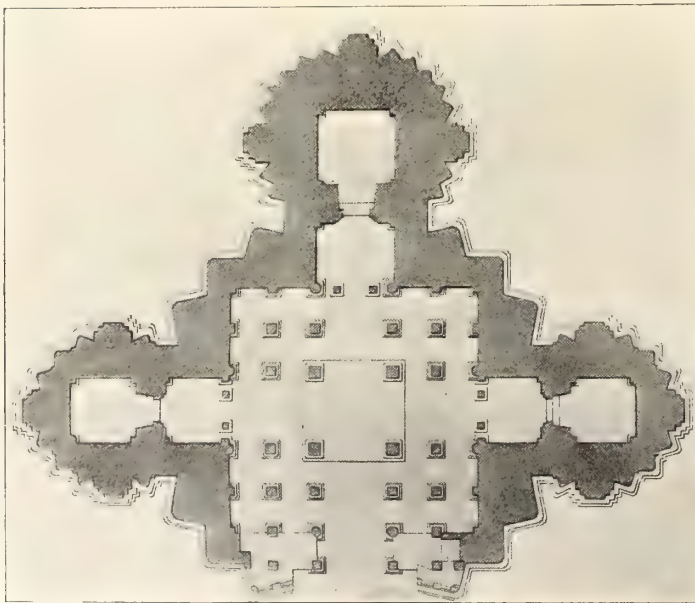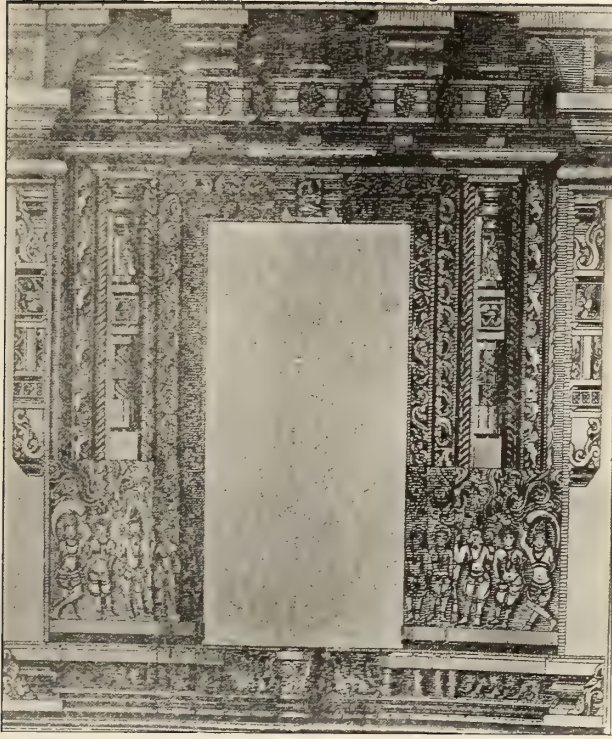
منقش ہے۔نقشہ ۸ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے زمینی نقشہ کا انتظام کچھہ عجیب ڈھنگ کا ہے۔دہلیز اور بروج جو تین معبدون کے اوپر ہین بالکل منہدم ہوگئے ہین۔اور اب اوسکی چہت مسطح ہے۔اسکا درمیانی دالان مربع ہے ہر ایک طرف ۳۰ فیٹ۔اس مین سولہ ستون ہین۔یعنے چارون طرف چار چار۔اس چوک کے چارون کونون پر چار ستون ہین جو ایک چبوترے پر چند انچہ زمین سے اوٹھے ہوئے ہین۔یہہ چارون ستون بہ نسبت دوسرے ستونون کے نہایت خوبصورت ہین۔اور انکے چارون طرف اقسام کے نقش و نگار۔اس دالان کے چارون کونون پر اور نیز عقب مین چار چھوٹے سے پیش دالان ہین اور انمین جدا جدا معبد۔اور ہر ایک معبد کو سنگ مرمر کے دروازے لگے ہوئے۔انکی تصویر نقشہ ۹ مین دیگئی ہے۔اور دروازون کے اطراف عمدہ نقش و نگار ہے۔اور انکے بیچمین ایک بیٹھی ہوی دیبی کی تصویر ہے۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ مندر پاربتی یا بھوانی کی پرستش کے لئے وقف کیا گیا تہا۔جو شیوا کی عورت ہے۔اس مندر کے پائے پر نہم اور دسوین صدی کے مندرون کے سنگین اور کثیرالتعداد نشان ہین۔

کاروسا

کاروسا ایک متحص قصبہ ہے نیلانگا سے شمال و مغرب مین آٹھہ میل کے فاصلہ پر۔اوسکے قریب بہت سے غار اور چھوٹے چھوٹے مندر ہین۔لیکن پہاڑون کی شکل گول اور ناہموار ہونے کی وجہ سے ان مین عمدہ نقش و نگار نہین ہوسکا۔وہ بالکل بھدا ہے۔کوی پاو میل کے فاصلہ پر قصبہ کے مشرق

نقشہ دسوان

نقشہ گیارہوان

مین۔ایک بلند پہاڑی ہے۔جسکے جنوبی کنارے پر ایک منہدم غار ہے۔جو غالباً بہت اونچا ہے۔اس پہاڑی کے رخ پر کسی قدر فاصلہ تک چوٹی کے قریب کوی غار نہین۔
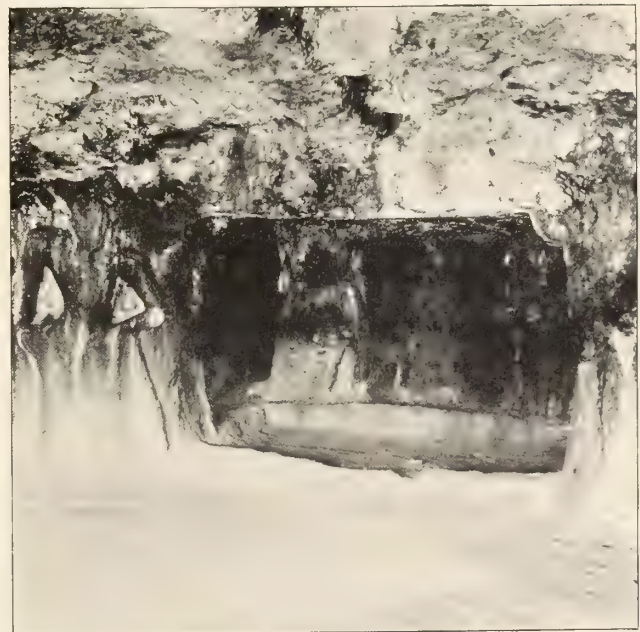
نقشہ بارہوان

نقشہ تیرہوان

لیکن اوسکے بعد بڑے بڑے غارون کا سلسلہ آتا ہے - انمین سے پہلا غار ناہموار شکل کا ہے ١١ سے ١٢ فیٹ چوڑا اور ١٣ سے ١٤ فیٹ عمیق - اسکی دیوارین بالکل بانکی ٹیڑھی ہین - اسکے وسط مین ایک نہایت بھدی جین کی یا ترتن کار کی مورتی ہے - معمولی طور پر چار زانو بیٹھی ہوئی - جائے نشست سے اوسکے سر تک ٦ فیٹ ١٠ اِنچہ اونچی اور ایک زانو سے دوسرے زانو تک ٦ فیٹ ١ اِنچہ - اس سے کوئی پچاس گز کے فاصلہ پر سب سے بڑا غار ہے - یہ غار ڈبل ہے اور دو منزلہ (نقشہ - ١٠ - ١١ - ١٢) اور بالکل ناہموار - ٥٠ فیٹ گہرا اور ٧٠ فیٹ چوڑا - شمالی جانب ستره مربع ستون تھے - لیکن وہ تقریباً منہدم ہوگئے ہین - اس لے عقب مین ایک برستنگاہ - مستطیل شکل کی ھے اور درمیانی مورت کے اطراف کی مورتین شیوا سے مشابہت رکھتی ہین - جو وشنو کے سیدھے ہاتھہ کی طرف اور برہما کی بائین ہاتھہ کی طرف ہے - اوسکی جنوبی زمین جو نصف غار کی ہے - دوسری نصف زمین سے ٦ فیٹ ٥ اِنچہ نشیب مین ہی اور اس مین مورتین ایسی مٹ گئی ہین کہ پہچانی نہین جاتین - لیکن غالباً وہ ویسی ہی ہونگی - جیسی دوسرے نصف مین ہین - شمالی ہال کے بائین طرف کی دیوار مین اوپر کو جانے کی سیڑھیان ہین اور شمالی سیڑھیان نشیب کو لیجاتی ہین - اوسکے تین طرف تین ستون ہین اور بیچمین ایک کماندار چہت اوسکے بازو کے راستے تنگ اور پست ہین - اوسکے پیچھے ایک معبد ہے - جسکے دونون طرف دو مربع ستون ہین - ان ستونون کے رخ پر دوارپالا کے نقش ہین (نقشہ ١٢) اوسکی دیوار مین ایک دروازہ ہے جو جنوبی دالان کو جاتا ہے - یہ دالان ٣٠ فیٹ چوڑا اور ٥٤ فیٹ لمبا ہے - اوس مین چار ستون ہین - اوسکے معبد مین تین مورتین ہین - کوئی ٥ فیٹ ٦ انچہ اونچی جنکی صورتین بالکل بگڑ گئی ہین - غالباً یہہ برہما اور شیوا اور وشنو کی ہین - دوسرا غار اس اخیر غار سے شمال مین ملا ہوا ہے اور اوس مین بہت سے چھوٹے کمرے ہین - انمین بھدی مورتین اور چھوٹے معبد ہین - اور گنیش کی اور دوسرونکی مورتین ہین جو غالباً ہری اور وشنو کی ہونگی - بڑے غار سے شمال مین پچاس قدم پر دوسرا ایک غار ہے جسکو مہادیو کا غار کہتے ہین اوسکی وسعت ٦٠ فیٹ کی اور عمق ٦٩ فیٹ کا ہے اس مین
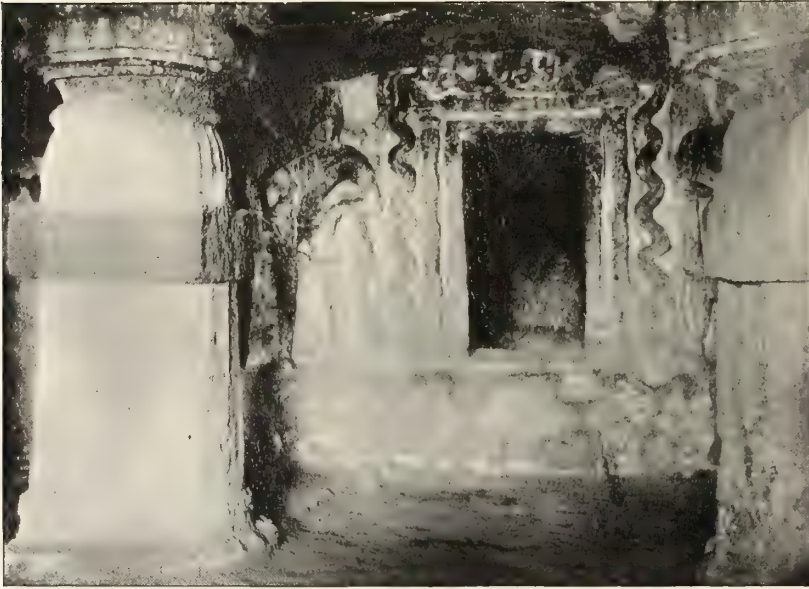
نقشہ چودہوان

نندی پر (جو شیوا کا بیل ہے) ایک ٹوٹی ہوئی چھتری ہے (نقشہ ١٣) اس کا ہال ٦٠ فیٹ چوڑا - اور ٣٨ فیٹ اندر سے معبد کے سامنے کے کہم تک ہے - اوسکی چہت کے نیچے چہہ قطارین تین تین کھمبون کی - سامنے سے پیچھے کو گئی ہوئین ہین - سامنے کے کھمبون کو ملا کے کُل کھمبے چھبیس ہین - تمام تقریباً مربع - بجز ان چار کے جو برابر معبد کے سامنے ہین - وہ ہشت پہلو ہین اور انکے اوپر کگر - اونکے نیچے کا حصہ مخروطی شکل کا ہے - (نقشہ ١٤) معبد ١٦ فیٹ لمبا - ١١ فیٹ چوڑا اور ٨ فیٹ اونچا ہے - اوسکے سامنے کے رُخ پر دوارا پالاکی بھدی مورتین اپنے اپنے عا پر تکیہ دی ہوین ہین اسکے دروازے پر ایک تنگ کگر ہے اور دونون طرف دو پتلے سے ستون - اور باہر دو بڑے بڑے سانپ اوسکے نیچے - اور دوار پالا کے تخت مین ایک

نقشہ پاندرہوان

ہاتھی ہے—جنوبی دروازے کی دونون طرف دو دو مورتین ہین ایک مرد کی اور ایک عورت کی—اور مرد لاٹھون پر زور دیکر کھڑے ہین—اور عورتون کی خدمت مین ایک ایک بونا ہے شمالی دروازے پر ایسی ہی پاسبانون کی مورتین ہین لیکن وہان بونے نہین ہین—اور مغربی کونے مین ایک بکری کی مورت ہے (تصویر ۵ نقشہ ۱۵) اس غار کے چوطرف بڑے بڑے نقش و نگار ہین وہ ایسے خراب ہوگئے ہین کہ پہچانے نہین جاتے—جنوبی جانب بہت سے آدمیون کی تصویرین ہین—جو لاٹھیان اور تلوارین لئے ہوئے مصروف جنگ ہین اور نیچے دو ہاتھی اور بہت سے آدمی ہین—اس سے آگے بڑھکے جہان سے دیوار مڑتی ہے—دو پہلوان کشتی لڑرہے ہین—اور انکے اوپر بھی ویسی ہی دوسری تصویرین ہین جیسی نیچے ہین (تصویر ۲ نقشہ ۱۵) اونمین ایک آدمی بھاگ رہا ہے—اور دوسرا ہاتھہ مین کوڑا لئے ہوئے کھڑا ہے جیسے ایک ناگ سانپ کو جو اپنی زبان باہر نکالے ہوئے ہے—مارنا چاہتا ہو—جسکی زبان کو اس نے اپنے بائین ہاتھہ سے پکڑا ہی—اس ناگ کا سر اور سینہ انسان کا سا ہے—اوسکے دونون ہاتھہ عذر خواہی کو اُٹھے ہوئے ہین—اوسکے سر پر پانچ پھن ہین اور اوسکی دم نیچے کنڈلی کئے ہوئے ہے—اوسکے بائین طرف ویسا ہی ایک دوسرا سانپ ہے—جسکے اوپر اور نیچے چھوٹی سی مورتین ہین—دوسرا مجسمہ (تصویر ۱ نقشہ ۱۵)—وارَاہا یا وشنو کا جنگلی سورکے سر کا—علاوہ اسکے بہت سی دوسری مورتین ان دیوارون پر ہین—مثلاً وشنو کرشنا کے اوتار مین جسکے دو بازو ہین اور گووردہن کی پہاڑی کو ورج کے گلہ پر پکڑا ہوا—جب اوسکے جنوبی دروازے مین داخل ہوتے ہین تو وہان کی دیوار پر ایک منظر ۱۳ فیٹ لمبا ہے (تصویر ۳ نقشہ ۱۵)—یہ منظر پانڈؤنکی لڑائی کا ہے یا رام کی داستان کا یہہ صاف نہین معلوم ہوتا—پیچھے کی دیوار پر دوسرا ایک—بہت بڑا منظر ہے—(تصویر ۴)—اسکے نیچے سات مورتین ہین انمین کی چار بہت وزن دار معلوم ہوتی ہین خواہ وہ کہم بنا رہی ہین—یا قربانی دے رہی ہے اور دوسری اونکی پاؤن کے نزدیک بیٹھی ہوی—کہم کے اوپر دو مورتین ہین جو آرام سے بیٹھی ہوی دیکھہ رہی ہین—اور انمین سے ایک کے پیچھے دو مرد ہین جن مین سے ایک کے ہاتھہ مین لاٹھی ہے اور ان دونون کے بیچمین ایک عورت ناچ رہی ہے—انکے اوپر ایک آدمی سوتا ہے اوسکے پاس تین عورتین بیٹھی ہین—اور اوسکے پائنتی تین آدمی گویا کودنے کے لئے آمادہ کھڑے ہین—اسکی دہنی طرف ایک شخص ایک لمبی کمان ہاتھہ مین لئے ہوئے کھڑا ہے اور ایک عورت اپنے ہاتھہ اٹھائے ہوئے بیٹھی ہے—شمالی دیوار پر اونچے اونچے مرد اور عورتون کا مجمع ہے انکی صورتین بگڑی ہوی ہین—اوسکے مغربی طرف ایک چھوٹے اور ناہموار کمرے کا دروازہ ہے اور اسکی داہنی طرف ایک بڑا نقش ہے جس مین دودہ کے دریا کا مسکا بنایا جارہا ہے—یہ تصویرین ایک قصہ سے متعلق ہین جو اکثر مقامون مین مشہور ہے—اور اسکی اصل یہ ہے کہ ست جُگ مین دیوتا تمام فانی تھے اور وہ اپنے اعدا دیئتون کے ساتھہ امرت کے آرزومند تھے—جسکی وجہ سے وہ غیر فانی ہوجائین—اسلئے دونون نے آپس مین اتفاق کیا—

اور اقسام كي جڑی بوٹی اور پهل جمع كرکے انهین دودهہ کے دریا مین ڈالدیا-اس دریا کا پاني بالکل پتلا اور نهایت چمکدار تها اوسکے بعد نهایت مشکل سے مندرا کے پهاڑ کو هٹا کے اوس سے اسکو گهونٹنے لگے-اور واسوکي نامی سانپ کي رسی بنائی-اور تمام دیوتاؤن نے جمع هوکے اسکی دم پکڑی اور دئیتون اور داناواسون نے اسکا سر اور گردن-اور پهر سمندر مین اوسکو متهنے لگے-تاکہ اس سے امرت تیار هو-سانپ کے پهن سے جو شعلے نکل رهے تهے اُن سے داناواس جهلس گئے-اور اُنکی کرتی جاتی رهی-اسکے پهنکار سے جو ابراٹهکے اسکی دم کے پاس جاتا تها-اوسکی ترشح سے دیوتاؤن کو تازگی ملتی تهي-دریا کے بیچ مین-هری-خود اپنی ذات سے ایک کچهوا (کُرما) هوکے پهاڑ کے لئے چول کا کام دے رها تها-اور وہ اسکے اطراف پهرتا تها-اور اسکے ساتهہ وہ دوسرے دیوتاؤن کے همراہ بهی دوسرے اشکال مین موجود تها-اور سانپون کے بادشاہ کو چکر دینے مین مدد دیتا تها-اور دوسری ایک بڑی اور مهیب شکل مین پهاڑ پر بهی بیٹها تها-وہ اپنی مستعدی سے سانپ کو تهامتا تها اور دیوتاؤن کو قوت بخشتا تها-ایک هزار برس تک متهنے کے بعد جب دودهہ کا دریا جم گیا اور اس سے ان دیوتاؤنکا ظهور هوا (۱) سورابهی یعنے گائی جو دودهہ اور دهی کا پهاڑ تهی-(۲) ورونی یا سورا یعنے شراب کي دیبی اوسکی آنکهین مخمور تهین-جب دیوتا اوسکو لیکر گئے تو دیوتاؤن نے اوسکو چهوڑ دیا-پهلی کو انهون نے سورا نام رکها اور دوسری کو اسورا (۳) پاریجاتا کا جهاڑ یعنے اپنے پهولون سے دنیا کو خوشبودار کرنے والا-(۴) آسماني اندر کی باني کي دیبیون کي فوج (۵) چاند جسکو مهادیو نے پکڑ کے اپنی ٹوپی مین رکهہ لیا تها-(٦) هالا هالا یا هالاکوٹا-ایک قسم کا زهر جس پر ناگون نے قبضہ کرلیا-اور جسکو شیوانگل گیا-(۷) دهن ونتری-آسماني حکیم سفید لباس پهنا هوا اور اپنے هاتهہ مین کمنڈالو یعنے امرت کا برتن لیا هوا-(۸) سری خوبصورتی کي دیبی ایک کنول کے پهول پر بیٹهی هوی-جو هری کي عورت هوی (۹) اوچیے هسراواس نامي گهوڑا جو اندر نے لیا (۱۰) کوستهوبا یعنے وہ زیور جسکو وشنو نے پهنا-(۱۱) اروت یعنے اندر کا هاتهی-یهان کے نقش مین ایک تنها دائتیا هے-جو واسوکي کا سر پکڑا هوا هے اور اوسکے پیچهے تین دوسرے هین اور تین نزدیک کهڑے هوئے-برهما اور دوسرا دیوتا-چار هاتهہ والا اوپر هین اور مندارا کے پهاڑ پر جو بطور گهونٹنے کے استعمال کیا گیا تها-وشنو اوسکو پهرا رها هے-مهادیو کے غار کے کسیقدر شمال مین ایک نامکمل کمرا هے-اور اس سے بارہ گز کے فاصلہ پر ایک غار هے جسکو وهان کے لوگ لاکولا کهتے هین-شمالی مین اور زیادہ بلندی پر بهت سے چهوٹے غار اور مندر هین-لیکن وہ سب کے سب بالکل منهدم-شمالی کنارے کے قریب بلندی پر کوئی چالیس سے زیادہ مندر هین-بعضے لنگا کي اور بعض وشنو کے-کاروسا سے نو میل پر ایک علیحدہ پهاڑی هے جس مین برهمنون کے پهاڑی مندرون کے آثار پائے جاتے هین-

---

اودگیر

اودگیر ایک قلعہ اور متحصن شهر-بیدر کے شمال و مغرب مین چهتیس میل پرهے دهلی اور بیجاپور کے جنگونمین یهہ بیجاپور کي سلطنت کا ایک نهایت مضبوط قلعہ تها سنہ ۱٦۳۵ع مین ایک مدت کے محاصرے کے بعد وہ شاہ جهان کے سپہ سالار کے حوالہ کیا گیا-اوسکے بعد سنہ ۱۷٦۰ع مین نظام اور مرانٹها کي فوجون مین یهان ایک سخت لڑائی هوئی-

---

کاولاس

بیدر کے شمال مین کوئی پچیس میل پر کاولاس کا قلعہ هے-جس ۱۵۰۰ کي آبادي هے-وہ ایک پهاڑی کي چوٹی پر بنا هوا هي-جسکے اطراف ایک ندی جاری هے-یهہ ایک ناهموار مستطیل قلعہ صرف پتهر سے بنا هوا هے-اس کے اطراف بروج اور فصیلین وغیرہ نهایت مضبوط هین-ورنگل کے راجاؤن نے بارهوین صدی مین اسکا استحکام کیا تها-الف خان جو بعد مین دهلی کا بادشاہ محمد تغلق هوا سنہ ۱۳۲۳ مین اس پر قابض هوا تها-جسکا ذکر کهین آگیا هے-اس نے دو وقت چڑهائی کي-اور دوسرے مرتبہ بیدر اور کاولاس پر اور پهر ورنگل پر قابض هوا-سنہ ۱۳٦۴ع مین ورنگل کے راجہ نے کاولاس کا مطالبہ کیا-جو اسوقت بهمنی پادشاہ محمد شاہ کے تصرف مین تها اس نے اپنے بیٹے کے زیر حکم ایک مهم روانہ کي لیکن لڑائی مین اوسکي شکست هوگئی-سنہ ۱۵۴۵ مین گولکنڈے کے بادشاہ جمشید قطب شاہ نے اور اسکو مضبوط کیا-اور پهر جب بیجاپور کے مقابلہ مین وہ احمد نگر کے پادشاہ کي مدد کو آیا هوا تها تو عادل شاہ نے اوسکو منهزم کرکے بهگا دیا اور وہ اسی قلعہ مین پناہ گزین هوا

بهوج راجہ سروری

بیدر کي شمال و مشرق مین تیرہ میل پر بهوج راجہ کي سروری هے جهان کم سے کم چار مندر هین-ایک کا نام اننت نیلنگا هے-اوسکے رخ پر ایک دیوار هي-اس پر نقش ونگار هے جس مین ناچ وغیرہ هورها هے-دروازے کي دونون طرف تین تین چهوٹے ستون هین-اسکا منڈپ ۲۱ فیٹ چوڑا اور ۲۲ فیٹ عمیق هي-اور بازو کي پرستش گاهون مین جانے کے لئے ایک چهوٹی سی دهلیز هي-اور اسکے پیچهے ایک پیش دالان هي-اس مندر کے سامنے نندی کے اوپر ایک

پدوگنکا مندر — میدک

شامیانہ ہي — دوسرے کا نام نارایں دیو کا مندر ہے — وہ بہی ویسا ہي ہے — اوسکے منڈپ کے نیچے چار ستون ہین اور وہ منڈپ ۱۸ فیٹ مربع ہي لیکن اوسکے اندر کي پرستش گاہون کو دہلیز نہین ہي — ان پرستش گاہون مین شنکرا اور پاربتی اور انکے بیل کي مورتین ہین اور بڑی پرستش گاہ مین ایک لنگ ہے — اوسکے اندر کي دیوار مین گو کہلے ہین مگر گنپتی اور مہی شاسوری کي مورتون کے جو انکے اوپر کندہ ہین —

اوسکي چہت وغیرہ بالکل اوڑ گئی ہے — یہہ دونون مندر بارہوین صدی کے دوسرے نصف حصہ کے ہین — غالباً لنگائیت کے عروج سے پہلے کے — تیسرے مندر کا نام مالیکار جوناس ہے — اسکا منڈپ ۱۸ فیٹ لمبا اور ۱۵ فیٹ چوڑا ہي اوس مین ایک چہوٹا سا معبد ہي — جس پر ایک مینار کے آثار باقی ہین جو بالکل منہدم ہوگیا ہي — چوتہا مندر تو بالکل ٹوٹ پہوٹ گیا ہے

—— ❧ ——

ایپل گانون

ایپل گانو مین جو سروری سے شمال و مغرب مین سات میل پرہي — ایک منہدم مندر ہے اور وہ ہوبہو ویسا ہي ہی جیسا سروری مین انندپال کا مندر ہے — اوسکو سیڑھیان لگي ہوی ہین — اونکے بازو کے پتہرون مین بہی ویسي ہی مورتین ہین جیسے نقشہ ۱۱ — اور تصویر ۱ — ۲ مین دکہلائی گئي ہین — اس مندر کے سامنے ایک شامیانہ ہے — لیکن وہ اب منہدم ہوگیا ہے — اوسکے نزدیک جو گنیش باری ہے اس مین بہی ویسا ہی ایک مندر ہی

—— ❧ ——

مالیگانون

مالیگانون جو ضلع بیدر مین شہر بیدر سے کوئی ساٹہہ میل پر شمال و مغرب مین واقع ہے اپنے سالانہ گہوڑونکے میلہ کے لئے مشہور ہے جو حسب معمول نومبر یا ڈسمبر مین ہوتا ہي — اس میلہ مین کوئی چار ہزار گہوڑے اور ٹٹو معرض فروخت مین آتے ہین جنکی قیمت پچاس روپیہ لگا کے ایک ہزار روپیہ تک ہوتی ہے یہہ میلا اخیر صدی کي ابتدا مین شروع ہوا — لیکن پچاس برس کے پیشتر وہ بالکل موقوف ہوگیا تہا اوسکی وجہ یہہ تہی کہ جانورون کي درآمد و برآمد پر ایک بہاری محصول لگایا گیا تہا — سرسالار جنگ اول نے بعد مین یہہ محصول اٹہا دیا اور اس وقت سے ابتک یہہ میلا ترقی پر ہے — اور ہر جانورونکي تعداد بڑہتی جاتی ہے جو فروخت کے لئے لائے جاتے ہین

—— ❧ ——

میدک

میدک ضلع میدک کا بڑا شہر ہے اور بیدر سے شمال و مشرق مین کوئی پچاس میل پر واقع — یہ شہر ایک مستحکم متحصن پہاڑی کي شمالی اور جنوبی جوانب مین بنا ہوا ہے — یہان کے قلعون کي جو اب بالکل خراب ہوگئے ہین دو فصیلین ہین — ایک اوسکی بنیاد کے

ہندوؤنکا مندر – میدک

اطراف ہے اور دوسري پہاڑکي چوٹي کو گھیرے ہوئے– کہا جاتا ہے کہ ابتدا میں ورنگل کے راجاؤن نے یہان قلعے بناے تھے–لیکن بعد میں بہمنی بادشاہون نے اوسکو چھین لیا–

اندور

بیدر سے شمال و مغرب مین ستر میل پر اور ورنگل سے شمال و مغرب مین ایک سو بارہ میل پر اندور کا شہر ہے–جو ضلع اندور کا بڑا شہر ہے–اسکے جنوب و مغرب مین ایک نہایت دلچسپ پہاڑی ہے جسپر ایک مضبوط مندر کے جو رام لکشمن اور شیوا کے نام پر وقف کیا گیا تہا ابتک آثار باقی ہین–اس مندر کو اور نیز اس تالاب کو جو پہاڑی کے جنوب مین واقع ہے رگوناتھ داس نے بنایا تہا–اس مندر مین جو مورتین تھین وہ سرنا پلی کو اور پھر وہان سے اندل وائے کو جو اسکے قریب ہے منتقل کي گئین–اور اس مکان مین اب پیمایش کے سوپرنٹنڈنٹ کا دفتر ہے–اندور سے دس میل پر ایک اچھا اور بڑا تالاب ہے–جسکو منجیپا کا تالاب کہتے ہین اور جنوب و مشرق مین اسقدر فاصلہ پر دیچ پلی کا قصبہ ہے–جہان ڈریوڈین طرز کا ایک قدیم اور منہدم شوالا ہے–جو فن تعمیر کا ایک عمدہ نمونہ ہے–اس مین ایک پرستش گاہ ایک دالان اور ایک دہلیز ہے اور پرستش گاہ کے اطراف ایک کشادہ پردکشنا ہے–جس مین چھوٹے چھوٹے ستون ہین–اور انپر شیر کي تصویرین بنی ہوئی ہین–جیسی کہ اکثر اس قسم کي عمارتون مین ہوا کرتی ہین–یہ شوالا وشنو کا ہے–

بالکنڈا

اندور کے شمال و مشرق مین چالیس میل کے فاصلہ پر بالکنڈے کا چھوٹاسا شہر ہے–پہاڑیون کي چوٹیون پر حفاظت ونگہباني کے بروج بنے ہوے ہین اور شہر سے کسیقدر فاصلہ پر ایک منہدم قلعہ ہے جسکے بڑے اور قدیم پھاٹک ابتک رانکو بند ہوتے ہین–اور وہان عربون کا پہرا رہتا ہے–

نرمل

یہ ایک مضبوط شہر–گوداوری کي شمال مین پالکنڈے سے اٹھارہ میل پر ھے–اور قابل تصویر مقامون مین شمار کیا جاتا ھے–نرمل سکندرآباد اور ناگپور کي قدیم سڑک پر حیدرآباد سے ۱۲۷ میل اور ناگپورسے ۱۵۶ میل پر واقع ھے اوسکے اطراف کے ملک مین پہاڑیون پر بہت سے قلعے ہین–یہ شہر اصل مین ایک چھوٹے سے لیکن با اقتدار راجہ کا حصن حصین تہا–جو گولکنڈے کے پادشاہون کا باجگذار تہا–اور اوسکے بعد نظام کے ماتحت ہوا–سنہ ۱۷۵۲ع مین اس نے سرکشی کرکے نظام صلابت جنگ پر اسوقت حملہ کیا جبکہ وہ موسیو بوسی کے ساتھہ اورنگ آباد سے گولکنڈے جارہے تھے–اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لڑائی مین جو نرمل کے قریب ہوی مارا گیا–شہر کے بیچمین ایک اونچی اور بڑی پہاڑي کي چوٹی نکلی ہوئی ہے جو اسکے ہمسایہ مین واقع ہے–اس مین جو قابل دید چیز ہے وہ یہ کہ اسکے اطراف کے قلعے یوروپین وضع کے ہین جو فرنچ افسرون نے بنائے تھے–یہ قلعے مضبوط پتھر اور اینٹ کے ہین اور اچھي طرحسے محفوظ–

دروازۂ قلعۂ جگتیال

مندر یمول وڑہ — الگندل

الگندل

الگندل

ضلع الگندل کا بڑا شہر ہے بیدر سے شمال مشرق میں ایک سو چالیس میل پر اور ورنگل سے شمال و مغرب میں بیالیس میل پر واقع ہے — یہاں ایک قلعہ ہے جسکے برج ۲۰۰ فٹ اونچے ہیں — اور انکے اطراف فصیلیں اور گڑھیاں فاصلہ فاصلہ سے بنی ہوئی ہیں — پہاڑ کے درمیان ایک عمودی چٹان ہے — جسکی چوٹی پر ایک خوبصورت مسجد ویسی ہی ہے جیسے حیدر آباد میں قطب شاہی مسجدیں ہیں — لیکن وہ کہیں کہیں خراب ہو گئی ہے — پہاڑ کی نصف بلندی پر نرسمہا سوامی کا ایک قدیم کھدا ہوا مندر ہے اور قلعہ کے نزدیک ایک عید گاہ ہے جس میں دو بلند مینار ہیں — اسکے قریب بہت مقبرے ہیں — اس شہر میں ۲۵۰۰ کی آبادی ہے — جنرل کننگہم کی رائے ہے — (قدیم جغرافیہ ہندوستان — صفحہ ۵۲۸) کہ الگندل کسی زمانہ میں تلنگانہ کا پائے تخت تھا —

مندر رائگور — الگندل

قلعۂ جگتیال ـ الگندل

یمرل وارہ مندر

قلعہ ـ الگندل

نظارہ قلعۂ جگتیال ـ الگندل

عیدگاہ ـ الگندل

الگندل
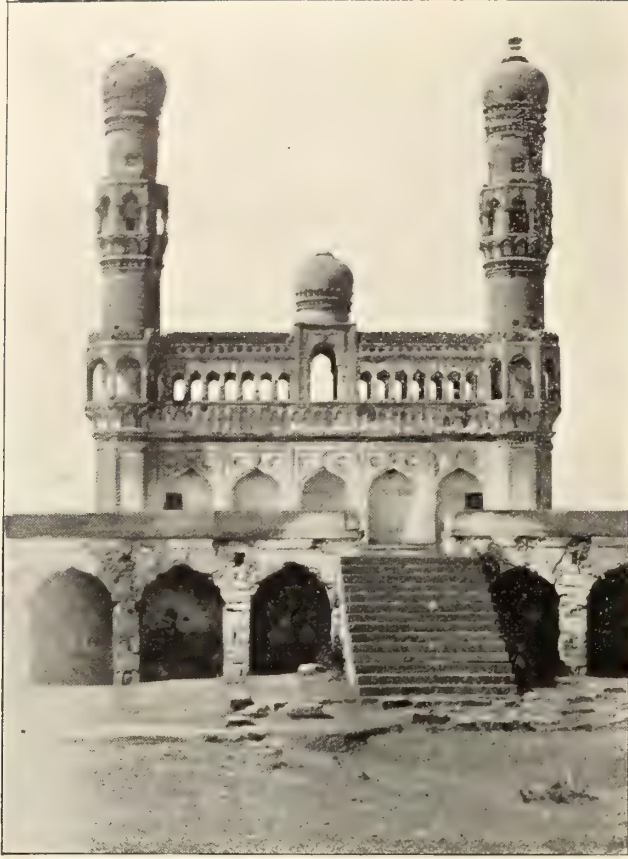
یہ ایک مضبوط پہاڑی کا نام ہے جو الگندل سے بارہ میل پر واقع ہے ـ اس کا قلعہ جو اطراف کے سطح زمین سے ۶۹۰ فٹ اور سطح سمندر سے ۱۷۰۱ فیٹ اونچا ہے ورنگل کے راجاؤں میں سے ایک نے جس کا نام مرلونگ تھا اور جسکی نسل ایک مدت سے قطع ہوگئی بنایا ہوا ہے ـ پہلے پہل گولکنڈے کے قطب شاہی پادشاہوں میں سے پہلے بادشاہ نے سنہ ۱۵۰۷ع میں ہندوؤں سے اوسکو چھین لیا تھا ـ لیکن اس سے بہت آگے سنہ ۱۳۰۹ع میں پادشاہ دہلی علاؤالدین کے جنرل ملک کافور نے ورنگل کے راجہ ردرا دیو کو جب اسکے پائے تخت میں محصور کردیا تھا ـ تو اسوقت یہ قلعہ مسلمانوں کے قبض و تصرف میں آگیا تھا ـ وہ ورنگل سے صرف ایکمس میل پر واقع ہے ـ اوسکے جنوب میں اور ایک پہاڑی اور مغرب میں بہت سے ٹیلے ہیں جو اوسکی چوتھائی سے زیادہ بلند نہیں ـ اوسکی کھائیاں تمام پتھر میں کھدی ہوئی ہیں ـ اسکا مغربی رخ دوسو فیٹ اونچی چٹان سے محدود ہے جسکے کنارے پر ایک اتصل معہ کنگروں کے ہے اور اوس کے قریب میٹھے پانی کے بہت سے چشمے ہیں ـ اسکے نیچے اور یک خندق ہے جو مشرق و شمال تک آئی ہوئی ہے ـ اور یہیں پر قلعہ کا دروازہ ہے ـ مشرقی جانب میں ایک ہی راستہ ہے جہاں سے قلعہ پر حملہ ہوسکتا ہے اس لئے اس راستہ کو نہایت مضبوط کیا گیا ہے ـ یہ قلعہ اب پیشکار کی جاگیر میں ہے ـ

ضلعه ورنگل

شہر ورنگل

ورنگل کا قدیم شہر جو شہر حیدرآباد کي شمال و مشرق مین ۸۷ میل کے فاصلہ پر ہز ہائنیس نظام کي گمارنٹی ریلوے پر واقع ہے—وہ ضلعۂ ورنگل کا پائے تخت اور اس کا خاص شہر ہے—اس ضلع کي آبادی سنہ ۱۸۹۱ع کے مردم شماری کے مطابق حسب ذیل تھی—ورنگل ۸۵۳.۱۲۹ نلگنڈا ۷۱۶ ۶۲۴ اور محبوب نگر ۶۴۹ ۶۷۴ جملہ ۲,۱۵۲ ۲۹۵ شہر ورنگل سطح سمندر سے ۱۰۵۰ فیٹ کي بلندی اور اس جھرنے پر واقع ہے جو دریاے گوداوری اور کرشنا کے کند کو بہاو کے نیچے کے حصہ مین جدا کرتا ہے—اطراف کا ملک نہایت خوش منظر ہے اس مین چڑہاو اوتار کے میدان مین جن مین جہان تہان نوکدار چٹانین کہین کہین سنگین ٹیلے اور کہین کہین سبہون سے جدا پڑی ہوی ٹیکریان ہین—جنپر طرہ یہ ہے کہ پہر کہین کہین ہندؤن کے مندر گویا ان کو ٹوپی پہنائے ہوئے ہین—کسی زمانہ مین کریم آباد جو ایک میل پر مغرب مین اور متوارا جو ایک میل پر ورنگل کے شمال و مغرب مین واقع ہے—اس کے دو مخصوص نواح تھے—از روے صنعت و حرفت یہ شہر بہ نسبت غالیچون کے—جو روئی اور ان کي آمیزش سے بُنے جاتے ہین—مشہور و معروف ہے—یہ غالیچہ بافي کا کام ایک مسلمانون کي آبادی ہے کہ کیا کرتی ہے—جن کي نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ ان مغلون کي اولاد مین ہین جو مسلمانون کے حملہ آور لشکر کے ساتھہ ورنگل آئے ہوئے تھے—ان بُننے والون مین سے اکثر لوگ اب متوارا مین رہتے ہین—پتکاریون یا ریشم بُننے والون کي بھی ایک آبادی ہے کہ وہ بھی متوارا مین ہی—اور یہ لوگ خالص ریشم اور تسر کے کپڑے بُنتے ہین—کچا ریشم بکہال تعلقہ کے جنگلون مین کرم پیلا کے خول سے حاصل کیا جاتا ہے—جب سے ریلوے جاری ہوی ہے متوارا بھی ایک تجارت گاہ ہوگئی ہے جس مین عمدہ چوڑے راستے اور گاتھک وضع کي عمدہ عمدہ عمارتین اور دکانین ہین—نیا بازار جو ریلوے اسٹیشن سے متوارا کے قلعہ تک گیا ہوا ہے اسے جتیسرجنگ کہتے ہین—اس کا یہ نام نواب جتیسرجنگ بہادر کے نام پر سے رکھا گیا ہے

حیدرآباد دروازہ—ورنگل

فتح دروازہ ـ ورنگل

جو اس ضلع کے صوبیدار تھے۔اس دس سال کے عرصہ مین متوارا کي آبادی بھی قریب قریب دُگنی ہوگئی ہے۔

ورنگل ہندو سلطنت تلنگانہ کا قدیم پائے تخت ہے۔یہ سلطنت نارا ہتی اندھارا نے سنہ ۱۰۶۷ع مین قایم کي تھی۔ اور یہ اندھارا کا قدیم پائےتخت مانا جاتا ہے جو قبل ۱۸ سال سنہ عیسویہ کے قایم کیا گیا تھا۔مگر اس سلطنت کا حال سنہ ۱۳۰۳ کے پیشتر کا کچھ معلوم نہین۔لیکن اس سال دہلی کے پادشاہ سلطان علاؤالدین نے کہ جسکی سلطنت سنہ ۱۲۹۵ سئی سنہ ۱۳۱۵ تک رہي اپنے خواجہ سرا غلام ملک کافور کو ایک لشکر جرار کے ساتھہ بنگالے کے درمیان سے ورنگل پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔لیکن وہ فتح دایمی کرنے مین کامیاب نہوا۔اس کے لشکرکو نہایت تکلیف کے سا تھہ واپس ہٹنا پڑا۔اس جاے کو شاہی فوج نے ماتحت ملک کافور کے پھر محاصرہ کرکے لے لیا۔ اور راجہ کو خراج دینے پر مجبور کیا۔ سنہ ۱۳۲۱ع مین اس پر پھر لشکر کشی کي گئی ا ر عرصۂ قلیل کے محاصرہ کے بعد راجہ اور اس کے خاندان اور کئی ایک درباری ملازمون اور نوکرون چاکرون کو جو مجبوراً مطیع ہوگئے تھے قیدی بناکر دہلی بھیجدیا گیا۔

پرتاپ رُدرا۔یا بقول مسلمان مورخون کے لادر دیو کو بعد مین سلطنت واپس دیگئی لیکن وہ سنہ ۱۳۴۱ع مین مرگیا۔اس کے چند سال بعد اس سلطنت کا مشرقی حصہ گجپتیون یا صاحبان فیلان کے ہاتھہ لگا (جوآریسہ کے راجاؤن کا نام ہے) ورنگل کے راجا نربتون کے نام سے مشہور تھے۔یعنے صاحبان مردمان۔ہندو راجاؤن نے سنہ ۱۳۴۷ع مین مسلمانون کے ساتھہ ملکر سلطان محمد تغلق کا مقابلہ کیا آخر انہون نے دہلی کے بادشاہون کو خراج دینے کے عوض مین جیسا کہ پیشتر دیا کرتے تھے بہمنی بادشاہون کو خراج دینا منظور کرلیا۔سنہ ۱۳۷۱ع مین گلبرگہ کے دوسرے بہمنی پادشاہ نے ورنگل کے لشکر کو شکست دی اور اس کے باعث گولکنڈہ ان کے ہاتھہ سے گیا اس لڑائی کا احوال ضلعہ گلبرگہ کے باب مین مرقوم ہے۔ سنہ ۱۵۲۸ مین راجاے ورنگل نے اپنا ملک جو اس سے چھین لیا گیا تھا پھیر دینے کا مطالبہ کیا۔اس پر سے جنگ ہوی راجانے شکست پائی اور اس کا لڑکا مارا گیا۔ یہ فتح کامل تھی۔ اور بہت سا غنیمت کا مال بہمنی بادشاہ کے ہاتھہ آیا۔سنہ ۱۵۴۳ مین بقیہ ہندو سلطنت کو سلطان قلي قطب شاہ نے جو خاندان قطب شاہي کے بانی تھے اپنے ممالک مفتوحہ مین داخل کرکے گولکنڈہ کو اپنا پاے تخت قرار دیا۔

شہر ورنگل کے دونون کنارون پردو مضبوط کمانین نواب فرامرز جنگ بہادر کي بنوائی ہوی ہین۔ جو پیشتر وہان کے تعلقدار تھے۔نزدیک مین جو باغ واقع ہے وہ بھی انہین کا ترتیب دیا ہوا ہے۔شہر کے بیچمین عبدالنبی شاہ کي قبر ہے۔

اندرونی مغربی دروازہ قلعۂ ورنگل

—— ❦ ——

قلعۂ ورنگل

قدیم قلعۂ ورنگل شہر سے قریب چہہ میل کے فاصلہ پر جنوب مین واقع ہے۔ اور ہنم کونڈے سے جنوب و مشرق مین قریب چار میل کے۔وہ قدیم پای تخت کي جگہہ پر آیا ہوا ہے۔اطراف اس کے دو دیوارین ہین۔اندرونی

دیوار پتھر کی ہے اور بیرونی دیوار مٹی کی۔علاوہ اس کے تیسری دیوار کے بھی کچھ کچھ نشان پائے جاتے ہین۔ دروني دیوار کے باب مین مسٹر کاوزنس اپنے سنہ ۱۸۹۴-۹۵ کے مغربی ہندوستان کی تعمیرات کے رپورٹ مین لکھتے ہین "لیکن باہر کی دیوار کے باب مین جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اس وقت اور انہین ہاتھون (ہندؤن) سے بنائی گئی ہے۔مجھے بہت شک ہے کیون کہ اس کا دروازہ یقیناً اسلامی طرز کا ہے بلکہ مین تمام دیوار کو بھی اسلامی طرز ہی کی دیوار کہونگا۔اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک قدیم مندر جس کو "لانجا گودی" کہتے ہین اس دیوار کے نیچے ایک مقام پر بالکل دباہوا ہے۔تیسری دیوار کے کہ جسکا گھیرا قریب ۳۰ میل کے تھا۔ وجود کا ثبوت بھی بلاشک موجود ہے۔ اس کے دروازون کے نشان کئی مقامون پر دکھلائی دیتے ہین۔ تماپور اور نرسی مالی گودم۔گاؤن کے درمیان جو ہنم کنڈے سے جنوب مین چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہین ایک دروازے کا کھنڈر موجود ہے جسکی دہلیز کا پتھر انیس ۱۹ فیٹ لمبا ہے۔

آدھا گرا ہوا مندر — ورنگل

قلعہ کی اندرونی پتھر کی دیوار کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ تیرھوین صدی مین شروع کی گئی تھی اور وہ بلاشک ہندو الاصل ہے ادرچہ اسکے اوپر کا حصہ مسلمانون نے زیادہ کیا ہوا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ اسکو راجہ گنپتی رودرا دیو نے جسکی سلطنت سنہ ۱۱۹۰ سے سنہ ۱۲۵۸ تک رہی اور جس نے متعدد مندر۔تالاب اور گاؤن تعمیر کرکے ان کا نام اپنے نام پرسے گنپور نام رکھا تھا شروع کیا تھا لیکن اسکی تکمیل اسکی بیوہ عورت رودرا مادیوی نے کی۔ جنسے اس کے بعد اسکی جانشین ہوکر نہایت مستعدی سے ۳۸ سال تک سلطنت کی۔اس دیوار کو پیدا کوٹ کہتے ہین۔اور اسکو باہر کی مٹی کی دیوار سے جس کا نام بھومی کوٹ ہے اور جو ۷۰ فیٹ بلند ہے محصور کرلیا۔اسکے دروازے ہین ایک بندر دروازہ مشرق کی طرف اور دوسرا حیدرآباد دروازہ مغرب کی طرف اور ایک گہری خندق سے پھر قلعہ گھرا ہوا ہے۔اس پتھر کی دیوار نے قلعہ کو یک سیلہ ناگارام کا نام دیا جسکے معنے تیلگو زبان مین اور وکل ہوتے ہین اور عام خیال یہی ہے کہ ورنگل اسی پر سے مشتق ہے۔یہ دیوار بڑے بڑے پشتون سے بنی ہوی ہے اور اس کے چار دروازے ہین۔لیکن شمالی اور جنوبی دروازے اب بند کردئے گئے ہین۔دوسرے دو دروازون پرقدیم سنسکرت اور تیلوگو زبان مین کتبے کندہ ہین۔اس پتھر کی دیوار مین تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بہت سے برج بنے ہوے ہین۔ جن کا اوپر کا سرا بہت چوڑا ہے۔رودرا مادیوی سنہ ۱۲۹۶ع مین مرگئی اور اسکی جانے پر اسکا پوتا پرتاب رودرا دیو کم سنی مین تخت نشین ہوا۔جو کاکتیہ خاندان کا اخیر راجا تھا پتھر کے متعدد کھمبے ۳ سے ۳۵ فیٹ بلندی کے کہ جنپر سنسکرت کتبے کندہ ہین اکثر مقامات مین پائے جاتے ہین۔ علاوہ اس کے مہادیو کے مندر کے مقابلہ مین جو نصف زمین مین گڑا ہوا ہے۔تین نہایت خوبصورت پتھر کے ساندھ بھی ہین۔ قلعہ کی وسط مین چار کرتی ستنبھہ یعنے فتح کے دروازے ہین جو مرکز کے چارون کونون پر واقع ہین۔اور جن کے بیچ مین کسی وقت پر ایک بہت بڑا مندر کھڑا ہوا تھا۔لیکن اب اسکی کوئی علامت باقی نہین رہی۔یہ دروازے سخت ہرے پتھر کے تراشے ہوئے ہین۔اور عمدہ طور پر اب تک محفوظ ہین۔پتھر مین جو تصویرین کندہ ہین انکا خاکہ

اب تک بالکل ویسا ہی ہے جیسا ہنگام کندگی تھا حالانکہ آج وہ قریب دو ہزار برس سے وہان موجود ہین — یہ ممالک متوسطہ کے بڑے توپ یا مقمرے کے پشتے کے چار دروازون کي وضع پر ہے — جو سنہ ۲۰—۱۰ اع کے درمیان سنکرنی خاندان کے راجائے جو پائٹن مین سلطنت کرتا تھا — بنائے تھے — صرف اس مندر کا جنوب و مغربی کونا باقی رہگیا ہے — اور یہان اونچے کھمبون اور دروازے کے پٹاو کا مجموعہ کھڑا ہوا ہے — ان مین سے ایک نہایت ہی عمدہ دستکاری کا نمونہ ہے اور دروازے اس بات کي شہادت دیتے ہین کہ خود مندر نہایت عمدہ عمارت ہوگی — بلکہ شاید ان مندرون سے بھی بہتر کہ جو حال کے زمانے والون کے پاس باقی رہگئے ہین — لیکن اس رودرا مال کے مندر سے جو گجرات کے شمال مین سدپور مین ہے نمبر دوم مین ہے — قلعہ کي دیوارون اور مکانون پر بہت سے بڑے تراشیدہ پتھر کے ہاتھون اور کتبون وغیرہ کے پائے جاتے ہین — جو غالباً اسی مندر سے لئے گئے ہین — جنوبی دروازے کے نزدیک کئی ایک عمارتون کے کھنڈر پڑے ہوے ہین جو لشکری محکمہ کا ذخیرہ رکھنے کے کام مین آتی تھین — اور وہان ایک اور بھی عمارت مغربی دروازے کے قریب ہے جو ورنگل کے فاتح اول شتاب خان نے بنوائی تھی — شمالی دروازے کے قریب ایک اور عمارت ہے جس کے نسبت گمان کیا جاتا ہے کہ اصل مین وہ باروت کا مخزن تھا —

ذکر ہنمکونڈا کا اور اس مندر کا جس کے ہزار ستون ہین

ہنمکونڈا یا جیسا کہ اسے اپرپالی کے کتبون مین انمکرنڈا لکھا گیا ہے کہتے ہین کہ زمانہ سابق مین ریاست ورنگل کا پائے تخت تھا — حیدرآباد کے مشرق و شمال و مشرق مین یہ مندر بیاسي (۸۲) میل کے اور ورنگل کے جنوب و مغرب مین چار میل کے فاصلہ پر واقع — اسکی بلندی سطح دریا سے کوئی ۱۰۵۰ فیٹ ہے اور اسکی آبادی کوئی دس ہزار (۱۰۰۰۰) کي — ضلع ورنگل کے صوبہ دار تعلق دار درجۂ اول قسمت اور ضلع کے انجنیرون اور خاص افسرونکا صدر مقام ہے — جب سے ریلوے کي آمد و رفت شروع ہوی ہے اس قریہ کي وقعت یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہے — وہان ایک پوسٹ کا محکمہ ایک میونسپالٹی اور عمدہ چھوٹا سا کلیسا ھے ایک ملکی دواخانہ ایک دارالشفا اور ایک قیدخانہ (جہان شطرنجیان اور تولیہ وغیرہ بُنے جاتے ہین —) عمارات خاص وعام ہرطرف بنتی جاتی ہین — ایک باغ عام بنایا گیا ہے جسکی دیوارین تمام منقش ہین — بہت برسون کے آگے ایک بڑا حصہ حیدرآباد کنٹنجنٹ کا وہان رہتا تھا — اس کے افسرون کے بنگلے ابتک موجود ہین مگر وہان اندنون کل بیس انگریز ہین —

ہنمکونڈا بڑا مرکز تجارت ہے — اور حیدرآباد کے ساتھہ اور مشرقی ساحل پر اسکی تجارت بہت جاری ہے — خاص اشیاء تجارت جو وہان سے اور مقامون کو جاتي ہین یہ ہین — قالین — کپڑا — اناج — تِل — روئي — سن — چمڑے — ساگوان وغیرہ وغیرہ — یہان مسلمانون کے چند قبائل رہتے ہین جن کے آبا و اجداد کي نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ایران سے آئے تھے — یہ لوگ فولادی ہتیار مثلاً کٹار تلوار بھالون کے پھل اور ہاتھی دانت کے مضبوط دستہ دار چاقو تیار کرتے ہین — موپاورم کے پہاڑ مین جو تقریباً یہان سے پندرہ میل دور ہے لوہیکی کان ملی ہے جہان ابتک نشان ان بھٹیون کا پایا جاتا ہے جو مدتون تک دمشقی مشہور فولادی پھلون کے بنانے مین کام آتے تھے — ہنمکنڈی مین بہت سے مفید آثار قدیم پائے جاتے ہین جن مین قابل دید ہزار ستون کا بڑا مندر ہے — یہ مندر جو قریہ کے وسط مین واقع ہے — ریاست حیدرآباد کے عمدہ ترین قدیم عمارتون مین ہے — اسکی دلچسپی اور بھی اس لئے زیادہ ہوگئی ہے کہ اسکی تاریخ و سنہ بھی اسپر کندہ ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ اسکا تعلق خاندان ہنمکونڈا سی ہے جس مین رودر دیو سنہ ۱۱۶۲ اع مین فرمانروا تھا — یہ مندر چالوکین وضع کا بنا ہوا ہے لیکن بد قسمتی سے ہرگز اختتام کو نہ پہنچا — اس کے تین حصے ہین اور وہ کل ایک سطح پر زمین سے کوئی تین فیٹ اونچا بنا ہوا ہے — حصہ اول مین خاص مندر اور تین عبادت گاہین ہین — اس کے بعد گنبد نندی کا بقیہ آتا ہے اور اس کے بعد وہ بڑا وسیع ستونی دالان — اس مندر کے دیوستھان مین تین الگ الگ بڑے وسیع مکانات ہین اور ان کے روبرو ایک ایوان کوئی تین سو ستونکا قائم ہے — اس ایوان پر چڑھنے کے لئے ایک زینہ چھہ سنگین پیڑیونکا ہے جسکی نیاچے کي پیڑھی کامل سولہ فیٹ لمبي پتھر کي سالی کي ھے — نیاچے کي پیڑھي کے بائین طرف پتھر کا ایک چھوٹا ہاتھی تراشا ہوا ھے — دروازون کے پٹاو اور جانبین پر جن مین سے جدا جدا کمرونکو جایا جاتا ھے نہایت خوبصورت تصویرین ابھرے نقش و نگار کي کندہ ہین لیکن بازوؤن کي تصویرین زنانی ہین — دالان اس مندر کا عمدہ منقش ستونونپر کھڑا ھے جن مین سے ایک پر قدیم تیلوگو زبان مین ایک مختصر عبارت کندہ ھے اور دیوارونپر ایک اور کندہ قدیم تیلوگو زبان مین ھے — ایک چکنا کالا پتھر اس مندر کے دروازہ کے قریب نصب ھے جسپر اسیطرح کے حروف کندہ ہین جنکا ترجمہ آگے مرقوم ھے — نندی کا شامیانہ گرگیا ھے مگر وہ خوبصورت بیل جو سنگ موسیٰ کا بنا ھے بے نقصان ھے — وہ بڑا وسیع دالان

نظارہ ہزار ستونی مندر — ہنمکنڈہ

جو اس مندر کے مقابل مین هے ستارہ نما وضع کا هے جسکے چار دروازے هین جو قریباً دو سو ستونونپر قائم هین—لیکن یہ ستون اتنے بڑے نهین هین جتنے کہ اندر کے هین—بہر حال یہ مندر نہایت عظیم الشان هے اور فن معماریکا ایک عمدہ نمونہ—

مسٹر کوزنس اس مندر کے بارے مین لکھتے هین کہ ظاہراً یہ عمارت دو زمانون مین بنی ہوی معلوم ہوتی هے—بڑا حصہ جس مین تین دیوستهان اور ایک دالان هے وہ اسوقت کا بنا هے جبکہ یہ کتبے لکھے گئے—لیکن اس کی دہمنز نندی کا شامیانہ اور وہ جدا ستونی دالان قریب کے بنے ہوئے هین—غالباً لنگا لوگون کے عروج کے بعد کے معلوم ہوتے هین—میرے نزدیک یہ بات یقینی هے کہ یہ مندر پہلے شوا وشنو اور برہما کے نامپر وقف کیا گیا تھا کیونکہ اسکے بہت سے شواہد وہان موجود هین—اب فقط شیوا کی علامت یعنے لنگا کی مورت باقی رہگئی هے—یہ مورت مغرب کے جانب مین اون دیوستهانون مین هے جو نندی کے منہدم شامیانہ کے مقابل نہین هے—وہ دیوستهان جو شامیانہ کے مقابل هے بڑا اور خاص معبد هے—اس مین ایک چھوٹا سا بے بود و باش سا لنگا هے جو کچھہ مٹی کی گری ہوی ڈھیر کے سہارے کھڑا هے—مجھے یقین هے کہ اس دیوستهان مین وشنو کی مورت تھی—اسکے برآمدے کے دروازہ پر کئی مورتون کا مجمع هے جو وشنو کے اوتار نرسنہہ را کے معلوم ہوتے هین—اور مغربی دیوستهان پر شیوا کے تانڈو کی مورت هے—مجھے ان مورتون پر جو مشرقی دیوستهان کے باہر کے کمرے مین اندرا اور اس کے ہاتھی کی هین شک گذرتا هے—اس دیوستهان مین پچھلی دیوار کے مقابل ایک سا لنگا هے جسکے سر پر دو نقش یا ایک اوپر کی مورتی کے تھامنے کے لئے بنے ہوئے هین جنکا سایا بت کی بیٹھک پر پڑتا هے اور وہان دیوار سے ایک چھتری باہر نکلی ہوی هے—یہ بڑے درمیانی دیوستهان مین موجود هے جس سے یہ صاف معلوم ہوتا هے کہ اس مین بھی ایک مورت دیوار کے مقابل مین تھی لیکن لنگا کی نہین جسے ہمیشہ مندر کے وسط مین نصب کرتے هین—مشرقی دیوستهان مین یہ چھتری نہین کیونکہ اس مین ایک بڑا لنگا هے جو اصلی هے اس صورت مین اس بیل کے لئے مناسب جگہ دیوستهان کے سامنے تھی—اور اس لئے اسے دالان کے بیچ مین رکھا هے جو بڑے بیل کی جائے سے زاویہ قائمہ پر مندر کے باہر اس سایہ بان کے قریب رکھا گیا هے جو بیچ کے دیوستهان کے مقابلہ مین واقع هے جہان تعمیرات کی زیادتی کے وقت ایک لنگا تھا—اس سے چھوٹا جو مندر کے اندر مغربی دیوستهان کے لنگا کے سامنے تھا وہ اب منہدم شامیانہ کے ایک طرف ٹوٹا ہوا پڑا هے—مندر مین ایک کتبہ پر جو سنہ ۱۱۶۲ مین میری رود را کے عہد سلطنت مین لکھا گیا تھا—یہ عبارت هے—
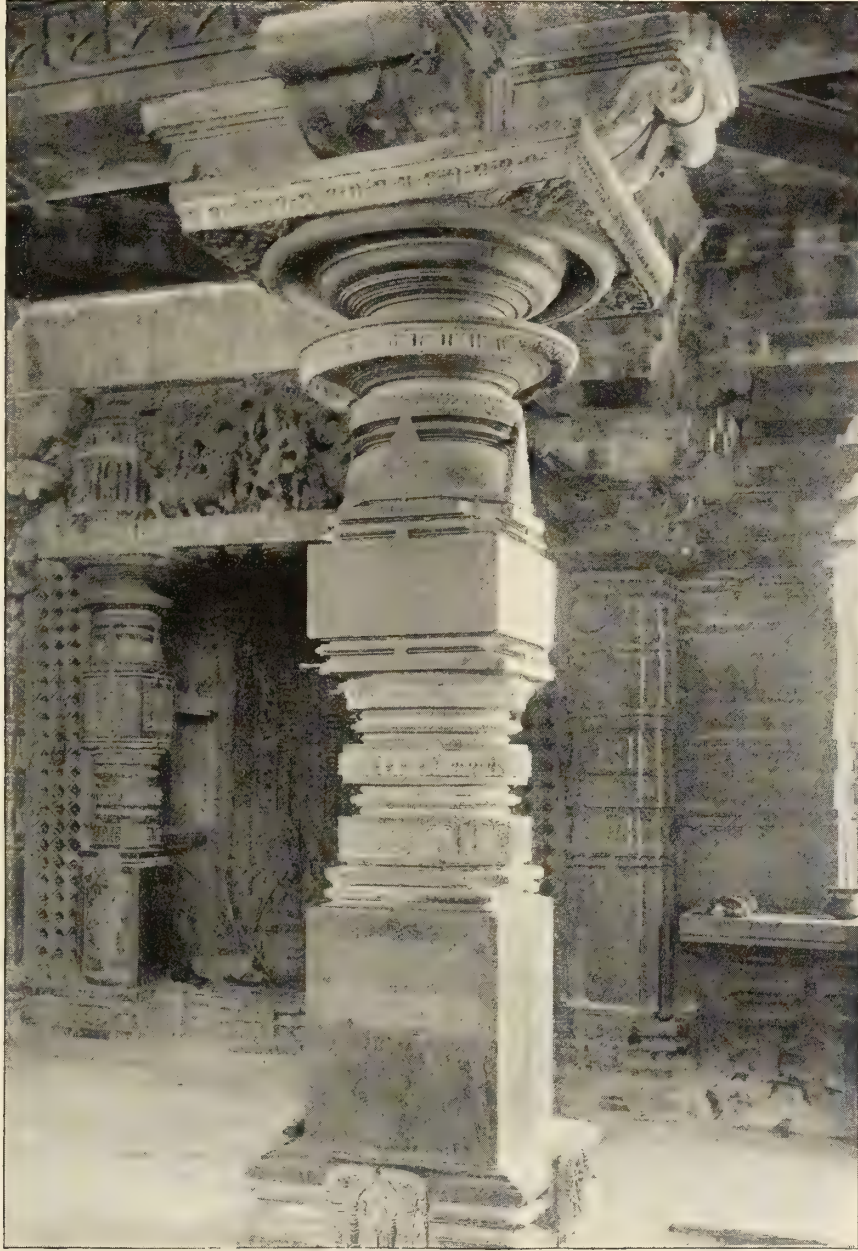
"شاعر"—اس بانی کے کام پر خدا کی رحمت ہو! شہر ہنمکونڈا لمبائی مین ۲۲۰۰۰۰ میل هے اسکا حساب یون هے—یعنے یوجن یا ۸۰۰ مائل کی مساوت ایک

ستون معہ نقش — ہزار ستونی مندر

دیش کے برابر ھے اور ۸۰۰۰۰ میل ایک منڈل کے برابر ہین جو ۳۲۰۰۰۰ میل کا ھے۔خاندان ہنمکونڈا کي یہ ریاست ھے جو مہادیو کي پرستش کرتا ھے اور اس کو اپنی زندگي کي زیب و زینت جانتا ھے۔کاتیا کے خاندان کے راجا رُدّرا دیو کي حکومت کو روز افزون ترقي ہو اور تا قیام دنیا اسکي سلطنت باقي رھے۔اسکي عہد سلطنت کا یہ حال ھے جب اس نے سنہ ۱۰۸۴ وکرماشاک مین جو راجا بکرماجیت کا سنہ ھے جسکو سمبت کہتے ہین (یعنی ٨٦٦ برس قبل) ہزار ستونی مندرکي تعمیر شروع کي اور اس کو روڈرا شیوا یا مہادیو واسودیو دیو شوریا وشنو۔ سوریا دیو یا آفتابکی دیوتا کو وقف کیا۔اس نے اس مندرکو تین دیوتاؤن کي عبادت کے لئے بنایا۔وشنو یا سُکر آتھر کے تیسرے اوتار کا شکر ادا کرنے اور چھڑہاوے چڑھا نے کے لئے جس نے ایک دانت کی ہتہنی کا اوتار لیا تہا جسکو سختیونکی دورکرنیوالی بتلایا جاتا ہے اس لئے وہ عقل کا دیوتا ہے ہرکام کے شروع کرنے مین اس سے مدد طلب کي جاتی ہے۔تیسری استمداد سرسوتی یا علم کي دیبی سے کي جاتی ہے۔ وہ اپنے پیر شری رامیشور سے مدد مانگنے کے بعد خاندان راجا روڈرا راجا تری بھونمل اور خاندانِ کا کاتیا کے ایک بہادر و مشہور سپہاہی کي تاریخ بیان کرتا ہے۔ اس کے گہر مال دیو پیدا ہوا اسکے دشمن اس کے نام سے ڈرتے تھے جنہین وہ بیباکانہ گرفتار کرلیا کرتا تہا۔فاضل پنڈتون اور اُن لوگونپر جو اسکي خوبیون کي داد دیتے تھے بہت مہربان اور فیاض تہا۔اپنی بیوی کو ہمیشہ خوش رکھتا تہا۔فاحشہ عورتین اس کے نام سے تہراتی تہین۔ہمیشہ وہ شیوا کي پوجا کرتا۔اسکا لڑکا پرالی راجہ ایک دیندار شخص تہا۔وہ اپنے دشمنون اور قرب و جوار کے راجاؤن کو تباہ کرنے کے بعد اُنکی عورتونکو بیوہ کردیا کرتا تہا۔وہ ایسا مشہور لڑنیوالا تہا کہ اپنے معرکونمین لکھنؤ یا سراندیب کے دساسر راون کا نظیر تہا۔وہ ہمیشہ ہاتھی پر سوار ہوکے لڑائی مین سب سے آگے رہتا تہا۔وہ لڑنے کو جانیکے لئے ہمیشہ آمادہ رہتا تہا لیکن اپنی تدبیرون کو کسی سے نہ کہتا۔اپنے ان معرکون مین اس نے ایک بار راجہ گووند راج کو ایسا مغلوب کیا کہ اس نے اپنی جان اور ریاست کي پناہ مانگی اور اس نے اسکی جان بخشی کي اور اسکی ریاست اسے دیدی اس قسم کي قابل فخر مہمات راجہ پرالی سے ہوئے ہین۔ اسکی بیوی کا نام مپّرمادیوی تہا۔یہ عورت مجسم نیکی تہی اور دنیا بہر مین اس کا شہرہ تہا وہ حسن مین بے مثال تہی اور سوا ے رامچندر کي مان کو مِسالیا کے جو وشنو کا ساتوان اوتا رہتا یا اوسکی بیوی سیتا کے۔ یا دہلی کے سابق راجہ دہرم راج کي مان کے یا لچہمی کے جو دیبی اور وشنو کي عورت ہے یا راجہ اندر کي عورت سباچو کے یا مہادیو کي عورت پاربتی کے کوئی اسکا ثانی نہ تہا۔مپومادیوی کو ایک لڑکا ہوا جسکو رودرادیو کہتے تہے جو ہزار ستونی مندر کا بانی ہے۔وہ اپنے زمانہ کے نہایت حسین آدمیون مین مشہور تہا۔ کیا خوبصورتی مین نل کو بیر پسر راجہ اندر کو یا مہادیو کي سوامی کے بیٹے کو یا خود اندر کو جسکے ہاتھ مین الماس کي جڑاو تلوار ہے یا وشنو کو اسکا نظیر بتلا سکتے ہین؟ روڈرا کا چہرا ایسا خوبصورت اور براق تہا۔ سواریکے فن مین اسکا کوئی جواب نتہا اور اس کے بدن اور عضلات مین کچہ ایسی قوت تہی کہ اگر اپنے حریف کو سرسری دہکّا دیتا تو وہ زمین پر آجاتا وہ تیر کا ایسا قادر انداز تہا کہ جب لڑائی مین اسکے دشمن دیکھتے کہ وہ کمان کا چلہ کہینچ رہا ہے تو فوراً میدان جنگ سے بہاگ جاتے۔اس نے اس طرح اپنے دشمنون کے دلمین رعب ڈال کے شہرون کو فتح کیا۔ اسکے جاگیردار افسر ہمیشہ اسکی تحسین و آفرین کرتے۔ میدان جنگ دیکھتے ہي وہ اپنی لڑائی کي تدبیرین سونچ لیتا اور اسی کے مطابق اپنے سپاہ کو تعمیل کا حکم دیتا۔وہ برہمنونکو تمام تکلیفون سے بچاتا تہا۔اطراف و نواحی مین اسکا ایسا خوف پہیلا ہوا تہا کہ موضع چہوڑ کا

گِرا ہوا چہت - ہزار ستوني مندر

راجہ راتدن رودرا کے خوف کے مارے چونکتا رہتا تھا۔(یہ چھوڑ اُن چھپن مواضع میں سے ایک ہے جو اسی زمانہ میں تھے) کیونکہ وہ اس کے حملہ سے ہمیشہ ڈرتا رہتا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد روڈرا کے خوف سے مر گیا۔راجہ بھیم نے جیلاپ کی مرت کی خبر سنکے اسکی ریاست پر حملہ کیا اور اسپر قابض ہونے کے بعد رودرا کے ریاست پر حملہ آور ہوا اور ایک حصہ اسکے ریاست کا بھی لے لیا۔ روڈرا نے جب یہ خبر سنی تو اس نے اس کے مقابلہ میں جانیکی تیاری کی تاکہ اسے اپنی ریاست کے علاقہ سے بالکل خارج کردے“

ہنمکونڈا کے قریب قاضی پیٹ اور ورنگل کے درمیان مشرقی قسمت کے صوبہ‌دار یا کمشنر کی وسیع اور محل نما عمارت اور تحصیل کی کچہری قائم ہے۔ان عمارتون کو نواب و قارالملک سابق سکرٹری صیغہ مالگذاری نے کوئی دس سال کے قبل جب وہ اس قسمت کے صوبہ‌دار تھے بنوایا تھا۔اس کے قریب ایک عمدہ مسجد ہے اسکے اونچے مینار بخلاف حیدرآباد کی مسجدون کے منارون کے کاودم ہین جنکی رونق برآمدون اور گچی کے نقش و نگار سے دونی ہوگئی ہے فی‌الواقع ان نقوش کو اپنی سادگی میں دہلی کی جامع مسجد کی نقوش سے مشابہت ہے۔

ورنگل کا قدیم طرز تحصیل

اگلے زمانہ میں جب محمد برھان علی ڈنکر سنگھہ نادرالدولہ وغیرہ کا دورہ تھا وھان کا نظم و نسق حسب ذیل تھا۔ہر ایک پٹی یعنے دس یا اس سے زیادہ گاؤن کے ایک مجموعہ پر ایک انچن واریا تخمینۂ کار معین تھا ۔ اور اس کا یہ کام تھا کہ فصل کاٹنے کے وقت سے کچھہ پیشتر اپنی پٹی میں ہر ایک آبی تابی خریف اور ربیع کی فصلون میں دورہ کرے اور ہر کھیت کے موجودہ خوشون سے اندازہ اسکی تحصیل کا کرے۔اور اس اندازۂ تحصیل کے بعد اپنی فرد پر وہان کے زمیندار یا کسان کے دستخط لیوے تا یہ معلوم ہو کہ تحصیل کا تخمینہ اور کسان کی دلجمعی کی گئی ھی۔تمام دورہ کے ہر ایک کھیت کی تحصیل کا تخمینہ اسطرح تیار کرنیکے بعد وہ تخمینہ کار اپنے افسر یعنے نائب پرگنہ کے پیش کرتا تھا اور نائب مذکور اپنے پرگنہ کی تمام پٹیو کو جمع کرکے ضلع ورنگل کے صدر مقام میں نائب صدر کو روانہ کرتا تھا۔یہان ان تخمینون کو معمولی طور سے دیکھہ کے اور انپر دستخط کرکے حیدرآباد کو روانہ کرتے تھے جہان ان کی کامل تصحیح کے بعد انکا انفصال ھوتا تھا کہ تمام تحصیل سے ”سیباندر“ یا جنگی اخراجات اور تمام قریہ کے (کواغذات) مصارف وضع کرکے جو باقی رہتا تھا وہ ان زمیندار یا کسانون کو دیا جاتا تھا۔اور قبل اس کے عہدہ داران محکمہ ان سے ایسے اقرار نامے لکھوا لیتے تھے جن میں وہ برضامندی یہ اقرار کرتے تھے کہ ہم بالذات اسکے ذمہ دار ھین۔جو ریاست سے قطعات زراعت ہم کو تقسیم کئے گئے ھین انکی ہم بخوبی نگرانی اور انتظام رکھینگے اس قسم کے مچلکے کو سربستہ کہتے تھے۔

تھوڑے عرصہ تک ہدایت‌علی رسالدار اپنے ماتحت کی فوجکے اخراجات کے لئے سرکار ورنگل کے جاگیردار ھے مگر اسوقت پر بھی فردونکا انفصال حیدرآباد ھی میں بدستور سابق ھوتا رہا اسکے بعد یہ جاگیر قرضخواھون کے ادائے قرض کے لئے علحدہ کی گئی اور مسٹر رالف ضلعدار مقرر ھوے مگر امور تحصیل میں بلا اطلاع دخل و تصرف کرنیکی وجہ سے وہ اس عہدہ سے معزول ہوگئے۔ان کے بعد مسٹر ڈائٹن کو انکی جگہ پر مقرر کیا گیا جو اس عہدہ پر سنہ ۱۲۳۶ فصلی تک رہے اور اخیر میں وہ بھی امور تحصیل میں غیر واجبی مداخلت کرنے کی وجہ سے برطرف کئے گئے

کتبہ ہزار ستونی مندر

معزولی کے ساتھہ یہ عہدہ بھی موقوف کردیا گیا اور اسی سال تعلقدار کا عہدہ مقرر ہوا جو پہلے پہل محمد نواز خان کو دیا گیا۔اسی سال وہ برطرف ہوئے اور پھر سال کے اخیر مین میر عاشق علی انکی جائے پر مقرر کئے گئے۔دوسرے سال مسٹر ڈائٹن نے بشراکت ھری داس کشنداس کے جو حیدرآباد کا مہاجن تھا ورنگل۔کھمم۔ایلگندل۔اور آرام گیرکي سرکارون کو دو آنہ کے حصہ مین لیا اس شرط پر کہ شراکت مذکور اس دوآنے مین سے ان اخراجات کو ادا کرے جو محصول کے جمع کرنے مین اور نیز دوسرے محکمون پر ہوا کرین یہ معاملہ سنہ ۱۲۴۱ فصلی تک رہا۔اس جماعت شرکانے ان سرکارون کا انتظام اپنے ذمہ نہین رکھا بلکہ پٹے پر زمینداروں کے حوالہ کیا۔لیکن اس سے پیشتر انہون نے اس بات کي تحقیقات کرلی کہ ہر قریہ کي تحصیل سے گذشتہ دہائی کے لئے حاصل کیا گیا ہے اس کے بعد انہون نے مطالبہ مقرر کیا جس سے انکو خوب نفع ہوا اور اجارہ لینے والونکو بھی کچھہ نفع باقی رہا اور جہان زمیندارون سے بات نہین ٹھہری تو پھر انہون نے انکا ذاتی انتظام کرلیا۔مسٹر دائٹن نے زمین کي پیمائش اسطرح جاری کي کہ ایک بیگہ کو ۵۰۰۰ وار ٹھہرائے ۱۷۰۶۷ چورس وار کے برابر ہے اس پیمائش کے لئے ایک رسی ۷۰۷ چورس وار کي استعمال کیجاتی تھی اور جس زمین پر چرونجی کے جھاڑ جسکی چھال سے گہرا سرخ رنگ نکلتا ہے اس پر فی بیگھہ دو روپئے آٹھہ آنہ کے حساب محصول مقرر کیا زراعت وہانپر فی بیگھہ آبی فصل مین پندرہ ۱۵ روپئے اور تابی فصل مین سترہ روپئے مقرر کئے۔مقطعدارون مین سے جو بعوض نقد فصلی چیز دینا چاہتے تھے ان سے وہی چیز لی جاتی تھی۔اسطرح فصل خریف اور ربیع کے لئے ان کو دس من غلہ دیا جاتا اور ہر کھنڈی مین سے مطابق پیدائش جو دس نو یا آٹھہ من باقی رہتے وہ لئے جاتے (ایک کھنڈی بیس من کي ہوتی ہی اور ہر من ایک ہنڈرویٹ کا یا ۲۲۴۰ پاونڈ کا یا ۱۱۲۰ سیر کا ہوتا ہی) اس محکمہ سے زراعت وہان کے لئے آبی اور تابی فصلونمین کسانون کو بارہ من غلہ دیا جاتا اور خوشباشون کو (یعني ان لوگونکو جو اصل مین کسان نہ تھے مگر کچھہ عرصہ کے لئے اپنا بیپار دہندہا چھوڑ کے زراعت کو دفعیہ وقت ٹھہرایا تھا) نو سے دس من تک اور دوسرے کرایہ دارون کو آٹھہ من دیا جاتا تھا اس مشارکت کو پانچ سال کا عرصہ کامل نہین ہوا تھا کہ مسٹر دائٹن اور ان کے شریک کے درمیان ایسي ناچاقي ہوئي کہ اس محکمہ کا خاتمہ ہوگیا۔سنہ ۱۲۴۲ فصلي مین مسٹر دائٹن نے خاص ذاتي طور پر قبالہ کیا اور وہ سنہ ۱۲۴۶ تک جاري رہا۔جیسے زمین اول مقطعے سے دیجاتي تھي ویسے اب بھي دیجاتي تھي مگر فرق اتنا تھا کہ اگر زمینداروں سے سربستہ کے شرائط قبول کرانے مین کامیابي ہوتي تو وہ بعوضِ نگراني کے اس انتظام کو راول رکھانا کو سونپتے۔جب یہ قبالہ بھي سنہ ۱۲۴۶ فصلي مین پورا ہوا تو انہون نے پھر نیا قبالہ کیا جو سنہ ۱۲۵۶ تک جاري رہا اس قبالہ مین بھي اول ہي کي سي شرطین تھین۔جب سنہ ۱۲۳۷ مین اول قبالہ کیا گیا تب راجہ چندولال دیوان تھے اور وہ اس عہدہ پر سنہ ۱۲۵۳ تک مامور رہے۔اس کے بعد وزارت مین انقلاب ہونیکي وجہ سے مسٹر ڈائٹن کو حضور نظام نے بلوایا تاکہ وہ اپني سربستہ داري واپس دیدین۔یہہ حکم نامہ انہین دورہ پر ملا۔ان کے گماشتہ اور وکیل اعظم علیخان نے جو ہمیشہ دربار نظام حیدرآباد مین رہتے تھے اس حکم سے مطلع ہوکر دفتر حساب کو جانچا تو مسٹر ڈائٹن کے چودہ لاکھہ روپئے حضور نظام کي گورنمنٹ پر نکلے جو مسٹر ڈائٹن حساب کے بےباق کردینے کے بعد وقتاً فوقتاً خزانۂ سرکاب مین امانت رکھا کرتے تھے خزانہ سے چودہ لاکھہ روپئے مسٹر ڈائٹن کو مل گئے اور انہون نے اپنا سربستہ دیدیا۔بعد ازآن راجہ بشن چند نے ان تینون سرکارون کو لیا لیکن جب سنہ ۱۲۵۷ مین نواب سراج الدولہ دیوان ہوئے تو چھوڑدیا۔اعظم علیخان نے جو سابق مسٹر ڈائٹن کے وکیل تھے اسي سال مین ان سرکارون کو لیا مگر تھوڑے ہي عرصہ کے بعد بحکم حضور نظام راجہ شمبو پرشاد کے حوالہ کردیا اور اس کے بعد وہ سالار جنگ کے قبضہ مین آے۔اگرچہ مسٹر ڈائٹن کا بری الذمہ ہونا اور ان سرکارون کا سالارجنگ کے قبضہ مین آنا ایک ہي سال مین ہوا یعني سنہ ۱۲۵۷ مین لیکن سربستہ دارون مین سے کسیکو ان سرکارون کے انتظام کا اتفاق نہوا۔سنہ ۱۲۵۷ مین جب مسٹر ڈائٹن بري الذمہ ہوے تو حضور نظام کیطرف سے محمد عثمان خان ورنگل کو ان سرکارون کے ذمہ لینے کے لئے بھیجے گئے۔سنہ ۱۲۵۸ مین نواب جمال الدولہ انکي جای پر آئے اور سنہ ۱۲۵۹ مین لطف اللہ ان کے قائم مقام ہوئے جن کے قبضہ مین وہ سرکارین دس مہینے تک رہین۔جمال الدولہ نے پھر ذمہ لیا مگر محمد عثمان خان جلد انکي جاے پر آگئے۔انکے جاے پر غلام تقی آئے جو سنہ ۱۲٦۲ فصلی مین ان تعلقات کے منتظم رہے جن کو تعلقات مین دو آنیکي شرکت تھی۔سال کے اخیرمین نواب سراج الدولہ کو دوبارہ عہدہ دیوانی ملنے کو تھا کہ انکا انتقال ہوگیا۔اس عرصہ مین نواب سر سالار جنگ مرحوم وزیر اعظم ریاست ہوے۔سنہ ۱۲٦۳ مین سید محی الدین پانسے کي تنخواہ پر تعلقدار مقرر ہوئے اور سنہ ۱۲٦۹ تک اسی عہدہ پر رہے انکے بعد نواب قاسم زرجنگ ان کے قائم مقام ہوے اور سنہ ۱۲۷۴ تک وہ کار پرداز رہے۔ایک صدر نائب اور کئی پرگنہ نائب تھے۔صدر نائب کي تنخواہ دو سو روپئے اور دوسرون کي بیس سے پچیس روپئے تک تھی۔مسٹر دائٹن کے وقت مین صدر نائب کو تین سو ۳۰۰ روپئے ملتے تھے اور پرگنہ نائب کو چالیس ۴۰ روپئے دو درجون کے سپاہیون کو ایک کو دس اور دوسرے کو آٹھہ روپئے اور محصول جمع

گرنيواليکو تين روپئے تنخواه تهی۔جب مسٹر ڈائٹن ہريداس کشن داس کے شريک تهے۔ان دونونمين انهين سالانہ مبلغ تين لاکهہ باره ہزار روپئے تحصيل سے آتے تهے اور بعدزان دو مرتبہ يکے بعد ديگرے جب انهون نے بالذات سربستہ ليا تو انکی آمد تين لاکهہ پچيس ہزار روپئے کي تهی اور بعدزان جب انهون نے دس برس تک کا قبالہ کروالیا تها تب بنسبت سابق انکی سالانہ آمدنی پچيس ہزار روپئے بڑهگئی تهی۔مسٹر ڈائٹن کے جانشينون مين سے کوئی اسقدر مبلغ تحصيل سے جمع نکرسکا سوائے سيد محی الدين کے۔کہ وه مسٹر ڈائٹن کے برادر فراهمئی مبلغ تحصيل مين کامياب ہوئے۔نواب قاسم زرجنگ فراهمئی مبلغ مين اورون سے سبقت لے گئے مگر بات يہ تهی کہ اول کے پرگنون مين نريگونڈا زياده کيا گيا تها۔ ماه ابان سنہ ۱۲۷۵ فصلی مين ضلع بندی کا کام شروع ہوا اس صورت مين کهمم سرکار کهمم اور ورنگل ايک ساتهہ کردئے گئے۔سنہ ۱۲۷۶ مين نواب ناظم جنگ کي عہدۂ تعلقداری پر ترقی ہوئی۔اور انکے جائے پر سوائی راو آئے۔انهون نے ہميشہ کے لئے طريقہ بٹائي يا پيداواری زراعت سے محصول ادا کرنیکا طريقہ اٹها ديا اور ادائے زر نقد کا طريقہ جاری کيا۔اس طريقہ سے عموماً کسان لوگ خوش ہوئے۔اصول يہ رکها گيا تها کہ طيار فصل کي آمدني کا تخمينہ کيا جاتا اور جب پيمائش کي ضرورت ہوتي تو مسٹر ڈائٹن کے مقياس کے مطابق يعني ۵۰۰۰ چورس گز کا ايک بيگہ ٹهہرا کے عمل کيا جاتا۔اسکے بعد جب جماعت نظم تحصيل مقرر ہوی تو انهون نے يہ قرار ديا کہ ايک بيگہ کي مقدار معين فقط ۳۶۰۰ چورس گز ہين۔اسکے بعد اسبات کي کسانونمين شکايت ہونے لگي اور وه يہ کہنے لگے کہ جتنی بيگہ کي مقدار کم ہوی ہے اسيقدر محصول بڑہا ديا گيا ہے اور رفتہ رفتہ اسکا يہہ تدارک کيا گيا کہ محصول حالات اور وقت پر نگاه رکهکے کم کرتے گئے۔اس وجہ سے بنجہ زمينين جوتی گئين اس اثنا مين يعني سنہ ۱۲۷۹ مين سوامي راو کي بدلي ہوی اور اسی سال انکی جای پر محمد حنيف مقرر ہوئے۔محمد حنيف سنہ ۱۲۸۲ مين اس باروت کے سلگنے سے گذر گئے جو ورنگل کے سرکاری مخزن مين سلگي تهي۔يہ اسوقت اسکي جانچ پرتال کررہے تهے۔بعد ازان اس ضلع کا اختيار موسيٰ رضي خان کو ملا وه وہان سنہ ۱۲۸۶ تک رہے اور جب انکی بدلی ہوی تو انکی جای پر گووندراؤ آئے جو وہان سنہ ۱۲۹۳ تک مختار رہے۔انکے وقت مين محصول مبلغ ۱۷۵۸۶۸۶ تک بڑهگيا۔انکی جای پر محمد عبدالباقی آئے۔اور انکی جای پر سنہ ۱۲۹۳ مين نواب فرامرز جنگ آئے۔انکو ماه فروری سنہ ۱۲۹۶ مين براى نام اول تعلقداری ملي۔مرقومہ ذيل کي فہرست سے احوال سنہ ۱۲۹۱ سے سنہ ۱۳۰۰ تک کي محصولات کا واضح ہوتا ہے۔نصف اخير فہرست سے يعنے سنہ ۱۲۹۶ سے سنہ ۱۳۰۰ محصول کي عموماً زيادتی مبلغ ۴۶۳۶۴۲ روپئے کي معلوم ہوتی ہے۔ترقی مذکور جسکی چندان ديکهنے کي کوی ضرورت نہين نواب فرامرز جنگ کے زمانہ تعلقداری کي يادداشت ہے—

روپئے		روپئے	
۱۳۱۹۴۶۲	... سنہ ۱۲۹۱	۲۱۷۰۶۳۴	... سنہ ۱۲۹۶
۱۴۰۸۰۶۴	... سنہ ۱۲۹۲	۱۹۵۳۶۲۹	... سنہ ۱۲۹۷
۱۷۵۸۶۸۶	... سنہ ۱۲۹۳	۱۹۳۳۱۲۲	... سنہ ۱۲۹۸
۱۸۷۵۹۸۴	... سنہ ۱۲۹۴	۲۱۷۱۱۸۸	... سنہ ۱۲۹۹
۱۷۲۴۷۶۴	... سنہ ۱۲۹۵	۲۱۷۶۵۹۶	... سنہ ۱۳۰۰

گئے پانچ سال کے عرصے مين زيادتی تحصيل ۲۳۱۸۲۱۰ روپئے يا ۲۳ لاکهہ سے زياده روپئے کي ہوئي—

قاضي پيٹ

قاضی پيٹ نظام ريلوے پر ايک اسٹيشن حيدرآباد سے ستاسی ۸۷ ميل کے فاصلے پر ہے جسے ايک جنکشن کہتے ہين مگر چونکہ چانڈا کي لائين ابهي نہين بنی ہے (باب نظاميہ ريلوے ديکهو) اسلئے ابتک وه نام اوسکو نہين ديا گيا ہے۔گهانابور سے يہ ملک لہراتا چلا گيا ہے اور اکثر حصہ اسکا مختص جنگل ہے اور آگ گاڑی کا راستہ نشيب مين ہوتا ہوا گيا ہے—

حيدرآباد سے ہنمکونڈا تک ريلوے کے کنارے کنارے قريباً قاضی پيٹ کو جاتے ہوے تمام راه مين جهاڑونکی قطار ہے۔ريلوے کي بائين طرف ايک قطار باره فيٹ زمين سے اونچے ستونون کي نصب کي گئی ہے۔پچاس سال کے آگے ہنمکونڈا کو جانيوالی تار برقی انهين ستونونپر قائم تهی۔قاضی پيٹ کے قرب مين ايک بڑا سياه ٹيلہ نظر آتا ہے جسکی سينگ کے مانند دو چوٹيان ہين يہ اس ٹيلہ پر چهوٹی چٹانونکے ايک پر ايک جمنے اور کوئی ايک سو بيس فيٹ اونچے ہو جانيسے ايسی بن گئي ہين کہ اطراف سے ميلون کے فاصلہ سے نظر آتي ہين۔ اس پہاڑی کو الاديکيڈا کہتے ہين۔يہ اس قريہ کے نامسے مسمیٰ ہے جو اس کے قريب ہے۔اس پہاڑي پر تين مندر ہين۔مشہور ہے کہ يہ مدتون آگے کي بنی ہوئي ہين۔بہونگر اور جيديکٹ کے مانند وہان بہت سے قدرتی گڑهے پاني کے ہين جن سے ايک خوبصورت جهيل بن گئی ہے۔اس کی سطح پر گل سوسن اور دوسرے جنگلی گلِ آبی اُگا کرتے ہين۔ اسٹيشن سے بہت ہی قريب ايک دوسری پہاڑی ہے کہ وه بهي اسی مذکور پہاڑي کے مانند ہے اور اسکے سبب سے اس جاے کو ايک خاص نمود ہے۔جن دنون ريلوے بنتی تهی يہ پہاڑيان ريچهہ اور چيتونکا ملجا و ماوا تهين جن سے قرب و جوار کے گانو والے ڈرتے تهے مگر اسوقت سے انکی بيخ کنی ہوگئی يا وه وہان سے ہانکدئے گئے۔ريلوے اسٹيشن پر ايک کمره ٹهرنے کا ہے جس کے

مسجد – ہنمکنڈہ

شکل منقش – ہزار ستونی مندر

ہزار ستونی مندر – ہنمکنڈہ

گرد ایک نفیس باغیچہ لگا ہوا ہے—قاضی پیٹ کے تمام راستونمین بہت سے تالاب ہین—جہان موسم مین بہت سے بطون اور پن لوبے کا شکار ہاتھہ آتا ہے—قریۂ قاضی پیٹ اسٹیشن سے کوئی ایک میل مشرق کي جانب واقع ہے جس مین قریباً سو گہر اور جہونپڑے ہین—وہان سے قریب مین ایک گنبد دار مقبرہ ہے جس سے اس گانون کا نام قاضی پیٹھہ ہوا ہے—یہ مقبرہ سید شاہ افضل بیابانی نے جنکا انتقال قریباً چالیس سال آگے ہوا ہے بنایا تہا—یہ ایک بڑے زاہد درویش تہے اور اُس موضع کے جو اب قاضی ہین انہین کے فرزند ہین—حضور نظام جب اس اطراف مین دورہ پر آتے ہین تو ضرور ہر زیارت گاہ مین تشریف لے جاتے ہین—

ہنمکونڈا کے مناور

ہنمکونڈا مین دو مندر ہین ایک بنام شیوا اور دوسرا بنام وشنو وقف ہے—دونون گاؤن سے کوئی آدہے میل مشرق کیجانب اور ایک میل قاضی پیٹ کے اسٹیشن سے جنوب مین سنسان پہاڑي پر واقع ہین—اس پہاڑیکی وضع ایک مسطح مقبرے کي سي ہے اور اسپر کسی قسم کي ہریاول نہین—اس پہاڑي کے دامن کا دورہ تقریباً ہزار گز کا ہے اور اسکی بلندي اطراف کے مقامون سے کوئی دو سو فیٹ کي—ان مندرون مین جانے کے لئے فقط ایک ہی راستہ اس پہاڑي کے شمال و مشرقی جانب مین ہے جسکا نشیب بتدریج ٦٠٠ فیٹ لمبا ہے—اس پہاڑي کے مغرب و جنوب مین دو عجیب ڈہنگ کے پیچدار مینار ہین پہلو بہ پہلو ایستادہ ایک چار پتہرونکا انبار ہے اور دوسرا پانچ پتہرون کا جو ضرور زمانہ قدیم مین ایک ہی ہونگے—ایک پچاس فیٹ اونچا ہے اور دوسرا ساٹھہ فیٹ—ہنمکونڈا شمال کیجانب مین پانچ میل سے زیادہ فاصلہ پر سے بلا مدد دوربین بالکل صاف نظر آتا ہے اور دوسرے جوانب سے بہی بڑي دور سے صاف دیکھائی دیتا ہے—

شیوا کے مندر کو نٹوراما پا کہتے ہین اور دوسرے کا نام رام چندر سوامی ہے—اور دونون مین ابتک پوجا ہوتی ہے—اس عمارت کي وضع ڈرویڈیونکی سي ہے—وہان کا پجاری یا مولی ایک آیاور بنام رامنجا ہے جسکے مورث اعلي کو قریہ ایوتہاپور بطور مقطع کے یا خفیف محصول پر دیا گیا تہا جو نسلاً بعد نسل متعددار موجود کو پہنچا ہے—وہ قریہ جو اس پہاڑي سے قریباً آدہے میل پر واقع ہے اس مین کوئي ٢٥ پچیس یا ٣٠ تیس چھپر کے جہونپڑے ہین—محصول موروثی پچاس روپیہ سالانہ سرکار کو دیا جاتا ہے اور اسکی پیداوار کي آمدني موافق فصل کے ١٧٥ روپیہ سے ٢٥٠ روپئے تک ہے—وہ مندر جو بنام شیوا وقف ہے مسدس وضع کا ہے مگر اسکی کوئی نیو نہین—وہ بیرونی عمارت جو جنوب کے مقابل ہے آٹہہ ستونونپر قائم ہے چار آگے اور چار پیچہے—اگلے ستون سادہ کندہ کئے ہوے ہین اور پچہلے ستون یونہی سرسری طور پر مربع بنائے ہوئے—اسکی لمبائی بیس فیٹ کي ہے اور انتہاہي لمبا ایک راستہ چھہ فیٹ چوڑا گیا ہوا ہے اور اس کے دونون جانب دو چبوترے دو فیٹ اونچے بنے ہوے ہین—دیوار کے قریب اس بیرونی عمارت کے ہر ایک طرف چبوترے کے سہارے دیوار سے الگ ایک خادم کي تصویر چار ہاتھہ کي ہے جس کے ایک ہاتھہ مین ترسول ہے دوسرے مین گُرز تیسرے مین ایک لٹھہ چوتہے ہاتھہ کي کہدي اسکے ایک جانب سے دبی ہوئي ہے اور ہتھیلی باہر کو بتلا رہی ہے اور انگوٹھا اور انگشتِ شہادت اس سے بہ تقاطع مڑہی ہوي ہین—وہ دروازہ جس مین سے ہوکے سبہا منڈپ یا مجلسی دالان مین جایا جاتا ہے ٢٠ بیس فیٹ مربع ہے اسکے بیچ مین ایک نندي (بیل) ہے جو گہٹنونکے بل ایک پاے ستون سے لگا کہڑا ہے—یہ بیل سنگ موسی کا نہایت صاف تراشا ہوا ہے اور تمام منقش—اسکے گلے مین گہنٹیان اور منکے بڑے ہوے بدن پر جہول رہے ہین—اس بیل کے اوپر ایک بہاري سقف ہے جو چار سادہ تراشے ہوئے ستونون کے اوپر قائم ہے—اسکے شہتیر پتھر کي موٹی سلیون کے ہین—اسکے چہت کي سطح مربع در مربع ہے اور ایک مربع دوسرے مربع پر اسطرح واقع ہوا ہے کہ اس سے ہر زاویہ پر مثلث کي مساوی الاضلاع شکلین بنی ہین جسکی مرکزی صورت الماس نما ہے—دروازہ اس مندر کا مغرب کي طرف ہے اور وہ بیل مشرق کي طرف دیکھہ رہا ہے—مجلسی دالان کے شمالی کنارے پر ایک خاص حجرہ ہے جسمین جانے کا ایک دروازہ چار فیٹ اونچا ڈہائی فیٹ چوڑا ہے—لنگا کي مورتی ستہان یا پاے ستون پر اس لئے نظر نہین آتی وہ اُس سوراخ کے نیچے ہے جو اس کے رکہنے کے لئے بنا ہوا ہے اور اسمین سے پُجاری لوگ اس مورتی کو تیل لگاتے ہین—اسکے بارے مین یون نقل کرتے ہین کہ یہ لنگا برخلاف اس کے اصل نمونون کے خاص دیوتا ہے بناوٹی نہین اور بوجہ استدراج کے وہ متبرک سمجہا جاتا ہے—اس منڈپ کي چہت کے ہر ایک کونے پر چار بیلون کي مورتین ہین—

مندر کے قریب کوئی دو سے قدم کے فاصلہ پر ایک کُنڈ یا مجوف حوض ہے جس کا قطر ایکسو بیس فیٹ ہے اور جس کي وضع گول ہے—اس مین پاني ہمیشہ سبز رنگ رہتا ہے کبہی خرچنے سے کم نہین ہوتا—اور کہتے ہین کہ اسکی تہا نہین ہے—اس حوض کو بہی قدرتی بتلاتے ہین—اسی کے قرب مین دو اور چہوٹے سے حوض ہین—مندر کے مشرقی جانب مین ایک گاودم مینار ایک بہورے پتھر مین تراشا ہوا ہے—جو ایک دو فیٹ مربع

اور چار فیٹ اونچے چبوترے پر نصب کیا گیا ہے-یہ مینار نصف سے زیادہ ہشت پہلو ہے اور باقی گول ہے اسکی چوٹی تک کي اونچائی بیس ۲۰ فیٹ کي ہے اور اس چوٹی پر ایک چھوٹی سی چھت پتھرکي بنی ہوی ہے جو بلاشک طرز جدید کے موافق ہے- یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھت اس کے عوض میں بنی ہے جو پہلے فقط پتھر کي ہوگی- جیسے اور اسی قسم کے مندرون کے پاس دوسرے جگہون پر گاؤدم میناروں پر ہین-ان مندرون مین جو دراویڈی وضع کے ہین ابتک پوجا ہوتی ہے-اس گاؤن مین اور تین چھوٹے سے مندر ہین دو تو انمین سے ملے ہوئے ہین مگر تیسرا شمال کیجانب کچھ فاصلے پر واقع ہے-ان باہم ملے ہوئے مندرون مین سے صرف ایک قابل بیان ہے اور دوسرا اتنا شکستہ ہوگیا ہے اور اس کے نقش و نگار ایسے محو ہوگئے ہین کہ ان سے کوئی صحیح خبر نہین مل سکتی-وہ مندر جو بیان کے قابل ہے اس مین ابتک گاؤن کے شیوایت لوگ پوجا کو جاتے ہین-اس کا صحن جو کسی زمانہ مین دونون مندرون کو گھیرے ہوئے تھا اب اس کا نشان ایک شکستہ دروازے کے راستہ سے ملتا ہے اور جہان اس بات کے صاف نشان پائے جاتے ہین-نئی مرمت کے ذریعہ سے اسکو بچا رکھا ہے کہ بالکل کہین دیوار کے مانند نابود نہوجاوے-اس مندر کا دروازہ اس سے ملے ہوے مندر کے دروازیکے مانند شمال و مشرق مین ہے-اسکی دہلیز مین چار کونون پر چار ستون ہین ہر یک نو فیٹ بلند جس کے دونون طرف ساڑھے تین فیٹ سے چار فیٹ تک چوڑی دیوار بنی ہوئی ہے-اور اس کا راستہ پانچ فیٹ چوڑا ہے-اس مندر کا اندرونی حصہ بائیس فیٹ مربع ہے-سبھا منڈپ کے اندر ایک نندی (بیل) سیاہ پتھر کا چار فیٹ لمبا اور تین فیٹ اونچا نہایت مصفا بنا ہوا ہے جس کے گلے مین ہار گھنٹیان اور دوسرے زیورات پشت سے دُم تک پڑے ہوے ہین- مشورہ کي دالان مین بہت سے ستون ہین اور سلیون کے شہتیر جو ان ستونونپر قائم ہین بہت موٹے ہین اور اسکی چھت پر ایک مسطح گنبد ہے کوئی دس ۱۰ فیٹ نو ۹ انچ اونچا-اسکے جنوب کے کنارے پر ایک خاص کمرہ ہے اور نیز شمال کي کنارے پر ویساہی ایک اور خاص کمرہ دیرستہان کے متصل ہے اور اس کمرے مین ایک چھوٹی لنگا کي مورت اٹھارہ انچ اور چار فیٹ کے ایک چبوترے پر قائم ہے-یہ دونون سنگ موسیٰ کے بہت مصفا بنے ہوئے ہین-گنیش یا گنپتی اور اسکی عورت لکشمی کي مورتین اس مندر کي دیوار کے شمال کیطرف سیدھی نصب کي ہوئی ہین-اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مورتون کو وہان رکھے ہوے تھوڑا ہی زمانہ گذرا ہے-ایک مینار جو دروازہ کے روبرو ہے کوئی دس قدم اس سے دور ہے-یہ مینار تخمیناً پچیس فیٹ اونچا ھے اور

آٹھہ فیٹ مربع اور تین فیٹ اونچی سطح پر بنا ہوا ہے- اسکے پہل پاے بہراو سنگ سیاہ کے ہین جو بڑی استادی اور صفائی سے بنائے ہوئے ہین-سطح سے چھہ فیٹ تک وہ پہل پاے مربع ہین اور باقی کے ہشت پہلو گاودم ہوتے ہوئے اوپر تک چلے گئے ہین-اوس کے اوپر کا کگر بیضری ھے جسپر ایک چھوٹا سا منڈپ ھے اور اس کے درمیان نندی کي مورت ھے-اسی کا سا ایک دوسرا مینار ھے جو اس سے کئی قدم کے فاصلے پر ھے-لیکن دونون مین فرق اتنا ہی ھے کہ اسکے اوپر کا حصہ سنگ موسیٰ کا نہایت منقش و مصفا ھے اور اسمین عمدہ بیل بوٹے اور دوائر بنے ہوئے ہین-تیسرا مندر جو گاؤن کي شمال کي جانب ھے وہ بہ نسبت دوسرون کے جدید تر معلوم ہوتا ھے-اور اسمین کوئی صنعت اور کاریگری کي چیز قابل بیان کرنیکے نہین ھے—

پکہال جھیل

اسوقت ہنمکونڈا اور پکہال جھیل کے درمیان ایک قدرتی خط زمین کا ھے جو اچھے موسمون مین ممکن العبور ھے مگر گاڑی کے لئے اوس تیس میل کے کُل طُول پر ایک عمدہ شاہ راہ کي ضرورت ھے-اس راستے کے لئے حکم ہو چکا ھے-یہ راستہ ۱۸ فیٹ چوڑا ہوگا اور اس کے دونون طرف چھہ فیٹ چوڑی بدررویں بنینگی-لاکھنا پلی سے گذر نے کے بعد یہ راستہ گنجان جنگلونمین ہو کے نکلا ھے اور غروب آفتاب کے بعد وہان سے گذرنا خطرناک خیال کیا جاتا ھے-کیونکہ اسکے جوار مین وحشی جانورون کي کثرت بتلائی جاتی ھے-پاني کے بہت سے راستے ہین جنپر پُل نہونیکی وجہ سے لوگ یونہی عبور کرتے ہین- اور ایک بڑی آب پاشی کي نہر ھے جسے نرسمپیٹ کي ندی کہتے ہین اور جس کا منبع منڈاپیٹ کا تالاب ھے- یہ نہر شمال سے جنوب مین بہتی ھے اور کئی میل نشیب مین دوسرے ایک نالہ سے جو پکہال جھیل سے کہودا گیا ھے اس کا سنگم ہونے کے بعد وہ کارلہ ندی بنتی ھے جو کرشنا ندي کي شاخون مین شمار کي جاتی ھے- نرسمپیٹ کي ندي بارش کي موسم مین کبھی کبھی کوئی چودہ روز تک دشوار گذار ہوجاتی ھے-اس ویران موجودہ سر زمین پر جہان سینکڑون برس پیشتر کسانون اور صناعون کي محنت و مشقت سے سنبہلے ہوے قریے اور شہر آباد تھے-پہر لہلہاتے ہوے مرغزار اور تازگی بخش زراعتون سے بدل دینا ایک کار اہم ھے-نرسم پیٹھہ مین ایک سراے اور دوسرے امور ترقی کے بتدریج ہونے کو ہین جن سے یہ گاؤن بہی مثل اور گاؤن کے جو تحصیل کے ہیڈکوارٹر ہین مضبوط سرکاری عمارتون کي نسبت ہمسری کرنے لگیگا-اسوقت پر اسکو ایسی ایک وقعت حاصل ہوگی

جواب نہین ہے۔اس قریہ کے شمال مین کوئی چار سو گز کے فاصلہ پر ایک قسم کا قبرستان ہے جو سید جمال اللہ صاحب قادری شہید کی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔اس قبرستان کے اطراف دیوارین نہین اس مین کوئی چوتیس قبرین ہین جو ساتھہ گز مربع زمین پر واقع ہین۔یہ زمین اوس قبرستان کی اصل پیمایش کی ہوی زمین تہی جسے خود وہان کے تحصیلدار نے بہی بتلایا تہا۔درخواست کی گئی ہے کہ درگاہ مذکور کو سرکاری خرچ سے از سر نو بنایا جائے اور بعض پرانی قبرون کی جو قریب الانہدام ہین مرمت کیجائے۔

اس درگاہ کا وجود کیسے ہوا ہے اسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سو برس سے پیشتر نرسمپیٹ اور دوسرے قرئے اور شہر ونکٹ لچھمی نرسا جگناتھہ دہرماراج کو جس کا لقب زمیندار پکہال تہا اور جو ہز ہائنیس حضور نظام کا ملازم تہا سونپا گیا تہا۔اس زمیندار کی بد انتظامی کے سبب سے جو حضور نظام سے بہی باغی ہوگیا تہا نظام نے ایک فوج پیدل اور سوارونکی بہ سرداری سید جمال اللہ مذکور روانہ کی تاکہ اس نمکحرام اور مفسد سردار ونکٹ لچھمی کو جو نرسمپیٹ مین رہتا تہا گوشمالی دین۔حضور نظام کی طرف سے کچھہ فوج اسکے سپرد تہی جسکو وہ سید جمال اللہ کے مقابلہ پر لایا دونون مین موجودہ درگاہ کے اطراف لڑائی ہوئی۔ونکٹ لچھمی نے جو گاؤن کے باہر بیر کی ٹہنڈی چھاؤن مین بیٹھکر دور سے لڑائی کا تماشا دیکھہ رہا تہا۔اپنے ملازمون سے کہا کہ اگر اس لڑائی مین میرا کام تمام ہوجائے تو مجھے اسی جاے پر دفن کرنا۔اس خواہش کے ظاہر کرنے کے بعد اوسکے اٹہنے کی دیر تہی کہ یکایک اُسکی پیشانی پر ایک گولی آلگی۔اور وہین وہ سرد ہوگیا۔اسکے بعد اسکے گہوڑے کو بہی جو اسکے قریب کہڑا ہوا تہا دوسری گولی نے ڈہیر کردیا۔اسوقت راکب و مرکوب دونون پہلو بہ پہلو دفن کئے گئے۔اسکی اس اتفاقیہ موت نے اس کے اسوقت کے ہم مذہبونکو ایک درگاہ بنانے پر آمادہ کیا جسکا ایک عرصے کے بعد کچھہ اثر تک باقی نرہا آدہا بیگہ زمین بطور انعام کے دی گئی ہے اس زمین مین جو اس فرضی احاطہ یا اس درگاہ کے اطراف مین ہے عندالضرورت زراعت کی جاتی ہے اور اسکی آمدنی عرس مین لگائی جاتی ہے یہہ عرس اسی جائے سے تعلق رکھتا ہے اور عام نہین ہے۔اس سردار کی قبر یہان سب سے بڑی نظر آتی ہے۔یہہ پتھر اور چونہ سے بنی ہوئی ہے۔اسکی بلندی آٹھہ فیٹ کی ہے۔سنہ ۱۲۹۶ فصلی مین سید فصیح اللہ تحصیلدار نے اُس کی مرمت کی تہی۔نرسمپیٹ سے آگے بڑھکے پکہال کے جنگل کو ایک راستہ جاتاہے جسکے اطراف مین میلون تک دشوار گذار جہاڑی ہے اور اس جہاڑی کے بعد وہ راستہ جہیل کو جاتاہے جو اس ضلع مین سب سے بڑی ہے۔یہ نرسمپیٹ کی مشرق مین واقع ہے جو پکہال تعلقہ کا صدر مقام اور وہان سے چھہ میل کے فاصلے پر ہے۔

قدیم ہندون کی ایک روایت کے مطابق یہ جہیل راجہ پرتاب رودرا کے زمانہ مین ایک جادوگر نے سحرسازی سے بنائی تہی۔جس مین کہاجاتا ہے کہ خود راجہ نے بہی مدد دی تہی۔اس سحرسازی کے وقت یہ راجہ شہر پکہال کے اندر جو جہیل سے کوئی تین میل مغرب مین واقع ہے اپنے محل مین تہا۔اسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب راجہ کو جہیل بنانیکا خیال آیا تو اس نے اپنے تمام درباریون اور عہدہ دارونکو طلب کرکے ان پر اپنا ارادہ ظاہر کرنیکے بعد حکم دیا کہ کسی ایک یا زیادہ آدمیونکو ایسے تلاش کرین جو اس بڑے کام کو انجام دیسکین۔ان عہدہ دارون نے ہرچند ایسے شخص کی تلاش مین سعئی بلیغ کی لیکن کوئی نہ ملا۔کچھہ عرصے کے بعد ایک خانہ بدوش جادوگر راجہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مین اِس شرط پر اس کام کا ذمہ لیتا ہون کہ راجہ مجھے ایک ایسا شخص معاون دیوے جو بڑا دلاور اور بڑا زورآور ہو باوجود سعی و کوشش کے ایسا شخص نہ مل سکا تو راجہ اپنا لباس بدلکے دہقانی بہیس مین نصف شب کو اس جادوگرکے مکانپر گیا اور کہا کہ مین راجہ کے حکم سے تمہارے کام مین مدد دینے کے لئے آیاہون۔یہ سنکے اس جادوگر نے اسکو ایک کُدال دی اور آپ ایک ٹوکری لیکے اسکیے ساتھہ نکلا اور دونون شہر سے باہر مشرق کیطرف چلے وہ دہقان آگے آگے اور وہ جادوگر پیچھے پیچھے۔نکلتے وقت اس جادوگرنے دہقان سے کہدیا تہا۔کہ خبردار کام کرتے وقت ہرگز پیچھے پہر کے ندیکھنا ورنہ مارا جائیگا۔کچھہ دور جاکے جادوگر نے اپنے معاونسے کہا کہ تو اس کُدال سے زمین کہودتا ہوا سیدہا آگے بڑھتا چلاجا۔جب وہ کہودنے لگا تو جادوگر اس کہدی ہوئی مٹی کو اٹہا کے اس کہدی ہوی زمین کے کنارے کنارے ڈالتا چلا اسکام کے ہوتے ہی فوراً اطراف کی پہاڑیان بڑی دہلکے کی آوازین کرتی ہوی اپنی اصلی جگہ سے ایسی چلین کہ گویا اس جادوگرکے بالکل حکم مین تہین۔ان پہاڑیونمین سے ایک بڑی پہاڑی نے جسے چاکا گٹو کہتے ہین ایک ایسی مہیب آواز کی کہ راجہ جو بہیس بدلے ہوے تہا مارے دہشت کے فوراً اسطرف پہر کے دیکھنے لگا جدہر سے وہ آواز آئی تہی۔راجہ کے اسطرف دیکھتے ہی اسیوقت اس پہاری کی حرکت بند ہوگئی چونکہ یہ بات جادوگرکے حکم کے برخلاف تہی اسلیے اسنے اس سے خفا ہوکے کہا کہ تیری بزدلی نے اس جہیل کو زیادہ بڑہنے سے روک دیا۔تیری پہلی محنتین تیری اس نافرمانی کی حایل ہوین ورنہ ضرور تیری جان جاتی۔نہین معلوم راجہ نے کیون بعوض آپ آنیکے تجھکو روانہ کیا۔اس عظیم الشان عالیشان کام کو اس طرح خراب کرنے کا خود وہ ملزم ہے۔جادوگر کی۔اس دہمکی سے راجہ

پرتاب رودرا نے خوف زدہ ہو کے ظاہر کردیا کہ "ای جادوگر مین خود راجا ہون اور تیرے رحم کا امیدوار" اسکے ساتھہ اپنے تبدیل لباس کا حال بہی کہہ سنایا۔ جادوگر نے اس کو معاف کیا مگر وہ جہیل وہین تک بنی جہانتک زمین کہودی گئی تہی یا اسپر نشان کیا گیا تہا۔

اس تالاب کا مصنوعی پُشتہ کوئی دو ہزار گز لمبا ہے اور بلندی اور چوڑائی کي اوسط ۲۵ اور پچاس گز ہے۔ پاني کا زیادہ سے زیادہ عمق مغربی کنارہ کے قریب ۳۰ سے ۴۰ فیٹ تک ہے اور وسط جہیل مین کوئی ۲۰ یا ۳۰ فیٹ اور اس سے زیادہ اس جہیل کا رقبہ قریباً ۲۵ مربع میل ہے لیکن گرمی کے موسم مین فقط ۱۳ مربع میل رہجاتا ہے جہیل کے اندر کے کنارے پر اور نیز تمام قریب کے ڈہالوان مین اکثر املی کے جہاڑ اوگے ہوئے ہین جنمین سے بعض بہت ہی بڑے ہین۔

اسکے باہر کے کنارے پر جنگلی میوے کے جہاڑ ہین۔ جن کے تنونپر اسطرح بیلین دوڑی ہوی ہین کہ ایک دوسریسے ملکے اسکو ایک نا ممکن العبور جنگل بنا دیا ہے جہان سال کے اکثر حصہ مین شیر اور نیز دوسرے وحشی درندے رہا کرتے ہین۔ اس جہیل کے شمال اور جنوبی کنارے بہی سایہ دار درختون سے معمور ہین۔ شمالی کنارے سے اسکی پہاڑیان مشرق کي طرف اور جنوبی کنارے سے چہوٹے ٹیلون کا سلسلہ جنکی بلندی قریباً ۲۵۰ فیٹ ہے چلا گیا ہے۔ وہ بڑا ٹیلا جو جنوبی کنارہ سے اس جہیل مین گہسا ہوا ہے مثل "راس" کے نظر آتاہے اور اسپر بہی گنجان درخت اوگے ہوے ہین۔ مغربی کنارہ پر بہی ایک بلند چوٹی پہاڑ کي ہے جسکی اونچائی پانی کي سطح سے کوئی ۴۰۰ سے ۵۰۰ فیٹ تک ہے۔

اس چوٹی پر اتنی گنجائش ہے کہ اگر جنٹلمین اور انکے اہل و عیال تبدیل آب و ہوا کے لئے وہان جائین تو ان کے اور نیز شکاریون کے لئے وہان عارضی مکانات تیار ہوسکتے ہین لیکن اس قسم کي تجویز سے پہلے اس جنگل کو صاف کرنا ضرور ہوگا۔ اس جہیل کے اطراف گہانس کثرت سے اوگتی ہے اور بارش کے دنون مین کوئی ٦ سے ۸ فیٹ تک اونچي ہوجاتی ہے۔ لیکن ابتداے موسم سرما مین اسکو جلا دیا جاتاہے کیونکہ اس مین جو مضر ابخرے اسمین پوشیدہ رہتی ہین اگر نہ جلا دئیے جائین تو صحت کو سخت نقصان پہونچا ئین۔

برسات کے موسم مین یہان ایک قسم کي مکہی کثرت سے ہوتی ہے جسے یہان کے لوگ گاودویرگے کہتے ہین یہ مکہي افریقہ اور جنوبی امیریکہ سیٹس مکہي کي قسم سے ہے۔ جب برشکال شروع ہوتاہے تو وہ اندے جو اگلے سال دئی ہوے ہوتے ہین سیئے جاتے ہین۔ یہ مکہی آدمیون اور جانورونکو ایسی تکلیف دیتی ہے کہ جب تک وہان کي گہاس اور روئیدگی یک لخت نہ جلا دیجائے کوئی شخص ان جنگلون مین جانے کي جرأت نہین کرسکتا۔ یہ مکہی قریب پون انچ لمبی اور پاؤ انچ موٹی ہوتی ہے۔

سنگ سیاہ کي ایک سلّی ٦ فیٹ لمبی ایک فیٹ چوڑی شتاب خان کے گندی کے کنارے ہے جسپر قدیم تلنگی حروف مین کچہ سنسکرت عبارت کندہ ہے یہ عبارت بوجہ سلّی کے کسیقدر ٹوٹ جانے اور کسیقدر الفاظ کے محو ہوجانیکے صاف پڑہی نہین جاتی۔ یہ سلّی نواب مرزا طفیل علی بیگ بہادر کو جب وہ اس جہیل کے دیکہنے کے لئے آئے تہے تو وہان ملی تہی۔

لوگ بیان کرتے ہین کہ شتاب خان نے جب سنا کہ اس جہیل کے تہ مین ایک خزانہ مدفون ہے تو حکم دیا کہ اسکے پشتہ کو توڑ کے اس جہیل کا پاني خالی کردیا جائے۔ جب اس جہیل کا پانی خالی ہو رہا تہا تو کہتے ہین کہ راجہ پرتاب رودرا نے شتاب خان کے خواب مین آن کر اِس دفینہ کي برابر جگہ بتلادی۔ اس خواب کے مطابق عمل کرکے شتاب خان نے دوسرے روز اس جای کو کُہدوا کے وہان سے خزانہ نکلوایا۔ اور پہر اس روپئہ سے اس پشتہ کي شکستگی کو جو اس کے حکم سے ہوی تہی۔ پتہرون کي سلیون کو سیسے سے جما کے درست کردیا۔ لیکن اب سیسے کے جمانے کا کچہہ اثر معلوم نہین ہوتا۔

چلکا گٹا کي راس جسکا ذکر اوپر ہوچکاہے برسات کے موسم مین ہرطرف پاني سے گہرجاتی ہے اور سوای کشتیون کے اسپر جایا نہین جاتا۔ لیکن گرمی کے موسم مین جب اس جہیل کا پاني کسیقدر اوتر جاتا ہے۔ تو فقط ایک طرف سے اس پہاڑی کو جایا جاتا ہے۔ اس جہیل مین مگر عود بلا و کچہوے اور ہر قسم کي چہوٹی اور بڑی مچہلیان کثرت سے پائی جاتی ہین۔

اس جہیل کے شمال و مشرق مین چار میل کے فاصلے پر ہندؤنکا ایک قدیم مندر ٹوٹا ہوا پڑا ہے جہان اس اطراف مین رہنے والے کسان شیوراتری کے تہوار مین پوجا کو جایا کرتے ہین مندر کے حوض مین نہانیکے بعد پجاری لوگ اس کے دیوستہان پر میوے اور پہول نذر چڑہا کے بکریونکا بہینٹ دیتے ہین۔ اس مندر کو جانیکا راستہ تمام نا ہموار پتہرن کا بنا ہوا ہے جس کي وجہ سے گاڑیان اور گہوڑے جا نہین سکتے یہ مسافت پیدل کرني ہوتی ہے۔ لیکن مشکل کے ساتہہ۔ اس مندر کا "گندم" حدود سمپت کروا کے درمیان ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ خود مندر اس احاطہ مین ہے جو کبہی پکہال کے قدیم شہر کا تہا۔

پکہال کے شمال و مشرقی جنگلونمین جو حدود سمپت کروا مین واقع ہین۔ گاو وحشی کثرت سے ہوتے ہین اور دس دس بارہ بارہ کي چہوٹی جماعتین پہرتی ہوی نظر آتی ہین۔ لیکن کئی سال سے کوئی گرفتار نہین ہوا شاید اسکی وجہ یہہ ہو کہ جنگل مین گذر نہین ہوسکتا۔ مردیونمین

پکھال کے بعض جنگلوں میں مور تیتر بٹیر مرغ خاردار اور جنگلی پرندے ہوتے ہیں اور علاوہ اسکے سانبھر جنگلی ریچھ نیل گای بھی کبھی کبھی ہاتھہ لگتے ہیں۔پانی اس جھیل کا ہلکا اور خوشگوار ہے جیسے ان کنوؤنکا جن میں جھرنے ہوتے ہیں۔اس جھیل کے چار بدر رو ہیں اس کی حالت کیا بالفعل اور کیا پیشتر ایسی نہیں جو گورنمنٹ کے فائدے کا باعث ہو۔ہان اگر کوئی بیالیس ہزار روپیہ خرچ کرکے اسکی مرمت اور اوسکی دیواروں کی شگافوں کو زیادہ اونچا کیا جائے اور نئی آبادی کے لئے قدیم شہر پکھال کے جاے پر گھر وغیرہ بنائے جائین تو غالباً گورنمنٹ کو بہت بڑا فائدہ ہوگا۔کیونکہ اوس کی تمام زمین جو ابتک بنجر پڑی ہوی ہے قابل زراعت ہوجائیگی —

اس جھیل میں مشرق کی جانب سے تین چھوٹی سی نہرین آنکر گرتی ہین جو پہاڑون مین نکلی ہوی ہین۔جب برسات ۱۴ یا ۱۵ انچ ہوتی ہے تو یہ جھیل باوجود اوس کے شگافون کے نقصان کے لبریز ہوجاتی ہے اس جھیل کے ذریعہ ۲۰۰۰۰ بیگہ سے زیادہ زمین شاداب ہوتی ہے جسکی سالانہ آمدنی ۱۲۰۰۰۰ روپئے بحساب فی بیگہ ٦ سے لیکے ۸ روپئے تک ہے۔لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اگر ان گاؤن کی جو کبھی آباد تھے ویران زمینین جو اس جھیل کے اطراف مین ہین پھر آباد کی جائین اور جنگلون کو صاف کرکے اُنمین زراعت کیجائے تو فی بیگہ بارہ ۱۲ روپئے وصول ہوسکتے ہین —

راماپا جھیل کے مناور

ورنگل سے تیس میل شمال و مشرق مین راماپا کی بڑی جھیل ہے ۔ اس کے اُس پار کئی مندر ایک جائے پر ہین جنکی وضع ہنمکونڈا کے بڑے مندر کی سی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اسی زمانہ کے ہین اور غالباً انہین معمارون کے ہاتھہ کے بنائے ہوئے۔خاص مندر مین ایک دیوستھان ہے جس کے مقابل مین ایک دالان ہے۔ستونونکی ترتیب معمولی ترتیب سے۔کچھہ الگ ہے اور یہہ بات قابل دید ہے کہ مورتیان انہین کھمبون مین سے ابھری ہوی ہین۔اور اوپر کی کارنسین انہین کے سہارے ہین —

ستونون دروازون اور قناتون کا نقش و نگار نہایت نفیس ہے۔اس کا مینار کامل اور اینٹونکا بنا ہوا ہے اور موافق ضرورت کے وہ اینٹ ڈھالے گئے ہین۔اس مندر کے شمال مین ایک اور چھوٹا سا مینار ہے اور اسکا شیکھہ یعنے چوٹی بھی اینٹون ہی کی ہے۔دو مندرون کے درمیان ایک مربع منقش پیل پایہ ہے اور اس پر بھی وہی نقش و نگار ہین جو ہنمکونڈا اور اپار پالی کے پیل پایونپر ہین۔اس کے جنوب مین ایک ستونی دالان ہے —

تالاب لاکراوارم

ریاست نظام مین یہ سب سے بڑا پایہکا خزانہ ہے۔ جو ورنگل سے چالیس میل شمال و مشرق مین۔اور سالیوائی سے چھہ ٦ میل جنوب مین مُلّہ منگا پیٹھہ کے راستہ پر واقع ہے۔اس مین بہت سی پہاڑی نہرین آنکر ملی ہوی ہین اور ایک سو مربع میل سے زیادہ زمین تک کا اسمین پانی گذرتا ہے۔اس جھیل مین ایک بڑا شگاف ہے سو فیٹ گہرا اور دو سو فیٹ چوڑا جسکی مرمت کو لاکھہ روپئے سے زیادہ صرف ہوگا۔اس شگاف کی نسبت یہ نقل مشہور ہے کہ یہہ مسلمانوں کے فتح کے آگے کا ہے باوجود اس شگاف کے اس کا پانی چھہ مربع میل تک پھیلتا ہے جب پانی زیادہ ہوتا ہے تو شمال و مشرق کی راہ سے نگرم مین کوئی تیس ۳۰ میل زمین کو ویران کرتا ہوا گوداوری کو جاتا ہے۔ راستے مین بہت سی چھوٹی چھوٹی نہرین اس مین آنکر ملتی ہین۔اگر اس کا شگاف درست کیا جاوے تو کامل تیس ۳۰ مائل تک پانی پھیلے اور وہ نالے جواب بے مرمت پڑے ہوے ہین۔کلاسور تک پانی کے لیجانے مین بکار آمد ہون جو تیس ۳۰ میل سے زیادہ فاصلہ پر گوداوری کے کنارے واقع ہے اس صورت سے اس کے کنارہ کی تمام زمین سرسبز و شاداب ہوجائے۔کل خرچ اس کا تخمیناً دو لاکھہ روپیہ ہوگا اور ایسا خیال کیا جاتا ہے کہ اس صورت مین یہ چشمہ کوئی ۸۰۰۰۰ ایکڑ زمین کو شاداب کرسکیگا۔اس شگاف کے سامنے ایک پشتہ بنایا گیا ہے لیکن باوجود اس کے اسکی تھاہ مین سے پانی باہر نکلتا ہے۔بالفعل فقط کوئی تین ایکڑ زمین مین زراعت ہوتی ہے —

قلعے ظفر گڑھہ

یہ قلعہ جو نہایت شان و شوکت کے ساتھہ کھڑا ہوا ہے ہز ہائینس حضور نظام کی خانگی جائداد مین داخل ہے۔یہ ہنمکونڈا سے کوئی بیس میل کونور سے آٹھہ میل اور گھانا پور نظام ریلوے اسٹیشن سے سولہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔اس قلعہ کو جو راستے جاتے ہین وہ بہت ٹھیک ہین اور سواری اور ٹانگونکے لئے بھی محفوظ ہین۔سوا ے سخت موسم گرما کے ہمیشہ یہانکا منظر دلکش رہتا ہے خصوصاً جواری اور ارنڈی کے کھیت کا منظر نہایت خوش نما معلوم ہوتا ہے۔ان کھیتون مین کھجور اور ناریل کے جھاڑ کثرت سے ہوتے ہین اور کہین ایسے بھی درخت نظر آتے ہین کہ وہ ایک اور قسم کے ہین اور انمین شاخین اور قسم کے درختون کی لگی ہوئی چنانچہ تاڑ کا جھاڑ بڑھہ کے پیڑ سے اُگا ہوا ہے اگرچہ یہہ نوادرات سے ہے لیکن دیکھنے مین بڑا نہین معلوم ہوتا۔لہلہاتے خوشونکی خوبی

ترور کے پیلے پھولونسے اور دودالا نظر آتی ہے یہ پھول تمام علاقہ میں کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور اب رفتہ رفتہ وہاں کے دیسی لوگ اس پھول کو چمڑا رنگنے میں استعمال کرتے ہیں - یہاں لومڑیاں کثرت سے ہوتی ہیں مگر درندوں کی ایذا کا کوئی کھٹکا نہیں ہے کیونکہ جو شیر اطراف کی پہاڑیوں اور جنگلوں میں رہتے ہیں ان میدانوں میں آنیکی جرأت نہیں کرتے - اس قلعہ کو جانے کے راستہ میں بالکل ویرانہ اور سناٹا ہے - جس ٹیلہ پر وہ قلعہ قائم ہے وہ بہت دور سے نظر آتا ہے کیونکہ اسکی بلندی قریباً پچاس فیٹ کی ہے - اس ٹیلہ سے دو اور چھوٹے ٹیلے ملے ہوئے ہیں - جن سے اسکی شکل ہلالی ہوگئی ہے - قلعۂ ابراہیم انہیں چھوٹی ٹیکریونمیں سے ایک ٹیکری پر بنا ہوا ہے اور ظفر گڑھہ کے داہنے طرف واقع - ان دونوں گڑھیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں پہلے ایک ہی شخص کے تھے جنہیں ایک ہی خندق کے ذریعہ سے جو گاؤں کے اطراف بنی ہوی ہے ملا دیا گیا ہے - یہ خندق کوئی بیس فیٹ عمیق ہے قدیم زمانہ میں اسپر سے عبور کرنا مشکل ہوتا ہوگا - اس خندق کی حفاظت کے لئے تین بروج ہیں اور اندر ۷ سے ۱۷ فیٹ تک لمبی توپیں چڑھی ہوئیں - جنکے دہانیکا قطر ساڑھے چار سے چھہ انچ کا ہے - پہلے یہاں بہت سی توپیں رہا کرتی تھیں لیکن اب اوتار کے انہیں دوسرے قلعونمیں بھیجدیا گیا ہے مگر اب بھی اتنی ہیں کہ جن سے اس قلعہ کی گذشتہ عظمت و شوکت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے - ایک توپ جو اس پہاڑیکے چوٹی پر ہے اور جو تمام میدان زیر حکم رکھتی ہے وہ فلزات سے نہایت عمدہ بنی ہوئی ہے - دوسری تمام توپوں پر محمد قاسم کا نام اور سنہ ۱۱۹۳ھ کندہ ہے مگر اس توپ پر سنہ ۱۱۸۵ھ اور ظفرالدولہ کا نام جو رکن الدولہ کے رفیق تھے کندہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قلعہ ایک سو بیس برس پہلے بنا ہوا ہے - غالباً محمد قاسم نے یہ توپیں ڈھلوائی ہیں جو توپخانہ کا ناظر تھا - ابتک ایک یا دو توپوں کی زمبورکیں باقی ہیں جو گلاب کی لکڑی کی ہیں اور دوسری توپونکی کرم خوردہ ہوگئی ہیں —

قلعہ ظفر گڑھہ کو ظفرالدولہ نے بنوا کے اپنے نام پر سے اسکا نام رکھا تھا - وہ ایک تعلقدار تھے اور وزیر رکن الدولہ کے رفیق - مذکور توپ کے نقش کندہ سے معلوم ہوتا ہے - کہ یہ شخص بڑا معزز و ذی اختیار تھا اور ملک کے ایک بڑے حصہ پر اسکا حکم چلتا تھا چنانچہ اسکی دلیل یہ ہے کہ اس نے فقط یہی ایک قلعہ نہیں بنوایا بلکہ اور بھی قلعے بنوائے ہیں چنانچہ دوسرے چار قلعے ہیں جو ایسے ہی مضبوط و مستحکم اسیکے بنوائے ہوئے ہیں - پس طبعی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک تعلقدار کے پاس اتنی دولت کہاں سے ہوسکتی ہے جو ایسے

ایسے قلعے بناسکے - اسکا جواب یہ ہے کہ اُسوقت کے تعلقدار کو بہت بڑے اختیارات ہوتے تھے جو اِسوقت کے تعلقداروں کو نہیں - اُسوقت کے تعلقدار اپنے اضلاع کے مختار کُل ہوتے تھے انہیں جنگ و صلح کے اختیارات حاصل تھے - انکے ماتحت صرف چھوٹے چھوٹے علاقے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے شہر ہوتے تھے اور حقیقت میں بادشاہ انکے ہاتھہ میں کھلونا ہوا کرتا تھا جسکو اپنے حرم سے بہ نسبت امور مملکت کے زیادہ کام رہتا تھا - چنانچہ ظفرالدولہ نے یہ پانچ قلعے بنوا کے تیار کئے - غالباً انکے طیار ہونے میں ایک عرصہ دراز ہوا ہوگا لیکن باوجود اسکے بادشاہ کو ان قلعوں کی خبر تک نہوئی - ظفر گڑہ میں داخل ہونے کے چار دروازے ہیں بڑا دروازہ جو شمال کیجانب میں ہے اس کو دروازہ ہنمکونڈا کہتے ہیں کیونکہ جو لوگ ہنمکونڈے سے آتے ہیں اس دروازیسے قلعہ میں داخل ہوتے ہیں - اس دروازیکے سامنے جو راستہ ہے وہ بالکل ویران ہے - باہر کے پھاٹک کو بالفعل کوئی پٹ نہیں اور اگر ہوں تو بھی ان سے اسکی شان و شوکت بڑھہ نہیں سکتی - پہلے اسکی چھت بنوائی گئی تھی لیکن وہ توڑ دیگئی - اندر کا پھاٹک ایسا خراب نہیں ہوگیا ہے اور وہ بغیر کسی عظمت و شان بلکہ کسی نقش و نگار کی خوبصورتی کے - یونہی دیکھنے میں بہت سنگین اور پائدار معلوم ہوتا ہے - اس کے پٹ مضبوط ساگوان کے چھہ انچ دلدار ہیں اور انمیں لوہکی لمبی میخیں لگائی گئی ہیں جنکا لوہا باوجود سوا سو برس گذرنیکے ابتک چمک رہا ہے - یہ میخیں اسوقت پر جبکہ قلعہ شکنی کے آلات وجود میں نہیں آئے تھے ہاتھیوں کو دروازہ ڈھکیلکے توڑ دینے سے روکدیتی تھیں اس قلعہ کی بلندی قطع نظر پشتہ کی دیوار کی بلندی کے ۲۵ فیٹ کی ہے - اور اس کا چوکھٹا نہایت پائدار ہے - یہ موٹے کالے پتھر کے ستونونکا بنا ہوا ہے جو دروازے کے دونوں طرف قائم ہیں اور جن میں ان کے پائیزے نصب ہیں - ایک دروازیکی حفاظت دو برجوں سے کی گئی ہے جن پر توپیں چڑھی ہوی ہیں ان برجوں پر چڑھنے کے لئے کھلے ہوئے زینے تھے جن پر اب جنگلی گھاس پات اوگی ہوی ہے - پہلے منزلہ پر پہنچنے سے جہاں ایکوقت میں سوا ایک آدمی کے دوسرا نہیں جاسکتا وہ جنگلی جھاڑ جو پتھر میں سے اوگے ہوئے ہیں نظر آتے ہیں اور انکے دیکھنے سے اس قلعہ کی ویرانی کا دلپر قوی اثر ہوتا ہے - اس کے شگافوں کے قریب جن میں سے جڑیں نکلی ہوی ہیں کھڑے ہونا خطرناک خیال کیا جاتا ہے - بائیں برج سے فصیل شروع ہوتی ہے جو دوسرے برج تک چلی گئی ہے اس دیوار کی اندر کی طرف ایک راستہ ہے جو پہلے ایک برج سے دوسرے برج کو جانے آنے کے لئے مفید تھا اسکے بعد حیدرآباد کا پھاٹک آتا ہے جو نہ بہت بڑا ہے اور نہ دلکش - بجز

اسکے کہ اسکا برج کہ ایک ڈھلاؤ ٹیکری پر بنا ہوا ہے۔ اس دروازہ کا فاصلہ ہنمکونڈے کے دروازیسے آدہا میل ہے اسطرف کي خندق سیاہ پتھر اور گچ کي بنی ہوئی ہے۔ ظاہراً اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہان کي زمین کو جو بالکل نرم ہے خندق مین گرکے اسکو پاٹ دینے سے باز رکھے۔یہ دروازہ مغرب کیطرف ہے اور مشرق کیطرف کھمم پھاٹک ہے۔اس مین اور ہنمکونڈے کے پھاٹک مین کوئی فرق نہین سواے اسکے کہ یہان برج پر چڑھنے کي سیڑھیان بند ہین اور وہان کھلی ہوئ۔ایک جائے پھاٹک اور خاص دروازہ کے درمیان چھوڑ دیگئی ہے۔یہان نگھبانون کے لئے حجرے ہین جو بڑے دروازے پر نہین ہین۔ جنوب کي طرف ایک چوتھا پھاٹک ہے جسکا نام بھي ہنمکونڈا پھاٹک ہے۔مگر اسمین جانیکا راستہ اتنا کھڑا اور خوفناک ہے کہ زمین سے وہان تک پہنچنا نہین جاسکتا۔اس دروازہ کا کوئي نام تک نہین لمتا یہ دروازہ فقط سرے پر پہنچنے کے بعد نظرآتا ہے لیکن اب وہ گچ سے بند کردیا گیا ہے شاید اسلئے کہ اسکا راستہ خوف سے خالی نہین۔یہ پھاٹک بالکل شکستہ ہوگیا ہے۔

تین راستون سے لوگ اس ٹیلے کي چوٹی پر جاتے ہین جہان نرسنگ کا مندر اور قلعہ کے تعلق ایک مکان ہے۔ایک راستہ تو گاؤن کے طرف سے ہے جو صاف سیاہ پتھرون کا ہے اور تین سو فیٹ بلندی کے بعد وہ اتنا سیدھا اور کھڑا ہوگیا ہے کہ ضعیف القلب آدمی چکرانے لگتا ہے۔دوسرا راستہ پہاڑ کے باہر کیطرف سے ہے جو چندان دشوار گذار نہین۔پتھر کي سلیان جو اِدھر اُدھر پڑی ہوي ہین وہ بمنزلہ اسکی سیڑھیون کے ہین۔اس راستہ سے اسکی چوٹی پر پہنچنے کو پون گھنٹا لگتا ہے۔یہ راستہ کچھ کچھ ماتھیران کے اس خوبصورت راستے سے مشابہت رکھتا ہے جسکو ڈینجر پاتھ کہتے ہین اگرچہ یہانکا منظر اتنا سہانا نہین جیسا ماتھیران کا ہے لیکن پھربھی بہت خوش آئند ہے۔جون جون آدمی اوپر چڑھتا ہے نیچے کے میدانون کے مختلف منظر جنکا سلسلہ میلون تک چلا گیا ہے نظر سے قریب ہوجاتے ہین اور وہ اس قابل ہین کہ شاعر اُن پر طبع آزمائی کرے یا مصور انکی تصویر کھینچے۔آدہی مسافت تک تو وہ راستہ زمین اور جھاڑون سے پٹا ہوا ہے مگر ایک پتھر کے دروازیسے نکل کے جو جگہہ ٹہرنے کي آتی ہے اس کے بعد وہ پہاڑي صرف ایک پتھر کي چٹان کي سی نظر آتی ہے۔یہان سے جوتے نکال دینے پڑتے ہین تا سلامتی کے ساتھہ جلدي چلا جاوے چند گز کي مسافت تک طے کرنے کے بعد ملاقاتي ایک قید خانہ کے سامنے آتا ہے جو ویران ہوگیا ہے جسکو کرشنا دیو ریلو نے بنوایا تھا یہ شخص اسرفت پر کہ ظفرالدولہ نے قلعہ بنوانا شروع کیا تھا ایک مقتدر راجہ تھا اور اسی کے قبضہ سے اس مسلمان فسر نے بزور اسے چھین لیا تھا اس کے قرب و جوار مین ایک کنوان نظرون سے چھپا ہوا ہے جو سیکڑون فیٹ گھرا ہے لیکن ظاہراً فقط ایک پانی کا چقرسا معلوم ہوتا ہے۔اس کنوئین کا دہانہ بہت ہی چھوٹا ہے شاید کوئی چار سے پانچ گز تک مگر اسکا قطر اس کے عمق کیطرف زیادہ ہوتا جاتا ہے۔قلعہ کے دھیڑ اس کنوئین کو کام مین لیتے ہین اس کے بعد جب آدمی اور زیادہ اوپر چڑھتا ہے تو پنچ بہا توپ جو ساڑھے نو فیٹ لمبی ہے اور جس کا دہانہ ساڑھے چار فیٹ کا ہے نظرآتی ہے اور وہان سے چند قدم نرسنگ کا تالاب ہے جس کا ایک کنارہ نہایت صنعت کے ساتھہ پتھر کا بنا ہوا ہے یہ چشمہ اتنا عمیق ہے کہ عام طور پر گمان کیا جاتا ہے کہ اسکی تھاہ ہی نہین۔پانی اسکا قدرتی طور پر صاف ٹھنڈا اور تازگي بخش ہے مگر یہ زیادہ طہارت کے کامون مین استعمال کیا جاتا ہے۔کہتے ہین کہ اس پہاڑیکے تمام تالابونکا پانی کبھی نہین سوکھتا۔

اس تالاب کے سرے پر نرسنگ کا ایک مندر ہے جو پہاڑ مین کھدا ہوا ہے ہرسال ماہ شراون مین یہان ایک بڑی جاترا ہوا کرتي ہے جس مین بہت سے پجاری جمع ہوتے ہین۔اگرچہ نرسنگ کے تالاب کو کوئی باڑھہ داڑھہ نہین اور نہ اسکا راستہ کشادہ اور خوف و خطر سے خالی ہے۔تاہم بڑی تعجب کي بات ہے کہ آجتک وہان کوئي حادثہ نہین ہوا۔وہان کے رہنے والے اسکو اس مندر کي کرامات بتلاتے ہین یہ مندر نسبتاً بالکل بے حیثیت ہے اور ایک بڑے پتھر مین کھدا ہوا۔اس مندر کے سر پر ایک مورت رکھی گئی ہے جو اندر کے اندھیرے کے سبب سے برابر نظر نہین آتی۔دروازہ اس غار کا اتنا نیچا ہے اور وہ مورت اتنی اونچی کہ بغیر اکڑو بیٹھے کے وہ نظر نہین آتی۔نرسنگ کے تالاب اور مندر کے مغربی جانب ایک اور تالاب ہے جسے مانگ اور چمار لوگ استعمال کرتے ہین اور اس اونچی پہاڑی پر بھی اہل ہند کے قومي تفاوت اور مذہبي اوہام کي نہایت پابندی ہوتی ہے۔اس تالاب سے آدمی قلعہ کي چوٹي کے بالا حصار پر جاسکتا ہے جہان شاہانہ اجڑي عمارتین نظرآتي ہین۔یہ بالاحصار پہاڑ کي سب سے اونچی جگہہ پر بنا ہوا ہے جہان سے تمام اطراف کي بستی ہتیلی پر نظرآتی ہے۔ چنانچہ۔قاضی پیٹھہ کے صوبہدار کا بنگلہ اسٹیشن اور دوسری عمارتین بلا مدد دوربین کے صاف نظرآتي ہین۔ اس عمارت کے دو حصے ہین مردانہ اور زنانہ۔اور یہ بالکل سادی ہے۔اس مین نقش و نگار بنانے کي کوشش نہین کي گئی لیکن اینٹ وغیرہ کا کام نہایت عمدہ ہے خصوصاً چونہ کا کام کہ باوجود ایک مدت دراز گذرنے کے ابتک ویساہی ہے۔مردانہ حصے کے بیچ مین ایک مستطیل حوض ہے جسمین اشنان کیا جاتا ہے۔پہلے اس حوض مین ایک باہر کے حوض سے پاني آتا تھا۔ زنانخانہ

مین ایک حصہ زمین کا بطور باغ کے الگ کردیا گیا ھے جسمین جنگلی پودے اور شریفہ کے جھاڑ نہایت کثرت سے ہوتے ہین اگر اس عمارت کو اسی موجودہ حال مین چھوڑ دیا جائے تو خوف ھے کہ ایک یا دو سال مین وہ منہدم ہوجائیگی باہر کي دیوار سے کوئی پاؤ میل کے فاصلے پر ایک بارود خانہ ھے اس کے چار حصہ ہین۔ جنمین سے تین خالی ہین اور ایک کوئی ۵۰۰۰ ہزار روپئے کي بارود سے بہرا ھے۔بارود کو مصری وضع کے مرتبانونمین رکھا ھے جنکی شکل مخروطی ھے بارود خانہ اور بالاحصار کے درمیان موتی تالاب ھے جسکا پانی نہایت شیرین ھے یہ تین تالاب یعنے نرسنگ تال اور ایک اس کے قریب کا تال اور موتی تال ایسے ہین کہ جنہین پہاڑ مین کھود کے بنایا گیا ھے۔اور جس کے کنارے ڈہلاؤ ہین ہر ایک بہت عمیق ھے لیکن انمین نرسنگ تال سب سے گہرا ھے—

سلح خانہ سے ایک راستہ ہنومان پھاٹک کو جاتا ھے جسکی اتار بہت عمیق اور خوفناک ھے اور بدون کسی رہبر کے اس راستہ سے اترنیکی کوشش کرنا سخت بیوقوفی ھے۔اور دو راستے بہت سہل گذار ہین وہان کے دیسي کہار اکثر پانچ روپئے کي اجرت پر لوگونکو میانہ پر سوار کرا کے لیجاتے ہین۔ان کہارون کو میانہ لیجاتے ہوئے دیکھنے سے سخت حیرت ہوتی ھے کہ کیونکر وہ بدون کسی خارجي سہاریکے فقط آہستہ دوسرے آدمیونکے کاندھے پر جو ساتھہ ساتھہ چلتے ہین ہاتھہ رکھے ہوئے ایسی کھڑی چڑہائی پر چلے جاتے ہین۔کہ فقط جہان سے گرنیکا خیال ہی مضبوط سے مضبوط آدمی کا دل ہلا دینے کو کافی ھے۔ مگر وہ کہار بھاری بوجھہ کے ساتھہ قدم جمائے ہوئے خوش بخوش چڑھتے اور اپنی سامعہ خراش آواز سے اپنے کام کي گراني کو ہلکا کرتے ہوئے چلے جاتے ہین۔ غرض یہان کا تمام منظر دلچسپ و دلکش ھے۔ہنومان پھاٹک سے کئي گز کے فاصلے پر ایک بڑا مندر شیوا کا ھے جسکے مقابلہ مین ایک برج پتھر کا کوئی پچاس فیٹ اونچا کھڑا ھے جو اس مندر کے نشان کا جھنڈا ھے۔اس مندر سے وہ پہاڑی صرف ایک پتھر کي چٹان معلوم ہوتی ھے۔اس مین شک نہین کہ قلعے پر اسطرف سے چڑہنا بالکل محال ھے۔اس کے نیچے املی کے درختونکا ایک نہایت خوبصورت جھنڈ نظرآتا ھے جہان ٹھیک دو پہر کے وقت بہت ہی گہنا سایہ رہتا ھے۔سچ تو یہ ھے کہ یہ تمام گاؤن املی ہی کا جنگل ھے۔املی کے جھاڑونپر بندر بکثرت رہتے ہین۔چھہ (٦) آدمی شیوا کے مندر کي نگھبانی اور حفاظت کے لئے مقرر ہین۔ان مین سے بعض اسی برس کے عمر کے ہین۔ان کي زبان سے گذشتہ حالات اور خوبیان سن کے جن کے نہونے پر انہین افسوس ہوتا ھے سامعین کو افسردگی ہوتی ھے۔مگر یہ بات البتہ قابل اطمینان ھے کہ ابتک یہان خونخواری نے راستہ نہین پایا ھے اور زمانہ کے ہاتھہ کو ویرانی کے کام کي تعجیل مین جو اس نے شروع کیا ھے آدمیونکے ہاتھہ نے کوئی مدد نہین دی ھے۔اس صلح کے زمانہ مین یہ جائے بسبب بلندي اور آب کثیر کے گرمیون مین ایک عمدہ آرام گاہ ہوسکتی ھے۔یہ ایک تعجب کي بات ھے کہ جب تک نیچے کے میدان مین پاني نہین رہتا تب تک ان چارون تالابون کا پاني خشک نہین ہوتا—

ابراہیم گڑھہ کي آبادی اخیر مردم شماری کے مطابق ۲۰۵۹ تھی اور اس کي سالانہ آمدني سرسبز سالون مین قریباً مبلغ ۱۰۰۰۰ روپئے کي ھے—

—⁂—

قلعہ شاپور

قلعہ شاپور نظام ریلوے کے اسٹیشن - ۔ٔ۔ٰ۔ٔ نسے دس میل مشرق مین واقع ھے اور قریباً تین سو فیٹ مربع ۔اس کے ہر کونے پر ایک مربع برج ھے۔یہ برج بارہ فیٹ بلند ان دیوارون پر بنے ہین جو خود زمین سے ایک سو بیس فیٹ اونچی اور بارہ فیٹ چوڑی ہین۔ایک اندرونی دیوار اٹھارہ فیٹ اونچی بیرونی دیوار سے کچھہ فاصلے پر بني ھے اور انکی درمیانی زمین سوداگری کے کام مین مستعمل ھے۔محرابی راستہ جو بطور دروازے کے ھے زمین سے درمیانی پتھہ تک چھتیس ۳٦ فیٹ ھے۔اس کماني دروازہ کي چوڑائی آٹھہ فیٹ کي ھے۔قلعہ کے بیچ مین جو ایک پہاڑی پر بنا ھے ایک برجِ نگھباني ھے۔اس قلعہ کئ نسبت کہا جاتا ھے کہ اسے تقریباً چارسو برس آگے دو مشہور ڈاکون نے جنکا نام سروائی اور پاپرد تھا بنوایا تہا۔ایک توپ آٹھہ فیٹ لمبی ھے جس کا دہانہ چھہ انچ کا اور بتی دینے کے سوراخ کے پاس اٹھارہ انچ چوڑا ھے۔یہہ توپ شمال و مغربی برج پر چڑہی ہوئی ھے اور اس کا رخ مغرب کي طرف ھے۔اس حجرے مین جنوب کي طرف رخ کئے ہوے ایک دروازہ ھے اور ایک کھڑکي ھے جسکا رخ شمال کي طرف ھے۔مذکور شمال و مغربی برج سے ایک ریت کي دیوار جو اب کچھہ گر گئی ھے نصف دائرے کي شکل مین ٹٹئی کوٹ کي وسطی دیوار تک جو مغرب مین ھے چلی گئی ھے۔یہ راستہ اب پٹ گیا ھے اور تہخانہ کے کٹھہرے کي حجابی دیوار جس سے کوئین مین جاسکتے تھے گر گئی ھے۔وہ کنوان بہت بڑا ھے اسیکے پاني سے زمینین سینچی جاتی ہین۔حقیقت مین یہی ایک کنوان ھے جو اس نواح مین ضروری چیزون کے بہم پنہچانیکا ذریعہ رہگیا ھے۔قلعہ کے مورچے قریب الانہدام ہین۔قلعہ کي آبادی اخیر مردمشماری کے مطابق پندرہ سو ۱۵۰۰ کي تھی جس مین اکثر ہندو ہین—

قلعہ بھوناگر

بھوناگر کا مشہور قدیم قلعہ حیدرآباد سے تیس میل مشرق میں ریلوے لائن پر پتھر کی اونچے ویران پہاڑی پر واقع ہے جو اطراف کی بستی سے چھہ سو فیٹ اونچی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں ایک قلعہ بالا اور دوسرا قلعہ پائین۔ نیچے کے قلعہ میں ہیں بتلاتے ہیں کہ کم سے کم بھوناگر میں ایک مندر تھا پھر قلعہ مسلمانوں نے پھر سے بنایا تھا مگر اصلی قلعہ ورنگل کے راجاؤں کا بنایا ہوا تھا جو ورنگل کے بیرونی استحکمات میں داخل تھا۔ پرانی ہندوانی دیواریں اور دروازے ابتک باقی ہیں جن کی وضع مسلمانی تعمیرات سے بالکل الگ ہے۔ ان کی صنعت سائکلوپیا کی

بھوناگر کے تالابونکا سلسلہ

سی ہے اور مسلمانوں کی گچ کی۔ دیوارونکا سامنے کا رخ بڑے پتھروں کا ہے جو سیدھا جمائے گئے ہیں اور ایک ایک پتھر کے بعد ایک ایک چھوٹا سا چو گوشہ۔ تمام عمارتی پتھروں کا بنایا گیا ہے اور دیواریں مجوف یا کھوکلی ہیں۔ بڑے اور زیادہ بھاری سلسلونمیں بڑے پتھر کنارے پر رکھے گئے ہیں جس سے انکی سب سے چوڑی اور لمبی سطح سامنے سے نظرآتی ہے۔ دیوار میں دو متوازی قطاریں بڑے پتھروں کی ہیں ایک باہر کیطرف اور دوسری کنارے کیطرف۔ یہ قطاریں دو یا تین فیٹ فاصلے سے ہیں اور اندر لمبے پتھر قریب قریب متقاطع واقع ہوئے ہیں جنسے ایک دوسرا سلسلہ بنگیا ہے اور اندر ایک اور سلسلہ بڑے پتھروں کا کنارے پر قایم کیا گیا ہے اور ان پر ایک سطح ترچھی پتھروں کی جمائی گئی ہے۔ جس سے دیوار حسب ضرورت چوڑی ہوگئی ہے اور جسکو مٹی کے پشتوں سے اور زیادہ مضبوط کردیا گیا ہے جو ان پہلا پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور دوسرا مغرب کی طرف اس کگر کے برابر چلاگیا ہے جو کاؤن تک گیا ہوا ہے اوپر اور نیچے کے قلعہ کے درمیان اس پہاڑی میں ایک شگاف پڑگیا ہے اور اسپر پانی روکنے کے لئے نو آڑی دیواریں ایسی بنائی گئی ہیں کہ نو تالاب ہو گئے ہیں۔ پہاڑی کی سطح بدررو کا کام دیتی ہے۔ جن میں سے پانی ہوکے ان نالیونمیں جاتا ہے جو ٹیلہ کے اس پار بنائے گئے ہیں۔ اوپر کے قلعہ پر مسلمانوں کے ایک قدیم محل کی شکستہ دیواریں ہیں اور یہاں سے اطراف کی بستی کا منظر صاف نظرآتا ہے اور ہوا صاف ہوتی ہے تو صبح کیوقت گولکنڈا کا قلعہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس محل کے نزدیک ایک چھوٹا علاحدہ برج ہے جسپر دو توپیں چڑھی ہوئی ہیں ایک پیتل کی اور دوسری لوہےکی۔ اس محل کے مغرب میں ایک کنواں ہے جس میں ہمیشہ صاف پانی رہتا ہے۔ اس برج کے قریب شمال کیطرف ایک شکستہ نندی (بیل) ہے یہ بیل اور نیز ہندوانی وضع کے ستون جو

کدوان – بیرناگر چٹان نی جیرتی
مسلمان دروازہ – بہوناگر

شاہی محل کے کہنڈر – بیرنگر
شہر پداد کی دیواریں – بہوناگر
محل کے کہنڈر – بیرناگر چٹان

کے عقب میں ہیں۔قدیم ہندؤں کے بُرج مربع بنا کرتے تھے لیکن بعد میں انکی وضع کثیرالاضلاع ہوگئی۔اس قلعہ کے تین پھاٹک ہیں اور پہلے پھاٹک پر جسے فولادی دروازہ کہتے ہیں ایک نوبت خانہ ہے جس میں ہر صبح کو بالخرچ حضور نظام چار آدمی نوبت بجاتے ہیں۔ تیسرے دروازے کے اس طرف ایک پرانی مسجد ہے۔اس قلعہ میں قریباً چودہ توپیں ہیں۔بھونگر کی آبادی جسمیں ایک محکمہ میونسپالٹی بھی ہے ۵۰۰۰ کی ہے۔یہ شہر اس پہاڑی کے دامن میں ہے جو جنوب و مغرب میں واقع ہے۔قلعہ کی فصیل بڑھتی بڑھتی یہانتک چلی گئی ہے۔کہ اس سے شہر کی اندرونی دیوار بھی بن گئی ہے جو اسوقت تعلقدار کے محکموں مکانوں۔اور پولیس اور دوسرے سرکاری افسروں کے مکانوں کو گھیرے ہوئے ہے ایک دروازہ شمال و مشرقی جانب کا ٹوٹا پڑا ہے ایک مٹی کی دیوار باہر سے تمام قصبہ کو محیط ہے جس میں پہلے تین دروازہ تھے مگر اب انکا نام و نشان تک باقی نہیں۔ شہر کی مشرقی جانب ایک مسجد ہے جو ایک بزرگ سید شاہ جمال بہار نامی قدس سرہ کے ایام زندگی میں بنی تھی۔ان کے انتقال کو سات سو برس گذرے ہیں۔ مسجد کے مقابلہ میں ایک کہاندار دروازہ ہے جو بڑے صحن کو جانے کے راستہ پر قایم ہے۔اس کے صحن کے درمیان اس بزرگ کا مقبرہ ہے جن کی نسبت کہاجاتا ہے کہ وہ زندہ دفن ہوئے تھے۔اس صحن سے لگا ہوا ایک بڑا دو منزلہ دروازہ ہے۔اوپر کے منزلہ میں نوبت خانہ ہے جہاں حضور نظام کے خرچ سے دنمیں تین بار نوبت بجاکرتی ہے۔ماہ نومبر میں ہر سال یہاں ایک میلا ایک چڑواہے بھومادو نامی کا ہوتا ہے جسکے نام سے یہ گاؤں نامزد کیا گیا ہے۔اس میلے کے لئے حضور نظام سے چارسو ۴۰۰ روپئے مرحمت ہوتے ہیں۔اس درگاہ کا تمام صحن اور اسکا راستہ میلے میں خوب آراستہ اور روشن کیا جاتا ہے۔اس میلے میں ہزاروں لوگ اطراف و جوانب کے گاؤں اور شہروں سے آتے ہیں۔چنانچہ حیدرآباد سے بھی امرا اس میں شریک ہوتے ہیں۔اس میلہ کی دہوم دہام قابل دید ہوتی ہے۔بھونگر کے اطراف میں بہت غلہ پیدا ہوتا ہے جو حیدرآباد کو بھیجا جاتا ہے اور کسیقدر تمباکو بھی وہاں بویا جاتا ہے۔سنہ ۱۷۰۹ع میں یہاں ایک لوٹیرے پاپ رائی نامی نے نمودار ہوکر بڑا فساد پھیلایا تھا جس سے عموماً اس علاقہ کے تمام لوگ خوفناک تھے۔اس نے ایک جماعت کثیر کے ساتھ ورنگل پر حملہ کرکے اسے لوٹا اور اس کے بعد قلعہ اور شہر بھونا گر پر حملہ کیا۔مگر بعد میں وہ گرفتار ہوکے مارا گیا اسکا سر نظام کے دربار میں بھیجا گیا اور اس کے اعضا حیدرآباد کے دہلی دروازہ میں رکھے گئے۔

کھمامیت کا شہر اور قلعہ

شہر کھمامیت حیدرآباد سے ۱۶۰ میل کے فاصلہ پر حضور نظام کی ریلوے پر ایک "دڑوگ" کے دامن میں معہ ایک قلعہ کے واقع ہے جو اس کے مغرب اور شمال مغرب میں بنا ہوا ہے۔یہ شہر اس وجہ سے کہ بالکل قلعہ کے اطراف میں بنا ہی کہلا ہوا ہے۔خود دروگ پر مکانات نہیں ہیں۔قلعہ کی فصیل کوئی پندرہ فیٹ چوڑی ہے جس کا رخ بڑے بڑے پتھروں کا ہے اس کا جنوبی پشتہ کئی سال کے پیشتر فرنچ لوگوں کے زیر نگرانی تیار ہوا تھا۔اس کے برج اینٹ اور چونہ کے ہیں۔اور اس کے فروکے سوراخ برابر فاصلہ سے اور باقاعدہ بنے ہیں۔لیکن باقی کی دیواریں اونچی ہیں اور بد ڈول۔یہ قلعہ دو توپوں کے چڑہانے کے قابل ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر غنیم کا ایک ہی گولہ اچھی طرحسے آنکر لگے تو اس فصیل کا بڑا حصہ جو اکثر جائے سے شکستہ ہورہا ہے گرجائیگا یا نہیں۔ فی الحال نواب شوکت جنگ اس کے قلعدار ہیں۔خواہ یہ قلعہ کیساہی کس مپرسی کے حالت میں پڑا ہوا ہو لیکن اس میں کئی فولادی برنجی توپیں ایسی ہیں جو ضرورت کے وقت کام دے سکتی ہیں۔سنہ ۱۵۲۶ع میں اس قلعہ پر سلطان قلی قطب شاہ نے حملہ کیا تھا جس سے راجہ سیتاپتی اور اس کے ہمراہی اُریسا بھاگ گئے تھے۔سنہ ۱۷۶۷ع میں انگریزی فوجکو جو ماتحت کرنل ہارٹ کے تھی قلعدار جعفر بیگ نے یہ قلعہ سپرد کردیا تھا جسکے عوض اسکو ضلع کونڈا پلی میں دو گاؤں جاگیر میں ملے تھے۔سنہ ۱۷۷۰ میں یہ معلوم ہوا کہ جعفر بیگ فرنچ کے ایجنٹ کے ساتھ جو مچھلی بندر میں ہے سازش کررہا ہے تو اس کو گرفتار کرکے قید کردیا گیا۔ اور اسکی جاگیر ضبط ہوگئی۔

سنگرینی کی کوئلہ کی کھانین

سنگرینی جو کبھی شیروں اور جنگلی جانوروں کا مسکن و ماویٰ تھا چند سال سے ایک عمدہ کانی ضلع ہوگیا ہے۔یہ حیدرآباد سے ایک سو بیس ۱۲۰ میل مشرق میں نظام ریلوے لائن پر واقع ہے اس سے چھہ میل جنوب میں یلانڈو ہے۔یلانڈو میں دکہن مائننگ کمپنی کی کوئلہ کی کھانیں ہیں۔اگرچہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ یہ کھانیں سنگارینی میں ہیں کیوں کہ وہاں کی پیداوار سنگارینی کول کہلاتی ہے۔یہ نام بہر حال شہر سنگارینی سے لیا گیا ہے کیونکہ یلانڈو کے قریب یہ جای بڑی اور عمدہ ہے۔یہ کوئلے کی کھانیں جب سنہ ۱۸۷۲ع میں مسٹر ڈبلیو کنگ نے جو گورنمنٹ آف انڈیا کے

عالم طبقات ارضی تھے—دھونڈھہ نکالین تو فوراً اس کي رپورٹ کي اور ساتھہ اس کے بڑے زور کے ساتھہ یہ بھی لکھا کہ اگر اس زمین کي سوراخون سے جانچ کیجائے تو بہت سي کانین کوئلہ کي برآمد ہونگی—اسي برس ماہ اکتوبر مین حضور نظام نے مسٹر ہیئن کو حکم دیا کہ سنگرینی کو جاکر اس تمام زمین کي جانچ پرتال کرین جو مسٹر کنگ کي رپورٹ مین مذکور ہے اور حتی الامکان کوئلہ کي کانون کا پورا تخمینہ کرین—نومبر کے اخیر مین مسٹر ہیئن اپنی پارٹی کے ساتھہ وہان گئے—اور اس کام کو شروع کیا—

یہ کہان جس مین خاص کوئلے کیطرح جلنے والے ریتلے پتھرون کے غیر متصل ڈھیر ہین کوئی تیرہ میل تک لمبی ہے اور ایک سے دو میل تک چوڑی ہے مگر وہ ٹکڑا جس مین خاص کوئلہ کي کھان ہے آٹھہ میل سے زیادہ طول کا نہین خیال کیا گیا—اور آدھے میل سے ڈیڑھہ میل تک چوڑا ہے—اطراف کي زمین گنجان جنگل اور چھوٹے پودون سے بھری ہوئی ہے مگر کوئلے کي کھان کے کوئی آٹھہ یا دس میل مغرب مین بہت حصہ زمین کا کھلا ہوا ہے جس مین تھوڑے تھوڑے فاصلے سے بڑے بڑے تالاب ہین جنکی مدد سے وہان زراعت ہوتی ہے—لیکن وہان جو غلہ پیدا ہوتا تھا وہ سنہ ۱۸۷۳ اور سنہ ۱۸۷۴ مین کان کھودنے والون کو کافي نہین ہوتا تھا اور اس لئے قرب و جوار کے شہرون سے منگوایا جاتا تھا—وہ قطعہٴ زمین جس مین کوئلے کي کان ہے ہر طرف سے ناہموار چھوٹی پہاڑیون کے غیر متصل سلسلہ سے محدود ہے—جو پہاڑیان مغرب اور جنوب و مغرب مین واقع ہین انمین اکثر چونہ کے پتھہ اور وندیانا قسم کے پتھرون کے ہین جن مین کہین کہین لوہیکی ریتی بھی پائی جاتی ہے—آج ایک مدت سے اطراف کے قریون کے لوگ اسی مین سے نکالتے ہین—چونکہ یہ لوہیکا پتھہ نہایت عمدہ قسم کا ہے اس لئے اگر زیادہ کام مین لیا جائے تو ضرور اس سے بڑا فائدہ حاصل ہو—کئی سلسلون مین جو اس کھان کے مشرق مین ہین وندیانا اور بلورین پتھہ ہین مگر انمین بھی کبھي کبھی لوہا نکل آتا ہے اگرچہ لوہے کي کھان کا سلسلہ اتنا لمبا نہین جتنا مغرب اور جنوب و مغرب کا سلسلہ ہے—

اس کوئلے کي کھان کي سطح پر کوئلے کي ابھری ہوی ڈھیر جو نظر مین اونچی معلوم ہوتی ہے اس چشمیکے تھل پر ہے جس کو یلانڈولپاڈ واگو کہتے ہین جو چھوٹے کولاپور نامی قریہ کے قریب ہے—جہان کوئلا نظر آتا ہے وہان ندی کے مغربی اور مشرقی جانب سے دو بند دلدار ریتلے پتھہ کے نکلے ہوے ہین اور کوئي پانچ درجہ جنوب و مغرب کي جانب پاني مین ڈوبے ہوئے—شمالی بند سے ندی نے اپنا ناہموار راستہ کوئی پندرہ فیٹ گہرا کرلیا ہے—ریتلے پتھرون کے نیاچے کنارے سے کوئلا نظر آتا ہے اور اس سے اس چشمہ کي تھاہ بنی ہوئی ہے جو گرمیون مین بہت جائے سے خشک ہوجاتا ہے اور اس سبب سے اس کا اوپر کا حصہ نظر آتا ہے—

اس کوئلے کے کھان مین چار درز بہت دور تک چلے گئے ہین اور کئی چورس مائل کے احاطہ مین پھیلے ہوئے ہین—وہ کوئلے کي کان جو یلانڈولاپاڈندی کي شمال مین ہے اس کو حصۂ شمال کہتے ہین اور چونکہ اسکی جانچ اول ایسے نقبون سے کي گئی تھی جو پچاس سے دوسو پچاس فیٹ تک عمق مین تھین اس لئے مختلف درزونکا بیان ذیل مین کیا جاتا ہے—سب سے بلند یا شاہی درز کہین کہین دس فیٹ عمدہ کوئلیکا ہے—اوپر کا آدھا حصہ سخت اور دلدار ہے اور اس کے بیچمین کہین کہین شگاف ہے—نیاچے کا کسیقدر نرم ہے اور زیادہ دلدار اور بہت نفت آمیز نہین یہ درز کوئی ڈیڑھہ مربع میل تک گئی ہوی ہے—اور عموماً اس کي کلفتگی ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھہ فیٹ کي ہے اس لئے ستونون کے لئے تہائی چھوڑ کر ۵۵۰۰۰۰۰ ٹن کارآمد کوئلیکا تخمینہ کیا گیا ہی—

دوسرا اور تیسرا درز بھی اتنا ہی وسیع ہے لیکن اوس کے کلفتگی کا اوسط تین فیٹ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انمین سے بھی ۸۵۰۰۰۰۰ ٹن کوئلہ نکلنا چاہئے—نیاچے کے درز مین جو سطح زمین سے کوئی ایک سو پچاس فیٹ نیاچے ہے کئی نقبون کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اسکی عمق مین چونتیس فیٹ دلدار کوئلہ ہے جب اس کوئلہ کو نکال کے جانچ پرتال کیگئی تو عمدہ قسم کا کوئلہ نکلا—یہ درز مربع ڈیڑھہ میل سے زیادہ ہے جسکی کلفتگی کا اوسط بارہ فیٹ ہے اور جس مین سے ۸۵۰۰۰۰۰ ٹن اچھا کوئلہ نکل سکتا ہے—اس طور سے تمام کوئلہ کا تخمینہ جو چارون درزون مین شمالی حصہ سے محدود ہے ۱۹۵۰۰۰۰۰ ٹن ہے جو نہایت عمدہ قسم کا ہے—

جنوبی حصہ کي کانین بنسبت شمالی حصہ کے بہت زیادہ ہین—لیکن وہ ہر جگہ ایکسان نہین—نقب کے ذریعہ سے جو سو سے دو سو فیٹ گہری لگائی گئي تھی معلوم ہوا ہے کہ اوپر اور وسط کي درزین و قریب قریب ایک ہی حصہ کي ہین مگر نیاچے کي درز مٹائی مین ترپن فیٹ ہے اور دوسرے پر سے کوئی آٹھہ فیٹ کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی شکستگی ہے جو چکنی سیاہ مٹی سے بنی ہوی ہے—نیاچے کي درز سے جو کوئلہ آلات کے ذریعہ سے لایا گیا اسکی جانچ سے معلوم ہوا کہ ان مین ذیل کي چیزین اس حساب سے ہین—

٦٦٫٠٠	... ...	جما ہوا کاربن
٢٢٫٠٠	... ...	متلازن مادہ
١١٫٠٠	... ...	راکھہ
١٠٠٫٠٠		

نیاچے کا درز جون جون جنوب و مشرق مین بڑھتا جاتا ہے یون یون پتلا ہوتا جاتا ہے اور راجہ بگودیم کے سامنے اسکی شکل ایک گہری کہاچڑ کي سي نظرآتي ہے لیکن درز کي مُتائی پیمائش کي جگہ تک جو کچھہ واصلہ پر ہے ویسی ہی ہے جیسے شمالی حصے کي ہے۔ مگر وہان اس مین فرق آگیا ہے۔اس حصہ مین نقب کے ذریعہ سے جو مختلف قطعات بتلائے گئے ہین انکي جانچ پرتال سے تقریباً دو مربع میل سے زیادہ کوئلہ کي کہانون کا تخمینہ کیا گیا ہے اور جسکے عمق کا اوسط چوطرف پچیس فیت اور اس مین سے ۴۰۵۰۰۰۰۰ ٹن کوئلا نکل سکتا ہے اس مین اگر نقصان کي تہائی وضع کردی جائے تو ستائیس ۲۷ ملین ٹن عمدہ کوئلہ ملیگا۔ اس کے ساتھہ شمالی حصہ کا ساڑھے انیس ملین ٹن کوئلا ملایا جائے تو ۴۶۵۰۰۰۰۰ ٹن ہوتا ہے۔یہ کوئلہ اس باہر سے منگواے ہوئے کوئلہ سے جو ہندوستان کي ریلون مین استعمال ہوتا ہے کچھہ کم نہین۔—

اوپر کے کوئلیکی درز کی نکلی ہوی چوٹی سے دو سو فیٹ جنوب و مغرب مین ایک سوراخ پچاس فیٹ عمیق ہے جو پہلے درز کی تہہ تک گیا ہوا ہے اور جس مین سے قریباً تین سو ٹن کوئلا آزمائش کے لئے نکالا گیاتہا۔ اسمین سے بہت سا حیدرآباد کو بھیجا گیا جہان حضور نظام کے انجینرون نے کارخانون مین اسکی آزمائش کی تو معلوم ہوا کہ بہت اچہی طرح جلتا ہے اور نہایت گرمی پہنچانیکی طاقت رکہتا ہے۔ بمبئی کے لوہیکے کارخانہ کے ایک ایجنت نے بھی اسکی جانچ کی اور اسکی رای بھی اس کے نسبت قابل اطمینان تہی۔اس کا جو نمونہ انگلستان روانہ کیا گیا تہا وہان بھی پسند ہوا لیکن اکثر کوئلون سے جو انگریزی بازار مین تہے درجہ مین کسیقدر کم تہا۔ حیدرآباد دکن کمپنی کي طرف سے جنہون نے اس کے حقوق حاصل کئے تہے۔افسران ریلوے نے سنہ ۱۸۸۶ مین اس کوئلے کے کان مین کام شروع کیا مگر جب تک مسٹر ہیوس جو گورنمنٹ آف انڈیا کے عالم علم طبقات ارضی ہین سنہ ۱۸۸۶ مین۔انگریزی کہان کہودنے والون کے ساتھہ نہ آئے تب تک اس کارروائی مین کوئی ترقی نہین ہوئی اور اب اس کا انتظام مثل انگریزی کوئلیکے کارخانون کے جاری ہے۔

کوئلہ کی سطحہ تک ایک ہموار راستہ سے جو زمین مین کہودا گیا ہے جایا جاتا ہے اور کوئلہ کہمبون اور تختون کے طریقہ کے مطابق جنہین انگریزی مین پلرایند استال کہتے ہین نکالا جاتا ہے۔اندر کے برآمدے ایک دوسرے سے زاویہ قائمہ پر متقاطع ہوئے ہین اور چہت کی حفاظت کے لئے کوئلے کے ستون رکہدئے جاتے ہین جو بعد مین بتفاریق یا ایک ساتھہ نکال لئے جاتے ہین۔وہان بہت عمدہ عمدہ کارخانے ہین جنمین تمام ضروری چیزین موجود ہین اور جن مین انگریزی افسرون کے زیر نگرانی دیسی لوگ عمدہ دست کاریان کرتے ہین۔یہان ایک کوئلہ کا میانیجر ایک اس کا مددگار ایک مقدم ایک انجینر اور ایک ڈاکٹر ہے پہلے پہلے کمپنی کو اس کارروائی کے لئے۔واروا ماریا اور دوسرے معدنی مقامات سے بصرف کثیر مزدور لانے پڑے لیکن تہوڑا عرصہ ہوا کہ یہین کے باشندون کو تعلیم دینے سے کفایت و آسانی کے ساتھہ یہ کہانین کہودی جاتی ہین۔

یلنڈو مین چارکہانین کہودی جارہی ہین اور ہرروز تخمیناً ۱۴۰۰ چودہ سو ٹن کوئلہ نکلتا ہے۔مگر اتنک جتنی مانگ ہے اتنا بہم نہین پہنچتا مثلاً بمبئی مین اسکی بہت کہپت ہے۔اور مدراس مین بڑا صرف سوتھہ انڈین ریلوے مدراس ریلوے اور ایسٹ کوسٹ ریلوے مین ہے۔علاوہ اسکے قریباً اکثر کارخانون اور ملونمین یہی کوئلا استعمال کیا جاتا ہے جو بکنگہام کنال سے کشتیون کے ذریعہ مدراس کو بھیجا جاتا ہے۔اسکی قیمت فی ٹن ساڑھے تیرہ سے چودہ روپئے تک ہے۔ریاست نظام کی ضمانتی ریلوے نے جو فقط یہی کوئلا استعمال کرتی ہے ابتداہی سے دکن مائننگ کمپنی کے لئے اسکی اجرت مین تخفیف کردی ہے اور جی-آئي-پی ریلوے نے بھی جو ہر سال پچاس ہزار ٹن کوئلا لیتی ہے یہی معاملہ کیا ہے۔ اس صورت مین سنگرینی کوئلہ باہر سے آنے والے کوئلون کے ساتھہ قیمت مین رفتہ رفتہ مقابلہ کررہا ہے۔سنگرینی کوئلیکی سرکاری فرد کیفیت سنہ ۹۶-۱۸۹۵ کا حساب اسطرح دکہلایا گیا ہے۔

۵۰۰۰۰	... ... جی-آئی-پی ریلوے
۲۱۴۷۰	... ... ایسٹ کوسٹ ریلوے
۱۰۱۰۳	... ... مدراس پریسیڈنسی
۳۸۲۸۰	... ... ایس-ایم-ریلوے
۲۳۰۰۳	... ... ایس-آئي-ریلوے
۱۸۰۵۸	... ... بمبئی برودہ وسنٹرل انڈیا ریلوے
۲۵۲۶۶	... ... این-جی-سٹیٹ ریلوے
۹۱۴۹۵	... ... اور متفرق خریدار
۲۷۷۶۷۵	

کمپنی کے افسرون کے لئے اس کوئلے کي کان کے قریب پائدار بنگلے اور مزدورون کے لئے مضبوط مکانات بنا دئے

گئے ہین اور تاجرون نے اپنے خرچ سے وہان ایک اچھا بازار خانگی چیزون کے بہم پہنچانیکي ضرورت کے لئے بنایا ہے- افسر صحت، کے ماتحت ایک کافی دواخانہ اور ایک ہسپتال ھے اور ایک جماعت صفائی کي نگراني کے لئے مامور ھے-جو متفرق مکانون کو صاف کیا کرتي ھے- یہان ان چشمون سے جو تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہین-نلون کے ذریعہ سے پاني لایا گیا ھے-اور ایک دخاني بمبے کے ذریعہ سے کہان کے اندر چشمون مین پاني بھیجا جا تا ھے-

یلانڈون سے چند میل کے فاصلے پر بہت شکار دستیاب ہوتا ھے-ایک ٹراویلرز بنگلہ وہان جانے والون کے لئے کھلا ہوا ھے لیکن اس مین کچہ اسباب نہین اور نہ اس کا کرایہ دینا پڑتا ھے اس لئے نہ تو شکاریون کو اور نہ دیکھنے والون کو وہان رہنے کے لئے کوئی پروانے وغیرہ کي دقت واقع ہوتی ھے-یلانڈون علاوہ کوئلےکے کان کے دوسری پیداوارون کے لئے بھي مشہور ھے مثلاً آبنوس سیسہ اطلسی لکڑا وغیرہ یہ لکڑا اطراف کے جنگلون سے کاٹا جاتا ھے تھوڑے عرصہ سے اسٹیشن سے پانچ میل کے فاصلے پر سنگ مرمر اور چکنے پتھر کي کان ملي ھے اس لئے یلانڈون کو تجارت و سوداگری کا مقام سمجھنا چاہئے-

ضلعۂ برار

عام بیان - عرض و طول اور ضابطگی وغیرہ

اضلاع برار یا حیدرآباد کے مفوضہ پرگنے جیساکہ اسکے خطاب سے اور از روے حکومت و جغرافیہ پایا جاتا ہے—وہ ضلعات ہین جنہین ہزہائینس نظام نے از روے عہدنامہ سنہ ۱۸۵۳ و سنہ ۱۸۶۱ع کے برٹش گورنمنٹ کے سپرد کیا تہا—

برار سلطنت حیدرآباد کا عین شمالی حصہ ہے—جسکا عرض جنوب سے روان ہوتے ہوتے دریائے تاپتی کے قریب بالکل تنگ اور نوکدار ہوگیا ہے اسکے مشرق شمال اور شمال و مغرب مین وہ نصف ممالک متوسطہ سے گہرا ہوا ہے—اور اسکی مغربی سرحد پر کوئي چالیس ۴۰ میل تک احاطۂ بمبئي کا ملک خاندیس واقع ہے—گاول گڑہ کي پہاڑیان جو کوہِ سات پورا کے سلسلہ مین داخل ہین از روے جغرافیہ اس کي شمالي سرحد ہین جسمین میل گہاٹ کے ضلع کا ایک گہرا قطعہ آیا ہوا ہے—مشرق مین اسکي سرحد دریاے وردہا پر وہان تک ہے کہ جہان سے پائین گنگا اور وہ دونون ملکر بہتے ہین—اور جنوب مین سرحد کے دو ثلث حصہ پائین گنگا سے محدود ہین—مغرب مین برار کي سرحد صرف ایک خیالی خط ہے جو سات پورہ پہاڑ سے ایک وسیع وادی کو کاٹتا ہوا ان ٹیلون تک چلا گیا ہے کہ جنپر اجنٹا واقع ہے—اور وہان سے جنوب کي طرف اِن پہاڑیون پر سے گذرتا ہوا مشرق تک پہونچکر ایک زاویہ کي شکل مین جالنا کے نزدیک پہر جاتا ہے—

یہ آجنٹا کا سلسلہ تمام ضلع بہر کو مغرب سے مشرق تک کاٹتا ہوا چلا گیا ہے اور اسکی بلند چوٹیان اندرونی جغرافیہ کو دو حصون مین تقسیم کرتی ہین—میل گہاٹ کے پہاڑی ضلع کو علاحدہ کرکے برار کے دو حصے ہین—ایک پایان گہاٹ—یعنے پہاڑ کے نیاچے کا ملک—یہ ملک شمال مین گاول گڑہ کي پہاڑیون سے اور جنوب مین سلسلۂ کوہ آجنٹا کي خندقون سے محدود ہے—اور دوسرا بالا گہاٹ یعنے اونچی زمین کا ملک جو سلسلۂ کوہ آجنٹا کے اوپر واقع ہے—اور گہاٹ کے اُس طرف یعنے جدہر سے اوپر کو جایا جاتا ہے جنوب مین ڈہلاؤ ہے—لہذا پایان گہاٹ ایک وسیع وادي ہے جو اس چوٹی کے اور گاول گڑہ پہاڑیون کے درمیان مشرق کو مثل ایک گہري خلیج کے گئي ہوئی ہے—جس کا عرض بعض بعض مقام پر چالیس ۴۰ اور پچاس ۵۰ میل کا ہے اور یہ عرض بہ نسبت دہانے کے اسکے اخیر مین بہت زیادہ ہے اس وادي کي سطح نہ بالکل مسطح ہے اور نہ ہموار—کہین تو وہ اونچی ہے اور کہین نیاچی اور زیادہ کرکے اسکا دباو شمال اور جنوب ہي کي طرف ہے—یہ ناہمواري مشرق کي طرف صرف امراوتی ہي کے پرے ہے—جہان پہر اس سلسلہ کو کئی ایک نیاچی پہاڑیون نے توڑ دیا ہے جو شمال و مغرب کي طرف میدان مین گئی ہوئی ہین—ان ٹیلون سے ملک کے پانی کے روانی مین فرق آگیا ہے—ان کي مغرب مین وادي کا بڑا ڈہلاؤ مغرب کي جانب ہے جہان سے دریائے پُرنا یکایک مُڑ جاتی ہے لیکن امراوتی کي مشرق مین نہرون کا بالکل اولٹاہی راستہ ہے اور انکا میلان دریاے وردہا یا اسکے قرب و جوار کي جانب ہے—

وادي پایان گہاٹ مین ملک برار کي عمدہ سے عمدہ زمین واقع ہے—اسکی تمام کالی بہیگی مٹی کي زمین جسے ریگر کہتے ہین بی انتہا زرخیز اور اوس مین اتنا ہے نشیب ہے کہ جتنا قدرتی طرر پر پاني مین تر ہوسکتا ہے اور زمین کو پیداوار کي تقویت دے سکتا ہے—

ادہر اودہر کہچہہ کہچہہ فاصلہ پر پہاڑیون کے وسیع دامنون مین بنجر زمین بہی پڑی ہوئی ہے اس زمین مین لال پتہر اور جہاڑیان ہین اور بعض مسطح ٹیلے بہی ہین جو مثل بڑے بڑے پتہر کے ڈہیرون کے ہین اور اپنے سلسلہ سے کسیقدر پرے—اس وسیع بہیگی مٹي کي زمین مین سواے ایک دائمی نہر کے جو ٹیلون کے دامن مین پورنا کے نیاچے بہتی ہے اور کوئی شئي قابل تصویر نہین—کیونکہ وہ بالکل جہاڑون سے خالی ہے—ابتداے خریف مین یہ زمین ایک کاشتکاری کا تختہ نظر آتي ہے—لیکن موسم گرما کے ابتدا مین جب کہیت کٹ چکتے ہین تو اس میدان مین نہ کہین سبزی نظر آتي ہے اور نہ کہین پاني دکہائي دیتا ہے بلکہ یہ ایک بالکل ویران اور بنجر زمین معلوم ہوتی ہے—

بالا گہاٹ کے درون کے اوپر ملک کا منظر بالکل جداگانہ ہے اور یہان دکہن کي بلند سطح زمین کي اخیر شمالي حدود ہین—باہر کے ٹیلون کي چوٹیان اور انکے اطراف جنگلون سے بہرے ہوے ہین—یہ چوٹیان جنوب کي طرف ڈہالوان ہین—اس زمین مین سنگ موسول کے بڑے بڑے میدان ایک کے بعد ایک ملے ہوے ہین جو اُتہلے نالون کے طرف ڈہلاؤ ہین—ان مین سے پانی ویساہي گرتا ہے کہ جیسے چہت کي نالیون مین سے—یہان بہ نسبت نیاچے کي وادی کے کنجڑ جہاڑون کي کثرت زیادہ ہے اور علاوہ اس کے سطح کے نزدیک پاني کي بہی افراط ہے—اور برار کے مغرب مین اکثر بالاگہاٹ کي اونچی زمین کے پاني کي بہی یہی کیفیت ہے جہان وہ جنوب مین آہستہ آہستہ کم ہوتے ہوے میڑون کے سلسلہ کے ساتھہ

دوسرے اضلاع مین گرتا ہے—لیکن تمام بالاگہات کي زمین پر وہ یکسان نہین بہتا بلکہ جہان کشادہ میدان اور وادی ہین وہان پہیل جاتا ہے اور جہان مسطح پہاڑیان اور ڈاہلوان ہین وہان آنکر ٹوٹ جاتا ہے اور ملک کے مغربی حصہ مین جہان بڑے بڑے پہاڑون کا سلسلہ ہے اسکی رواني مین بہت فرق آجاتا ہے—

سرسری طور پر جب اس کے طول بلد کے ۷۷ درجہ کے خط سے جسکے پرے بالاگہات کے جہڑنے تمام مشرق کي طرف گرتے ہین عبور کرنے کے بعد وسیع میدان بالکل غائب ہوجاتے ہین اور ایک ایسے خطہ پر گذر ہوتا ہے کہ جہان سے چارون طرف لمبے لمبے ٹیلے ایسی وادیون کو کہ جنکی زمین مثل دریا کے لہراتی ہوئی نظر آتی ہے احاطہ کئے ہوئے ہین—ماہور کي پہاڑی قلعہ سے جو ریاست حیدرآباد مین سب سے زیادہ تقریباً ایک ہزار فیٹ کي بلندی پر واقع اور برار کے جنوبی مشرق کي طرف نکلا ہوا ہے—ملک کا نقشہ مثل ایک چبوترے یا میز کے نظر آتا ہے کہ جسپر اقسام کے نا پائدار مٹی کے بلند ڈہس—مخروطی پشتے—لمبی اور مسطح چوٹي دار پہاڑیان مثل بڑی بڑی قبرون کے اور بڑے بڑے ندی کے کنارے—میدانون مین سیدہی بہتی ہوئی نہرین واقع ہین—اور یہ سب بڑے بڑے ٹیلون سے گہرے ہوے ہین—ان بلندیون کے نیچے خوب زراعت ہوتي ہے لیکن سیاہ چٹانین اور بڑی بڑی جہاڑیان بالکل بہیانک معلوم ہوتی ہین—

برار کي آبادی سرسری طور پر ۳۰۰۰۰۰۰ تیس لاکہہ کي ہے اور اسکا عرض و طول ۴۶۳۵۱۳۸ مربع میل ہے—وہان کي حکمراني کے لئے دوکمشنر مقرر ہین—ایک جوڈیشیل اور دوسرا رونیو—اور یہ دونون حیدرآباد کے انگریزی رزیڈنٹ کے ماتحت—ان دونون کا ہیڈکوارٹر امراوتی ہے رونیو کمشنر کے متعلق وہان کے اندروني انتظامات ہین—اور جوڈیشیل کمشنر کے متعلق ہائیکورٹ کے اختیارات اور اوسکے تمام صیغون کي نگراني ہے اور یہ دونون رزیڈنٹ کے زیر حکم ہین—کہ جسکا محکمہ ضلع کا ہائی کورٹ کہلاتا ہے اور جیلخانہ کي عام نگراني بہی جوڈیشیل کمشنر ہی سے تعلق رکہتی ہے—ضلع کے انتظامات کے لئے جو جنرل اسٹاف مقرر ہے وہ معمولی طور پر دیواني فوجداری—اور مال گذاری کا انتظام کرتا ہے—یہ انتظام اس قاعدے کے مطابق ہے جو غیر منضبط اضلاع مین جاری ہے اوسکی تفصیل یہ ہے—چہہ ڈیپوٹی کمشنر—دو اسپیشل اسسٹنٹ کمشنر—بارہ اسسٹنٹ کمشنر—اور نو اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر—اسسٹنٹ کمشنرون کے اسٹاف کو تقویت دینے کے لئے حیدرآباد کے رزیڈنٹ کے تین یا زیادہ اتاچی بہی معمولی طور پر وکالتاً یہان کا انتظام کرتے ہین فوجداری کے خفیف کامون مین آنریری مجسٹریٹون سے بہی مدد لیجاتی ہے—انکی تعداد ۱۹ ہے—اور جدا جدا صیغون کي دیکہہ بہال کے لئے جدا جدا اسپیشل افسر مقرر ہین—

پولس انسپکٹر جنرل کے متعلق جیلخانہ رجسٹری اور اسٹامپ ہے—پولیس ڈپارٹمنٹ مین چہہ ڈسٹرکٹ پولیس سوپرنٹنڈنٹ ہین—اور ہر ایک ڈسٹرکٹ پر ایک سوپرنٹنڈنٹ مقرر ہے اور اسکے ماتحت تین اسسٹنٹ سوپرنٹنڈنٹ—ہر ایک ضلع کے ہیڈکوارٹر مین وہان کا جیلخانہ سول سرجن کے متعلق ہے—کمشنر محکمہ حفظان صحت علاوہ اپنی خاص خدمت کے تمام میڈیکل ڈپارٹمنٹون پر حکومت رکہتا ہے اور ٹیکا لگانیکا انسپکٹر جنرل ہے—صیغئے تعلیمات پر ایک ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن مقرر ہے جسکے ماتحت ایک ایجوکیشنل انسپکٹر اور چہہ ڈیپوٹی انسپکٹر ہین—محکمہ جنگلات مین ایک کنزرویٹر اور تین اوسکے اسسٹنٹ اور تین ماتحتی اسسٹنٹ ہین—محکمہ تعمیرات مین—تین اکزیکیوٹیو انجنیر ہین اور ہر ایک قسمت پر ایک ایک مقرر—مثلاً مشرقی برار پر ایک مغربي برار پر ایک اور جنوبی برار پر ایک اور چار اسسٹنٹ انجنیر ہین—بڑا انجنیر جو سب کي نگراني کرتا رہتا ہے وہ بولارم مین رہتا ہے اور وہی رزیڈنٹ کا پبلک ورکس ڈپارٹمنٹ سکرٹری ہے اور اسکے ماتحت ایک اسسٹنٹ سکرٹری ہے—

مالگذاری کے متعلق جتنے ماتحتي حصے ہین انپر ایک ایک تحصیلدار ہے اور اوسکے ماتحت ایک نائب اور دوسرے اسسٹنٹ ہین جنہین کارکن کہتے ہین—اس انتظام کے سلسلہ مین جو سب سے اخیر ہین وہ گانو کے افسر ہین مثلاً گانو کا بڑا پٹیل اسکی یہ خدمت موروثی ہوتی ہے—اور اسکا مددگار ایک پٹواری ہوتا ہے اور پٹواری بہی علی العموم موروثی ہوا کرتے ہین—لیکن چہوٹے گانؤنمین رونیو اور پولیس دونون کي خدمتین پٹیل ہي کے متعلق ہین—جیسے وہ ریاست کي آمدنی کے وصولات کا ذمہ دار ہے ویساہي گانو کي پولیس کا سوپرنٹنڈنٹ بہي ہے—اگرچہ پولیس ڈپارٹمنٹ مین وہ شامل نہین ہے لیکن اسکے متعلق بہت سي چہوٹی چہوٹی اقسام کي خدمتین اسکو ادا کرني پڑتی ہین—مثلاً گانو کي قاعدہ—نگہباني—اور سرحدي نشانون کي محافظت وغیرہ وغیرہ—

یہ خدمتین علاوہ پولیس کي خدمتون کے ہین—

پٹیل کو لازم ہے کہ تمام جرایم کي اطلاع دیوے اور عندالضرورت مجرمون کو گرفتار کرے—بعض بعض بڑے بڑے گانؤنمین دو پٹیل مقرر ہین—ایک پولیس پٹیل اور دوسرا رونیو پٹیل—اس صورت مین وہان کا کانجي ہاوس پولیس پٹیل کے اختیار مین ہوتا ہے اور اسکي آمدني مین سے اسکو کسیقدر اجرت بہي ملتي ہے—پٹواریون کي خدمت یہ ہے کہ وہ سالانہ جمعبندی کي رپورٹ تیار کرتے ہین جس مین زمینداروں کے نام—زمین کي پیمایش کي کیفیت—اوسکي آمدنی اور اسکے متعلق ہر ایک کہیت کي فصل کا حال ہوتا ہے—اور علاوہ اوس کے وہ گانو کے کاغذات—حسابات—زمین کے متعلق درخواستون کي رجسٹری—اسکو چہوڑنے کے راضي نامے—اور اوسکو منتقل کرنے کے کاغذات

جنکا حال سالانہ جمعبندي مین درج رہتا ہے بطور دستاویزات کے پیش کرتا ہے اور نیز آمدنی کے وصولات کو صحت کے ساتھہ درج دفتر کرنے کا بہي وہي ذمہدار ہے جو زمینداروں کے پاس رہتے ہین—

برار کي آمدنی مین سے وہان کي حکومت اور نیز حیدرآباد کنٹنجنٹ کے متعلق کل اخراجات وضع کر کے جو کچھہ بچت ہوتی ہے وہ نظام گورنمنٹ کے حوالہ کردي جاتي ہے انتظامات کي سہولیت کے لئے برار کو دو حصون مین تقسیم کیا گیا ہے—یعنے مشرقي برار اور مغربي برار—اور انمین ہر ایک تین تین ضلعون پر مشتمل ہے مثلاً مشرقي برار مین جو تین ضلع ہین ان کے نام امراؤتی ایلچپور اور ون ہین اور مغربی برار مین جو تین ضلعے ہین انکے نام آکولا—بلدانہ اور باسم ہین—انمین سے ہر ایک ضلع کے بائیس تعلقے ہین—اور پھر ہر ایک تعلقے کے رویینیو اور جوڈیشیل حصے جدا جدا—

—•••—

امراؤتی

امراؤتی کے ضلع مین شہر اور قصبے کل ۱۰۱۵ ہین اور مالی ماتحتی حصے چار—اس ضلع کي زمین سطح سمندر سے کوئی ۸۰۰ فیٹ بلند ہے اور کسیقدر شمال سے جنوب کو مایل ہے زمین نہایت سرسبز اور تمام کالی چکنی مٹی کي ہے—اس ضلع کے ایک حصہ مین سے پورنا کي ندي مغرب کو بہتی ہے—اور باقی کي دوسري ندیان مشرق کو—یہان کے جنگلون مین ابتک بہت سے شکار موجود ہین—یہان روئی کثرت سے پیدا ہوتی ہے—اور اسکي دو قسمین ہین—ایک بانی اور دوسري جاري—اسیطرحسے یہان دال بہي اقسام کي ہوتی ہے—ترکاریون مین آلو کي پیداوار بہت ہے اور اناج بہي بہت عمدہ ہوتا ہے مثلاً جوار—باجري—چانول—گیہون—تور کي دال وغیرہ اور علاوہ اس کے السي—تمباکو—تل—سن—گنا وغیرہ وغیرہ اور کاشتکاري کے متعلق گائے—بیل—بھینسے—ٹٹو—گھوڑے—گدھے اور ہل وغیرہ ہین اور علاوہ ان کے—بکرے—بھیڑ—سور—اونٹ وغیرہ ہین—سنہ ۱۸۳۹ع کي بڑي قحط سالی مین ضلع امراؤتي کے ہزارہا لوگ اپنے اپنے گاؤن سے مثل چیونٹیون کے ساگر کنٹونمنٹ پر سے ہوتے ہوے آگرے چلے جاتے تھے اور راستہ مین جو کچھہ انکے ہاتھہ آتا تھا کھاتے تھے اور فاقہ کشی کي نوبت یہان تک پہونچگئی تھي کے بے حساب لاشے راستے مین پڑے ہوئے تھے—

اس ضلع مین اولون سے زراعت کو اکثر نقصان پہونچتا رہتا ہے—یہان سواے روئی کے کپڑے اور بعض خانگي استعمال کے لکڑے کي چیزون کے اور کوئی چیز تیار نہین ہوتي—ہان کولاپور مین قدیم سے ریشمی کپڑا بہت اچھا بنتا ہے—یہان کے باشندون کي نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ یہہ وہاري لوگ ہین اور رُکمنی کي شادي پر تماشا دیکھنے کے لئے امراؤتی آئے ہوئے تھے—اور یہین آباد ہوگئے—اور اپنے نام پر سے اسکا نام برار رکھا—یہہ پیہم کئي صدیون تک راجپوتون کے قبضہ مین تھا—اسکے بعد سنہ ۱۲۹۴ع مین شہنشاہ دہلی فیروز غلزئی کے بھتیجے علاؤالدین نے معہ برار کے اسکو فتح کرلیا تھا—بہمنی سلطنت کے زمانہ مین کہ (۱۳۴۷ سے ۱۵۲۵) تک قایم رہي—برار عماد شاہي بادشاہون کے ماتحت نوے سال تک خود مختار رہا اور پھر سنہ ۱۵۹۶ع مین شہنشاہ اکبر کے سپرد ہوگیا—یہہ تاریخ خاص امراؤتی کي نہین بلکہ تمام ضلع برار کي ہے اورنگ زیب کے انتقال کے بعد دکھن کے ویسراے چین خلیج خان نے کہ جسکا خطاب نظام الملک آصف جاہ تھا—سنہ ۱۷۲۴ع مین اپنی تین فتحمندیون کے بعد کچھہ ملک آپ لیا اور کچھہ مراٹھون کو دیا—اس تاریخ سے برار براے نام ریاست حیدرآباد کے ماتحت رہا ہے—پھر اس عہد نامہ کے روسے کہ جس کا بیان پیشتر ہوچکا—نظام گورنمنٹ نے اسکو برٹش گورنمنٹ کے سپرد کردیا—امراؤتی کا شہر ضلع کي حکومت کا اور نیز مشرقی برار کے کمشنري کا ہیڈکوارٹر ہے—بدنیرا جنکشن سے ساڑھے پانچ میل پر بذریعہ اسٹیٹ ریلوے کے—جی—آئی—پی—ریلوے کے ساتھہ ملا ہوا ہے یہہ شہر سطح سمندر سے ۱۲۲۲ فیٹ اونچا ہے—اسکے اطراف ۲۰ سے ۲۴ فیٹ اونچي ایک دیوار بنی ہوئی ہے جسکا گھیرا سوا دو میل کا ہے اس دیوار مین پانچ دروازے اور چار کھڑکیان ہین نظام گورنمنٹ نے سنہ ۱۸۰۷ع مین اس غرض سے اسکي تعمیر شروع کي تھي—کہ وہان کے دولتمند تاجرون کو پنڈاریون کي لوٹ مار سے بچائے—اس دیوار مین ایک کھڑکي ہے جسکو خونی کھڑکي کہتے ہین—کیونکہ سنہ ۱۸۱۸ع مین اسکے نزدیک ایک لڑائی مین سات سو آدمی مارے گئے تھے—اس شہر کے دو حصے ہین—ایک قصبہ اور دوسرا پیٹھہ—دیسی عمارتون مین بھوانی کا مندر جسکو امبا مندر بہي کہتے ہین بہت مشہور ہے—کہتے ہین کہ اسکي تعمیر کو کوئی ایک ہزار سال کا عرصہ ہوا—گمان کیا جاتا ہے کہ اسی پر سے امراؤتی کا نام مشتق ہوا ہے علاوہ اسکے دوسرے سات مندر ہین جو ایک سو سال پیشتر بنائے گئے ہین وہان کي پبلک عمارتون مین—کورٹ—کمشنر اور ڈیپوٹی کمشنر کے دفاتر—جیلخانہ—پولیس—انفنٹري کے مکانات—ہسپتال—دواخانے لیبریري—ریڈنگ روم—گرجاگھر—قبرستان—ہائی اسکول—پوسٹ اور ٹیلگراف آفس اور یوروپین اور دیسی لوگون کے لئے دو مسافرخانے ہین—

—•••—

ایلچپور

ایلچپور کے ضلع کا نصف شمالی حصہ تمام ٹیلے اور وادیون سے بھرا ہوا ہے جسکو میل گھاٹ یا گاول گڈھہ

کے ٹیلے کہتے ہین—اور یہ ٹیلے سات پورا پہاڑون کا ایک حصہ ہین اوسکا جنوبی حصہ مسطح ھے اور اسمین بہت سی چہوٹی چہوٹی نہرین ہین اس ضلع مین آم کے جہاڑ کثرت سے ہین—اور یہان کے راستے سال مین آٹہہ مہینے قابل آمد و رفت رہتے ہین—یہان ہندؤن کي آبادی زیادہ ھے جو مہادیو کو مانتے ہین اور وشنو کو نہین مانتے—یہان کي خاص پیداوار—جواري—چانول—اور عمدہ گیہون اقسام کي دال—اونی سوت تیل کے بیج—گہی اور جنگلی لکڑا ھے—اور روئی وادیون مین پیدا ہوتی ھے اور علاوہ اسکے آم—املی—امرود—انگور—نارنگی—انار بہی کثرت سے ہوتے ہین—لیکن تمباکو کم ہوتا ھے—اب میل گہاٹ مین چاے بہی ہونے لگی ھے—یہان جن چیزون کي خاص درآمد ھے وہ انگریزي اور دیسی کپڑا—لوھے اور تانبے کے برتن—تمباکو—نمک—اور شکر وغیرہ ھے—اس ضلع کي تاریخ کچہہ الگ نہین بلکہ ایلچپور کے شہر سے تعلق رکہتي ھے جو وہان کي حکومت کا ہیڈ کوارٹر ھے—یہان کے لوگون کا بیان ھے کہ یہ شہر راجہ اِہل نے آباد کیا تہا جو جین دہرم کا پیرو تہا اور سنہ ۱۰۵۸ع مین کہنجا مانگر سے جو قریب واڈ گانؤن کے واقع ھے یہان آیا ہوا تہا—یہ شہر ہندوستان کے قدیم شہرون مین کچہہ کم رتبہ نہین رکہتا کسیقدر عرصہ تک یہ ایک مشہور دارالریاست رہ چکا ھے لیکن جسوقت نظام الملک دکہن کے خود مختار حاکم ہوے تہے—اسوقت اسکی بہت سي خوبیان جاچکی تہین—انہون نے اسپر ایک گورنر مقرر کیا تہا—اس زمانہ سے ایلچپور کي تاریخ شادي خان اور نصیب خان کے خاندان سے جو دو پٹہان تہے اور گہوڑون کي تجارت کے لئے جیپور سے حیدرآباد آئے ہوئے تہے بہت کچہہ تعلق رکہتي ھے ان دونون پٹہانون کو نواب ناظرجنگ نے اپنا مورد عنایت کرکے ارکان ریاست مین داخل کرلیا تہا اسکے بعد ایلچپور کي حکومت کے لئے انہین کے خاندان مین سے لوگ منتخب کئے جاتے تہے—چنانچہ انمین سے ایک نامدار خان ہوگئے ہین جو نوابي کے خطاب سے معزز و ممتاز ہوئے تہے—

لوگون کي زبانی ھے کہ کسي زمانہ مین ایلچپور کے شہر مین کوئي چالیس ہزار گہر تہے لیکن اب آبادي بہت کم ھے یہان ظلّ الرحمان نامی کا ایک روضہ ھے—جسکو چار سو برس پیشتر بہمنی بادشاہون نے بیچاندی کے کنارے پر بنوایا تہا—اس روضہ مین ایک اونچا چبوترا ھے اور اوپر گیارہ برج—اسکے چار دروازے ہین اور ریاست سے اس درگاہ کے لئے آمدنی وقف کي گئی ھے—یہان ایک بڑا محل ھے صلابت خان کا بنوایا ہوا—جس مین پتہر کي اچہی صنعت کاري ھے لیکن اب وہ دن بدن منہدم ہوتا جاتا ھے—یہان نوابون کي بعض قبرین کہ جنکا سلسلہ پیشتر ستر سال کے صلابت خان سے شروع ہوا ھے نہایت خوبصورت اور قابل دید ہین—یہان ایک قلعہ ھے جسکو سلطان گڑہ کہتے ہین اسکی تعمیر کو کوئی سو برس سے زیادہ عرصہ گذرا—اور پتہر کا ایک کنوان ہے جو تقریباً پانسو برس کے پیشتر کا بنا ہوا ہے یہہ دونون چیزین دیکہنے کے قابل ہین—یہان ایک انگریزی مراٹہی اسکول—ایک لڑکیون کا اسکول—پولیس اسٹیشن—دواخانے اور دوسری پبلک عمارتین بہت اچہی ہین—شہر سے دو میل پر ایک فوجی کنٹونمنٹ اور پرتواڑا سِوِل اسٹیشن ہے—جہان حیدرآباد کنٹنجنٹ کي رجمنٹون مین سے تہوڑے تہوڑے سپاہیون کي ایک فوج رہتی ہے—اس کنٹونمنٹ مین دو مدرسے—ایک پولیس کي چوکي دو آفس ایک ڈپوٹی کمشنر کي اور دوسری اسسٹنٹ کمشنر کي اور ایک خزانہ ھے—جو یہان کي پبلک عمارتون مین سے ہین—یہان کي آبادی فوج متعینہ کي تعداد پر موقوف ہے—

—**—

ون

اس ضلع کا بہت بڑا حصہ مشتمل ہے اوپر جنگلی اور پہاڑی ملک کے جو اجنٹا کے پہاڑون کے سلسلہ سے نکلے ہوئے ہین—لیکن وادیون کے درمیان کي زمین سرسبز ہے اس ضلع کا عام منظر کچہہ خوشنما نہین بلکہ دہندلاسا اور ویران ہے—یہان شیر اور چیتے کثرت سے ہوتے ہین اور آدمیون کو سخت نقصان پہونچاتے ہین—مشرقی حصہ کے ٹیلے اور نالون مین جنگلی بہینسے—سانبہر اور ہرن—پائے جاتے ہین اور ریچہون کي بہی بہت کثرت ہے—لکڑہارون اور چرواہون کو ان سے بہت مضرت پہونچتی ہے—نیل گائی اور جنگلی سور کہیتون کا ستیاناس کرتے ہین—لکڑباگہے—بہیڑئیے—گیدڑ—خارپشت اور لومڑیون کي بہی افراط ہے اور علاوہ انکے چہوٹے چہوٹے شکار بہی کثرت سے ہین—حقیقت مین یہ ضلع بہ نسبت چراواہون کے شکاریون کے لئے گویا ایک جنت ہے—

ون کا ضلع کبھي خود مختار ریاست کا پائے تخت نہین رہا جیسے برار کے اور ضلع رہ چکے ہین یہ قدیم زمانہ مین یا تو ورنگل کے ہندو راجاؤن کے ماتحت رہا ہے یا ایلچپور کے نیم خود مختار شہزادون کے زیر فرمان—یہ ضلع تیرہوین صدی کے اخیر مین معہ اور اضلاع برار کے بہمنی بادشاہون کے تصرف مین آیا تہا اور اسکے بعد سترہوین صدی کے آغاز مین مغلون کي سلطنت مین شامل ہوگیا لیکن اسی صدی کے اخیر مین مراٹہون کي یہان کثرت سے آمد شروع ہوئی—اور اسپر انکا قبضہ ہوتا گیا—جب نظام دکہن کے خود مختار حاکم ہوے تو سنہ ۱۷۲۴ مین انکے اور مراٹہون کے درمیان ایک سخت لڑائی ہوئی جس مین نظام کو پوری فتحمندی حاصل ہوئی اور یہ ضلع تمام انکے قبضہ مین آگیا—سنہ ۱۸۵۷ع کے غدر مین یہان کسی طرح کي ہل چل نہین ہوی—

یہان کے ہندو دیہاتی لوگ بالکل غریب اور وطن پرست ہین—انکا چال چلن ایک عجیب ڈہنگ کا ہے لیکن محنت کرنے مین وہ بڑے مضبوط ہین اس ضلع کي زبان

مراٹھی ہے لیکن اسکی جنوب مین تلنگی زبان بولی جاتی ہے اور پہاڑی فرقون کی جدا جدا زبانین ہین—ون اس ضلع کا ہیڈکوارٹر ہے اور نہایت خوبصورت اور چھوٹاسا شہر

آکولا

تین اضلاع مین سے جو مغربی برار مین شامل ہین آکولا بالکل شمال مین واقع ہے اور اسکی مشرق مین ایلچپور اور امراوتی کے اضلاع ہین—اس مین کرئی بارہ سو گانؤن ہین—یہ ضلع بالکل مسطح ہے—اور اسکی زمین بہت کرکے کالی بھیگی مٹی کی ہے—یہان کی جہاڑیون مین جو ٹیلون کو محدود کرتی ہین—چیتے—بھیڑئیے—کالے ریچھ اور جنگلی سور پائے جاتے ہین—لیکن شیرون کی بہت قلت ہے—کیونکہ جب سے یہان انگریزی عملداری مین کاشتکاری شروع ہوئی ہے وہ وہان سے نکلگئے ہین—اور علاوہ انکے—ہرن—سانبھر—بطخ—تیتر—اور بٹیرون کی بہی کثرت ہے—اور ندیون مین مچھلیان بہی بہت ہوتی ہین—اس ضلع مین قدیم چیزین بہت کم پائی جاتی ہین—یہان کے نمک کے کنوین ایک نہایت عجیب و غریب معدنی قسم کے ہین—جن کی نسبت گمان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسے—زمین کے اندرونی تالاب سے ملے ہوئے ہین کہ جس کی لمبائی کوئی پچاس میل اور چوڑائی کوئی دس میل سے زیادہ ہے—اور وہ پورنا ندی کے دونون طرف واقع ہے—اس تالاب کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بہت عمیق ہے اس تالاب کے پانی سے جسکو نکال کے کڑاہون رکہتے ہین قدرتی طور پر بخار اوٹہتا ہے اور نمک بنتا ہے—لیکن اوس مین بعوض شوریت کے زیادہ تلخی ہے—اور اسلئے وہ باہر نہین بہیجا جاتا—اسکی پیدایش نہایت کثرت سے ہوتی ہے—لیکن اب اُن کنوؤن مین سے نمک نکالنے کی ممانعت ہوگئی ہے—

یہہ ضلع اوس سرزمین مین داخل تہا کہ جسکو علاؤالدین نے سنہ ۱۲۹۴ع مین اپنے پہلے حملہ مین فتح کیا تہا—اسکے مرنے کے بعد یہان پہر ہنود خود مختار ہوگئے—لیکن سنہ ۱۳۱۹ع مین جب کہ اُن کے دیوگڑہ کے اخیر راجہ کی کہال کہینچی گئی تو وہ تمام پائمال ہوگئے—اور اُس تاریخ سے برار مسلمانون کے زیر حکومت ہوگیا—بہمنی سلطنت اور احمدنگر کے بادشاہون نے سنہ ۹۶-۱۵۹۴ع تک ایک کے بعد ایک اسپر قبضہ رکہا—اور اسکے بعد شہنشاہ اکبر نے اوسکو اپنے ملک مین داخل کرلیا—لیکن اکبر کے انتقال کے بعد ملک عنبر جو دکہن کا ایک حبشی سردار تہا—اوس ضلع کے ایک حصہ پر پہر قابض ہوگیا—لیکن اوس کا قبضہ بالکل عارضی تہا—کیونکہ اوسی سال یعنے سنہ ۱۵۹۶ع مین آکولا سلطنت مغلیہ کا ایک صوبہ ہوگیا—جب سلطنت مذکور مین ضعف آتا گیا اور مراٹہے دکہن مین زور پکڑتے گئے تو اوس ضلع پر انہون نے سنہ ۱۶۷۱ع مین اور پہر سنہ ۱۷۱۷ع مین اپنا قبضہ کرلیا—لیکن سنہ ۱۷۲۴ع مین جب چین قلیچ خان نے آنپر فتحمندی حاصل کی تو اوسکو انسے چھین کے نظامت حیدرآباد مین شامل کرلیا—اٹھاروین صدی مین پہر حال اس ضلع مین نظام اور مراٹھون مین اکثر لڑائیان ہوتی رہین—لیکن اخیر مین یہ ضلع بطور ایک حصہ برار کے سنہ ۱۸۰۴ع مین نظام کے سپرد کیا گیا—کیونکہ جنرل ولسلی نے مراٹہا کی طاقت بالکل توڑدی تہی—یہان وقتاً فوقتاً اکثر فسادات ہوتے رہے—اور اخیر مین سنہ ۱۸۵۳ع اور سنہ ۱۸۶۱ع کے عہد نامہ کے مطابق اس ضلع کو نظام نے انگریزون کے سپرد کردیا—

اس ضلع کی خریف کی خاص پیداوار روئی—باجرہ—دال اور تل ہے—اور ربیع کی گیہون—السی—مٹر—رائی—تمباکو—اور علاوہ اسکے گنّا—پیاز—پان—آلو—کیلے—انگور وغیرہ بہی ہوتے ہین—گرندہ اور رنگ بہی یہان کی خاص پیداوار مین داخل ہے—اور بالاپور کے نزدیک سن بہی بہت ہوتا ہے—یہان گہوڑے بہت کم ہین—لیکن ٹٹوؤن کی افراط ہے اور وہ بہت اچھے ہوتے ہین—یہان کے زراعتی کام مین گائے—بیل—بہینسے—گہوڑے—ٹٹو—گدھے—بھیڑ—بکرے—اونٹ—گاڑیان—اور ہل وغیرہ شامل ہین—اس ضلع کو بوجہ پانی کی کمی کے ایام قحط سالی مین سخت تکلیف ہوتی ہے—اور وباے ہیضہ بہی اکثر یہان پہوٹتی رہتی ہے—یہان کے تقریباً ہر ایک گانؤن مین روئی کا موٹا کپڑا تیار ہوتا ہے—لیکن بعض بعض قصبون مین روئی کے قالین بہی بہت اچھے اور پگڑیان بہی بہت عمدہ تیار ہوتی ہین—یہان کے ہرایک شہر اور قصبہ مین چاہے وہ کیساہی چھوٹا ہو—ہفتہ وار ہاٹ بہرا کرتا ہے—یہان باہر سے اکثر شکر—نمک—لوہے کے برتن—کپڑے—گیہون—تیل—افیم—ناریل—اور چانول آتے ہین—اور یہانسے روئی—گیہون—السی—گہی—کسیقدر نیل—زعفران اور مویشی باہر جاتے ہین—

کہام گانو—جو اس ضلع کا ایک خاص تعلقہ ہے اور برار مین روئی کا سب سے بڑا بازار—ایک آٹھ میل کی شاخ کے ذریعہ سے جی—آئی—پی ریلوے سے ملا ہوا ہے—اور اسکی تجارت بہت وسیع ہے—یعنے سالانہ کوئی سات آٹھ کڑور روپیہ کی ہوتی ہے—اس ضلع مین روئی کے دوسرے بازار بہی ہین مثلاً شیگانؤن—آکوٹ اور آکولا انکی تجارت بہی بہت بڑھی ہوئی ہے—

شہر آکولا—دریائے مورنا پر ضلع کے حکومت کا اور نیز برار کے جوڈیشیل کمشنر کا ہیڈکوارٹر ہے—اور جی—آئی—پی ریلوے کے ناگپور لائن پر واقع—ریل کے راستہ سے بمبئی سے ۳۶۳ میل کے فاصلہ پر ہے اور ناگپور سے ۱۵۷ میل کے فاصلہ پر—اسکی بلندی سطح دریا سے ۹۲۰ فیٹ ہے—آکولا گورنمنٹ نظام کے زیر حکومت بہت مدت تک ایک ماتحتی ضلع کا ہیڈکوارٹر تہا—اوسکا قدیم قلعہ اور اسکی سنگین شہر پناہ جسپر برج بنے ہوئے ہین ابتک اوس کی عمدگی کی شہادت دے رہے ہین—مورنا ندی جو اسکے بیچ مین

سے گھري ہوئی ہے۔اسکے دو حصہ کرتی ہے۔ایک مغربی اور دوسرا مشرقي۔مغربي حصہ کو خاص آکولا کہتے ہین۔ اور مشرقي حصہ کو تاجنا پیٹھہ۔گورنمنٹ کے دفاتر اور یوروپین لوگون کے مکانات تاجنا پیٹھہ مین ہین۔یہان ہفتہ مین دوبار ہاٹ بھرتا ہے۔بڑا ہاٹ ایتوار کے روز تاجنا پیٹھہ مین۔اور چہوٹا ہاٹ بدھہ کے روز آکولا مین۔ یہان کي پبلک عمارتون مین کمشنر اور ڈیپوٹی کمشنر کي آفس۔عدالت کے محکمے۔جیلخانہ۔براکس ٹاؤن ہال۔گرجا گھر۔پوسٹ آفس۔ہسپتال۔فیاضی دواخانے۔ یوروپین اور دیسی مسافرخانے ہین۔اور عیسائی مشن کي جگہہ بھي آکولے ہی مین ہے—

بلدانہ

ضلع بلدانہ برار کي مشرق مین واقع ہے اس مین ایک ہزار گانو ہین۔اور شہرون مین دیول گانو۔راجا۔ملکاپور۔ناندورا۔چکھلی۔ڈہون گانو۔بلدانہ۔دیول گھاٹ۔مہکر اور فتح کھیلڈا ہے اس ضلع کا جنوبی حصہ۔برار مین شامل ہے۔بالاگھاٹ۔اور نیز یہان کي دوسری سر زمین گویا ایک سلسلہ ہے پہاڑی مسطح زمینون کا جو انتہاے جنوب مین نشیب کو اترتا چلا جاتا ہے اس ضلع کي مغربی جانب کي زمینین اونچی ہین اور نہایت سرسبز و قابل زراعت۔اوس کے شمال کي اونچي چوٹیون پر سے ایک سلسلہ پہاڑی مسطح زمینون کا جنوب مین اترتا ہے جس مین چھوٹی چھوٹی سرسبز وادیان اور بہت سی ندیان اور نالے ہین اور علاوہ اسکے خاص میٹھے پاني کے کنوؤن کي بھی بہت افراط ہے۔یہہ وادیان گانؤ سے بہت خوشنما معلوم ہوتی ہین۔اسکی مشرقی سرسبز زمینون مین جو گیہون ہوتا ہے وہ ہندوستان کے اور مقامات کے گیہون سے کچھہ کم نہیں۔ساگوان کے جھاڑ بھی یہان کثرت سے ہوتے ہین لیکن بہت چھوٹے چھوٹے۔بڑے جھاڑونکا کہین نام بھی نہین اور علاوہ اسکے یہان کے نالون مین انجان جھاڑ کي بہت کثرت ہے۔ببول کے جھاڑ بھی چوطرف پھیلے ہوئے ہین۔اقسام کے میوؤنکی بھی یہان کچھہ کمی نہین۔ اور جنگلي درخت کہ جن مین لاک گوندھہ اور رنگ وغیرہ ہوتا ہے۔اس ضلع مین افراط سے ہین۔یہان کے ٹیلون مین۔ ریچھہ۔شیر۔چیتے۔سانبھر۔نیل گائے۔اور جنگلی سور ہوتے ہین۔اور پورنا کي وادی مین ہرن بھی موجود ہین اور علاوہ ان کے سیاہ اور خاکستری رنگ کے تیترون بٹیرون اور مرغابیون کا شکار بھی خوب ہوتا ہے۔اس ضلع مین قدیم ہیماد پنتی کے گرجے اکثر مقامات پر ہین۔یہان کے لوگون کا بیان ہے کہ جب تک وادی پورنا مسلمانون کے قبضہ مین نہین آیا تہا یہان کے فرمانروا جین دہرم کے لوگ تھے۔ جب تک نظام نے یہ ضلع انگریزون کے حوالہ نکیا اسمین بھی مثل اور اضلاع برار کے بہت سی تبدیلیان واقع ہوتي رہین۔ اس ضلع کو زراعت مین بھی بہت کچھہ فروغ حاصل ہے چنانچہ روئی۔غلہ۔گنا۔میوہ۔السی۔تمباکو۔سن۔چانول۔ افیم وغیرہ یہان خاص پیداوار ہین۔اور یہان ہر موسم مین جدا جدا چیزین بوئي جاتی ہین۔روئی کا موٹا کپرا عام طور پر بنا جاتا ہے۔ریشم۔اون۔لکڑے۔لوہے۔اور تانبے پیتل وغیرہ کا کام اچھا ہوتا ہے۔دیول گھاٹ مین نہایت عمدہ فولاد بنتا ہے یہان کے اکثر شہرون مین ہفتہ وار ہاٹ بھرتے ہین جن مین بعض بہت بڑے بڑے ہوتے ہین۔یہان سے کپڑا۔لوہے کے برتن۔فلزات۔گرم مصالح اور نمک باہر جاتا ہے۔اور روئی۔ روغنی بیج اور مویشی وغیرہ یہان آتے ہین۔یہان گیہون کي بہت افراط ہے اور اوسکی تجارت خاص کرکے ناندورا مین۔ جو جی۔آئی۔پی ریلوے کا اسٹیشن ہے ہوتی ہے۔اس ضلع مین ایک ڈیپوٹی کمشنر ہے جسکے اسسٹنٹ یوروپین اور دیسی دونون ہین اور اسسٹنٹ کمشنر کا محکمۂ عدالت ملکاپور مین ہے یہان کي دیسی زبانین اردو اور مراٹھی ہین۔

باسم

یہہ ضلع آکولا اور امراؤتی کے جنوب مین ون کے مغرب مین۔اور بلدانہ کے مشرق مین واقع ہے۔اس مین کوئی ۹۵۰ گانو ہین محصولات کي آمدني کے لئے اسکے تین تعلقے کئے گئے ہین۔باسم۔منگرول۔اور پوساد۔باسم جو بہ نسبت دونون کے زیادہ شمال مین ہے ایک سرسبز اور اونچی زمین پر جو سطح سمندر سے کوئی ایک ہزار فیٹ بلند واقع ہے۔ منگرول۔شمالی مشرق مین اور پوساد جنوبی مشرق مین ایک چھوٹے ٹیلون کا سلسلہ ہے جسکی زمین تمام سبزہ زار ہے ٹیلون کے درمیاني نشیب نہایت عمدہ ہین۔یہان اکثر ٹیلون کي چوٹیان کوئی دو ہزار فیٹ سے کم بلند نہین۔درندون مین یہان شیر۔ریچھہ۔اور جنگلی سور وغیرہ ہین اور علاوہ انکے اقسام کے ہرن اور دوسرے چھوٹے چھوٹے شکار بھی کثرت سے پاے جاتے ہین۔ اس ضلع مین علاؤالدین کے حملہ کے پیشتر جو سنہ ۱۲۹۴ مین واقع ہوا جین دہرم کے لوگ آباد تھے اگرچہ یہانکی حکومت مین بھی مثل اور اضلاع برار کے بہت سی تبدیلیان ہوئی ہین لیکن یہ نظر نہین آتا کہ کسی مشہور واقعہ سے اسکے قابضون کي حالت مین فرق آگیا ہو۔

باسم کي خاص پیداوار روئی۔باجری۔موٹے چانول۔ السی چنے کي دال۔گیہون۔تل۔سن۔ارنڈی کا تیل۔ گنا۔تمباکو۔اور لاک وغیرہ ہین چونکہ یہان پاني نکلنے کا اور اگر کبھی نکلا بھی تو اسکے اچھا ہونے کا پورا یقین نہین ہے اس لئے یہان کنوؤنکا کہدوانا نقصان سے خالی نہین اور قطع نظر اسکے۔اسکے اخراجات بھی بہت زیادہ ہین اس ضلع مین کوئی چار ہزار کنوین ہین لیکن انمین تقریباً نصف بے مرمت پڑے ہوے ہین۔یہان روئی کا موٹا کپڑا۔کمل۔ اور کسیقدر کاغذ تیار ہوتا ہے۔یہان سے بمبئی کو روئی اور گیہون کي۔اور ہنگولی کو گوندھہ۔رنگ۔اور جنگلی پیداوار کي بر آمد ہے لیکن بہ نسبت بر آمد کے اسکی درآمد دگنی ہے۔باسم کا قدیم شہر ضلع کي حکومت کا ہیڈکوارٹر ہے اور وہ سطح سمندر سے ۱۷۵۸ فیٹ اونچا ہے۔شہر مین جو عمدہ عمارتین ہین انمین بالاجی کا مندر اور چشمہ ہے جو ایک سو سال پیشتر تعمیر ہوا تہا۔اور سوائے اس کے ایک پوسٹ آفس۔ایک پولیس کي چوکي اور دو گورنمنٹ اسکول ہین۔

متفرقات

دیسی حیوانات

سوای ریاست مسرر اقسام کے وحشی جانور تمام ہندوستان مین حیدر آباد سے بڑھکے کہین نہین۔بڑے بڑے اور سخت خونخوار درندے جنکے شکاری بدل خواہان ہین مثلاً شیر اور چیتے وغیرہ تمام ریاست مین پائے جاتے ہین۔اور پکھال کے تالاب کے پاس جنگلون مین ہاتہیون اور جنگلی بھینسون کا خوب شکار ہوتا ھے۔شمال ومغربی قسمت کے میدانون مین بے حساب ہرنون کے گلے ہین اور تمام قلمرو مین داغدار ہرن۔نیل گائی۔سانبھر۔بارہ سنگے۔اور دوسرے اقسام کے چرندے کثرت سے پائے جاتے ہین۔ریاچھ بھی کہین کہین موجود ھے۔لیکن جنگلی سور۔لکڑ باغ۔بھیڑئے۔باگھر بلیان۔جنگلی کتے اور خرگرش ہر جگھہ پر بہت کثرت سے ہین۔

اس ملک مین اقسام کے شکار کے پرندے ہین۔جنمین خاکستری اور دوسرے رنگونکے تیتر۔نیلے اور سبز کبوتر۔پہاڑی کبوتر۔جنگلی مرغ۔بٹیر۔چاھے۔شتر مرغ۔مور۔جنگلی بطخ۔اور مرغابیان وغیرہ وغیرہ ہین۔

جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا ھے کہ سرورنگر اور گولکنڈے مین حضور نظام کے بڑے بڑے ہرنون کے رمنے ہین جہان کوئی بِلا سرکاري اجازت کے شکار نہین کھیل سکتا۔بعضے سدھائے ہوئے چیتون سے ہرنون کا شکار کھیلا جاتا ہے۔اور حقیقت مین یہ شکار بھی قابل دید ہوتا ھے۔

حیدرآباد کے قریب عمدہ شکارگاہین ہین۔مدارالمہام اور دوسرے امرا اپنے معزز مہمانون کو اکثر شہر کے قرب و جوار مین شکار کي پارٹی دیا کرتے ہین جس مین خاطر خواہ کامیابی ہوتی ھے۔لیکن ان شکاری مہمات مین بعض وقت مہلک نقصانات بھی پہونچتے ہین۔

اکثر شکاریون کو معلوم ھے کہ شیر کے شکار مین علی الخصوص جب وہ حملہ کرتا ھے تو پیشتر اس کے کہ آدمي اپني حفاظت کرے اس کا کام تمام ہو جاتا ھے۔چنانچہ حال ہی مین حیدرآباد کے قریب ایک ایسا حادثہ ہوا کہ جس مین ہندوستانکے شکاریون مین سے ایک عمدہ شکاری مارا گیا۔پہر اسکا مارا جانا اتفاقي تہا اس مین اسکی کچھہ خطا نتھي۔یعنے نواب میجر افسرالدولہ بہادر کے۔جو ایک مشہور سپاہي اور شکاری ہین۔فرزند نواب عثمان یار جنگ ایک پارٹي کے ساتھہ شکار کو گئے ہوے تھے۔یہ نواب زادے کم سن ہین اور یہ انکا پہلا ہي شکار تہا۔پارٹی نے چیتے کے شکار کا انتظام کیا تہا لیکن شکارگاہ مین جب شیر کي علامتین پائي گئین تو تجویز بدل گئی اور شیر کو ہنکایا گیا۔چار بندوقین ایک مچان مین رکھی ہوئي تہین۔جس مین سے دو ریزرو تہین۔یہ مچان جس جہاڑ پرتہی وہ ایک نہایت عمدہ موقع پرتہا۔اوسکے سامنے ایک کہلی ہوئی پہاڑی تہی۔پہاڑی اور جہاڑ کے درمیان ایک گنجان جہاڑی۔اس جہاڑی سے ایک نالا نکل کے داہنی طرف کو گیا ہوا تہا اور اسکی سیدھی طرف کو ایک کہائی تھي۔اس جہاڑ کے پیچھے سے دوسرے جہاڑون کي قطار نصف دائرے کي شکل مین ہوتی ہوئی سامنے پہاڑی تک گئی ہوئی تہی۔دن کے تین بجے شیر کو شکاریون کے قریب لانے کے لئے ہنکا دیا گیا۔لیکن بہت دیر سے وہ پہاڑی سے باہر نکلا اور دوڑتا ہوا سیدھا جہاڑ کے پاس چلا۔اسوقت جہاڑی اسکے سیدھی طرف تہی اور کہائی جس پر سے وہ پہاندا بائین طرف۔جب وہ برابر شکاریون کے سامنے آیا تو عثمان یار جنگ نے گولی سے اوسکو گرا دیا۔چند دقیقون کے بعد وہ جست کرکے جہاڑی مین چلا گیا۔اور نظرون سے غائب۔شکاریون کو تشویش ہوئی کہ اب کیا کیا جاوے اور کیونکر بغیر جان جوکہن کے اوسکو جہاڑی مین سے باہر نکالا جاوے۔آخر یہ راے قرار پائی کہ جہاڑی مین باڑھہ ماری جائے اور پٹاخے پھینکے جائین۔لیکن اس مین یہ قباحت معلوم ہوئی کہ اس سے شیر پیچھا ہانکنے والون پر جا پڑیگا۔اسلئے شیخ منّو شکاری جو اونکے ساتھہ تہا نکلا اور پیچھے سے چکر کہاتا ہوا گیا تاکہ شیر کے عقب مین جائے اور اسکو ہانک کے مچان کے سامنے لائے کیونکہ اسوقت ہر شاخص کو یہی گمان تہا کہ وہ ہنوز جہاڑی ہی مین ہے۔جب تک اسپر جبر نہ کیا جائیگا وہ کبہی جہاڑی مین سے باہر نہ نکلیگا اور باہر نکلنے کے بعد سوائے نالے کے اور کسی طرف اسکو مفر نہین۔لیکن کسی کو یہ امید نہ تہی کہ وہ وہان سے نکل سکیگا۔غرض جب شکاری جہاڑی مین سے چہپا ہوا جارہا تہا تو شیر بھی کہائی مین سے آہستہ آہستہ دبا ہوا اسیطرف چلا جاتا تہا۔جب کہائی تمام اور جنگل شروع ہوا تو یکایک دونون مین مدبھیڑ ہوگئی اور شیر نے ایک نعرہ مارکے شکاري پر جست کي۔شیخ منو نے اسیوقت اپني بندوق کا منہہ اوسکے منہہ مین گھسیڑ کے گولي چلادی۔

لیکن بندوق کا منہہ پھر گیا اور گولي اوسکو بغیر کسیطرح کا نقصان پہونچانے کے دوسري طرف سے نکل گئي۔اسیوقت شیر نے پنجہ مارکے بندوق کو گرادیا اور شکاری کا سیدھا کولا پکڑ کے ایسا ہلایا کہ جیسے کتا چوھے کو پکڑ کے ہلاتا ہے۔لیکن باوجود اسکے شیخ منو کے حواس درست تہے۔اور اسنے عمداً مرنے کا بہانہ کرلیا۔جب شیر اوسکو چھوڑ کے آگے بڑھا تو سبھون نے خیال کیا کہ شیخ منو کو اب چھوڑ دیا۔لیکن شیر چند قدم آگے جاکے پھر پلٹ آیا اور اسکو دوسرے دو زخم لگائے۔ایک سینے کے داہنی طرف اور دوسرا بازو پر۔اوسکے بعد وہ وہان سے چلتا ہوگیا اور نظرون سے غائب۔اگرچہ وہ زخم کاري تہے لیکن شیخ منو نے اونکی پروا نہین کي۔اور درستگي حوش و حواس کے ساتہہ حیدرآباد کے صدر مقام کے ہسپتال بھیجدیا گیا۔جہان چودہ دن کے بعد اوسکا انتقال ہوگیا۔حقیقت مین وہ نہایت جوانمرد شخص تہا۔باوجود اسقدر زخمون کے اسکے تحمل و استقلال مین ذرا بھی فرق نہ آنے پایا۔جسوقت عثمان یارجنگ نے اس غمناک حادثہ کي حضور نظام کو جو خود بھی ایک تجربہ کار شکاری ہین خبر دی تو حضور نے فرمایا کہ کیا تم شیر کو جانے دیتے ہو۔عثمان نے عرض کي۔کہ نہین اگر حضور ایک ہاتھی عنایت کرین تو مین ابھی اسکا کام تمام کئے دیتا ہون حضور نے اسیوقت ہاتھی کا حکم دیا۔عثمان یار جنگ نے پھر اس شیر کا سراغ لگا کے اوسکو مارڈالا پھر معلوم ہوا کہ وہ شیر نہین تہا بلکہ شیرني تہی اور اوسکے دو بچے تہے۔

سابق مین یہان فوجون اور دوسری پرائوٹ سواریون کے لئے گھوڑے پالے جاتے تہے لیکن چند روز سے اسٹریلیا اور خلیج فارس کے گھوڑون کي درآمد کي وجہ سے یہان کے گھوڑون کي کھپت بہت کم ہوگئی۔دکھنی ٹٹو بہ نسبت ہندوستان کے اور ٹٹوؤن کے مضبوطی اور تحمل مین نہایت عمدہ خیال کئے جاتے ہین۔مالیگاؤن مین قریب بیدر کے ہرسال گھوڑون کا ایک بڑا میلا ہوتا ھے جس مین ہزارون سے گھوڑے اور ٹٹو فروخت کے لئے لائے جاتے ہین۔اس میلے کي ابتدا اخیر صدی سے شروع ہوئی۔پچاس برس کے آگے قریب تھا کہ یہ موقوف ہوجائے کیونکہ انکا سرکاری محصول بہت بڑھگیا تہا۔لیکن سرسالارجنگ اول نے اوسکو موقوف کرکے پھر میلے کو رونق دی۔ہر ایک ضلعے اور تعلقہ مین ہفتہ وار اور مہوار گھوڑون اور نیز دوسرے مویشیون کا میلا لگتا ھے۔اس ریاست کے ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبہ مین گائے۔بیل۔بھینسین۔بکرے۔بھیڑین اور گدھے پائے جاتے ہین۔ضلع تلنگانہ کے مویشی بہ نسبت اس ریاست کے اور اضلاع کے مویشی کے قدوقامت مین بہت چھوٹے ہوتے ہین۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انپر آب و ہوا کا بھی بہت کچھ اثر ھے۔مشرقی اضلاع مین آب و ہوا کي تاثیر بیلون کي پرورش کے بہت کچھ مخالف ھے۔وہ چھوٹے مضبوط اور سفید رنگ کے ہوتے ہین۔اور انکي چراگاہین انہین اضلاع کي بنجر زمینون مین ہین کہ جن مین وہ پرورش پاتے ہین۔وہ جنگلون مین گھومتے رہتے ہین انکے چرواھے بجز ایک کمل کے اور کوی چیز اپنے ساتھہ نہین رکھتے۔ہر ایک موسم مین وہ اسی پر بسر کرتے ہین۔یہ مویشی بڑے بڑے گلون مین ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ مین نقل و حرکت کرتے رہتے ہین۔اور رات کے وقت ایک قسم کے احاطہ مین محفوظ رکھے جاتے ہین تاکہ وحشی درندون سے انکو کچھہ نقصان نہ پہونچے۔

ہر ایک ملک مین اقسام کے جانورون کي نسبت پراني پراني نقلین بیان کي جاتي ہین لیکن تربیت یافتہ لوگ ان باتون کو نہین مانتے۔ان مین سے بعض نقلین ذیل مین درج کي جاتی ہین۔انہین اس بات کا نہایت تعجب ہے کہ جنگلي فرقے بھی حالانکہ بوجہ اپنے ذاتی تجربہ کے انہین غلط سمجھتے ہین لیکن باوجود اس کے انپر اعتقاد رکھتے ہین اور انہین ماننے سے باز نہین آتے مثلاً۔کوی دیسي اس بات کو قبول نہین کریگا۔کہ ریت سانپ ناگ، نہین ھے۔یا میٹھے پاني کا سانپ زہر نہین ھے یا کھارے پاني کا سانپ زہریلا ھے۔اور علاوہ اسکے اکثر مقامون مین مور کو پاک جانور سمجھتے ہین اور اسکی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ مورنی صرف ایک ہي پرندہ ھے جو بغیر مواصلت مور کے حاملہ ہوتي ھے۔اور اسکي صورت یون بیان کي جاتي ھے کہ مور جب اوقات مقررہ پر روتا ھے تو مورنی اسیوقت دوڑ کے اسکے پاس جاتی ہے اور اسکے آنسوؤن کو پیکے انسے حاملہ ہوتي ہے۔اور اسیطرحسے سیڈڈ دسٹرکٹ کے جنگلی لوگ جنہین ینادي کہتے ہین اور جو اکثر وحشي درندون اور انکي عادتون سے خوب واقف ہین ابتک یہی کہتے ہین کہ ریچھہ کے بچے کے حمل و ولادت کو ساڑھے تین گھنٹے سے زیادہ مدت نہین ہوتی۔ضلع کشنا مین پالواد لوگون کا عقیدہ ہے۔کہ مادۂ خارپشت اپنے پر کے قلمون مین جو اسکے جسم پر ہوتے ہین اپنے بچون کے لئے پاني بھر کے لیجاتی ہے حالانکہ وہ بیان نہین کرسکتے کہ یہ کیونکہ ممکن ہوتا ہے۔مادۂ بچھو کي نسبت انکا بیان ہے کہ وہ ڈنک سے نر بچھو کو مارڈالتی ہے اور اسکے بچے اسکے عوض اوسکو کھاجاتے ہین۔بعض دیسي نقلین پرندون اور درندون کي بہت اچھی ہین اور انگریزی جانورون کي کتاب مین داخل ہونے کے قابل۔غرض شاذ و نادر ہی کوئی ایسا جانور ہوگا کہ جسکے نسبت کوی کہاني گھڑی ہوی نہو۔اور ان کہانیون مین اکثر دیوتا بھی شامل رہتے ہین۔چنانچہ اسکا بیان ذیل مین مندرج ہے۔

جب راما نے جزیرہ لنکا کے برخلاف جنگ کرنا چاہا تو تمام جانورون سے اسنے مدد طلب کي سب سے پہلے خاکستری رنگ کي چھوٹی سے گلہری اسکے پاس آئی۔اسوقت اسکا رنگ بالکل سادہ تہا۔اور اسکو اپنی تکلیف و تصدیع کا کچھہ خیال نتہا بلکہ اوسکی تمام عمر کھیل کود مین بسر ہوتي تھي۔رام نے اس سے پوچھا کہ تو کس قسم کي مدد مجکو دے سکتی ہے۔اسنے جواب دیا کہ مین جھاڑون

پر سے کودتی ہوئی پیغام لیجاسکتي ہون رام نے خوش ہوکے اوسکي بیٹھہ پر ہاتھہ پھیرا اسوقت سے پانچ لکیرین اوسکی پیٹھہ پر نمودار ہوگئین۔کسي زمانہ مین ایک چرواہا اپنے وفادار کتے کو ساتھہ لئے ہوئے کسی دور و دراز جنگل مین نکل گیا تھا۔وہان کے وحشی درندون نے اسکے کتے کو پھاڑڈالا اور وہ اسکے غم مین کوکا کوکا چلاتا ہوا پریشان پھر رہا تھا۔اور تسلي نہین پاتا تھا۔اسي حالت کے اندر چند ہی روز مین وہ مرگیا۔ابتک وہ رات کے وقت اپنے کتے کو پکارتا ہوا جنگلون مین پھر رہا ہے۔یناديﮯ لوگ موت پرندے کي نسبت ایک عجیب کہانی بیان کرتے ہین۔اور وہ یہ ہے کہ ایک زمانہ مین ایک مالی تھا وہ اپني عورت کو بہت چاہتا تھا اور اوسکو دوسری مالنون کي طرح کھیتون مین کام کرنے نہین دیتا تھا۔بلکہ خود اپني ذات سے سخت محنت و مشقت کرکے اوسکو زیورات مین لدتا تھا۔اخیر مین اوسکو معلوم ہوا کہ وہ بیوفا ہے لیکن اوسکو کچھہ کہا نہین بلکہ انجان ہوکر انتقام طلب رہا۔ایک روز اس مالن نے اس سے تھوڑا سا شہد لانے کي درخواست کي۔مالي نے کہا کہ اگر تو بھی میرے ساتھہ چلے تو ہم دونون ملکے شہد لائینگے وہ راضی ہوئی۔مالی اسکو ساتھہ لیکے ایک اونچے تاڑ کے جھاڑ کے نیچے آیا اور سیڑھي رکھکے دونون اوپر چڑھے۔اور خوب شہد پیا اوسکے بعد اسنے اس سے کہا کہ تو یہین ٹھہر۔مین جا کے تیرے لئے میٹھا پاني لاتا ہون اور پاني پینے کے بعد پھر دونون ملکے اور بھی شہد کھائینگے۔یہ کہکے نیچے اوترا اور سیڑھی لیکے چلتا ہوگیا۔عورت نے بہت دیر تک انتظار کیا وہ نہین آیا۔غرض وہ مدد کے لئے اوپر سے چلاتي رہي۔آخر جنگل کے شیطان نے اوسکے چلانے سے بیزار ہوکے اوسکو موت کا پرندہ بنادیا جو اب جنگل مین چلاتا ہوا پھرتا ہے اور کوی ینادی اوسکو آتے ہوئے دیکھکے مارے خوف کے بولنے کي جرأت نہین کرتا۔تا کہ وہ کہین اوسکے سرپر سے نہ اوڑے۔اور اسکے جلد مرنے کا باعث نہو۔

قدیم زمانہ مین بھیڑون کے کان بھي مثل بارہ سنگون کے سیدھے اور کھڑے تھے جب لوگ اسکا گوشت کھانے لگے تو وہ غصہ ہوکے برہما کے پاس آیا۔برہما نے اوسکي شکایت سنی اور کہا کہ تیری شکل ایسی ہے کہ تجھکو دیکھتے ہی خواہ مخواہ تجھے کھانے کا دل چاہتا ہے۔یہ سنتے ہي بھیڑ گھبرا گیا۔اور اپنے کانون کو دبا کے وہانسے مفرور ہوگیا۔اسوقت سے اسکے کان گرے ہوئے ہین۔ہندؤن کا شیرببر ویسا نہین ھے جیسا کہ مغربی لوگ سمجھتے ہین بلکہ وہ کسیقدر گینڈے سے مشابہت رکھتا ھے۔اور ہندو لوگ اقسام کي عادتین اس سے منسوب کرتے ہین۔اور خاص کرکے ہاتھیون سے لڑنے اور انکا بھیجا کھانے کي۔نلور کے لوگ جنکا شہر پہلے شیر کا شہر کہلاتا تھا۔ابتک کہتے ہین کہ کوئی ہاتھي اونکے شہر کے نزدیک آنے کي جرأت نہین کرسکتا۔اور اس بات سے وہ انجان ہو جاتے ہین کہ راجہ کے ہاتھی شہر مین اکثر آمد و رفت کرتے رہتے ہین۔ہر شخص کا اعتقاد ہے کہ مرے ہوئے شیر کے پنجون اور کانون مین بہت سے فوائد ہین اور شیر کی موچھہ یا مرے ہوے ناگ کو جلانے سے بہت سے آسیب دور ہوجاتے ہین۔اور شاید بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہونگے کہ بچھو کي ڈنک کا عمدہ سے عمدہ علاج اوسکے جسم کو کچل کے مقام ماؤف پر لگا دینا ہے۔جس سے فوراً زہر اوترجاتا ہے۔

ڈائمنڈ جوبیلی

چونکہ ریاست حیدرآباد انگریزی گورنمنٹ اور حضور ملکہ معظمہ کے ساتھہ کمال درجہ کي وفاداری رکھتي ھے اسلئے ملکہ کي جوبیلی کي یادگار مین حضور نظام نے اپنی گورنمنٹ اور رعایا کو حکم دیا کہ حیدرآباد کي تمام ریاست مین اس موقع پر تہنیت کی خوشی منانے مین کوئي دقیقہ فروگذاشت نکیا جائے۔ ۲۲ جون سنہ ۱۸۹۷ع کے بہت پیشتر سے تمام ریاست مین اوسکے انتظامات ہو رہے تھے۔اس موقع پر سب سے اول غریبون کو خیرات اور بچون کو ضیافت دیگئی اوسکے بعد عام طور پر جشن شروع ہوا۔جسکا پروگرام پیشتر ہي سے تیار کیا گیا تھا۔

۲۲ جون کے دربار مین رزیڈنٹ نے حضور نظام کو ویسراے اور گورنر جنرل کا خریطہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضور ملکۂ معظمہ کا ارادہ تھا کہ اس عمدہ موقع پر ہندوستان کے تمام وکلا انکی خدمت مین حاضر ہون لیکن طاعون وقحط سالی کي وجہ سے جو ہندوستان مین پھیلی ہوئی ھے ملکہ معظمہ نے اپنی راے بدل دی۔

جبکہ حضور نظام نے شہر مین جوبیلی کے لئے جشن کی نیکي خواہش دکھلائی اور مطابق اسکے فرمان بھیجے تو ملکۂ معظمہ کے غریبون اور بیکسون کي ہمدردی کے بابمین جو خیالات تھے انہین گویا حضور نظام نے پہلے ہي سے سونچ رکھا تھا۔

حضور نظام کو اس جوبلی کے منانے مین نواب مدارالمہام اور دوسرے امراے ریاست نے بڑی مدد دی اور یہان کے جشن اور یہان کے لوگون کي خوشوقی سے جو اس موقع پر ظاہر ہوی۔یہی پایا جاتا تھا کہ تمام ہندوستان مین حیدرآباد کی ریاست سے بڑھکے کوئی وفادار نہین۔

ڈائمنڈ جوبلی کے متعلق جو کارروائی سب سے پہلے ہوی وہ یہ تھی کہ روز جشن سے ایک ہفتہ پہلے رزیڈنسي سرجن۔ڈاکٹر لاری کے زیر صدارت چدر گھاٹ مین ایک جلسہ ہوا اور اس مین تجویز ہوی کہ اس موقع پر کیا کارروائی کرنی چاہئے جو ہمیشہ کے لئے یادگار رہے صدر مجلس نے ایک پُرجوش اسپیچ مین پبلک کي وفاداری واطاعت پر اس امر کو موقوف رکھا اور مسٹر ایس۔ایم مٹر کي تحریک سے قرار پایا کہ تمام اقوام کے لئے ایک دہرم شالا

هز اکسلنسي مدارالمهام قواعد ملاحظہ فرما رہے ہین

جسکی ایک مدت سے ضرورت هے اس جوبلی کي یادگار مین بدني جائے—چنانچہ اسیوقت اوسکے لئے چھہ ہزار روپیہ سے زیادہ جمع ہوگئے—اور اسکے ساتہہ یہ بھي قرار دیا گیا کہ رزیڈنسی کے بازارون مین روشنی کي جائے—مسٹر میڈر اور نواب فیض علی خان نے اپنی کشادہ دلي سے اسکے اخراجات کا ذمہ لے لیا—

سرکاری افسرون—سوداگرون اور عوام الناس جبوبلی کے بہت دن پیشتر سے اپنے اپنے مکانون کو روشنی کے لئے آراستہ کرنے لگے—غریبون کو اطلاع دیگئی کہ انہین کھانا اور خیرات دی جایگي—اسکول کے لڑکون اور نیز چھوٹے بچون سے اقسام کي ضیافتون کے میعاد کئے گئے—اور اس جشن کے لئے جن جن مکانون کي ضرورت تھی انکی آراستگی شروع ہوی اور لوگ خوشی سے انمین شریک ہوئے—اور اپنی وفاداري ظاہر کي—

اتوار ۲۰ جون کو جو حقیقت مین ملکۂ معظمہ کے تخت نشینی سے پورے ساٹھہ سال کا اختتام کا روز تھا چدرگھاٹ—سکندرآباد—بولارم—ترملگھیڑي اور نیز حضور نظام کے کُل عیسوی صدر مقامون مین خاص نمازین مقرر ہوین—برٹش رزیڈنٹ اور انکا اسٹاف سنٹ جان کے گرجاگھر واقع سکندرآباد مین سفارتي لباس پہنا ہوا صبح کے وقت موجود تھا اور دوسرے مقامون کے گرجون مین تمام اہل قلم اور اہل شمشیر کثرت سے جمع ہوئے تھے—حیدرآباد والنٹیر رائفل میجر اے—جی فیلوز کے ماتحت سنٹ جان گرجا مین ایک خاص قواعد کر رہے تھے—

پیر کے روز ۲۱ جون کي شام کو حضور نظام نے چار محل مین ایک عظیم الشان ضیافت دی—ڈیڑھہ سو مہمان شریک تھے جن مین رزیڈنٹ—نواب مدارالمہام دوسرے افسر اور امرائے حیدرآباد اور انگریزی فوجون کا کمانڈر اور حیدرآباد کنٹنجنٹ فوجون کے کمانڈر اور بہت سی لیڈیان شریک تھین—محل کے اندر اور باہر خوب روشني کي گئی تھی—حضور نظام نے ملکۂ معظمہ کا ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے ایک نہایت عمدہ اسپیچ کہی جس سے وفاداري—صداقت اور ہمدردي پائی جاتی تھی—رزیڈنٹ نے اوسکے جواب مین حضور نظام کا ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے اونکا شکریہ ادا کیا—ان دونون ٹوسٹ پر نہایت گرم جوشي کے ساتھہ اظہار مسرت کیا گیا—ملکۂ معظمہ کا جام صحت نوش کرنے کے بعد—بینڈ باجے نے ملکہ کي سلامتی کا گیت گایا اسکے بعد نہایت عمدہ آتش بازی شروع ہوی—

نظام کلب کے ممبرون نے جوبلی کي یادگار مین ۲۰ جون کي شام کو جشن کیا—کھانے کا کمرا اور ملاقاتی کمرا خوب آراستہ تھا اور پھولون وغیرہ سے میز کي خوبصورتي قابل دید تھي—روشنی کا انتظام بھی نہایت عمدہ تھا گولکنڈہ بریگیڈ کا بینڈ باجا بج رہا تھا—نواب عمادالملک ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن صدر ہوئے تھے—انہون نے ملکۂ معظمہ کا ٹوسٹ تجویز کرتے ہوئے ایک عمدہ اسپیچ دی اور ملکہ کے لئے صدق دل سے دعا کي—تمام حاضرین باواز بلند آمین

گھنٹے لگے۔انہون نے کہا۔کہ آجکی جماعت مین بعض لوگ خاص انگریزی رعایا ہین جو حضور نظام کي زیر حمایت پرورش پا رہے ہین۔اور بعض لوگ خاص حضور نظام کي رعایا ہین جو ملکۂ معظمہ کي گورنمنٹ کے وفادار دوست ہین۔حضور نظام اس دوستی کي وجہ سے بے بہا فوائد حاصل کررہے ہین۔آج آپ لوگ ملکۂ معظمہ کي درازی عمر اور جشن اہتمام شصت سالہ تخت نشینی منانے کے لئے یہان آئے ہوئے ہین۔ملکۂ معظمہ کي مدت سلطنت فقط درازہی نہین بلکہ ہرطرحسے بے نظیر ولاثاني ہے۔کیونکہ اگر آپ دنیا کے گذشتہ حالات کو ساٹھہ ساٹھہ برس مین تقسیم کرینگے تو معلوم ہوگا کہ کسی ساٹھہ برس مین ایسی دنیوی ترقی نہین ہوئی جو ملکۂ معظمہ کي تخت نشیني کے ساٹھہ برس مین ہوئی۔پہلے پہل حضور ملکۂ معظمہ اور انکے شوہر متوفي کا خیال لنڈن کے ان یتیم بچون اور ان لوگون کي طرف متوجہ ہوا جو کس مپرسي کي حالت مین راستون مین پڑے پائے جاتے تھے۔اور اخیر مین ہندوستان مین زنانہ ہسپتالون کا وقوع مین آنا اسکی انتہا ہے۔اگرچہ اس کام کے کرنے والے دوسرے لوگ تھے لیکن ابتدا انہین سے ہوئی۔اسکے ساتھہ مین یہہ بھي ظاہر کرتا ہون کہ کبھی ملکۂ معظمہ نے کبھی کم دکھہ نہین اٹھائے۔وہ نہایت رقیق القلب ہین۔یہي وجہ ھے کہ انکي رعایا مین جب کوئي حادثہ ہوتا ھے تو اسکے ساتھہ وہ کمال ہمدردي اور دل سوزی ظاہر کرتي ہین۔انہون نے ساٹھہ برس مین جسقدر تعزیت کے پیغامات مختلف لوگون کو بھیجے ہین۔اگر انہین جمع کیا جائے تو ایک دفتر کا دفتر ہوجائے اور انکي سخاوت جو غریبون کي نسبت ظہور مین آئي ھے اگر وہ اکٹھي کي جائے تو بہت بڑی دولت ہوگي۔انہون نے تمام عالم پر ظاہر کردیا ھے کہ ایک ایسي اعلی درجہ کي عورت کیونکہ عصمت کے ساتھہ اپني زندگي بسر کرسکتي ھے اور وہ زندگی بھي ایسي جو پبلک کامون پر وقف کي گئي ہو اور جس مین باوجود ان باتون کے کوئي خانگي خدمت خواہ وہ کیسي ہي محقر ہو کبھي بھولی نہین گئی۔آپ لوگ خیال نہ کرین کہ ایک ایسی سلطنت کا فرمانروا جو تقریباً جمہوری سلطنت کے برابر ہے جیسے کہ انگلنڈ ہے کچھہ کام نہین کرتا۔نہین نہین بلکہ ملکۂ معظمہ نے کسی روز آرام نہین لیا۔اور ہرروز ایسے ملکي مہمات مین مصروف رہین جو ہم لوگون کے خیال مین بھی نہین آسکتے کیونکہ نہ ہمارا وہ رتبہ ہے اور نہ ہماری ویسی زندگي۔خانگی معاملات مین نہ کوئی ہندو عورت ویسی ایماندار ہوسکتی ہے اور نہ کوي مسلمان بیوی جیسے کہ ملکۂ معظمہ ہین۔آج انہین بیوہ ہوئے تیس برس کا عرصہ ہوا اور یہ عرصۂ دراز ہمیشہ انہون نے اپنے متوفی خاوند کي یاد مین بسر کیا ھے۔اچھے کامون مین اور اپنے اوپر محنت گوارا کرنے مین اور عصمت سے زندگی بسر کرنے مین۔انہون نے ہندوؤن کے ستی کے رواج کو مکمل کردیا ہے۔ستی تو اپنے خاوند کے لاشہ پر گرکے فوراً تمام ہوجاتی ہے۔لیکن انہون نے اپنی تمام زندگی تکلیف مین بسر کي جو اس سے کہین بڑھکے ہے۔شاہی سرشتہ خدمات ادا کرنے مین وہ بالکل بے نظیر و بیمثال ہین۔انکی عصمت اور انکي فوق العادہ تیزئی طبع نے جو ساٹھہ سالہ حکومت مین اُنسے ظاہر ہوی ہے انہین نہ صرف انگلنڈ مین بلکہ تمام یوروپ مین ہردلعزیز بنادیا ہے۔اس زمانہ مین کہ چوطرف جمہوري اور بد انتظامی کي سلطنتین پھیلی ہوي ہین ملکۂ معظمہ کے خیالات بالکل شاہی ہین۔اور انہون نے صلح۔انتظام اور آزادی کي نسبت ایسی ایسی کارروائي کي ہے کہ یوروپ کے موجودہ بادشاہون مین سے کسی نے نہین کي۔ہماری وفاداري اور ہماری محبت پر جو حق ہمارے بادشاہ کا ہے اسکو ہمین لازم ہے کہ کبھی فراموش نکرین۔کیونکہ زمانۂ قدیم مین ہمین کبھی ایسا امن و چین نصیب نہ تھا نہ ہمین ایسی آزادی حاصل تھی اور نہ ہمنے اسقدر ترقي کي تھي۔عمدہ سے عمدہ گذشتہ زمانہ مین بھي تمام ہندوستان مین ایسا امن نہین تھا۔کیونکہ اگر ایک ضلع مین امن ہوتا تھا تو دوسرے ضلع مین بد امني رہتي تھي۔اور لوگ خوف کي حالت مین اپني زندگي بسر کرتے تھے اور انہین کل پر بھروسا نہین ہوتا تھا۔اب یہ باتین رفع ہوگئین۔ایک سال کي انتہا سے دوسرے سال کي انتہا تک بھي ہمین کسیطرح کے خوف کا گمان نہین گذرتا۔اگر ہم اس زمانۂ قانون کي متابعت کرکے اپنے چال چلن کو درست رکھین۔تو ہمین کوی دھڑکا نہین۔علاوہ اسکے زمانۂ قدیم مین تعلیم ایسي عام نہین تھی جیسے کہ اب ہے۔پیشتر ہندوستانی کب اپني دستکاریون کے ایسے مالک تھے جیسے کہ اب ہین اور کب انہین اپنی محنت کا ایسا خاطرخواہ پھل مل سکتا تھا۔جیسے کہ اب مل رہا ہے۔اُسوقت پر ملکی آزادی کہان تھی۔اس زمانہ مین جو لوگ آزادی کي نسبت چلاتے ہوئے اور رعایا کي فہمائش کرتے ہوئے پھرتے ہین۔انکي نسبت میري یہ راے ہے کہ جو کچھہ وہ کہتے ہین خود اوسکے معنے نہین سمجھتے اگر ہمین پوری ملکی آزادی مل جائے تو ہنوز اوسکے استعمال کي ہمین خبر نہین۔مین دیکھتا ہون کہ ہندوستان مین کوی قوم ایسي نہین جو اسکے لئے آمادہ ہو۔اے میرے دوستو پہلے ہمین ضرور ہے کہ اپنے دلون کو اس زنگ سے پاک کرین جو صدیون سے انپر جمع ہوا ھے اور پھر ایسی تعلیم پاوین کہ جس سے ہمین عام فائدہ رساني اور محنت کشی کي عادت ہو۔جب کہین جا کے ہم ملکي آزادی کے شایان ہوسکتے ہین اور وہ ہمین ملیگي بھی اسیوقت۔نہ کہ اسوقت پر جبکہ ہم مین اسکا مادہ ہي موجود نہین۔ہمارا مذہب ہمین قانون کي متابعت کي تعلیم دے رہا ھے اور ہمین حکم ہے کہ خدا کي اور اسکے رسول کي اور اولی الامر کي اطاعت کرین۔اور اپنے بادشاہ کے ساتھہ محبت رکھین خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو۔بشرطیکہ وہ ہمین امن دیتا ہو۔اور ہمارے مذہبي رسوم کي ادائگی مین مخل

روز جبوبلی جو قیدی کہ رہا کئے گئے

نہین ہوتا ہو-پس اس صورت مین ہم اپنے موجودہ پادشاہ کي کیونکہ اطاعت نکرین جس سے نہ فقط ہمین یہ فوائد پہونچ رہے ہین بلکہ اور دوسرے ایسے بے بہا اور کثیر فوائد حاصل ہوئے ہین کہ ایشیا مین کسي قوم کو حاصل نہین ہوے-علاوہ اسکے ہماری کتابون مین بادشاہ کو ظل اللہ کہا گیا ہے-اور ہماری مہربان پادشاہ حضور ملکۂ معظمہ حقیقت مین مجسم سایۂ خدا ہین-کیونکہ اُن پر خدا کا سایہ ہے اور ہمپر انکا سایہ وہ ہماری محافظ و نگہبان ہین اور خاصکر کے ہم ہندوستانیون پر انکی کمال مہربانی ہے-انہون نے نہ صرف ہماری بہبودی اور خیرخواہی مین دلچسپی ظاہر کي ہے بلکہ ہمین خوش کرنے کے لئے ہماری زبان بہی سیکھی ہے-اور اپنے اسٹاف مین ہندوستانیون کو ملازم رکھا ہے-یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ایسے بادشاہ کي رعایا مین ہم داخل ہین-اس خوش نصیبی کي وجہ کاحقہ وہی لوگ بخوبی بیان کرسکینگے جنہون نے دنیا کا سفر کیا ہے-اسلئے مین آپ لوگون سے درخواست کرتا ہون کہ آج آپ ملکۂ معظمہ کي صحت وسلامتی اور درازی عمر کي خدا تعالی سے دعاکرین-اگرچہ ملکہ ضعیف ہوگئی ہین لیکن بہت سے لوگ کیا مرد اور کیا عورتین انسے بہی زیادہ عمر کے ہوے ہین-اور پہر مین آپسے ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند کا جام صحت نوش کرنے کي درخواست کرتا ہون-''

جون کي ۲۱ سنہ ۱۸۹۷ع کي صبح کو حیدرآباد مین ایسي فوجي قواعد ہوی کہ پیشتر اسکے کبہی نہین ہوئی تہی-اس قواعد مین حضور نظام کي کُل با قواعد فوج اور امپیریل سروس فوج گولکنڈے کے وسیع میدان مین جمع تہي-

لوگونکا ایک جم غفیر صبح سے زرق برق لباس مین جمع ہونا شروع ہوا-اس وقت میدان کي عجیب کیفیت تہی-امرا افاسر اور مہمانون کے لئے داہنے بائین اور پیچہے ایک بڑا احاطہ محدود کردیا گیا تہا-پولیس کا انتظام قابل تعریف تہا-نواب میجر افسرالدولہ بہادر نے قواعدلی-جو حال ہي مین حضور نظام کي کل فوجون کے سپہ سالار مقرر ہوئے ہین-حضور نظام کے فوجي سکرٹری راجہ کشن پرشاد بہادر اپنی سرکاری وردی مین رونق افروز تہے اور بہت سے امرا سِوِل اور ملٹری حیدرآباد-اور سکندرآباد اطراف و جوانب کے موجود تہے-ایک عظیم الشان شامیانہ کے سامنے جو افسرون اور دوسرون کي نشست کے لئے کہڑا کیا گیا تہا ملکۂ معظمہ کا ایک فوٹوگراف رکہا ہوا تہا-

نواب مدارالمہام سروقارالامرا بہادر برابر وقت معینہ پر تشریف فرما ہوے-انکے ساتہہ گاڑی مین جنرل ٹکر بهي تہے جو سکندرآباد دسٹرکٹ کے کمانڈر ہین-

جب مدارالمہام اپنی جگہ پر جہان حضور نظام کا زرد باوٹا اوڑ رہا تہا بیٹھے تو ساتہہ توپون کي سلک ہوی-اس

شاہی سلامی کے بعد بینڈ باجے میں ملکہ کی سلامتی کا
گیت گایا گیا۔پھر انکے لئے تین زور زور کے چیرز ہوئے۔اسکے
بعد قواعد شروع ہوی۔آرٹیلری بریگیڈ (دو توپخانہ) پہلا
کیولری بریگیڈ جس میں آفریکا کا کیولری گارڈ۔لینسرز۔باقاعدہ
فوجین اور گولکنڈہ لانسرز شریک تھے۔دوسرا کیولری بریگیڈ
جس میں حیدرآباد امپریل سروس کا پہلا لانسرز اور دوسرا لانسرز
تھا۔پہلا انفنٹری بریگیڈ جس میں میسرام، جمنٹ اور باقاعدہ
فوجکی چھٹہی انفنٹری۔چوتھی انفنٹری۔اور گولکنڈہ
انفنٹری شامل تھی۔مارچ پاسٹ کے بعد آرٹیلری اور کیولری
دلکی چلنے لگی۔دوسرا کیولری بریگیڈ اور پہلا کیولری بریگیڈ
نیزہ بازی کرتا ہوا رجمنٹون کے سامنے سے سرپٹ دوڑنے لگا۔
اسکے بعد حیدرآباد امپریل سروس فوج صف زدہ ہوی۔اور آگے
بڑھکے نشان سے دس گز کے فاصلہ پر آئی غرض یہہ قواعد
پروگرام کے موافق ختم ہوی۔اس میں علی الخصوص حبشیون
کے رسالہ کی نیلی وردی جسپر سرخ و سفید چیرین لگی
ہوی تھین نہایت خوبصورت نظر آتی تھی۔

اس قواعد کے بعد میجر نواب افسرالدولہ بہادر نے اپنے
محل مسمی راحت منزل میں جو سیف آباد میں واقع
ھے ایک عظیم الشان ضیافت دی۔

حضور نظام نے اس موقع پر مثل اور حصص برٹش گورنمنٹ
کے رحمدلی کو کام فرما کے بعض قیدیون کو جنکے جرائم
سخت نہین تھے رہا کرنے کا حکم دیا۔اور نیز اُن قیدیون کو
جنکا چال چلن جیلخانہ میں اچھا تھا باقی ایام قید
مین فی سال ایک مہینہ کی تخفیف کردی۔حیدرآباد
کے صدر جیلخانہ میں سے جہان سینکڑون قیدی تھے وہان کے
سپرنٹنڈنٹ مسٹر گارڈن نے اٹھانوے قیدیون کو رہا کیا۔
جن میں پینسٹھہ مرد اور پندرہ عورتین خفیف جرائم کي
اور اٹھارہ قیدي اچھے چال چلن کے تھے۔

جو لوگ قید سے رہا ہوئے انکی تصویرین یہان دی گئے
ہین۔سوپرنٹنڈنٹ جیلخانہ نے اپنی مہربانی سے اس کتاب
مین داخل کرنے کے لئے ان تصویرون کو کھنچنے کی اجازت
دی ہے۔علی الصباح ان قیدیون کے اقارب جیلخانہ کے
دروازے پر جمع ہوئے اور قیدی جیلخانہ سے باہر آتے ہی اس
عجلت کے ساتھہ وہان سے روانہ ہوئے کہ بیان سے باہر۔اس
جیلخانہ کی صفائی اور انتظام دیکھنے والون کو متحسر کرتا
ہے۔اور حضور نظام کی ریاست کے دوسرے جیلخانون
مین بھی ایسی ہی رحمدلی ظاہر کی گئی۔

حضور نظام کی گورنمنٹ کی طرف سے غریبون کی
ضیافت کا جو انتظام کیا گیا تھا وہ وبائے ہیضہ کے پہونچنے
کی وجہہ سے وقوع مین نہ آسکا۔ہرچند نواب مدارالمهام
نے اعلان نکالا تھا کہ غریب مسلمانون کے کہانے کا اہتمام
ایک معزز مسلمان جنٹلمین کے سپرد ہوگا۔اور ہندؤن
کا ایک راجہ کے اور پارسیون کا ایک معزز پارسی کے اور
عیسائیون کا مسٹر ڈنلاپ کے جو ریونیو بورڈ کے سینیر ممبر
ہین لیکن بعد شہر مین منادی ہوی کہ کہانے کے عوض
غریبون کو پیسے دئیے جائینگے۔اسکي وجہ یہ ہوی کہ
ازدحام کی وجہ سے کہین وبائے ہیضہ زیادہ نہ پھیلنے
پائے۔غریب پارسیون کو مسٹر ایڈل جی چینائی نے شاہپور
واڑی مین کہانا کھلایا اور غریب عیسائي اوسي روز ایک
بڑے مکان مین جہان اب محکمہ تعمیرات ہے۔
عمدہ کہانے کے میز پر بیٹھے۔چدر گہاٹ کے معزز لوگ اس
ضمانت مین کھڑے ہوکے غریبون کو کہانا کھلا رہے تھے۔اور
کہانے کے بعد بڑے جوش مسرت کے ساتھہ ملکہ معظمہ
کی سلامتی کا گیت گاکے مجمع منتشر ہوا۔درمیانی میز کے
کنارے پر حضور ملکہ معظمہ کا فوٹوگراف تاڑکے پتون مین
آراستہ کرکے رکھا تھا اور اوپر کو سنہری حرفون مین
"ملکہ معظمہ کی عمر دراز ہو" اور نیچے۔ "خدا انہین
برکت دے" لکھا ہوا تھا۔کہانے کے وقت سنٹ جارج گرجا
کے پادری مسٹر گولڈ اسمتھہ نے ملکۂ معظمہ او حضور نظام
کا جام صحت تجویز کیا۔حاضرین نے دونون ٹوسٹ پر نہایت
جوش مسرت ظاہر کیا۔مغرب کے بعد اس مکان مین خوب
روشني کي گئی اور بڑی رات تک خوب چہل پہل رہی۔جو
لوگ بہت غریب تھے اور کہانے کو آنہین سکتے تھے انہین
پیسے تقسیم کئے گئے۔اس ضیافت کا مسٹر ڈنلاپ نے نہایت
عمدگی سے انتظام کیا تھا۔

جون کی ۱۹ وین تاریخ سنیچر کے روز نواب سر آسمان
جاہ بہادر نے ڈائمنڈ جوبیلي کی یادگار مین سکندرآباد کی
یوروپین گیریسن کے بچون کو بڑی دہوم دہام کي ضیافت
دی۔بشیر باغ کے خوبصورت اور وسیع صحن مین تین سو بچے
معہ اپنے ماںباپ کے جمع ہوئے تھے انکے لئے اقسام کے
کھیل موجود تھے۔اور روشنی اور آتش بازی قابل دید
تھي۔رخصت کے وقت نواب محتشم الملک نے ہر ایک
بچہ کو انگریزی مٹھائي کا ایک ایک شیشہ اور چاندی
کا ایک ایک جوبیلی میڈل تقسیم فرمایا۔مٹھائی خاص اپنے
ہاتھہ سے دی اور میڈل مسز چیٹر کے ہاتھہ سے جو نارتھام شیر
رجمنٹ کے کمانڈر کي بیوی ہین دلوائے۔اسوقت یہ
میڈم سکندرآباد مین موجود تھین اسکے بعد حضور ملکۂ
معظمہ۔حضور نظام اور نواب موصوف کے لئے تین چیرز دئیے
گئے۔نواب سر آسمان جاہ بہادر نے مہرباني کے ساتھہ
مسکرا کے ہر ایک سے بات چیت کی۔اس موقع پر بہت
سی لیڈیان موجود تھین اور تین پہر کو برٹش رزیڈنٹ مسٹر
پلوڈن بھی وہان گئے تھے۔

دوسرے ایک امیر نے چدر گہاٹ مین نواب معزز
الملک کے محل مین مدارس کے لڑکون کو ضیافت دینے کي
تجویز کی تھی لیکن بوجہہ ظہور وبائے ہیضہ کے وہ وقوع
مین نہ آسکی۔

سنٹ جارج گرجا کے عقب مین لڑکیون کے مدرسہ مین
وہان کے لوگون نے بڑی دہوم دہام سے مینا بازار لگایا تھا۔
وہ مکان نہایت عمدگی کے ساتھہ آراستہ کیا گیا تھا۔کیا

ڈایمنڈ جوبلي کے روز قواعد

بڈہے اور کیا جوان دونون اس مین شریک تہے۔اکثر لڑکے جیوبلی کا لباس پہنے ہوے تہے۔لڑکے اور لڑکیون کی دوڑ اور کہیلونکا انتظام کیا گیا تہا۔اور اسکے ساتہہ ہاتہیون کي سواري اور اقسام کي بازیان بہی شامل تہین۔باجے بج رہے تہے۔

وزلین کمیونٹی نے اپنے گرجا مین خاص نماز ادا کي اوسکے بعد ملکۂ معظمہ کي سوانحِ عمری پر ایک لکچر دیا گیا اور ایک سوشیل جشن ہوا۔جس مین برٹش گورنمنٹ کي تعریف مین گیت گائے گئے۔

چدر گہاٹ کي روشنی قابل دید تہی ہر ایک محل ہر ایک مکان اور ہر ایک دکان مین روشنی تہی۔بنگال بنک پر بے حساب چراغ روشن تہے۔ریلوے اسٹیشن پر گاڑی کے فانوسون اور دوسرے چہوٹے چراغون کي خوب روشنی تہي اور چہت پر اور سامنے آتش بازی ہو رہي تہی۔مسٹرس عابد اڈ کمپنی کي دکان مین بجلی کي اسقدر روشنی تہی کہ آنکہین چکاچوند کرتي تہین اس مین لال فانوس بڑا مزہ دیتے تہے۔اوسکی پہاٹک پر حضور نظام کا نشان تہا۔کاسما پولیٹن ہوٹل جو گورنمنٹ کا مہمان خانہ ہے خوب آراستہ کیا گیا تہا اور روشنی کا انتظام زائدالوصف تہا۔غرض تمام باشندے امرا اور افسرنے جو چدر گہاٹ اور سیف آباد مین رہتے ہین اپنے اپنے مکانون پر چراغان کیا تہا انمین نواب فخرالملک بہادر کا جدید محل دیکہنے کے قابل تہا۔علی الخصوص حسین ساگر کے تالاب پرسے اسکا بڑا لطف آتا تہا۔

رزیڈنسی کي حد مین مرقومۃ الذیل جشن ہوئے۔کوئي پانسو آدمی ہر مذہب وملت کے گہڑي کے برج کے پاس جمع ہوئے۔انمین سے ہر ایک کو آدہا سیر چانول اور دال اور کچہہ پیسے گہی کے لئے تقسیم کئے گئے اور مذکور برج کے چارون طرف لکہا ہوا تہا کہ خدا ملکۂ معظمہ کو برکت دیے۔اور رات کو خوب روشنی کي گئی تہی۔باوجودیکہ اسوقت زور کي ہوا چل رہي تہي جو چراغون اور آرایش کو ٹہرنے نہین دیتی تہی۔مسجدون اور مندرون مین دعائین اور بہجن گائے جارہے تہے۔بازار مین مدارس کے تمام طلباء کو جو تقریباً ایک ہزار تہے ضیافت دیگئی اسکا انتظام راو بہادر کے ایم جوشی کے سپرد تہا جو لوکل فنڈ کمیٹی کے صدر اور میجسٹریٹ ہین۔اسکول کے دالان مین ایک طرف ملکۂ معظمہ کي ایک بڑی تصویر رکہی گئي تہی اور دوسری طرف لڑکون کو مٹہائي اور انعامات تقسیم کرنے کا انتظام کیا گیا تہا اور بچون کي دل لگي کے لئے اقسام کے کہیل اور تماشے موجود تہے چہوٹي چہوٹي لڑکیان بڑی خوشی سے ملکہ کي سلامتی کے گیت گارہی تہین۔

رزیڈنسی کے تمام مکانات اور دُکانین چراغون سے پرنور کئے گئے تہے۔جس پر بہت سا روپیہ صرف ہوا تہا۔پولیس کے بڑے اسٹیشن کي روشنی بہی بہت ہي اچہی تہی اور وہان بینڈ باجے مین انگریزی اور ہندوستاني گیت گائے جارہے تہے۔رزیڈنسی اور ریلوے پولس کے سوپرنٹنڈنٹ مسٹر ایف۔سی۔کرافرڈ کو ایک تہنیت نامہ دیا گیا اور مجسٹریٹ راؤ بہادر کي ان لفظون مین تعریف کي گئی۔

ہم لوگ جو رزیڈنسی پولیس کے ملازم ہین اس موقع پر نہایت خوشی سے آپکو ایک اڈرس دیتے ہین۔یہ اڈرس اُن برکتون کي یادگار مین ہے جو برٹش کے زیر حکومت ہمکو حاصل ہوی ہین علی الخصوص اُس زمانہ سے جبکہ ملکۂ معظمہ اس عظیم الشان سلطنت پر بخط راست فرمان روا ہوی ہین۔ہم ملکۂ معظمہ کي سلطنت کي خدمت پر قانع ہین اور دعا کرتے ہین کہ ملکۂ معظمہ کي عمر دراز ہو اور جو امن و امان کہ اب ہمین حاصل ہے وہ ہمیشہ کے لئے رہے۔ہم اُے حضرت آپ سے عاجزانہ درخواست کرتے ہین کہ آپ ہماری شکر گذاری قبول کرین جو اس موقع پر آپکی تشریف آوری کي نسبت ادا کي جاتی ہے۔آج ہم ملکۂ معظمہ کي جوبلی کا جشن منانے مین انکی تمام رعایا کے ساتہہ جو دنیا مین پہیلی ہوی ہے شریک ہین۔دنیا کي کسی تاریخ مین کہین یہ پتا نہین ملتا کہ ایک بادشاہ کے زیر حکومت اسقدر وسیع سلطنت ہو۔اور اسقدر کڑوڑہا رعایا کو ایسا امن و امان نصیب ہوا ہو۔

جون سنہ ۱۸۹۷ کي بائیسوین تاریخ کو سکندرآباد مین علی الصباح ساتہہ توپون کي شلک ہوی اور اس روز کورٹ کے محل مین جشن کیا گیا اور اسکے اطراف کے وسیع صحن مین غریبون کو کہانا کہلایا گیا اور ہر ایک کو پیسے تقسیم کئے گئے جو حضور نظام کي گورنمنٹ اور پرائویٹ چندے سے جمع ہوئے تہے۔

پیپلس ہال خوب آراستہ کیا گیا تہا۔اور مختلف مدرسون سے وہان لڑکیون کو بلوایا گیا تہا۔جب وہ گانے سے فارغ ہوچکین تو انہین مٹہائي تقسیم کي گئی۔البرٹ ریڈنگ روم مین بہی کہانے پینے کا انتظام تہا۔سکندرآباد ترملگہیڑی اور بولارم کے کنٹونمنٹون مین شاہانہ جشن وفاداری کے ساتہہ منائے گئے۔

سکندرآباد کي روشنی بہت ہی بڑہی ہوی تہی۔سنٹ جیمس کي گلی گویا آگ کا شعلہ تہی دونون طرف رنگ برنگ کے ہزارہا فانوس روشن تہے۔مارواڑي اور دوسرے تجار ایک دوسرے پر سبقت لیگئے تہے۔تمام پولیس کي چوکیان۔کورٹ کي عمارت۔گہڑی کا برج اور دوسرے مکانات میونسپالٹی کے خرچ سے روشن کئے گئے تہے۔سکندرآباد کي سیر گاہ کي سڑک قابل دید تہی۔سکندرآباد کا ریلوے اسٹیشن اور اسکے سامنے کا باغ ایسا پرنور اور ایسا آراستہ تہا کہ بیان نہین ہوسکتا۔پبلک گارڈن مین بہي چراغان تہا اور چہہ رجمنٹون کے بینڈ باجے بج رہے تہے۔اکثر سکندرآباد کي مسجدون مین اسلامی وضع کي آراستگي اور روشنی تہی ہندؤن نے بہي اپنے مندرون کو خوب سنوارا تہا۔غرض تمام سکندرآباد نور کا بکہ نظر آتا تہا۔

گورنمنٹ مہمان خانہ – چدرگھاٹ

میسرس – آبد اینڈ کمپنی کی کوٹھی – چدرگھاٹ

حضور نظام کی ریاست کے اکثر شہروں میں بھی جوبلی کا جشن منایا گیا۔ خاصکر کے ورنگل۔ بیدر۔ گلبرگہ اورنگ آباد اور برار میں۔ اورنگ آباد میں ہندو دولتمندوں اور ملازموں نے وہاں کے قحط زدہ لوگوں کو کھانا کھلایا۔ دور و دراز مقامات سے کوئی تین ہزار مہمان یہاں آئے اور ان سبھوں کو بازار میں صفوں میں بٹھلایا گیا۔ بنیا عورتیں برابر اٹھارہ گھنٹوں تک چپاتیاں اور دال بھات پکانے میں مصروف تھیں۔ ہر ایک شخص کو ایک چپاتی اور ایک دال کا پیالہ دیا گیا۔ یہ منظر بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ انمیں اکثر لوگ ایسے نحیف و لاغر تھے کہ سوائے پوست و استخوان کے ان کے جسم پر گوشت کا نام تک نہیں تھا۔ انمیں جو بالکل محتاج تھے انہیں کپڑے بھی دئے گئے۔ لیکن اسبات سے نہایت افسوس ہوا کہ بہت سے بڈھے لنگڑے لولے اپاہج اور بچے یہاں آتے آتے بوجہ فاقہ کشی کے راستہ ہی میں تمام ہوگئے۔

اورنگ آباد میں وہاں گیریسن فوج نے اس روز قواعد بھی کی۔ اس قواعد میں بعوض نیزوں کے روشن مشعلیں سپاہیوں کے ہاتھ میں تھیں۔ اور انکے گھوڑے ایسے باقاعدہ اور سدھے ہوئے تھے کہ باجے کی آواز کے ساتھ قدم اٹھاتے تھے اور مشعلوں کی آگ اور چنگاریوں کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے۔

حضور نظام کے پرائیویٹ سکرٹری سید حسین بلگرامی نے اس موقع پر انگریزی میں ایک نہایت عمدہ قصیدہ لکھا۔ جسکا نام بیاناٹا وکٹوریا ہے۔ یہہ قصیدہ لندن میں جشن مذکور پر باجے کے ساتھ گایا گیا۔

سنہ ۱۸۹۷ع کی وبائے طاعون

سنہ ۱۸۹۷ع کی ابتدا میں بمبئی میں جو وبائے طاعون ظاہر ہوئی تھی اوسکو روکنے کے لئے جس تیزی اور مستعدی سے حیدرآباد میں انتظام کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام کی ریاست کی کارروائی کس عمدگی سے چل رہی ہے۔ بمبئی میں جو ریاست نظام کی ہمسایہ پریسیڈنسی ہے وبائے طاعون کے شروع ہوتے ہی۔ نظام گورنمنٹ نے واڑی جنکشن میں ایک پلیگ کیمپ قائم کردیا جو نظام ریلوے کا سرحدی اسٹیشن ہے۔ اس کیمپ کو ڈاکٹر بروس کے چارج میں دیا اور انکے ماتحت تین ہسپتال اسسٹنٹ اور ایک کنٹنجنٹ مقرر کیا جو چدرگھاٹ کی میونسپلٹی سے متعلق ہے۔ اس کیمپ کے قائم کرنے سے غرض یہ تھی کہ جو لوگ تیسرے درجہ کی گاڑی میں پلیگ زدہ مقامات سے آئیں۔ انکا ڈاکٹری معائنہ ہو اور عندالضرورت انہیں وہاں روک کر معالجہ کیا جائے تاکہ اکے ذریعہ سے ریاست نظام میں اس بیماری کا شیوع نہ ہو۔ تمام بیمار مسافر اوسوقت تک وہاں روک دئے جاتے تھے جب تک کہ ڈاکٹر کو اونکے تندرست ہونے کا یقین ہو۔ اور دوسرے لوگوں کو آٹھہ روز قرنطینہ میں رکھا جاتا تھا۔ اور آنے والوں اور جانے والوں کا واڑی میں واجبی طور سے ڈاکٹری معائنہ ہوتا تھا۔ اور بخار والے اشخاص کو اسیوقت لوکل ہسپتال میں بھیجدیا جاتا تھا۔ وہاں جب یہ ثابت ہوتا تھا کہ طاعون نہیں ہے تو جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ اگر انہیں طاعون ہوتی تھی تو وہ ایک علیحدہ چھپر میں رکھدئے جاتے تھے۔ جو چھپر بعد میں جلائی جاتے تھے۔ ریلوے پولیس اور نظام پولیس اضافہ کی گئی۔ اور علاوہ واڑی کے گلبرگہ۔ شاہ آباد اور رائچور میں بھی کیمپ بنائے گئے۔ اور میڈیکل اسٹاف اور پولیس قائم کی گئی۔ اس تمام کارروائی کی نگرانی میجر۔ اے۔ جی۔ فیلرس کے سپرد کی گئی اور لفٹننٹ لافرے نیس کے ماتحت ایک سو انفنٹری اور پچاس کیولری کے سپاہی شولاپور اور گلبرگہ کے درمیان سرحد پر معین کئے گئے۔ سرجنٹ لفٹننٹ کرنل لاری۔ ایم۔ بی۔ کو جو رزیڈنسی سرجن ہیں ان کیمپوں کا میڈیکل ڈاکٹر مقرر کیا گیا۔ اس قسم کے عمدہ انتظامات سے اگر بمبئی کے طاعون کا حیدرآباد میں گذر نہو تو کوئی تعجب نہیں۔

شریف برہمن عورت
بھیل عورت

مارواڑی عورت
ناچنے والی رنڈی
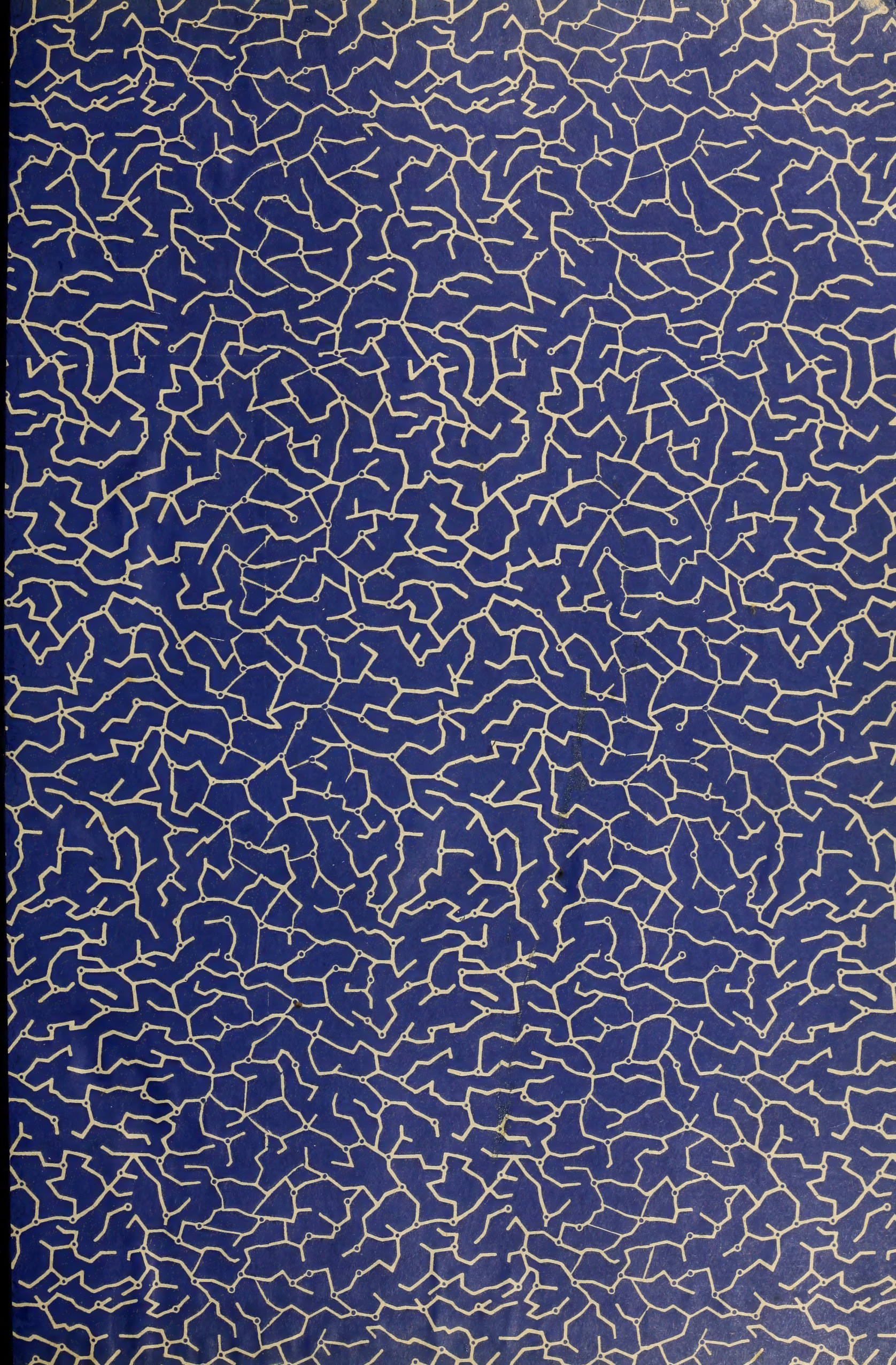
This Urdu copy of this history of Hyderabad belonged originally to Sir Vicar ul Umra, a Paigah noble, who was Dewan of Hyderabad from 1893 to 1901. He died in 1902. The book passed to his son and then his grandson, Nawab Rashid Jung, who gave it to me in 1975. Rashid Jung preferred to give his personal copy to someone who he thought would appreciate it. Mahbub Ali Pasha's library had several copies of it, in both Urdu and English.

H. Ronken Lynton

H. Ronken Lynton

1976